دنیا کی آبادی میں تین سو ملین صوفی مشرب لوگ ہیں

رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۲۱

جلد ۳ نمبر ۱

محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

قسم اوسط

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

قسم اوسط

روحانی دنیا سے اہل ذوق و سکینت کا ماہوار پیام

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک لنواز مجموعہ

جو سیدی مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواہر زادہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ۱ششماہی ۱۲

مقام اشاعت دار السلطنت دہلی - کوچہ چیلاں

مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر - محمد الواحدی

نوٹ - یہ رسالہ تین قسم کے کاغذ پر چھپتا ہے قسم اعلیٰ قسم اوسط قسم ادنیٰ - چندہ سالانہ ... - ششماہی ... - علی الترتیب - قیمت نمونہ ۶ / ۴ / ۲

جرمنی تباہی

کا صاف صاف ذکر تو کسی کتاب میں نہیں ہے لیکن حکیم جاماسپ کی پیشینگوئیوں میں آگے اور بہت سے آنیوالے انقلابات کا پتہ ملیگا ؎

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں   محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

ان پیشینگوئیوں کا ملا محمد الواحدی صاحب نے سلیس اردو ترجمہ کردیا ہے قیمت صرف ۳ر

اسیطرح حضرۃ خواجہ حسن نظامی کی تینوں کتابیں بھی قابل ملاحظہ ہیں (۱) شیخ سنوسی قیمت (۲) کتاب الامر قیمت ۴ر (۳) فیضان سنوسی قیمت ۶ر مجموعی قیمت علاوہ محصولڈاک ۱۴ر

حق کی فتح

آجکل کی پریشانیوں کے زمانہ میں لوگ اللہ والوں کی طرف کھنچے گئے ہیں اور انکی پناہ میں آنا چاہتے ہیں۔ آپ ہم سے **بزم فرید** منگا کر پڑھیے یہ راحۃ القلوب کا بہترین ترجمہ ہے۔ راحۃ القلوب میں حضرت سلطان نظام الدین اولیاء صاحب نے حضرت بابا فرید الدین گنجشکر کے ملفوظات اور کچھ حالات جمع کیے ہیں اسکے مطالعہ سے بڑی تسکین ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے گویا آپ کسی قطب الاقطاب کے سامنے بیٹھے فیض حاصل کر رہے ہیں۔ مترجمہ ملا محمد الواحدی ضخامت ۱۲۰ قیمت ۸

چند دن بعد کیا ہوگا؟ یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جسمیں وہ باتیں درج ہیں جنکا علم میں پڑا رہنا خالی از فائدہ نہیں ہے قیمت ۲ر

خواجہ حسن نظامی صاحب کا **مکمل توپ خانہ** قیمت ۶ر۔ **بیان خسرو** یعنی سوانح عمری حضرت امیر خسرو رح از علامہ شبلی قیمت ۱۰ر۔ **سفرنامہ** بالتصویر مصر و شام و حجاز خواجہ حسن نظامی صاحب قیمت ۱۲ر **خون شہادت کے دو قطرے** قیمت ۳ر **اڈیٹر کا حشر** ظفر علیخان قیمت ۱ر **اسلام کی برکتیں** قیمت ۳ر **مینیجر** نظام المشائخ دہلی

اچھی خبر

دوستوں کو یہ مژدہ سناؤ

کم استطاعت بھائیوں کی مراد برآئی

ہم نے بارہویں جلد کے اس پہلے نمبر سے نظام المشائخ کا ایک بہت سستا ایڈیشن نکالنا شروع کیا ہے

جس کا چندہ سالانہ عہ رکھا ہے

مضمون وہی، ضخامت وہی، لکھائی چھپائی وہی، ایک صرف کاغذ میں ذرا فرق رہیگا

اس شان کا اتنا حجیم!! ایسا عمدہ پرچہ ان داموں!!!

کہیں نہیں مل سکتا!

دو آنے میں ہر مہینے اسی صفحے

شائقین تصوف اور فدائیان مذہب کو اب نظام المشائخ جاری کرانے میں ہرگز متامل نہ ہونا چاہئے

المعلن

مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

ریاضِ شفق

اس نئے انداز اور خاص رنگ کی مجموعہ میں اردو شاعری کے وہ بیشمار نمونے دیئے گئے ہیں جنہیں دیکھتے ہی ناظرین کے دل اُمنڈ آئیں گے۔ اور زبانیں تعریف میں کھل جائینگی مولانا شفق رضوی عماد پوری جن کی اکثر نظمیں نظام المشائخ الناظر۔ نقاد وغیرہ رسالوں اور زمیندار وغیرہ اخباروں میں چھپ کر مقبول عام و خاص ہوتی رہتی ہے۔ ان کا وہ کلام بھی اس کتاب میں شامل ہے۔ جو خاص اس کے لیئے خزانہ امانت میں محفوظ تھا۔ مختصر حالات زندگی و خاص واقعات شاعری کے ساتھہ خاص خاص موقعہ کے کلام بھی دیئے گئے ہیں جنکے متعلق نثر یا نوٹ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ کاغذ ولایتی چھپائی نفیس قیمت صرف ۸ر علاوہ محصول

تحقیق سخن

یہ رسالہ ان حضرات کے لیئے جو واقفیت فن کے ساتھہ شاعری کے ڈھرے پر چلنا چاہتے ہیں ایک استاد شفیق کا کام دیتا ہے۔ اہل ملک نے جیسی جیسی تعریفیں اور جسقدر شہادتیں اس کے بے انتہا مفید شاعری ہونے کی نسبت لکھی ہیں۔ اگر فراہم کی جایں تو ایک کتاب ہوسکتی ہے۔ تعقید حشو زوائد مبتذل پہلوی ذم وغیرہ عیوب شاعری کو مثالوں کیساتھہ سمجھا دیا ہے۔ الفاظ متروک کی تفصیل کی ہے۔ اصناف سخن قصیدہ۔ غزلیں۔ رباعی۔ مثنوی مرثیہ گوئی۔ تاریخ گوئی سب کے متعلق مختصر و کار آمد باتیں ہیں۔ عبارت بھی سلیس مثالیں عمدہ

مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ کاغذ ولایتی چھپائی نفیس۔ قیمت آٹھہ آنے علاوہ محصول

محمد اسمٰعیل فرنیچر مرچنٹ تلمیذ مولانا شفق رضوی عمادپوری ڈپٹی گنج ضلع گیا

نظام المشائخ

جلد ۱۲ بابت ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۳ ہجری نمبر ۱

فہرست مضامین

شمارہ	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	لمعات	جناب مولانا شیخ نور الدین صاحب تاجر چرم گوجرانوالہ	۱
۲	حضرت بابا فرید الدین کا نسب	جناب مولانا حکیم محمد اسرار الحق صاحب قریشی قادری	۷
۳	نظام الدین میں چند گھنٹے	جناب مولوی نیاز محمد خانصاحب نیاز فتح پوری	۱۵
۴	المبشرات	جناب مولوی محمد صدیق صاحب عدن ریگستان	۲۰
۵	انتخاب محبوب	جناب خواجہ ضیاء الدین صاحب بی اے ایل ایل بی	۲۶
۶	شب عید	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	۳۸
۷	لوح مزار شہیدان کربلا	ایضاً	۴۳
۸	سیپان	ایضاً	۴۵
۹	شذرات	ایڈیٹر	۴۰
۱۰	نغمۂ توحید	جناب قاضی احمد میاں صاحب اختر جوناگڈہی	۵۵
۱۱	پی کہاں	جناب یمین السلطنت مہاراجہ کشن پرشاد صاحب بہادر	۵۶
۱۲	تماشاگاہ عبرت	الفتیا،	۵۹
۱۳	کاش پیدا دل بیتاب کا ارماں ہوتا	جناب مولوی سید محمد ناصر صاحب ناصر دہلوی	۶۰
۱۴	ہائے حسین	جناب مولانا محمد نوح صاحب نوح	۶۱
۱۵	سید الشہداء	جناب مولوی غلام محمد صاحب طور ایم۔ اے	۶۲
۱۶	گلبانگ قدرت	جناب مولانا ظفر حسین صاحب عینی	۶۳
۱۷	شمر قدر حسین کیا جانے	جناب قاضی امراؤ علی صاحب جمالی	۶۴
۱۸	نغمۂ غزل	جناب محمد مبین صاحب کیفی۔ کاملی	۶۴
۱۹	سیرۃ الحبیب	جناب مولوی فاضل محمد عبد التواب صاحب چشتی رہتک	۶۵
۲۰	اشتہارات	مشتہرین	۷۲

ہمارے معاونین

جنہوں نے اس مہینے رسالہ نظام المشائخ کی توسیع اشاعت کی اُن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں

جناب ابو القاسم صاحب حیدرآباد دکن ۲ خریدار + جناب محمد ظہیر الدین صاحب ڈاکخانہ کھنگرڈیا
ونگیر ۲ خریدار۔ جناب سید قمر الدین حسن صاحب داروغہ آبکاری بھاگلپور ۱ خریدار + جناب
صوفی نوراللہ صاحب نیش راگھوگڈھی ۱ خریدار + جناب مولوی فریداللہ صاحب ۔۔۔ آباد
ایک خریدار۔ جناب سید قمر الدین صاحب مظفر گڈھ ۲ خریدار۔ جناب مولوی نور الحسن صاحب
بدایوں ۲ خریدار جناب مظہر الحق صاحب حیدرآباد دکن ۳ خریدار۔ جناب سید حیدر حسن صاحب
بریلی ۲ خریدار جناب حسن علی صاحب بلگام ۴ خریدار۔

جو خود خریدار ہوئے

سید حسام الدین صاحب مظفرآباد کشمیر (۲) جناب نظام الدین صاحب سہارنپور (۳) جناب
شیر محمد صاحب تلعفر وال (۴) جناب محمد شعیب الحلیم صاحب بھنڈارا (۵) تاج احمد صاحب جام پور
(۶) جناب ظہور علی صاحب کولھاپور (۷) جناب ممتاز خانصاحب اودے پور (۸) جناب محمد
عبد القیوم صاحب لدھیانہ (۹) جناب سردار علی صاحب بہار۔ (۱۰) جناب احمد سلیمان صاحب
بمبئی۔ جناب نصیر احمد صاحب میرٹھ۔ (۱۲) مقبول الزمان خانصاحب گوالیار (۱۳) جناب حاجی
شرف الدین صاحب وکیل حیدرآباد (۱۴) جناب حاجی محمد صدیق صاحب مور (۱۵) جناب شیخ
محمد بن محمد عثمان صاحب حیدرآباد۔ (۱۶) ریاض احمد صاحب طالب علم سہسوان بدایوں۔
(۱۷) جناب عبد اللہ صاحب ردہوہ ڈیرہ غازیخان (۱۸) جناب سید ہدایت اللہ خانصاحب
سولن شملہ۔ (۱۹) جناب شیخ محبت علی صاحب ٹیکاری گیا (۲۰) جناب حاجی عبد الکریم
خانصاحب دہوری (۲۱) عبد اللہ خانصاحب گلبرگہ دکن (۲۲) جناب نور احمد صاحب راگوگڈھ
(۲۳) جناب سلطان صالح چاؤش۔ عثمان آباد (۲۴) جناب عبد الرحیم صاحب عثمان آباد
(۲۵) جناب عبد العزیز صاحب عثمان آباد۔ (۲۶) جناب محمد اظہار الدین صاحب حیدرآباد دکن
(۲۷) عبد القیوم صاحب عثمان آباد (۲۸) جناب رشید احمد صاحب تحصیل روسہ (۲۹) حسن تعلیے
صاحب کھنگرڈیا (۳۰) جناب مولوی احمد شریف سب انسپکٹر معوبن آباد (۳۱) قطب النسا بیگم
حیدرآباد دکن (۳۲) جناب سید سیف الحق صاحب مرشدآباد (۳۳) حامد حسین صاحب انور
(۳۴) جناب ظفر حسن صاحب امروہا۔ (۳۵) مکرم علی خانصاحب جبل پور (۳۶) مبارک
یار خان صاحب شاہ پور (۳۷) امداد علی صاحب باکی پور (۳۹) حسن افضل صاحب نام پور
(۴۰) جناب میر تصدق حسین صاحب اجمیر شریف (۴۳) جناب مظفر بیگ صاحب دہلی (۴۴)
جناب یاور علی صاحب لکھنؤ۔ جناب اسمٰعیل بھائی احمد بھائی بمبئی۔ ریاض الحق صاحب
چاٹگام (۴۷) ملا علی قزلباش چاٹگام

شکرگذار واحدی

بسم اللہ

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

نظام المشائخ

لمعات

(از جناب مولانا شیخ نورالدین صاحب تاجر چرم گوجرانوالہ)

ابو علی رباطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ رازی کا رفیق راہ ہو کر سفر کو چلا۔ اُنہوں نے پوچھا۔ رستہ میں سردار میں رہوں یا تم رہوگے؟ میں نے کہا آپ رہیں۔ اُنہوں نے کہا اچھا جو کچھ میں کہوں۔ اُسکی تعمیل کرنا۔ میں نے کہا بسر و چشم۔ انہوں نے توبرہ مانگا۔ میں نے حاضر کیا۔ زادراہ اور کپڑے اور جو کچھ اسباب سفر پاس تھا اُسمیں بھر کر اُنہوں نے اپنی پیٹھ پر رکھ لیا۔ اور روانہ ہوئے۔ ہر چند میں نے کہا کہ توبرہ مجھے دیجئے۔ آپ تھک جائینگے۔ اُنہوں نے جواب دیا تمہیں سردار کو حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں۔ تم کو فرماں بردار رہنا چاہیئے۔ ایک رات مینہ برسنے لگا صبح تک میرے اوپر کمبل تانے کھڑے رہے تاکہ مجھ پر مینہ نہ پڑے جب میں

منع کرنے لگتا تو فرماتے۔ میں سردار ہوں۔ تم فرمانبردار رہو۔ یہ ہیں سیّد القوم خادمھم کے معنی +

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے کہا کہ تمہارا بھائی گناہ کرتا ہے۔ تم اُس سے دشمنی کیوں نہیں رکھتے؟ فرمایا۔ میں اسکے گناہ سے تو بیزار ہوں لیکن وہ میرا بھائی ہے۔ غور کرو۔ گناہ کے سبب سے قطع رحم کرنا مناسب نہیں ہے اسیواسطے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے فان عصوک فقل انی بریٔ مما تعملون (پ ۱۹ س الشعراء ع ۱۱) پس اگر قرابت والے تیرا کہنا نہ مانیں تو اُن سے صاف کہہ دے کہ میں تمہارے افعال سے بری الذمہ ہوں (یہ نہ کہہ کہ میں تم سے بیزار ہوں +

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رات گشت کیواسطے نکلے۔ ایک گھر سے سرود کی آواز آئی۔ آپ چھت پر چڑھ گئے۔ جب گھر میں گئے تو ایک آدمی کو دیکھا کہ رنڈی کے ساتھ شراب پی رہا ہے۔ کہا اے دشمن خدا! کیا تو یہ سمجھا تھا کہ تیرے ایسے گناہ کو حق تعالیٰ چھپائے گا؟ اُس نے عرض کی یا امیر المؤمنین! جلدی نہ کیجئے۔ میں نے اگر ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کئے ہیں (۱) حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ ولا تجسسوا (پ ۲۶ س الحجرات ع ۲) اور ایک دوسرے کی ٹٹول میں نہ رہا کرو۔ اور آپنے جستجو کی + (۲) حکم ہے واتوا البیوت من ابوابھا (پ ۲ س البقرۃ ع ۲۴) اور گھروں میں آؤ تو اُن کے دروازوں سے ہو کر آؤ۔ اور آپ چھت پر سے آئے + (۳) ارشاد ہوتا ہے۔ لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتیٰ تستانسوا وتسلموا علیٰ اھلھا (پ ۱۸ س النور ع ۴) اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں گھر والوں سے پوچھے اور اُن سے سلام علیک کئے بدوں

نہ جایا کرو۔ اور آپ بے اجازت چلے آئے اور سلام بھی نہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں معاف کروں تو تو توبہ کرے گا؟ اُس نے عرض کی ہاں توبہ کرونگا۔ اور یہ ہرگز ایسے کام کے پاس نہ جاؤنگا۔ غرض آپنے معاف معاف فرمایا اور اُس نے توبہ کی ۔

حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے۔ جس شخص نے کسی مسلمان کی حاجت روائی کی وہ ایسا ہے کہ گویا تمام عمر اس نے حق تعالیٰ کی خدمت کی۔ جو کوئی دن کو یا رات کو گھڑی بھر کے لیے کسی مسلمان کے کام کے واسطے جاتا ہے۔ اس کا کام نکلے یا نہ نکلے۔ مگر اُس جانے والے کیواسطے وہ گھڑی بھر مسجد میں دو مہینے معتکف رہنے سے زیادہ افضل ہے۔ غور کرو۔ شفقت علیٰ خلق اللہ کی اِس قدر فضیلت ہے ۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جو شخص ہر روز تین بار کہے۔ اللّٰھم اصلح امۃ محمد اللّٰھم ارحم امۃ محمد اللّٰھم فرج عن امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اُسکا نام ابدالوں میں لکھیں گے ۔

حکیم جالینوس کا قول ہے کہ جس طرح بدن کے واسطے تپ ہے اسی طرح جان کے واسطے بھی تپ ہے۔ کاہلوں کو دیکھنا جان کی تپ ہے ۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے مریم کے بیٹے! پہلے اپنے تئیں نصیحت کر۔ اگر تو خود نصیحت مان لے تو اوروں کو نصیحت کر۔

ورنہ مجھ سے شرم کرے

ہر کسے ناصح برائے دیگراں ناصح خود یافتم کم در جہاں

جناب سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والثنا نے فرمایا ہے کہ میں نے معراج کی رات ایک گروہ کو دیکھا کہ اُنکے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کترے جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ بولے ہم وہ لوگ ہیں کہ ایک کام کا حکم فرماتے تھے اور خود نہ کرتے تھے۔ بُری باتوں سے منع کرتے تھے اور خود ان باتوں کو نہ چھوڑتے تھے۔ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتٰب افلا تعقلون ۰ (پ س البقرہ ع) کیا تم دوسرے لوگوں سے نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے۔ حالانکہ تم کتاب الٰہی بھی پڑھتے رہتے ہو کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے؟+

جو شخص مصائب و نوائب اور رنج و الم پر صبر نہیں کرسکتا۔ اُس سے احتساب نہیں ہوسکتا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے پر لوگ بالضرور مخالفت کرتے ہیں۔ اُس وقت صبر و استقلال سے کام لینا چاہیئے۔ اسی بنا پر لقمان ؑ نے اپنے بیٹے کو ایسے مواقع پر صبر کی ہدایت کی۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے یبنیّ اقم الصلوٰۃ وامر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علیٰ ما اصابک ان ذٰلک من عزم الامور ۰ (پ س لقمان ع) بیٹا! نماز پڑھا کر اور لوگوں کو اچھے کاموں کے کرنے کی نصیحت کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جیسی پڑے جھیل بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔+

آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر پہ واجب ہے کہ گنہگار کو شفقت و الفت کی نگاہوں کے ساتھ دیکھے اور اُسے اس طرح منع کرے جس طرح کوئی اپنے فرزند کو منع کرتا ہے۔ اور رفق و نرمی کرے۔ کسی محتسب نے خلیفہ مامون الرشید سے احتساب کے وقت سخت گفتگو کی۔ خلیفہ نے کہا۔ اے جوانمرد! حق تعالیٰ عز اسمہ نے تجھ سے بہتر آدمی کو مجھ سے بدتر آدمی کے پاس بھیجکر ارشاد فرمایا اذھبا الی فرعون انہ طغیٰ فقولا لہ قولاً لیناً لعلہ یتذکر او یخشیٰ۔ (اے موسیٰ ع) تم دونوں (موسیٰ و ہارون) فرعون پاس جاؤ۔ اُس نے بہت سر اُٹھا رکھا ہے پھر اُس پاس جاکر اُس سے نرمی سے بات کہو شاید وہ سمجھ جائے یا ہمارے عتاب سے ڈرے ۔

کتے کی وفاداری :- فرانس کا ایک نوجوان اپنے کتے سے اس قدر تنگ آگیا کہ اُس نے اُسے دریائے سین میں غرق کردینے کا مصمم ارادہ کرلیا چنانچہ اُس نے ایک کشتی کرایہ پر لی۔ اور کتے سمیت اُس کشتی میں سوار ہوکر منجدھار میں پہنچا۔ وہاں جاکر اُس نے کتے کو دریا میں پھینک دیا۔ کتا ہر چند کوشش کرتا کہ کسی نہ کسی طرح کشتی میں سوار ہو جائے۔ مگر اُس کا آقا ہر بار اُسے دریا ہی میں پھینک دیتا۔ بار بار ایسا کرنے سے کشتی اُلٹ گئی۔ اور وہ نوجوان خود بھی دریا میں گر پڑا چونکہ اُسے تیرنا نہیں آتا تھا۔ اس لیے یقیناً غرق ہوجاتا اگر اُسکا وفادار کتا اُسی وقت مدد نہ کرتا۔ کتے نے اُسے کپڑوں سے پکڑکر ڈوبنے سے بچایا۔ بالآخر چند ملاحوں کی نظر اُن پر پڑی۔ معاً اُن کی مدد کو آئے اور اُس نوجوان اور اُسکے وفادار کتے کو اس آبی قید سے نجات دی۔ ولنعم ما قیل ؎

حیف باشد کہ سگ وفا دارد　　　و آدمی دشمنی روا دارد

سگ بر آں آدمی شرف دارد | کو دلِ مردماں بیازارد

کاغذ کا مکان - ایک روسی امیر کے لیئے نیویارک میں ایک کاغذی مکان بنایا گیا ہے یہ کاغذی مکان اسقدر مضبوط ہے کہ پتھر کے مکانات کی طرح بارش و طوفان کا مقابلہ کرتا ہے - اس میں اٹھارہ کمرے ہیں اور اسّی ہزار روبل اس کی قیمت ہی - لیکن خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ اس قسم کے مصارف تبذیر میں داخل ہیں جس سے اسلام نے نہایت شدت کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے وآت ذاالقربیٰ حقه والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا - انّ المبذرین کانوا اخوان الشیطین وکان الشیطن لربه کفورا - (ترجمہ - اے بنی اسرائیل ع) اور رشتہ دار اور غریب اور مسافر ہر ایک کو اُسکا حق پہنچاتے رہو - اور دولت کو بے جا مت اُڑاؤ کیونکہ دولت کے بے جا اُڑانیوالے شیطانوں کے بھائی ہیں - اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے +

فی نعت النبیؐ

نگینِ خاتمِ رسالت محمدؐ عربی | شفیعِ روزِ قیامت محمدِؐ مختار
اگر نہ واسطۂ روئے و موئے او بودے | خدائے خلق نگفتے قسم بہ لیل و نہار

اے چشم و چراغ اہلِ بینش | مقصود وجود آفرینش
صاحبِ دل لاینام قلبی | مہمان ابیت عند ربی
اے وصف تو لا نبی بعدی | خود وصف تو و زبان سعدیؒ

(سعدیؒ)

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ کا نسب

(رقم فرمودہ جناب مولانا حکیم محمد اسرار الحق صاحب قریشی قادری - امروہوی)

سوا رسول آدم فخر عالم جناب ختمی مآب علیہ التحیات والتسلیم کا ارشاد فیض بنیاد ہے من حسن ایمان المرء ترکہ مالا یعنیہ - یعنی جو باتیں فضول اور غیر مفید ہیں اُن پر بحث کرنا اور اُن میں مشغول ہونا ایمان کے خلاف ہے - لیکن افسوس آج وہ زمانہ آیا ہے کہ مسلمان نہایت ضروری مسائل اسلام مبداء و معاد کو چھوڑ کر ایسے مسائل پر جھگڑتے ہیں جسے کوئی مفاد و ثمرہ دینی و دنیاوی نہیں +

کچھ دنوں سے اسلامی دنیا میں یہ خیال کا اضافہ ہوا ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ قبلہ کا نسب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے نہیں ملتا - بلکہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملتا ہے - اسکے متعلق جو تحقیق ہو رہی ہے اُسکا ملخص کہا جائے یا اصول و بنیاد کہا جائے - وہ اشتہار ہے جو پیر رشید احمد صاحب کے نام سے امروہہ سے شائع ہوا تھا - مجھے ابتدا سے اس مسئلہ سے اختلاف ہے اور میں اپنے عزیز وقت کو ایسے فضول مباحث میں صرف کرنا پسند نہ کرتا تھا - اسلیئے آجتک سکوت سے کام لیا گیا +

لیکن میرے مخلص محب بھائی فضل احمد صاحب فریدی نظامی کے اصرار نے مجبور کیا کہ میں اپنے خیالات کا اظہار کروں - نیز اُس اشتہار میں خدام جناب بابا صاحبؒ قبلہ سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ حق بات کو روشنی میں لانے کی کوشش کریں اور مجکو بھی بزعم خود دائرہ خدام حضرت شکر گنج قدس سرہٗ میں داخل ہونیکا فخر حاصل ہے - لہذا اپنی لاعلمی و ہیچمدانی کا اقرار کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہوں - والعلم الصحیح عند اللہ وعلمہ اتم واحکم ما لا نحن فیہ +

خاص مسئلہ نسب حضرت باباصاحب قبلہ علیہ الرحمۃ پر بحث کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تمہیداً یہ عرض کروں کہ معلوماتِ انسانی دو قسم پر ہیں۔ **بدیہی** اور **نظری**۔ بدیہیات پر دلیل لانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور نظریات دلیل سے ثابت ہوا کرتی ہیں۔ ہاں! کبھی بدیہی معلوم پر بھی تنبیہ کی ضرورت ہوتی ہے +

ظاہر ہے کہ علمِ نسب بدیہی نہیں ہے۔ نظری ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ نظری مسئلہ ہوتے ہوئے یہ مذہبی ہے یا عقلی +

مذہبی تو کہہ نہیں سکتے۔ اسلیے کہ مذہب میں نام و نسب سے بحث نہیں کیجاتی ہر مذہب میں ہر نسب کے افراد داخل ہوتے ہیں۔ اور شارع علیہ السلام نے کسی کے نسب سے بحث نہیں فرمائی۔ بلکہ المؤمنون اخوۃ ارشاد فرماکر مساوات اہل اسلام مبرہن فرمائی +

اگر مذہبی مسئلہ ہوتا تو اصول شرعیہ میں سے کوئی اصول اسکے ثبوت میں پیش کرنا ضروری ہوتا۔ اب محض نسب کی صحت و عدم صحت پر عقلی دلیل لائی جاسکتی ہے کیونکہ جو چیز بدلیلِ عقل ثابت کیجائے وہ ظنی ہوتی ہے۔ علم الانساب بھی ظنی ہوگا +

علاوہ بریں نسب ایک خبر ہے جو ہمیشہ محتمل صدق و کذب ہے۔ خبر کی یہ حالت ہے کہ حدِ تواتر سے قبل وہ حدیث و خبر رسول صلعم ہوکر بھی مفید یقین نہیں ہوتی چہ جائیکہ خبر عام یا خبر واحد +

اہل اسلام کے ایک زبردست فرقہ نے جنکو صوفیہ کہتے ہیں اس بحث (انساب) کو بالائے طاق رکھدیا ہے وہ فرماتے ہیں سے

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی ۔۔۔ کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

یا یہ فرمایا ہے کہ سے

ہر کہ عاشق شد جمالِ ذات را ۔۔۔ اوست سید جملہ موجودات را

دوسرے فرقہ علمائے کرام میں سے بعض حضرات ادہر متوجہ ہوئے بعض نے بحیثیت تنقید حالاتِ رواۃ حدیث اسماء الرجال کی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اور بعض نے علم الانساب کی طرف توجہ فرمائی۔ لیکن باوجود سعی بلیغ آجتک دنیاکا ایک نسب بھی مدلل و مبرہن ہوکر یقینی نہیں ہو سکا +

حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے نسب کو اشرف الخلق ارشاد فرمایا۔ لیکن بجز چند چیدہ و مشہور اسمائے اجداد کے جیسے ہاشم۔ عبدمناف و جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہر واسطہ کو واضح نہیں فرمایا۔ اور نہ اب تک کوئی عالمِ انساب کہہ سکتا ہے کہ فلاں نسب نامہ کے سب نام سلسلہ وار ثابت و صحیح ہیں +

اسلامی دنیا میں اولادِ رسول صلعم جنکو سادات کہتے ہیں سب اہل انساب سے افضل مانے گئے ہیں۔ اور ان حضرات کی نسبی تحقیق بھی ہر سلطنت میں ہوتی رہی ہے۔ اسلیئے کہ بادشاہانِ سابق میں سے دو قسم کے بادشاہ ہوئے ہیں اگر بعض کو محب و خادمِ اہلِ بیت رسول ہونے کا شرف حاصل تھا تو بعض کو دشمن سادات کا خطاب بھی دیا جا سکتا ہے۔ دونوں قسم کے بادشاہوں کے زمانوں میں سادات کی تحقیق ہوتی رہتی تھی تاکہ وہ اپنے جذبات پورے کرنے میں کامیاب ہوں +

لیکن آجتک خاندان سادات کے ایسے ہیں جنکو دوسرے سادات سید نہیں مانتے۔ مثلاً امروہہ میں پیرزادہ یا بڑگہ وغیرہ ایسے ہیں جو خود کو سید بتاتے ہیں۔ اور دوسرے سادات اُن کی سیادت سے انکار کرتے ہیں +

اور جو اپنے زعم میں یقینی سید ہیں اُن کے آپس میں نقوی و رضوی و تقوی ہونے پر مباحثے ہوتے ہیں +

ایک مسئلہ علم مختلف فیہ ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام کے پوتے اولاد
آج دنیا میں موجود ہے یا نہیں۔ بہت سے سادات اس طرف ہیں کہ دنیا میں سب سید
اولاد امام حسین علیہ السلام سے باقی ہیں حسنی سید کا وجود ہی نہیں +

الغرض نسب ایک ایسی شئے ہے جس کے ثبوت یقینی پر کوئی دلیل قائم نہیں
ہوسکتی۔ اور اگر کوئی دلیل قائم ہوسکتی ہے تو وہ شہرت اور تواتر ہے +

اسی زمانہ میں بعض حضرات سے گفتگو کا موقع ملا تو انہوں نے تواتر کو بہت
معمولی شئے بتلایا۔ اور حقارت کی نظر سے دیکھا۔ خدا جانے کہ انکا علم کس درجہ کا ہے
جو وہ یہ نہیں جانتے کہ خبر کی تصدیق اور رفع احتمال کذب اگر ممکن ہے تو تواتر اور
شہرت سے۔ علم حدیث میں تواتر و شہرت اسی وجہ سے مسلم ہے کہ وہ بھی خبر ہے
تواتر ہی وہ شئے ہے جو خبر کو نص کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے +

خصوصاً نسب کی صحت کا مدار محض تواتر پر ہے۔ اور کوئی طریقہ اثبات نسب کا
ممکن نہیں ہے۔ ورنہ جو شخص چاہے ایک صحیح شدہ نسب نامہ میں اپنے اجداد کے
نام ضم کر کے نسب نامہ بنا سکتا ہے۔ شیخ سید ہوسکتا ہے اور جولاہا شیخ۔ چنانچہ
ایسا ہوتا ہے۔ دوسرے شہروں کے باشندے باہر جا کر غیر متعارف اشخاص
میں جو چاہتے ہیں بن جاتے ہیں اور جنکا چاہتے ہیں نسب نامہ پیش کر دیتے ہیں
اثبات نسب میں نسب نامہ کو کچھ بھی دخل نہیں۔ اسکی بعینہ یہ مثال ہے کہ

مصطفےٰ سے جا ملایا سلسلہ بولتے کا پر نہ پایا سلسلہ

جن علوم سے نسب نامہ کے ناموں کا پتہ چل سکتا ہے وہ خود غیر مکمل ہیں مثلاً
علم الانساب یا اسماء الرجال۔ یا تاریخ +

ہمیشہ مشہور اور انگشت نمائی کے لائق اشخاص کا حال اور تذکرہ تاریخوں وغیرہ میں
لکھا جاتا ہے۔ اور ہر شخص کے اجداد میں سے سب ہی مشہور نہیں ہوسکتے۔ پھر کیا

... سے کہ جن ناموں کا پتہ تاریخ و اسمار الرجال کی کتابوں میں ہو وہ نسب صحیح ہو ورنہ غلط۔

آج دنیا میں بہت سے قبیلے ایسے موجود ہیں جو خود کو سید یا شیخ وغیرہ کہتے ہیں۔ اور سارے انکے جاننے والے بھی ویسا ہی جانتے ہیں۔ لیکن انکو اپنے پردادا کا نام بھی معلوم نہیں۔ چہ جائیکہ پورے نسب نامہ کی تحقیق حاصل ہو تو کیا ان کو اس بنا پر اس نسب سے خارج کر دیا جائے گا؟ حاشا وکلا۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ خود حضور صلعم کا نسب نامہ بعینہٖ ثابت نہیں ہو سکتا۔

اب ہم خاص حضرت باباصاحبؒ قبلہ کے نسب میں یہ عرض کرتے ہیں کہ حضرت بابا فرید شکر گنج صاحب قبلہ قدس سرہٗ العزیز سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے سرگروہ ہیں۔ خود اشتہار میں تحریر ہے کہ "اسلامی دنیا میں ایسے اشخاص بہت کم ملیں گے جو حضرت بابا صاحبؒ قبلہ کے حالاتِ گرامی سے واقف نہوں"۔

علاوہ سلسلۂ نسبی آپ کے سلسلۂ طریقت میں ایسے ایسے اولیاء اولوالعزم ہوئے جن کے نامِ نامی آجتک روشن کنندۂ عالم ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کے دربار میں تین سو عالم حاضر رہتے تھے۔ اسی طرح حضرت مولانا محمد فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک ہزاروں علماء و فضلاء اس دریائے توحید سے سیراب ہوئے۔ مگر افسوس ہے۔ اس عقل پر جو یہ سمجھے کہ آپ کا سلسلۂ نسب آجتک چیز خفا میں رہا۔ ہاں! وہ خاص چیز انکو ہی معلوم ہو تو ممکن ہے۔

حضرت سردارِ سلسلۂ نقشبند یہ جناب مجددِ الفِ ثانی نور اللہ مرقدہٗ جگہ جگہ فرماتے ہیں کہ "رگِ فاروقیم درجوش مے آید" اور عمر بھر یہ پتہ نہ چلے کہ میں سید ہوں یا شیخ۔ ان بزرگواروں کے حرکات و سکنات تک قلمبند ہوں اور نسب ایسا مخفی کہ چھ سو برس بعد ظاہر ہو۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

اب اگر اعتراض ہے تو یہ کہ بعض متاخرین نے حضرت ابراہیم ابن ادہم رح بلخی کو اجداد بابا صاحب قبلہ میں تحریر کیا ہے *

ہم کہتے ہیں کہ اسکو غلط مان لو تو کیا نقصان ہوتا ہے کیا فقط مدار فاروقیت بابا صاحبؒ قبلہ حضرت ابراہیم پر ہے - بالفرض اگر یہ کسی طرح فاروقی ثابت ہو جائیں تو کوئی معترض اس طرح کا اعتراض بابا صاحبؒ سے لیکر حضرت فاروق اعظمؓ تک کسی اور نام میں نہیں کر سکتا کہ وہ فاروقی نہیں ہیں *

علاوہ بریں آجتک یہ علم نہ تھا کہ ابراہیم نامی تین بزرگوار ہوئے ہیں تو کیا واقعی اُن کا وجود ہی نہ تھا - اسی طرح اگر آپ کو ابراہیم فاروقی کا علم نہوا تو ان کا وجود ہی معدوم ہو گیا *

اچھا یہ مان لیا جائے کہ حضرت ابراہیم ادہم فاروقی نہیں ہیں تو حسینی و تیمی و عجلی تین باقی رہتے ہیں - اسکی کیا دلیل ہے کہ جو ابراہیم ادہم بابا صاحبؒ قبلہ کے اجداد میں ہیں وہ حسینی ہیں - ہم کہتے ہیں کہ تیمی ہیں یا عجلی ہیں - اس کا کیا جواب ہوگا - عدم علم دلیل عدم نہیں ہوتا - آپ کا مقصود جب حاصل ہو سکتا ہے جب چند مقدمات ثابت ہوں *

۱ - ابراہیم ادہم اجداد بابا صاحب قبلہ میں داخل ہیں *

۲ - وہ ابراہیم فاروقی نہیں ہیں *

۳ - جو ابراہیم آپکے دادا ہیں وہ یقینی سید ہیں *

میں نے جو کتابیں حضرت بابا صاحبؒ کے حالات میں دیکھیں - اُن میں آپ کا نسب بذریعہ فرخ شاہ کابلی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملایا ہے - میں یوں کہہ سکتا ہوں بطور قیاس عقلی کہ بابا صاحبؒ فرخی ہیں - اور ہر فرخی فاروقی ہے - نتیجہ برآمد ہوگا کہ بابا صاحبؒ فاروقی ہیں - اس صغرے و کبرے پر کوئی نقض وارد

نہیں ہے۔

ہاں جب یوں کہا جائے کہ بابا صاحب ادہمی ہیں اور ہر ادہمی سید۔ جس کا نتیجہ ہوگا بابا صاحبؒ سید ہیں۔ تو اس کے صغرے وکبرے پر میں نقض وارد کرتا ہوں کہ اول تو باباصاحبؒ کا ادہمی ہونا اس طرح معلوم نہیں جس طرح فرخی ہونا۔ اور آپ ہی کی تحریر کے موافق ہر ادہمی کا سید ہونا لازمی نہیں۔ ممکن ہے کہ تمیمی یا عجلی ہوں۔

اس کی کیا دلیل ہے کہ آپ کا نسب نامہ جدی وہ صحیح ہے جو خاندان ادہمی صوبہ بہار کے نسب ناموں سے ثابت ہے۔ کیا صوبہ بہار کے ادہمی خاندان فریدی بھی ہیں؟ اگر ایسا ہے تو مجدد صاحبؒ اور باباصاحبؒ کی نسبی موافقت جو تواتر سے ثابت ہے اسکا دفع کرنا لازم ہوگا۔

اگرچہ انساب کا علم ہی ظنی ہے۔ لیکن آپنے تو ظنیات کا خزانہ کھول دیا۔ تمام مقدمات مرتبہ ظنی ہیں۔ اور آپ اُسکے ذریعہ سے اُس ظنِ غالب کو دفع کرنا چاہتے ہیں جس کی پشت پر تواتر کا ہاتھ ہے۔ جس کی پشتی سے خبر نص کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔

مجبور ہو کر ایک عقلمند کو اس خیال کو ہی ماننا پڑتا ہے کہ ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج تا ثریا میرود دیوار کج

میں عرض کرتا ہوں کہ ایک خاندانِ سادات اپنے کو نقوی یا رضوی کہتا ہے آج تحقیق ہو کہ اُن کا سلسلۂ نسب بذریعۂ حضرت امام نقی یا حضرت امام موسیٰ رضا علیہما السلام حضرت امام حسین علیہ السلام تک نہیں پہنچتا تو کیا یہ کہا جائے گا کہ وہ سید ہی نہیں۔ سردارِ نسب وہ مورث اعلیٰ ہوتا ہے جسکے نام نامی سے اُس نسب کو منسوب کرتے ہیں۔ جیسے حسنی۔ حسینی۔ فاروقی۔ عباسی۔ صدیقی وغیرہ۔ اُن کی اولاد اُس نسب سے منسوب ہوتی ہے۔

تیرہ سو سال میں اب تک صدہا واسطے اس شخص میں اور اُن بزرگوار میں ہوتے ہیں۔ نہایت آسانی سے ممکن ہے کہ ایک شخص کی اولاد میں سے بجائے اس کے اُسکے بھائی کا نام درجِ نسب نامہ ہوجائے یا غلطیِ کاتب سے کچھ کا کچھ لکھدیا جائے اس سے اُس لقب و نسب میں کچھ فرق نہیں آ سکتا۔

ایک نام کے بزرگ صد ہا بلکہ ہزاروں گزرے ہیں۔ کیا تمام عالم کے نام اسماء الرجال میں درج ہیں۔ ہرگز نہیں۔ پھر کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ فلاں شخص فلاں کی اولاد میں نہیں۔

اگر نسب کوئی فخر و مباہات کی شئے ہے تو فاروقی ہونا بھی کوئی کم فخر کی بات نہیں ہے جو محض خیالی پلاؤ پکا کر سید ہونا پسند کیا جاتا ہے۔ اور فریدی حضرات اگر فاروقی یا سید ثابت نہ ہوں تو فریدی ہونا ہی اُنکے فخر کو کافی ہے۔

اور اگر فخر کی شئے نہیں ہے بلکہ تحقیق نسب منظور ہے تو وہ طریقہ بتلائیے۔ جس سے کوئی نسب نامہ تحقیق ہوسکے۔ ایک ابراہیم ابن ادہمؒ کی تحقیق سے سو واسطہ اور جو باقی رہے وہ سب محقق نہیں مانے جاسکتے۔

اور اگر ہر طرح فاروقیوں کو سید بننا ضروری ہے تو فرخ شاہ کابلی کو سید ثابت کریں۔ جنکے نام کو نسب میں شہرت حاصل ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

وہ کتابیں جن میں حضرت باباصاحبؒ قبلہ و حضرت مجدد صاحبؒ قبلہ فرخی لکھے ہیں کثیر ہیں۔ مثلاً:۔

سیر الاولیاء۔ اقتباس الانوار۔ جواہر فریدی۔ زبدۃ المقامات وغیرہ وغیرہ

ہم نہایت ادب سے عرض کرتے ہیں کہ ؎

نیک رباش تو نہ بدرا باش دامنِ خویش گیرو خود را باش

نظام الدین ؒ[۱] میں چند گھنٹے

(از جناب مولوی نیاز محمد خاں صاحب نیاز فتحپوری)

اگر حسن کی کشش وجاذبیت قابل قدر ہے تو لائق رشک ہے وہ دل جسمیں مادۂ انجذاب ہی۔ سحر کار آنکھوں سے زیادہ میں ان رقیق سینوں کا متلاشی ہوں جو اثراتِ سحر سے معمور ہیں۔ اور اُن لرز جانے والی۔ کانپ اُٹھنے والی روحوں کا متجسس ہوں جو مسحور ہونیکے لیے آمادہ ومنتظر ہیں۔ کائنات کا ہر ذرہ اثرات سے بریز ہی لیکن میں تو اک ایسا دل چاہتا ہوں جو اِس ذکر سے بیتاب ہو جائے۔ اِس تصور سے دھڑکنے لگے۔ ابتدائے صبح کی وہ گھڑی جو حقیقتاً نوید روحانیت ہی یہ آرزو لیے ہوئے اُفق سے نمودار ہوتی ہے کہ کوئی بیدار آنکھ ملے تو میں اُس میں سما جاؤں۔ انسانی سینہ میں کوئی ایسا آبگینہ ہاتھ آئے۔ جسکے اندر میں رنگ بن کر اُتر جاؤں۔ شامِ جو قدرت خداوندی کا پرتو تنوعات ہی۔ حقیقتاً ایک تمنا ہے جو ایک متاثر ہو جانے والی طبیعت کے اندر اپنا نشیمن بنانا چاہتی ہے۔ دریا کے کنارے آفتاب کی شعاعِ اوّلیں ایک قشقہ کار جبینِ انسانی سے ہم آغوش ہوتی ہے اور اپنے سارے برکات فراغ وخوشدلی صحت وطمانیت کی صورت میں اُسکو سونپ دیتی ہے۔ بمبئی کے ساحل پر حسین ونازک ہاتھ اُٹھتے ہیں اور جلنے والی شفقی رنگینیاں اُن میں مچلنے لگتی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں۔ برہمن زادہ آفتاب پرست ہی۔ پارسی کی لڑکی آتش پرست ہی۔ وہ صبح دریا کے اندر کھڑا ہو کر چلو میں پانی لیتا ہے اور حضورِ ضیا میں لے پیش کرتا ہے

---

[۱] دہلی سے چند میل کے فاصلہ پر ایک آبادی ہی جو حضرت سلطان الاولیاؒ کی تماشگاہ ہی۔ اور اِس رعایت سے ریلوے اسٹیشن کا نام بھی یہی ہے ۱۲

یہ اپنے حسین ہاتھ نرم و نازک ہونٹوں سے مس کر کے شام کی طرف بڑھاتی ہے یعنی ایک معطر بوفے وداع رنگ اور نور تک پہنچانا چاہتی ہے۔ آہ۔ التفاتِ فطرت کے حضور میں اس سے اچھا طریقہ اعترافِ منت اور اظہارِ شکر کا اور کیا ہو سکتا ہے؟ وہ لوگ جو روحانیت کی پرستش روح سے کیا کرتے تھے مفقود ہیں۔ اس لئے کم از کم مجھے تو ان مراسمِ ظاہری کی قدر کرنے دو (جو فی الحقیقت جذبات کی فراوانی اور تاثرات کے ہجوم کی مرئی صورتیں ہیں) میں سمجھتا ہوں کہ بعض حضرات میرے اس خیال پر ملامت کرینگے۔ لیکن اسے کیا کروں کہ میری زبان میرے دل کی محکوم ہے اور میرا دل کچھ انہیں باتوں سے خوش ہوتا ہے۔ عمدہ غذاؤں کی لذت سے میں آشنا ہوں۔ لیکن وہ کیفیت جو مسلسل چند گھنٹوں کی گرسنگی میں ہے کس سے بیان کروں آراستہ دیوان خانوں اور مذہب عمارات سے ایک نوع کی تفریح ہوتی ہے لیکن مجھے تو جنگل میں ایک جھونپڑا دیدو کہ صبح شام گاؤں کی طرف مویشیوں کی آمد ورفت دیکھا کروں۔ اور دوپہر کو چرواہے کی بانسری کی آواز سنکر مست ہوجایا کروں۔ مجھے اُن محلات میں نہ لیجاؤ جہاں کے دولتمند رنگین زندہ ہیں جہاں دربان و حاجب موجود ہیں۔ بلکہ مجھے موقع دو کہ میں ایک شکستہ وغیر آباد ایوان ایک ٹوٹی ہوئی پرانی دیوار کے سایہ میں ایک گھنٹہ فرش خاک پر بیٹھ جاؤں۔ اور یہی وہ مذاقِ طبیعت تھا جو مجکو کشاں کشاں "نظام الدین" لے گیا۔ جکو سلطان الاولیاء حضرت محبوب الٰہی رح کی آرامگاہ اور حضرت "امیر خسرو" رح کی خواب گاہ ہونے کا فخر حاصل ہے۔

آہ! نہ پوچھئے کہ ریل سے شکستہ عمارات کا ایک سلسلہ دیکھکر دل پر کیا اثر ہوا حیرت ہوتی ہے کہ لوگ روز انہیں دیکھتے ہیں اور پھر بھی مُردہ ہیں۔ ایک ایک اینٹ بجائے خود ایک مفصل تاریخ۔ ایک بسیط داستان ہے۔ لیکن اب نہ اس تاریخ کے دیکھنے والے ہیں اور نہ اس داستان کے سُننے والے۔

ریل سے اُتر کر خواجہ حسن نظامی صاحب کا "رین بسیرا" دیکھا۔ اندر گئے۔ یہ خواجہ صاحب کے پاس ٹھہرے اور اُنکی قمری کا خیر مقدم سُنا۔ کے اس قبلہ مقاصد و آمال کا رخ کیا جو دنیا کی محترم یادگاروں میں سے تھے۔ سلطان جی کے مزار کے چاروں طرف مزارات و مقابر کا شمار مشکل ہے۔

اے آسودگانِ خاک ہمیں نہیں معلوم تم کس عالم میں ہو! تمہاری زندگی جسے اب صرف ایک طویل و خاموش رات کہنا چاہیے۔ کس طرح گزرتی ہے۔ لیکن ہاں! اسقدر ضرور جانتے ہیں کہ تم جس حالت میں بھی ہو۔ ہم سے اچھے ہو۔ ہماری زندگی بھی تمہارے لیئے مہمل و بے معنی شئے ہو۔ اور تمہاری موت بھی ہمارے لیئے سامانِ فکر و عبرت ہے۔ ہم جینے پر مرتے ہیں اور تم مرنے کے بعد بھی جیتے ہو۔ ! اللہ اگر یہ سکون مجھے اس زندگی میں نصیب ہو جائے جو نہیں اب حاصل ہے تو خدا جانے میں کیا ہو جاؤں لیکن میں جانتا ہوں کہ موت کا سکون موت ہی سے مل سکتا ہے۔ مگر میں مرنے سے ڈرتا ہوں۔ صرف اس لیئے کہ میں بہت گنہگار ہوں۔ اور جینے کی خواہش اس لیئے ہے کہ شاید آیندہ زندگی میں اپنے معاصی کو مٹا سکوں۔ ہر چند مجھ سے اچھے لوگوں کی زندگیاں میرے سامنے ہیں۔ اور اُنکو دیکھکر یہ حکم لگا سکتا ہوں کہ "زندگی خود ایک گناہ ہے"۔ پھر زندہ رہکر آلودہ عصیاں نہ ہونا کیسا۔ لیکن اسے کیا کروں کہ مذہب کی وقعت دل میں ہے۔ اُسکے احکام پر اعتقاد ہے۔ ڈرتا ہوں۔ کانپتا ہوں اور موت کا نام سُنکر دہل جاتا ہوں کہ خدا جانے مرے پیچھے کیا گزرے۔ لوگ تم سے شکایت کرتے ہیں کہ تم بولتے نہیں۔ خدا جانے ہماری بھی سُنتے ہو یا نہیں۔ لیکن میں یہ شکوہ تم سے نہیں کرتا۔ کیونکہ حقیقتاً میرے لیئے اگر تم میں کوئی شئے قابلِ قدر و عظمت ہے تو وہ تمہاری خاموشی ہی ہے۔ لاکھ کوئی چیخے۔ روئے۔ سر دُھنے۔ مگر تم اُس سے متاثر ہوتے نظر نہیں آتے۔ تم میں وہ محبت والی مائیں بھی ہوں گی

جو اپنے ننھے بچوں کو بغیر کسی وارث و محافظ کے چھوڑ گئی ہونگی۔ لیکن وہ سینہ جو اپنے جگر کے ٹکڑوں کو با دیدۂ پرنم نہ دیکھ سکتا تھا۔ آج ایسا بے حس۔ ساکن خاموش نظر آتا ہے کہ اگر وہی بچے اپنے سر بھی پھوڑ ڈالیں تو خبر نہو۔ فرطِ غم میں ماتم کرنے والا، قبر سے سر رگڑنے والا بچہ سمجھتا ہے کہ اب تعویذ قبر میں جنبش ہوئی۔ اب میری ماں نے بیتاب ہوکر مجھے گلے سے لپٹا لیا۔ لیکن آہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم میں ملکوتی استغنا ہے اور تمہیں کسی کی پرواہ نہیں"۔

یہ خیالات لیئے ہوئے میں مقابر و مزارات سے گزرا۔ اور اُس سرکار میں حاضر ہوا جہاں جاتے ہوئے حقیقتاً میرا سارا بدن کانپ رہا تھا۔ ایک مقدس ہستی کے حضور میں ایک بدترین وجود کا نیاز۔ نور کے سامنے ظلمت کی جسارت!! کیسا حیرتناک منظر تھا۔ لیکن صرف اس خیال سے میں نے جسارت کی کہ اگر بادشاہ کی نگاہ گدا پر پڑ جاتی ہے تو وہ مالامال ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ باریاب نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ مردود سمجھا جاتا ہے۔ اگر وہ مار کر ہٹا دیا جاتا ہے تو اُسکو ملال کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ وہ اسی کا مستحق تھا اور یہی اُسکے شایانِ حال تھا۔ بہرحال میں کسی نہ کسی طرح ڈرتے ڈرتے گیا۔ اور پائیں مزار میں کھڑا ہوگیا۔ میں نہ صاحب مراقبہ ہوں، اور نہ مدعی کشف۔ اور نہ مجھ میں حس باطن کہ وہاں کا عالم سمجھ سکتا۔ لیکن ہاں۔ یہ ضرور کہونگا کہ ایک غیر معلوم کیفیت تھی۔ ایک مجہول حال تھا جس سے میں متاثر ہو رہا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ جہاں ایسا برگزیدہ وجود آرام کر رہا ہے۔ جہاں شاہجہاں ایسے جلیل القدر بادشاہ کی نازنین بیٹی (جہان آرا بیگم) مصروفِ خواب ہے۔ جہاں خاندان تیموریہ کا آخری تاجدار (محمد شاہ) آسودہ ہے۔ اور جہاں خدا معلوم کتنے اور مقدس محترم روحوں کا نشیمن ہے میں کیونکر آنے پایا۔ بے اختیار وہاں سے دبے پاؤں چلے آنے کا خیال پیدا ہوا اور چلدیا۔ لیکن چند قدم چلا ہونگا کہ کسی نے کہا "یہ حضرت امیر خسرو کا مزار ہے"۔

میں دفعتہً چونک پڑا۔ اور خوش قسمتی سے ہندوستان کے اُس شاعر نے مجھے اِس بہانہ سے اپنی طرف کھینچ بلایا۔ جس کی زندگی حقیقتاً شاعری کی ارتقائی حد کا ایک بہترین نمونہ تھی۔ لیکن یہاں بھی پہنچکر مجھے سخت تعجب ہوا کہ ہ دل جسکے وجدان و اضطراب کیف کی بہترین داد خود حضرت محبوب الٰہیؒ نے "یہ سوز سینۂ این ترک مرا بخشں" کہکر دی تھی۔ کس طرح آج خاموش و ساکن ہے۔ چند لمحات میں نے یہاں بھی صرف کیئے۔ یہ حضرت امیر خسروؒ کا تصرف تھا جو اُس وقت کے حال کے مطابق اُنہیں کا یہ شعر میرے وردِ زبان ہو گیا کہ ؎

جہاں زنظارہ خراب و نازِ او ز اندازہ بیش
ما بوئے مست و ساقی پردہ پیمانہ را

۵۸۶

المبشرات

(گزشتہ سے پیوستہ)

(از جناب مولوی محمد صدیق صاحب عدن زعفرستان)

بزرگان دین دیدار پُر انوار سے جسقدر فیضیاب ہوئے اُنکے لکھنے کیلئے ایک الگ دفتر کی ضرورت ہی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اسعۃ اللمعات میں ایک روایت نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ تعالی عنہ وعظ فرما رہے تھے۔ دس ہزار آدمیوں کا مجمع تھا حضرت کے خادم خاص شیخ علی ہستی منبر کے نیچے ہی بیٹھے ہوئے تھے کہ یکا یک آنکھ لگ گئی۔ حضرت غوث پاک اُسکتوا فرماکر منبر پر سے اُتر آئے اور نہایت ادب کے ساتھ شیخ علی کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ جب شیخ علی کی آنکھ کھلی تو حضرت غوث پاک رضی نے فرمایا کہ تم دیدار پُر انوار سے مشرف ہوئے؟ اُنہوں نے کہا بیشک! حضرت نے فرمایا کہ میرا با ادب کھڑا ہونا اسیوجہ سے تھا۔ اچھا کیا ارشاد کیا ہوا شیخ علی نے جواب دیا کہ حضور کی مجلس پاک کی حاضری کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

شیخ علی فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ عالم خواب میں دیکھ رہا تھا حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ بچشم ظاہر اس کا نظارہ فرما رہے تھے۔ اللہ رے کمال ؎

اُن آنکھوں کی آنکھوں سے لوں میں بلائیں ... میسر جنہیں ہو نظارہ تمہارا

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دیدار پُر انوار رحلت کے بعد بھی بیداری میں خرق عادات کے طور پر ممکن ہے۔ امام حجۃ الاسلام نے المنقذ من الضلال میں بڑے بسط کے ساتھ ثابت کیا ہی کہ ارباب قلوب بیداری میں ملائکہ اور

ارواح انبیاء کے مشاہدے سے مشرف ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابو الحسن شاذلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری میں مجھ سے فرمایا۔ یا علیّ طهّر ثیابك من الدنس۔ یعنی اے علی اپنے کپڑوں کو میل کچیل سے پاک صاف رکھا کرو۔ حضرت سید نور الدین یحیٰی علیہ الرحمۃ جب مزار مبارک پر حاضر ہوئے ہیں تو فرماتے ہیں کہ میرے سلام کے جواب میں مزار مبارک سے آواز آئی۔ علیك السلام یا ولدی ؎

برتو سلام سیکنم گرچہ فرود یافتہ ۔ ۔ باشرف جواب تو قدر سلام خویش را

حضرت شیخ ابوالعباس مرسی فرماتے ہیں کہ اگر ایک لمحہ بھی جمال مبارک مجھ سے محجوب ہو جائے تو میں اپنے آپ کو مسلمان نہ خیال کروں ؎

دے کو غافل از وے یک زمانست ۔ ۔ در اندم کافر است اما نہانست

بعض نے یہاں بھی فرمایا ہے کہ درحقیقت حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کا خیال پاک نصب العین تھا۔ خیر۔ اگر کرامات سے انکار کر لیا جائے تو بھی کہنا پڑے گا۔ یوں تو ہر بزرگ کو ذات پاک کے ساتھ ایک نسبت خاصہ ہے۔ جو دیدار سے بہرہ اندوزی کا بڑا سبب واقع ہوتی ہے۔ لیکن ابوالمواہب شاذلی علیہ الرحمۃ کی اس بارے میں کچھ شان ہی نرالی معلوم ہوتی ہے۔ ان کی روایت بڑی کثرت سے منقول ہے یہاں چند واقعات نقل کیے جاتے ہیں جو ہمارے واسطے کبریت احمر ہیں ۔

واقعہ اول فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھا۔ اور بیقراری میں عرض کیا کہ حضور مجھے چھوڑ نہ دینا ؎

بُرا ہوں یا بھلا ہوں خیر جیسا ہوں تمہارا ہوں ۔ ۔ طریقہ ہے کریمی کا نبھانا اپنے چاکر کا

ارشاد ہوا کہ ہم تمکو چھوڑنے والے نہیں یہاں تک کہ تم حوض کوثر پر آکر اسکا پانی پیئو اسوجہ سے کہ تم سورۂ کوثر اور درود شریف پڑھا کرتے ہو۔ درود کا ثواب میں نے

تم کو دے دیا اور کوثر کا ثواب تمہارے لیے جمع ہے۔ پھر فرمایا کہ استغفروا اللہ العظیم الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ کو کبھی ترک نہ کرنا جب تم کو اپنے قول و فعل میں ذرا بھی خلل معلوم ہو تو توبہ استغفار کر لیا کرو وہ تواب الرحیم ہے۔

واقعہ دوم - یہ ہزار مرتبہ روزانہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ اپنے ورد کو جلد ختم کرنے کی غرض سے انہوں نے ذرا سی عجلت سے کام لیا۔ کہتے ہیں مجھے ارشاد ہوا کہ تم نہیں جانتے جلدی شیطان کی جانب سے ہوتی ہے اللھم صل علے سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد نہایت اطمینان سے کہا کرو۔ ہاں اگر وقت تنگ ہوتا ہو اس وقت کی تنگی تمہارے لیے مضر نہیں۔ پھر ارشاد ہوا کہ یہ سب بطور فضیلت ہے۔ ورنہ درود شریف جیسے بھی پڑھو گے بالآخر درود ہی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ابتداء و انتہا درود کامل سے کیا کرو۔ چاہے ایک ہی مرتبہ کیوں نہو اور درود کامل یہ ہے۔ اللھم صل علی سیدنا و مولٰنا محمد وعلی آل سیدنا و مولٰنا محمد کما صلیت علی سیدنا و مولٰنا ابراھیم وعلی آل سیدنا و مولٰنا ابراھیم وبارک علی سیدنا و مولٰنا محمد وعلی آل سیدنا و مولٰنا محمد کما بارکت علی سیدنا و مولٰنا ابراھیم وعلی آل سیدنا و مولٰنا ابراھیم فی العٰلمین انک حمید مجید السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

واقعہ سوم - فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آپ نے میرے دہن کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ میں اس دہن کو چومتا ہوں جو ہزار بار دن میں اور ہزار بار رات میں مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ پھر فرمایا اگر شب کو تمہارا ورد انا اعطینٰک الکوثر ہوتا تو کیا اچھا ہوتا۔ یہ دعا کیا کر۔ اللھم فرج کربا تنا اللھم اقل عثراتنا اللھم اغفر زلاتنا۔ پھر مجھ پر درود پڑھا کرو۔ وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العٰلمین۔

واقعہ چہارم - فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مجلس میں صرف ایک مرتبہ یہ کہا محمد بشر لا کالبشر بل ھو یاقوت بین الحجر - حضرت انسان تو ہیں مگر اوروں کی طرح نہیں - پتھروں میں ہی یاقوت ہوتا ہے مگر انسے اسکو کیا نسبت - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا - ارشاد ہوا - قد غفر اللہ لک ولکل من قالھا معک - پروردگار عالم نے تم کو بھی بخش دیا اور تمہارے ساتھ کوئی دوسرا شخص کہے وہ بھی بخشدیا گیا - پھر تو ان حضرت کی یہ حالت تھی کہ مرتے دم تک اس پیارے کلمہ کو انہوں نے ترک نہیں کیا جس مجلس میں جاتے ایک مرتبہ ضرور کہہ لیا کرتے +

واقعہ پنجم - ایک مرتبہ دیدار پر انوار سے مشرف ہوتے ہیں تو ارشاد ہوا کہ میں مُردہ نہیں ہوں جنکے لیے اُس جناب سے حکم نہیں دیا گیا ہے اُن سے روپوش ہوں - اور جو وہاں کے علوم سے مالامال ہو رہے ہیں انکو دیکھتا ہوں وہ مجھے دیکھتے ہیں ؏

در راہ عشق مرحلۂ قرب و بُعد نیست ۔۔۔ کے نیست عیان و دعائے فرستمت

جب شہدا کی بابت نص قطعی میں آچکا - لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون - یعنی جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں اُن کو مردہ نہ کہو وہ تو زندہ ہیں لیکن تم کو شعور نہیں + ؏

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ۔۔۔ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

تو حضور سرور عالم حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم جو تمام شہدا کیا تمام انبیاء سے بدرجہا بالاتر ہیں - اگر زندہ ہیں اور آپ کی رویت مبارک خواب یا بیداری میں بچشم سر یا بچشم سِر ہو اولیائے کرام ہو تو کوئی تعجب ہے ؟ بل العجب علی خلاف ذلک ،

چونکہ دیدار پُرانوار سے مشرف ہونیکے لیے ذکر کی زیادہ ضرورت ہو - اولیائے کرام کی جناب میں خیالات نہایت شستہ ہونے چاہئیں ورنہ رویت مبارکہ کا دروازہ

بالکل مسدود رہے گا۔ حضرت ابوالمواہب نے ایک طریقہ بھی اس دولت سے مشرف ہونیکا بیان فرمایا ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپنے مجھسے فرمایا کہ سوتے وقت پانچ مرتبہ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ اور پانچ مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پڑھہ لیا کرو۔ پھر یہ دعا کیا کرو اللھم بحق سیدنا ومولٰنا محمد ارنی وجہ سیدنا ومولٰنا محمد حالًا ومآلًا جب یہ کہہ لیا کروگے تو میں تمہارے پاس آیا کرونگا۔ اور تم سے جدا نہونگا۔ اس دعا میں سیدنا ومولٰنا کا لفظ تعظیمًا لجنابہ الاقدس میں نے بڑھادیا ہے۔ آپکے ارشاد پاک میں اسم مجرد تھا۔ چونکہ آپکے واقعات بہت ہیں۔ لیکن بسبب خوف طوالت ضبط تحریر میں نہیں لائے گئے۔

رویت مبارک کے لئے اسرار فاش کرنے کی سخت ممانعت ہے

ستانی زباں اندقیباں راز کہ تا راز سلطاں نگویند باز

چنانچہ ذیل کے واقعہ سے معلوم ہوگا:۔

یہی حضرت ابوالمواہب فرماتے ہیں۔ ایک مدت تک میں اس نعمت سے محروم ہوگیا تھا۔ بالآخر ع

خواجہ آنست کہ باشد غم خدمتگارش

میں پھر دیدار سے مشرف کیا گیا۔ میں نے حضور سے عرض کیا کہ مجھے اپنی خطا کا علم دیا جائے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ایسا کیا قصور ہوا ہے۔ ارشاد ہوا کہ تم ہمارے دوست ہونیکے قابل نہیں ہو۔ تم لوگوں کو ہمارے اسرار سے مطلع کردیتے ہو۔ بات یہ ہوئی کہ انہوں نے اپنے ہم مشربوں میں سے کسی سے خواب کا ذکر کردیا تھا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے توبہ کی۔ اسکے بعد پھر دیدار مبارک سے مشرف ہونے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے صرف خواب ہی کا ذکر نہیں کیا ہوگا بلکہ اسرار خواب بیان کردیئے ہونگے۔ ورنہ اگر

خواب ہی کی ممانعت ہوتی تو ہم تک یہ سب واسطے واقعات کیسے پہنچتے +

اسیطرح غیبت کرنے والا اور غیبت سُننے والا دونوں کو اس نعمت سے حصہ نہیں ملتا۔ انہیں سے ایک مرتبہ ارشاد ہوا۔ انی لا اجتمع بمن یجلس مجالس الغیبة مع الناس ولا یقوم منها۔ یعنی میں اُس شخص سے نہیں ملتا جو غیبت کی مجلسوں میں لوگوں کے ساتھ بیٹھتا ہو۔ اور وہاں سے کھڑا نہو جاتا ہو۔ ایک مرتبہ اُنھوں نے درود شریف کی بابت سوال کیا کہ جو کوئی آپ پر ایک مرتبہ بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسپر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ ھل ذلک لمن کان حاضر القلب۔ کیا یہ اُس شخص کے لیئے ہے جو دل لگاکر پڑھتا ہو۔ فرمایا۔ لا بل ھو لکل مصلی علی غافلا ویعطیه الله تعالیٰ امثال الجبال من الملائکة تدعوله ویستغفر لہ واما اذا کان حاضر القلب فیما انلا یعلم ذلک الا الله۔ یعنی نہیں۔ یہ مرتبہ تو اُن لوگوں کا ہے جو بے دل لگائے درود شریف پڑھتے ہیں۔ بڑے بڑے فرشتے انکی دعا اور استغفار کرتے ہیں۔ اور جس نے دل لگاکر درود پڑھا۔ اُس کا اندازہ تو بس اللہ ہی کو معلوم ہے +

یہ قریب قریب ویسا ہی واقعہ ہے جیسا ہم قرآن پاک کی تلاوت کی بابت حضرت امام احمد حنبل علیہ الرحمۃ سے نقل کرآئے ہیں۔ وسلام علی المرسلین والحمد لله رب العلمین +

انتخاب محبوب

(از جناب خواجہ ضیاء الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل)

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسول من انفسھم یتلو علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔

ہر شخص کے مذاق اور میلان طبع میں تفاوت ہے۔ دنیا میں طبیعتیں مختلف اور مزاج جداگانہ ہیں۔ یہی باعث ہے کہ ایک ہی بات سے مختلف نتیجے پیدا کر لیے جاتے ہیں اور ہر فرد اپنے مطلب کا مطلب نکال لیتا ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں ہو سکتا جسے سب اچھا کہیں۔ کوئی چیز ایسی نہیں بتائی جا سکتی جو اعتراض کے تیر کا نشانہ نہ ہوئی ہو۔ بری سے بری چیز کو اچھا کہنے والے اور اچھی سے اچھی چیز کو برا کہنے والے بھی تلاش کرو تو بیسیوں نکل آتے ہیں۔ بس اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اس شخص یا اس چیز کو عزیز رکھونگا۔ جسے سب اچھا کہیں۔ تو وہ ایک ایسی چیز کی تلاش میں ہے جو کبھی نہیں ملی۔ اور کبھی نہیں ملیگی۔ تاآنکہ تمام دنیا کی طبیعتوں کے اختلاف کو دور نہ کر دیا جائے۔

تفاوت امزجہ کے لحاظ سے مختلف طبیعتوں کو مختلف چیزوں سے اُنس اور محبت کا تعلق ہے۔ اور طبیعت کے خلاف چیز خواہ کیسے ہی عمدہ رنگ میں کیوں پیش نہ کی جائے محبوب نہیں ہوتی۔ یہ حال انسان ہی تک محدود نہیں بلکہ حیوانات اور نباتات تک بھی اسکا اثر جاتا ہے۔ دن کی روشنی عام طور پر دنیا کو کسقدر محبوب ہے مگر علم نجوم کے محقق کے لیے رات کی سیاہی سے بہتر نہیں ہے کیونکہ اسمیں ستارے

چمک چمک کر اسکے لٹکے ہوئے معموں کو حل کرنے کا اچھا موقع دیتے ہیں علوم سائنس کا وہ ماہر جسے سورج کی گرمی اور شعاعوں کو ... رنگ میں لاکر کسی ایجاد کے تاج پہننے کا شوق ہے ۔ رات کے ... اس وقت اسے اپنے تجربوں کا میدان تنگ معلوم دیتا ہے ۔ ایک رقیق القلب شخص کسی کو تکلیف پہنچتے دیکھکر گھبرا اٹھیگا برخلاف اسکے ایک سخت طبیعت والے شخص پر اس سے کچھ اثر پیدا نہ ہوگا ۔ میدان جنگ میں بہادری سے ... جان دینے والے لوگوں کے تذکرے ایک شجاع دل میں ہمت اور بہادری کی روح پھونک دینگے ۔ برخلاف اسکے ڈرپوک اور کمزور آدمی اپنے کمرے ہی میں بیٹھا ادھر ادھر دیکھنے لگیگا کہ کہیں کوئی اسے تو مارنے نہیں آرہا ۔ دنیا کے دلچسپ نظاروں کی بے ثباتی دیکھکر ایک صوفی کو توفنا کا سبق ملتا ہے اور وہ اس سے متنفر ہو جاتا ہے ۔ اور برعکس طبیعت رکھنے والا شخص بابر کا ہم آہنگ بن کر کہتا ہے ۔ ع

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

اس سے زیادہ مثالیں پیش کرنے کی حاجت نہیں ۔ دیکھنے والی آنکھیں سننے والے کان ۔ اور سمجھنے والے دل ہر روز ایسی باتیں دیکھتے ۔ سنتے ۔ اور سمجھتے ہیں +

مذکورۂ بالا مختصر تمہید سے یہ امر ظاہر ہوگیا کہ اختلاف طبائع دنیا میں کس قدر زیادہ ہے ۔ اور یہی باعث ہے کہ جو چیز ایک کو محبوب ہوتی ہے وہ دوسرے کو پسند نہیں آتی ۔ لہذا ایک شجاع آدمی اگر شجاعت کے زور سے اپنا سکہ تمام دنیا پر بٹھانا چاہے تو ناممکن ۔ زور تقریر سے تسخیر قلوب محال ۔ دولت کے ذریعہ بڑائی حاصل کرنا دشوار ۔ علم کے ذریعہ بزرگی پانا مشکل ۔ تم جو خوبی بھی پیش کروگے

وہ اگرچند کو عزیز ہے تو اکثر کو ناپسند بھی ہوگی ۔

یہاں سے واضح ہے کہ ایسی حالت میں کسی فرد واحد کا یہ استثنائے معدودے چند تمام دنیا کی نظروں میں کھب جانا آسان کام نہیں۔ اور نہایت ضروری ہے کہ اس تاج کا دعوے دار اور اس عزت کا مستحق۔ ان تمام صفات حسنہ کا جامع ہو۔ جو مختلف طبیعتیں فرداً فرداً پسند کر سکتی یا حاصل کر سکتی ہیں۔ اور سب صفات اُس میں اس حد تک موجود ہوں کہ ان صفات میں سے کسی خاص خوبی کا مالک شخص کمال حاصل کرنیکے باوجود بھی اس واحد جامع جمیع صفات سے لگا نہ کھا سکے۔ اور ہر شخص کو اسکے سامنے باوجود اپنے انتہائی کمال کے زانوئے ادب تہ کرنا پڑے۔ بس فقط ۔

ایسا ہی شخص سب کا محبوب ہو سکتا ہے۔ اور اسی محبوب کی ہر دل میں جا ہو ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا کوئی شخص ان تمام صفات کا جامع بھی ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی ایسا شخص مل جائے تو یقیناً وہ ہی کامل ترین انسان ہے۔ اور اسی لئے تمام دنیا کا فرض ہے کہ اُسے اپنا آقا قبول کرے کیونکہ جو صفات دوسروں کو ایک ایک کرکے بخشی گئی ہیں۔ وہ سب اسی ایک فرد واحد میں بخش کر قدرت کے قادر نے اپنے منشا کو صاف طور پر ظاہر کر دیا ہے کہ وہ اسے تمام مختلف طبیعتوں کا واحد مُصلح اور مختلف مضمونوں کے طالب علموں کا واحد مُعلّم تجویز کرتا گیا ہے ۔

ہاں ایک بات اور ہے جو ارباب نظر کی توجہ کی خواہاں ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی قوم یا جماعت یا ملک یا مذہب اپنی طرف سے کوئی ایسا جامع جمیع صفات بزرگ پیش کرے تو اسکے لیئے ضروری ہے کہ اُسکے تمام و کمال حالات بھی ہمارے مطالعہ اور ہدایت کے لیئے پیش کرے۔ اگر نہ کر سکے تو اسکے قوم ہی معنی

ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اس کے حالات سے خود بے خبر ہے۔ اور اُسکی بڑائی کی کوئی دلیل نہیں جانتا۔ دوسرے یہ کہ قدرت نے اسکے حالات کو کسی خاص وجہ سے آئندہ لوگوں کی نظروں سے دور رکھا ہے۔ پہلی حالت میں دعوے کی دلیل نہیں لہٰذا دعوے خارج ہے؎

گرچہ ہر کس زرہ لاف بیانے دارد   صادق آنست کہ از صدق نشانے دارد

دوسری حالت میں بھی ہم اسکو قبول کرنے کو تیار نہیں۔ اس لیئے کہ اگر وہ تمام دنیا کے لیئے نمونہ ہے اور قدرت کا یہ منشا ہے کہ وہ نمونہ مانا جائے تو اس کے حالات کیوں گم کر دیگی۔ کیونکہ مفید چیز کا گم کرنا ابلہی ہے۔ اور نظام قدرت کا قادر ایں عیب سے پاک ہے +

جب ایسے جامع جمیع صفات شخص کو معلوم کرنیکے لیئے کوئی شخص تاریخ عالم کی ورق گردانی کرتا ہے تو ایسے بڑے بڑے شاندار نام دکھائی دیتے ہیں جو اپنے زریں کارناموں کے باعث دعوائے یکتائی پیش کرتے ہیں۔ اور اِن میں سے ہر ایک اس بزرگ منصب کا امیدوار بنتا ہے جس کا ملنا بے انتہا مشکل ہے؎

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

سکندر + نپولین + بکرماجیت + محمود غزنوی وغیرہ بادشاہوں کی جماعت میں سے نکل کھڑے ہوتے ہیں کہ لاؤ یہ آسامی ہمکو دلاؤ۔ ہم اسکے حقدار ہیں۔ والمیک۔ شیکسپیر۔ خاقانی وغیرہ اپنی شاعری کے زور سے میدان میں نکلتے ہیں۔ ارسطو۔ سپنسر اور ابن رشد وغیرہ اپنے فلسفہ و منطق کے زعم پر اکڑتے ہیں۔ ھرکلیز۔ رستم و اسفندیار وغیرہ اپنی شہزوریوں سے دوسروں کو مقابلہ سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہ اور سب کے سب دوسرے پیچھے ہٹا دیئے جاتے ہیں۔ کیونکہ ان بے شمار

اوصاف میں سے جو مجموعی طور پر تمام لوگوں میں پائے جاسکتے ہیں۔ ان میں اُن میں سے ایک ایک یا دو دو تو موجود ہیں۔ لیکن باقی ندارد ہیں +

اب ایک دوسری جماعت نظر آتی ہے جو سراسر نور ہی نور ہے۔ گو بعض کے خیال میں اس جماعت کا نمبر دوسرے سے کسی طرح پر کم نہیں۔ لیکن یہ خیال بجائے خود درست نہیں۔ یہ جماعت انبیاء اور رسل کی ہے اور ان سب کا مولا تلک الرسل فضلنا بعضہم علیٰ بعض فرماتا ہے۔ یہ سب کے سب ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ لیکن اپنے مولا کریم کی محبت اور اُس کے عشق میں ایسے غرق کہ دوسری طرف توجہ نہیں کی۔ اور جب کبھی مُنہ سے کوئی بات نکالی تو پاس بیٹھنے والوں اور سننے والوں کو بھی یہی کہا کہ جس مولا کے ہم چاکر ہیں تم بھی اُسکی غلامی کا تاج پہن لو +

اِن کے مراتب آخرت میں عند اللہ اعلیٰ و ارفع ہیں۔ نام ہی سے دل کو نور اور روح کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ یہ انکے حالات معلوم کرنے کی کوشش کرتا کبھی آگے کے ورق اُلٹتا ہے کبھی پیچھے کی طرف غور سے دیکھتا ہے۔ لیکن اِن کے ناموں اور چند نہایت نامکمل حالات کے علاوہ کچھ سراغ نہیں چلتا کہ یہ بزرگ کون تھے۔ کہاں تھے۔ اور انہوں نے اپنی زندگی میں کیا کیا کام کیئے۔ تاکہ وہ ایک حد تک گمراہوں کی ہدایت کا موجب ہوں اور اُن میں سے محبوب کا انتخاب کیا جائے۔ مگر تاریخ کو انکے حالات سے یہاں تک بیخبری ہے کہ بعض محققوں کو جو باوجود کمال تحقیق کے انکے حالات نہ مل سکے تو ان کو جو ملے تھے اُنکو بھی شبہے پڑنے لگا۔ اور بعض نے تو ان ہستیوں کے خیالی ہونے کا یقین کر لیا۔ چنانچہ یورپ کے ایک محقق ڈاکٹر ڈارنس نے حضرت عیسیٰؑ جیسی بزرگ ہستی کو موہوم قرار دیا۔ اور ایک دوسرے عالم نے اس آواز پر آمنّا کہتے ہوئے اس کتاب کی تائید میں خود ایک

کتاب لکھاری +

غرض ایسی قسم کی مصیبتوں سے تنگ آکر فیصلہ یہ کیا کہ انتخاب محبوب ناممکن ہے محبوب کا دیدار نصیب نہو۔ گفتار کا پتہ نہو تو کہاں کی محبت اور کیسے محبوب +

اتنے میں ایک منادی ندا دیتا ہے کہ ہے کوئی محبوب کا چاہنے والا ؟ ہے کوئی جنس محبت کا خریدار ؟ اسکے کان کھلتے ہیں۔ چونک اُٹھتا ہے۔ اور جلدی سے کہتا ہے۔ ہاں محبوب کی چاہ ہے۔ اور اسی طلب میں مصروف ہوں لیکن کوئی حسب پسند نہ ملا۔ منادی جواب دیتا ہے کہ محبوب ہے۔ اور ایسا کہ محبوب محبوب کا تو کیا کہنا۔ محبوب کی چال ڈھال اور وضع حال اور اُسکے اقوال و افعال کو محبوب رکھنے والا خود بھی خالق کائنات کا محبوب ہو جائیگا۔ بولا ثبوت ؟ کہا خود خالق اُسکی زبانی فرماتا ہے۔ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ کمال شوق سے پوچھتا ہے کہ اس محبوب کی نذر؟ جواب ملتا ہے جان و مال۔ یہ بول اٹھتا ہے

دست برداری کو ہر شئے سے ہوں تیار مگر شرط محبوب کے ملنے کی ذرا ٹیڑھی ہے

مگر ایسا عزیز مال ایسا سستا۔ کوئی ثبوت۔ کہ اس سے زیادہ نہ مانگوگے؟ جواب ملا

ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم و اموالہم

بمصداق۔ دودھ کا جلا۔ چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔ بہت ناکامیوں کا ڈرا ہوا دل میں کہتا ہے کہ اس محبوب کی تحقیق تو کرلیں۔ دیکھتا کیا ہے کہ بنجر قطعہ زمین اور بے آب و گیاہ خطہ ہے۔ نہ لہلہاتی فصلیں نظر آتی ہیں نہ کھیتوں میں غلہ ہے۔ نہ جنگل میں کھیتی ہے۔ بلکہ کھجوروں کے جھنڈ اور کیکروں کے پیڑ جا بجا نظر آتے ہیں۔ نہ نسیم سحر کو وہاں دخل ہے نہ بادِ صبا کا گزر ہے۔ آندھیاں ہیں سموم ہے۔ بادِ صرصر کے جھونکے ہیں۔ ذرا اور آگے بڑھتا ہے۔ اور دیکھتا ہے کہ ایک کمبل پوش انسان ہے۔ نہ تزک نہ شان ہے۔ چہرہ ہے کہ اُسکے حسن پر

شئو بدرہ ہلال قربان ہیں۔ ہاتھ میں ایک قرآن ہے۔ جسپر لکھا ہوا یہ فرمان ہے۔ وما ارسلناك الا كافة للناس۔ حیران ہو جاتا ہے کہ تمام دنیا کا واحد کامل انسان اور اس جگہ؟ اور اس حال میں! پھر اسکے حالات کی تحقیق کے لیے بڑھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے اکابرین کی جو باتیں تحقیق و تدقیق سے معلوم نہ ہوسکتی تھیں جو اس پاک ہستی کے متعلق ہیں۔ وہ ایک ایک کرکے سورج کی روشنی کی طرح ظاہر ہیں اسکے دن رات کے کاروبار تمام و کمال محفوظ ہیں۔ اسکے اٹھنے بیٹھنے کے طریقے سونے جاگنے کے اوقات۔ کھانے پینے کے آداب۔ بات کرنے اور خاموش رہنے کے محلات۔ اور خوش ہونے اور ناراضگی ظاہر کرنیکے مواقعے۔ تاریخ میں حرف بحرف اور من و عن موجود ہیں۔ اسکی زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں جسکے حالات نہ معلوم ہوں۔ اس سے قدرت کا منشا صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ اسکی زندگی کا ہر لمحہ اس قابل ہے کہ آیندہ نسلیں اس سے ہدایت پائیں۔ اور فائدہ اٹھائیں۔ ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ اور اسی لیے قدرت نے اسے تمام انقلابات زمانہ سے محفوظ و مصئون رکھا ہے۔ وہ عیسیٰ کی طرح۔

I have yet many things to say unto you but you cannot bear them now.

(St. John. Chapter 16. Verse 2:)

نہیں کہتا۔ بلکہ اس کا اسے اور اسکے متبعین کو الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ کی خوشخبری دیتا ہے اسکی گمراہ قوم اسکے جھٹلانے اور ایذائیں پہنچانے کے بعد اسے اپنا روحانی اور جسمانی پیشوا تسلیم کرنے پر مجبور ہوتی ہے اور سر مو اسکے حکم سے تجاوز نہیں کرتی۔ وہ موسیٰ کی قوم کی طرح فقاتلا انا ھہنا قاعدون نہیں کہتا ہ

اسکے انصار حضرت عیسٰے کے حواریوں کی طرح اُسے چالیس روپے کے عوض دشمن کے حوالے نہیں کرتے بلکہ اُسکے پسینے کے عوض اپنا خون بہاتے ہیں۔ بیوی بچوں کو چھوڑتے ہیں۔ سرداری قوم کو ترک کرتے ہیں۔ مال و دولت سے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اور سب کے عوض میں سخت ذلت سے تکلیفیں اُٹھا کر غیر ملکوں میں جاکر پناہ لینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ مگر اس ایک محبوب کو نہیں چھوڑتے اور ہرگز نہیں چھوڑتے۔ اور عاشقانہ نعرہ لگاتے ہیں سے

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

یہ سب کچھ دیکھتا ہے مگر چونکہ بیشمار ناکامیوں سے رجواُسے انتخاب محبوب میں ہوئیں رُکا ہوا ہے۔ تحقیق مزید کا خواہشمند ہو کر پیش از پیش مستعدی کمر ہمت باندھکر ایک نہایت صحیح اور درست نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرتا ہی اور دیکھتا ہے کہ :۔

۱۔ ایک یتیم بچہ ہی جس کا باپ پیدائش سے پہلے مرچکا ہے۔ بعدہ ماں بھی جلدی مرگئیں۔ یہی محمد ہی

۲۔ ایک کمسن راعی ہے جو تمام دن جنگل میں بکریاں چراتا ہے اور شام کو گھر آتا ہے۔ ایضًا

۳۔ ایک نوعمر سوداگر ہے جو سوداگری کے لیے دور دور کے ملکوں میں جاتا ہے۔ ایضًا

۴۔ ایک کمبل پوش عابد ہے جو غار حرا میں دن رات بندگی خدا میں مشغول رہتا ہے۔ ایضًا

۵۔ ایک صالح نوجوان ہے جسے اُسکی نیکی کے باعث قوم امین کہکر پکارتی ہے۔ ایضًا

۶- ایک واعظ ہے جو مکہ میں کھڑا بُت پرستی۔ بردہ فروشی۔ دختر کُشی شراب خوری۔ زنا۔ اور جھوٹ وغیرہ وغیرہ کی برائیوں کے خلاف وعظ کہتا ہے اور لوگ اُسے اینٹیں اور پتھر مارتے ہیں اور اُسکے تمام جسم کو لہو لُہان کر دیتے ہیں۔ یہی محمدؐ ہے

۷- ایک مظلوم ہے جسکے دوست اُسکی محبت کے جرم میں ملک بدر کیئے جاتے ہیں اور وہ خود اپنے شہر سے رات کو گھر سے نکل جانے پر مجبور ہوتا ہے۔ ایضاً

۸- ایک جرنیل ہے جو ہمیشہ فوج کے سر پر ہوتا ہے جس نے بیسیوں لڑائیاں لڑی ہیں جو تھوڑی سی فوج لیکر بڑی بڑی فوجوں پر فتح پاتا ہے۔ ایضاً

۹- ایک فاتح ہے جو اپنے اور اپنے سخت ترین دشمنوں کے شہر کو متعدد سخت لڑائیوں کے بعد فتح کرکے ایک ایک کو بلا کر رحم۔ شفقت اور شکر فتح کی کیفیت میں رو رو کر معافی کا مژدہ سناتا ہے۔ ایضاً

۱۰- ایک بادشاہ ہے جسکے لاؤ لشکر میں لاکھوں بندگان خدا کی جانیں ہیں۔ ایضاً

۱۱- ایک شہنشاہ ہے جسکے غلام قیصر و کسرےٰ کی سلطنت کی بنیادیں اکھاڑتے اور بادشاہان عالم سے خراج مانگتے ہیں۔ ایضاً

۱۲- ایک مدبر ہے جو قوانین ملکی وضع کرتا ہے اور کبھی تدبیر میں غلطی نہیں کرتا۔ اور قرآن نامی ایک کتاب کو اپنا ضابطہ قرار دیتا ہے۔ ایضاً

۱۳- ایک مؤرخ ہے جو ہر قوم کے عروج و زوال کے اسباب پر بحث کرتا ہے۔

۱۴- ایک حکیم ہے جو فلسفہ اور منطق کو ایسے آسان پیرایے میں بیان

کرتا ہے کہ بچے بھی سمجھ رہے ہیں اور جاہل بھی فاضل بن رہے ہیں۔ یہی محمدؐ ہے

۱۵- ایک ڈاکٹر ہے جو صحت کے قائم رکھنے کے اصول سمجھاتا اور علاج بتاتا ہے۔ ایضاً

۱۶- ایک مسکین ہے جسکے کپڑوں میں بیسیوں پیوند ہیں مہینوں جسکے چولہے میں آگ نہیں سلگتی۔ ایضاً

۱۷- ایک سخی امیر ہے جو ایک ہی دن میں ۹۰۰۰۰ (نوّے ہزار) درم اللہ کے نام پر دے دیتا ہے۔ ایضاً

۱۸- ایک عالم ہے جو ذرا ذرا بات پر غور کر کے رنگا رنگ کے نکات سے سامعین کو محو حیرت کر رہا ہے۔ ایضاً

۱۹- ایک فقیہ ہے جو بال کی کھال نکال رہا ہے اور اپنے شاگردوں کے ذہن نشین کرا رہا ہے۔ ایضاً

۲۰ ایک Moralist. ہے جو فرماتا ہے لا تدفعوا سیئۃً بسیئۃٍ۔ لا تجسسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا وکونوا عباداللہ اخوانا۔ ایضاً

۲۱- ایک رحیم ہے جو فرماتا ہے انا ولی من لا ولی لہ۔ ایضاً

۲۲- ایک قانع ہے جو ایک پیسہ بھی اپنے پاس نہیں رکھتا۔ اور اسکی وفات کی رات اُسکے گھر میں چراغ بھی نہیں ہوتا۔ ایضاً

۲۳- ایک شہ زور شجاع ہے جو پہلوانوں کو چت گراتا ہے اور جب سب حوصلہ ہار دیں تو اَنَا فاعلؐ کہتا ہے۔ ایضاً

۲۴- ایک نبیؐ ہے جو ابراہیمؑ کی دعا اور عیسٰیؑ کی بشارت اور موسٰےؑ کی تمنا ہے۔ ایضاً

۲۵ ایک شرمیلا محبوب ہے جو نا کتخدا دوشیزہ سے بھی زیادہ حیا
والا ہے + یہی محمدؐ ہیں

۲۶۔ ایک پیشین گو ہے جو قیامت تک کے حالات ایک ایک
کر کے گنا رہا ہے + ایضاً

یہ اور ایسی تمام خوبیاں اس محبوب میں موجود پا کر اُسے پورا پورا یقین ہو جاتا ہے کہ بیشک رحمت الٰہی نے انسان کی ہدایت کے لیے ایک کامل انسان اور بہترین نمونہ عطا فرما دیا ہے۔

حُسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اور بلاشبہ یہی وہ انسان ہے جو دنیا میں تمام مختلف طبیعتوں کی ضروریات اور ہدایت کے لیے آیا ہے۔ دنیا کے تمام دوسرے اکابرین خاص خاص باتوں میں ممتاز ہیں لیکن سب رنگ ان میں موجود نہیں۔ اور عربی محبوب ہر بات میں ممتاز ہے۔ جناب بُدھ دنیا سے بیزار ہیں۔ جناب عیسےٰ شان جلالی سے خالی۔ اور جناب موسیٰ شان جمالی سے دور۔ اور جناب محمدؐ دونوں شانوں کے مظہر لہذا قدرتِ خالق کے مظہر اتم۔ اسی لیے محبوب مرغوب اللھم صل علی سیدنا محمدؐ

صاحبو! یہ زمانہ ترقی کا زمانہ ہے۔ آئے دن نئے نئے انکشافات ہوتے ہیں۔ محبوبۂ علم و تحقیق کے چہرے سے نقاب اُٹھ رہا ہے۔ یورپ کے محقق بال کی کھال نکال رہے ہیں متعصب پادریوں نے اپنے راز طشت از بام ہونے کے خوف سے انہیں محمدؐ اور دینِ محمدیؐ سے بکمال تعصب و بُغض مدتوں دور دور رکھا۔ لیکن اب عیسائی محقق اور سمجھدار لوگ اپنے مذہب کو ناقص سمجھنے لگے ہیں۔ کیونکہ سائنس کی روز افزوں ترقی ہر شخص کو دوربین آنکھیں دے رہی ہے انہیں ضرورت ہے کہ کوئی ایسا ہادی ملے جو اُن سے بہتر سائنس دان۔ اُن سے

بہتر فلسفی۔ اُن سے بہتر طبیب۔ اُن سے بہتر مورخ اور اُن سے بہتر مدبر ہو۔
ہر مذہب کو اس کوشش میں ناکامی ہوگی۔ اِسلئے کہ اِنکے موجودہ دماغوں کو
ضروریات زمانہ کے مناسب مذہب میں نئی ایجادیں کرنی پڑینگی اور غلطیاں
کھائینگے۔ اسلام ہر عیب سے پاک ہے۔ محمدؐ کی سوانح عمری (یعنی حدیث) اور محمدؐ کا
کوڈ (code) یعنی قرآن شریف اُن سب چیزوں کے جامع ہیں جن کی
دنیا کو ضرورت ہے۔ تمہارا خدا سب علوم و فنون اور ضروریات کا خالق۔ اور
اِسی لیے اُسکی کتاب سب علوم و فنون کی جامع۔ اور ضروریات کی متکفل تمہارا
رسول محمدؐ وہ سب کچھ ہے۔ جو انسان دنیا میں ہو سکتا ہے۔ اِس کی
زندگی نے وہ سب تغیرات دیکھے ہیں۔ جو دنیا میں کسی انسان پر آ سکتے ہیں
اِسکے قول و فعل کا ایک ایک لفظ تمہارے پاس موجود ہے جو زندگی کے ہر طبقہ
کے حالات پر شامل ہے۔ اِسکے حالات بادشاہوں کو ایک کامیاب مدبر و زبردست
حکمران کے تجربات کی حیثیت سے فائدہ بخشیں گے۔ Statesman
اِسکے حالات میں اُن تدابیر کا مطالعہ کرے گا جس نے عرب جیسے خطہ کے لوگوں
کو تابع قانون بنا دیا۔ فقیر یہاں پر اُس محبوب فقیر کے پیارے اقوال و افعال دیکھیگا
جس نے مدۃ العمر الفقر فخری کے نعرے لگائے۔ دنیادار اِسکے امورات
خانہ داری میں خانگی معاملات کے لیئے ہدایت کی روشنی اور فلاح کی دلیل پائیگا
ہاں اے مسلمانوں! غفلت کو چھوڑو۔ اور محمدؐ کو محبوب بنا کر تم ہی کچھ
بن سکتے ہو جو اگلے مسلمان بنے۔ دعا

محمدؐ! از تو مے خواہم خدا را
خدایا! از تو عشق مصطفےؐ را

۴۸۶

آغوش مچّھر میں شب عید

(از حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب مدظلہ)

آنکھوں نے رونا چھوڑ دیا۔ دلوں نے آہیں کھینچنی ترک کر دیں۔ اب کہیں سے سسکیوں اور ہچکیوں کی آوازیں نہیں آتیں۔ اب کوئی عشقبازی کے کوچہ میں قدم نہیں رکھتا آج وہ وقت ہے کہ زلف و کمر کا خیال بدترین گناہ مانا جاتا ہے۔ جناب حالی اس کے مفتی اعظم ہیں۔ خدا انکو سلامت رکھے۔ اُنہوں نے لاانتہا شاگرد وہم خیال پیدا کر دیئے ہیں۔ ایک جانب مولانا اشرف علی اصلاح خیال کے درپے ہیں۔ ایک طرف خواجہ غلام الثقلین اصلاح تمدن کا ترانہ گاتے ہیں۔ انہی کے پڑوس میں اسوہ حسنہ کی صدا بلند ہوئی ہے۔ نظام المشائخ بھی لمبی لمبی آیات و احادیث و اقوال متانت لکھنے لگا۔ حسن نظامی تک اس گلی میں نہیں آتا +

اب اس زندگی کا کیا انجام ہو گا جسکی روح خدا ہے۔ جسکو شکسپیر نے مجسم خدا کہا اور جس کی حقیقت سمجھنے سے وہ عاجز ہو گیا۔ جسپر مولانا رومؒ کو حال آتا تھا جس کو دیکھکر حافظ شیرازؒ کا دم دنیا سے گھبراتا تھا +

اب پروانوں کی پرسش نہیں ہے۔ اب شمع کی یادگاریاں مٹ رہی ہیں اب بلبل کی بدمستیاں خواب خیال ہوئی جاتی ہیں۔ اب شاخ گل کا جھومنا کوئی نہیں دیکھتا۔ اب گل کی چشم سُرمگیں سے کسی کی آنکھیں نہیں لڑتیں +

اور کیونکر یہ چرچے باقی رہتے۔ ہر وجود روٹی اور عزت کے دام میں گرفتار ہے ہر ہستی کو بال بچوں کی پرورش کا آزار ہے۔ جناب حافظؒ کے مطرب و مے کو کون پوچھے راز دہر کا معما نوالے کھانے والوں نے جکنی حکمت سے حل کر لیا ہے +

کباب کھانیوالے گزر گئے۔ شراب پینے والے گزر گئے۔ سرمدتک راہی عدم ہوئے جو سوکھی روٹی پانی میں بھگو کر اوقات بسری کر لیتے تھے۔ جرمن کی سالہا سال کی تیاریاں بھی میدان جنگ میں آئیں۔ اور گزر رہی ہیں۔ یورپ کی نبرد آزمائیوں کے کوچے نکلے چلے جا رہے ہیں۔ توپوں کے گولے۔ بندوقوں کی گولیاں سنگینوں کی نوکیں سب اپنی زندگی کے دن آگے بڑھ بڑھ کر پورے کر رہے ہیں +

مگر محبت کو دنیا میں رہنے کی ممانعت کی جاتی ہے۔ اُلفت کو اس دورِ حیات میں آنے سے روکا جاتا ہے۔ مولانا رومؒ نے خارِ گندم کا الزام لگا کر مجاز کو خوفناک بنا دیا۔ کیا حقیقت والے گندم نہیں کھاتے۔ کیا اُنکے جذبات میں گندم کے دانے آگ نہیں لگاتے +

مجاز اور حقیقت دو لفظ ہیں جو ذہن انسانی کے برزخ خیالی ہیں ورنہ نہ حقیقت کی کچھ ہستی ہو نہ مجاز کی۔ سوز لفظی کا کچھ نتیجہ ہے نہ ساز کا +

آؤ! محبت کی ایک نئی دنیا آباد کریں۔ آؤ! عشق کا ایک نیا آسمان و زمین بنائیں آؤ! اب وقت آگیا ہے کہ ان پیٹ پیٹ پکارنے والوں اور دولت عزت کے متوالوں کو بائیکاٹ کریں۔ یہ ہمکو جینے نہ دینگے۔ انکو کالج و اسکول بنانے دو۔ ان کو انجمن و کانفرنس میں غل مچانے دو۔ یہ اور انکے سب حالی موالی یہاں رہیں ہم وہاں اُٹھ چلیں گے۔ ہم اِنکے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ ہمکو ایک سانس انکے ساتھ لینا دوبھر ہے +

انہوں نے بہت لکھنے والے بنائے ہیں جو بھاپ کی مشینوں کی طرح انجان اور بیخبر ہو کر چلتے ہیں۔ انہوں نے بہت سے بولنے والے تیار کیے ہیں جو گراموفون کے ریکارڈوں کی مثل گاتے بجاتے ہیں۔ اور عالمِ بیچارگی میں دوسروں کے ہاتھ سے البم میں بند کر کے رکھدیئے جاتے ہیں۔ ہم بیمار ہوں تو انکو بنفشہ۔ گاؤزبان یاد آتی ہے۔ سرسام کا خطرہ ہو تو سر کے بالوں کو نظر لگاتے ہیں۔ سردی آئے تو لحاف و

محبت کے اسم صفاتی

سے یاد کرتے ہیں۔ وہاں اُنکے ادب کی کچھ رسمیں تھیں۔ یہاں کے رواج سے میں واقف نہیں ہوں تو انہی کو سامنے کیوں نہیں بلا لیا جاتا۔ یہاں بھی پردہ قائم رہا تو بڑی مشکل ہوگی۔ انہی سے پوچھیں۔ انہی سے معلوم کریں کہ آپ کی مہربانیوں کی حمد و ثنا کیونکر ہوتی ہے۔ آپکی دلنوازیوں کی داد کس طرح دیجاتی ہے +

حکم ہو تو آنسوؤں کے سمندر قدموں پر نثار کریں۔ ارشاد ہو تو ایک نعرہ مجنونانہ بلند کرکے دنیائے جدید کو آپکے الطاف کی خبر دیں۔ کچھ تو بولو۔ ہم بھی تو موسیٰ سے ہم کلام ہونیوالے کی آواز سنیں۔ ہمکو بھی تو معلوم ہو کہ ہت مرتبہ کے درجے اور مراتب میں آپکے لحاظ و سکوت سے دم لبوں پر آگیا۔ ہم اور تو کچھ نہیں چاہتے فقط آپ کی تعریف کا طریقہ دریافت کرتے ہیں +

ہاں یہ۔ آؤ یہ۔ ربنا انت۔ مولانا انت۔ ہکذا۔ مثل ہذا۔ ارے تو۔ افوہ آپ این قدر حضرت شما۔ نئی دنیا کے دیوانو آؤ۔ دیکھو۔ نقاب اُٹھ گئی۔ پہلے سے جدید محرم راز مچھروں کو بلاؤ جو راتوں کو ان کی یاد میں بلبلایا کرتے تھے۔ اور درد کے افسانے سریلی صداؤں میں سنایا کرتے تھے +

دیکھیں وہ یہ ہیں۔ قربانی کے جانوروں کو پکارنا جن کی خاطر بچھلے دن انہوں نے سر کٹائے ہیں۔ دیکھو کھلم کھلا میرے گھر میں آئے ہیں۔ تم نے جان کھو دی اور یہ جان لینے سے کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ کیا بیچارے انجان ہیں۔ وہ سروں کی گردن پر چھریاں پھر گئیں۔ اور آپ بیخبر بنے کھڑے ہیں۔ یہ تمہارے ہی کہدنے تھے۔ تم ہی پر صدقے ہوگئے۔ آؤ ذرا آنکھوں میں تو آؤ۔ ذرا کلیجہ کو تو ٹھنڈا کرو۔ منم عبد و تو معبود۔ یا موجود یا موجود +

لوحِ مزار

شہیدانِ کربلا

(از حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب مدظلہ)

اس میدان میں ایک وفادار فوج نے آبیتر ڈبی جس نے اپنے سپہ سالار کے سامنے جانیں قربان کیں۔ یہاں ان تیغ زنوں کی آرامگاہیں ہیں جو تین دن کی بھوک پیاس میں حریف سے جانبازی کے ساتھ لڑے +

اس جگہ حسینؑ ابن علیؑ کے فدائیوں کا گنج شہیداں ہے۔ اس مقام پر آل ہاشم کی جوانمردیاں مدفون ہیں +

یہ زمین ان مقتول جسموں پر فخر کرتی ہے جو اپنے آقا کی لاج کے لیے کٹ کر گرے اور اسے امداد ئے۔ اس خاک کے ذرے شہیدوں کے خون بگینا ہی کو اپنے سینوں پر بطور تمغہ اعزاز کے لگائے ہوئے افتادہ ہیں +

یہ وہ لشکر تھا جسکی کمک کے لیے کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ یہ وہ فوج تھی جسکو سامان کسرت میسر نہ تھا۔ یہی وہ سپاہ ہے جسکو کسی بیرونی امداد کا سہارا نہ تھا اس نے مایوسی کے میدان جنگ میں تلوار کھینچی۔ اُس نے ہراس یاس کی رزمگاہ میں نیزہ بلند کیا۔ یہ دشمنوں کی کالی گھٹا پر اپنے تیر برسانے کھڑے ہوگئے۔ حالانکہ اُنکے ہونٹ خشک تھے۔ دل تین روز کی پیاس سے بیٹھے جاتے تھے چُسکیاں قابو میں نہ تھیں۔ مگر اُنہوں نے ایک رفیق اور سرفروش فوج کی طرح کام کیا +

یہاں حسینی قصر کے چراغ گل ہوئے پڑے ہیں۔ یہاں پیغمبری تاج کے روشن ہیرے

ٹوٹ کر گرے ہیں۔ یہ سب اپنی قوموں کے سردار تھے جنہوں نے اپنے بڑے سردار کے لیئے سر دیئے۔ انہوں نے اسکے واسطے گردنیں کٹوائیں جس کے پاس دنیا کا چاندی سونا نہ تھا جو سر سبز زمین کا ایک ٹکڑا بھی انکو انعام میں نہ دے سکتا تھا۔ جسکی لاچاری اور تنہائی پر جنگل کے درخت آنسو بہاتے تھے انہوں نے دین کو اختیار کیا۔ اور دنیا پر لات ماری۔ انہوں نے اپنے رسولؐ کی امانت کو بچایا اور خود مٹ گئے۔ یہ حق اور راستی کے حمایتی ہیں جو لشکر عظیم کی تلواروں اور تیروں سے سینہ سپر ہو کر مقابل ہوئے۔ یہ اُمت مرحوم کی وہ نشانیاں ہیں جو قدم رسولؐ کے نشان پر موت سے پنجہ کرکے مر گئے*

سلام اُن پر۔ قربان اُنکے نام پر۔ نثار اُن کے کام پر۔ جبتک فرات کے دریا میں روانی ہو۔ جبتک ریگستان کربلا کے ذروں کی سلامتی ہو اُس وقت تک کہ آسمان اپنے سورج کو چمکتا دیکھے۔ اور زمین مقتولوں کے خون پیئے۔ اُنپر رحمت برستی رہے*

یہ نوشتۂ عبرت ہے۔ اُن بندگان سبحان کے لیئے جو الست کے دن اپنے رب سے جان و مال کا سودا کر کے آئے ہیں۔ یہ تحریر نصیحت ہی۔ اُن دلیروں کے واسطے جن کی آنکھیں سچی بہادری اور جرأت کی مثالیں دیکھنے کی آرزومند ہیں* والسلام*

سیّاں

پڑدوں میں تورے پیّاں

(منقولہ حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب مدظلہ)

ایران کی شہزادی ۔ مدینہ کی ملکہ شہربانوؓ کو دیکھنا ۔ کربلا کے خیمہ میں اپنے اکیلے بے یار و مددگار شوہر حسینؓ ابن علیؓ کو مقتل بھیجتے وقت کن الفاظ سے مخاطب ہوتی ہیں ۔"

رن کو سدھارنے والے ۔ میرے سہاگ کو لیکر رخصت ہونیوالے اِسکو دیکھ جو تیری رکاب پر سر رکھتی ہے ۔ اسکی سُن جسکا گھر اُجڑ رہا ہے ۔ میرے بانکے چھبیلے سیاں اپنی بپتا کی ماری بانو کی طرف نظر اُٹھا ۔ لمبے لمبے کیس والے پیا اپنی نار کی بات سُنتا جا جسکو غم کی اندھیری رین ۔ دُکھ کی کالی بدلی ابھی سے ڈرا رہی ہے کیا تجکو خبر نہیں ۔ میں نے اپنی اٹھارہ برس کی کمائی تجھ پر لٹائی ۔ کیا تجکو معلوم نہیں ۔ میں نے اپنے لخت جگر علی اکبر کو گودیوں میں کھلایا ۔ اور جب خدا نے اُسکے سہرے کے دن دکھائے تو تیری آن کی خاطر حق کے نام پر قربانی کر دیا ۔ کیا تو نے میرے دودھ پیتے علی اصغر کو خون میں تڑپتا نہیں دیکھا ۔ کیا تو نے اُس معصوم کی لاش میری گود میں نہیں دی جس نے کسی کا گناہ نہیں کیا تھا ۔ اب تو بھی جاتا ہے ۔ تجکو مجھ برہ کی ماری پر ترس نہیں آتا ہے ۔ ایران کے دربار کی شہزادی کو لونڈی بنانے والے ۔ کیا آجکے دن کے لیئے میں تیری کنیز بنی تھی کیا اسیکا نام شرط وفا ہے ۔ کیا یہی پیچان اُلفت ہے ۔ خدا کے نام پر مرنے والے ۔ رقیب خوش نصیب کے پہلو میں جانیکے لیئے

تیار ہونے والے۔ اگر تجکو خدا کی لگن لگی ہوئی تھی تو میرا دل کیوں لیا مجھ بے زبان پر کیوں کمند ڈالی ۔

میں تیرے پیروں پڑتی ہوں میں تجکو قتل گاہ جانے سے روکتی نہیں مگر یہ منتی کرتی ہوں کہ تو خدا کے ہاں جاکر مجکو بھول نہ جائیو۔ اور میرے ان زخموں کو یاد رکھیو جو تیرے نینوں کی کٹاری سے میرے دل پر لگے ہوئے ہیں

میں جانتی ہوں خدا نے تم لوگوں سے کہدیا ہے کہ میرے خیال کے سوا کسی سے غرض اور تعلق نہ رکھنا۔ اس لیئے ڈرتی ہوں کہ کہیں میرا دھیان تیرے دل سے بالکل نہ جاتا رہے۔ اُس سے کہیو جس نے اپنا نام خود رقیب رکھا ہے کہ اپنے بنائے ہوئے سچے اور جائز قانون محبت کی روسے میرے شوہر کو میرا ہی رکھے۔ ورنہ قیامت کے دن اُسکے عرش کے پایہ کو ہلا دوں گی۔ اپنے لال علی اصغر کا خون بھرا کرتا دکھاؤں گی۔ اپنے نونہال علی اکبر کی خون آلود قبا پیش کروں گی کہ میں نے تیرے چاہنے والے حسینؑ کے اوپر اپنا سب کچھ قربان کردیا۔ اب میرا حسینؑ تو مجکو دے ۔

دیکھو سیاں۔ پڑوں میں تورے پیاں۔ جاکر بھولو نہ موری پریت

حضرت امام نے اس افسانۂ درد کو سُنکر فرمایا

بانو میں تمہارا ہوں تم میری ہو۔ اور ہم دونوں ایک ہیں۔ جو ہم دونوں کا ہے۔ کیسی جدائی۔ کس کی غیریت۔ آنکھ کھولکر دیکھو میں جاتا نہیں۔ بلکہ حقیقی طور سے تمہارے پاس آتا ہوں ۔

تصحیح ۔ رسالہ نظام المشائخ بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ صفحہ ۴۰ تخمیس غزل قدسی رہ کے دوسرے بند کا پہلا شعر یوں چاہیئے ۔

دیکھکر حسنِ خداداد کا تیرے عالم | میرا کیا ذکر ہے مر تے ہوں اک ادنیٰ آدم

(اڈیٹر)

شذرات

محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ لفظ محرم کے معنی ہیں قابلِ احترام۔ احترام کیا گیا۔ تحریم یا حرمت اسکا ماخذ ہے۔ چونکہ عرب میں اس مہینے کے اندر جدال و قتال اور جنگ حرام تھی۔ لہذا ماہ محرم اسکا نام رکھا گیا۔ اسلام چونکہ دین الحق ہے اسمیں یہ بھی ایک صفت ممتاز ہے کہ دیگر مذاہب و ملل میں جو بات بھی از قسم محاسن ہو اُسکا جامع اور محافظ ہو۔ کسی شعائر مذہبی یا قومی خوبی کو ضائع کرنے کا روادار نہیں۔ عرب جیسی جنگجو قوم جسکے مختلف قبائل آئے دن ذرا ذرا سی باتوں پر آپس میں چھری کٹاری رہنے کے خوگر ہوں قتل و خونریزی اُن کا روزمرہ کا معمولی مشغلہ ہو۔ اُن کے ہاں سال کے بارہ مہینوں میں ایک چاند کو سفاکی و سنگدلی کی ان حرکات سے مستثنےٰ رکھنا بہرحال بلاشبہ ایک امر مستحسن ہی متصور ہو سکتا تھا۔ اور ممکن ہے کہ یہ حرمت کسی آسمانی تعلیم سے ماخوذ ہو۔ تو چونکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سراپا برکت ہی لوگوں کو نہ صرف کشت و خون۔ قساوت قلبی۔ جہالت اور باہمی کشاکشی سے بلکہ ضلالت و غفلت۔ خدافراموشی و شیطنت کی تمام ہی خصائل ذمیمہ سے پاک کرکے خداترسی امن پسندی۔ مآل اندیشی و سلامت روی کی پرحکمت تعلیم دینا چاہتی تھی۔ اس واسطے مصالح الٰہی کے ماتحت حضور پرنورؐ کی شریعت حقہ نے بھی بطور پیش خیمہ اپنی تدریجی تعلیم میں اُس حرمت کی سنتِ قدیمہ کو برقرار رکھا۔

حیرتناک انقلاب اسلام کی اُس حکیمانہ تعلیم کا جو عربوں کی اکھڑ قوم کو بتدریج دی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہی لوگ جو قتل و غارت گری۔ حرام کاری و شراب خواری۔ قمار بازی۔ دختر کشی وغیرہ تمام بدیوں میں مشاق و شہرہ آفاق تھے۔ کم و بیش ربع صدی کے اندر حیوان سے انسان اور انسان محض سے فرشتہ سیرت باخدا انسان

بن گئے۔ اور ہر قسم کے انسانی کمالات میں ترقی کرتے کرتے آخر اس درجہ تک پہنچے کہ اِدھر تو اقوامِ عالم کے لیئے اسوۂ حسنہ امام اور استاد ٹہیرے۔ اور اُدھر رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی قابلِ رشک و لائق فخر سندِ امتیاز حاصل کی +

نکتۂ معرفت حضرت عیسےٰ علیہ السلام جو بن باپ کے پیدا ہوئے اور آگے کو اُن کی نسل نہیں چلی۔ اس میں سر یہ تہا کہ سلسلۂ نبوت و رسالت بنی اسرائیل سے منقطع ہو کر بنی اسمٰعیلؑ میں منتقل ہونا تہا اور سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی دردِ دل سے نکلی ہوئی یہ دعا رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ الآیۃ قبول ہونی تھی کہ خدایا ان میں ایک ایسا رسول مبعوث فرمائیو جو انہیں تیری آیات پڑھکر سنائے۔ انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ اور ان کا تزکیہ کرے بس جیسے کہ گرمی اور حبس کی شدت حد کو پہنچ جانے پر بارانِ رحمت کا نزول ہو لکرتا ہے یہی طرح چونکہ وہ لوگ آسمانی تعلیمات کو بالعموم بُھلا چکے تھے۔ اور شب و روز فسق و فجور میں مبتلا رہتے تھے۔ حتیٰ کہ جمیع اقسام سیئات میں کسی ملک کی بھی معاصر اقوام ان سے لگا نہ کھاتی تھیں۔ لہذا ضروری ہوا کہ رحمۃ للعالمین کی رسالت وہیں ابر کرم بنکر برسے اور تشنگان ہدایت کو سیراب کرے۔ چنانچہ آنے والے واقعات نے بین طور پر ثابت کر دیا کہ چھ سو سال کی طویل فترۃ کے بعد جناب ختمی مآبؐ کا ظہور پاک فی الواقع "دیر آید درست آید" کا مصداق اور ہر قسم کی برکت اور رحمت کا سرچشمہ نکلا +

ضروری سبق اُمت محمدیہ کی یہ کمال خوش نصیبی و سعادت تھی کہ حبیبِ کبریا جیسا پیشوا ملا۔ (ہزاروں درود و سلام ہوں اُسپر اور اُسکی آل و اصحاب پر) جیسی اعلیٰ درجہ کی تعلیم اِنکو حضورؐ کی شریعت نے دی تھی۔ ویسے ہی اُسکے عظیم الشان نتائج د

ثمرات قدرتی حاصل ہونے تھے جو لاریب حاصل ہوئے اور زمانہ عالم نے دیکھے۔ بلکہ اس وقت جو اقوام زندہ و بیدار کہلاتی ہیں۔ اُنکے بھی بہت سے انصاف دوست ارباب بصیرت بشرح صدر تسلیم کرتے ہیں کہ حاملان اسلام نے واقعی اپنی پاک تعلیمات مذہبی کے طفیل میں عجیب حیرت خیز اصلاح و ترقی کی تھی۔ تو جب ان تعلیم پر کاربند ہونے کے یہ کچھ نتائج تھے تو اس سے عملاً غافل ہونے کا خمیازہ بھی لازماً اتنا ہی افسوسناک ہونا چاہیے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ اب جو ہماری حالت خراب ہے۔ ضرور یہ اس تعلیم سے بے پروائی کا نتیجہ ہوئی۔ ورنہ اس زبونی و آشفتہ حالی کو محض اتفاقی قرار دو گے۔ تو دشمنان اسلام کا یہ کہنا بھی قابل قبول ٹھیرے گا کہ وہ عروج و کمال کچھ اسلام کی برکت سے نہیں بلکہ اتفاقی تھا۔ یا انقلاب روزگار کے ماتحت یا عربوں کی جودت طبعی پر مبنی۔ مگر یہ باطل ہے کیونکہ اہل عرب کی جودت تو یہی تھی نا؟ جو صدیوں سے شرمناک حالات اور تبہ کاری کی حرکات میں مصروف چلی آتی تھی۔ پھر یہ حیرت انگیز پاک تبدیلی اسمیں کیسے ہوئی؟ **یقیناً** اسلامی تعلیم ہی کو اس کا کریڈٹ دیا جاسکتا ہے۔ اور اسی لیے موجودہ نکبت و ادبار کی ذمہ داری بھی اُس تعلیم سے بیگانگی ہی سمجھی جاسکتی ہے نہ کہ اور کوئی سبب ؁

آخر اب ہم کیا کریں؟ ہمیں گمراہی و ہلاکت کے گڑھے سے بچانیوالی کیا چیز تھی؟ لامحالہ۔ بے چون و چرا یہ ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ کی کتاب پاک اور اُسکے احکام پر عمل کرکے دکھلانے والا وہ **مبارک وجود** جسکی نسبت خود جناب باری تعالیٰ کا ارشاد صریح موجود ہے کہ:۔

(**الف**) اللہ کی اطاعت کرو اور اُسکے رسولؐ کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (آل عمران ۱۳۲)

(ب) جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اُسنے اللہ کی ہی اطاعت کی۔ (النساء ۸۰)

(ج) اللہ کو دوست رکھتے ہو تو رسولؐ کا اتباع کرو۔ پھر اللہ بھی تمہیں دوست رکھیگا (آل عمران ۳۱)

(د) رسول اللہ میں تمہارے لیئے نیک نمونہ ہے"۔
غرض قرآن کریم کی بہت سی آیات سے پایا جاتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی ہی ہمارے لیئے **باعث نجات** اور موجب رضائے الٰہی ہوسکتی ہے۔ اس کے خلاف جو کچھ بھی ہو خواہ اُسے کتنی ہی خوشنما صورتوں میں یا دل کو لگتی ہوئی تاویلات سے پیش کیا جائے۔ ہرگز نہ دین حق کے آئین میں شمار ہوسکتا ہے نہ ایک **سچے مسلم** کا شعار۔ پس اگر ہم اپنی اصلاح حال اور فلاح دارین کے خواہشمند ہیں تو ہمارا فرض اس وقت یہ ہونا چاہیئے کہ پیدا ہونے سے مرنے تک کے تمام معاملات اور قومی حالات پر ایک **غائر نظر ثانی** کریں۔ اور دیکھیں کہ ان میں کونسی باتیں **کتاب و سنت** کے برخلاف ہیں اور کیونکر اُن میں پاک تبدیلی ہوسکتی ہے۔ مثلاً یہ ماہ محرم کا چاند چڑھا ہے جسمیں ہمارے اکثر افراد ملت بہت سی خلاف شرع حرکات و بدعات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ سنہ ہجری کا یہ مہینہ بھی پہلا ہے۔ لہٰذا اسی سے شروع کرنا زیادہ موزوں ہوگا۔

عشرہ کے دنوں میں کیا کیا ہوتا ہے

یہاں ہم کوئی ایسی مذہبی بحث نہیں چھیڑنا چاہتے جو ہمارے شیعہ احباب کو ناگوار خاطر ہو کل حزب بما لدیہم فرحون۔ انکے ہاں اگر رسم **ماتم یا تعزیہ داری یا تبرا** کا رثواب ہے تو وہ جانیں اُن کا کام لیکن افسوس تو اُن سُنی المذہب مسلمانوں کے حال پر ہے جو اعتقاداً ان باتوں کے قائل نہیں۔ پھر بھی محض اپنی **غفلت و جہالت** سے بھیڑ چال کے اصول پر وہ وہ کام کرتے ہیں جن کی اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ محرم کی حرمت یوں بھی کچھ کم نہ تھی۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے سبب اور بھی ضروری تھا کہ آپ کے پاک نمونہ سے سبق حاصل کرکے۔ تقویٰ و طہارت۔ دینی غیرت۔ صبر جمیل اور اولوالعزمی و استقامت وغیرہ اسلامی اوصاف کی جیتی جاگتی تصویر بنکے دکھلائیں۔ نذر اللہ۔ نیاز رسول اللہ دیں

درود شریف پڑھیں۔ صدقہ وخیرات کی شکل میں شہیدان کربلا کی ارواح پاک کو ثواب پہنچائیں کثرت استغفار یا دیگر اذکار مسنونہ اور مجاہدات شرعیہ سے اپنا تزکیۂ نفس کریں لیکن کسی ایسے فعل کے مرتکب نہوں جو قرین معصیت ہو یا اسلامی شان کے لیے موجب بدنامی و فضیحت مگر برخلاف اسکے اکثر بڑے شہروں بلکہ بعض قصبات و دیہات تک میں دیکھا جاتا ہے کہ لوگ محرم کو بطور ایک شاندار تہوار کے مناتے ہیں۔ نمود و نمائش و آرائش و زیبائش کے بہت سے مسرفانہ سامان کیئے جاتے ہیں۔ بڑی دھوم دھام کی سبیلیں لگتی ہیں۔ مرثیہ خوانی کی مجالس گرم ہوتی ہیں۔ ان سب سے بھی بڑھکر افسوسناک حیاسوز نظارہ وہ ہوتا ہے جہاں بعض عصمت فروش شاہدان بازاری سانحۂ کربلا اور غم مصائب حضرت سید الشہداء رض کی یاد تازہ کرنے کے حیلے سے اپنی رونق بازار ترقی کا معیار کی خاطر بڑے بڑے دلکش مگر نہایت خطرناک و قابل لعنت جال پھیلاتی ہیں۔ ہزاروں بھولے بھالے عہد شباب کے متوالے نونہالانِ ملک و ملت جنھیں نہ غضِ بصر کی عادت ہوتی ہے نہ رعایت تقوے کا خیال۔ بلکہ سرے سے دینداری و پرہیزگاری ہی اُن کی تعلیم و تربیت میں کچھ دخل نہیں رکھتی۔ غول کے غول راتوں آوارہ گردی کرتے پھرتے ہیں۔ اُن کی اخلاقی حالت پر اِن شرمناک منظروں کا جو کچھ اثر ہوتا ہوگا ایک معمولی عقل و فہم کا آدمی بھی بسہولت قیاس کرسکتا ہے۔ اِن دنوں میں شہروں کی کیفیت بذاتِ خود بھی کچھ کم مکروہات وممنوعات سے لبریز نہیں ہوتی لیکن گاؤں گنویں کے سادہ لوح و خوش اعتقاد زن و مرد آن کر اسمیں اَور اضافہ کردیتے ہیں۔ اِن میں عورتیں صرف بڑی بوڑھی ہی نہیں بلکہ نوخیز دوشیزہ لڑکیاں بلکہ اُن سے بھی کم سن ننھی بالیاں تک ہوتی ہیں۔ پھر شہروں کے شیاطین الانس جیسی جیسی حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ حیا اور خوف خدا مانع ہے کہ اِن کی تشریح کی جاوے۔ علاوہ ازیں ضعیف الاعتقاد عوام خصوصًا عورتیں تعظیم وعقیدت کے لباس میں کھُلم کھُلا مبتلائے شرک

بدعت ہوتی ہیں۔ جانتے ہیں کہ اپنے ہاتھوں کا بنا۔ کاغذ پنی سے منڈھا ہوا کھپچیوں کا ڈھانچ ہے۔ لیکن بڑی بیباکی سے اُسے معبود و مسجود کا درجہ دینے تک کو عین کارثواب سمجھتے ہیں۔ اسلام دنیا میں شرک مٹانے اور توحید کا ڈنکا بجانے آیا تھا۔ اسیوجہ سے ہوشمند و خداترس انسان بُت پرستی و صلیب پرستی وغیرہ حرکات کو سخت قابل نفرت سمجھتے ہیں۔ لیکن کیا تعزیے کے آگے سر جھکانے اور اُس سے مرادیں مانگنے والے ہزارہا مسلمان اسی دین و مذہب کے نام لیوا نہیں ہیں؟ اور کیا مقتدایانِ ملت اور مدعیانِ اصلاح قوم کو اپنے ان دینی بھائیوں کی اس شرمناک حالت کا علم نہیں؟ کیا ان کی اصلاح و ہدایت علمائے اُمت کا فرض نہیں؟ کیا خیر اُمّۃ کی یہ گمراہی و غفلت شعاری خدائے وحدہٗ کی ذاتِ غیور کو جوشِ غضب میں نہ لاتی ہوگی۔ پھر مرثیوں اور سوزخوانیوں میں وہ وہ جھوٹ سچ کے طومار باندھے۔ وہ وہ زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں کہ پناہ بخدا۔ خاندانِ نبوت سے بڑھکر وقار اور صبر جمیل کا نمونہ آج دنیا میں کون دکھلا سکتا ہے! اور اُن سے زیادہ تقوے و رضا بالقضا کی مجسم تصویر کیا کوئی ہوا ہے یا ہوگا! اُن کا سا ضبط۔ اُن کی سی شجاعت۔ بلکہ عورتوں اور معصوم بچوں تک میں اُنکے سے اعلیٰ اخلاق و مردانہ اوصاف اور کہاں دیکھنے یا سُننے میں آسکتے ہیں؟ لیکن آہ! آج اُسی خاندان کے چھپے ڈھکے خانگی حالات تک کا بے حمیت نادان دوستوں کے دست و زبان سے وہ وہ خاکا اُڑتا ہے کہ جسے دیکھ سُنکر ایک غیرتمند محب اہل بیت رضہ کا دل خون ہو جاتا ہے بہت سی مبالغہ آمیز شاعرانہ تک بندیاں تو ایسی لایعنی و دور از حقیقت ہوتی ہیں کہ اُن کا گلے پھاڑ پھاڑ کے یاد و اغیار میں اعلان عام ہونا یقیناً اسلامی شان سے بعید اور حمیت و شرافت کے لیئے موجب ننگ و عار ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ

کہ حضرت سرور کائنات اور آپ کے آل اطہار کی ارواح پاک ہماری ان حرکات سے ضرور بیزار ہوتی ہوں گی۔ آج ایک معمولی شریف آدمی کی بھی غیرت ہرگز یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ اس کی عصمت مآب پردہ نشین بہن بھانجیوں وغیرہ کے نام تک سرِ عام کسی کی زبان پر آئیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ خاندانِ سادات کی مخدرات مطہرات کے اسمائے مبارکہ کی تشہیر۔ پھر جزع و فزع کی بہت سی من گھڑت داستانیں جو ان سے منسوب کیجاتی ہیں کس طرح ان کا کوئی عقیدتمند اور محب صادق سننا پسند کر سکتا ہے؟ دراصل یہ قصہ پُرغم و غصہ بہت طویل ہے۔ لیکن سردست اتنے پر ہی اکتفا کر کے ہم اپنے سُنی المذہب برادران ملت سے پوچھتے ہیں کہ کیا ایسی حرکات میں حصہ لیکر آپ کتاب و سُنت سے جائز سمجھتے ہیں؟ یا ایسی بدعات میں شامل ہو کر خدا اور رسول کے راضی ہونے کی توقع رکھ سکتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نفی ہی میں ان کا جواب ہو سکتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس نازک وقت میں جبکہ ہماری حالت ہر پہلو سے محتاج اصلاح ہے ان شرمناک خرابیوں کے سدباب کی بھی خاص طور پر کوشش نہ کریں۔

ہونا کیا چاہیئے؟

جیسا کہ ہم اوپر بھی مختصراً لکھ آئے ہیں۔ اہل سنت و الجماعت خصوصاً صوفی مشرب مسلمانوں کا مسلک ان ایام میں یہ اور صرف یہ ہونا چاہیئے کہ ائمہ معصومینؑ اور شہدائے کربلارضؓ کے حالات بنظر عبرت و نصیحت نہایت غور و توجہ سے مطالعہ کریں۔ نوافل پڑھیں۔ درود شریف و استغفار اور لاحول کا کثرت سے ورد رکھیں۔ حتی المقدور صدقات خیرات نیز کلمہ کلام سے ان کی ارواح پاک کو ایصال ثواب سے دریغ نہ کریں۔ خلاف شرع بدعات متذکرہ صدر سے نہ صرف خود مجتنب رہیں بلکہ دوسروں کو بھی ان سے بچانے میں ساعی ہوں غرضیکہ

ماہ محرم کے احترام کو ہر طرح ملحوظ رکھکر تمام ممنوع و مکروہ اقوال و افعال سے بچیں۔ کیونکہ شریعت حقہ کے اوامر سے بے اعتنائی اور اُسکے نواہی پر جُرأت و جسارت **ایک جنگ ہے** خدا و رسول کے مقابلہ میں۔ جس سے ہمیں کم از کم ایام محرم میں تو **شرمانا** چاہیئے۔

اہل بیت اطہار کی سچی محبت

یہ ہے کہ ہم اُنکے فضائل پاک کارناموں کی مدح سرائی اور مصائب و نوائب کی نوحہ خوانی کو ہی اپنے لیئے مدارِ نجات نہ سمجھیں بلکہ اُنکے نیک و پاک نمونوں کی پیروی میں اپنے امکان بھر ساعی ہوں۔ خدائے تعالےٰ کے پیارے اور برگزیدہ بندے دنیا میں اسلیئے نہیں آتے کہ اُنکے نام لیوا اُن کی محبت میں غلو کرتے کرتے **منشاے الٰہی** کو بھی پس پشت ڈالدیں۔ بلکہ اُنکے وجود کا مقصود محض صدق و حق کا بول بالا اور خلق اللہ کی روحانی و اخلاقی اصلاح کرنا ہوتا ہے۔ پس جب تک کہ طاعت۔ زہد۔ تقوےٰ۔ نفس کُشی اور شیطان لعین سے جنگ کرنے میں ہم اُنکے **نقش قدم** پر نہ چلیں اور اصولِ شریعت حقہ کی پاسداری میں اُنکی طرح پوری پوری مستعدی و ہمت سے کام نہ لیں۔ ہم کیونکر اُنکے سچے محب یا نام لیوا کہلا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسکی توفیق دے۔ آمین۔

نعت

نغمۂ توحید

(از جناب قاضی احمد میاں صاحب اختر جوناگڑھی)

ہوں فدا تجھ پہ اے مرے دل و جاں ــــ نام پر سے ترے ہیں سو سو قرباں
تجھ سے دلبر پہ دل فدا ہووے ــــ ایسے اپنے بھلا نصیب کہاں
دل ہو تجھ سے جدا یہ مشکل ہے ــــ جاں فدا ہو یہ بات ہے آساں
وصل کی راہ تیری پُر آشوب ــــ ہجر کا تیرے کچھ نہیں درماں
شورِ عشق اور جذبِ شوق سے کل ــــ ہر طرف دوڑتا تھا میں حیراں
شوقِ دیدار میرا آخرکار ــــ لے گیا مجکو سوئے دیرِ مُغاں
آگ روشن وہاں جو آئی نظر ــــ شل ہوئے میں رہ گیا حیراں
نور تیرا تھا وہ نہ تھی آتش ــــ ہر طرف جو وہاں تھا جلوہ کناں
ایک بوڑھا جلا رہا تھا آگ ــــ بیٹھے تھے جسکے گرد مُغ بچگاں
تھے وہ سیمیں عذار و گل رخسار ــــ تھے وہ شیریں زبان تنگ دہاں
جلتی تھیں شمعہائے کافوری ــــ عود و عنبر سُلگ رہا تھا وہاں
جنگ و دف، نے، ستار اور بربط ــــ مُطرب بذلہ سنج و خوش الحاں
مُغ بچے اور موبد و دستور ــــ کرتے تھے خدمت اُسکی از دل و جاں
ہو کے شرمندہ اپنی حالت سے ــــ ایک گوشے میں ہو گیا پنہاں
پوچھا بوڑھے نے کون ہے؟ تو کہا ــــ عاشق بے قرار و سرگرداں
کہا۔ ”دو جام ناب اس کو بھی ــــ بن بُلایا اگرچہ ہے مہماں
اُٹھا ساقی تھا جو کہ آتش دست ــــ بھر دی پیالے میں آتشِ سوزاں

جب پیا میں نے عقل و دیں نہ رہا — جل گیا نیر کفر اور ایماں
ہو گیا مست ایسا مستی میں — شرح بھی جس کی ہو سکے نہ بیاں
میرے اعضا پکارتے تھے یہ — سارے حق الورید و الشریاں
نہیں تیرے سوا ہے بس اک تو — وحدہٗ لا الٰہ الا ھو

پی کہاں

(از عالیجناب مہاراجہ کشن پرشاد صاحب بہادر یمین السلطنۃ کے سی آئی ای حیدرآباد دکن)

کیا نہیں تو جانتا سرِّ نہاں — کیا نہیں ہی بات یہ تجھ پر عیاں
ہے وہی موجود اک جانِ جہاں — ہے وہی اک خالقِ کون و مکاں
کیوں پپیہے ! ہے نوا سنج فغاں — رات دن کہتا ہے جو تو پی کہاں

ہے وہی اِک مبتدائی ابتدا — ہے وہی اک منتہیٔ انتہا
ہے ظہورِ اُسکی ہی ذاتِ پاک کا — ہے وہی دونوں جہاں کا مدعا
کیوں پپیہے ! ہے نوا سنج فغاں — رات دن کہتا ہے جو تو پی کہاں

ہے وہی شاہد وہی مشہود ہے — ہے وہی عابد وہی معبود ہے
ہے وہی مقصد وہی مقصود ہے — ذرہ ذرہ میں وہی موجود ہے
کیوں پپیہے ! ہے نوا سنج فغاں — رات دن کہتا ہے جو تو پی کہاں

سوز میں وہ ہے وہی ہے سازمیں — تار میں وہ ہے وہی آواز میں
نقش میں وہ ہے وہی پرداز میں — سحر میں وہ ہے وہی اعجاز میں
کیوں پپیہے ! ہے نوا سنج فغاں — رات دن کہتا ہے جو تو پی کہاں

اول و آخر وہی ہے اک عیاں — ظاہر و باطن کا ہے وہ رازداں

ہر مکاں کا ہے مکیں وہ بیگماں — اُسکے مظہر ہیں زمین و آسماں
کیوں پپیہے ! ہے نوا سنجِ فغاں — رات دن کہتا ہے جو تو پی کہاں
آئینہ بھی ہے وہی حیرت بھی ہے — ہے وہی منسوب بھی نسبت بھی ہے
ہے وہی خالق وہی خلقت بھی ہے — ذرّے ذرّے سے اُسے الفت بھی ہے
کیوں پپیہے ! ہے نوا سنجِ فغاں — رات دن کہتا ہے جو تو پی کہاں
ہے وہی گل اور وہی ہے رنگ و بو — آپ ہی کر رہا ہے جستجو
پھر رہا ہے جستجو میں کو بہ کو — ظاہر و باطن وہی ہے چار سو
کیوں پپیہے ! ہے نوا سنجِ فغاں — رات دن کہتا ہے جو تو پی کہاں
نالہ کس کا اور کس کی ہے صدا — درد کیا ہے اور ہے کس کی دوا
کون داعی اور کس کی ہے دعا — ہے وہی خود گر نہیں تو جانتا
کیوں پپیہے ! ہے نوا سنجِ فغاں — رات دن کہتا ہے جو تو پی کہاں
کون شبلی اور تھا منصور کون — دار پر چڑھ کر ہوا مشہور کون
کون واصل اور ہے مہجور کون — کون لیلےٰ قیس ہے رنجور کون
کیوں پپیہے ! ہے نوا سنجِ فغاں — رات دن کہتا ہے جو تو پی کہاں
کون طالب اور ہے مطلوب کون — کس کا عاشق اور ہے محبوب کون
کسکی نظروں میں ہوا مرغوب کون — اور پردے میں ہوا محجوب کون
کیوں پپیہے ! ہے نوا سنجِ فغاں — رات دن کہتا ہے جو تو پی کہاں
کیوں نہیں کہتا کہ میں بھی ہوں وہی — کیوں نہیں کہتا کہ ہوں سرِّ جلی
کیوں نہیں کہتا کہ ہوں رازِ خفی — کیوں نہیں کہتا کہ ہے صورت مری
کیوں پپیہے ! ہے نوا سنجِ فغاں — رات دن کہتا ہے جو تو پی کہاں
میہماں ہوں اور صاحب خانہ ہوں — مے بھی ہوں ساقی بھی ہوں پیمانہ ہوں

آپ اپنے عشق کا دیوانہ ہوں شمع ہوں آپ آپ ہی پروانہ ہوں
کیوں پپیہے ! ہے نوا سنج فغاں رات دن کہتا ہے جو تو پی کہاں
خود ہوں موسیٰ اور خود ہوں کوہ طور شعلۂ جوالہ بھی ہوں اور نور
سیکڑوں سے ہوں مئے کا ہوں سرور جس طرف دیکھو ہے میرا ہی ظہور
کیوں پپیہے ! ہے نوا سنج فغاں رات دن کہتا ہے جو تو پی کہاں
کیوں ہوا اے شاد تجھکو کیا ہوا بے ادب بس کیا ہی یہ تو بک رہا
کسکی زلفوں کا تجھے سودا ہوا چاہیئے پاس ادب تو کچھ فدا
کیوں پپیہے ! ہے نوا سنج فغاں رات دن کہتا ہے جو تو پی کہاں
تجھ سے جو مانگوں مرے سبحان دے یاں مجھے عزت وہاں ایمان دے
معرفت کی آنکھ دے پہچان دے جلد دے داتا ترے قربان دے
کیوں پپیہے ! ہے نوا سنج فغاں رات دن کہتا ہے جو تو پی کہاں

✣

چشتی مہاراجہ نے بے قرار پرندے کو پی کا پتہ بتا دیا۔ لیکن جسکے پر نہیں ہیں مگر فریاد کی پرواز پپیہے سے زیادہ ہے اسکی التجاتوں سے تسکین نہیں ہوئی۔ اسکو اقرار ہے کہ پی کا وجود ان تمام مواقع میں موجود ہے جن کی تفصیل چشتی مہاراجہ نے بیان کی ہے۔ مگر پی اپنے چاہنے والوں سے دامن بچاتا ہے۔ وہ سے اشارے کرکے تڑپاتا ہی غباری خاری کے ہاتھ اگر کسی دن یہ آگیا تو آنکھوں میں اور دل میں محصور کر لیا جائیگا اِسکے سوائے کچھ علاج نہیں +

اُسدن اگر چشتی مہاراجہ میرے سامنے اسکی سفارش کرینگے تو میں ہرگز نہ مانونگا اور اُسکو دل سے باہر نہ جانے دونگا +

پھر مہاراجہ کو مشکل پیش آئیگی اور پپیہے کو اُسکے پی کا رستہ نہ بتا سکیں گے +

تماشاگاہ عبرت!

(ماخوذ از الضیا)

ذرا اُٹھ سونیوالے دیکھ تو دنیا کی محفل کو ۔ چلا جاتا ہے کیسا قافلہ آہستہ منزل کو
مسافر بحرِ حیرت میں کھڑے تکتے ہیں ساحل کو ۔ تھپیڑے دے رہی ہے بیقراری کشتیٔ دل کو

یہ دنیا کیا ہے اک منظر ہے رنج و یاس و حسرت کا ۔ نمودِ ہستیٔ موہوم اک جھونکا ہے غفلت کا

ہر اک سو خون کی بارش ہے اُف گلزارِ عالم میں ۔ بلا کی لذتیں پیدا ہوئی ہیں سوگ و ماتم میں
فنائی رنگ کی شوخی نظر آتی ہے شبنم میں ۔ لہو میں ڈوب کے آتا ہے نالہ لب پہ اب غم میں

جہاں کی کشمکش سے کچھ نہیں چلتا ہے بس اپنا ۔ قفس فرسودہ طائر بن رہا ہے ہر نفس اپنا

یہ کسکی شوخیٔ نقشِ قدم ہنگامہ آرا ہے ۔ تلاطم دہر میں یہ کیوں قیامت خیز برپا ہے
یہ گھر گھر کیوں صفِ ماتم بچھی ہے کسکا پُرسا ہے ۔ اُداسی ہر طرف چھائی ہے آخر یہ ہوا کیا ہے
میں سمجھا کیوں ہوا بگڑی ہوئی ہے باغِ عالم کی ۔ جگر سے بھری قیصر کی تیغِ خونفشاں چمکی
دکھائی قوتِ جذبِ زمیں نے اپنی رنگینی ۔ کہاں کی دوستی گلزارِ خوں کی اب ہے گلچینی
زمینِ سنگلاخِ رزمگاہ کی بو ہے اب بھینی ۔ نہ کچھ دنیا کی اُلفت ہے نہ کچھ ہے پاس یکدینی

زمین فتنہ زا کو تشنگیٔ خوں نے گھیرا ہے ۔ چھپا مہرِ تمدن ہر طرف دیکھو اندھیرا ہے

ذرا بیتاب نظر سے دیکھ لیں دنیا کا نظارا
رواں ہے کیسی تیزی سے لہو کا دشت میں دھارا

نہ سائنس آڑے آتا ہے نہ اب ہے فلسفہ پیارا
بنا مریخ ہر اک سرزمین غرب کا تارا

لحد کی بستیاں کبتک بسینگی ظلم کے بن میں
الٰہی کبتلک چمکیگی یہ برقِ قضا رن میں

کہاں شاعر ہیں جو حسنِ غزل سے کرتے تھے جو میخواری
دکھائیں انکو ہم رندانِ مغرب کی بھی سرشاری ۔

سُنا تہمارات ہوتی ہے بہت بیمار پہ بھاری
یہاں دن میں تباہی کی گھٹا دنیا پہ ہے طاری

ذرا سی جان انساں کی ہزاروں رنج سہتی ہے
تماشاگاہ عبرت ہے یہ دنیا عقل کہتی ہے

کاش پورا دلِ بیتاب کا ارماں ہوتا

(ازجناب مولوی سید محمد ناصر صاحب ناصر دہلوی)

کاش پورا دلِ بیتاب کا ارماں ہوتا
سامنے آنکھوں کے طیبہ کا گلستاں ہوتا

ٹھوکریں کھاتا ہوا۔ آپ کے در تک آتا
دردِ دل کرتا بیاں اور میں گریاں ہوتا

شوق سے پھرتا مدینہ کے گلی کوچوں میں
وجد میں "روضہ پہ جاکر" کبھی قرباں ہوتا

اور رو رو کے کبھی حال مصیبت کہتا
اور کبھی خوبیٔ قسمت پہ میں نازاں ہوتا

جوشِ مستی میں کبھی چاک گریباں کرتا
سوزشِ عشق سے روتا کبھی خنداں ہوتا

ہو کے بیچین ترے قدموں پہ میں سر کہتا
جوڑ کر ہاتھ کبھی رحم کا خواہاں ہوتا

شکوۂ ہجر کبھی کرتا میں ہو کر مضطر
اور لب پر کبھی ذکرِ غم پنہاں ہوتا

جالیوں پر ترے روضہ کی کبھی کھکر ہاتھ
دیکھتا جلوہ ترا اور میں حیراں ہوتا

مثلِ پروانہ تڑپ کر میں فدا کرتا جاں
شمع ساں آتشِ الفت سے میں سوزاں ہوتا

کاسۂ فقر و گدائی کبھی لیکر پھرتا
اور شہنشاہ عرب کا کبھی مہماں ہوتا

آپ گر مجکو مدینہ میں بلا لیتے حضور
ہند میں درد و الم سے نہ پریشاں ہوتا

کسی صورت سے پہنچ جاتا مدینہ کے قریب
اتنا احسان ترا گردشِ دوراں ہوتا

جان جاتی ہے مری ہجر میں ناصر اے کاش یہ
سامنے آنکھوں کے طیبہ کا گلستاں ہوتا

ہائے حسینؑ

سلام

(از جناب مولانا محمد نوح صاحب نوح رئیس ناروی)

سلام ایسا ہی پڑھو جو ماجرائے حسینؑ
نظر حسینؑ پہ رہے اور لب پہ ہائے حسینؑ

فرشتے اُسکو لگاتے تھے اپنی آنکھوں سے
ہوا کے ساتھ جو اُڑتی تھی خاک پائے حسینؑ

دمِ اخیر بھی پانی ملا نہ پینے کو
حسینؑ آہ حسینؑ اُف حسینؑ ہائے حسینؑ

ہوئے تھے صدمۂ آزارِ غم کے واسطے جو
بنے تھے صدمۂ آزارِ غم برائے حسینؑ

دفورِ غم سے بُرا حال عورتوں کا ہوا
جو گود میں علی اصغر کی لاش لائے حسینؑ

یہ آرزو تھی ہر اک جاں نثار کے دل میں
مجھی کو قتل کریں اشقیا بجائے حسینؑ

زبان کاٹ لی اُسکی بھی اُن لعینوں نے
نکل گیا جو کسی کے دہن سے ہائے حسینؑ

چڑھا ہے شمر لعین آج اُنکے سینے پر
کبھی تھی دوشِ رسولِ خدا پہ جائے حسینؑ

نہ کوئی یار نہ مونس نہ ہمنشیں نہ رفیق
اسی خیال میں بیٹھے ہیں سر جھکائے حسینؑ

یہ کہکے وہ چلے مقتل میں جان دینے کو
رضائے حق ہی جو کچھ ہو وہی رضائے حسینؑ

علاوہ موت کے پُرسانِ حال کوئی نہیں
اُسی کو دیکھ رہے ہیں نظر اُٹھائے حسینؑ

شفق نے مہر کو چاروں طرف سے گھیر لیا
لہو میں غرق ہوا روئے پُر ضیائے حسینؑ

علیؑ بھی زیرِ زمیں اشکبار ہوتے تھے
حسنؑ بھی قبر میں کہتے تھے ہائے ہائے حسینؑ

ملے نصیب کسی کو تو اس طرح کا ملے
فدائے حُر تھے حسینؑ اور حُر فدائے حسینؑ

زمیں بھی ہل گئی چرخِ بریں بھی کانپ اُٹھا
نکل کے خیمے سے اپنے جو باہر آئے حسینؑ

اُنہیں کے خون سے میت کا اُنکی غسل ہوا
کفن حسینؑ کا خود بن گیا قبائے حسینؑ

وہی تو دل ہے کہ جس دل میں ہو حسینؑ کا غم
وہی زبان ہے جس پر ہو ہائے ہائے حسینؑ

یہی قصور تھا اُنکا کہ بے قصور تھے وہ
یہی خطا تھی کہ کچھ بھی نہ تھی خطائے حسینؓ

ہزار رنج سہے غم سہے ملال سہے
مگر زبان پہ کوئی گلہ نہ لائے حسینؓ

الٰہی عابدؓ بیمار کو ہو صبر عطا
دمِ اخیر تھی یہ آخری دعائے حسینؓ

کسی سے طالبِ امداد ہوں تو کیونکر ہوں
کہ ایک ایک کو بیٹھے ہیں آزمائے حسینؓ

جو کچھ کہیں بھی تو اے نوح کہہ نہیں سکتے
کہاں زبان ہماری کہاں ثنائے حسینؓ

سید الشہدا حسینؑ

(از جناب مولوی غلام محمد صاحب طور ایم اے)

تجھ پر سلام اے شہِ جانبازِ کربلا!
اے یکہ تازِ عرصۂ خوشنودیٔ خدا!

تنہا اِدھر تو، لشکرِ مور و ملخ اُدھر
بیکس پہ یعنی نرغۂ افواج فتنہ گر!

ناری محاصرین تھے نورِ الٰہ کے
قبطی تھے گرد موسیٰٔ طورِ الٰہ کے

کیا جانے کوئی کیا تھا بیابانِ کربلا
صد دشتِ حشر گوشۂ میدانِ کربلا

غربت، پیاس، بھوک، کڑاکے، دھوپ تھی
سہمی ہوئی تھی جان ہر اک جاندار کی

غش کھا رہے تمام جواں مرد مرد تھے
چہرے برنگ چہرۂ مدقوق زرد تھے

بازار کشت و خون کی گرمی وہ الاماں!
لاشوں کے ڈھیر کشتوں کے پشتے یہاں وہاں

پائے ثبات تیرے پہ کب لڑکھڑائے ہیں؟
بل کب تری جبینِ شجاعت پہ آئے ہیں؟

دنیا پہ مر رہے ہیں جہاں کے ستیزہ جو
ہیں پیرانِ آز یہاں کے ستیزہ جو

رُوحی فِدَاکَ معرکۂ کارزار میں
کی تو نے جاں نثار رہِ کردگار میں

باطل پرست حق سے نہ تجکو ہٹا سکے
مورِ ضعیف کوہ کو کیونکر ہلا سکے

مضبوط خاک و خون سے تیرے بنائے دیں
تصویر درد و غم سے ترے ماجرائے دیں

اے آنکہ از نمازِ تو شانِ نمازِ عشق! شرحِ حکایتِ تو بیانِ نمازِ عشق!
امت نے تجھ پہ ہاتھ جفا کے اٹھائے ہیں • تو نے اٹھائے مرتے دعا کے لئے ہیں
یہ حوصلہ یہ صبر یہ گردہ یہ دل کہاں! انسان کے وجود میں یہ آب و گل کہاں!
رازِ نہفتہ تیری شہادت بتا گئی قاتل کی تیغ چوم کے شہ رگ بتا گئی

ہے بند بوالہوس پہ درِ ایوانِ یار کا
خنجر کی دھار رہ ہے شبستانِ یار کا

گلبانگِ قلندرانہ

(از جناب مولانا ظفر حسین صاحب عینی)

مستِ مینائے الستم یا علی بادۂ وحدت پرستم یا علی
ساغرِ عشقِ حبیبِ کبریا ساقیا آمد بدستم یا علی
ہست شانِ ما ولاہم یحزنون در بچشمِ خلق مستم یا علی
حبذا بختم کہ آہنگِ سفر جانبِ یثرب ببستم یا علی
اندریں صحرا نوردی خارہا در کفِ پایم شکستم یا علی
پا بہ سنگ آوردہ از ہر کوچہ بر سرِ کویت نشستم یا علی
توتیائے چشم و اکسیرِ دروں خاکپائے احمد ہستم یا علی
در خیالِ رشتۂ وابستگی از ہمہ عالم گسستم یا علی

گوشۂ چشمِ عنایت زائے تو
جانبِ عینی ببستم یا علی

شمرِ قدرِ حسین کیا جانے

(از جناب قاضی امراؤ علی صاحب جمالی الوری)

شمر قدرِ حسین کیا جانے — مصطفےٰ جانے یا خدا جانے
سگ عدویت عمل کی کیا سمجھے — زاغ کیا رتبۂ ہما جانے
سگِ دنیائے دوں یزید پلید — شانِ آلِ عبا کی کیا جانے
آستانِ حسن کا خاک نشین — شاہ جم جاہ کو گدا جانے
شاہزادوں کا کون گہوارہ — عقل کل کے سوا بھلا جانے
جن کے رخسار بوسہ گاہ نبی — ق — جن کو ریحان مصطفےٰ جانے
ہائے وہ راکبانِ دوش رسول — خون اُن کا شقی روا جانے
کیا مصائب وہ کربلا کے لکھے — جو نہ اسرارِ کربلا جانے
ہاں وہی پھر کہو جمالی تم — مصطفےٰ جانے یا خدا جانے

نعتیہ غزل

(از جناب محمد مبین صاحب کیفی کاملی)

زباں پر مرتے دم یارب ہے کلمہ محمد کا — کھنچا ہو حشر میں دل پر مرے نقشہ محمد کا
شرابِ عشق میں اُنکے دو عالم مست بیخود ہیں — یہاں جلوہ محمد کا وہاں جلوہ محمد کا
گئے معراج کی شب عرش پر اس شان سے حضرت — ملائک میں ابھی تک ہے وہی چرچا محمد کا
گنہگارو! چلو سیراب ہو جام شفاعت سے — نہایت جوش پر ہے اس گھڑی دریا محمد کا
گنہگاروں کو مایوسی ہو کب رحمت کے دامن سے — دمِ پرسش شفاعت کام جب ٹھیرا محمد کا
زلیخا کیا؟ اُڑاتے دھجیاں یوسف گریبانکی — اگر وہ دیکھ لیتے چہرۂ زیبا محمد کا
صفِ محشر سے کیفی پر لگیں لو انگلیاں اُٹھنے — وہ دیکھو جھومتا آتا ہے متوالا محمد کا

مصعب بن عمیر رضہ مدینہ کے مسلمانوں کے امام تھے۔ ابن ام مکتوم صحابی رضہ انکو قرآن پڑھاتے تھے۔ ایک دن مصعب بن عمیر رضہ اور اسعد بن زرارہ رضہ قبیلہ بنو عبد الاشہل کو ایک کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھے ہوئے دعوتِ اسلام دے رہے تھے سعد بن معاذ رضہ (اسعد بن زرارہ کے خالہ زاد بھائی) نے یہ دیکھکر اسید بن الحضیر رضہ سے کہا کہ تم جاکر ان لوگوں کے مجمع کو منتشر کردو۔ یہ لوگ ہماری قوم کے ضعفا اور عورتوں کو آبائی مذہب کے خلاف (اسلام) سکھاتے ہیں۔ اگر اسعد بن زرارہ میرا خالہ زاد بھائی نہ ہوتا تو میں اسکے دفعیہ کے لیے کافی تھا۔

اسید بن الحضیر یہ سُن کر اُٹھے اور تلوار لیے ہوئے اسعد بن زرارہ رضہ کے پاس آئے مصعب بن عمیر رضہ نے کہا۔ بھائی صاحب آپ کیوں کھڑے ہو۔ بیٹھ جاؤ۔ میں تم سے کچھ عرض کرونگا۔

اسید بن الحضیر نے کہا کہ تم لوگ ہمارے یہاں اس لیے آئے ہو کہ ضعیف الاعتقاد لوگوں کو بہکاؤ؟ اگر تمہاری کوئی ذاتی ضرورت ہو تو بیان کرو۔ ورنہ یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔

حضرت مصعب نے کہا کہ تم ذرا بیٹھ تو جاؤ۔ میں تم سے گفتگو کرونگا اگر تمہاری خاطر میں آئے تو قبول کرلینا۔

اسید بن الحضیر نے کہا کہ یہ بات تم نے انصاف کی کہی ہے۔ اور یہ کہکر بیٹھ گئے۔

حضرت مصعب رضہ نے فضائل اسلام بیان کرکے قرآن شریف سنانے لگے۔ اسید ابن الحضیر کلام مجید کو سُنکر بار بار کہتے جاتے تھے مَا اَحْسَنَ ھٰذَا الْکَلَامُ (یہ کلام کیا ہی اچھا کلام ہے)

جب مصعب رضہ قرآن شریف کی تلاوت کرچکے تو اسید رضہ نے پوچھا کہ بھائی

اس دین میں داخل ہونے کا طریقہ تو بتلاؤ۔

حضرت مصعبؓ نے کہا کہ تم اپنے جسم اور کپڑوں کو پاک کرو میری طرح دو رکعتیں نماز پڑھو اور سچے دل سے کلمۂ شہادت (اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ) پڑھو۔

اُسید بن حضیرؓ نے نہایت صداقت اور خوشی سے جسم و کپڑوں کو پاک کر کے نماز پڑھی۔ اور علی الاعلان صدق دل سے کلمۂ شہادت پڑھا۔ اور حضرت مصعبؓ سے کہا کہ میرے سوا ایک اور شخص ہے۔ اگر وہ مسلمان ہو گیا تو پھر کوئی شخص تمہارا مخالف نظر نہ آئیگا میں جا کر اُسکو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔

جب اسیدؓ سعد کے قریب پہنچے تو سعد نے کہا۔ مَا فَعَلْتَ (تو نے کیا کیا) اُسیدؓ نے جواب دیا کہ میں نے ان دونوں شخصوں سے باتیں کیں۔ بخدا وہ کسی سے نہیں ڈرتے۔ میں نے انکو منع کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جو ہمیں مناسب اور بہتر معلوم ہوتا ہے کرتے ہیں اور کرینگے۔

سعد بن معاذؓ یہ سنتے ہی اپنی تلوار لیکر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور نہایت تیزی کے ساتھ اسعد بن زرارہؓ کے پاس آ پہنچے۔ اور بحد غصے ہو کر اسعد بن زرارہ سے کہا کہ واللہ اگر میری اور تیری قرابت نہ ہوتی تو تجکو اسی تلوار سے قتل کر ڈالتا تم لوگ ہمارے ہی محلوں میں رہکر ہماری ہی قوم کو بہکاتے ہو۔

اسعد بن زرارہؓ تو یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ اور حضرت مصعبؓ نے نہایت نرمی اور شفقت سے انکو بٹھایا۔ الغرض یہ بھی اسیدؓ کی طرح ایمان لائے جب لوٹ کر اپنے جلسہ میں آئے تو اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا کَيْفَ تَعْلَمُوْنَ اَمْرِيْ فِيْكُمْ (تم لوگ میرے حکم کو اپنے لیئے کیسا جانتے ہو) سب نے بالاتفاق یہ کہا سَيِّدُنَا وَاَفْضَلُنَا رَأْيًا وَيُمْنًا (ہم اپنا سردار مانتے ہیں اور رائے اور عہد کے لحاظ سے

تم کو فضل سمجھتے ہیں) اسکے جواب میں سعد بن معاذ رض نے کہا۔ واللہ میں تم میں سے کسی سے کلام نہ کرونگا۔ جب تک تم سب لوگ اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان نہ لاؤگے اسید بن الحضیر رض نے بھی اس کلام کی تائید کی۔ چونکہ یہ قبیلہ بنی عبد الاشہل کے سردار تھے۔ انکے مسلمان ہوجانے سے ایک ہی دن میں کُل بنو عبد الاشہل چھوٹے بڑے عورت و مرد مسلمان ہوگئے۔ تھوڑے ہی دنوں میں مدینہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں کوئی عورت و مرد مسلمان نہو۔ (ابن خلدون)

عقبہ ثانیہ

حضرت مصعب بن عمیر رض ایک سال تک مدینہ منورہ میں رہے۔ اس اثنا میں انصار کا ایک گروہ اسلام میں داخل ہوگیا۔ نبوت کے تیرہویں سال جب موسم حج آیا تو مصعب بن عمیر رض ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لاچکے تھے اوائے حج کے لیئے مکہ کو روانہ ہوئے۔ اس قافلہ میں اُنکے ہمراہ وہ لوگ بھی تھے جو ہنوز اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔

مدینہ کے مسلمانوں نے مکہ میں پہنچکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ایام تشریق کے وسط میں عقبہ (گھاٹی) کے قریب ملنے کا وعدہ کیا۔ یہ جماعت رات کو خفیہ طور سے ملی۔ عبداللہ بن عمرو رض ابو جابر رض اور چند لوگوں نے اسی شب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپکے ساتھ عہد و پیمان کیا کہ اگر آپ مدینہ میں تشریف لائینگے تو ہم آپ کی خدمت گزاری میں کوتاہی نہ کرینگے۔ اگر کوئی دشمن مدینہ پر چڑھکر آئیگا تو ہم آپ کی طرف سے اُس سے لڑینگے۔ الغرض جاں نثاری میں کسی طرح قصور اور کمی نہ کرینگے۔ اس بیعت کا نام عقبہ ثانیہ ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

نقبائے مدینہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں بارہ ۱۲ نقیب (حاکم) منتخب فرمائے نو بزرگ تو قبیلہ بنو خزرج کے تھے اور تین ۳ اوس کے۔

ان سے آپ نے مخاطب ہوکر یہ فرمایا کہ تم لوگ اپنی قوم کی تعلیم و تعلّم کے ذمہ دار ہو۔ جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ذمہ دار تھے۔ اور میں تم سب لوگوں کا ذمہ دار ہوں۔ ان حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ (۱) اسعد بن زرارہ رض (۲) رافع بن مالک رض (۳) عبادۃ بن الصامت رض (۴) سعد بن الربیع رض (۵) عبد اللہ ابن رواحہ رض (۶) برار بن معرور رض (۷) ابو جابر رض (۸) سعد بن عبادہ رض (۹) منذر بن عمرو رض۔ یہ نو شخص قبیلہ بنو خزرج کے تھے۔

(۱۰) اسید بن الحضیر رض (۱۱) سعد بن خثیمہ رض (۱۲) رفاعہ بن المنذر رض۔ یہ تین حضرات قبیلہ اوس کے حاکم تھے۔

جب یہ بیعت تمام ہوگئی۔ اور یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوکر اپنے اپنے خیموں اور فرودگاہوں میں واپس آگئے تو اُسوقت کفار قریش کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی صبح ہوتے ہی قریش کا ایک گروہ انصار کی فرودگاہ میں آیا۔ اور اُنکو اسلام لانے اور بیعت کرنے پر سخت سست کہنے لگا انصار رض نے بھی اُنکو ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

کفار قریش اُٹھکر چلے آئے۔ اور مسلمانوں کی تکلیف دہی ایذا رسانی پر اُنھوں نے قسمیں کھائیں۔

عبد اللہ بن سلول نے کہا کہ افسوس کی بات ہے کہ ہماری قوم اس طرح اتفاق نہیں کرتی۔ اسکے بعد قریش کے چند لوگ انصار کو گرفتار کرنیکے لیے روانہ

ہوئے۔ قافلے کے تمام مسلمان دور نکل گئے تھے۔ صرف دو مسلمان اُنکے ہاتھ میں آئے۔ اِن میں سے ایک پھر اُنکے ہاتھ سے نکل کر بھاگ گیا۔ سعد بن عبادہ رض کو پکڑ کر رسّوں سے باندھ دیا۔ اور اُنکے لمبے بال پکڑ کر شہر مکہ میں گھسیٹتے ہوئے لے آئے۔ جبیر بن مطعم نے سعد بن عبادہ رض کو اِن ظالموں کے جور و ستم سے بچایا۔ یہ مدینہ میں سعد بن عبادہ کے جوار میں رہتا تھا۔ (ابن خلدون)

بخاری شریف میں بی بی عائشہ رض سے روایت ہی کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا اُحد سے زیادہ بھی کبھی آپ کو تکلیف ہوئی ہی تو آپنے فرمایا کہ ہاں۔ جنگ اُحد سے زیادہ اُسوقت مجکو تکلیف ہوئی ہی۔ جبکہ میں نے عبد یالیل وغیرہ پر اسلام پیش کیا۔

حضرت ابن عباس رض سے روایت ہی کہ (انہی ایام میں) ضماد رض مکہ میں آئے۔ یہ قبیلہ ازد شنوءہ میں سے تھے۔ (یہ یمن کے ایک بہت بڑے قبیلہ کا نام ہی) ضماد رض منتر پڑھتے اور افسونگری کرتے تھے۔ مکہ کے بیوقوفوں سے جب ضماد رض نے یہ سنا کہ محمدؐ (جنات کے اثر کے باعث) مجنون ہوگئے ہیں تو اُنہوں نے قریش سے کہا کہ اگر میں محمدؐ کو دیکھوں تو میں اپنے منتر سے اُنکا علاج کروں۔ شاید اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں سے اُنکو شفا عطا فرمائے۔ لَعَلَّ اللّٰهَ يَشْفِيهِ عَلَىٰ يَدَيَّ چنانچہ ضماد رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ اور کہا۔ اے محمدؐ! میں جنوں کے آسیب دفع کرنیکے لیے منتر پڑھتا ہوں۔ کیا آپ کو منتر سُننے کا شوق ہے!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کے جواب میں یہ فرمایا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ	سب طرح کی تعریف اللہ کیواسطے ہی۔ ہم اُسکی تعریف اور اُسکی
مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ	نعمتوں کا شکر کرتے ہیں اور ہر کام میں اُسی کی مدد چاہتے ہیں

جسے خدا راہ راست دکھاتا ہی اُسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔

وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ — اور جسکی رہنمائی خدا نہ کرے اُسکی رہبری کوئی نہیں کرسکتا

وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا عبادت کے لائق کوئی

وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ — بھی نہیں وہ یکتا ہے اسکا کوئی شریک نہیں میں اس

اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ — بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ خدا کا بندہ اور اُسکا رسول ہے

اَمَّا بَعْد - اِس حمد و نعت کے بعد مُدعا یہ ہے -

ضماد رضؓ یہ کلمات سُن کر بول اُٹھے کہ انہی کلمات کو پھر فرمائیے - رسولؐ خدا نے ان کلمات کو تین دفعہ سُنایا - ضماد رضؓ بے اختیار بول اُٹھے :-

لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ — بیشک میں نے کاہنوں - جادوگروں اور

وَقَوْلَ السَّحَرَةِ وَقَوْلَ الشُّعَرَآءِ — بہت سے شاعروں کا کلام سُنا ہے

فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ كَلِمَاتِكَ — لیکن ایسا کلام تو میں نے کسی سے

هٰؤُلَآءِ — بھی نہیں سُنا

یہ کلمات تو دریائے کلام کی بے پایاں فصاحت و بلاغت کو پہنچے ہوئے ہیں - اپنا ہاتھ بڑھائیے - تاکہ میں آپ سے اسلام پر بیعت کروں - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَبَايَعَهٗ - ابن عباس رضؓ نے کہا کہ ضماد رضؓ نے بیعت کی - اور مُسلمان ہوگئے (مسلم کتاب)

معراج الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ — وہ ذات پاک ہے جو اپنے بندے (حبیبؐ) کو رات کے

لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى — وقت مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس)

الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا — تک لیگیا وہ مسجد اقصیٰ جسکے گرد و گرد ہم نے (دنیا و دین

حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ — کی) برکتیں دے رکھی ہیں (مقصود یہ تھا) کہ ہم اُن کو

هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (بنی اسرائیل ع ۱ پ ۱۵) — اپنی (قدرت کے) چند عجائبات معاینہ کرائیں - بیشک

اسد ہی سُننے والا اور دیکھنے والا ہو

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ۝ مَا ضَلَّ
صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی ۝ وَمَا
یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ
اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ عَلَّمَهٗ
شَدِیْدُ الْقُوٰی ۝ ذُوْ مِرَّةٍ
فَاسْتَوٰی ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ
الْاَعْلٰی ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝
فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝
فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی ۝
مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۝
اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی ۝ وَلَقَدْ
رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ۝ عِنْدَ
سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ۝ عِنْدَهَا
جَنَّةُ الْمَاْوٰی ۝ اِذْ یَغْشَی
السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی ۝ مَا زَاغَ
الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝ لَقَدْ رَاٰی
مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ۝

(النجم ع ۱ - پارہ ۲۷)

(یعنی شہاب) ستارے کی قسم جب وہ ٹوٹتا ہے
کہ تمہارے رفیق (محمدؐ) نہ بھٹکے۔ اور نہ بہکے
اور نہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں کرتے ہیں (بلکہ)
یہ (قرآن) وحی (خداوندی) ہے جو ان پر نازل ہوتی ہے
اور ان کو (جبرئیل فرشتہ) نے سکھایا ہے جو سخت قوت
والا زور آور ہے۔ پھر جس وقت وہ آسمان کے اونچے
کنارے میں تھا (آپکے سامنے اپنی صورت میں)
سیدھا آکھڑا ہوا۔ پھر نزدیک ہوا اور (پیغمبر کی طرف)
اتنا جھکا کہ (دونوں میں) دو کمان کی برابر فاصلہ
رہ گیا۔ بلکہ (اس سے بھی) بہت کم۔ پھر خدا نے اپنے
بندے (محمدؐ) کی طرف جو وحی کرنی تھی سو کی۔ نبی نے
جو کچھ دیکھا تھا (انکے) دل نے اس میں کچھ جھوٹ
نہیں ملایا۔ کیا تم لوگ اس پر جھگڑتے ہو کہ جو کچھ انہوں نے
(معراج میں) دیکھا ہے؟ انہوں نے تو (معراج کیوقت)
سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جہاں (متقیوں کے) رہنے کی جگہ
جنت ہے جبرئیل کو ایک بار اور بھی (اصلی صورت میں)
دیکھا تھا۔ جبکہ سدرہ پر چھا رہا تھا (یعنی نور) اُسوقت
بھی پیغمبرؐ کی نظر نہ بہکی۔ اور نہ حد سے بڑھی۔ بیشک پیغمبر نے
اسوقت اپنے پروردگار (کی قدرت) کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے

عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ
مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ

قتادہ نے انس بن مالک سے اور انس نے مالک
ابن صعصعہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم

أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ أُسْرِيَ
بِهِ بَيْنَمَا أَنَا فِي الْحَطِيمِ وَرُبَّمَا
قَالَ فِي الْحِجْرِ مُضْطَجِعًا إِذْ أَتَانِي
آتٍ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهٖ إِلَى
هٰذِهٖ يَعْنِي مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ
إِلَى شِعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِي
ثُمَّ أُتِيتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ
مَمْلُوٍّ إِيمَانًا فَغُسِلَ قَلْبِي ثُمَّ
حُشِيَ ثُمَّ أُعِيدَ وَفِي رِوَايَةٍ
ثُمَّ غُسِلَ الْبَطْنُ بِمَاءِ زَمْزَمَ
ثُمَّ مُلِئَ إِيمَانًا وَحِكْمَةً
ثُمَّ أُتِيتُ بِدَابَّةٍ دُونَ الْبَغْلِ
وَفَوْقَ الْحِمَارِ أَبْيَضَ يُقَالُ لَهُ
الْبُرَاقُ يَضَعُ خَطْوَهٗ عِنْدَ أَقْصٰى
طَرْفِهٖ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ
بِي جِبْرِيْلُ حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ
الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا
قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ
قَالَ مُحَمَّدٌ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ
قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ

کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس رات کے حالات
صحابہ رضہ سے بیان کیے جس میں آپ کو معراج
کے لیے لیجایا گیا کہ اسوقت میں حطیم[1] میں اور
بعض وقت فرمایا کہ میں حجر میں لیٹا ہوا تھا دفعۃً
میرے پاس آنے والا (فرشتہ) آیا۔ پس اُس نے
یہاں (حلق) سے لیکر یہاں (زیر ناف) تک چیر دیا
"راوی نے کہا اِس اشارہ سے آپ کی مراد حلق
کی ہنسلی سے لیکر ناف کے نیچے بالوں تک ہے) اور میرے
دل کو نکال لیا۔ پھر میرے پاس ایمان سے بھرا ہوا
سونے کا ایک طباق لایا گیا۔ پھر میرا دل دھویا گیا
پھر ایمان وحکمت سے بھر دیا گیا پھر اپنی جگہ پر رکھ دیا
گیا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ زمزم کے پانی
سے پیٹ دھویا گیا۔ پھر ایمان وحکمت سے بھر دیا
گیا۔ پھر میرے پاس خچر سے نیچا گدھے سے اونچا
سفید رنگ کا ایک جانور لایا گیا جسکو براق کہا
جاتا ہے وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں اُسکی
نگاہ پہنچتی تھی مجکو اُسپر سوار کیا گیا۔ پھر مجکو جبرئیل
لے چلے یہاں تک کہ پہلے آسمان تک پہنچے جبرئیل نے
دروازہ کھلوایا۔ فرشتوں نے پوچھا کون ہے؟ کہا
جبرئیل ہوں۔ کہا اور تمہارے ساتھ کون ہے کہا محمد
ہیں۔ فرشتوں نے کہا کیا وہ بلوائے گئے ہیں جبرئیل
نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے کہا مرحبا انکا تشریف لانا مبارک

[1] حجر اور حطیم سے ایک ہی مقام مراد ہیں صرف اختلاف لفظ راوی سے ظاہر کیا ہے ۱۲

آپ کیا غضب کر رہے ہیں

انتخاب نظام المشائخ

جسکا اشتہار نظام المشائخ میں کئی مہینے سے ہو رہا تھا بکتا چلا جاتا ہے آپنے ابتک نہ منگایا ہو تو جلدی ایک کارڈ لیکر لکھدیجیے کہ آپکو بھی وہ بھیجدیا جائے۔ قیمت عوام سے ۱۲ خریدارانِ نظام المشائخ سے ۸ ۔ نظام المشائخ[1] یا خیابان طبیب کا نیا خریدار بنائے تو مفت محصولڈاک بصورت آپکے ذمے

دیر نہ لگائیے ورنہ پچھتائیے گا

یہ قیمتیں صرف بغیر محصولڈاک کے لیے اور ہیں۔ پھر بارہ آنہ دینے ہوں گے

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دھلی

[1] چندہ سالانہ نظام المشائخ [illegible] و خیابان طبیب [illegible] (فقط [illegible]) تین روپے دستے

چوب چینی و عشبہ انگلیس مجرب فوائد

جس کی تصدیق حکیموں ڈاکٹروں نے اپنے مریضوں پر آزمانے کی ہے

فائدہ ۱ جس کی تصدیق ایک سو دس مریضوں نے آپ استعمال کر کے کی ہے۔ اور سرٹیفکیٹ دیئے ہیں [illegible] جن کو خشک یا سوزاک ہو چکا ہوا اور کچھ عرصہ کے بعد جلد پر سیاہی یا دھبے یا چہرے اور جسم پر [illegible] چھائیاں یا برص اور پھوڑے پیدا ہو گئے ہوں اس مرکب کے استعمال کرنے سے تمام ہو کر [illegible] دور ہو [illegible]

فائدہ ۲ جس کی تصدیق ۵۴ مختلف مریضوں نے اور مختلف عمر کے لوگوں نے کی ہے وہ یہ ہے کہ [illegible] بھوک بند ہو جاتی دن بدن لاغر ہوتے جاتے تھے چہرہ پہلے سوکھا اور مرجھا ہوا پیدا ہو گیا [illegible] رہتے تھے معدہ پر بوجھ کبھی دست کبھی قبض ہو جاتی تھی اس مرکب کے استعمال سے [illegible] ہو گئے +

فائدہ ۳ جن کی تصدیق دو سو مریض کر چکے ہیں۔ خون گندہ ہونے سے چہرہ پر چھائیاں اور جسم پر دانے پھوڑے پھنسیاں کثرت سے مختلف جگہ میں پیدا ہو کر ان سے لیسدار پانی بہ کر جہاں وہ پانی لگتا تھا زخم ہو جاتا تھا +

فائدہ ۴ جن کی تصدیق ۴۳ آدمی کرتے ہیں ان کی ساقوں کا چمڑا سیاہ اور سوکھا ہو گیا تھا اور پسینہ آنے سے سخت خارش ہوتی تھی۔ ہر وقت جلد پر [illegible] رہتا تھا۔ اور جلد سے سخت بدبو آتی تھی +

فائدہ ۵ جس کی تصدیق [illegible] مریض کرتے ہیں خنازیر غدد و جسم میں گلٹیاں اور [illegible] گلٹیاں [illegible] جاتی تھیں اسکے استعمال سے بڑی گلٹیاں [illegible] اور آگے پیدا ہونی بند ہو گئیں اور مرض جاتا رہا +

فائدہ ۶ جن کی تصدیق تین سو مریض کرتے ہیں [illegible] تا سور اور بھگندر سے [illegible] جاری [illegible] تھی اور سخت اذیت کا سامنا ہوتا تھا اس مرکب چند روزہ استعمال سے ناسور [illegible] اور زخم [illegible] +

فائدہ ۷ جن کی تصدیق [illegible] مریض کرتے ہیں [illegible] تمام بدن اور پنڈلیوں میں درد ہوا کرتا تھا جس سے [illegible] دن بدن سوکھی جاتی تھی انکی [illegible] اس استعمال سے [illegible] اور درد جاتا رہا +

فائدہ ۸ جس کی تصدیق چار سو عورتیں اسے استعمال کرنے کے بعد کرتی ہیں کہ ان کے [illegible] اور رحم سے [illegible] پانی جاری رہتا تھا ایام حیض میں کمر و سر میں سخت درد ہوا کرتا تھا۔ اسکے استعمال سے ایام باقاعدہ ہو گئے۔ رحم کا پانی بند ہو۔ چہرہ سرخ ہو گیا +

الغرض یہ مرکب عشبہ و چوب چینی سب سے عمدہ ہے مصفیٰ خون ہے

جو ہر حیثیت سے ناکارہ اور نقصان رساں ثابت ہوتے ہیں کیونکہ وہ بلا لحاظ [illegible] کی [illegible] بنائے جاتے ہیں جس سے خون زیادہ غلیظ اور تیز ہوتا ہے اس مرکب سریع الاثر فائدے دکھلاتے ہیں [illegible] اعضائے رئیسا اندرونی پر بہت اچھا اثر ڈالتا ہے جس سے تمام جسم کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔

ثبوت کیلئے اس جوہر کے استعمال سے پہلے اپنے بدن کو وزن کرلو۔ وزن [illegible] بڑھ جائے گا۔ نصف صدی سے یہ مرکب ملک کے ہر ایک حصہ میں تجربہ کیا گیا ہے +

قیمت

قیمت شیشی کلاں جو ایک ماہ کے لیے کافی ہے تین روپے شیشی خورد [illegible] علاوہ اس کے اس شفاخانہ میں ہر مرض کی مجرب دوائیں موجود ہیں (۱) شربت مقوی اعصاب [illegible] (۲) طلائے نامرد [illegible] (۳) دوائی سوزاک [illegible] سے [illegible] (۴) حب [illegible] آتشک [illegible] (۵) حب [illegible] (۶) حب [illegible] جریان احتلام [illegible] (۷) [illegible] (۸) سنوف [illegible] دندان [illegible] (۹) [illegible] اگر آپ کسی مرض سے تنگ ہیں تو [illegible] مفت منگائیں جس سے معلوم ہو جائیگا کہ مرض قابل علاج ہے یا نہیں اور یہ کہ کب تک صحت ہوگی +

پتہ: شہنشاہی سند یافتہ حکیم حاجی غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور موچی دروازہ

الناظر

ہندوستان کا مشہور ماہوار رسالہ جو ۱۹۰۹ء سے ظفر الملک علوی کی ادارت میں
نہایت حسن و خوبی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

کی بدولت ملک بھر کے تمام اردو رسالوں میں اپنی خصوصیات خاص کی وجہ سے ایک خاص
حیثیت حاصل کر چکا ہے۔

(۱) اشاعت کی پابندی تمام ہمیشہ انگریزی مہینہ کی پہلی تاریخ کو ہوتی رہی ہے۔

(۲) ملکی مضمون نگاروں کے بہترین مضامین مستقل کتابوں سے زیادہ قیمتی ہوتے ہیں۔

(۳) زبان کی فصاحت، روز مرہ، محاورات کی صحت اور بیان کی پختگی جیسی کسی میں نہیں پائی جاتی۔

(۴) ریسرچ و تحقیق و تنقید کا اس آزادی سے ... کہ سارے ملک سے خراج تحسین حاصل کیا ہے۔

(۵) بڑے بڑے علمی، ادبی، سیاسی، مذہبی و اخلاقی مسائل پر مضامین اٹھائے جاتے ہیں۔

(۶) ہر قسم کے مضامین اس خوبی سے جمع کئے جاتے ہیں کہ مختلف مذاق کے لوگ پورا لطف اٹھا سکیں۔

(۷) ترتیب مضامین، نظم و نثر ... اعلیٰ معیار ... سب یورپ و امریکہ کے رسالوں کے مقابلہ کا ہے۔

(۸) اس سال سے ... میں حجم تین جزو سے پانچ جزو ہو گیا اور قیمت میں صرف ... کی گئی۔

(۹) ہر سال میں ایک مستقل کتاب اسکے اوراق میں جزو جزو شائع کی جاتی ہے۔

(۱۰) لکھائی چھپائی کاغذ سب عمدہ و دیدہ زیب ہوتا مگر سادگی کا لحاظ رہتا ہے۔

قیمت سالانہ صرف (عہ) مع محصول ڈاک

چار آنے کے ٹکٹ بھیجکر ایک پرچہ نمونہ کا منگا کر دیکھیے۔ اگر پسند آئے تو مستقل خریدار ہو جائیے گا۔ ورنہ دفتر کو پرچہ واپس کرنے پر ٹکٹ بھیج دیئے جائیں گے۔

المشتہر منیجر الناظر ... لکھنؤ

ہماری نئی ایجاد

انتہی عمدہ و اعلیٰ اعضائے رئیسہ و جسم و دماغ کے لئے اکسیر ہے دنیا بھر
مین ابھی تک نہ نکلی ہوگی ان گولیان نے قوت بخشی کا ہزارون نے اپنے ہاتھون سے کھوئی
ہوئی طاقت پھر لانے مین مشہور ہو گئی ہین بڑے بڑے ڈاکٹرون
طبیبون اور یورپینون نے اسکو بیحد زیادہ بڑھ کر تجربہ مین پایا
ہے ہزارہا سرٹیفکیٹ موجود ہین قیمت ۳۲ گولیون کی ایک روپیہ ہے
ہمارا طلاودیاکرن تیل خارجی علاج دو ہفتہ مین نامرد کو مرد
بنا دیتا ہے قیمت فی شیشی ۶ ماشہ تیل پانچ روپیہ صہ
پانچ روپیہ کی فرمائش پر ایک روپیہ کمیشن دیا جائیگا

پتہ

ویدشاستری - جام نگر - کاٹھیاواڑ

دہلی ایجنٹ - مسٹر امیر چند ولد پریم چند عطار کھاری باؤلی دہلی

نرخنامہ اشتہارات نظام المشائخ

مقدار	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
¼ صفحہ	عـہ/	عـاـہ/	للعہ/	؏ہ
½ "	عـاـہ/	صہ/	لعہ/	؏ے
پورا صفحہ	للعہ/	عـے	؏ے	سـے

نوٹ متفرق غیرمستقل اشتہارات کی اجرت ۴ ر فی سطر کے حساب سے ہوگی تخفیف کی گنجائش نہیں۔

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

نئے تحفے

[illegible]

... کا رسالہ آبحیات صوفی ... بہاء الدین ... پنجاب

نئے تحفے

دیار حبیب صلعم کے عکسی تصاویر فوٹو

[illegible] اصلی [illegible] فوٹو [illegible] محنت سے [illegible] میں [illegible] شیشہ پر [illegible] [illegible] فوٹو [illegible] [illegible] بڑے مکان [illegible] [illegible] [illegible] شریف کا فوٹو [illegible] [illegible] سنہری حروف جو فوٹو میں [illegible] ہیں [illegible] مدینہ منورہ کا نظارہ (۳) مکہ معظمہ میں [illegible] نظارہ [illegible] کا [illegible] (۵) شیطان کو کنکر مارنے کا نظارہ [illegible] میدان عرفات [illegible] حضرت [illegible] جنت المعلی (واقعہ مکہ معظمہ) جس میں حضرت خدیجہ [illegible] حضرت [illegible] کے مزار کے فوٹو بھی ہیں [illegible] جنت البقیع جس میں [illegible] حضرت عثمان غنیؓ و شہدائے البقیع وغیرہ (۹) کعبۃ اللہ [illegible]

جو کلام مجید کی [illegible] فوٹو میں خوش خط [illegible] پڑھی جاتی ہے

یہ وہ نقشے نہیں جو بمبئی وغیرہ کے بازاروں میں عام طور پر فروخت ہیں [illegible] پہلو نگار [illegible] کانوں اور مردوں کو زینت بخشیں۔ سائز ہر ایک فوٹو [illegible] انچ ہے

حرم مدینہ منورہ کا سطحی نقشہ

یہ نقشہ ایڈیٹر صاحب صوفی اپنے گزشتہ سال حج میں مدینہ منورہ سے اپنے ہمراہ لائے تھے یہ ایک ترک انجینئر نے موقع کی پیمائش کر کے پیمانے سے بنایا نہایت عمدہ تصویر اور عجیب چیز ہے مسجد نبوی میں جہاں جہاں ستون ہیں نقشے میں [illegible] ایک چھوٹا سا دائرہ بنا دیا ہے حضرت سرور کائنات صلعم کے عہد مبارک میں مسجد کی جس قدر حد تھی اس کو سبز رنگ دیا گیا ہے [illegible] عمرؓ حضرت عثمان بن عفانؓ اور دیگر خلفائے نے اپنے عہد میں جس قدر ایزادیاں کیں ہیں سب علیحدہ علیحدہ [illegible] دکھائی ہیں۔ ریاض جنت کا ٹکڑا جس کے ستونوں کا رنگ موقعہ پر تمیز کے لیے زرد رنگ کا [illegible] میں بھی ستونوں [illegible] رنگ دیا ہے۔ باب الرحمت باب السلام باب النساء۔ باب جبرئیل باب المجیدی وغیرہ سب عین مطابق موقعہ پیمانے سے بنائے گئے ہیں۔ روضہ شریف جناب سرور کائنات صلعم و حضرت ابا بکر صدیقؓ حضرت عمر خطابؓ [illegible] موقعہ پر ظاہر کر دی گئی ہے [illegible] مخزن [illegible] کتب [illegible] بستان فاطمۃ الزہرا۔ بیر فاطمہؓ اور دیگر ضروری مقامات بھی دکھائے گئے ہیں منبر۔ محراب النبی صلعم۔ محراب عثمانؓ۔ جائے تکبیر سب دکھائے ہیں۔

یہ نقشہ پانچ رنگوں میں خاص اہتمام سے تیار کرایا گیا ہے مع رول و کپڑا روغنی نقشہ قیمت [illegible] کو ملتا ہے جو خوبی کے مقابلہ میں کچھ بھی قیمت نہیں۔ قیمت صرف [illegible]

المشتہر منیجر کارخانہ آبحیات صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات (پنجاب)

نمک سلیمانی

جس اصلی و مستند نسخے اور خاص ترکیب سے ہم نمک سلیمانی تیار کرتے ہیں اسکو کسی نے نہیں پایا ہی اسلیے نقلی اور اصلی و مصنوعی نمک سلیمانی سے جو اس کی تقلید میں تیار کیے جاتے ہیں اسکے فوائد و تاثیر کی برابری نہیں کر سکتے۔ ہزارہا اشخاص اس بیش بہا ایجاد کی آزمائش کر چکے ہیں ہمیشہ کامیابی کے ساتھ فائدہ ہوتا ہی یہ اصلی نمک سلیمانی تمام شکایتوں کو دور کرکے معدہ کو قوی کرتا ہی اور بدن میں خون صالح بافراط پیدا کرکے تندرستی کو بڑھاتا ہی۔ اور امراض ذیل میں تیر بہدف فائدہ بخشتا ہی دائمی قبض بدہضمی شکم میں درد اور نفخ ہو جانا کمی اشتہا یعنی بھوک کا نہونا کھٹی ڈکار کا آنا سینہ جلنا منہ سے بدمزہ پانی چھوٹنا۔ طحال یعنی تاپ تلی ضعف معدہ۔ وبائی امراض ہیضہ۔ اسہال پیچش۔ بواسیر۔ درد کمر درد گردہ اوجاع اورام مفاصل یعنی گٹھیہ۔ درد سر۔ دمہ ضعف دماغ ضعف بصر۔ کمی باہ یعنی نامردی جریان یعنی دہات تپلی ہونا۔ آتشک ورجلدی امراض جیسے سفید داغ وڈورے وغیرہ اور دیگر امراض باطنی میں مثل تریاق کے حکمی تاثیر رکھتا ہی۔ بچوں کو دانت نکلنے کی حالت میں نفع پہنچاتا ہی۔ عورتوں کی خاص بیماریوں کے ایام ماہواری میں کسی قسم کا خلل ہو تو فائدہ کثیر بخشتا ہی۔ بھوک بڑھاتا ہے اور غذا کو فوراً ہضم کرتا ہی جس کے باعث انسان کے جسم میں خون معمول سے زیادہ پیدا کرتا ہی اور ہر قسم کی سستی اور غمگینی دور کرتا ہے۔ اور طاقت مردانگی بڑھتی ہے فساد خون کو زائل کرکے رنگ بدن صاف شفاف رکھتا ہے قلب کو قوت اور فرحت بخشتا ہے پژمردہ طبیعت کو خورسند کرتا ہی اور وہم و فکر کو زائل کرتا ہی اور معدہ کی تمام خرابیوں کو دور کرکے اس کی قوت کا محافظ رہتا ہی۔ ہیضہ اور طاعون کے دنوں میں اس کا استعمال اکسیر کا کام دیتا ہی ہر ایک گھر میں اصلی نمک سلیمانی کی ایک شیشی موجود رکھنا نہایت مناسب ہے اس سے وقت بے وقت پر جادو کا اثر ظاہر ہوتا ہی قیمت فی شیشی ۱۲ر تین شیشی کے لیے (۱عہ) علاوہ محصولڈاک۔

المشتہر

منیجر کارخانہ آب حیات وصوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات پنجاب

خضاب لاجواب

افسوس ہے کہ اکثر لوگوں نے خضاب کے اشتہار دے کر اور بے لفاظی اور جھوٹے دعوں کے ذریعہ پبلک کو بدظن کر دیا ہے ہمارا یہ دعویٰ تو ہرگز نہیں ہو سکتا کہ خضاب لاجواب کے صرف ایک دفعہ لگانے سے ہی سفید بال سیاہ ہو کر عمر بھر کے لیے چھٹکارا ہو جاتا ہے بلکہ ہم اس کی واجبی تعریف ناظرین کی خدمت میں بلا پس و پیش درج کرتے ہیں اور یقین دلاتے ہیں کہ اگر آپ کو کسی بلا نقص خضاب کی ضرورت ہے تو یہی خضاب ہے جو سفید بالوں کو تھوڑی دیر تک قدرتی سیاہ رنگ دیتا ہے بال مثل ریشم کے نرم رہتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ اس کے لگانے سے پیشتر جتنے بال سفید ہونگے اُتنے ہی رہیں گے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ اس خضاب کے برابر دنیا بھر میں اور کوئی خضاب آجتک ایجاد نہیں ہوا اہل ملک نے اس خضاب کی خوبیوں کا اندازہ کر لیا ہے۔ آجتک ہمیں کبھی کسی قسم کی شکایت کا موقعہ نہیں ملا۔ خضاب لاجواب کی تصدیق میں صرف معززین کے ہزاروں خطوط موجود ہیں۔ چنانچہ اکثر نامی گرامی رؤسا۔ جاگیرداروں و فوجی لوگوں کی خدمت میں بکثرت جاتا ہے پس اگر مہندی وسمہ کی تکلیف اور نقصان سے بچنا اور بلا تکلیف سفید بالوں کو سیاہ کرنا چاہتے ہو۔ اور پیری میں جوانی کی خواہش ہے تو خضاب لاجواب بہار شباب کو آزمائشاً ایک دفعہ ضرور منگائیے۔ قیمت فی بکس (۱عہ)

اصلی ممیرے کا سُرمہ

فواید۔ اصلی ممیرے کا سرمہ ضعف بصارت۔ تاریکی چشم۔ دھند جالا پڑوال۔ غبار پھولا سرخی۔ پانی بہنا خارش وغیرہ کے واسطے تیر بہدف حکمیہ علاج ہے سٹوڈنٹوں اور قانون پیشہ اصحاب کے لیے یہ ایک عجیب وغریب تحفہ ہے جو صاحب اسکو استعمال کرتے رہینگے انشاءاللہ تعالیٰ عمر بھر کبھی آنکھیں خراب نہ ہونگی۔ جوانی کی عمر میں جو لوگ اسکا استعمال کرتے رہیں گے وقت پیری کو جوانی سے بہتر پائیں گے۔ قیمت فی تولہ سرمہ سیاہ (عہ) سرمہ سفید فی تولہ ۲عہ

المشتہر

منیجر کارخانہ آبحیات و صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات پنجاب

اکسیر عنبری

میں خدا کے فضل و کرم سے وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جن کے حاصل کرنے کے واسطے اہل ملک لاکھوں روپیہ یورپ اور نیز جھوٹے اشتہاروں کی نذر کیے جاتے ہیں۔ خداوند کریم کی عنایت سے اب چونکہ ہندوستان کے ہر حصہ میں اکسیر عنبری کا تجربہ ہو چکا ہے اسلیے مجھے اس کی تعریف میں صفحے سیاہ کر کے آپ کی سمع خراشی منظور نہیں اور نہ اس کے پورے صفات بیان کرنے کی اس اشتہار میں گنجائش ہے۔ یہ جوانی کی روح اور بڑھاپے کی جان ہے یہ مقوی ممسک مفرح اور مبہی ہے اور وہ پرمیہ کے تمام امراض مثل کثرت احتلام اور جریان و سرعت وغیرہ کو نافع ہے جوانی کی غلط کاریوں اور بچپن کی شادی سے جب آدمی زندہ درگور ہو جاتے ہیں۔ اکسیر عنبری ہی نئی زندگی بخشتا ہے اسکی پہلی خوراک منہ میں ڈالتے ہی دل و دماغ میں ایک سریع التاثیر سرور پیدا ہو کر حواس خمسہ ظاہری و باطنی تیز و روشن ہو جاتے ہیں۔ خیال اعلیٰ اور مفید سوجھنے لگتے ہیں۔ دلکو وہ تقویت اور تفریح پہنچتی ہے کہ گویا قادر مطلق نے ایک نئی زندگی عطا کی ہے ضعف دل بیچینی دل۔ دلکا دھڑکنا دل کا ڈوبتے جانا۔ پراگندہ خیال سانس کا پھول جانا وغیرہ امراض کے واسطے ایک سچا اور قابل اعتماد تریاق ہے جس کے استعمال سے ویرج کے تمام امراض کو ایک خاص فائدہ پہنچاتا ہے جو اور ادویات کی طرح عارضی نہیں ہوتا۔ جب اعصاب میں بہ سبب کوتاہ اندیشی غلط کاری عیاشی کثرت محنت دماغی رنج و فکر وغیرہ سے ضعف آجائے۔ اور جس میں کمی واقع ہو تو اکسیر عنبری ایسی حالت میں اکسیر ثابت ہوگا۔ اسلیے امیروں وکیلوں ججوں منصفوں۔ تحصیلداروں۔ رئیسوں جاگیرداروں مجسٹریٹوں فوج اور پولس کے عہدہ داروں وغیرہ کو یہ مونس و رفیق ہر دم اپنی جیب و جان کے ساتھ رکھنا چاہیئے جہاں ذرا طبیعت گھبرائی جھٹ ایک خوراک منہ میں ڈال اور تر و تازہ ہو گئے قیمت فی شیشی چار روپے (للعہ) تین شیشی کے خریدار کو محصولڈاک معاف

نادر طلاء مستی عضو تناسل کو سخت اور قوی اور دراز کرتا ہے تقویت باہ کے لیے نہایت مجرب ہے پٹھوں کو مضبوط اور مستحکم کرتا ہے عضو تناسل میں ایستادگی اور خواہش پیدا کرتا ہے ہزارہا بار کا مجرب ہے کہ یہ بلا مضرت ہے قیمت فی شیشی جو ایک آدمی کیلئے کافی ہے صرف پانچ روپیہ (اعہ) المشتہر

مینیجر کارخانہ آبحیات وصوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات پنجاب

آب حیات

آب حیات نے جس قدر نام پایا ہے اُس کی مکمل تشریح کے واسطے ایک علٰحدہ کتاب کی ضرورت ہو عام طور پر ہر ایک انسانی بیماری کے دفعیہ کے واسطے یہ اکسیر اعظم ہے طرفہ یہ کہ اُس کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے۔ دیکھو ہر قسم کی کھانسی نزکام نمونیا درد پیچ وجع المفاصل بواسیر نقرس معدہ پر اس کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے اور فساد خون۔ قولنج ہیضہ۔ طاعون پھوڑا پھنسی اور دانت کے درد او ضعف بصارت وضعف باہ نامردی لقوہ سوزاک آتشک بخار جس گھر میں موجود ہے اُس کو ادویات تیار کرانے کی ضرورت نہیں ایک شیشی میں پچاس بیماروں کے لیے دوا ہوتی ہے۔ آبحیات کے مقابلہ میں اور ادویات ورنی بکس فضول ہیں سفر و دیہات میں جہاں حکیم یا ڈاکٹر نہیں ملسکتا یہ نعمت عظمیٰ ہے بڑے بڑے نامی ڈاکٹر اور حکیم اس کے استعمال سے پانچ نے بچاس تیار ہیں نا واقف آدمی اس کو استعمال کر کے پورا حکیم بن جاتا ہے آبحیات سے ہر ایک دھات کا کشتہ ہو جاتا ہے۔ پارہ کی گولی بن سکتی ہے یہ تیل صرف بونیشو کا تیل ہے قیمت فی شیشی (عہ) نمونہ کی شیشی (۹ر)

ذیابیطس

جن لوگونکو بار بار پیشاب آتا ہے۔ اکثر تو اس میں شکر کے اجزاء پائے جاتے ہیں۔ ایسے بیماروں کو تشنگی زیادہ ستاتی ہے۔ پیشاب پر کیڑے جمع ہو جاتے ہیں قوت باہ گھٹ جاتی ہے۔ نیند خراب اور منہ کا ذائقہ بدمزہ اور ہاتھ پاؤں میں یبوست کا غلبہ آنکھیں کمزور رقت کی کوئی حد نہیں رہتی جسم دبلا ہو کر سوکھتا چلا جاتا ہے جن لوگوں کو پیشاب کی زیادتی شروع ہو۔ اگر وہ فی الفور علاج نکریں تو انکو یقین کر لینا چاہئے کہ اگر مرض جڑ پکڑ جائے تو لا علاج ہو جاتا ہے اسی واسطے مریض ذیابیطس والا چونکہ زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہ سکتا ہے اور اس لیے بیمہ کمپنیاں اس کا بیمہ نہیں کرتی۔ یہ گولیاں مرض کو دور کرنے کے علاوہ قوت زائل شدہ بحال کر دیتی ہے کثرت پیشاب رک جانے سے مرد بن جاتا ہے اور تمام تکلیفیں دور ہو کر پیشاب سے شکر کم ہو جاتی ہے۔ ذیابیطس میں وہ لوگ زیادہ مبتلا ہونے کے قابل ہوتے ہیں۔ جو لحیم شحیم فربہ خواہ مخواہ آدمی اور میانہ قلیہ مرغی پلاؤ اڑانے والے بستر پر بیٹھ کر عیاشی کرنے والے ہوں۔ یہ دوائی اس مرض کے لیے تریاق ہے فی بکس (سے ر)

المشتہر منیجر کارخانہ آبحیات وصوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات (پنجاب)

کارخانہ آبحیات کی نسبت

چند معزز انگریزوں کے سرٹیفکٹ

ڈاکٹر جے نے میڈیکس صاحب بہادر ایل آر سی آئی ایڈ ایس ایس سول سرجن ضلع ٹونگی برہما۔ آپ کا آبحیات نہایت مفید دوا ہے پچھلے دو ہفتوں میں آپ سے چوبیس روپے کی دوائیں منگا چکا ہوں۔ آیندہ بلا میری درخواست کے ہر ماہ میں تین شیشیاں بھیج دیا کریں۔

ڈبلیو این لڈلم صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ پولس ضلع گجرات مجکو وجع المفاصل میں آپ کی دوائی سے صحت ہوگئی۔

اے جی فنڈ سالمین صاحب بہادر اگزکٹو انجنیر ضلع وسیور مدراس میں بڑی خوشی سے اس امر کی تصدیق کرتا ہوں کہ آپ کی دوائی آبحیات بہت سے مرضوں میں مفید ثابت ہوئی ہے

اے آر ایڈورٹن صاحب بہادر اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولس برما آپکی دوائی ہر طرح کے درد کے لیے اکسیر ہے تین شیشیاں اور بھیجدیں

ایچ اے کروڈی صاحب بہادر ریاست دربھنگہ آبحیات وجع المفاصل کے لیے مفید ہے تین شیشیاں اور بھیجدیں۔

جی بی جانس صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ ورکشاپ و اسسٹنٹ انجنیر ٹریونڈرم احاطہ مدراس پچھلے سال میں نے آپکی دوائی منگائی تھی اور اسکو ملیریا بخار اور بعض دیگر امراض پر استعمال کیا تھا میں بہت خوش ہوا چنانچہ اسکے استعمال سے سب لوگ صحتیاب ہوگئے

سی ایچ ربی صاحب بہادر جنوبی شان اسٹیٹ برہما آپ اپنی بے نظیر دوائی کی ۸ شیشیاں اور بھیجدیں پچھلا اسٹاک ختم ہوگیا ہے آپ کی دوائی بیشک دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتی

چند معزز ہندوستانی اصحاب کے اسناد

مہاراجہ صاحب بہادر دربھنگہ آبحیات جو آپ نے کلکتہ میں روانہ کیا تھا نہایت مفید ثابت ہوا تین شیشیاں بذریعہ ڈاک اور بھیجدیں۔

ہز ہائینس بیگم صاحبہ والیہ ریاست بھوپال ہمارا ذخیرہ آبحیات ختم ہو گیا چار شیشیاں اور بھیجدیں۔

خان بہادر مولوی نہال الدین احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر درجہ اول اناؤ آبحیات نہایت مفید ایجاد ہے اس کی ایک شیشی ہر وقت گھر میں اور جیب میں رکھنی ضروری ہے۔

آنریری کپتان سردار بہادر علی گوہر خان صاحب پنشنر ضلع جہلم آپ کی دوائی نہایت مفید ثابت ہوئی ایک شیشی اور بھیجدیں۔

صوبیدار میجر فیض علی خانصاحب بھوپال الفنٹری [illegible] آبحیات ہر مرض پر اکسیر اور اسم بامسمی ہے ۸ شیشیاں اور بھیجدیں

خان بہادر صوبیدار میجر محمد علی خانصاحب ملٹری پولس حال مقیم جلال آباد ضلع شاہجہانپور آپ کی دوائی بہت اچھی ہے دو شیشیاں اور بھیجدیں۔

راجہ چندا چور سنگھ صاحب بہادر ریاست چندر پور آبحیات دوائی نہیں بلکہ طلسم ہے ۵ شیشیاں اور بھیجدیں۔

آنریبل راجہ جے چند صاحب بہادر والئے ریاست لمبا گاؤں ضلع کانگڑہ آبحیات نہایت عمدہ دوا ہے تین شیشیاں اور بھیجدیں

میاں محمد عبد العزیز صاحب گورنر ریاست پونچھ میں تصدیق کرتا ہوں کہ آبحیات نہایت بے نظیر دوائی ہے جب میں امرتسر میں منصف تھا میں نے یہ دوائی منگا کر استعمال کی تھی۔

دوائیں ملنے کا پتہ منیجر کارخانہ آبحیات و صوفی بنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات (پنجاب)

انتخاب نظام المشائخ کی نسبت اخبارات کی رائیں

انتخاب نظام المشائخ مختلف قسم کے چیدہ مضامین کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ لکھائی اور چھپائی و کاغذ نفیس قیمت ۱۲ ار (وکیل مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۲۶ء)

انتخاب نظام المشائخ چیدہ مضامین کا مجموعہ ہے اس میں ۲۲ مضامین قابل اور مشہور لوگوں کے قلم کے لکھے ہوئے درج ہیں۔ چھپائی لکھائی۔ کاغذ ترتیب سب خوب شروع میں خواجہ حسن نظامی اور ملا محمد الواحدی کی تصاویر دی گئی ہیں۔ (زمیندار اعظم ۹ ستمبر ۱۹۲۶ء)

دہلی کے مشہور رسالہ نظام المشائخ کے بعض نمبروں میں سے قیمتی اور دلچسپ مضامین کو جناب ملا محمد الواحدی صاحب ایڈیٹر رسالہ مذکور نے منتخب فرما کر نظام المشائخ کی لکھائی چھپائی کاغذ اور تقطیع پر شائع کیا ہے۔ (۲۰×۲۶ ۱۲۸) صفحات کی کتاب تصوف و اخلاق کے قیمتی مضامین شروع میں خواجہ حسن نظامی و ملا صاحب موصوف کے فوٹو مع میں ۱۲ر علاوہ محصول قیمت ہے (پیغام صلح)

انتخاب نظام المشائخ :- دہلی کے اس نہایت مشہور اور صوفیوں کے واحد باقاعدہ رسالہ کی ۳ جلدوں کے ۲۲ چیدہ چیدہ مضامین کا انتخاب ہے گویا ان جلدون کا عطر ہے۔ انتخابی مضامین کا یہ پہلا قابل مطالعہ انتخاب ہے شروع میں خواجہ حسن نظامی اور ملا سید محمد ارتضیٰ الواحدی صاحب کی تصویریں مع خواجہ صاحب کے آٹوگراف کے ہیں قیمت ۱۲ر علاوہ محصول (علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ)

نظام المشایخ دہلی کا ایک نامور پرچہ ہے جسمیں نہایت فلسفیانہ اسلامی مضامین شایع ہوتے ہیں۔ اسی کی تین جلدوں سے بائیس مضامین چنکر ۱۲۰ صفحے کی ایک کتاب انتخاب نظام المشایخ کے نام سے ترتیب دی گئی ہے۔ خواجہ حسن نظامی صاحب کے مضامین دعا۔ آستانہ بزم مولود" وغیرہ اس قابل ہیں۔ کہ انکو بار بار پڑھا جائے اور ضرورت تھی۔ کہ ان کو کتاب کی صورت میں پبلک میں لایا جاتا۔ اس کے علاوہ حکیم فرید احمد صاحب ملا محمد الواحدی اور دیگر پختہ کار مضمون نگاروں کے اردو لٹریچر کا نمونہ ان اوراق میں ملتا ہے۔ خواجہ صاحب اور ملا صاحب کے فوٹو بھی دیئے گئے ہیں

(ذوالقرنین مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۱۴ء)

انتخاب نظام المشایخ میں دہلی کے مشہور و نامور صوفیانہ رسالہ نظام المشایخ کی تین جلدوں کا عطر کھینچا گیا ہے۔ ٹائیٹل الٹتے ہی من موہنی طرز تحریر کے موجد حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب اور نوجوان صوفی محمد الواحدی کی عکسی تصویریں نظر آتی ہیں۔ اس انتخاب میں کل ۲۲ مضامین ہیں جنمیں دعا۔ اور یاد اللہ کے علاوہ طلسماتی تختہ۔ حب وطن۔ آنسو اور حال وقال۔ خونی تارہ۔ اہل بیت کا رجز۔ عالمگیر کی باطنی ولایت وغیرہ بھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ مضامین ہر چند اب کتابی صورت میں دوبارہ چھپے ہیں۔ مگر اہل دل اور اہل درد اس قصۂ کہن میں وہی تازگی پاتے ہیں۔ جو قوم کا دکھڑا سو بار رو چکنے کے بعد بھی تر و تازہ رہتی ہے۔ حجم ۱۲۸ صفحے لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ ہے قیمت ۱۲ار (کشمیری)

خریداران رسالہ نظام المشایخ نصف قیمت میں منگاسکتے ہیں

مینیجر رسالہ نظام المشایخ کو لکھیے

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی دوائیوں پر اڈیٹروں کی رائے

پیسہ اخبار۔ دوائیوں کا استعمال کرایا اور ہر موقع پہ بے خطا حکمی علاج پایا۔

نیر اعظم مراد آباد حقیقت میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے نئی مشہور اور موثر دوائیوں میں بڑی کامیابی حاصل کی ہے اور ملک کو قدر کرنی چاہیے

اخبار عام لاہور۔ ادویات کا بکس پہنچا دوائیاں ایک ایک مجرب آزمودہ اور تیر بہدف پائی جاتی ہیں اس مفید اور پر تاثیر بکس کا ہر ایک گھر میں ہونا مفید ثابت ہوگا۔

پنجاب سماچار لاہور۔ عرق کافور۔ کولا ٹانک و سالسا وغیرہ چند ایک مریضوں پر استعمال کرائی گئیں امید سے بڑھکر ثابت ہوئیں۔

پردہ نشین آگرہ۔ عرق پودینہ سبز روغن سونف وغیرہ چند ایک مریضوں پر استعمال کرائی گئیں امید سے بڑھکر ثابت ہوئیں۔

اردو نیس گزٹ گجرانوالہ۔ ڈاکٹر برمن کی مقوی باہ گولیوں کے مقابلہ میں دوسری دوا کم دیکھنے میں آئی ہے۔

رہنما لاہور۔ ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ تمام ہندوستان بلکہ دنیا بھر کے دوا فروشوں سے ڈاکٹر ایس کے برمن صاحب کی ادویات سستی اور پر تاثیر ہیں۔

زمانہ کانپور ڈاکٹر صاحب کی دوائیں سستی ہونے کے ساتھ ہی عمدہ اور مجرب بھی ثابت ہوئی ہیں اسلیے ایسے زمانہ کی سند دیتے ہیں

تمدن دہلی۔ دانت کے درد اور کان کے بہنے کی دوا ہمنے اپنے تجربہ میں تیر بہدف پائی۔

مدینہ بجنور۔ ڈاکٹر صاحب کی ادویات قابل اعتبار اور مفید ثابت ہوئیں۔

مفصل حالات کے لیے کارخانہ کی فہرست جس میں چالیس سخت امراض کی آزمودہ دوائیوں کے نام مع قیمت درج ہیں مفت طلب کرکے دیکھیے اور تھوڑے خرچ میں اگر آپ اپنے ہمسایوں کو فائدہ پہنچائیے

ادویات ہر جگہ دوکانداروں سے ملتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب فرمائیے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ ایجنٹ بابو رام جی دریبہ کلاں دہلی

رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۲۱

دنیا کی آبادی میں جم تہائی حصہ تسبیح والوں کا ہے

جلد ۳ نمبر ۲

صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

قسم اوسط

قسم اوسط

۷۸۶

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی دنیا اور تسکین کا ماہوار رسالہ

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقراء محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ۱ روپیہ ۲ آنہ — ششماہی ۱۰ آنہ

مقام اشاعت دار السلطنت دہلی ۔ کوچہ چیلاں

مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

خواجہ حسن نظامی کا توپ خانہ

چار پیسے کو۔ بندوق دو پیسے کو۔ ہوائی جہاز دو پیسے کو۔ بمب دو پیسے کو۔ مہر کا اعلان جنگ چار پیسے کو۔ مکھی کا میدان جنگ چار پیسے کو۔ جرمن شہزادے کی لاش دو پیسے کو۔ الغرض تمام ہتھیار ٹکے سیر بغیر لائیسنس بکتے ہیں۔ جلدی منگائیے ورنہ پھر بک جائینگے۔ یہ سب کتابیں حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے آجکل لکھی ہیں۔ جن میں ہنسی۔ عبرت۔ فلسفہ تصوف بھرا ہوا ہے۔

غدر دہلی

غدر دہلی کے افسانے۔ غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات جو بادشاہ اور اُن کے گھرانے کی عورتوں وغیرہ کو پیش آئے۔ حضرت خواجہ صاحب نے خود انہیں لوگوں کی زبانی جنپر یہ حالتیں گزریں۔ سنکر اپنی مشہور طرز تحریر میں لکھے ہیں۔ ہر فسانہ عبرت و حسرت کی تصویر ہے۔ پڑھنے والا ان انقلابات کو پڑھکر بے چین ہو جاتا ہے اور بغیر آنسو بہائے قصے کو ختم نہیں کر سکتا۔ خدا سے ڈرنے اور موت کے انجام کار سوچنے کے لیئے اس کتاب سے بڑھکر کوئی ناصح نہیں مل سکتا چھوٹی خوبصورت تقطیع پر نہایت خوشنما چھپی ہے۔ قیمت چار آنے ۴/

حق کی فتح

آج کل سی پریشانیوں کے زمانہ میں لوگ اللہ والوں کی طرف کھنچنے لگتے ہیں اور اُنکی پناہ میں آنا چاہتے ہیں۔ آپ ہم سے **بزم فرید** منگا کر پڑھیے یہ راحت القلوب کا بہترین ترجمہ ہے راحت القلوب میں حضرت سلطان نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رح نے حضرت بابا فرید الدین گنجشکر رح کے ملفوظات اور مجالس کے حالات جمع کیے ہیں اسکے مطالعہ سے بڑی تسکین ہوتی ہے۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے گویا آپ کسی قطب الاقطاب کے سامنے بیٹھے فیض حاصل کر رہے ہیں۔ مترجمہ ملا محمد الواحدی۔ ضخامت ۱۱۶ صفحے۔ قیمت فی جلد ۸/

سیرۃ العباس رض

یعنی عم رسول اللہ صلعم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مفصل و مکمل سوانح عمری جسے جناب مولوی حکیم فرید احمد صاحب عباسی نے بڑی عرقریزی و جانفشانی کے ساتھ عربی کی مستند کتابوں سے مدد لیکر مرتب فرمایا ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔ عہ/۱

انتخاب نظام المشائخ

رسالہ نظام المشائخ دہلی کے ابتدائی پرچے جو حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی ایڈیٹری میں نکلے تھے اُن میں سے چیدہ چیدہ مضامین مع ہاف ٹون تصاویر خواجہ صاحب ملا محمد الواحدی صاحب انتخاب نظام المشائخ کے نام سے شائع کیے گئے ہیں ضخامت ۱۵۰ صفحے قیمت ۱۲/ خریداران نظام المشائخ سے ۶/

المشتہر

مینجر رسالہ نظام المشائخ۔ دہلی

نظام المشائخ

جلد ۳ | بابت ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۳[illegible] ہجری | نمبر ۲

فہرست مضامین

نمبر	عنوان	مضمون نگار	صفحہ
۱	فہرست مضامین		۱
۲	ہمارے معاونین	منجانب اڈیٹر	۲
۳	تصوف اور سائنس	[illegible] صاحب کا لیکچر	۳
۴	مثنوی شوق بیدار [illegible]	جناب مولوی محمود علی صاحب ایم اے	۳۰
۵	حضرت خالد بن سنان العبسی رض	جناب مولوی حکیم فرید احمد صاحب عباسی	۳۴
۶	بچوں کیلیے گفتگو کا طریقہ	جناب مولوی عبد التواب صاحب چشتی (مولوی فاضل)	۳۸
۷	کلمات سیدنا علیؓ	جناب مولوی محمد خاں صاحب	۴۶
۸	پیکر امکان کیوں دلگیر ہی	حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب	۵۰
۹	نقد و خبار	اڈیٹر	۵۲
۱۰	ترانۂ حمد (نظم)	جناب مولانا محمد عبد الحکیم صاحب حکیم	۵۷
۱۱	تیرِ عشق	حضرت عشق حیدرآبادی	۵۹
۱۲	پروانہ و دل	جناب منشی عبد الخالق صاحب خلیق دہلوی	۶۰
۱۳	سیرۃ الحبیب	جناب مولوی عبد التواب صاحب چشتی (مولوی فاضل)	۶۵
۱۴	اشتہارات	مشتہرین	۷۳

ہمارے معاونین جنہوں نے اس مہینے نظام المشائخ کی توسیع اشاعت کی اُنکے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:- جناب ابوالوقار شاہ محمد چندہ حسینی صاحب نامی کوہ سوار تعلقہ مانوی ضلع رائچور دکن ۶ ۔ شاہ محمد اشرف علی صاحب فردوسی ڈالٹنگنج ضلع پلاموں ۱ ۔ حضرت مولوی خورشید علی ابو محمد صاحب میدنی پور ۱ ۔ جناب سید فضل الرحمن صاحب نعمت اللٰہی حیدرآباد دکن ۱ ۔ جناب حاجی عمر حاجی یوسف صاحب کلکتہ ۱ ۔ جناب بابو غلام سرور صاحب ملتان ۱ ۔ جناب محمد نور خان صاحب انسپکٹر رخصتی چپلی بہیت ۱ ۔

جو خود خریدار ہوئے مشیر محمد صاحب گارڈ ریلوے تھانہ (ربرما)، جناب نبی داد خان صاحب پٹواری مصری پور ۔ جناب محمد اسمعیل شریف صاحب طالب علم میسور ۔ محمد نہال الدین صاحب نقشبندی بمبئی ۔ عبدالجبار صاحب فارسٹ انجینیر کموری ضلع سیونی ۔ مولوی فیض الرحمن صاحب وکیل کشنگنج (بہار) جناب نصیر الدین احمد صاحب شکرگڈھ (الہ آباد) غلام باری صاحب کیسی (بنگال) مولوی الف دین صاحب کیمل پور ولیت عبدالرحمن صاحب پرنسپل انجینیر سلہٹ (آسام) مرزا شیر محمد خان صاحب مغل کوٹلہ مغلاں ۔ جناب عبدالوہاب صاحب ضلع گیا حکیم محمد اسلم خان صاحب پشاور ۔ حکیم عنایت اللہ صاحب میونسپل شرقپور لاہور بابو عبدالصمد صاحب صوفی کانپور ۔ حکیم شفیع الدین احمد فریدی بیرل (دربھنگہ) مولوی سراج احمد صاحب رئیس (پٹنہ) جناب مولانا سید علی احسن صاحب سجادہ نشین سرکار مارہرہ شریف (ایٹہ) میر محمد نعیم صاحب ساری (اعظم گڈھ) محمد وارث محمد عثمان صاحب متعلم مدرسہ نادرہ (لاہکانہ سندھ) سید امین الحسن صاحب رضوی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۔ ڈاکٹر کیمبل ۔ صدیق احمد صاحب سب اسسٹنٹ پولیس جہانسی ۔ سید محمد درویش صاحب طالب علم مدرسہ ۔ عبدالعزیز صاحب حسین آباد ۔ سعید الدین صاحب دہلی ۔ شریف اللہ صاحب احمد آباد گجرات ۔ احمد حسین صاحب گوجرانوالہ ۔ محبوب بخش صاحب کانپور ۔ محمد عبدالوہاب صاحب لکھنو ۔ سعید الظفر صاحب مرادآباد ۔ محمد اقبال صاحب امرتسر ۔

شکرگذار

واحدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف

نظام المشائخ

تصوف اور سلوک

اسلام کے نقطۂ نگاہ سے

(از جناب مولانا حاجی محمد اللہ صاحب کاکا خیل رئیس میانگذبی)

تصوف اور سلوک کی نسبت اولیائے کرام نے بہت کچھ لکھا ہے۔ ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ صوفی کو صوفی اسلیئے کہا گیا ہے کہ وہ صوف (اون) کا لباس پہنتا ہے۔ دوسرے فرقے کا خیال ہے کہ صوفی کو پہلی صف میں ہونے کے سبب صوفی کہتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ لقب اصحاب صُفہ کے سبب عام ہوگیا ہے۔ بعض اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ صوفی اُسے کہتے ہیں جو اپنے دل میں نفسانی اور شیطانی خطرے نہ آنے دے۔ حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جس کا قلب بشری کدورتوں سے صاف اور نفسانی خواہشات سے آزاد ہو۔

حضرت شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ صوفی وہ ہوتا ہے کہ جسے دونوں جہان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ سید الطائفہ جنید بغدادی و حضرت سہیل تستری رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ تصوف حق تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہونا کہ جسکی ماہیت کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا دوسرا نہ جانے۔ یہ سب تعریفیں صوفی کی صفت کی تعریفیں ہیں۔ تصوف کی نہیں۔ تصوف یا علم سلوک سے معانی ثلاثہ کا حصول مراد ہے۔ علم۔ عمل۔ حال۔ علم سے مراد اوّل معرفت نفس ہے کہ یہ سب پر مقدم ہے کہ من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ۔ دوم معرفت ربی۔ سوم علم اسرار انسانی۔ چہارم علم روح۔ پنجم علم قلب۔ ششم علم قالب۔ اور عمل سے طریق سیر و سلوک الی اللہ و فی اللہ و باللہ۔ یعنی ریاضت و مجاہدت شرعی۔ اور حال سے دل کا پھیرنا مراد ہے کہ آیا معرفت اور مجاہدہ سے دل کا حال پھر گیا ہی یا نہیں! یعنی اخلاق ذمیمہ مثل کفران و فتنہ و تعصب مذہبی و تعصب قومی اور کبر اور تذلیل اور عجب اور غضب اور جلن اور تہور اور حقد اور حسد اور بخل اور اسراف اور ریا اور جہل اور تقلید اور متابعت ہوا اور حب جاہ اور حب ریاست اور خوف ذم اور حب مدح۔ اور طول امل اور طمع اور نقض عہد اور خیانت اور شماتت اور عداوت اور خلاف وعدگی اور سوء ظن اور حب مال اور حب دنیا اور حرص اور عجلت اور قساوت قلب اور سخط اور وقاحت اور تعلیق اور حب ظالمان اور بغض صالحان اور امن اور ناامیدی اور حزن کار دنیا اور خوف کار دنیا اور غل و غش اور جزع و فزع اور مداہنت۔ اور انس مخلوق اور شرہ طعام و جماع اور اصرار گناہ دل سے نکل گئے ہیں اور ان کی جگہ اخلاق حسنہ یعنی شکر اور احسان اور اخلاص اور تواضع اور غیرت اور سخاوت اور ایثار اور مروت اور فتوت اور صبر اور رضا اور توکل اور تسلیم اور تفویض اور بے تعصبی اور خوف اور حزن اور رجا اور گمنامی پسند کرنا اور ذم اور مدح برابر جاننا

اور [illegible]

[illegible] سے غیر اور حسن ظن اور [illegible] اور قناعت اور [illegible] ثابت [illegible]

اور استقامت اور شجاعت آتے ہیں [illegible]

کہتے ہیں۔ اور علاوہ اسکے سالک کو ذوق عبادت اور شوق [illegible]

اور اُنس خدا اور محبت [illegible] وغیرہ بھی حاصل ہوتے ہیں [illegible]

اور حالات [illegible] ہوتے ہیں۔ اور [illegible] ہیں تحریر میں

نہیں آسکتے [illegible] خدا دیوے اور جسقدر [illegible]

[illegible] میں سب کچھ لکھکر بیان کرتا مگر [illegible] جانے [illegible]

ہے۔ موقوفی بلکہ سر جانے کا خطرہ ہے ؎

نظم

ہر سادہ دلے محرم اسرار نباشد — تا بستہ زباں در صدف غیار نباشد
منصور صفت راز درون ہر کہ برون زد — جولان گہ او جز بسر دار نباشد

اگرچہ رسالہ نظام المشائخ کے خریداروں پر بیگانوں کا اطلاق نہیں ہو سکتا تاہم یگانوں میں بیگانے بھی ہوتے ہیں) اور جس شخص کو یہ معانی یعنی علم اور عمل اور حال حاصل ہوتا ہے۔ اسکو مقرب اور واصل اور صوفی کہتے ہیں۔ پھر اُسکے پاس قارون کا خزانہ ہوئے تب بھی اُسکو کچھ نقصان نہیں دیتا۔ اور ایسا شخص دل بایار اور دست در کار ہوتا ہے۔ گویا علم تصوف اور سلوک شریعت اور طریقت اور حقیقت کا مجموعہ ہے اور معرفت اسکا ثمرہ ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔

اَلشَّرِیعَۃُ اَقْوَالِی اَلطَّرِیقَۃُ اَفْعَالِی وَالْحَقِیقَۃُ اَحْوَالِی وَالْمَعْرِفَۃُ عِرْفَانِی + نیز قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ اَلشَّرِیعَۃُ کَالسَّفِینَۃِ وَالطَّرِیقَۃُ

كَالْبَحْرِ وَالْحَقِيقَةُ كَالصَّدَفِ وَالْمَعْرِفَةُ كَالدُّرِّ فَمَنْ أَرَادَ الدُّرَّ رَكِبَ فِي السَّفِينَةِ ثُمَّ شَرَعَ فِي الْبَحْرِ ثُمَّ يَصِلُ إِلَى الدُّرِّ يَعْنِي إِلَى اللهِ وَمَنْ تَرَكَ هٰذِهِ الطَّرِيقَةَ لَا يَصِلُ إِلَى الدُّرِّ يَعْنِي إِلَى اللهِ الطُّرُقُ إِلَى اللهِ بِعَدَدِ أَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ - خدا کی طرف جانیکے اتنے طریقے ہیں جتنی کہ خلقت ہے۔ میرے بزرگوں کا طریقہ ایسا ہے اور وہ کلام اللہ کا ورد رکھنا اور حدیث پر عمل کرنا۔ اور دعائے ماثورہ پر عمل درآمد رکھنا ہے۔ اس لیے میں سلوک کا وہ طریقہ بیان کرتا ہوں جو کلام اللہ میں بالتفصیل مذکور ہے۔ اگرچہ مشہور ہے کہ انسان سے پہلے زمین پر دوسری مخلوق مثلاً جن اور دیو اور گھوڑے وغیرہ ہو گزرے ہیں۔ مگر کتاب اللہ اور حدیث اس بارے میں خاموش ہیں۔ تورات میں آیا ہے کہ ابتدا میں خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ اور زمین ویران اور سنسان اور تاریک تھی۔ اور خدا کی روح پانی پر جنبش کرتی تھی۔ باب آیت ۱ و ۲۔ اور اسیطرح روشنی اور خشکی اور تری اور سیاہی کو پیدا کرکے آپس میں جدا جدا کر دیا۔ اور ایسا ہی سورج اور چاند اور کل ستارے اور بحری اور خشکی اور ہوائی جانوروں کو پیدا کیا۔ اور اس کام کو پانچ روز میں ختم کیا۔ باب آیات ۳ لغایت ۲۵۔ بعد اسکے خدا نے فرمایا کہ میں انسان کو اپنی صورت پر پیدا کرتا ہوں کہ دریا کی مچھلیوں اور ہوا کے پرندوں اور زمین کے جانوروں پر حکومت کرے اور وہ اسکے محکوم ہوں اور ویسا ہی خدا نے کیا۔ اور یہ کام چھٹے روز ختم ہوا۔ اور ساتویں روز خدا نے سب کام سے فراغت پائی۔ کتاب پیدایش باب آیات ۲۶ لغایت ۳۱۔

اور قرآن مجید میں اس طرح مذکور ہے۔ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَلَئِنْ قُلْتَ إِنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۔ اور وہی (قادرِ مطلق) ہے جس نے آسمان اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور (اس وقت) اُسکا تخت (زیر یانی) پانی پر تھا۔ اگر تم ان لوگوں سے کہو کہ مرنے کے پیچھے تم (سب دوبارہ زندہ) اٹھا کر کھڑے کئے جاؤ گے تو جو لوگ منکر ہیں (رات دن مزہ) ضرور کہیں گے کہ (جو کچھ تم ہمکو سمجھاتے ہو یہ) سب صریح جادو (گروں کی سی باتیں) ہیں۔ (سورہ پارہ ۱۲ رکوع ۱)۔

پس معلوم ہوا کہ ابتدا میں خدا کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ اور اسکا تخت پانی پر جلوہ فرما تھا۔ جلوہ فرمانا تو معلوم مگر اسکی کیفیت معلوم نہیں۔ جب خدا نے آدم کو اور آدم سے بنی آدم کو پیدا کیا تو بنی آدم کی پشتوں سے اولاد نکال کر انسے عہد یا میثاق لیا کہ "کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں"؟ انہوں نے اقرار کیا کہ ہاں تو ہمارا رب ہے اور ہم اس بات کے گواہ ہیں۔ جس کی خدا اس طرح خبر دیتا ہے۔ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى ۛ أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۔ أَوْ تَقُوْلُوْٓا إِنَّمَآ أَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۔ اور (اے پیغمبر ان لوگوں کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی ان کی پیٹھوں سے انکی نسلوں کو باہر نکالا اور انکے مقابلہ میں خود ان ہی کو گواہ بنایا۔ (اس طرح پر کہ اس نے پوچھا) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ سب بولے ہاں ہم اس بات کے گواہ ہیں (اور یہ اس غرض سے کیا کہ ایسا نہو) کہیں قیامت کے دن تم کہنے لگو کہ ہم تو اس بات سے بیخبر ہی رہے (یعنی کسی نے ہمکو جتایا بتایا نہیں) یا کہنے لگو کہ شرک ابتدا میں تو ہمارے بڑوں نے کیا اور ہم ان ہی کی اولاد تھے۔ (۱) کہ انکے بعد (دنیا میں آئے جیسا بڑوں نے کیا اُن کی دیکھا دیکھی تم بھی ویسا کرنے لگے)

تو اے خدا ہم کو انکی پاداش میں ہلاک کرتا ہے جنہوں نے ظلم کیا تھا۔ وَكَذٰلِكَ
نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ اور اسی طرح ہم اپنی آیتوں کو وضاحت
کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ (ہماری طرف) رجوع کریں +

مگر افسوس ہو کہ اکثر لوگوں نے میثاق کو بھلا دیا۔ جیسا کہ رب العالمین دوسری
جگہ شکایت فرماتا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ
اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَ
الْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ہم نے (ذمہ داری کو جو انسان پر ہے) آسمانوں پر
اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے خیانت نہیں کی اور خیانت کرنے سے
ڈر گئے۔ اور انسان نے اسمیں خیانت کی۔ کیونکہ وہ اپنے حق میں بڑا ظالم اور نادان
ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک
عورتوں کو (انکے کیے کی) سزا دے اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں پر (اپنی)
مہر کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہی (ماخوذ از اعظم التفاسیر بحوالہ جامع التفاسیر
مولفہ مولانا قطب الدین دہلوی بحوالہ معالم التنزیل و مدارک) اگرچہ یہ تفسیر قارئین کو
عجیب معلوم ہوگی مگر ہے صحیح کیونکہ بجز انسان کے کوئی مخلوق نافرمانی نہیں کرتی ہے
جیسا کہ دوسری مذکور ہے +

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝ کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا
(کسی اور دین کی) تلاش میں ہیں۔ حالانکہ جو لوگ آسمانوں اور جو لوگ زمینوں میں ہیں
چار و ناچار اُسیکے حکم بردار ہیں اور اُسیکی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے + نیز دوسری

جگہ فرمایا ہے۔ ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَا اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۝ پھر خدا آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔ اور وہ (اس وقت تک) دھویں (کی طرح کا) تھا تو اس نے اُس سے اور زمین کو حکم دیا کہ تم دونوں آؤ۔ خوشی سے آؤ یا (اور جو حکم ہم دیتے ہیں اسپر کاربند ہو تو) دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے (حکم بجالانے کو) حاضر ہیں۔

غرض کہ وقتاً فوقتاً خدا تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو اُس میثاق کے یاد دلانے کے لیئے مبعوث فرماتے رہے۔ جیسا کہ مذکور ہے۔ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (شروع میں سب) لوگ ایک ہی دین رکھتے تھے پھر (آپس میں) لگے اختلاف کرنے تو) اللہ نے پیغمبر بھیجے جو (ایمان والوں کو خوشنودی خدا کی) خوشخبری دیتے اور (کافروں کو عذاب الٰہی سے) ڈراتے اور اُنکی معرفت سچی کتابیں بھیجیں تاکہ جن باتوں میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں کتاب الٰہی اُن میں اِن باتوں کا فیصلہ کر دے اور (اس پر لوگوں کا اختلاف بند نہوا کہ) جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی وہی (لوگ) اپنے پاس کھلے کھلے احکام الٰہی آئے پیچھے آپس کی ضد سے لگے اُن میں اختلاف کرنے تو (آخر کار) وہ راہ حق جس میں وہ لوگ اختلاف کر رہے تھے خدا نے اپنی عنایت سے مسلمانوں کو دکھا دی اور اللہ جسکو چاہے راہ راست دکھائے۔

غرضکہ باوجود سخت کوشش اور پیغمبروں کی پند و نصیحت سے لوگ گروہ ہوتے ہوئے بعض تو خالق ہی سے منکر ہوئے اور کہنے لگے کہ نہ میثاق ہے نہ خدا ہے نہ آخرت ہے۔

جنکے حال سے رب العلمین یوں خبر دیتا ہے وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۔ ان کو دہریہ اور ملحد کہتے ہیں۔ دوسرا فرقہ ایسا ہوا کہ خدا کو تو انہوں نے مانا مگر جیسا کہ چاہیئے خدا کی قدر و منزلت نہ کی اور اسکے ساتھ قدرت اور عبادت میں شریک پیدا کیا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۔ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۔ گویا اس فرقہ میں کل مادہ پرست شامل ہیں۔ ایک فرقہ نے بظاہر خدا اور پیغمبروں کو تسلیم کیا مگر انکے دل منکر رہے۔ جیسا کہ مذکور ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۔ اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو (منہ سے تو) کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے۔ ایسے لوگوں کو منافق کہتے ہیں۔ بعض لوگ ایمان تو لے آئے۔ خدا کو بھی مانا اور پیغمبروں کو بھی مانا۔ مگر قول اور فعل میں سُنت پر نہ چلے۔ افراط یا تفریط کی طرف جُھکے۔ جیسا کہ آیا ہے۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۔ اور جو شخص راہ راست کے ظاہر ہوئے پیچھے پیغمبر سے کنارہ کش رہے اور مسلمانوں کے رستہ کے سوا (دوسرے رستہ) ہو لے تو جو (رستہ) اُس نے اختیار کر لیا ہے ہم اُسکو اُسی رستہ چلا ئینگے۔ اور آخر کار اُسکو جہنم میں (لے جا) داخل کرینگے۔ اور وہ (بہت ہی) بُری جگہ ہے۔ انکو ضال اور مضل کہتے ہیں۔

بعض لوگ جہل اور بے علمی کے باعث خدا سے بالکل بے خبر رہے۔ جیسا کہ ذکر ہے وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ

بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا
أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝ اور ہم نے
بہتیرے جن اور انسان جہنم ہی کے لیے پیدا کئے ہیں۔ اُنکے دل تو ہیں (مگر) اُن سے
سمجھنے کا کام نہیں لیتے۔ اور اُنکی آنکھیں بھی ہیں (مگر) اُن سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے
اور اُنکے کان بھی ہیں (مگر) اُنسے سننے کا کام نہیں لیتے۔ اور اُنکی مثال چوپایوں کی ہے
بلکہ اُن سے بھی بدتر ایسے لوگوں کو جاہل اور وحشی کہتے ہیں۔ یہ لوگ علم دین سے ناواقف
رہے اور جہل کفر میں گرفتار رہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوئے کہ خدا کو مانا اور علم بھی حاصل کیا
مگر خواہشات نفسانی میں مبتلا رہے۔ جن کو اثیم اور گنہگار کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ
إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ۝ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا
مِنْ عِبَادِنَا ۖ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ
بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۝ اور (اے پیغمبر یہ) کتاب
جو ہم نے وحی کے ذریعہ سے تم پر نازل کی ہے یہ (بالکل) ٹھیک ہے (اور) جو کتابیں
اس سے پہلے کی ہیں (یہ) اُنکی تصدیق (بھی) کرتی ہے۔ بیشک اللہ اپنے بندوں
(کے حال) سے خبردار (اور اُنکے اعمال کو) دیکھ رہا ہے۔ پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے
اُن لوگوں کو (اس) کتاب کا وارث ٹھیرایا جن کو ہم نے (اہل سمجھکر اسکی خدمت کیلئے)
منتخب فرمایا۔ پھر ان میں سے (بعض تو اسپر عمل نہ کرکے) اپنی جانوں پر ستم کر رہے ہیں
اور (بعض) ان میں سے بیچ کی چال چلے جاتے ہیں۔ ان میں سے (ایسے بھی ہیں جو) خدا
کے حکم سے نیکیوں میں (اوروں سے) آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ یہی تو خدا کا بڑا فضل ہے
گویا جو علم پر عمل نہیں کرتے وہ اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں اور وہ گنہگار لوگ ہیں۔
بعض لوگوں نے صرف علم شریعت حاصل کیا اور اُسکے مطابق عمل بھی کیا مگر طریقت اور حقیقت

کو نہ پہنچے۔ اور عرفان کو حاصل نہ کیا۔ ایسے لوگوں کو مقتصد اور اصحاب الیمین کہتے ہیں جنکے حال سے اللہ تعالیٰ اس طرح خبر دیتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً یَّرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ ۙ لِیُوَفِّیَھُمْ اُجُوْرَھُمْ وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ ؕ اِنَّہٗ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے اور نماز پڑھتے اور جو کچھ ہم نے انکو دے رکھا ہے اس میں سے چھپا کر اور کھلے طور پر (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں۔ بیشک وہ ایسے بیوپار کی آس لگائے بیٹھے ہیں۔ جس میں کبھی گھاٹا ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ خدا انکو انکے اجر پورے پورے بھر دیگا۔ اور اپنے فضل سے زیادہ بھی دے گا (کیونکہ) وہ بڑا بخشنے والا (اور بڑا) قدردان ہے + کہ جیسی انکی امید ہے خدا آخرت میں اجر دیگا۔

بعض لوگ ایسے ہیں کہ ہر طرح علم حاصل کرکے انہوں نے منازل شریعت و طریقت کو طے کرکے حقیقت کو پہنچے اور عرفان حاصل کرکے بالکل نیست ہوئے۔ اور جو عمل انہوں نے کیا نہ تو عقاب کے خوف سے اور نہ ثواب کی امید سے کیا۔ بلکہ جو کچھ کیا اخلاص سے خالصۃً للہ کیا۔ اور انہوں نے وہی چاہا جو خدا نے چاہا۔ جو اللہ تعالیٰ کی خواست ہے عین ان کی خواست۔ اور جو رضائے مولیٰ ہے اسپر وہ رضامند ہیں بلکہ فانی بہ نفس اور باقی بہ خدا ہیں۔ بمصداق ہذا بیت

نہ حرص جنت دارم نہ ترسم ز آتش دوزخ ۔۔۔ منم شوریدۂ جاناں چہ خواہم کرد حوراں را

جن کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا

(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ میں بھی تو تم جیسا ایک بشر ہی ہوں (مجھ میں اور تم میں صرف اتنا فرق ہے کہ) میرے پاس (خدا کی طرف سے) یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود

(وہی اکیلا) ایک معبود ہے تو جسکو اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو تو چاہیئے کہ نیک عمل کرے اور کسیکو اپنے پروردگار کی عبادت میں شریک نہ کرے۔ یعنی نہ تو عبادت اس لیئے کرے کہ لوگ جانیں کہ اسکو ریا کہتے ہیں اور نہ ثواب آخرت اور بہشت اور حور اور قصور کے لیئے کرے کہ یہ بھی ایک قسم کا شرک ہے۔ کیونکہ خدا کے لیے عبادت نہیں ہے جزا کے لیئے ہے۔ اور اگر دوزخ کے خوف سے معصیت نہ کرے تو یہ بھی شرک ہے۔ خالص اطاعت وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو رب اور اپنے آپ کو عبد جانکر عبودیت اور بندگی بجالائے کیونکہ عبد اپنی خدمت کا اجر نہیں مانگتا اور جو اجر مانگتے ہیں وہ مزدور ہے عبد نہیں اور یہ فرقہ وہ ہے جس نے حق طور سے اپنے آپ کو عبد جانکر حق میں محو کیا ہے اور خودی کو نیست انہیں کو انبیاء کہتے ہیں۔ یہی شہداء اور صدیق اور صلحا کہلاتے ہیں اور یہی عاشقین اور واصلین اور مقربین ہیں۔ اور انکی حالت کو قرب اور وصال کہتے ہیں سے

قرب نے بالا و پستی رفتن است　　قرب حق از حبس ہستی رستن است

ابتداء سے انتہا تک انسان کے مدارج بیان کیئے گئے۔ پس ہرکسی کو اختیار ہے جو درجہ چاہے اُسکے واسطے کوشش ضرور ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاۗءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاۗءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاۗءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَاۗءَتْ مُرْتَفَقًا

کہدو (کہ یہ قرآن) برحق تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے پس جو چاہے مانے اور جو چاہے نہ مانے (مگر) منکروں کے لیے تو ہم نے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جن کی قناتیں انکو چاروں طرف سے گھیر لیں گی۔ اور فریاد کرینگے تو جس پانی سے انکی فریاد رسی کیجائیگی (وہ ایسا) قدر گرم ہوگا کہ) وہ مونہوں کو بھون ڈالیگا۔ (کیا ہی) برا پانی ہے اور (دوزخ بھی) آرام و آسایش کے اعتبار سے کیا ہی بری جگہ ہے۔ پس جو کوئی چاہے کہ وہ بھی مقرب بارگاہ

الٰہی ہوجائے تو پہلے خدا پر ایمان لائے۔ پھر علم شریعت اور طریقت حاصل کرے جب علم حاصل ہوجائے تو شریعت سے شروع کرے۔ اُسوقت خدا خود رہبر ہوکر سالک کو منزل مقصود تک پہنچادیگا۔ جیساکہ خدا فرماتا ہے:۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا۝ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَاعْتَصَمُوْا بِہٖ فَسَیُدْخِلُھُمْ فِیْ رَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَفَضْلٍ وَّیَھْدِیْھِمْ اِلَیْہِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا۝ لوگو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حجت آچکی اور ہم تمہاری طرف جگمگاتا ہوا نور (ہدایت) بھیج چکے سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اُسیکا سہارا پکڑا تو اللہ بھی انکو عنقریب اپنی رحمت کے سایۂ اور فضل (کی پناہ) میں لے لیگا۔ اور انکو اپنے (حضور) تک پہنچنے کا سیدھا رستہ (بھی) دکھائیگا +

شریعت کے معنی یہ ہیں کہ ماموربہ کو بجالانا۔ اور منہی عنہ سے باز رہنا۔ یعنی نیک کام کرنا اور برے کام سے پرہیز کرنا اور راضی بقضائے الٰہی ہونا۔ جب سالک شریعت میں کامل ہوجائے تو دوسری منزل طریقت ہے طریقت کے معنی ریاضت شرعی سے تزکیہ نفس اور تصفیۂ باطن ہے۔ یعنی اخلاق ذمیمہ مثل تکبر اور حرص و حسد اور کینہ اور غضب وغیرہ ترک کرنا اور اخلاق حسنہ جیسے توبہ اور توکل اور تسلیم اور تفویض اور صدق اور اخلاص اور قناعت اور زہد وغیرہ حاصل کرنا۔ اور جب سمجھے کہ طریقت میں بھی کمال کو پہنچا تو ترک ماسوا کرکے ہر چیز کو دل سے نکالے نہ کہ ہاتھ اور قبضہ سے۔ اور رات دن خدا کے ذکر و فکر میں مشغول رہے۔ جیساکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۝ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۝ ۔ آسمانوں

زمین کی بناوٹ اور رات اور دن کے ردوبدل میں عقلمندوں کے (سمجھنے کے لیئے (قدرت خدا کی بہتیری) نشانیاں (موجود) ہیں کہ یہ لوگ کھڑے اور بیٹھے اور پڑے خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمان اور زمین کی ساخت میں غور کرتے ہیں (اور بے اختیار بول اٹھتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار کہ تونے (کارخانۂ عالم کو) بیفائدہ تو نہیں بنایا۔ تیری ذات (ایسے فعل عبث کے کرنے سے) پاک ہے۔ (اور یہ کارخانہ ضرور ہے رہا ہے آخرت میں نیکی کی جزا اور بدی کی سزا ہونی ہے) تو اے ہمارے پروردگار ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو۔

غرضکہ کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ذکر اور فکر اور تسبیح اور تہلیل اور توبہ اور استغفار رب العالمین میں مشغول رہے جیسا کہ کسی سالک کا قول ہے

یک چشم زدن غافل زاں ماہ نباشم ترسم کہ نگاہے کند و آنگاہ نباشم

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا وَاِیَّاکَ بِفَضْلِہٖ وَکَرَمِہٖ۔ اٰمین ثم اٰمین

جب سالک توبہ کرے اور سلوک شروع کرے تو دو حال سے خالی نہوگا۔ یا تو وہ مجذوب اور مراد حق ہوگا جسکو مخلص اور مجتبےٰ کہتے ہیں اور یا مرید اور محب ہوگا جس کو مخلص اور طالب کہتے ہیں جیسا کہ کلام اللہ میں مذکور ہے۔

شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ ؕ کَبُرَ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ مَا تَدْعُوْھُمْ اِلَیْہِ ؕ اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ (اے پیغمبر) تمہاری طرف بھی ہم نے اسی رستے کی وحی کی ہے اور اسیکا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو بھی حکم دیا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اسمیں تفرقہ نہ ڈالنا (اے پیغمبر) جس (دین) کی طرف مشرکین کو بلاتے ہو ان پر (بہت ہی) شاق گزرتا ہے۔ اللہ جسکو چاہتا ہے انتخاب کر کے

اپنی طرف کھینچ بلاتا ہے۔ اور جو اُسکی طرف رجوع لاتے ہیں اُنہی کو اپنے تک (پہنچنے کا)
سیدھا رستہ دکھا دیتا ہے۔

غرضکہ اگر سالک مراد ہو تو اسکو مرشد کی ضرورت نہیں۔ اب اللہ تعالی نور محمدی
کے وسیلے سے اسکی تربیت کرتا رہے گا۔ اور جس ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے وہ خود
بخود ظہور میں آتی ہے۔ اور جو علوم اور اسرار الٰہی جو انبیا اور علما نے بیان کیے ہیں یا کتابوں
میں مذکور ہیں وہ خود بخود سالک کے قلب پر منکشف ہوتے جاتے ہیں۔ اور اس طریقہ کو
طریقہ **اویسیہ** کہتے ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے:۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ
اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ
مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ
زَيْتُهَا يُضِىْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ
لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ
شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۙ اللہ (ہی کے نور سے) آسمان اور زمین کی روشنی ہے۔ اسکے نور کی مثال
ایسی ہے جیسے ایک (اور) طاق میں ایک چراغ (رکھا ہے اور) چراغ ایک شیشے کی قندیل
میں ہے (اور) قندیل (اسقدر شفاف ہے کہ) گو یا وہ موتی کی طرح چمکتا ہوا ستارہ (وہ
چراغ) زیتون کے ایک مبارک درخت (کے تیل سے) روشن کیا جاتا ہے کہ جو نہ پورب کے
رخ واقع ہے اور نہ پچھم کے رخ۔ اس کا تیل اس قدر صاف ہو کہ) اگر اسکو آگ نہ بھی چھوئے
تا ہم معلوم ہوتا ہے کہ (آپ سے آپ) جل اُٹھے گا۔ غرض ایک نور نہیں بلکہ نور علی نور (یعنی
نور پر نور) اللہ اپنے نور کی طرف جسکو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے (سمجھنے کے)
لیے مثالیں بیان فرماتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز (کے حال) سے واقف ہے۔

خدا زمین اور آسمان کا نور ہے اور طاق سے مومن کا سینہ مراد ہے اور چراغ سے روح انسانی

حیوانی مراد ہے جو اس گوشت کے ٹکڑے میں واقع ہے جسکو مجازاً دل کہتے ہیں اور شیشہ سے مراد روح انسانی ہے جو امر ربی ہے - اور یہ روح انسانی بسبب نور ربانی ستارہ کیطرح چمکتی ہے اور چراغ کے لیے روغن چاہیئے - یعنی تربیت چاہیئے اور وہ روغن زیتون درخت کا ہے یعنی نور محمدی سے مومن کا قلب تربیت پاتا ہو - اگرچہ چراغ کو آگ نہ بھی پہنچی ہو یعنی قلب مومن کو ریاضت کی آگ نہ بھی پہنچی ہو - صرف خدا کے فضل سے اسکا قلب روشن ہوجاتا ہے - اور اسیطرح نور علی نور اسکی ترقی ہوجاتی ہے - اسیطرح بعض کیفیات کو رب العالمین لوگوں کے سمجھانیکے لئے مثالوں میں بیان فرماتا ہے اور وہ ہر چیز سے واقف ہے - اس آیت میں اولیسیہ طریقہ کا بیان ہے + اور نور سے نہ یہ نور مراد ہے جو سورج اور چاند اور آگ کا ہے جس سے کہ اشیاء محسوسہ کا ادراک ہوتا ہے بلکہ اس سے ایک لطیفہ مراد ہے جو کہ انسان کے دلمیں اترتا ہے جس سے رب العالمین کی معرفت حاصل ہوتی ہے جسکو سِر کہتے ہیں - اور سورج اور چاند اور آگ کے نور کو اسلیئے نور کہتے ہیں کہ اس سے اشیاء محسوسہ کا ادراک ہوتا ہے مدنہ اصل نور سِر ہے - جس سے ادراک معرفت رب العالمین ہوتا ہے - اور جیسا کہ سورج اور چاند کا نور مادرزاد اندھے کی آنکھوں میں اثر نہیں کرتا اسی طرح وہ نور منکر کے دلمیں اثر نہیں کرتا - جیسا کہ رب العالمین فرماتا ہے مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ؕ جو کوئی دنیا میں اندھا ہوگا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور اس اندھے سے دل کا اندھا مراد ہے نہ کہ آنکھوں کا اندھا مراد ہے - اور اگر سالک مرید اور طالب حق ہو تو بغیر ارشاد مرشد کامل اور مکمل یہ راہ طے کرنا سخت دشوار ہے - کیونکہ ظاہری علم یا کوئی پیشہ بغیر استاد نہیں سیکھا جاتا ہے تو باطنی علم اور صفائی بغیر مرشد کے کس طرح سیکھا جائے گا - اور کامل اور مکمل پیر کی علامت یہ ہے کہ ظاہر اسکا علوم شریعت سے آراستہ اور باطن اسکا حقیقت اور کمال عرفان سے پیراستہ ہو اور اس نے عجب اور ریا کی آنکھیں پھوڑ ڈالی ہوں اور اخلاق

رذیلہ مثل کبر و بخل اور حرص سے خالی ہو اور اخلاق حسنہ مثل تواضع اور سخا اور قناعت اور زہد سے پُر ہو۔ جادۂ شریعت پر تربیت پائی ہو۔ اور باطن اُسکا بُوتۂ ریاضت میں پگھلا ہوا ہو۔ ایسا شخص کوگرۂ سرخ کا حکم رکھتا ہے اور مرید کے قلب کے تانبے کو سونا بنا سکتا ہے جس شخص کا دل محبت مال اور جاہ میں پھنسا ہوا ہو اور مال اور جاہ کے واسطے مخلوق کے ساتھ دشمنی اور عداوت رکھتا ہو وہ ابھی تک مبتدی ہے لائق پیری نہیں ہے اور بہت عمدہ علامت کمال کی یہ ہے کہ کسی نے اُس سے فیض حاصل کیا ہو۔ ورنہ صرف لوگوں کی آمد ورفت اور ہجوم علامت کمال نہیں۔ یہ صرف کسی وظیفہ کا اثر ہے اور عمل ہے نہ عرفان ہے اور نہ کمال ہے۔ اگر کسیکو کامل اور مکمل پیر نہ مل سکے یا کسی پر اُسکا یقین نہ آسکتا ہو تو مرشد کامل اور مکمل متوفی سے بھی فائدہ ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ انبیاء کا تصرف خصوصاً محمد رسول اللہ ؐ کا تصرف دنیا سے منقطع نہیں۔ اسیطرح اولیاء اللہ کا تصرف جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب پر ہیں دنیا سے منقطع نہیں۔ جیسے کہ بایزید بسطامی صاحبؒ اور شیخ جنید بغدادیؒ اور شیخ عبدالقادر گیلانیؒ اور شیخ معین الدین چشتی اجمیریؒ اور شیخ رحمکار صاحبؒ خٹک ضلع پشاور وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ جو پیر دنیا میں حیات نہیں اُس سے کس طرح فائدہ لیا جاتا ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ بزرگ موصوف کے مزار پر روز یا ہفتہ وار یا جسقدر کہ فرصت ملے جایا کرے۔ اور وہاں کلام اللہ کی تلاوت کیا کرے۔ اور اُسکا ثواب بزرگ موصوف کی روح پر فتوح کو بخشا کرے۔ اگر مرید نیک بخت اور سعید ہو تو اُسکو ایسے مخفی اسرار معلوم ہوں گے جن کا بیان نہیں ہو سکتا۔ ایسے شخص کو بغیر دعائے ماثورہ اور کوئی ورد نہیں رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ ذکر اسم ذات اور نفی اثبات بطریق یک ضربی و دو ضربی وغیرہ بہت مفید ہیں۔ مگر بغیر تسلیم مرشد زندہ دشوار کام ہی اور اس سے ضرور فائدہ ہوتا ہے مگر دیرپا نہیں ہوتا۔ ہرچہ زود آید دیر نپاید کا معاملہ ہے۔ کلام اللہ کے ورد سے زیادہ مفید کہ

اور کوئی نہیں اور وہ ذکر اکبر ہے اور خدا اسکا حافظ ہے ۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے
اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔
یہی سلوک کا طریقہ ہے ۔ باقی رب العالمین کی مشیت ہے ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ خدا تعالیٰ جسکو چاہتا ہے سیدھا رستہ دکھلاتا ہے ۔
اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ
اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۔ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ
وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۔ یہ (باتیں) نصیحت (کی) ہیں تو جو چاہے اپنے
پروردگار کی طرف (پہنچنے کا) رستہ اختیار کرے ۔ اور بے مشیت الٰہی تم لوگ کوئی بات
چاہ نہیں سکتے ۔ بیشک اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے جسکو چاہتا ہے اپنی رحمت
میں داخل کر لیتا ہے اور سرکش لوگوں کے لیے اُس نے عذاب دردناک تیار کر رکھا ہے ۔
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۔ اے
ہمارے پروردگار جس دن (اعمال کا) حساب ہونے لگے ۔ مجکو اور میرے ماں باپ کو اور
(سب) ایمان والوں کو بخشدیجیو ۔

۴۸۶

مذہبی شوق پیدا کرنیکے وسائل

(از جناب مئولوی محمود علی صاحب ایم اے)

مذہبی بے پروائی کو چند اقسام میں منقسم کر سکتے ہیں:۔

۱۔ بعض لوگ مذہب اور مذہبی ہدایات کو غلط اور ناقابل توجہ سمجھتے ہیں۔

۲۔ بعض لوگ مذہب کی ایسی شکل کو مانتے ہیں جسمیں عام اہل اسلام کے مسلمہ فرائض اور احکام میں سے سب کی یا چند کی ضرورت نہیں۔

۳۔ بعض لوگ مذہب کے بارہ میں کوئی مخالف یا موافق رائے نہیں رکھتے۔ اور رائے پیدا کرنے کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے صرف دنیوی فرائض کو بجا لانا اپنے لیئے کافی تصور کرتے ہیں۔

۴۔ بعض لوگ مذہب کے بارہ میں مذبذب ہیں اور مذہبی تحقیقات و تلاش میں مصروف رہتے ہیں۔

۵۔ بعض لوگ مذہب کو مانتے ہیں مگر اُسکے احکام و ہدایات کی پابندی میں بعض اوقات یا ہمیشہ سستی کرتے ہیں۔ ان میں سے

(الف) بعض سستی پر دل میں حسرت و افسوس محسوس کرتے ہیں اور

(ب) بعض حسرت و افسوس سے بھی خالی ہیں۔

۶۔ بعض لوگ مذہب کو مانتے ہیں۔ اسکی بیرونی شکل قائم رکھنے اور ظاہری احکام کو بجالانے کا بہت اہتمام کرتے ہیں۔ مگر قلبی صفائی یعنی اخلاقی محاسن اور حُسن سلوک سے بڑی حد تک ناآشنا ہوتے ہیں۔

۷۔ بعض لوگ بعض باتوں کے لحاظ سے مذکورہ بالا اقسام میں سے کسی ایک میں اور بعض لوگ

باتوں کے لحاظ سے کسی دوسری قسم میں محسوب ہو سکتے ہیں ×

یہ قسمیں صرف مسلمانوں ہی میں نہیں بلکہ ہر مذہب میں پائی جاتی ہیں اور ہمیشہ ہوا کرتی ہیں لیکن قابل افسوس وہ حالت ہوتی ہے جب کہ کسی مذہب میں ایسے لوگوں کی کثرت ہو جائے اور یہی شک نہیں کہ مسلمانوں میں سب نہیں تو بعض قسموں کی تعداد آبادی کے بہت بڑے حصہ بلکہ قریبًا تمام مسلمانوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور دوسری جانب ان اقسام سے کوئی بھی ایسی نہیں جسے تمام افراد کا مذہب کی طرف آنا ناممکن ہو بلکہ ہر قسم کے لوگوں میں سے بعض جاذبہ الٰہی کی مدد قلبی تاثیر پڑھانے کے اثر یا کسی کوشش و تدبیر سے اپنے رنگ کو ترک [illegible] ہوتے ہیں [illegible] جاتے ہیں۔ اس [illegible] جائے اُن پر غالب آنے کی امید اور کسی تدبیر سے [illegible] رہتی ہے۔ اور ان لوگوں کی ہمت بیشک حوصلہ افزا اور قابل تحسین ہے جو ایسی تدابیر تلاش کرنے یا عمل میں لانے کی سعی کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے اگر کوئی تدبیر کارگر ہوگی تو یقینًا وہ ہوگی جسمیں ہر قسم کی بے پروائی پیدا ہونے کے واقعی اسباب کو تلاش کیا جائے اور انکو زائل کرنے کی کوشش ہو ×

ساتویں قسم چونکہ جداگانہ نہیں ہے بلکہ باقی اقسام کے چند اجزا کا مجموعہ ہے۔ اس لیئے اسے چھوڑکر دیگر اقسام میں سے پہلی تین جماعتیں یعنی مذہب کو غلط جاننے والے مذہب کو خاص شکل اور خاص ہدایات سے معرا سمجھنے والے اور مذہب کی جگہ دنیوی فرائض کو بجالانے والے بالعموم وہ لوگ ہوتے ہیں جنکو ابتدائے عمر سے مذہبی تعلیم و تربیت سے علٰحدہ رکھا گیا ہو اور تمام عمر مادی تعلیم میں مصروف رہے ہوں۔ آگے طبیعتوں کا اختلاف کام کرتا ہے۔ اور بعض لوگ ابتدائی اثر پذیری کا زمانہ ختم کرنیکے بعد مذہب کے متعلق ایسی باتیں سُنکر جو اُنکی سمجھ میں نہ آئیں یا اُنکے مُسلمات اور معلومات کے خلاف ہوں مذہب کو یک لخت غلط اور فضول سمجھنے لگتے ہیں۔ اور بعض کسی نہ کسی وجہ سے مذہب کی ملکی

گرفت میں مقید رہتے ہیں مگراس سے قلبی میلان کو تربیت نہیں ملتی۔ اس لیئے مذہب کی خاص شکل اور اعمال کے معین طریق پر کاربند نہیں ہو سکتے۔ اور بعض مذہب کے ایک جزو یعنی فرائض کے نام سے مانوس ہوتے ہیں)۔ اور غلط رستہ پر ہو لینے کے سبب فرائض سے محض دنیوی فرائض مراد لیتے ہیں۔ یہ تینوں شکلیں چونکہ عمر کا معتدبہ حصہ ایک خاص روش پر بسر کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ اسلیئے عادت راسخہ بن جاتی ہیں اور براہ راست افہام تفہیم سے متاثر نہیں ہوسکتیں۔ وہ لوگ وعظ و نصیحت کو سننے اور مذہبی بحث و تکرار کرنے کی طرف توجہ ہی نہیں کرسکتے۔ اور اگر زبردستی سلسلہ کلام شروع کیا جائے تو پہلے سے یقین کر لیتے ہیں کہ وقت کا یہ حصہ رائیگاں جائے گا اور کوئی ایک نکتہ بھی ایسا نہ ہوگا جو ہماری معلومات کو بڑھائے اور مفید و سودمند ہو۔ غرض جس حد تک عالمانہ کوشش کا اثر ہو سکتا ہے۔ وہ ان لوگوں کے حق میں بالکل فضول اور بے مصرف ہے۔

چوتھا گروہ یعنی مذہب کے بارہ میں مذبذب اور سرگرم تلاش رہنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جن کے دلمیں ابتدائے عمر کے اندر مذہب کی خوبی اور اسکی برکتیں راسخ ہو چکی ہوں مگر یہ تعلیم محض زبانی اور سرسری طور پر دی گئی ہو۔ اور احکام مذہب اور اسکی خوبیوں کی تفصیلی تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہ ملا ہو۔ اور بعد میں عمر ایسی تعلیم میں صرف ہوئی ہو جس سے مذہب کے متعلق کوئی روشنی نہ پڑ سکے۔ ایسے اشخاص کسی عاشق کی مانند خواب میں ایک دلفریب چہرہ دیکھنے اور دل کو اسکی نذر کر دینے کے بعد بیداری کے ایام میں اپنے مطلوب کو تلاش کرنے میں سرگرم رہتے ہیں۔ اور ان لوگوں کا تلقین و ارشاد سے تسکین پانا اغلب ہے مگر علماء کے لکچر اور وعظ جن میں کسی خاص مضمون یا عام ہدایات کے متعلق بولنے والا خود اپنی طبیعت کے میلان کی پابندی کرتا ہے۔ ان لوگوں کے لیئے چنداں مفید نہیں۔ مگر وہ پرائیویٹ محفلیں انکو تسکین دینے میں اکثر کامیاب ہوتی ہیں۔ جن میں یہ بے تکلفی اور آزادی سے اپنے شکوک اور اعتراضات کو پیش کرتے جائیں۔ اور جواب دینے والے استقلال اور

متانت سے بغیر کسی طنز اور ملامت یا نخشش، غضب کو ظاہر کرنیکے معقول جواب دینے کی کوشش کریں۔ فی زمانناچونکہ یہ مرض نئے تعلیم یافتہ حضرات میں زیادہ ہوتا ہے اسلیے ان کا علاج وہی لوگ خوبی سے کرسکتے ہیں جو مذہبی ہدایات کے ساتھ نئے مسلمات اور نئی تعلیم کے اصول سے بھی آشنا ساہوں۔

پانچویں اور چھٹی قسم کے امراض یعنی اعمال کی پابندی میں سستی یا تبلیغی صفوں کے عیوب علمی قابلیت اور تربیت میں مختلف قسم کی کوتاہیاں ہونیسے مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ میں انکے پیچیدہ اور متعدد اسباب کو مفصل بیان نہیں کرسکتا۔ مگر یہ ضرور دیکھتا ہوں کہ اس قسم کے لوگ اکثر کسی شیریں مقال واعظ اور جادو بیان سپیکر کی تقریر میں اپنے عیوب کے متعلق کوئی دلکش تذکرہ سنکر بتاثر ہوجاتے ہیں۔ اور ایک عرصہ کے لیے یا ہمیشہ کیواسطے کسی نہ کسی نقص کو دور کرنے میں کامیاب بھی ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بھی تجربہ کی بات ہے کہ ایسے لوگوں کے عیوب کو محسوس کرانے اور باز رکھنے میں جسقدر ناصحین کی شیوابیانی کا اثر ہوتا ہے اُس سے بہت زیادہ ناصحین کی اخلاقی خوبیوں سے مترتب ہوتا ہے۔ اور دیگر وہی بزرگوار لوگوں کو زیادہ متنبہ کرسکتے ہیں جو صداقت بے ریائی۔ انکسار، استغنا اور خلوص وغیرہ نفسانی اوصاف کمال سے متصف ہوں بلکہ دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ اپنی جادو بیانی سے لوگوں کو محو حیرت بنادیتے ہیں۔ اور دلوں کو نرم کرنے اور محفل کو مچھلی کی طرح تڑپا دینے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ جب کبھی اُن کا کوئی اخلاقی نقص یا عیب ظاہر ہوجاتا ہے تو جادو بیانی کا اثر محفل سے باہر ہرگز قائم نہیں رہتا۔ بلکہ تقریر کے وقت بھی وہ سماں نہیں بندھنے پاتا جو اُن کی حالت منکشف ہونے سے پہلے دیکھا جاتا تھا۔ ایک طرف جو لوگ قوت بیانیہ کا کمال نہیں رکھتے وہ بیشک محفل کو متاثر کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ لیکن پرائیویٹ مجلسوں میں اگر خلوص صداقت رکھتے ہوں۔ بہت کام کرسکتے ہیں اور اگر تقریر میں بالکل موزونیت بھی نہ ہو تو اپنے اخلاقی اوصاف کے اثر سے ان تقریر سے

محفل پر ایسا اثر جما سکتے ہیں جو بداخلاق جادو بیانوں سے ممکن نہیں۔ پس ان عیوب کیواسطے اگرچہ وعظ و نصیحت کی مجلسیں مفید ہیں مگر اُنکے فائدہ کا زیادہ حصہ اخلاقی محاسن پر منحصر ہے اور فصاحت و لطف مقال کو دوسرے درجہ پر اور بہت ہی کم تاثیر کا باعث ماننا پڑتا ہے اگر یہ خیالات اگر صحیح ہیں تو مذہبی بے پروائی کی تمام اقسام میں سے صرف تین قسموں میں وعظ و پند اور بحث و تکرار مفید ہے۔ اور اِن میں سے بھی صرف دو قسموں میں چونکہ بیشتر اثر اخلاقی محاسن کا ہوتا ہے۔ اس لیئے محض عالمانہ بحث و تکرار صرف ایک قسم کے مرض میں مفید ہے۔ اور وہی لوگ ہیں جو مذہب کا شوق پہلے سے رکھتے ہیں اور چاہتے دور ہوں۔ لِنکے ۔ پھر وعظ کی جگہ دوستانہ گفتگو بیشتر سود مند ہے پس مذہبی سرگرمی اور توجہ پیدا کرنے میں جو کام واعظین اور منادی کرنے والوں سے لینے کی تیاری کی جاتی ہے۔ وہ میرے خیال میں بہت ہی تھوڑا اور خفیف کام ہے۔ اور بالخصوص جبکہ تنخواہ دار ملازم اس کام پر لگائے جائیں تو گو اُن کو ایسا حقیر نہ سمجھا جائیگا جسقدر پیشہ ور واعظین اور مُلّا سمجھے جاتے ہیں۔ تاہم اِن کی بات سننے والوں کو یہ خیال ضرور گزرے گا کہ کام یہ بھی پیٹ کیواسطے کرتے ہیں۔ اور جو لوگ ذکر خدا و رسول کے نام سے کرتے پھرتے ہیں وہ اسی واسطے ہے کہ اس کام کی تنخواہ پاتے ہیں۔ یہ خیال اُس اثر کو زائل کردیگا جو غافلوں اور بے پرواؤں کو متوجہ کرنیکے لیئے مطلوب ہے۔ بیشک ہمارے ملک میں عیسائی واعظین اسی قسم کے پائے جاتے ہیں۔ مگر میں انکے اثر کو اکثر و بیشتر اِنکے وعظ و پند کا نتیجہ نہیں سمجھتا بلکہ اور کئی طرح کے فائدے ہیں جو رغبت کرنے والوں کی زیادہ تعداد کو جذب کرتے ہیں۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ بعض مشنری اپنی تنخواہ کی نسبت سے زیادہ سرگرم ہوتے ہیں۔ اور اُس وقت اِنکے خلوص کا اثر ہوتا ہے جو نتائج کو کامیاب بناتا ہے۔

میں مذہب کی منادی کرنے والوں کو بیکار ہرگز نہیں سمجھتا۔ بلکہ مذہبی بے پروائی کی چند اقسام کے لیئے اِنکے وجود کو مفید ماننے کے علاوہ اِن کا بڑا فائدہ اور مہتم بالشان اثر

اُس گروہ پر سمجھتا ہوں جو مذہبی بے پروائی کے عیب سے پاک اور دل و جان سے مذہب پر گرویدہ ہیں۔ کیونکہ مذہبی احکام کے متعلق واقفیت بڑھانے کی ضرورت انکو بھی ہوتی ہے شکوک بھی کبھی اُنکے دلمیں ہی پیدا ہوتے ہیں اور مذہب سے علیحدگی رکھنے والوں کے اعتراضوں اور شبہات سے گو مذبذب نہیں مگر بےچین اور مضطرب ضرور ہو جاتے ہیں۔ اسوقت علمائے مذہب سے رجوع لاتے ہیں۔ معلومات کو بڑھانے یا باہمی میں زیادہ سرگرم ہوتے ہیں شکوک کو پیش کرتے ہیں اور تیار ہوتے ہیں کہ جواب پاتے ہی فوراً انہیں رد کریں اور قوتِ قلب کو بڑھائیں۔ دوسروں کے اعتراضوں کا تذکرہ کرتے ہیں اور یہ معلوم کرکے کامل تسکین حاصل کرتے ہیں کہ ایسے ملحدانہ اعتراضوں کے معقول جواب علمائے مذہب کے پاس موجود ہیں۔ اگر یہ کیفیت نہو اور ایسے دینداروں کو جو مذہبی علوم سے آگاہ نہیں ہیں تسلی دینے کے لیئے علمار کا گروہ کوشش نہ کرے تو اُنکی ناواقفیت اِن کے وساوس اور دیگر بیدینوں کے اعتراض ان لوگوں کو بھی بیدینی کی طرف لیجائیں اور تمام قوم مذہب سے برگشتہ ہوجائے۔ پس علمار کا گروہ مفید اور بہت بڑے درجہ تک مفید ہے اور مذہب کی حمایت میں اِن لوگوں سے استغنا نہیں ہوسکتا۔ لیکن ہر کارے و ہر مردے۔ یہ اور طرح کے لوگ ہیں اور اور طرح کا کام کرسکتے ہیں۔ اور مذہبی بے پروائی اور طرح کا مرض ہے۔ اُسکے لیئے اور ہی طرح کی تدبیر ہونی چاہیئے ٭

مذہب حقیقت میں دل کی چیز ہے۔ اور علم دماغ سے تعلق رکھتا ہے۔ پس اگر کسی کا دل ہی مذہب سے برگشتہ ہو تو عالمانہ دلائل خواہ کیسے ہی قوی اور مستحکم ہوں۔ اور ہر چند سننے والا اُنکے جواب سے عاجز آجائے اور عقل کو تسلیم کرنیکے سوا چارہ نہو۔ تاہم قلبی نفرت اقدام کرنے کی طرف اور پختگی سے اُس کام کو پکڑ لینے کی طرف نہ آنے دے گی۔ روزانہ دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں کے دل کسی علانیہ عیب اور بداطواری کیطرف مائل ہیں۔ اُنکو سمجھایا جائے تو بہت آسانی سے اپنی عادت کی بدی اور بدانجامی کو تسلیم کرلیتے ہیں۔ اور کوئی وجہ انکار کی نہیں پاتے لیکن دل جسطرف

پہچاننا چاہتا ہے عقل کی مزاحمت اور بدنتایج کے عینی مشاہدہ کے باوجود اس طرف سے رک نہیں سکتے۔ اس صورت میں عقل اور دلائل عقلیہ یا علم اور اہل علم کا قصور نہیں قلبی رفتار ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ دماغی کمالات اُسکا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

لیکن دوسری طرف دلی خواہش کی یہ خاصیت بھی ضرور مشاہدہ ہوتی ہے کہ جس شخص کی عظمت کسیوجہ سے دل میں راسخ ہو۔ شدہ شدہ انسان اُسکے تمام اطوار کو پسند کرنے لگتا ہے پسندیدگی میں ترقی ہوتے ہوتے اُن اطوار کو حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے جو بالاخر اپنے اندر اُنکے خلاف میں خود بخود اُنسے نفرت کرنے لگتا ہے اور اس طرف کو ترقی کرتا ہوا وہی دل جو پہلے ایک قسم کی خواہشوں میں مبتلا تھا۔ اب اُنکے خلاف دوسری قسم کی خواہشیں محسوس کرنے لگتا ہے۔ اور کبھی نہ کبھی اپنی عادت کو بدلنے کی توفیق پالیتا ہے پھر جب کسی شخص کے اطوار اور عادات پسند ہوتے ہیں تو اکثر اُسکے خیالات اور عقائد کی عظمت بھی دلمیں در آنے لگتی ہے۔ اور جس رائے پر پہلے پختگی سے قائم ہوتا ہی جب دیکھتا ہے کہ ایک نہایت نیک اطوار شخص اِسکے خلاف رائے رکھتا ہے تو اپنی رائے کو پختہ سمجھنے کے امر میں ضرور کمی محسوس کرتا ہی۔ اگر اتفاق سے ایسے لوگوں کی ایک جماعت موجود ہو جو اُسکی پسند کے موافق اطوار رکھتے ہیں اور سب ایک ہی رائے کے پابند ہوں تو اُسوقت کا دلی میلان ضرور دماغ پر زور ڈالتا ہے اور مجبور کرتا ہے کہ اپنی رائے کو ایسے اعلیٰ گروہ کے خلاف صحیح نہ سمجھے لو اس طرح یہ محبت کا اثر قلبی میلان کو مغلوب کرتا ہوا دماغی رفتار پر حملہ کرتا ہے۔ اور دیکھنے میں آتا ہے کہ ایسے واقعات سے ایک خاص میلان رکھنے والا اور خاص خیالات پر یقین کرنے والا اپنے میلان اور اپنے اعتقاد کے خلاف دوسرے میلان اور دوسرے اعتقاد کا پابند ہو جاتا ہے +

دنیا میں بدکاری اور بد اطواری کیسی ہی ترقی پا جائے۔ اب تک یہ نہیں دیکھا گیا کہ کوئی دغاباز۔ عیاش اور راہزن کسی راستباز پارسا اور نیک دل کو اسلیئے بُرا سمجھتا ہو کہ اُسمیں یہ صفات

موجود ہیں۔ بلکہ اسکے خلاف رندانِ بدست بھی نیک و پارسا لوگوں کی تعظیم کرتے ہیں۔ وہ اپنی رندی اور بدمستی کا اظہار کرتے ہیں۔ تو اس طرح پر کہ پارساؤں کے مخفی عیوب کو تلاش کرتے ہیں اور اپنی عیاشی و بدمعاشی کی معذرت میں پارساؤں کی ریاکاری اور جاہ طلبی کو شہرت دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص کیسا ایسا موجود ہو جسکے مخفی عیوب بھی انکو معلوم نہ ہوسکیں تو اُسکے آگے سرِ تسلیم خم کرنے اور اُسکو اپنے سے بہتر سمجھنے میں انکو کوئی عذر نہیں ہوتا۔ اور اُسکی صحبت سے متاثر ہوکر کبھی کبھی اپنے اطوار کو بدلنے کی تحریک بھی محسوس کرتے ہیں۔

پس اگر مذہبی بے پروائی کو دور کرنے کی کوئی تدبیر ہوسکتی ہے تو یہی کہ جو لوگ اس درد کو اپنے دلمیں محسوس کرتے ہیں بجائے بیدینوں کو سمجھانے اور اُنکے لیے جلسات و مناظرے منعقد کرنے کے خود اپنی اصلاح کی جانب توجہ کریں۔ بات کریں تو جھوٹ کا شائبہ نہو عہد کریں تو بے وفائی کا خیال نہ گزرے۔ دوستوں کی امداد کے لیے ہر وقت مستعد ہوں تو دشمن کو بھی حق کے خلاف نقصان پہنچانے کا ارادہ نہ کریں۔ برابر والوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آئیں تو زیردستوں اور گھر والوں کے ساتھ بھی متکبرانہ اور ظالمانہ برتاؤ نہ کریں۔ انتقام سے درگزریں۔ اور اگر ضرورت مجبور کرے تب بھی انصاف کے خلاف کوئی عمل سرزد نہو۔ اپنے بیگانے سے خیر طلبی اور نیک نیتی کے ساتھ پیش آئیں۔ اور ہمیشہ خلوص محبت سے مشورہ دیں۔ اپنا کیسا ہی نقصان ہوتا ہو۔ دھوکا اور فریب سے کام نہ لیں۔ غرض اخلاق خوبیوں کا اعلیٰ نمونہ بنیں۔ اور جس مذہبی بے پروائی کی سخت سے سخت مشکلوں کو سنانا چاہتے ہیں پہلے اسکی سب سے ہلکی صورت یعنی اخلاقی نقائص سے اپنی تئیں پاک کریں تو اس حالت کا اثر ضرور نمایاں ہوگا اور پہلے اپنے گرد و پیش کے ان لوگوں کو متاثر کرے گا جو غفلت اور کاہلی سے اعمال و اخلاق میں کوتاہی کرتے ہیں کیونکہ نسبتاً یہی فریق زیادہ اثر پذیر اور باخدا لوگوں کی گرفت میں آنے کے لائق ہے۔ اور نیز یہی گروہ تعداد میں زیادہ ہوا کرتا ہے۔ پھر جب رفتہ رفتہ ان لوگوں کے دو قلب واطوار درست

ہونے لگیں گے اور دائرہ کسیقدر وسیع ہو جائے گا تو ممکن نہیں کہ ایسے بڑے گروہ کے اعلےٰ اخلاق کا جادو اُن لوگوں پر نہ چلے جو کسی نہ کسی شکل میں مذہب سے بیگانگی برتتے ہیں اور اگر وہ سب نہیں تو ان میں سے بہت تعداد ایک گروہ عظیم کی عادات و اطوار کو اپنے سے بالاتر دیکھکر مرعوب ہوں گے اور خاص عقائد کے ماننے والوں کو حسن سلوک کی زنجیر میں جکڑے ہوئے اور دشمنوں تک سے بھلائی کرتے ہوئے دیکھکر بعض لوگ خود بخود عقائد کی طرف جھکیں گے اور بعض نفرت و بیگانگی کو کم کرنے لگیں گے۔ اور بعض کے دل میں مذہبی احکام اور ہدایات کی نسبت تجسس اور تلاش کی کشش پیدا ہو گی اور اخلاقی خوبیوں سے اسقدر کام لینے کے بعد ایسا وقت آئیگا کہ جو لوگ تحقیق کی طرف مائل ہوں علمائے مذہب روشن دلائل سے ان کے باقی ماندہ زنگ کو دور کریں اور بفضل خدا اسلامی عقائد میں صفائی اور سادگی بھی اسقدر ہے کہ ایک توجہ کی دیر ہے۔ ورنہ اسکے بعد اسلامی عقائد کو سمجھ لینا کچھ دشوار نہیں۔ پس یہی وقت ہو گا جبکہ اخلاق اور علم کی متفقہ کوشش سے مذہب کی محبت اور احکام کی پابندی جسقدر کسی قوم میں ہو سکتی ہے اپنے کمال کو پہنچے۔ اور یہی ایک سبیل ہے جس سے اب مذہب کی عظمت قائم ہو سکتی ہے اور یہی صورت ہے جس سے ابتدائے اسلام سے اسکی ترقی کے زمانہ تک ہمیشہ کام لیا گیا ہے ؛؛

ملک عرب اسلام سے پہلے تربیت کے نقائص۔ مذہب کی نفرت اور اخلاقی پستی اسی زیادہ رکھتا تھا۔ اب تو صرف مذہب کی آواز سے کانوں میں انگلیاں دیجاتی ہیں اُس وقت اس سے بڑھکر بولنے والے کی زبان کاٹنے کا بھی سرگرم اہتمام ہوتا تھا۔ اگر صرف عالمانہ دلائل اور زور فصاحت پر مدار ہوتا تو اُس وقت کے بے دینوں کو مذہب کی طرف لانے میں ہرگز کامیابی نہ ہوتی۔ مگر ایک نور کے پُتلے نے (صلوات اللہ علیہ) اپنی صداقت امانت اور نیک ذاتی سے وہ اثر دکھایا کہ لوہے سے زیادہ سیاہ دلوں کو آئینہ جیسا

شفاف کرنے میں ... اور پھر تمام قوم ایک خدائی رنگ سے رنگین ہو گئی تو تمام دنیا کو اپنے اعلیٰ اخلاق اور نیک سلوک سے ... اسی وقت سے اب تک اشاعت اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ اور برتر حصہ انہی لوگوں نے لیا ہے جو روحانی کمالات اور اخلاقی محاسن سے اولیائے ربانی اور مقربان یزدانی مانے جاتے ہیں۔ اور اگرچہ میں مانتا ہوں کہ علماء کے بغیر یہ مبارک تحریک بھی کمال کو نہ پہنچتی۔ مگر اصل انہی لوگوں کے علم کا جوہر ہے جو علم کے ساتھ قلبی وصف کا زور رکھتے تھے۔ اور علماء وساوس شکوک کو دور کرنے کا کام دیتا رہا ہے تو وساوس و شکوک کو علما کے سامنے پیش کرنے کا میدان اور دور کرنے کی خواہش جو مذہبی برکتیں حاصل کرنے کی بنیاد ہے۔ اسکو قلبی شعاعوں اور صرف قلبی شعاعوں نے پیدا کیا ہے۔

پس اب جو اشاعت مذہب کی خواہش کی جاتی ہے اور اسکے لئے بیشتر اور تمام تر انحصار علماء کے وعظ و پند پر رکھا جاتا ہے۔ اسمیں یہی اصولی غلطی ہے۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ کام نہ صرف علما بلکہ زاہدانِ خشک کے کرنے کا بھی نہیں ہے محض علم دنیوی محبت کو نابود کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا۔ اور محض زہد بعض مخفی عیوب کو ساتھ رکھتا ہے دلوں کو متحرک کرنے اور ایک طرف سے دوسری طرف لانیکے لیئے وہ بزرگوار مطلوب ہیں جو مناسب علم اور پوری ظاہری پابندی کے ساتھ صفائے قلب میں ممتاز درجہ رکھتے ہوں۔ علماء کو اپنا تعلیم و تعلم اور تصنیف و تالیف کا کام کرتے ہوئے چھوڑ کر مجھے اس تحریک کا مرکز تکیوں اور خانقاہوں میں نظر آتا ہے۔ انہی بزرگوں نے پہلے یہ کام سرانجام دیا تھا اور یہی اب بھی اس بار گراں اور امانت خداوندی کو اٹھانے کی قابلیت پیدا کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ہر چند فی زمانہ اکثر صاحبان سجادہ بھی قوم کے ساتھ قومی امراض میں مبتلا ہیں۔ مگر ابھی تک بڑی بڑی قلبی قوتیں نہیں تو قلبی قوتوں کی استعداد رکھنے والے سجادہ نشینوں اور خانقاہوں کے آگے سجدہ کرتے اور بڑے بڑے جاہ و حشم اور دولت و ثروت کے مالک ان کے سامنے اپنی تعلی اور غرور کے زینہ سے اتر کر فرش خاک پر بیٹھتے ہوئے پائے جاتے

ہیں۔ پس جو تعداد کثیر اس طرح پر انکی طرف جھکتی اور انکے احکام کی بجاآوری میں بسا اوقات محنت ہائے شاقہ برداشت کرتی ہے۔ اگروہ بالفعل اولیاء اللہ نہیں ہے تو اُن کا عزم اور انکی محنت اسی لائق ہے کہ اگر تربیت میں کوئی نقص واقع نہو تو کامل ولی اللہ بن جائیں خواہ پیروں میں بزرگی نہ ہو مگر مرید بیشک ایسے ہی خلوص سے کام کرتے ہیں کہ بزرگ بننے کی استعداد اُن میں پورے طور پر موجود ہوتی ہے اور بعد میں جو نقص واقع ہوتا ہو اور یہ لوگ جس طرف کو جاتے ہیں وہاں پہنچ نہیں سکتے تو اس لیئے کہ غرور۔ خود ستائی۔ مخالفت کے وقت غیظ و غضب کا اظہار۔ اپنے مسلک سے جدا رہنے والوں کے ساتھ عناد۔ ہم پیشہ لوگوں کی غیبت۔ اور اسی قسم کے بعض بڑے بڑے عیوب (معاف کیا جائے اگر ہم کہیں کہ) اکثر پیرزادوں میں بھی موجود ہیں اور مریدوں کو سب قسم کی تلقین و ہدایت کیجاتی ہو مگر اخلاقی کمالات حاصل کرنے کی ترغیب نہیں دیتے۔ اور وہ اپنے پیشواؤں کو ان کمزوریوں میں آلودہ پاتے ہیں اسلیئے اوراد و نوافل اور مراقبہ و مشاہدہ کو سلوک طریقت کے لیئے ضروری جانتے ہیں۔ اور اسمیں کوتاہی کرنی جائز نہیں سمجھتے۔ مگر ان عیوب کی بُرائی انکے خیالات میں آتے ہی نہیں پاتی۔ بلکہ اپنے پیروں کی طرف دیکھکر اس روش کو زیور ولایت اور سرمایہ کمال سمجھنے لگتے ہیں۔ اور اپنے وقت پر پیر بنکر انہی عادات کو اختیار کرلیتے ہیں پس اگر پیشوایان طریقت ذرا اس نکتہ کی طرف توجہ کریں۔ اور اگر واقع میں وہ ان عیوب سے بری نہیں ہیں تو بھی کچھہ دیر کے لیئے اپنے مریدوں کی اصلاح و ہدایت کے خیال سے خواہ دکھانے ہی کے طور پر ہو مریدوں کے سامنے خودستائی اور اظہار غیظ و غضب وغیرہ عیوب سے احتراز کرنا اختیار کریں۔ اور پھر جس طرح پر شب بیداری اور چلہ کشی کی سخت محنتیں مریدونکو بتاتے ہیں اور وہ نہایت شوق سے بجالاتے ہیں اسی طرح حسب حالت کسی مرید سے جھوٹ نہ بولنے کا اور کسی سے عدالت میں مقدمات دائر نہ کرنے کا۔ اور کسی سے مقدمات میں ذہوکے اور فریب سے بالکل اجتناب کرنے کا۔ اور کسی سے غصہ کیوقت گالی نہ

نہ بکنے کا عہد لے لیا کریں تو چونکہ مرید پیر کے فرمان کو نقصان اور تکلیف برداشت کرکے بھی بجالانے کے عادی ہوتے ہیں کچھ مدت میں اسی خلوص عقیدت کی وجہ سے اخلاق حسنہ کا رواج بھی ہونے لگیگا اور جب چند یا تمام پیران طریقت کے متوسلین اخلاقی کمالات میں ایک ممتاز درجہ حاصل کرلیں گے تو آیندہ انکے شوق سے وہ خود بھی پیر بننے کے بعد انکے مریدین کی وساطت سے یہ عنصر تمام قوم میں سرایت کرنا شروع کرے گا اور اُسوقت غفلت اور کاہلی۔ نفرت اور بیگانگی سب قسم کی مذہبی بے پروائی کو دور کرنے کا وہ سامان موجود ہوجائے گا جو نظر بحالات موجودہ قوم کے امکان میں ہے ٭

میں جو محض نظر بحالات موجودہ اس سامان کو کافی سمجھتا ہوں تو اسلیئے کہ مذہبی بے پروائی کی پہلی تین قسموں کے حال میں ذکر ہوا ہے کہ انکی نفرت اور بیگانگی کا سبب بچپن میں مذہبی تربیت سے محروم رہنا ہے۔ اور اگر یہی بات ہے تو جب تک سبب دور نہو کسی مسبب کو دفع کرنے کا یقینی سامان میسر نہیں آتا۔ اور ایسے لوگوں کی تربیت کا زمانہ گزرچکا ہے۔ اسلیئے انکی واقعی اصلاح سے بڑی حد تک نااُمیدی ہے۔ مگر آغاز اسلام میں ہم دیکھتے ہیں کہ اخلاقی محاسن کی کشش سے اکثر ایسے لوگ بھی اصلاح پذیر ہوگئے ہیں جنکو بچپن میں مذہبی تربیت کا موقع نہ ملا تھا اسلیئے اس تدبیر کو محض اسوقت کے لیئے کافی سمجھتا ہوں۔ ورنہ آیندہ کے لیئے ضرور ہے کہ نئی نسل کو مذہبی تربیت کے اندر رکھنے کا پورا اہتمام کیا جائے۔ اور اگر ایسا ہوسکا تو آنے والوں کے لیئے بالکل کافی اور مکمل انتظام ہوگا۔ اور انکے مذہب سے بیگانہ ہونے کا احتمال بہت کم رہجائیگا۔ مگر نئی نسل کو مذہبی فضا میں پرورش کرنیکا فائدہ بھی اُسیوقت نمایاں ہوگا کہ تعلیم اور نگرانی کے ذمہ دار کمالات علمی کے علاوہ حُسن سلوک اور پابندی اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہوں۔ ورنہ اگر صرف تعلیم پر زور دیا گیا اور کارکن پابندی احکام اور حُسن اخلاق کے متعلق اپنے بُرے نمونے پیش کرتے رہے تو

محض تعلیم بچوں کو کبھی نیک نہ بنا سکے گی ۔

پس مذہبی بے پروائی کو دور کرنے کی یہ تدبیر ہے جسکو میں صائب سمجھتا ہوں اور اگر میری رائے کو تسلیم کیا جائے تو گو یہ بھی ایک ایسا کام ہے جسکو ایک نظام میں لانے اور ضوابط وقواعد کے مطابق کام کرنے کی ضرورت ہے مگر اسکو برداشت نہیں کر سکتا کہ قوم کی مختلف اور کثیر التعداد مجلسوں کے علاوہ ایک جداگانہ انجمن اس غرض کیلئے منعقد ہو کیونکہ اگرچہ قومی اغراض جسقدر ہوں اُسیقدر کام کرنے والی جماعتیں بھی ہونی چاہئیں مگر قوم کی مالی حالت اور قوم کے بیدار افراد کی تعداد کو دیکھتے ہوئے جو کام شروع ہو چکے ہیں وہ بھی بہت ہیں اور انہی میں بہت سے ناقص اور نامکمل حالت میں رہے جاتے ہیں۔ کسی کام کو شروع کر کے اور ناقص رکھنے میں جو نقصان ہوتا ہے ۔ وہ زیادہ مضرت بخش ہے اور اسکی نسبت یہ بہتر ہوتا ہے کہ کام کو شروع نہ کیا جائے ۔ نیز میں دیکھتا ہوں کہ قوم میں ایسی جماعتیں بہت سی بن چکی ہیں ۔ جن کی اغراض میں ترویج مذہب داخل ہے یا داخل ہو سکتی ہے ۔ مثلاً اگر محض علوم دین کی تعلیم اور تعلیم یافتوں میں وعظ و پند ترویج مذہب کا ذریعہ مانا جائے تو بہت سے اسلامی مدارس کو اسکا مرکز قرار دیا جا سکتا ہے اور جو لوگ اس کا درد محسوس کرتے ہیں وہ اپنے اثر سے جو سرمایہ علیحدہ جمع کر سکتے ہیں وہ اس مدرسے کے فنڈ میں شامل کر کے اور اپنی قوت کو اسکی انتظامی جماعت میں اضافہ کر کے سند یافتوں کو اطراف ممالک میں بھیجنے کا انتظام کر سکتے ہیں۔ اگر علوم دین کے ساتھ دنیوی علوم کی شناسائی بھی شرط گردانی جائے تو ندوۃ العلما میں ایسا انتظام موجود ہے اور اسی کو زیادہ امداد پہنچانے سے انتظام میں ترقی ہو سکتی ہے۔ اگر علما کو محض نوکر رکھکر بھیجنا ہی ایک علیحدہ کام فرض کیا جائے تو اشاعت اسلام کے نام سے اسی غرض کے لیے کئی ایک انجمنیں بنتی ہوئی سنی گئی ہیں ۔ ان کی اعانت میں حصہ لینا چاہیئے ۔ اور اگر میرے خیال کو صحیح مانا جائے اور مذہبی عظمت کو قائم رکھنے کا فرض

پیشوایانِ طریقت پر ڈالا جائے تو حلقۃ المشائخ اِسکی پوری ذمہ دار ہو۔ اِس کی توسیع میں کوشش ہونی چاہیئے۔ اور جو نقص اسمیں موجود ہوں بجائے علیحدہ دیگران کی شکایت کرتے رہنے کے خود شریک ہوکر اور اپنے خلوص اور للہیت کا اثر ڈالکر انکو دور کرنے کی سعی ہو۔ اور پھر اِس حلقہ میں داخل ہونے والے پیرزادوں کا فرض قرار دیا جائے کہ اپنے ہر ایک مرید کو کسی نہ کسی اخلاقی عیب سے توبہ کرائیں اور آیندہ کے لیے اُن سے بھی جبکہ وہ صاحب سجادہ ہوجائیں اپنے مریدوں میں اخلاقی محاسن کو ترقی دینے کا عہد لیں۔ اور خود بھی حلقہ اور اُنکے مریدین عہد پیمان کی پابندی میں قصور نہ کریں۔ اگر ایسی کوششوں کو قوت اور استقلال کے ساتھ جاری رکھا جائے تو میرا خیال ہے کہ ایک مدت میں قوم مذہبی بے پروائی کے الزام کو اپنے اوپر سے دور کرنے میں کامیاب ہوگی۔ لیکن تدبیر کوئی بھی ہو اُسکے لیئے علیحدہ انتظام کی ضرورت ہرگز نہیں۔ کام بہت کھلے ہوئے ہیں۔ ضرورت ہے تو کام کرنے والوں کی لوث خودغرضی اور نام و نمود کو نکالکر خلوص اور للہیت سے کام کو محض کام کے لیئے پورا کرنے کی۔ اگر ایسی تدابیر سوچنے والوں میں یہ صفات موجود ہیں اور وہ کسی کام کو نباہنے کا حوصلہ رکھتے ہیں تو بسم اللہ کریں اور ملک کی کسی نہ کسی جماعت میں داخل ہوکر اپنی تمام تر ہمت اُس جماعت کے نقائص دور کرنے اور کام کو باقاعدہ اور عمدہ پیمانے پر لانے کی کوشش میں صرف کریں۔ خالص نیت انشاء اللہ اثر کیئے بغیر نہ رہے گی*

وہ زمانے تو لد گئے جبکہ لوگ بڑی بڑی ضخیم و قیمتی کتابوں کے محتاج تھے اور واقعی صرف وہی حصولِ معلومات کا ذریعہ تھیں۔ لیکن اب کسی علم و فن کی باتیں موقت الشیوع رسالوں اور اخباروں کے بدون فروغ نہیں پا سکتیں۔ دیسی طبوں اور طبیبوں کا سلسلہ آرگن دہلی کا مشہور اخبار طبیب اِسی اصول پر جاری ہوا اور بفضل خدا بڑی خوش اسلوبی سے ۱۶ صفحوں پر ہفتہ وار شائع ہوتا ہے۔ اسکی قابل قدر خدمات کا اندازہ کم از کم ششماہی کیلیئے خریدار بنکر کیجیے۔ چندہ سالانہ ہے ششماہی عہ رجسٹری، مینیجر اخبار طبیب دہلی

۱۹۰۵ء

حضرت خالد بن سنان العبسی علیہ السلام

(از جناب مولوی حکیم فرید احمد صاحب عباسی)

حضرت خالد بن سنان علیہ السلام حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے مبعوث ہوئے تھے۔ آپ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ بنی اسمٰعیل سے دو نبی ہوئے ایک آپ اور ایک حضرت خاتم النبیین سرور کائنات علیہ التحیۃ والثناء۔

حضرت خالد بن سنانؑ کا نسب

حضرت خالد بن سنان بن غیث بن مریطہ بن مخزوم بن مالک بن غالب بن قطعہ ابن عبس عبسی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے ایک زمانہ میں عرب میں ایک جانور پیدا کیا تھا جسکو عنقا کہتے تھے۔ اسکی نسل بکثرت حجاز میں پھیلی ہوئی تھی۔ یہ جانور اسقدر بڑا تھا کہ چھوٹے بچوں کو اُٹھا کر لیجاتا تھا۔ لوگوں نے اسکی شکایت حضرت خالد بن سنان سے کی۔ یہ نبی تھے اور بعد حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بنی عبس میں مبعوث ہوئے تھے۔ انہوں نے دعا کی۔ اس جانور کی نسل منقطع ہوگئی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن سنان علیہ السلام نے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی عرب کو خوشخبری دی تھی۔ جب انکی صاحبزادی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہیں تو آپنے فرمایا تھا مرحبا یا بنت نبی ضیّعہ قومہ۔ یعنی خوب آئیں۔ اے اُس نبی کی بیٹی جن کو اُن کی قوم نے ضائع کردیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضرت خالد بن سنان علیہ السلام کی صاحبزادی آنحضرتؐ

کی خدمت میں آئی ہیں تو آپ نے اپنی چادر کو بچھایا اور اُسپر اُنکو بٹھایا تھا۔ اور وہی الفاظ فرمائے تھے جو اوپر لکھے گئے۔ سماک بن حرب سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت خالد بن سنانؑ کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ذالک نبیٌّ ضیّعہ قومہ۔ یعنی وہ نبی تھے مگر اُن کی قوم نے اُنکو ضائع کر دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ حضور سرور عالمؐ کی خدمت میں تین شخص یہی جنس سے آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ ہم کو یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ لا اسلام لمن لا ھجرۃ لہ۔ یعنی اُس شخص کا اسلام قبول نہیں ہوگا جسنے خدا کے لیئے ہجرت نہیں کی۔ اور ہم جہاں رہتے ہیں وہاں ہمارے بکثرت مویشی ہیں اور وہی ہماری معاش ہے۔ اور ہمارا مال پھیلا ہوا ہے اگر آپ فرمائیں تو ہم سب بیچ باچکر ہجرت کر جائیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جہاں تم ہو خدا سے ڈرتے رہو اور اُسکے حکم کی تعمیل کرتے رہو۔ تمہارے اعمال میں سے کچھ کمی نہو گی۔ اگرچہ تم جازان کی چوٹی پر رہو۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے حضرت خالد بن سنانؑ کی بابت دریافت کیا تو اُنہوں نے کہا۔ اُنکے کوئی لڑکا نہیں ہے۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ وہ نبی تھے۔ اُنکی قوم نے اُنکو ضائع کر دیا۔

حضرت خالد بن سنانؑ کی وفات

حضرت خالد بن سنان کے زمانہ میں پہاڑ میں ایک آگ نمودار ہوئی جس کا اثر دور دور تک جاتا تھا۔ اور وہ پاس پاس کے گانوں کو جلا دیتی تھی۔ حضرت خالد بن سنانؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں انشاء اللہ اس آگ کو بجھا دونگا۔ عمارہ بن زیاد نے کہا اے خالد آپ نے کبھی پہلے جھوٹ نہیں بولا۔ آپ کی اس آگ کے سامنے کیا حقیقت ہی حضرت خالد بن سنان علیہ السلام نے فرمایا۔ اچھا تم میرے ساتھ چلو۔ غرض تین

آدمی اور آپکے ساتھ ہوئیے۔ یہاں تک کہ اس پہاڑ کے قریب پہنچگئے تو دیکھا ایک غار میں سے وہ آگ نکلتی ہے اور باہر آکر پھیلتی ہے۔ حضرت خالد بن سنان علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ یہاں بیٹھو۔ اور آپنے انکی چاروں طرف ایک خط کھینچدیا اور فرمایا تم کو یہ آگ کچھ نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اب میں آگ بجھانے جاتا ہوں۔ اگر میرے آنے میں دیر ہو تو تم میرا نام لیکر مجکو نہ پکارنا۔ غرض تھوڑی دیر میں آگ نکلنی شروع ہوئی اور حضرت خالد بن سنان علیہ السلام عصا لیکر آگے بڑھے۔ اور آپنے اُس آگ میں عصا مارا۔ اُسکا یہ اثر ہوا کہ وہ آگ جہاں سے نکلی تھی پھر وہیں چلی گئی اور آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ بدا بدا کل ھدی برد ازعم ابن راعیۃ المعزی انی لا اخرج منہا و ثیابی تندی +

غرض حضرت خالد بن سنان علیہ السلام اس غار میں چلے گئے۔ جب بہت دیر ہو گئی تو عمارہ بن زیاد نے کہا کہ اگر حضرت خالد بن سنانؑ زندہ ہوتے تو باہر آتے۔ لوگوں نے کہا وہ تو ہم سے فرما گئے ہیں کہ ہم اُن کے نام سے اُنکو نہ پکاریں۔ عمارہ نے کہا نہیں اُن کا نام لیکر پکارنا چاہیئے۔ غرض اُن کا اسم گرامی لیکر بآواز بلند پکارا گیا۔ یہ سنتے ہی حضرت خالد ابن سنانؑ اپنا سر پکڑے ہوئے برآمد ہوئے۔ اور فرمایا۔ کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا کہ تم میرا نام لیکر مجکو نہ پکارنا؟ خدا کی قسم تم لوگوں نے اس حرکت سے مجکو قتل کر دیا۔ اب جب میں انتقال کر جاؤں تو مجکو دفن کر دینا۔ جب سرخ اونٹ آویں تو مجکو میری قبر سے نکالنا۔ مجکو زندہ پاؤگے۔ میں تم کو آیندہ جو امور ہونے والے ہیں اُنکی اطلاع کرونگا +

غرض آپ کا انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے آپ کو دفن کر دیا۔ جب سرخ اونٹ وہاں آئے تو لوگوں نے کہا۔ اب قبر کھودنی چاہیئے۔ کیونکہ ہم کو وہ اسکا حکم دے گئے ہیں۔ عمارہ بن زیاد نے کہا کہ ہم کو ہمارے بنی عم حضرت مضر کی اولاد طعنہ دیگی کہ ہم اپنے مُردونکو

قبروں سے نکالتے ہیں۔ ہم انکی قبر نہیں کھودینگے۔

اس سے پہلے حضرت خالد بن سنان علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارے گھر میں دو تختیاں ہیں۔ تم لوگوں کو اگر کوئی مشکل پیش آئے تو تم ہمارے گھر کے آدمیوں کے پاس جانا اور اُن تختیوں کو دیکھنا۔ وہ مشکل تمہاری آسان ہو جائے گی۔ غرض وہ لوگ اس مشکل کے حل کرنیکے لیے اُن کے مکان پہنچے۔ اور اس قبر کو کھودنے کے متعلق دریافت کیا۔ اسوقت آپ کی بی بی دوسری حالت میں تھیں۔ اور یہ فرما گئے تھے کہ کوئی عورت حائضہ ان تختیوں کو ہاتھ نہ لگائے۔ وہ اِن دونوں تختیوں کو لے آئیں مگر اس سے کچھ پتہ نہ لگا۔ اور وہ علم ہاتھ سے جاتا رہا۔

یہی حال اُن لوگوں کا ہوتا ہے جو اپنے شیخ کی ہدایات پر عمل نہیں کرتے اور اگر مگر میں پڑے رہتے ہیں۔ اگر وہ لوگ حضرت خالد بن سنان علیہ السلام کی ہدایات پر عمل کرتے تو بڑے بڑے آیندہ انقلابات کا حال معلوم ہوجاتا۔ حضرت خالد بن سنان علیہ السلام کے حالات سے ہم لوگ بہت سی نصیحتیں حاصل کرسکتے ہیں۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اپنے شیخ کی ہدایات پر انسان کو کاربند رہنا چاہیئے۔ اور اس میں چون وچرا نہ کرنی چاہیئے۔ ورنہ ایسا شخص باطنی نعمتوں سے محروم رہتا ہے اور ہمیشہ کفِ افسوس ملتا رہتا ہے۔ اوّل تو خوب اچھی طرح موافق سُنت سنیہ و شریعت محمدؐ یہ جس شیخ سے مرید ہونا چاہتے ہیں۔ انکے کام دیکھ لینے چاہئیں۔ اسکے بعد بیعت کرنی چاہیئے کیونکہ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست | پس بہر دستے نباید داد دست

مگر جب بیعت کرلی تو پھر اطاعت و فرمانبرداری میں بھی کچھ کسر رکھنی چاہیئے۔ بقول حافظ ؎

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

بچوں کے لئے گفتگو کا طریقہ

(از جناب مولانا مولوی حافظ محمد عبد التواب صاحب چشتی (مولوی فاضل) از رہتک)

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ — اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کرو۔ اور
مِنْ صَوْتِكَ ط اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ — ہولے ہولے سے بولو (کیونکہ تمام آوازوں میں
لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ؀ (لقمان ع ۲ پ ۲۱) — بُری سے بُری گدھوں کی آواز ہے)۔

یہ سورہ لقمان کے دوسرے رکوع کی آیات میں سے ایک آیت ہے۔ اس رکوع میں اس واقعہ کا ذکر ہے کہ حضرت لقمانؑ اپنے بیٹے کو طرزِ معاشرت زندگی بسر کرنے کا طریقہ سکھا رہے ہیں۔ اس سے اوپر کی آیات کا یہ مطلب ہے کہ حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ پیارے بیٹے! مشرک نہ بننا۔ خدا کی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ ٹھیرانا۔ کیونکہ شرک بڑے ہی ظلم کی بات ہے۔ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ط اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ؀[1]

پیارے بیٹے! نماز پڑھا کرو۔ لوگوں کو اچھے کام کرنے کی نصیحت کیا کرو۔ بری باتوں سے منع کیا کرو۔ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط

مصیبت کے وقت صبر کیا کرو۔ لوگوں سے بے رخی اور عدم توجہی سے پیش نہ آیا کرو۔ زمین پر اترا کر نہ چلو کیونکہ شیخی بگھارنے والے غرور کرنے والوں کو خدا پسند نہیں کرتا
اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ؀ +

اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو۔ چلتے وقت بیچ کی چال چلا کرو۔ اور بات کرتے وقت نہایت متانت اور سنجیدگی سے کلام کیا کرو۔ کیونکہ چیخنا چلانا۔ یا لغو و بے فائدہ

۱؎ بیشک شرک بہت ہی بڑا ظلم ہے۔ (لقمان)۔

باتیں کرنا انسانیت سے بعید ہے۔ انسان ہو کر گدھوں کی طرح سے نامفہوم و نامعقول الفاظ زبان سے نکالنے ۔ کھیر اور بلند آواز سے چیخنے سے کچھ حاصل نہیں کیونکہ سخت کلامی اور بدگوئی خدا اور رسول خدا کو ناپسند ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۝

(اے حبیب) جو لوگ تم کو (تمہارے) حجروں کے باہر سے چیخ چیخ کر پکارتے ہیں ان میں سے اکثر کو (مطلق) عقل ہی نہیں ہے۔ (الحجرات ع ۱ پ ۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصے کی حالت میں بھی کبھی نہیں چیختے تھے۔ زور سے نہیں بولتے تھے۔ بدگوئی یا کسی پر لعن طعن نہیں کرتے تھے۔ رنج و الم خوشی و غم غصہ و عتاب غرض ہر حال میں آپ متانت و سنجیدگی ۔ میانہ روی کو ہاتھ سے نہیں دیتے تھے آپ نہایت ہی آہستہ آہستہ کلام فرماتے تھے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ یَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا لَعَّانًا وَّلَا سَبَّابًا كَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ الْمَعْتَبَةِ مَا لَهٗ تَرِبَ جَبِیْنُهٗ (بخاری شریف)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو فحش گو ہی تھے نہ لعنت کرنیوالے ہی اور نہ دشنام (گالی) دینے والے ہی تھے غصہ اور عتاب کے وقت آپ صرف اتنا فرما دیا کرتے تھے۔ اسے کیا ہوا۔ اسکی پیشانی خاک آلودہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ نہیں بولتے تھے۔ کھل کھلا کر نہیں ہنسا کرتے تھے۔ لِاَنَّ الضَّحِكَ یُمِیْتُ الْقَلْبَ ۔ کیونکہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ بہت بولنا بے وقوفی اور کم عقلی کی نشانی ہے۔ زیادہ بولنے سے رعب ہیبت عزت و رفعت کم ہوتی ہے۔

حضرت انسؓ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر صحابیؓ سے فرمایا کہ ابوذر! کیا میں تمہیں دو خصلتیں کی

نیز نہ دوں جن کا بوجھ پیٹھ پر بہت ہلکا ہے۔ هُمَا أَخَفُّ عَلَى الظَّهْرِ۔ اور نامہ اعمال کی ترازو میں بہت بھاری ہے۔ وَأَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ۔ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا کہ ہاں فرمایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ۔ ایک خاموشی ہے اور دوسرے نیک خلقی۔ مجھے اس ذاتِ مقدس کی قسم ہو کہ جسکے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ مخلوق نے ان دو خصلتوں جیسا کوئی کام نہیں کیا۔ یعنی ان دو خصلتوں سے بہتر کوئی کام نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَقَامُ الرَّجُلِ بِالصَّمْتِ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّينَ سَنَةً۔	عمران بن حصین سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی آدمی کا رتبہ خدا کے نزدیک صرف خاموشی کی وجہ سے ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہوتا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے تھے باوجودیکہ وہ عین نہ حی و حکمت ہوتا تھا۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى۔ (النجم ع ۱ پ ۲۷)	آپ اپنی خواہش نفسانی سے نہیں کہتے یہ تو خدا کا حکم ہے جو آپ کو پہنچتا ہے۔

لیکن جب آپ وعظ فرماتے تھے تو نہایت ہی مختصر و مدلل تقریر فرماتے تھے۔ کسی پر حملہ نہ کرتے تھے خدا کے احکام کو صاف صاف لفظوں میں بیان فرما دیتے تھے ضرورت سے زیادہ زبان مبارک سے ایک لفظ بھی نہیں فرماتے تھے۔ اصلاح قوم تبلیغ و رسالت حق گوئی کے وقت کسی کا پاس لحاظ نہیں فرماتے تھے۔ بڑے بڑے بادشاہوں سے فرماتے تھے۔ اگر تم مسلمان ہوگئے تو تمہارا مال اور تم خود دین و دنیا کے عذاب سے بچ جاؤگے جس وقت بولنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ آپ خاموش نہیں رہتے تھے

اگرچہ پیشِ خردمند خامشی ادب است　　　بوقتِ مصلحت آں بہ کہ در سخن کوشی

دو چیز طیرۂ عقل است دم فرو بستن　　　بوقتِ گفتن و گفتن بوقتِ خاموشی

حکیم بزرجمہر کا قول ہے کہ جب تم کسی کو بلا ضرورت حد سے زیادہ بولتے دیکھو تو سمجھ لو کہ یہ شخص بے شک دیوانہ ہے۔ اِنَّہٗ لَمَجْنُوْنٌ ۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جب تک بات کو خوب اچھی طرح نہ سوچ لو۔ زبان سے نہ نکالو۔ فَكِّرْ مِرَارًا ثُمَّ قُلْ ۔

نگفتہ ندارد کسے با تو کار　　　ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

بلا ضرورت ایک ہی بات بار بار نہ کہنی چاہیے۔ کیونکہ ایک دفعہ سننے کے بعد پھر وہ لطف نہیں رہتا۔

سخن گرچہ دلبند و شیریں بود　　　سزاوارِ تصدیق و تحسیں بود

چو یک بار گفتی مگو باز پس　　　کہ حلوا چو یک بار خوردند بس

اگر کوئی تم سے قصہ یا حکایت بیان کرتا ہو اور تم اس واقعہ سے بخوبی واقف ہو تو اپنی واقفیت کا اظہار نہ کرو۔ تاوقتیکہ وہ اپنا کلام ختم کرکے خاموش نہ ہو جائے۔

خداوند تدبیر و فرہنگ و ہوش　　　نگوید سخن تا نہ بیند خموش

مجمع میں جو بات اوروں سے دریافت کی جائے تم اس کا جواب نہ دو۔ اور اگر وہ تمام مجمع سے دریافت کی جائے اور تم بھی اس میں داخل ہو تو جواب دینے میں اوروں سے سبقت و تعجیل نہ کرو۔ اگر کوئی اور شخص جواب دے رہا ہو اور تم اس سے اچھا جواب جانتے ہو تو جب تک وہ اپنا کلام ختم نہ کرے خاموش رہو۔ جب وہ اپنی بات پوری کر چکے تو تم اپنا جواب اس خوش اسلوبی سے بیان کرو کہ پہلے جواب پر طعن و تشنیع نہ ہو۔ جو بات تم سے کہی جا رہی ہے جب تک وہ پوری نہ ہو اس کا جواب نہ دو۔

سخن را سر است ای خردمند و بن　　　میاور سخن در میانِ سخن

اگر کوئی گفتگو یا بحث تمہارے سامنے ہو۔ اور تم کو اسمیں کچھ دخل نہو تو خاموش رہو جو بات یا جو کام تم سے پوشیدہ طور سے کیا جائے تو تم چوری اور پس پردہ کھڑے رہکر اُسکے سننے یا معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو۔ ع

محتسب را درونِ خانہ چہ کار۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ط	مومنو! (لوگوں کی نسبت) بہت شک کرنے سے بچا کرو۔ کیونکہ بعض شک گناہ ہیں اور ایک دوسرے کی جستجو اور ٹٹول میں نہ رہا کرو اور نہ تم سے کوئی کسی کو پیٹھ پیچھے برا کہے ۔

(الحجرات ع ۱ پ ۲۶)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا ۔	حضرت ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم خود کو بدگمانی سے بچاؤ کیونکہ بدگمانی نہایت جھوٹی بات ہو اور پس پردہ کھڑے رہکر لوگوں کی باتیں نہ سنو ایک دوسرے کی ٹٹول میں نہ رہا کرو۔ بھاؤ بڑھا کر بیکو دہوکا نہ دو۔ آپسمیں حسد و بغض نہ کرو۔ قطع رحمی کرو۔ اور اے اللہ کے بندو! (لوگوں کے ساتھ رحم و شفقت نرمی معاونت اور نصیحت کے لحاظ سے) بھائی بھائی بنجاؤ۔

(بخاری شریف صفحہ ۸۹۶)

بزرگوں سے اشارہ اور کنایہ سے بات نہ کرو۔ بزرگوں سے درمیانی آواز سے بات

سلہ نجش کے لغوی معنی شکار کو برانگیختہ کرنے کے ہیں۔ شرع میں نجش کہتے ہیں مبیع کی تعریف کرکے یا اسکی قیمت بڑھا کر مشتری کو اسکی خریداری پر اُبھارنے اکسانے کو۔ جیساکہ مصنوعی نیلاموں میں قیمت بڑھانے کی غرض سے بعض لوگ بولی بولتے ہیں۔ اور خود انکو اُس قیمت پر لینا منظور نہیں ہوتا ۱۲ نواب عفی عنہ

کرنی چاہیے نہ اس قدر آہستہ کہ بات سمجھ میں نہ آئے نہ اس قدر زور سے چلا کر کہ سننے والوں کو پریشانی ہو۔ لِاَنَّ خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَاطُہَا۔

بے ضرورت کلام کو طول نہ دینا چاہیئے۔ ہر حال میں اختصار کو مدنظر رکھنا چاہیے تاکہ سننے والے ملول و رنجیدہ نہ ہوں خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَ دَلَّ +

تقریر و تحریر میں نادر و مشکل الفاظ باریک و لطیف کنایات نہ لانے چاہئیں اور لوگوں کے فہم سے بالاتر باتیں نہ کرنی چاہئیں۔ ہر شخص سے اسکی سمجھ اور اسکی عقل کے موافق گفتگو کرنی چاہیئے۔ دیکھو ایک جاہل شخص اقلیدس کی اشکال کو نہیں سمجھ سکتا اسکے سامنے ان باتوں کا تذکرہ بے سود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ اُمِرْنَا اَنْ نُکَلِّمَ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِہِمْ۔ ہم نبیوں کے گروہ میں ہمیں حکم ہے کہ ہم لوگوں کی عقلوں کے موافق گفتگو کیا کریں +

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ وَلَا تُضِیْعُوا الْحِکْمَۃَ عِنْدَ غَیْرِ اَہْلِہَا (حکمت اور دانائی کی باتیں ناقابلوں سے کہکر خراب نہ کرو) +

بول چال میں نرمی و ملاطفت اختیار کرو۔ لوگوں کی حرکات۔ اقوال و افعال کی نقل نہ کیا کرو۔ وحشتناک باتوں سے بچنا چاہیئے۔ بزرگوں سے جب بات کرنے کا اتفاق ہو تو مبارک الفاظ سے آغاز سخن کرنا چاہیئے +

غیبت۔ چغلخوری۔ بہتان۔ جھوٹ بولنے اور سننے سے پرہیز کرنا چاہیئے اور اس قسم کے لوگوں سے بالکل ربط و ضبط نہ رکھنا چاہیئے +

وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِہْتُمُوْہُ ط (الحجرات ع ۲ پ ۲۶)

اور تم میں کوئی کسی کو پیٹھ پیچھے برا نہ کہے بھلا تم میں سے کوئی یہ گوارا کریگا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ پس اس سے تو تم گھن کرتے ہو +

مطلب یہ ہے کہ غیبت کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ مردے بھائی کا گوشت کھانا مُردہ بدست زندہ مثل مشہور ہے۔ مردہ کی بوٹیاں نوچی جائیں تو اُسے کچھ خبر نہیں ہوتی اسی طرح پس پشت برائی کیجائے۔ تو انسان کو کچھ علم نہیں ہوتا۔ لیکن انسان اور مردہ انسان اور وہ بھی بھائی۔ ایسا سنگدل نہ ہوگا جو اپنے بھائی کا گوشت کھائیگا۔ جب مردہ بھائی کا گوشت کھانا معیوب ٹھیرا۔ تو بھلا اپنے بھائی کی پس پشت برائی کرنا۔ اسکی عزت و آبرو کا خون کرنا کیونکر جائز و مباح ہوسکتا ہے؟

مذاق و تمسخر نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بسا اوقات مذاق سے بے مروتی۔ ذلت و رسوائی کینہ و عداوت کا باعث ہوجاتا ہے۔ مذاق سے عزت و وقعت جاتی رہتی ہے۔ جنگ و جدل تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ قَدْ یُشْہِرُ السِّلَاحُ فِی بَعْضِ الْمِزَاحِ۔

کسی پر آوازے توازے نہ کسو۔ تمسخر و استہزا نہ کرو۔ نہ کسی کو نام رکھو اور نہ کسی کی چیز نکالو۔

یَاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ	اے ایمان والو! ایک قوم دوسری قوم سے نہ ہنسے
مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا	عجب نہیں کہ (جن پر ہنستے ہیں) وہ (خدا کے نزدیک)
مِّنْہُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤی	ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں عورتوں پر (ہنسیں)
اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْہُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَکُمْ	عجب نہیں کہ (جن پر ہنستی ہیں) وہ ان سے بہتر ہوں
وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ	اور آپس میں ایک دوسرے کو طعنے نہ دو اور نہ ایک دوسرے کے
الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ	نام دھرو۔ ایمان لائے پیچھے بدتہذیبی کا نام ہی برا ہے
وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوْنَ	اور جو (لوگ) ان حرکات سے باز نہ آئیں تو وہی (خدا
(الحجرات ع ۲ پ ۲۶)	کے نزدیک) ظالم ہیں۔

مقتضائے حال کے موافق بات چیت کرنی چاہیئے۔ گفتگو کرتے وقت ہاتھ آنکھ بھوں سے اشارہ کرنے کی عادت نہ ڈالنی چاہیئے۔ ضرورت کے وقت مضائقہ نہیں۔

بزرگوں کے ساتھ کسی حق یا ناحق بات میں اُلجھنا مناسب نہیں۔اسی طرح کم مایہ لوگوں سے بھی نہ جھگڑنا چاہیئے ۔

بحث و مباحثہ۔ مناظرہ وغیرہ میں انصاف کا ہاتھ سے دینا چاہیئے کیونکہ مناظرہ احقاق حق ہی کے لیے کیا جاتا ہے۔امتحان کی غرض سے بحث کبھی نہ کرنی چاہیئے ۔

زیادہ سُننا چاہیئے کیونکہ خدا نے دو کان دیئے ہیں۔کم بولنا چاہیئے کیونکہ زبان ایک ہی عطا ہوئی ہے ۔

دیکھنے میں تو زبان ایک چھوٹا سا گوشت کا ٹکڑا ہے۔لیکن اس کے کارنامے نہایت عظیم ہیں۔اس مشین سے ایسی ایسی باتیں ایجاد ہوئی ہیں جن کی تلافی ناممکن ہے۔تلوار و بندوق کا زخم مندمل ہو کر اچھا ہو جاتا ہے۔لیکن زبان کا زخمی کبھی صحتیاب نہیں ہوتا ؎

جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِيَامٌ وَلَا يَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

صحیح حدیث ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ جو شخص اُس چیز کی نگہداشت کرے گا جو اُسکے دونوں جبڑوں میں ہے۔یعنی زبان اور جو اسکی دونوں ٹانگوں میں ہے یعنی شرمگاہ۔میں اُسکے لیے بہشت کا ذمہ دار ہوں۔اَضْمَنُ لَهُ الْجَنَّةَ (بخاری شریف)۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔

تقدیر مبرم کو تو بھلا کون ٹال سکتا ہے کہتے ہیں کہ ٹوٹی کی بوٹی نہیں۔ ہاں اگر کسیکا رشتہ حیات بالکل ہی ٹوٹ نہ چکا ہو تو ہماری دیسی طبوں کے مجربات تو ایسے ایسے تیر بہدف ہیں کہ اُنکے استعمال سے ایک بار تو جاں بلب کو بھی قم باذن اللہ کہکر موت کے مُنہ سے نکال لو۔ان کمالات کا تماشہ دیکھنا ہو تو دہلی کا مشہور ہفتہ طبی اخبار پڑھا کیجئے چندہ سالانہ صرف تے روپیہ ششماہی عہ۔سہ ماہی عہ ہے

پتہ:- منیجر اخبار طبیب۔دھلی

ترجمہ

کلمات سیدنا علی رضی اللہ عنہ

(مترجمہ جناب مولوی محمد خاں صاحب)

(۱) احمق آدمی کے ساتھ نشست برخاست نہ رکھو کیونکہ وہ اپنے برے فعل کو تمہاری نظروں میں پسندیدہ بنا دیگا اور چاہے گا کہ تم بھی ویسے ہی ہو جاؤ (جیسا کہ وہ خود ہے)۔

(۲) سامانِ عبرت بیحد وحساب ہے۔ لیکن اس سے عبرت پکڑنے والے بہت کم۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کرتے وقت آپ نے قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ بیشک صبر اچھی چیز ہے۔ مگر آپ کی نسبت۔ اور بے صبری بہت بری ہے لیکن آپ کی بابت۔ اور آپ کا واقعہ رحلت ایک بڑا معاملہ ہے۔ اور آپ سے قبل اور بعد کے تمام حادثے آپ کی وفات کے مقابلہ میں معمولی اور حقیر ہیں۔

(۴) جس انسان میں غیرت ہو وہ کبھی زنا نہیں کرتا۔

(۵) تیرا ایلچی تیری عقل کا ترجمان ہے۔ اور تیرا خط تیری جانب سے نہایت بلیغ ناطق ہے (مطلب یہ کہ خط لکھنے اور ایلچی بھیجنے کے وقت بہت احتیاط کرنی چاہیے)۔

(۶) انسان (دنیادار) بیٹا مر جانے پر صبر کر سکتا ہے مگر مال کے چھن جانے پر آرام پذیر نہیں ہو سکتا (یعنی دنیاداروں کو مال کی محبت اولاد سے زیادہ ہوتی ہے)۔

(۷) مومنوں کے ظن سے بچو۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے انکی زبان پر حق جاری کیا ہے (یعنی انکی رائے غلط نہیں ہو سکتی)۔

(۸) میں مسلمانوں کا امیر ہوں۔ اور فاسق و فاجر لوگوں کا امیر مال ہے۔

(۹) آپ نے اپنے کاتب (منشی) عبداللہ بن رافع سے فرمایا کہ دوات میں صوف ڈالو

اور قلم کا تراشہ لمبا بنانا ۔ اور سطر میں کھلے کھلے حروف کو قریب قریب ملا کر لکھا کرو کیونکہ یہ باتیں حسنِ خط کے لیے شایاں ہیں ۔

(۱۰) مفلسی انسان کو سارے گناہوں کا مرتکب کرا دیتی ہے ۔

(۱۱) تنہائی کی حالت میں گناہوں سے بچو ۔ کیونکہ جو تمہارا گواہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) وہی تمہارا حاکم بھی ہے ۔

(۱۲) بہتر عمل وہی ہے جس میں تو اپنے نفس کو مجبور کرے (یعنی نفس کی مخالفت کی جائے ۔

(۱۳) آخرت کا سفر ایسا سفر ہے جو بہت جلد آنے والا ہے ۔

(۱۴) بے جا تعصب سچی رائے کو گنوا دیتا ہے ۔

(۱۵) اے ابن آدم! تو جو اپنے دن رات کی کوشش سے مال کماتا ہے اور اسے خرچ نہیں کرتا ، تو اس کی حفاظت میں تو گویا غیروں کا خزانچی ہے ۔

(۱۶) لالچ دائمی غلامی ہے (جس سے کبھی نجات نہیں) ۔

(۱۷) فرماتے ہیں ۔ میں نے نہ تو خود کبھی جھوٹ بولا ۔ اور نہ کسی کو جھٹلایا اور نہ میں خود گمراہ ہوا ۔ اور نہ کوئی میرے ذریعہ گمراہی میں پڑا ۔

(۱۸) جو شخص حق کا سامنا کرتا ہے (یعنی اس کا مقابلہ کرتا ہے) وہ ہلاک ہو جاتا ہے ۔

(۱۹) صبر کرنے والا آدمی کامیابی کو نہیں کھوتا گو صبر کا زمانہ درازہی ہو ۔

(۲۰) اپنے بھائی (مسلمان) پر بطور احسان عتاب کرو اور مروت و بخشش سے اس کی شرارت کو روک دے ۔

(۲۱) انسان اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہیں (یعنی بولنے پر انسان کی قدر معلوم ہو جاتی ہے) ۔

(۲۲) جو شخص اپنی قدر نہیں پہچانتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے ۔

(۲۳) غم و اندیشہ بھی نصف بڑھاپے کے برابر ہی۔
(۲۴) جو شخص میانہ روی اختیار کرتا ہی وہ محتاج کبھی نہیں ہوتا۔
(۲۵) دوست تب ہی دوست کہلا سکتا ہی۔ جب کہ اپنے بھائی کی حفاظت تین باتوں میں کرتا ہے (۱) سختی کے ایام میں اسکی مدد۔ (۲) غائبانہ حالت میں اسکی خیرخواہی (۳) مرنیکے بعد اسکا ذکرِ خیر۔
(۲۶) جسقدر اہل و عیال کا بوجھ آدمی کے سر پر ہوتا ہی۔ اُسی کے مطابق خدا سے امداد ملتی رہتی ہے۔
(۲۷) اللہ کا فرشتہ ہر روز منادی کرتا ہی۔ موت کے لیئے اولاد جنو۔ اور فنا کے لیئے مال جمع کرو۔ اور برباد ہونیکے لیئے بڑی بڑی عالیشان عمارات تعمیر کرو (سبحان اللہ کیسا پُرعبرت کلام ہے)۔
(۲۸) تیرا خدا کو بڑا جاننا دوسری مخلوقات کو تیری نظروں میں حقیر بنا دیتا ہی۔
(۲۹) مجھے بخیل پر تعجب آتا ہے کہ وہ افلاس کی طرف بڑھتا ہی جس سے وہ بھاگتا ہے۔ اور تونگری اُسکے ہاتھ نہیں لگتی جسکو وہ طلب کرتا ہی۔ اس لیے دُنیا میں وہ مفلسانہ زندگی بسر کر رہا ہے۔ اور قیامت کو بزمرہ تونگراں جوابدہ ہوگا۔ مجھے اُس متکبر آدمی پر بھی تعجب آتا ہے کہ ابھی کل تو ایک ناچیز پانی کا قطرہ تھا اور آیندہ کل کو مردار ہو کر زیرِ زمین ہوگا۔ میں اُس شخص کو بھی تعجب کی نگاہوں سے دیکھتا ہوں جو اللہ کے ہونے میں شک کرتا ہے۔ حالانکہ وہ شخص موجودات عالم کو دیکھ رہا ہی۔ (یعنی مخلوق کی پیدایش بجز خالق کے نہیں ہوسکتی) مجھے اُس شخص پر بھی تعجب ہے جو موت کو بھولے بیٹھا ہی۔ باآنکہ وہ لوگوں کو اپنے سامنے مرتا ہوا دیکھ رہا ہے۔ میں اُس شخص پر بھی متعجب ہوں جو عالمِ آخرت میں دوبارہ پیدا ہونیکا انکار کرتا ہی۔ حالانکہ اس عالم میں وہ عدم سے وجود میں آیا ہے۔ مجھے اُس شخص پر بھی تعجب آتا ہے جو دنیا ناپائدار کو آباد کرتا ہی اور ہمیشہ کے

گھر کو بھولکر چھوڑ بیٹھا ہے۔

(۳۰) ایمان صحیح کی حالت میں سوتے رہنا منافقانہ نماز سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

(۳۱) آپ کو لوگوں نے اس حالت میں دیکھا جب کہ آپ پھٹا درمٹانے لگا ہوا تہمند باندھے ہوئے تھے۔ اور اسکی نسبت آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے دل عاجزی قبول کرتا ہے اور نفس ذلیل ہوتا ہے۔ اور ایماندار لوگ اسکی پیروی کرتے ہیں۔

(۳۲) بوڑھے شخص کی تدبیر نوجوان کے میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے سے زیادہ اچھی ہے۔

(۳۳) آدمی جو سانس لیتا ہے۔ گویا کہ وہ موت کی طرف قدم اٹھاتا ہے۔

(۳۴) جب عقل کامل ہو جاتی ہے تو بولنا کم ہو جاتا ہے۔

(۳۵) جاہل آدمی یا تو حدِ اعتدال سے بڑھ جاتا ہے یا کمی کرتا ہے۔

(۳۶) بری عورت ایک بچھو ہے جو دلربا وضع میں دکھائی دیتی ہے۔

(۳۷) اہل دنیا ایسے قافلوں کی مانند ہیں جو بحالتِ خواب چلائے جا رہے ہیں۔

(۳۸) سخاوت وہی ہے جو بلا سوال کیجائے اور جو سوال پر کیجائے وہ تو ایک گونہ حیا اور مذمت سے بچنے کیلئے ہے۔

(۳۹) وہ بدی جس کے بعد میں ندامت و اندوہ پیدا ہو۔ اللہ کے نزدیک اُس نیکی سے اچھی ہے جسکے بعد تجھے غرور پیدا ہو۔

(۴۰) جب تک تیرا بخت یاور ہے۔ تیرا عیب پوشیدہ رہتا ہے۔

(۴۱) اگر میں اپنی یہ تلوار مومن کی ناک پر چلا کر اُسے مجبور کروں کہ وہ مجھسے بغض رکھے تو وہ کبھی مجھسے بغض نہیں رکھیگا۔ یا اگر دنیا و مافیہا کے خزانے منافق کے پاس اس غرض سے جمع کر دوں کہ وہ مجھے دوست رکھے تو وہ کبھی مجھے دوست نہیں رکھیگا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس امر کا پہلے ہی سے فیصلہ ہو چکا ہے چنانچہ حضرت سرکار کائنات ؐ نے فرمایا ہے کہ "اے علیؑ مومن تجھسے کبھی بغض نہیں رکھیگا

ماخذ: ازامہ الکلام

مضمون

پیکرِ امکان کیوں دلگیر ہے

(از سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب)

لامکان نہیں مکان۔ مکان نہیں مکین۔ مکین نہیں کن کا ہدف جسکو کون و یکون کہتے ہیں جس نے اپنا گلا قوتِ ایجاد کی چھری سے کٹوایا۔ اور پھر مخلوق سے آگے بڑھکر انسان کہلایا۔ یہی پیکر امکان کائناتِ شاداں و فرحاں میں اسیر پنجۂ دلگیری ہے اسکی وحدت نے فرقت کی شکل بن کر ستایا ہی۔ یہی کہتا ہی۔ الٰہی ہجر میں کلیجہ منہ کو آیا ہی۔ چیونٹی رفیقِ زندگی کے ساتھ زندگی بسر کرتی ہے مکھی اپنے جوڑے کے ہمراہ اُڑتی پھرتی ہے۔ بگلا دریا کے کنارے دوئی کی بہار سے سفید ہے۔ کوا گھر کی دیوار پر اپنے مونس کو لیئے بیٹھا ہے اور کالی رنگت پر فخریہ چہچہاتا ہی۔ ریل کے پہیئے آہنی ہمجنس سے گلے ملکر چلتے ہیں۔ پھول ایک دوسرے کو دیکھکر کھلتے ہیں۔ پانی کے قطرے کیسے ملے ہوئے ہیں۔ ہوا کے ذرے کس طرح آپس میں جڑے ہوتے ہیں۔ پہاڑوں کی بلندی سنگی ذرات کی باہمی ہمنشینی سے ہی۔ دریاؤں کی روانی پانی کے میل جول سے ہی چاند تاروں کو لیکر چمکنے آتا ہے۔ سورج شعاعوں کے حلقہ میں موج اڑاتا ہے۔ خود اُسکو دیکھو جو خدا ہے۔ ہر ہے۔ ہر میں ہی۔ اور پھر کہنے کو سب سے جدا ہے۔ جس کی وحدت و یکتائی کی گھر گھر دھوم ہی۔ جو نہ مانے اُسکے لیئے خطاب احمق و شوم ہی۔ وہ بھی اکیلے پن سے اکتاتا تھا دیکھنے دکھانے کی ہوس میں خاک کے پتلے بناتا تھا۔ آدمؑ کو خلیفہ کہا۔ دیکھا دکھایا۔ نوحؑ کو ابراہیمؑ کو موسیٰؑ کو عیسیٰؑ کو۔ ان کے زمانے میں محرمِ راز بنایا۔ ابراہیمؑ سے کہا میرا خلیل ہی موسیٰ کو آگ کے بہانے پاس بلایا۔ اور کہا تو کلیم ہے۔ کچھ اور ترنگ آئی۔ دل لگی کی ٹھیرائی بولا جوتیاں اُتار دے۔ اور سانپ سے کھیل۔ جی بہلا۔ اور فرعون سے لڑ۔ مٹی کی مورت

اپنے بنانے والے کی مہربانیاں دیکھکر اترائی۔ اور صورت دیکھنے کی صدا لگائی۔ کہا
کہ تو دیکھ نہیں سکتا۔ اور پھر جلدی سے ناسوتی آنکھ کے سامنے لاہوتی جلوہ نمودار کردیا۔
تاب کہاں سے آتی۔ پتلا سینہ تمام کر رہ گیا۔ عیسیٰ کو اپنی روح کہکر پکارا۔ عالم تعین میں بھیجا کہ
مُردے جلائے۔ پھر کہا کہ تیرے بعد اُسکی باری ہے جو محبوب جناب کردگاری ہے محمد نام
محمد کام۔ محمد سرانجام۔ رفیق اعلےٰ۔ رفیق ظاہر۔ رفیق باطن۔ معراج میں بلایا۔ دو کمانوں
یا اُس سے بھی تنگ فاصلہ پر ٹہیرایا۔ کچھ کہا کچھ سُنا۔ کچھ دیکھا۔ کچھ دکھایا۔ اب تیرہ سو
برس سے خبر نہیں کیا کرتا ہے۔ کہاں رہتا ہے۔ کس شغل میں مشغول ہے۔ مسرور ہے یا ملول؟ مگر
مگر مجھے اِس سے کیا وہ خوش ہو یا ناخوش۔ وہ تو عین ذات میں سرشار ہے۔ مشکل میں میرا
آزار ہے کہ عالم امکان و تعین کی تصویر ہوں۔ وحدت کے ہاتھوں ہجر و فراق میں اسیر
ہوں۔ جب اُس نے اپنی واحد خوشی کو اکیلا نہ رہنے دیا۔ اور صفاتی شکلیں جی بہلانے
کو بنائیں۔ جب اُس نے ہر موجود کو اسکا ہمجنس جوڑ دیا۔ جبکہ اُسکی نیچر اِس بات کی رفاقت میں
دیکھی۔ جبکہ اُسکی قدرت حیلہ و وسیلہ کی دست نگر ہے تو میں کیوں اکیلا رہوں۔ میری دلگیری ختم
کیوں نہیں ہوتی مجکو میرا دلدار کیوں نہیں ملتا۔ حجاز کتنی دور ہے۔ کھجوروں کے باغ کتنے فاصلہ پر
ہیں۔ وہ مقام کہاں ہے جہاں سرورِ عالم شکستہ لوگوں کو کھجوروں کے پتوں سے باندھتے۔ میرے
پاش پاش دل کا مرہم اُنہی کے پاس ہے۔ یہ زخم اُنہی کے نشتر سے چیر اگیا ہے وہی پٹی باندھینگے
کوئی چارہ ساز ہو یا نہ ہو۔ کوئی دلنواز ہو یا نہ ہو مدنی شام سندر کی یاد کافی ہے۔ جبکہ اسکی آس ہے
تو پھر کیا ہراس ہے۔ میری آنکھوں کے خالی کٹورے آنسوؤں کی لبریزی مانگتے ہیں۔ میرے سینہ کے خالی چھونے
محمدی آرام جاں چاہتے ہیں۔ میں نہیں۔ ایک اسیر دستِ بیداد فریاد کرنے کھڑا ہوا ہے سب ماسوا کو
قطع کرکے ایک سبز گنبد کے دروازہ کی کُنڈی کھٹکھٹاتا ہے۔ دیکھئے دل کی گرہ کون کھولنے آتا ہے۔ ذرا
بھی اُس حکیم کے گھر جانیکے وقت ملا تھا۔ علاج بھی نہیں ہوگا۔ فرقت بھی اِس کوچہ کی گردش میں پامال
پڑی تھی۔ وصال بھی اِس گلی کی ٹھوکریں کھانیسے میسر آئیگا۔ اسیر ہوں۔ دلگیر ہوں۔ افتادہ پامال ہوں

نقد واخبار

مولانا شبلی نعمانی رح

کل جو ہم میں تھے اور آج وہاں ہیں جہاں سب کو جانا ہے آپکی وفات کی خبر گو تمام اخبارات میں نکلکر اب بظاہر پرانی ہو چکی ہے لیکن دراصل یہ وہ روح فرسا خبر ہے کہ مدت دراز تک پرانی نہیں کہی جا سکتی۔ علامہ مرحوم نے ایک ایسی جگہ خالی کی ہے جسکا پُر ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ اس لیئے انکی رحلت پر جتنا رنج کیا جائے تھوڑا ہے۔ وہ عہد آخر کے لاثانی شخص تھے۔ انکی زبان میں شیرینی تھی۔ انکے کلام میں لوچ تھا وہ اول درجہ کے مقرر تھے وہ اول درجہ کے مصنف تھے۔ اُنھوں نے اپنی ساری عمر علوم کی خدمت میں صرف کی۔ ندوۃ العلماء کے وہ بانیوں میں سے تھے۔ اور اسکے موجودہ امتیاز وشان کو تو یقیناً انکی کوششوں کا نتیجہ ماننا چاہیئے۔ قوم شبلی کے احسانات سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ المامون۔ الفاروق۔ سیرۃ النعمان۔ سوانحعمری مولانا روم۔ بیان خسرو۔ فلسفۂ اسلام۔ تاریخ اسلام۔ الکلام۔ علم الکلام وغیرہ وغیرہ متعدد کتابیں مولانا کی زبردست و مستحکم یادگاریں ہیں۔ جنسے اُن کا نام صدیوں تک صفحۂ عالم پر قائم رہیگا۔ افسوس کہ سیرۃ نبوی آپکے ہاتھوں تکمیل کو نہ پہنچی۔ اور اسکا ارمان اپنے ساتھ لیگئے۔

سنا ہے کہ اپنے برادر عمزادہ مولوی حمید الدین صاحب بی اے اور شاگرد رشید مولانا سلیمان صاحب ندوی کو وصیت کرگئے ہیں کہ وہ اس نیک اور ضروری فرض کو پورا کریں۔ اور یہ آخری انتخاب بھی مرحوم کا لائق داد و ستایش ہے۔

اس سیرۃ نبوی کے ذکر میں مولانا کے وہ شعر یاد آگئے جو اُنھوں نے چار پانچ مہینے گزرے نظام المشائخ میں درج کرنیکے سبب علیٰ عنایت فرمائے تھے۔

عجم کی مدح کی عباسیوں کی داستاں لکھی ... مجھے چندے مقیم آستان غیر ہونا تھا

مگر اب لکھنے جاہوں سیرۃِ پیغمبرِ عالم ﷺ — خدا کا شکر ہی یوں خاتمہ بالخیر ہوتا تھا

الٰہی! تو شبلی کی اس نیت کو قبول فرما۔ اور انہیں اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے۔

مولوی عبدالحلیم شرر مدظلہٗ

ہندوستان کے اکیلے ناول نویس ہیں۔ جنکے ناول اعلیٰ و ادنیٰ تمام طبقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور فی الحقیقت کام کے ہوتے ہیں۔ آپ کو اپنی دوسری مورخانہ اور لٹریری تصانیف کے اعتبار سے بھی کچھ کم شہرت حاصل نہیں۔ آپکا شمار ملک کے ممتاز اور قابل ترین حضرات میں ہے۔ حال میں مولانا موصوف نے ایک نہایت مفید اخلاقی سلسلہ شروع کیا ہے جسکی دھوم شاید ہمارے ناظرین کے کانوں تک بھی پہنچی ہو۔ اس سلسلہ میں اب تک چار کتابیں اشاعت پا چکی ہیں (۱) حسن کا ڈاکو حصہ اول قیمت ۱۲ر (۲) حسن کا ڈاکو حصہ دوم قیمت ۱۲ر (۳) اسرارِ دربارِ حرام پور نمبر ۱ قیمت ۵ر (۴) اسرارِ دربارِ حرام پور نمبر ۲ قیمت ۵ر۔

ان میں ایک فرضی ریاست اور رئیس کو سامنے رکھکر ان بدکرداریوں۔ اوباشیوں اور ظلموں کا بہت عمدگی کے ساتھ فوٹو کھینچا گیا ہے جو ہمارے بعض راجاؤں۔ نوابوں اور دولتمندوں میں عام طور پر رائج ہیں۔ حکمائے نے لذت کو ام الجرائم کہا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ مال و متاع کی زیادتی اب الجرائم ہے۔ سنا ہوگا۔ سو روپیہ سے ایک بوتل کا نشہ ہو جاتا ہی۔ یہاں ایسے ایسے خدا جانے کتنے ہر وقت سر پر سوار رہتے ہیں۔ پھر یہ جتنے آپے سے نہ گزریں تعجب ہے۔

اسرار نمبر ۲ میں مولانا ایک جگہ لکھتے ہیں۔ "ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ یہ کس کس والیٔ ملک اور کن کن رئیسوں کے حالات ہیں۔ اسلئے کہ لوگ خود جانتے ہیں۔ مگر ہاں ہم حلف کے ساتھ بیان کرنے کو تیار ہیں کہ ان میں سے ایک واقعہ بھی غلط اور بے اصل نہیں ہے"۔

اللہ ایسے ملعون رئیسوں اور امیروں کے شر سے دنیا کو پاک کرے۔ اور مولانا کو طاقت

بخشے کہ وہ اس قسم کے تمام نابکاروں کے حالات مسلسل پبلک میں لاتے ہیں اور سب کو ہلا دیں۔ مندرجہ بالا کل کتابیں دلگداز پریس لکھنؤ کے پتہ سے طلب کیجئے۔

ماہ صفر کی وجہ تسمیہ

تو بہت سادہ و مختصر سی ہے صَفَر بالفتح اصل میں صِفر بالکسر تھا جسکے معنی خالی کے ہیں۔ چونکہ ماہ محرم الحرام کے بعد جنگجو قبائل عرب بالعموم اپنے گھر خالی کر دیا کرتے تھے تاکہ مثل سابق نئے سرے سے مصروف قتال و جدال ہوں۔ لہذا یہی مہینے کا نام پڑ گیا۔ مگر مومن کے لیئے کیونکر ضروری فرائض و مشاغل سے خالی کوئی مہینہ یا ہفتہ یا دن یا لمحہ بھی ہو سکتا ہے؟ وہ تو خدا کا ایک سپاہی ہے جسے ہوش سنبھالنے سے دمِ واپسین تک اپنے نفس امّارہ اور ابلیس لعین کے ساتھ مقابلہ و مجاہدہ سخت کرنا پڑتا ہے۔

پچھلا مہینہ

بہرحال گزر گیا۔ خواہ وہ شہدائے کربلا رضہ کے غم و الم میں گزرا یا نئے اسلامی سال کے احترام و اہتمام میں۔ اُسے واپس لانا محال اور جن نیک یا بد مصروفیتوں میں ہم نے اُسے اپنے اختیار سے باہر چلا جانے دیا اُنکی از سر نو ترتیب یا ترمیم غیر ممکن۔ مگر ہاں اہل بصیرۃ کے لیئے اتنی بات چنداں دشوار نہیں کہ اُن پر ایک نظر ثانی کریں۔ اور تلافئ مافات کی امکان بھر کوشش۔ اور اسکے واسطے ایک ماہ حال کیا سارا سال پڑا ہے بلکہ شاید مدت العمر جد و جہد کرتے رہو تو بھی کم ہوگی۔

اسلام میں امام

کا لفظ ایک نہایت پرمغز و مہتم بالشان مفہوم پر دلالت کرتا ہے لوگ اسے اپنی عمر میں بلا مبالغہ صدہا بلکہ ہزارہا دفعہ زبان پر لاتے ہونگے۔ اور بالخصوص حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر خیر تو ان میں

بہت ہی ادب و عقیدت سے ہوتا ہے۔ مگر ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کتنے حضرات ایسے ہیں جنھوں نے حضرت ممدوح کی پاک زندگی سے کما حقہٗ سبق حاصل کیا ہو؟ خدارا غور فرمائیے کیا ہمارے دین متین میں امام کے معنی محض لیڈر کے ہیں؟ خواہ وہ اور اُنکے پیرو کیسے ہی اوصاف و اطوار رکھتے ہوں۔ ہرگز نہیں۔ جب قرآن کریم مسلمین کو یہ دعا تعلیم فرما رہا ہے کہ ربّنا ... واجعلنا للمتّقین اماما ... یعنی اے ہمارے رب ... ہمیں متّقیوں (خدا ترسوں) کا امام بننے کی توفیق عطا فرما۔ تو پھر سید الشہداء جگر گوشۂ رسولِ خدا۔ شہر مدینہ ان کرب بلا (علیہ السلام) کے حق میں امامت کا مفہوم اس منشائے الٰہی کے خلاف کیونکر قابلِ تسلیم ہو سکتا ہے؟ پس حضرت تو امام تھے اور ضرور تھے۔ یاراً اغیار کسی کو بھی اس سے انکار نہیں۔ مگر کن کے؟ اُنکے جو متقی ہوں۔ خدا ترس ہوں رضائے مولیٰ کے خلاف حرکات و افعال سے بچتے ہوں۔ نہ کہ اُنکے جو امامت و اقتدار کی تمام قابلِ احترام مراسم سے صرف نوکِ زبان کو گاہے ماہے آشنا کر دینا کافی سمجھیں اور حضرت کے پاک نمونہ سے عملاً کچھ بھی فائدہ نہ اُٹھائیں۔ اب ہر شخص جو اپنے آپکو مسلمان کہتا ہو اور خصوصاً جو امام حسین علیہ السلام کی عالیجناب میں اخلاص عقیدت کا دعویدار ہے۔ اُسے خدائے علیم و خبیر سے ڈر کر۔ بازپرس محشر کو پیش نظر رکھکر آپ ہی اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے کہ جناب ممدوح جیسے امام عالی مقام کا سچا متبع اور مقتدی کہلانیکا کہاں تک حقدار ہے؟ ہم پھر بڑے زور سے کہتے ہیں کہ حضرت خاتون جنت (علیہا السلام) کے فرزند دلبند۔ محبوب رب کے پیارے نواسے تو بالیقین امام ہیں۔ صبر رضا زہد و اتقا۔ غرض جملہ اوصافِ حسنہ ہیں۔ شقی ازلی ہو جو آپکے احترام میں کسی طرح کی منقصت روا رکھے۔ مگر ایسے امام کے محبّ اور عقیدتمند خدا کی نظر میں وہی ہو سکتے ہیں جو آپؑ کے اتباع کو اپنا لازمۂ زندگی بنائیں۔ اگر بدنصیبی سے ہم آپ کی محبت اور غلامی کا زبانی تو دم بھریں۔ لیکن میدانِ عمل میں نہ صرف خود آپ کی پیروی سے قاصر

ہوں بلکہ آپ کے اہلِ بیت اطہار کیطرف بھی علانیہ وہ وہ خلاف واقعہ باتیں منسوب کریں جو اُن کی اعلیٰ شانِ رضا بالقضا وغیرہ کے منافی ہوں اور منشائے خدا و رسول سے دور۔ تو ہم کیا منہ لیکر اُنہیں اپنا امام کہہ سکتے ہیں؟ ایک معمولی مومن بھی خدا سے متقیوں کا امام بننے کی خواہش رکھتا ہی۔ پھر امام حسینؑ سا اولوالعزم اور خدا دوست انسان کب ہم جیسے ناکارہ و بے حمیت زبانی مومنوں کا امام نہ متقیوں سے ہونا پسند فرما سکتا ہے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) فتفکروا وتدبروا یا اولی الالباب ۰

حمد

ترانۂ حمد

(از جناب مولانا محمد عبد الحکیم صاحب تسلیم بھوڑلی)

شکور و بدیع و قدیر و جلیل جمیلوں سے ہے ذات تیری جمیل
حکیم و بصیر و سمیع و علیم نہیں تیرا [illegible] کوئی عظیم
تری ذات ہے یا الٰہی قدیم تبارک تعالیٰ غفور رحیم
مبارک ترے اسم ہیں اے حکیم غنی [illegible] تو [illegible] علیم
فلک پر جو سورج منور ہوا ترے نور کا ہے یہ بھی [illegible] پرتو
نہو سال و مہ سے بری تیری ذات کہ تونے بنائے [illegible] و رات
فلک تیرا محتاج ہے [illegible] لیے پھرتا ہے کاسہ مہر و ماہ
منزہ تری ذات ہے جان سے مبرا [illegible] سے
بنایا وہ تونے مہ آسماں ہوئے جس سے روشن زمین و زماں
دل لالہ میں ہو نہ کیوں تیرا داغ کیا تونے گلشن کا روشن چراغ
کنعاں تونے یوسف سے روشن کیا بنایا اُسے مصر کا پھر دیا
ترے اسم ہیں بے شمار ایخدا کرے مجھسا عاجز تری حمد کیا
فقط ایک اللہ ہے اسم ذات غنی اور اعظم ہیں اسم صفات
اگر ذات تیری ہے بالائے عرش تو پھر کس نے روشن کیا ہے یہ فرش
زمینوں کا افلاک کا تو ہے نور یہ پردا ہے آنکھوں کا ظاہر ظہور
بجاتا ہے تیری ثنا ارغنوں کہ بے حد ہیں اللہ تیری شیوں
تجھے شمس کہتا ہے پروردگار کہ قدرت تری ہے یہ [illegible] آشکار
لب نہر اُگتا ہے جو سبزہ زار ق وہ کہتا ہے اے پاک پروردگار

چمن دشت و دریا زمیں آسماں   نہیں کونسی چیز سے تو عیاں
گل و غنچہ و سوسن و یاسمن   یہ سب تیری بیلیں ہیں اے ذوالمنن
عجب ماہ کو تو نے روشن کیا   دِیا اک جہاں کا اسے کر دیا
زمانے پہ روشن جو ہیں مہر و ماہ   تری ذات کے وہ نشاں ہیں الٰہ
تری ذات کے مہر و مہ ہیں دلیل   مگر جانتا ہے ترا ہی خلیل
الٰہی! یہ آتش ہوا آگ خاک   گل و غنچہ و سوسن و سرو و تاک
ترے باغِ حکمت کی اک بیل ہیں   ترے دستِ قدرت کے اک کھیل ہیں
تری حمد یارب لکھے کیا قلم   کرے کیا تجھے عقل و حس سے رقم
سلیماںؑ ہو صاحبِ جاہ ہو   جسے چاہے تو وہ شہنشاہ ہو
عجب تیر تو نے بشر کو دیا   سلیماںؑ کے تابع پرستاں کیا
ترا نور شب کو نظر آئے جو   مرے واسطے شب شبِ قدر ہو
جہاں سے چلوں ہو کے ابن السبیل   چلا جاؤں سیدھا سوئے سلسبیل
ترا شوق میرا بنے رہنما   ترے عشق کا ہاتھ میں ہو دیا
صفت کیا کروں میں ترے نور کی   کہاں سے میں لاؤں زباں طور کی
مرا ہو جہاں سے سفر جب صمد   مرے لب پہ ہو قُلْ ہُوَ اللہُ اَحَد
فلک یہ جو ہے رات دن گشت میں   ق   یہ سبزہ جو ہے باغ میں دشت میں
ترے حکم کے دونوں پابند ہیں   بجا لا کے احکام خورسند ہیں
تجھے سجدے کرتے ہیں پروردگار   تو معبود ہے خالقِ کردگار
وہ سجدے کروں خالقِ دو جہاں   رہے کچھ نہ باقی جبیں کا نشاں
محبت میں تیری جو یہ مرمٹا   دیا خضرؑ کو تو نے جامِ بقا
جلائے اُسے آفتابِ جہاں   نہو جسکے سر پہ ترا سائباں

ترا ذکر اسلام نے جب کیا — ہوا میں فدا سورۂ نور کا
حسینوں کو تو نے بنایا حسیں — مہ و مہر کو بخشی روشن جبیں
ترے لطف کی سب چمن میں ہوا — تری ماہ و خورشید میں ہے ضیا
نہ کیوں نظم ہو اُسکی وحشت چراغ — دیا ہو جسے تُو نے روشن دماغ
ترا نور قلب ہر انسان میں — تری روشنی جان کی جان میں
ترا نام تسنیم پر میں جپوں — صفت تیری فردوس میں بیٹھ پڑھوں
الٰہی عمر ہو مری جب تمام — مرا ہو مکاں خلد دار السلام

۵۸۶

تیر عشق

(از حضرت عشق حیدرآبادی)

چہ پیش آمد چرا بے خویشتن جانانہ می آئی — چہ بدمست شراب ناب مدہوشانہ می آئی
سراپا نازئی و با طرز محبوبانہ می آئی — مگر از شوق استیلاف بیتابانہ می آئی
پریشاں کاکل و آغوش وا مستانہ می آئی
فدایت جان و دل بادا چہ بیباکانہ می آئی

تعشق میں اُٹھائی تیرے سر نے اک نئی آفت — پھرا آوارہ تیری چاہ میں دن رات اک مدت
غرض ناگفتنی تھی ہجر کے ہاتھوں مری حالت — سپاس حمد ہے اُسکی دکھائی جس نے یہ ساعت
پریشاں کاکل و آغوش وا مستانہ می آئی
فدایت جان و دل بادا چہ بیباکانہ می آئی

جگر میں پڑ گئے تھے آبلے سوز تپ غم سے — عوض آنسو کے خوں جاری تھا میری چشم پُرنم سے

مدت ضعف کی تھی اُٹھتے گستا تھا ہیں وہم سے — مگر حق نے زمانہ کی پلٹ دی کایا اک دم سے

پریشاں کاکل و آغوشِ آستانہ می آئی

فدایت جان و دل بادا چہ بے باکانہ می آئی

آٹھوں پہر تھا کام بس آنسو بہانے سے — نہ تھمتا تھا دل بیتاب پہلو میں بلانے سے

وہ بحس و رن تھے مبتلا جسیں زمانے سے — فقط لے یا ہے عالم تیرے اب صورت دکھانے سے

پریشاں کاکل و آغوشِ آستانہ می آئی

فدایت جان و دل بادا چہ بے باکانہ می آئی

جب تک کہ دنیا میں ہا مجنونِ سودائی — تڑپتا لوٹتا کاٹا کیا میں شام تنہائی

از زیست تو نے شکل بھی اپنی نہ دکھلائی — خدا کی شان اب مرقد پہ مانندِ تماشائی

پریشاں کاکل و آغوشِ و مستانہ می آئی

فدایت جان و دل بادا چہ بے باکانہ می آئی

۵۸۶

پروانہ و دل

(از جناب منشی عبدالخالق صاحب خلیق دہلوی)

دلِ شیدا سے پروانے نے جل کر — سرِ محفل کہا آنکھیں بدل کر

چلے تو ہو میاں گھر سے نکل کر — قدم اُلفت میں رکھئے گا سنبھل کر

ہزاروں تم سے مجنوں ہو چکے ہیں

نثارِ زلفِ شبگوں ہو چکے ہیں

رموزِ عاشقی کی ہے خبر بھی — نہ کھوے راز اسکے عمر بھر بھی

نہ ظاہر ہو کبھی درد جگر بھی ۔۔۔ نہ لب پر آئے آہوں کا اثر بھی
زباں پر شکوۂ بیداد کیوں ہو
کلیجہ تھام کر فریاد کیوں ہو

کہا کس نے ہے دیوانے بنو تم ۔۔۔ کسی کی زلف کے شانے بنو تم
اگر عاشق ہو۔ پروانے بنو تم ۔۔۔ ہماری طرح مرجانے بنو تم
محبت میں تڑپ کر جان کھونا
جمال یار کے ہمرنگ ہونا

شراب بیخودی سے مست ہوئیں ۔۔۔ جہاں میں نیست ہو کر ہست ہوئیں
پتنگا ہوں ذراسا پست ہوئیں ۔۔۔ مگر الفت میں چابک دست ہوئیں
ہوا آغاز میں انجام میرا
رہیگا عاشقوں میں نام میرا

کسی کا نور ہے آنکھوں میں میری ۔۔۔ سحر کا نور ہے آنکھوں میں میری
چراغِ طور ہے آنکھوں میں میری ۔۔۔ سراپا حور ہے آنکھوں میں میری
اُڑا پھرتا ہوں شوق عاشقی میں
فنا فی اللہ ہوں ذوقِ عاشقی میں

نہ بلبل کی طرح نالاں چمن میں ۔۔۔ نہ مجنوں کی طرح پھرتا ہوں بن میں
لگی رہتی ہے میری لَو لگن میں ۔۔۔ نظارے دیکھتا ہوں انجمن میں
قریبِ شمع چکر مارتا ہوں
درِ جاناں پہ ٹکر مارتا ہوں

پریشاں حال ہوں آفت رسیدہ ۔۔۔ جگر افگار دل سوزِ تپیدہ
ازل سے حسن و خوبی کا ندیدہ ۔۔۔ مذاقِ عشق کا لذت چشیدہ

حیا پرور سراپا شرم ہوں میں
تلاش یار میں سرگرم ہوں میں

نہیں افشا کسی پر راز میرا | بھرا کرتے ہیں دم جانباز میرا
رفیق و ہمدم و دمساز میرا | اڑا دے گا پر پرواز میرا

دکھا دوں گا جلا کرتے ہیں کیونکر
محبت میں جلا کرتے ہیں کیونکر

دل شیدا مجھے آتی ہنسی ہے | تمہاری عاشقی بھی دل لگی ہے
غضب کی بیقراری بیکلی ہے | قضا ہر دم سرِ بالیں کھڑی ہے

لبوں پر جان ہے آنکھوں میں دم ہے
مگر مرنے کی تم کو بھی قسم ہے

جو مرتے ہو تو زلفِ یار پر تم | فدا ہو ابروئے خمدار پر تم
کبھی کے چاند سے رخسار پر تم | کسی کے نازِ پُر رفتار پر تم

فنا ہونا نہیں آتا ہے بالکل
مچاتے پھرتے ہو دردِ سے غل

بڑھا کر نالۂ آتش فشاں کو | اُٹھا رکھا ہے سر پر آسماں کو
عیاں کرتے ہو کیوں رازِ نہاں کو | ذرا تھامو ذرا روکو زباں کو

بہت آساں ہے دامن چاک کرنا
مگر مشکل ہے خود کو خاک کرنا

دلِ شیدا بھی پروانے کی سُن کر | پکارا عاشقی کا دور ہے گھر
نہ ہو آپے سے باہر بندہ پرور | چڑھے جاتے ہو کیوں شمع کے سر پر

ادب آموز تم بالکل نہیں ہو

ہمہ تن سوز تم بالکل نہیں ہو

نبھے گی آپ سے کیوں کر ہماری — تمہیں ہے وصل مجکو انتظاری

ہمیں ہے سینہ کاوی دلفگاری . تمہیں ہر دم ہے شوق جاں نثاری

کہاں کی آشنائی کر رہے ہو

مقدر آزمائی کر رہے ہو

رخ روشن کو دیکھا بھی نہیں ہے — اٹھا آنکھوں سے پردا بھی نہیں ہے

چراغوں کا تماشا بھی نہیں ہے — ضیائے حسن آرا بھی نہیں ہے

لگے بیتابیوں سے تلملانے

شب عشرت میں بے پر کی اڑانے

مزا جب تھا نظر بھر بھر کے جاتے — رخ پر نور تک ڈر ڈر کے جاتے

محبت کے قدم دھر دھر کے جاتے — تڑپ کر لوٹ کر مر مر کے جاتے

ستم سہتے چمک رہ رہ کے اٹھتی

کلیجہ میں کسک رہ رہ کے اٹھتی

ہمیں دیکھو سراپا درد ہیں ہم — تپ سوز نہاں سے زرد ہیں ہم

پراگندہ مثال گرد ہیں ہم — مصیبت جھیلتے ہیں مرد ہیں ہم

شہید تیغ ابروئے صنم ہیں

اسیر دام گیسوئے صنم ہیں

ہمیں ہے وصل سے بہتر جدائی — نرالی ہے ہماری آشنائی

کھٹک جاتی ہے طرز دلربائی — کسی کی بے وفائی کج ادائی

نگاہ ناز کے تیروں کے صدقے

خم ابرو کی شمشیروں کے صدقے

جمالِ حُسن سے بے ہوش رہنا خیالِ یار میں روپوش رہنا
کبھی مثلِ شمع خاموش رہنا کبھی دیوانگی کا جوش رہنا

فنا ہونا حقیقت میں بقا ہے
مگر اپنی بقا میں بھی فنا ہے

مجھے کہتے ہیں سب انساں کا دل جمالِ حُسنِ لیلےٰ کا ہوں محمل
مرے دم سے جما کرتی ہے محفل نہ کر دعوے نہ ہو مجھسے مقابل

سمائی شمع ہے تیری نظر میں
تجلّی اور ہے میری نظر میں

بڑھی دل اور پروانے کی تکرار یہ دیوانے سے دیوانے کی تکرار
جنابِ عشق کے آنے کی تکرار ہوئی دربار میں جانے کی تکرار

برستا نور تھا محفل میں چھن چھن
اِدھر جاناں اُدھر تھی شمع روشن

خلیق اپنا بیاں دونوں نے سر سے سُنایا کچھ اِدھر سے کچھ اُدھر سے
یکایک عشق کے جذب اثر سے دوئی کا اٹھ گیا پردہ نظر سے

جمالِ شمع میں جاناں سمایا
دلِ شیدا کو پروانہ بنایا

چاول پر قل ہو اللہ

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب محلہ انصار پانی پت چاول پر قل ہو اللہ لکھ سکتے ہیں۔ آپ کو اگر یہ نادر تحفے کا شوق ہو تو اُن سے خط و کتابت کیجئے۔ ایسی چیز ہے کہ لوگ آپکے پاس آآکر دیکھیں گے۔

الْمَجِيءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا
فِيهَا آدَمُ فَقَالَ هَذَا أَبُوكَ آدَمُ
فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ
السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالِابْنِ
الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِي
حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ
مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرَائِيلُ قِيلَ وَمَنْ
مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ أُرْسِلَ
إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ
الْمَجِيءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ
إِذَا يَحْيَى وَعِيسَى وَهُمَا ابْنَا خَالَةٍ
قَالَ هَذَا يَحْيَى وَهَذَا عِيسَى
فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا
مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ
ثُمَّ صَعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ
فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ
جِبْرَائِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ
مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ
قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ
الْمَجِيءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ
إِذَا يُوسُفُ قَالَ هَذَا يُوسُفُ

پھر دروازہ کھولا گیا جب میں اندر داخل ہوا تو
آدم علیہ السلام کو دیکھا۔ جبرئیل نے کہا یہ تمہارے
باپ آدم ہیں انکو سلام کرو۔ میں نے آدم کو سلام
کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر انہوں نے کہا
کہ نیک بیٹا اور نیک نبی کے لیے مرحبا۔ پھر جبرئیل
ہمارے ساتھ دوسرے آسمان پر چڑھے۔ دروازہ
کھلوایا فرشتوں نے پوچھا کون ہے؟ کہا جبرئیل ہوں
کہا تمہارے ساتھ کون ہے۔ کہا محمد ہیں۔ فرشتوں نے
کہا کیا وہ بلوائے گئے ہیں۔ جبرئیل نے کہا ہاں
فرشتوں نے کہا مرحبا آپ کا تشریف لانا مبارک
پھر دروازہ کھولا گیا جب میں اندر داخل ہوا تو میں نے
دونوں خالہ زاد بھائیوں حضرت یحیی اور حضرت عیسی
کو دیکھا۔ جبرئیل نے کہا کہ یہ یحیی ہیں اور یہ دوسرے
عیسی ہیں۔ ان دونوں کو سلام کرو۔ میں نے انکو سلام
کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ نیک
بھائی اور نیک نبی کیلئے مرحبا۔ پھر جبرئیل ہمارے تیسرے
آسمان پر چڑھے دروازہ کھلوایا۔ فرشتوں نے پوچھا کون
ہے۔ کہا جبرئیل ہوں کہا تمہارے ساتھ کون ہے کہا محمد ہیں
فرشتوں نے کہا کیا وہ بلوائے گئے ہیں جبرئیل نے کہا
ہاں۔ فرشتوں نے کہا مرحبا آپ کا تشریف لانا مبارک
پھر دروازہ کھولا گیا جب میں اندر داخل ہوا تو میں نے یوسف کو

فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ
ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَ
النَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِي حَتّٰى
أَتَى السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ
قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَائِيلُ
قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ
قِيلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ
قِيلَ مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ
فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا إِدْرِيسُ
فَقَالَ إِدْرِيسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ
فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ
مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ
ثُمَّ صَعِدَ بِي حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ
الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ مَنْ
هٰذَا قَالَ جِبْرَائِيلُ قِيلَ وَمَنْ
مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ
أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا
بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا
خَلَصْتُ فَإِذَا هَارُونُ قَالَ هٰذَا
هَارُونُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ
عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ

انکو سلام کرو۔ میں نے انکو سلام کیا۔ اُنہوں نے سلام کا جواب دیا
پھر کہا کہ نیک بھائی اور نیک نبی کے لیے مرحبا۔ پھر جبرئیل
ہمارے ساتھ چوتھے آسمان پر چڑھے۔ دروازہ کھلوایا
فرشتوں نے پوچھا کون ہے۔ کہا جبرئیل ہوں۔ کہا تمہارے
ساتھ کون ہے۔ کہا محمدؐ ہیں۔ فرشتوں نے کہا کیا بلوائے
گئے ہیں۔ جبرئیل نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے کہا مرحبا
آپ کا تشریف لانا مبارک۔ پھر دروازہ کھولا گیا
جب میں اندر داخل ہوا تو میں نے ادریسؑ کو دیکھا
جبرئیلؑ نے کہا یہ ادریس ہیں۔ انکو سلام کرو۔ میں نے
انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا
کہ نیک بھائی اور نیک نبی کیلئے مرحبا۔ پھر جبرئیل
ہمارے ساتھ پانچویں آسمان چڑھے۔ دروازہ کھلوایا
فرشتوں نے کہا کون ہے۔ کہا جبرئیلؑ ہوں کہا تمہارے
ساتھ کون ہے کہا محمدؐ ہیں فرشتوں نے کہا کیا وہ
بلوائے گئے ہیں کہا ہاں۔ فرشتوں نے کہا مرحبا آپکا
تشریف لانا مبارک۔ پھر دروازہ کھولا گیا۔ جب میں
اندر داخل ہوا تو میں نے ہارونؑ کو دیکھا جبرئیلؑ نے
کہا یہ ہارون ہیں۔ ان کو سلام کرو۔ میں نے
اُن کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب
دیا۔ پھر کہا نیک بھائی اور نیک نبی کے لیے
مرحبا۔

الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِي	پھر جبرئیل ہمارے ساتھ چھٹے آسمان پر چڑھے
حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ	دروازہ کھلوایا۔ فرشتوں نے پوچھا کون ہے
قِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ	کہا جبرئیل ہوں۔ کہا تمہارے ساتھ کون ہے
وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ	کہا محمد ہیں۔ فرشتوں نے کہا کیا وہ بلوائے
أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهِ	گئے ہیں۔ کہا ہاں۔ فرشتوں نے مرحبا آپکے تشریف
فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ	لانا مبارک۔ پھر دروازہ کھولا گیا۔ جب میں اندر داخل
فَإِذَا مُوسَى قَالَ هَذَا مُوسَى فَسَلِّمْ	ہوا تو میں نے موسیٰ کو دیکھا۔ جبرئیل نے کہا یہ موسیٰ
عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ	ہیں انکو سلام کرو۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام
مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ	کا جواب دیا۔ پھر کہا نیک بھائی اور نیک نبی کیلئے
الصَّالِحِ فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَكَى	مرحبا۔ جب میں یہاں سے آگے بڑھا تو موسیٰ رو
قِيلَ لَهُ مَا يُبْكِيكَ قَالَ أَبْكِي	پڑے۔ فرشتوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو
لِأَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِي يَدْخُلُ	موسیٰ نے کہا کہ میں اسلئے روتا ہوں کہ میرے بعد
الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِهِ أَكْثَرُ مِمَّنْ يَدْخُلُهَا	ایک نوجوان فرزند محمد مبعوث ہوا۔ میری امت
مِنْ أُمَّتِي ثُمَّ صَعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ	سے زیادہ اسکی امت جنت میں داخل ہوگی۔ پھر جبرئیل
السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ مَنْ هَذَا	ہمارے ساتھ ساتویں آسمان پر چڑھے دروازہ کھلوایا
قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ	فرشتوں نے پوچھا کون ہے۔ کہا جبرئیل ہوں کہا
قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ	تمہارے ساتھ کون ہے۔ کہا محمد ہیں فرشتوں نے
إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ	کہا کیا وہ بلوائے گئے ہیں۔ کہا ہاں فرشتوں نے
الْمَجِيءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا	کہا مرحبا۔ آپکا تشریف لانا مبارک جب میں وہاں
إِبْرَاهِيمُ قَالَ هَذَا أَبُوكَ إِبْرَاهِيمُ	پہنچا تو میں نے ابراہیم کو دیکھا جبرئیل نے کہا یہ تمہارے
فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ	باپ ابراہیم ہیں انکو سلام کرو۔ میں نے انکو سلام کیا

السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ	اُنہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا نیک بیٹے
الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ رُفِعْتُ	اور نیک نبی کے لیئے مرحبا۔ پھر مجکو سدرۃ المنتہے
اِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا نَبِقُهَا	کیطرف لیجایا گیا۔ اسکے بیر مشکوں کی طرح تھے اور
مِثْلُ قِلَالِ هَجَرٍ وَاِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ	اسکے پتے ہاتھیوں کے کانوں کی طرح بڑے بڑے تھے
اٰذَانِ الْفِيَلَةِ قَالَ هٰذِهٖ سِدْرَةُ	جبرئیل نے کہا یہ سدرۃ المنتہے ہے وہاں چار نہریں
الْمُنْتَهٰى فَاِذَا اَرْبَعَةُ اَنْهَارٍ نَهْرَانِ	تھیں۔ دو نہریں چھپی ہوئی تھیں اور دو نہریں ظاہر
بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ	تھیں میں نے کہا جبرئیل! یہ کیا ہیں؟ جبرئیل نے
قُلْتُ مَا هٰذَانِ يَا جِبْرَئِيْلُ	کہا چھپی ہوئی دو نہریں (سلسبیل و کوثر) جنت میں
قَالَ اَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ	ہیں اور ظاہر کی دو نہریں نیل و فرات ہیں۔ پھر مجکو
فِي الْجَنَّةِ وَاَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيْلُ	بیت المعمور دکھایا گیا۔ پھر میرے پاس ایک برتن شراب
وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ	کا ایک برتن دودھ کا ایک برتن شہد کا لایا گیا
الْمَعْمُوْرُ ثُمَّ اُتِيْتُ بِاِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ	میں نے دودھ کے برتن کو لے لیا جبرئیل
وَاِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ وَاِنَاءٍ مِنْ عَسَلٍ	نے کہا یہی تو فطرت ہے تم اور تمہاری اُمت
فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ هِيَ الْفِطْرَةُ	اسی (فطرت) پر ہوگی۔ پھر مجھ پر تمام دن رات
اَنْتَ عَلَيْهَا وَاُمَّتُكَ ثُمَّ فُرِضَتْ	میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ جب میں
عَلَيَّ الصَّلٰوةُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ	واپس ہوا تو موسیٰ پر گذر ہوا۔ موسیٰ نے پوچھا
يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلٰى	کس (عبادت) کے لیئے تم کو حکم دیا گیا ہے؟
مُوْسٰى فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قُلْتُ	میں نے کہا پچاس نمازیں فرض کی ہیں موسیٰ نے
اُمِرْتُ بِخَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ	کہا کہ ہر روز پچاس نمازیں تمہاری اُمت نہیں ادا کر سکے گی۔
يَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ	اور میں نے
خَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ وَاِنِّيْ	

وَاللّٰهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِاُمَّتِكَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَاُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوٰتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَاُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوٰتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قُلْتُ اُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوٰتٍ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسَ صَلَوٰتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَاِنِّيْ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِاُمَّتِكَ

تم سے پہلے خدا کی قسم آدمیوں کو آزمایا ہے اور بنی اسرائیل سے میرا نہایت سخت سابقہ رہا ہے۔ تم اپنے پروردگار کے پاس لوٹ جاؤ اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کرو۔ میں لوٹ گیا۔ پس دس نمازیں کم کردیں پھر میں موسیٰ کے پاس آیا۔ موسیٰ نے اب بھی یہی کہا۔ پھر میں لوٹ گیا پھر دس کم کردیں پھر میں موسیٰ کے پاس لوٹ کر آیا۔ پھر انہوں نے وہی کہا پھر میں لوٹ گیا پھر دس کم کردیں۔ پھر میں موسیٰ کے پاس لوٹ کر آیا پھر انہوں نے وہی کہا پھر میں لوٹ گیا۔ پھر دس نمازیں کم کردیں اور ہر روز دس نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ پھر میں موسیٰ کے پاس آیا۔ انہوں نے پھر وہی کہا پھر میں لوٹ گیا اور مجھ کو ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ میں موسیٰ کے پاس لوٹ کر آیا۔ موسیٰ نے پوچھا اب کس قدر عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ میں نے کہا صرف ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ موسیٰ نے کہا تمہاری امت ہر روز پانچ نمازیں بھی ادا نہیں کرسکتی۔ میں نے تم سے پہلے آدمیوں کو آزمایا ہے اور بنی اسرائیل سے بہت سخت سابقہ رکھا ہے جاؤ۔ لوٹ جاؤ اور اپنے پروردگار سے اپنی امت کے لیے تخفیف چاہو۔

قُلْتُ سَأَلْتُ رَبِّيْ حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ وَلٰكِنِّيْ أَرْضٰى وَأُسَلِّمُ قَالَ فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادٰى مُنَادٍ أَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِيْ وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِيْ ۔ متفق علیہ

میں نے کہا میں نے اپنے رب سے اسقدر سوال کیے ہیں کہ اب جاتے ہوئے شرماتا ہوں لیکن میں راضی ہوں اور اسے تسلیم کرتا ہوں جب میں وہاں سے آگے بڑھا تو ندا کی طرف سے ایک ندا دینے والے نے آواز دی کہ میں نے اپنا فرض بندوں پر جاری کیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کی۔

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ فِي الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْأَلُنِيْ عَنْ مَسْرَايَ فَسَأَلَتْنِيْ عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ أُثْبِتْهَا فَكُرِبْتُ كَرْبًا مَا كُرِبْتُ مِثْلَهُ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ مَا يَسْأَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْبَأْتُهُمْ وَقَدْ رَأَيْتُنِيْ فِيْ جَمَاعَةٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَإِذَا مُوْسٰى قَائِمٌ يُصَلِّيْ فَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَإِذَا عِيْسٰى قَائِمٌ يُصَلِّيْ أَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ الثَّقَفِيُّ وَإِذَا إِبْرَاهِيْمُ قَائِمٌ يُصَلِّيْ

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے تئیں حجر (حطیم) میں دیکھا اسوقت قریش مجھسے شب معراج کی سیر کا حال پوچھ رہے تھے۔ انہوں نے مجھسے بیت المقدس کی کئی چیزیں پوچھیں جو مجھے یاد نہیں تھیں مجھے اسکا ایسا سخت رنج ہوا کہ ایسا رنج کبھی نہیں ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے کردیا۔ میں اسکو دیکھنے لگا اب جو بات وہ پوچھتے تھے میں بتا دیتا تھا اور میں نے اپنے تئیں پیغمبروں کی جماعت میں دیکھا موسیٰ کو دیکھا کہ وہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں وہ ایک شخص میانہ قد ہیں انکا جسم گٹھا ہوا ہے جیسے قبیلہ شنوءہ کے لوگ ہوتے ہیں اور عیسیٰ ابن مریم کو بھی دیکھا وہ بھی کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں انکے مشابہ سب سے زیادہ عروۃ بن مسعود ثقفی کو پاتا ہوں میں نے ابراہیمؑ کو دیکھا وہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں

أَشْبَهُ النَّاسِ بِهِ صَاحِبُكُمْ	سب سے مشابہ تمہارے صاحب (محمد) ہیں
يَعْنِيْ نَفْسَهُ فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ	آپ نے اپنے تئیں فرمایا پھر نماز کا وقت آیا تو میں نے
فَأَمَمْتُهُمْ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلٰوةِ	امامت کی جب میں نماز سے فارغ ہوا تو ایک
قَالَ لِيْ قَائِلٌ يَا مُحَمَّدُ هٰذَا	بولنے والا بولا اے محمد یہ مالک داروغہ جہنم
مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ	ہیں انکو سلام کرو میں نے انکی طرف توجہ کی تو
فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَبَدَأَنِيْ بِالسَّلَامِ	انھوں نے مجھ کو پہلے سلام کیا

(مسلم)

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ	حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کفار
وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا كَذَّبَنِيْ قُرَيْشٌ	قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں حطیم میں کھڑا
قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللّٰهُ لِيْ بَيْتَ	ہوا اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے
الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ	کردیا میں نے اسکی نشانیاں قریش کو بتلانی
عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ	شروع کیں بحالیکہ میں (بیت المقدس) کو
مسلم شریف	دیکھ رہا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ۱۲ سنہ نبوت میں آنحبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر اکیاون برس نو مہینے کی تھی (سفر المخزون) پیر کا دن رجب المرجب کی ستائیس تاریخ تھی۔ (تاریخ الخمیس)

معراج عروج سے مشتق ہے۔ معراج کے معنی زینہ (سیڑھی) کے ہیں معراج مسجد اقصے سے آسمانوں تک ہے اور اسرا مسجد حرام سے مسجد اقصے تک ہے۔

اس عنوان کی پہلی آیت (سُبْحٰنَ الَّذِیْ) میں اس واقعہ کا مختصر بیان ہے۔ سورۃ النجم کی آیات میں زیادہ وضاحت ہے۔ اور احادیث صحیحہ میں معراج شریف کی مفصل بحث ہے۔

آیت اسراء کی تفسیر

بعض ظاہر بین لوگوں کو معراج شریف محال و مستبعد معلوم ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو لفظ سُبحان سے شروع فرمایا۔ مطلب یہ کہ خدا تعالیٰ ہر قسم کے عیب نقص اور عجز سے پاک ہے۔ اُس قادر قدیم کو ایک رات میں اپنے بندہ کو مکے سے بیت المقدس لیجانا اور وہاں سے آسمانوں کی سیر کرانا کچھ مشکل نہیں ہے جو حضرات معراج شریف کو محال تصور کرتے ہیں وہ خدائے واحد قدیر کو عجز و نقص کا عیب لگاتے ہیں۔ حالانکہ ذات خداوندی عیوب و نقصانات سے مبرا و منزہ ہے۔

اشعار	ترجمہ
تَعَالَى الحَقُّ [illegible]	[illegible] سے منزہ ہے
تَقَدَّسَ فِي الصِّفَاتِ عَنِ النَّدِيْدِ	اور صفات کمالیہ میں کوئی اُسکا شریک نہیں
فَلَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَّ لَيْسَتْ	کوئی چیز اُسکے مانند اور مشابہ نہیں
مُشَارَكَةُ الأَسَامِي فِي العَدِيْدِ	اور بعض نام کی شرکت کسی شمار میں نہیں
مَلِيْكٌ قَادِرٌ حَيٌّ قَدِيْمٌ	وہ عالم کا مالک ہے سب پر قادر ہے زندہ اور قدیم ہے
عَلِيْمٌ بِالْمَغِيْبِ وَالشَّهِيْدِ	تمام چھپی اور کھلی ہوئی باتوں کو جانتا ہے
تَبَارَكَ مِنْ حَكِيْمٍ ذِي اخْتِرَاعٍ	بہت برکت والا حکیم بغیر نمونہ پیدا کرنیوالا
وَمُبْدِعِ ذٰلِكَ النَّسَقِ السَّدِيْدِ	اور اس عمدہ اور درست ترتیب پر عالم کا موجد ہے
(روضۃ الریاحین)[1]	(روضۃ الریاحین)

[1] یہ رسالہ اسم بامسمی قابل دید لائق مطالعہ ہے۔ توحید باری کے دلائل۔ دلائل رسالت نبوۃ۔ نعت نبی کریم مناقب خلفاء توصیف علمائے کرام میں نہایت پُر درد عربی نظم میں مع ترجمہ اردو و حواشی مفیدہ علامہ فہامہ ادیب اریب جناب استاذی مولوی مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ امینیہ دہلی دامت برکاتہم نے

آنکھوں کا سچا علاج

اناڑی اور جاہل دوافروشوں نے ہزاروں سرمے اور انجن کے اشتہار دے رکھے ہیں لیکن وہ آنکھ کی تشریح سے مطلقاً واقف نہیں ہیں انہیں خبر ہی نہیں کہ آنکھ میں کس قدر طبقے ہیں کتنی رطوبتیں ہیں طبقہ مجوفہ کیا چیز ہے نور آنکھ میں کہاں سے آتا ہے کیونکر پیدا ہوتا ہے طبقہ عنبیہ کیا چیز ہے جس میں پانی اترآتا ہے یہ لنا سب میں نیم حکیمانہ ہاتھ سے یہ کام کیا اسلئے رہی سہی حالت مریضوں کی بگڑ گئی ایسے شہر آشوب اور طوفان بے تمیزی میں کسی دوا کا اشتہار دینا اپنا اور اپنی دوا کا وقار کھونا ہے مگر میں جانتا ہوں کہ ابھی دنیا میں علم و ہنر کے قدردان باقی ہیں اور عقل سلیم سے خالی نہیں ہے اسی دوا کی تعریف کی حاجت نہیں اسلئے مختصراً عرض کرتا ہوں یہ دوا مجھے جناب حاذق الملک حکیم محمد عبدالمجید خاں صاحب دہلوی مرحوم و مغفور نے بتائی تھی میں اپنے مطب میں تیس برس سے برابر آزما رہا ہوں آنکھوں میں پانی آنے کو جسے نزول الماء کہتے ہیں صد چند جالینوس کا تو نمک کا اکسیر مفید ہے جب آنکھوں کے سامنے بھنگے اڑتے دکھائی دیں سمجھ لیجئے کہ پانی اترنے والا ہے۔ یہ دوا منگائیے اور استعمال فرمائیے پانی ہوگا تو رک جائے گا اور آنکھ صاف ہو جائے گی۔

قیمت دوا فی ماشہ ایک روپیہ ایک مریض کے لیے ایک تولہ دوا کافی ہوگی محصول بذمہ خریدار

پتہ حکیم سید ناصر نذیر فراق دہلوی۔ محلہ گدہ ترکمان دروازہ

نرخنامہ اشتہارات نظام المشائخ

مقدار	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
¼ صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
½ 〃	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
پورا صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نوٹ متفرق غیر مستقل اشتہارات کی اجرت ۲ فی سطر کے حساب سے ہوگی تخفیف کی گنجائش نہیں

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

آپ کیا غضب کر رہے ہیں

انتخاب نظام المشائخ

جس کا اشتہار نظام المشائخ میں کئی مہینے سے ہو رہا تھا
بکتا چلا جاتا ہے آپنے ابتک نہ منگایا ہو تو جلدی ایک کارڈ لیکر
لکھدیجئے کہ آپ کو بھی وہ بھیجدیا جائے قیمت عوام سے ۱۲ر
خریداران نظام المشائخ سے ۶ر نظام المشائخ[سلہ] (درجہ اول و دوم)
یا اخبار طبیب کا کسی کو نیا خریدار بنائیے تو مفت محصولڈاک ہر صورت
آپکے ذمے۔ دیر نہ لگائیے ورنہ پچھتائیے گا۔

یہ رعایتیں صرف ماہ صفر تک کے لیے اور ہیں۔ پھر بارہ آنے دینے ہوں گے۔

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

سلہ چندہ سالانہ نظام المشائخ ۱۲ر و اخبار طبیب (ہفتہ وار) تین روپیے (سے)

عالم پاک کی خاک

چٹکی میں بیڑا پار

چند روز سے ایک اشتہار ان صفحات پر خاک کی چٹکی کے عنوان سے چھپ رہا ہے لوگوں نے خیال کیا ہوگا کہ یہ بھی اشتہاری جدت ہے مگر جن لوگوں نے اسکو منگایا اور استعمال کیا انکی تعریفوں نے ثابت کر دیا کہ بیماروں کی خلقت حیران ہے کہ اس میں اثر کہاں سے آیا۔ زمانہ میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو خاک کی چٹکی سے مدتوں کے درد دور کر سکتے ہیں اطلاعوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس چٹکی نے برسوں کے قبض کو دور کر دیا ہے اور اس چہرے شگفتہ کر دیے توتی ہمتیں بلند، بالاکرین موذی مرض جریان نے جن لوگوں کو زندہ در گور کر رکھا تھا جو اپنے بلند تن کی قسم کے دعوے اور جذبے پاتے ہیں اتنی کمی سے خدا نے انکو نجات دیدی معدے کے صدہا بیمار لکھتے ہیں ہزاروں چورن کھائے نمک استعمال کیے رات کا کھانا چھوڑا مگر خاک فائدہ نہیں ہوا کم بخت معدے کے ہاتھوں کھانے کا مزہ بھی جاتا رہا لیکن اس چٹکی نے مسیحا کا کام دیا سات دن کے اندر بھوک کا یہ عالم ہو گیا کہ بار بار چار دفعہ رات دن میں کھاتے ہیں اور سب ہضم ہو جاتا ہے روکھی سوکھی روٹی پلاؤ قورمے کا مزہ دیتی ہے جگر کے مریض لکھتے ہیں کہ خدا درویشوں کا بھلا کرے موت کے منہ سے نکال لیا جگر نے زندگی تباہ کر رکھی تھی بدن میں خون کا نام نہ رہا تھا جو کچھ کھاتے تھے انگ کو نہ لگتا تھا خبر نہیں کہاں غائب ہو جاتا تھا جو شخص صورت دیکھتا یہ کہتا میاں یہ کیا حال ہے خیر تو ہے تمہاری تو دن بدن حالت ہی دگرگوں ہوتی جاتی ہے جب سے اس چٹکی کا استعمال شروع کیا ہاتھ پاؤں میں چستی اور پھرتی آ گئی ہے چہرے پر سرخی آتی چلی ہے ہم تو ایسی اکسیر کا دوامی استعمال کریں گے ان سب تعریفوں اور کامیابیوں کو معلوم کر کے ہم نے خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا یہ سب اسی کی کارسازیاں ہیں۔ بندہ ہر حال میں بندہ ہے اس نے اپنی قدرت سے دکھا دیا کہ ولایت والے جن دواؤں کی مٹھیاں بھر بھر کر روپے لیتے ہیں ہندوستانیں خدا کے بندے چند پیسوں میں ان سے بڑھکر دوا دیتے ہیں آجکل اگر یہ دوا کسی یورپین کے پاس ہوتی تو لاکھوں کروڑوں روپیہ کما لیتا اور دوا کو اپنے نام پیٹنٹ کرا دیتا مگر ہم تو عام مخلوق کے فائدے کے لیے اسکو ویسے ہی کم داموں پر فروخت کرتے رہیں گے الٰہی تو اس دوا میں اصل سے بھی زیادہ تاثیر دے جو کھائے اپنی مراد کو پہنچے جن لوگوں نے ہمیشہ استعمال میں رکھنے کا ارادہ کیا ہے یقیناً انکو اس سے بہت فائدہ ہوگا اور کبھی ان کو کسی قسم کی شکایت نہ ہوگی۔ آٹھ دن کی دوا ایک روپیہ میں اور چالیس دن کی دوا ۵ میں

مینیجر رسالہ نظام المشائخ و درویش ایجنسی دہلی سے طلب فرمایئے

کارخانہ آبحیات کی نسبت

چند معزز انگریزوں کے سرٹیفکیٹ

ڈاکٹر جے اے مینگکسن صاحب بہادر ایل آر سی پی آئی ایڈ ایل ایس سول سرجن ضلع ٹونگو برہما۔ آپکا آبحیات نہایت مفید دوا ہے پچھلے دو ہفتوں میں آپ سے چوبیس روپے کی دوائیں منگا چکا ہوں آیندہ بلا میری درخواست کے ہر ماہ میں تین شیشیاں بھیجا کریں۔

ڈبلیو این لڈلم صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ پولس ضلع گجرات مجکو وجع المفاصل میں آپ کی دوائی سے صحت ہو گئی

اے جی فسٹر سامین صاحب بہادر ساگر کو ابنیشیا ہیلوسر آ مینو بڑی خوشی سے اس امر کی تصدیق کرتا ہوں آپکی دوائی آبحیات بہت سے مرضوں میں مفید ثابت ہوئی ہے

لے ار اینڈرسن صاحب بہادر اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولس برہما آپ کی دوائی ہر طرح کے درد کے لیے اکسیر ہے تین شیشیاں اور بھیجدیں۔

یو لے کرودی صاحب بہادر ریاست دربھنگہ آبحیات وجع المفاصل کے لیے مفید ہے تین شیشیاں اور بھیجدیں

جی سی جانسن صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ ورکشاپ اسسٹنٹ انجینیر پبلک ورکس احاطہ مدراس پچھلے سال میں نے آپکی دوائی منگائی تھی اور اسکو ملیریا بخار اور بعض دیگر امراض میں استعمال کیا تھا میں بہت خوش ہوا جبکہ اسکے استعمال سے مریض صحیح ہو گئے

سی ایچ ربی صاحب بہادر جنوبی شان اسٹیٹ برہما آپ اپنی بے نظیر دوائی کی اتنی شیشیاں اور بھیجیں پہلا اسٹاک ختم ہو گیا بے شک یہ دوائی بے شک دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتی

چند معزز ہندوستانی صاحبان کے اسناد

مہاراجہ صاحب بہادر دربھنگہ آبحیات جو آپنے کلکتہ میں دیا گیا تھا نہایت مفید ثابت ہوا تین شیشیاں اور بھیجدیں

ہر ہائینس بیگم صاحبہ والیہ ریاست بھوپال بہالا ذخیرہ آبحیات ختم ہو گیا چار شیشیاں اور بھیجدیں

خان بہادر مولوی نہال الدین احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر درجہ اول آنا و آبحیات نہایت مفید ایجاد ہے اسکی ایک شیشی ہر وقت گھر میں اور جیب میں رکھنی ضرور ہے۔

آنریری کپتان سردار بہادر رتن علی گو ہر خان صاحب پنشنر ضلع جہلم آپ کی دوائی نہایت مفید ثابت ہوئی ایک شیشی اور بھیجدیں۔

صوبیدار میجر فیض علی خان صاحب بھوپال الفنٹری فیض آباد آبحیات ہر مرض پر اکسیر اور بسم باسمٰی ہے اتنی شیشیاں اور بھیجدیں

خان بہادر صوبیدار میجر محمد علی خان صاحب مڈمی پولس حال مقیم جلال آباد ضلع شاہجہانپور آپ کی دوائی بہت اچھی ہے دو شیشیاں اور بھیجدیں۔

راجہ چندر اجور سنگھ صاحب بہادر ریاست چندرپور آبحیات دوائی نہیں بلکہ طلسم ہے ۵ شیشیاں اور بھیجدیں

آنریبل راجہ جیند رچند صاحب بہادر والیہ ریاست لمبا گاؤں ضلع کانگڑہ آبحیات نہایت عمدہ دوا ہے تین شیشیاں اور بھیجدیں

میاں محمد عبد العزیز صاحب گورنر ریاست پونچھ میں تصدیق کرتا ہوں کہ آبحیات نہایت بے نظیر دوائی ہے جب میں مرض میں مبتلا تھا میں نے یہ دوائی منگا کر استعمال کی تھی

(دفتر) تعلیم کا پتہ منیجر کارخانہ آبحیات حکیم جی منڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات (پنجاب)

تندرستی کی بنیاد

خون صاف اور درست ہو اسیلئے خون کا صاف
رکھنا ضروری ہے چند وجہات کے باعث خون خراب ہو جاتا ہے
جیسے محنت یا ایک جگہ برابر بیٹھکر کام کرنا روپیہ حاصل
کرنیکی فکر میں حد سے سوا قوت کے خلاف کام کرنا
اس سے خون میں خرابی آتی ہے ایسے امراض کے
لیئے ڈاکٹر ایس کے برمن کا آئی اوڈائڈز ڈسالسہ
نہایت مفید ثابت ہوا ہے نیا خون پیدا کرکے چہرہ کی رونق
کو بڑھاتا ہے +

آئی اوڈائڈز ڈسالسہ

گرمی گٹھیا کیوجہ سے جسم میں چکتا کا ہونا۔ زخم ہونا
درد پھوڑا پھنسی اور رنگ سیاہ یا ناصاف ہونا
کیوجہ سے خون خراب ہو گیا ہو اون کے لیئے
یہ سالسہ نہایت ہی مفید ہے۔ کیونکہ اسمیں پوٹاس
آئی اوڈائڈ وغیرہ آزمودہ ادویات سے کر
بنا ہے اسیلئے کم مقدار میں زیادہ فائدہ کرنیوالا
ہے اسکے استعمال میں کسی چیز کا پرہیز نہیں ہے
کھانے پینے میں کسی طرح کا روک ٹوک نہیں فہرست
منگا کر ملاحظہ فرمائیے قیمت فی شیشی عا محصولڈاک ۶ر +

جسکا درد وہی جانتا
دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یہ سخت سردی کے موسم میں تندرست انسان بھی جب
ہو جاتے ہیں سردی ہٹانے کے لیئے کتنے بندوبست
کیئے جاتے ہیں لیکن افسوس بدقسمتی سے دمہ کے مریض
ناقابل برداشت تکلیف کے سبب پریشان ہوتے ہیں
اور رات دن سانس پھولنے کیوجہ سے دم گھٹے جاتے
ہیں اور نیند تک حرام ہو جاتی ہے دیکھئے آج انکو
کس قدر تکلیف ہے لیکن افسوس ہے کہ اکثر دمہ کا مرض کی
بناسکی دوا زیادہ نشیلی اشیاء اور دھتورہ بھنگ
بلاڈونا پوٹاس آئی اوڈائڈ دیکر بنتی ہیں اسیلئے نا فائدہ
تو دیکر مریض بیہوش ہو جاتا ہے ڈاکٹر برمن
کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی دمہ کی
دوا۔ دمہ کی دوا۔ اس طرح ہر رہے یہ صرف
ہماری ہی بات نہیں ہے بلکہ ہزارہا مریض اس سے
شفا پا چکے ہیں قیمت عہ محصولڈاک ۵ر
اس دوا کے دو خاص فواید ہیں (۱) ایک خوراک
میں دمہ دبتا ہے (۲) جب کچھ دن کے استعمال سے
جڑ سے جاتا ہے اور جب تک استعمال میں ہے
دورہ نہیں ہوتا ہے +

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

نقّاد

یہ رسالہ جنوری ١٩١٣ء سے خدائے سخن میر اور فخر المتاخرین مرزا نوشہ غالب کے اصلی وطن اکبرآباد (آگرہ) سے جاری ہوا ہے اور اس بات کی کوشش کر رہا ہے کہ اردو جس تازہ دنیا کے خفی اور محبت آمیز سواد میں پیدا ہوئی اور پل کے بڑی ہوئی اُسی سواد کو پھر لیلائے اردو کی دلفریب محمل بنا دے۔ نقاد کی نسبت چند مقتدر رائیں ذیل میں درج کیجاتی ہیں +

علامۂ زمان مولانا محمد عبد الحلیم شرر ایڈیٹر دلگداز کی رائے

"یہ رسالہ ایسی آب و تاب اور ایسی خوبی و رعنائی کیساتھ نکل رہا ہے کہ اُسے دیکھ کے جی چاہتا ہے ہماری زبان اردو بھی ایسی ہی ترقی یافتہ اور دلفریب ہوتی جیسا یہ رسالہ ہے۔ اُردو خوان پبلک کا فرض ہے کہ اُسکی قدر کرے"

مولانا ابو الکلام آزاد ایڈیٹر الہلال کی رائے

"میں سمجھتا ہوں کہ یہ پرچہ مقبول ہوگا، آگرہ جو فی الحقیقت عہد اسلامی کے دور عروج کا دار الخلافہ اور اردو کی ترقی اور نشو و نما میں بھی ایک حصہ فر رکھنے والا نیز میر و غالب کا مولد ہے متوقع ہے کہ نقاد کی پیدائش و نشو و نما کے لیئے بھی اچھا وطن ثابت ہو"

مولانا خواجہ حسن نظامی ایڈیٹر توحید کی رائے

"امید ہے کہ نقرئی و طلائی سکوں کی نقدی کی طرح نقاد کا سکہ ادب اُردو میں بے روک ٹوک چل جائے گا"

آپ بھی ایک پرچہ منگا کر ضرور دیکھئے۔ نمونہ مہر کے ٹکٹ بھیجنے پڑتے ہیں اور قیمت سالانہ صرف تین روپے (عہ) رکھی ہے

ماہ نومبر ١٩١٣ء سے نقّاد مصوّر بھی کر دیا گیا ہے +

منیجر نقاد آگرہ

الناظر

جو اخبار مشیر بہار (پٹنہ) کے ایڈیٹر جناب مولانا ظفر الملک علوی رئیس کاکوری شریف کی

خالص علمی کوششون اور دلی ذوق خدمت

کی بدولت ملک بھر کے تمام اردو رسالون میں اپنی خصوصیات ذیل کی وجہ سے ایک ممتاز حیثیت حاصل کر چکا ہے ❖

(۱) اشاعت بپابندی تمام ہمیشہ انگریزی مہینہ کی پہلی تاریخ کو ہوتی ہے ❖

(۲) علمی بحثون پر اسکے معرکۃ الآرا مضامین مستقل کتابون سے زیادہ قیمتی ہوتے ہیں ❖

(۳) زبان کی فصاحت و سلاست اور بیان کی صفائی و شستگی مین کوئی آجتک ہمسری نہیں کرسکا ہے ❖

(۴) محققانہ تنقیدون اور آزادانہ رایون سے سارے ملک کے انشاپردازون سے خراج تحسین حاصل کیا ہے۔

(۵) بزرگون کی دلکش سوانح عمریون سے صوفی مشرب اہل اللہ خدادوست مسلمان وجد مین آجاتے ہیں ❖

(۶) ہر قسم کے مضامین اِس خوبی سے جمع کیے جاتے ہین کہ مختلف مذاق کے لوگ برابر لطف اٹھا سکیں۔

(۷) ترتیب مضامین (نظم و نثر) لب و لہجہ انتظام معیار ترقی سب یورپ و امریکہ کے رسالون کے مقابلہ کا ہے۔

(۸) چار سال سے زیادہ مدت مین حجم تین جزو سے پانچ جزو ہوگیا۔ اور قیمت مین صرف ۲ر بیشی کی گئی ❖

(۹) سال مین ایک مستقل کتاب اسکے اوراق مین ضرور شائع کی جاتی ہے ❖

(۱۰) لکھائی۔ چھپائی۔ کاغذ سب عموماً دیدہ زیب ہوتا مگر سادگی کا لحاظ رہتا ہے ❖

قیمت سالانہ صرف (عہ) مع محصول ڈاک

چار آنے کے ٹکٹ بھیجکر ایک پرچہ نمونہ کا منگا کر دیکھیے۔ اگر پسند آئے تو مستقل خریدار ہو جائیگا ورنہ دفتر کو پرچہ واپس کرنے پر ٹکٹ بھیجدیے جائیں گے ❖

المشتہر منیجر الناظر۔ فلاور ملز۔ لکھنؤ

۷۸۶

حب اکسیر

یہ شکایات مردانہ کی بیخکنی مین عجیب وغریب کمال رکھتی ہے ضعیفوں
کو مضبوط بڈھونکو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتی ہے کسی وجہ
سے کمزوری پیدا ہوگئی ہو اسے استعمال کیجیئے۔ دو تین ہی دن
مین صحت بحال کردے گی اور آپ خوش نظر آنے لگیں گے
نہایت قیمتی اجزا سے تیار کی گئی ہے لہذا قیمت پڑھکر گھبرائیے
نہیں لاگت کی لاگت **پچاس روپے** فی تولہ لیئے جاتے
ہیں۔ ایک گولی علی الصباح پاؤ بھر گائے کے دودھ کیساتھ
کھلیئے اور پھر مقوی غذائیں حسب برداشت نوش فرمائیے
اور تماشہ دیکھیئے۔ ضرور ضرور ضرور۔ موسم بھی آجکل اس کے
لیئے بہت اچھا ہے یقین جانیئے پچاس روپے تولہ قیمت فوائد
کے مقابلہ مین کچھہ نہیں۔

المشتہر منیجر نظام المشائخ دہلی

تین پر ایک

حصہ چہارم شیخ سنوسی

مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب

قیمت چار آنے

ناگفتہ

حصہ پنجم شیخ سنوسی

مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب

قیمت چار آنے

[illegible] سنوسی کا پہلا - دوسرا - تیسرا - حصہ فوراً منگائیے جن میں آیندہ زمانہ کے
انقلابات اور موجودہ جنگ کے پراسرار انجام کے حالات ہیں

[illegible]فہرست تصانیف حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی یہ ہے

[illegible] شام و حجاز با تصویر	ے ر	فلسفہ شہادت	ا ر
[illegible] بلا تصویر	عہ ر	خواجہ حسن نظامی کا توپ خانہ	ا ر
[illegible] خواجہ حسن نظامی	۸ ر	" " بم دو پیسے - بندوق دو پیسے -	[illegible]
[illegible] اعمال حزب البحر	۸ ر	ہوائی جہاز دو پیسے - جرمن شہزادہ کی لاش	[illegible]
[illegible] کی اردو دعائیں	۴ ر	مجھر کا اعلان جنگ	ا ر
[illegible] کے افسانے با تصویر	۴ ر	دل کی مراد	[illegible]
[illegible]	۲ ر	اسرار	[illegible]
[illegible] حضرت امیر خسرو رح	۳ ر	آئیڈیل یعنی ہندو ویدانت کی کتاب	[illegible]
[illegible]	عہ ر	مکھی کا میدان جنگ	[illegible]

[illegible]

اچھی خبر

دوستوں کو یہ مژدہ سنادو

کم استطاعت بھائیوں کی مراد برآئی

ہم نے بارھویں جلد کے پہلے نمبر سے نظام المشائخ کا ایک سستا ایڈیشن نکالنا شروع کیا ہے

جس کا چندہ سالانہ عہ رکھا ہے!

مضامین وہی! ضخامت وہی۔ لکھائی چھپائی وہی۔ ایک صرف کاغذ میں فرق ہوگا

اس شان کا! اتنا حجیم!! ایسا عمدہ پرچہ ان دامون!!!

کہیں نہیں مل سکتا!!!

دو آنے میں ہر مہینے اسّی صفحے

شائقین تصوف اور فدائیان مذہب کو نظام المشائخ جاری کرانے میں ہرگز متامل نہ ہونا چاہیے

المعلن

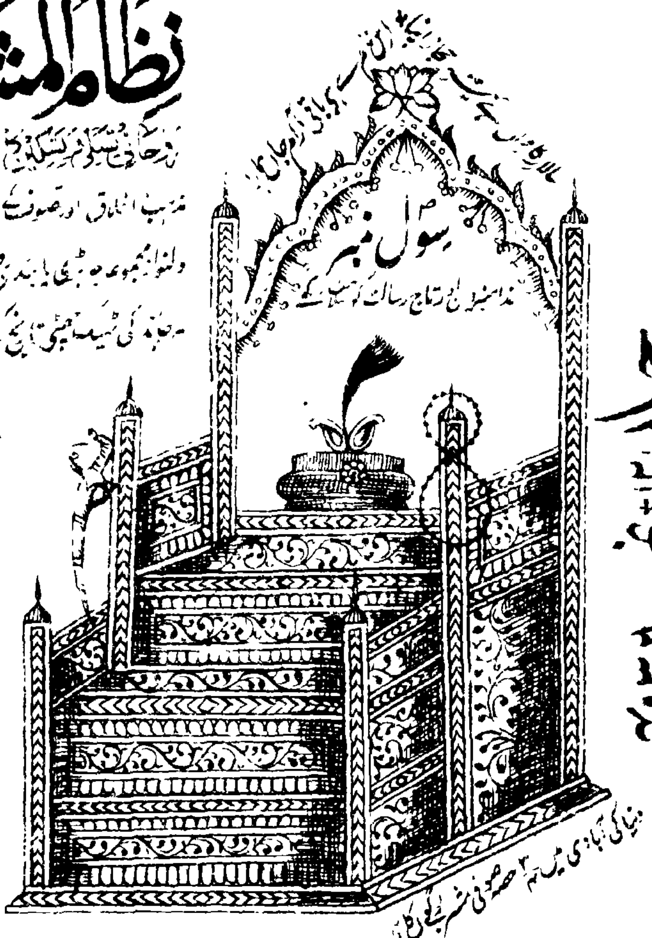
منیجر رسالہ نظام المشائخ دھلی

ھو الکل — یا معین — رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۲۱

نظام المشائخ

روحانی سلسلوں کی نسبت کا ماھوار رسالہ

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ جو ٹھیک پابندی وقت کیساتھ ہر مہینہ کی پہلی تاریخ شائع ہوتا ہے



مرتبہ

خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ رسالہ نظام المشائخ مع محصولڈاک قسم اعلیٰ ہے قسم وسط عار قسم عام عہ ششماہی
عہ ار ۔۔۔ نمونہ ۶ ر ۴ ر ۲ ر علی الترتیب

مقام اشاعت دہلی کوچہ چیلاں

دروش پریس دہلی میں بہ اہتمام ملا محمد الواحدی پرنٹر چھپا

خواجہ حسن نظامی کا توپ خانہ

چار پیسے کو ۔ بندوق دو پیسے کو ۔ ہوائی جہاز دو پیسے کو ۔ بم دو پیسے کو ۔ مصر کا اعلان جنگ چار پیسے کو ۔ ٹکی کا میدان جنگ چار پیسے کو ۔ جرمن شہزادے کی لاش دو پیسے کو ۔ الغرض تمام ہتھیار ٹکے سیر تجیہ لائیسنس بکتے ہیں ۔ جلدی منگائیے ورنہ پھر بک جائینگے ۔ یہ سب کتابیں حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے آجکل لکھی ہیں ۔ جن میں ہنسی ۔ عبرت ۔ فلسفہ تصوف بھرا ہوا ہے +

غدر دہلی

کے افسانے ۔ غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات جو بادشاہ اور اُن کے گھرانے کی عورتوں وغیرہ کو پیش آئے ۔ حضرت خواجہ صاحب نے خود انہیں لوگوں کی زبانی جنپر یہ حالتیں گزریں ۔ سنکر اپنی مشہور طرز تحریر میں لکھے ہیں ۔ ہر فسانہ عبرت و حسرت کی تصویر ہے ۔ پڑھنے والا ان انقلابات کو پڑھکر بے چین ہو جاتا ہے اور بغیر آنسو بہائے قصے کو ختم نہیں کر سکتا ۔ خدا سے ڈرنے اور موت کے انجام کار سوچنے کے لیئے اس کتاب سے بڑھکر کوئی ناصح نہیں مل سکتا چھوٹی خوبصورت تقطیع پر نہایت خوشنما چھپی ہے ۔ قیمت چار آنے ۴ر

حق کی فتح

آج کل سی پریشانیوں کے زمانہ میں لوگ اللہ والوں کی طرف کھنچنے لگتے ہیں اور انکی پناہ میں آنا چاہتے ہیں ۔ آپ ہم سے بزم فرید منگاکر پڑھیے یہ راحت القلوب کا بہترین ترجمہ ہے راحت القلوب میں حضرت سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رح نے حضرت بابا فریدالدین گنجشکر رح کے ملفوظات اور مجالس کے حالات جمع کیئے ہیں اسکے مطالعہ سے بڑی تسکین ہوتی ہے ۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے گویا آپ کسی قطب الاقطاب کے سامنے بیٹھے فیض حاصل کر رہے ۔ مترجمہ ملا محمد الواحدی ۔ ضخامت ۱۱۶ صفحے ۔ قیمت فی جلد ۸ر

سیرۃ العباس رض

یعنی عم رسول اللہ صلعم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مفصل و مکمل سوانح عمری جسے جناب مولوی حکیم فرید احمد صاحب عباسی نے بڑی عرقریزی اور جانفشانی کے ساتھ عربی کی مستند کتابوں سے مدد لیکر مرتب فرمایا ہے ۔ قیمت ایک روپیہ عہ

انتخاب نظام المشائخ

رسالہ نظام المشائخ دہلی کے ابتدائی پرچے جو حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی ایڈیٹری میں نکلے تھے اُن میں سے چیدہ چیدہ مضامین مع ہاف ٹون تصاویر خواجہ صاحب ملا محمد الواحدی صاحب انتخاب نظام المشائخ کے نام سے شائع کیے گئے ہیں ضخامت ۱۵۰ صفحے قیمت ۱۲ر خریداران نظام المشائخ سے ۶ر

المشتہر

منیجر رسالہ نظام المشائخ ۔ دھلی

جلد ۱۲	فہرست مضامین نظام المشائخ بابت ربیع الاول و ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ		نمبر ۳ و ۴
شمارہ	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	فہرست ہذا		۱
۲	ہمارے معاونین (شکریہ)	منجانب اڈیٹر	۲
۳	واما بنعمة ربك فحدث	جناب ماسٹر احمد حسین صاحب احمدی صوفی	۳
۴	صلوا علیه وسلموا تسلیما	جناب مولانا محمد اسرارالحق صاحب صدیقی فاروقی	۱۱
۵	عید میلاد الرسول	جناب مولوی سید محمد حنیف صاحب صابری نفتی	۱۶
۶	پردیسی پریتم	حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب	۳۱
۷	رس کے بھرے تورے نین	ایضاً	۳۳
۸	اعلائے کلمۃ الحق	جناب مولوی محمد الدین صاحب خلیقی	۳۶
۹	ہمارے نبیؐ کی قوت عمل	جناب مولانا نیاز محمد خاں صاحب نیاز فتحپوری	۴۵
۱۰	بہارستان فراق	جناب مولوی حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق	۵۸
۱۱	ان الدین عند اللہ الاسلام	جناب مولوی نورالدین صاحب تاجر چرم گوجرانوالہ	۷۲
۱۲	معجزات الرسول	جناب مولوی محمد شفیع الدین خاں صاحب مرادآبادی	۷۹
۱۳	کرامات اصحاب رسول	جناب مولوی حکیم فرید احمد صاحب عباسی	۸۴
۱۴	لوح مزار حضرت بلالؓ	حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب	۹۲
۱۵	خلق عظیم	جناب مولوی حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق	۹۵
۱۶	بعثت و رسالت کی فضیلت	جناب مولانا حاجی محمد اللہ صاحب کاکاخیل اویسی	۱۰۵
۱۷	خطابات روحانی	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	۱۱۰
۱۸	حمد و نعت	جناب مولانا ابوالعظم احمد حسین صاحب امجد حیدرآبادی	۱۱۲
۱۹	مدح	جناب خان بہادر مولوی سید اکبر حسین صاحب جج الہ آبادی	۱۱۳
۲۰	عرش و طور	جناب مولانا حسن مرتضیٰ صاحب شفق عماد پوری	۱۱۵
۲۱	مخمس	جناب مولانا امجد حیدرآبادی	۱۱۷
۲۲	تحفۂ نامی	جناب مولانا نامی کوہ سوار صاحب چشتی نظامی	۱۱۹

ہمارے معاونین

جنہوں نے اس مہینے نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں سعی فرمائی۔ ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:-

جناب محبوب بخش صاحب نائب تحصیلدار احمد پور شرقیہ	۹ خریدار
جناب مولوی عبدالحفیظ شاہ صاحب حسنی قادری ضلع بیربھوم	۱ "
حضرت سجادہ نشین صاحب گدہ شنکر	۲ "
جناب مولانا بدرالدین خانصاحب ضلعدار بارہ بنکی	۲ "
جناب مولوی محمد اسداللہ صاحب حیدرآباد دکن	۱ "
جناب غلام نظام الدین صاحب پریمی احمدآباد	۲ "
جناب حافظ محمد عبدالمجید خانصاحب ہیڈماسٹر ضلع گوداوری	۱ "
جناب ڈاکٹر محمد قمرالدین صاحب حیدرآباد دکن	۱ "
جناب منظورالدین صاحب سب انسپکٹر پولیس ضلع انبالہ	۱ "
جناب نور محمد حاجی قاسم صاحب چھپارہ بمبئی	۱ "
جناب حکیم محمد عمر صاحب موگا ضلع فیروزپور	۱ "
جناب منشی عطا محمد صاحب گرداور دوکی بلوچستان	۲ "
شمس الاطبا جناب ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب لاہور	۱ "

جو خود خریدار ہوئے

انکی تعداد اب کے بفضلہ تعالی اتنی زیادہ ہی کہ دو تین صفحوں میں آئیگی اور یہاں گنجایش نہیں رہی لہذا یہ نام انشاء اللہ اگلے پرچہ میں درج ہونگے۔

شکرگزار واحدی

نظام المشائخ

رسول نمبر

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

کیوں نہ چرچا کروں؟ اُس رب کی نعمتوں کا جسکے قبضہ قدرت میں تھا کہ مجھے کتمِ عدم میں رہنے دیتا۔ مگر اُس نے خلعتِ وجود عطا فرما کر مجھ کو محض اپنے فضل و کرم سے اِس بارونق اور عجیب غریب کارگاہِ عالم میں آج سے ۴۰ - ۴۲ سال پہلے بھیجا اور اب تک صحیح سلامت رکھا۔ اور ہاں جس نے میری کسی سعی یا درخواست یا استحقاق کے بغیر ہی صرف اپنی ربوبیت و رحمانیت کے طفیل زمین و آسمان جیسے شاندار سامان۔ ماں باپ جیسے عزیز الوجود و عدیم النظیر ہمدرد و بہی خواہ۔ ہوا۔ پانی۔ غذا جیسے ضروری موادِ زندگی پہلے ہی پیدا کر رکھے ہیں مگر اُس تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگوں تو شاید باقی ساری عمر گزر جائے تب بھی ختم نہوں۔ (وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا) مگر کم سے کم یہ ضرور میرا فرض ہے کہ جتنا بھی ہو سکے اُن آلاء و نعماء کا چرچا کروں +

اقتصادیات والے شمار و اعداد میں مغز کھپا کھپا کے فضول اپنے اور دوسروں کے وقت عزیز کا خون کرتے ہیں۔ یہاں میرے مولا کریم کے افضال بے پایاں کا یہ حال ہے

کہ کسی انسان کو میرے ساتھ اتنا سلوک کرنا پڑے تو اس سے پہلے کہ اتنے بڑے احسان
کی توفیق پائے شاید کلیجہ پھٹ کے مرجاتے۔ لیکن یہ اُسی سرکارِ عالی کا حوصلہ ہے کہ ایک
مَیں کیا مجھ جیسی کروڑہا بلکہ بے شمار مخلوق کے ساتھ اُنکے بذل و کرم کی یہی کیفیت ہے۔ پانی
ہاں وہ پانی جو غذا سے بھی زیادہ بقائے حیات کے واسطے ضروری ہے۔ میں تو اُس کا
ایک قطرہ بھی اپنی قدرت و حکمت سے نہیں بنا سکتا اور میرا خیال نہیں نہیں مجھے یقین
واثق ہے کہ کوئی اور بھی محض اپنی طاقت سے اسکی صنعتگری پر قادر ہو کر ہفت اقلیم کے
عوض بھی مجھے نہیں دے سکتا۔ میں نے اس عالم میں آنے سے آج تک یہی جنس بے بہا
بلامبالغہ ہزاروں من خرچ کر ڈالی۔ اور اُس منعمِ حقیقی نے مجھ سے اِسکے بدلے ایک حبہ نہیں
لیا۔ اِسی طرح ہزاروں من غذا کو میں نے نہ صرف قوت لایموت کے طور پر بلکہ اکثر زبان
کے مزے کی خاطر کھا کھا نجاست میں تبدیل کر دیا۔ مگر میرے رزاق کریم نے ایک کوڑی
بھی اسکی قیمت نہیں لی۔ غذا کھاتے اور پانی پیتے ہیں۔ ہوا کیلئے شاید پھانکنا زیادہ
موزوں ہو۔ بہرحال یہ بھی اِسوقت تک اتنی مقدار میں خرچ کی ہے کہ جسکا نہ کوئی
حساب ہے نہ حد۔ حالانکہ بلحاظ اپنی قدر و قیمت کے یہ غذا اور پانی سے بھی کہیں زیادہ
بڑھ چڑھ کر ہے۔

اور سنیئے! اُس نے جو جو مکان اِس معقول مدت میں مجھے رہنے کیلئے عطا فرمائے
ہزاروں آدمیوں کی شاقہ محنت اور لکھوکھا روپے کی لاگت سے تیار ہوئے مگر اُنکے بننے
میں ایک پیسہ میری گرہ سے خرچ نہیں ہوا۔ اور میرے پاس تھا کیا؟ میں تو خالی ہاتھ
آیا تھا۔ لیکن میرے مولانا نے یہ تمام اسباب راحت خود ہی مہیا فرما دیئے۔ میرے
جسمِ خاکی میں سُنتا ہوں کہ بے شمار عجائبات بھرے پڑے ہیں۔ اور تو میں کیا کہوں
اعضائے ظاہری میں آنکھ سب سے زیادہ بیش بہا چیز ہے۔ گداگروں میں جو بے چارے
اس سے محروم ہوں وہ یہ کہکر بھیک مانگا کرتے ہیں۔ کہ "بابا! انکھیاں والو! انکھیاں بڑی

نعمت ہیں۔" سو واقع میں انکی قدر و قیمت کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں۔ مگر انگلی ایک معمولی عضو ہے بلکہ اسے بھی جانے دو۔ بالوں کو لو جو بظاہر اس سے بھی بے حقیقت ہیں۔ میرے سر اور ریش و بروت کی زیب و زینت کے لیئے اس واہب العطایا نے (خدا جھوٹ نہ بلوائے) لاکھوں ہی پیدا کر دیئے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ دانایانِ فرنگ نے سائنس میں بڑی ترقی کی ہے۔ بھلا کوئی ویسا ایک تو بنا دے۔ اپنے ہادیٔ برحق کے حسب ارشاد میں ریش کو نہیں ترشواتا مگر سر پر سے صدہا دفعہ اتروائے ہیں۔ پھر ویسے کے ویسے ہی ہو جاتے ہیں۔ کسی بشر کی طاقت ہے کہ اس کھیتی کو اُگا سکے۔ ہم ناشکروں کو چاہے ذرا بھی انکی قدر نہو مگر کوئی بے چارے گنجوں کے دل سے پوچھے۔ یورپ کے باکمال ڈاکٹر لوگ سُنا ہے کہ ضائع شدہ اعضا کے بدلے نئے مصنوعی اعضا لگا دیتے ہیں۔ مگر جناب ان کاموں پر ہزار ہا روپیہ صرف ہوتا ہے۔ واللہ میں نے انپر ایک پیسہ خرچ نہیں کیا۔ اور قریبًا نصف صدی سے دو ہاتھ۔ دو پاؤں۔ دو کان۔ دو آنکھیں ایک ناک۔ اور ایسے ہی صدہا قیمتی سامان بڑی بےفکری سے برت رہا ہوں۔ بالکل مفت۔ اپنے مولیٰ کے دیئے ہوئے۔

امیروں کو جب کبھی بیماری آزاری لاحق ہو جائے بعضے معمولی دُکھ درد کے دفعیہ پر انہیں سیکڑوں روپیہ خرچ کرنا پڑ جاتا ہے۔ اور بزرگوں سے سُنتے آئے ہیں کہ جسم انسانی ہزاروں روگوں کا گھر ہے جن میں سے بعض تو نہایت ہی تکلیف دہ اور خطرناک ہیں۔ اگر خدانخواستہ کسی کو انیں سے آدھے چوتھائی کیا سب کا سواں حصہ بھی لاحق ہو جائیں تو دنیا بھر کے حکیم طبیب ڈاکٹر اور وید۔ ناخنوں تک کا زور لگا کر اور لکھوکھا روپیہ ٹھولکے بھی اچھا نہ کر سکیں۔ کبھی کبھار کی معمولی عارضی شکایت تو کہتا نہیں صحیح معنوں میں کامل تندرستی تو عمر بھر کسی کو بھی دنیا کے پردے پر نصیب نہوتی ہوگی۔ مگر میرے رحیم و کریم شافیٔ مطلق نے ان ہزاروں امراض سے مجکو بغیر ایک حبہ خرچ کرائے محض اپنے

فضل و کرم کے صدقے میں بچایا ۔

لوگ میری باتوں پر ہنسیں تو ہنسا کریں مگر مجکو تو اسپر بھی بڑی ہی حیرت ہوتی ہے کہ اُس نے مجھے لوہا ۔لکڑی ۔ پتھر وغیرہ نہیں بنایا ۔ ورنہ خدا جانے کیا کیا صدمے سہنے پڑتے ۔ کتا ۔ بلی ۔ گائے ۔ بیل وغیرہ کی ذیل میں نہیں رکھا ۔ ایسا کرتا تو نہیں معلوم کیا کیا درگت ہوتی ۔ کافر ۔ مشرک ۔ بیدین بنا دیتا تو خسر الدنیا والآخرہ کے سوا کیا پتے پڑتا جاہل ۔ ہٹ دھرم ۔ رسم پرست ۔ بندۂ ہوا و ہوس ہوتا تو "کالانعام بل ہم اضل" کے زمرہ میں شمار کیا جاتا ۔ پھر بھلا میں

کیوں نہ شکر کروں ؟ اُس خالق و مالک منعم حقیقی کا ۔ جس نے مجھے پیدا کیا اور انسان بنایا ۔ اپنے حبیب پاک کی اُمت میں رکھا ۔ میں یتیم تھا ۔ نہیں بلکہ چھوٹی سی عمر میں بے مادر و پدر ۔ ایسے یتیموں کی حالت عموماً جو کچھ ہوتی ہے ۔ اہل دل جانتے ہیں بے زر بے پر ۔ بے مربی بے پناہ ۔ اُس نے مجھے محض اپنے فضل و کرم سے ہر طرح کے خطرات سے پناہ دی ۔ بظاہر بالکل قرین قیاس تھا کہ میں آوارہ و گمراہ ہو جاؤں ۔ یہ اُس کا کتنا عظیم الشان احسان ہے کہ اُس نے اپنے حبیب کے صدقہ میں جسے ارشاد ہوتا ہے "الم یجدک یتیما فآوی ووجدک ضالا فہدی" مجھے راہ ہدایت دکھلائی ۔ نہیں نہیں میں نے غلطی کی ۔ وہ حبیب کبریا میری طرح کا ضال نہ تھا ۔ وہ تو اپنے مولیٰ کے رستہ میں روز ازل ہی سے ایسا گشتہ و گم تھا کہ تمام ہادیوں کا بھی مقتدے اور سردار ٹھیرا ۔ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) گر میں درحقیقت ضال بمعنی گمراہ تھا ۔ جسے اُس ہادی برحق کے ادنے ترین غلاموں کی جوتیوں کے طفیل ہدایت جیسی نعمت عظمیٰ ملی ۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک ثم الحمد للہ

مگر کیا میں ان بے شمار احسانات کے شکر سے عہدہ برآ ہو سکتا ہوں ؟ ہرگز نہیں تو کیا میں بالکل ہی شکر نہ کروں ؟ استغفر اللہ ۔ مولوی لوگ کہا کرتے ہیں کہ اگر کل کو نہ پا سکے تو یہ ضروری نہیں کہ کل کو چھوڑ دے ۔ اسکے کسی جزو کو پانے کی بھی کوشش نہ کرے ۔

(من لا یدرک کلہ لا یترک کلہ) پھر کیا میں صبح سے شام تک شکر کیے جاؤں؟ کبھی آزمایا تو نہیں مگر بڑے بڑے تجربہ کار عقلمندوں سے سنا ہے کہ اگر کوئی فجر سے رات تک بھی لڈو لڈو کہے جائے تو ممکن نہیں کہ اسکی نوک زبان بھی شیرینی کا مزہ پاسکے تاوقتیکہ وہ سچ مچ کا لڈو۔ چاہے اُسکی ایک ڈلی ہی سہی منہ میں نہ ڈلے تو آخر مجھے کرنا کیا چاہیے جو اپنے مولی کا شکرگزار بندہ کہلاسکوں؟ +

بڑے بڑے عالی مرتبہ۔ بڑے بڑے عالم فاضل۔ بڑے بڑے طاعت گزار۔ زہد و اتقا کے پتلے تو خدا جانے اپنے اپنے طریق پر کس طرح مولی کی ان نعمتوں کا شکر بجالاتے ہوں گے۔ مگر بہت کچھ سوچ بچار کے بعد میری سمجھ میں تو اسکی ترکیب یہ آتی ہے۔ اور اپنے نزدیک اسی کو سب سے بڑھ کر جانتا ہوں کہ ہر نعمت جو میرے مولی نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ اُس سے تمتع اٹھاتے وقت اُس منعم کے احسان پر خیال کرکے جہان بھر کی راحتوں سے زیادہ مسرور و محظوظ ہوں اور جس جس چیز میں اُسکے واجب الاحترام و حکمت آئین (احکام شریعت) اجازت دیں۔ دوسروں کو بھی شریک کروں۔ اپنی صحت۔ اپنی طاقت اپنی کمائی۔ اپنی معلومات بلکہ روحانی لذات تک سے اپنے بنی نوع کو فیض پہنچاؤں (خیر الناس من ینفع الناس) اور جہاں تک بن پڑے اپنے کسی فعل کسی حالت سے اپنے مولی کو ناراض نہ ہونے دوں۔ دین تو دین۔ دنیا کی بھی کوئی بات مجھ سے اسکی مرضی کے خلاف نہ ہونے پائے۔ اُسکے حبیب فرما گئے ہیں کہ اگر ہر کام میں اپنے مالک کو نہ بھولو اور اُسکے حسب منشا کرو تو تمہاری بات سراسر دین ہے اور عین عبادت۔ پس اگر میں نے کوئی کام بھی اُسکی رضا کے خلاف کیا تو اُسکا شکرگزار بندہ کہاں رہا؟ اس حالت میں تو اپنے مالک و حاکم حقیقی کا باغی ہی سمجھا جاؤنگا۔ معاذ اللہ منہا۔ اور باغیوں کی سزا انسانی مجازی حاکموں نے بھی یہ رکھی ہے کہ بیدریغ توپ سے اڑا دیا جائے۔ ایسے ہولناک انجام سے الٰہی تیری پناہ۔ آجکل یورپ میں بڑی شدت کی ہولناک لڑائی ہو رہی ہے۔ وہاں کی گولہ باری

لکھو کہا مخلوق کے نقصان جان و مال اور افراتفری کی خبریں پڑھ پڑھ کے ہی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ حالانکہ دنیا کی قہر کو خدائے قہار کے غیظ و غضب سے کچھ بھی نسبت نہیں تو اگر میری حرکات اُسکے غضب کو بھڑکانے والی ہوئیں تو کیا ٹھکانہ ہے (اللھم احفظنا من کل بلاء الدنیا و عذاب الاخرۃ۔ آمین)۔

میرے مولیٰ نے آج سے صدہا برس پہلے ایک پر حکمت قانون اپنی کتاب مجید مہیمن کی صورت میں اپنے حبیبؐ کے ہاتھ بھیجدیا تھا۔ اسمیں غضب الٰہی سے بچنے اور رحم الٰہی کو جوشش میں لانے والی ساری ترکیبیں لکھی ہوئی ہیں۔ اِسکے شروع ہی میں صرف چند سطر کی ایک نہایت جامع و حاوی تدبیر (سورۂ فاتحہ شریف) ایسی بتلائی ہے کہ اگر میں فقط اسی پر پورا پورا کاربند ہو جاؤں تو یقین ہے کہ بیڑا پار ہو جائے۔ پس یہ نعمت عظمےٰ اُن تمام نعمائے مادی و فانی سے بھی کہیں بڑھکر قابل ذکر و شکر ہے۔

میرے باپؑ کی اولاد کروڑوں بھائی ہیں (بنی آدم) ان میں سے بہتیرے اس نعمت سے محروم ہیں۔ پس شرط سپاس گزاری تو یہ ہے کہ اُسکا فیض جسطرح اور جسقدر ممکن ہو اُن تک بھی پہنچاؤں ورنہ میں ضرور ناشکرا ٹھیروں گا۔ میرے مولیٰ نے اپنے حبیبؐ کی زبانی کہلا بھیجا تھا کہ تم میں ایسے بھی ہونے چاہئیں (ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر الآیہ)۔

ہاں۔ اس جامع و حاوی نسخہ کیمیا کا ذکر خیر تو رہ ہی گیا۔ پوری تشریح کو تو بڑا علم اور بڑا وقت چاہیئے۔ چند مختصر اشارے بتاتا ہوں۔ اسمیں یہ سکھایا گیا ہے کہ جب پالنے والا بھی وہ خالق و مالک حقیقی ہے۔ بن مانگے بلا معاوضہ بدون استحقاق بھی ساری ضروریات زندگی وہی پوری کرتا ہے اور سعی و استدعا پر بھی وہی حاجت روا ہے پھر آخر کو جانا بھی اُسیکے حضور ہے تو کیا وجہ کہ ہم اُسکے سوا کسی اور سے مدد مانگیں یا اُسکی پوجا کریں۔ پس ہماری بڑی تمنا یہی ہونی چاہیئے کہ اُن لوگوں (گروہ انبیاؑ و صلحاء) کی راہ (صراط مستقیم) پر چلنے کی توفیق

ملے۔ جنپر اسکے انعام ہوتے رہے ہیں۔ نہ کہ انکی راہ پر جو افراط تفریط میں پڑ کر کوئی تو اپنے ہادیوں کے انکار سے مغضوب ہوگئے۔ اور کوئی انہیں عبد سے معبود بنا کر گمراہ آمین! اِس تعلیم کا بول بالا کرنا ہی آج میرے مولیٰ کو منظور ہے۔ اِسی مقصد کے لیئے تن من دھن سے ساعی ہونا اور ہر ممکن طریق سے اِسکا چرچا پھیلانا اِسوقت اپنا اہم ترین فرض یہی عین شکرگزاری اور تحدیث بالنعمۃ ہے۔ اِسی کے لیئے ایک سچی تڑپ ہر غیور مومن کے دلمیں ہونی چاہیئے۔ یہی فلاح دارین کی کنجی ہے۔ اگر اسکی پرواہ نہ کی تو پھر خسر الدنیا والآخرہ کے مستوجب بھی سب سے پہلے ہم ہی ہونگے جنپر خدائی کتاب پاک کے نزول سے حجت پوری ہو چکی ہے۔ اقوام مغربی تو اعلےٰ ترین دنیاوی ترقیات کے منہ کے بل ٹوٹ کر خدا فراموشی و اسباب پرستی کا خمیازہ بھگت رہی ہیں۔ مگر ہمارے لیئے انتہائی ذلت و نکبت کا وبال بھگت کے بھی کسی مزید عذاب الٰہی کا خطرہ ہے۔ جس سے بچنے کے لیئے نہ کسی سے لڑائی ٹھاننے کی ضرورت ہے نہ کوئی ناقابل برداشت بوجھ اٹھانے کی (لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا) اگر ضرورت ہے تو صرف اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ سے صلح کریں۔ نری زبانی باتوں پر قانع نہ رہکر عمل سے اپنا سچا مسلمان ہونا ثابت کریں۔ خدا و رسول کی اطاعت کے جوئے کو بھی اپنی گردنوں پر اٹھالیں۔ نفس و شیطان سے جہاد کرتے کرتے مرنے سے پہلے اپنے اوپر ایک موت وارد کرلیں (موتوا قبل ان تموتوا) ہم اپنے تمام کاموں میں اُسکے ہوجائیں تاکہ وہ ہمارا بن جائے۔ پھر

جس کا رب اُسکے سب

یقیناً یاد رکھیں جب تک ہم اپنی اصلاح نہ کرینگے۔ اسلام بھی ہماری وجہ سے بدنام رہیگا اور ہم بھی یہی روزبد بلکہ اس سے بدتر دن دیکھتے رہیں گے۔ دین حق میں ضرور ایک زبردست کشش ہے۔ وہ لاریب فوج در فوج مخلوق کو اپنی طرف کھینچ سکتا ہے۔ بشرطیکہ اُسکے انوار و برکات زبان و قلم سے بھی دنیا پر کھولے جائیں۔ اور زندہ نمونوں کی شکل

میں بھی جاذب نصرت ہوں ظالم اور مفتری ہے وہ جو خود خدائے پاک کے قول (لا اکراہ فی الدین) کو غلط قرار دیکر اور بین واقعات پر پردہ ڈالکر یہ کہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ یا آیندہ کبھی اسکا حملہ حتمت رہوگا۔ اس پُر امن سلطنت کے زیر سایہ عیسویت کے مرکز (لندن) میں۔ اسی کے بالمقابل آج جو کامیابی بفضل خدا اسلام کو تاریخ کے ساتھ حاصل ہو رہی ہے۔ اسکے لیے بجز دلیل و بُرہان کے کونسی سیف و سنان سے کام لیا گیا ہے؟۔ والسلام علی من اتبع الهدٰی۔

خاکسار احمد حسین احمدی صوفی

ربیع الاول کی نذر

چمن اسلامی کی فصل بہار۔ نعت و میلاد کے گجرے۔ پھولوں کے ہار **حدیقہ** ولادت رضاعت۔ اخلاق۔ معجزات صحیح و معتبر روایتیں۔ عبارتیں فصیح۔ نظمیں بلیغ۔ ایک سے ایک مسدس عاتی فیجلد ۲ر

مدح پیغمبر ردیف وار نعتیہ دیوان سر بسر لطف و کیفیت سے معمور۔ رعایتی ہدیہ فیجلد ۲ر

کنز المعانی۔ نماز پنجگانہ کی قبولیت کا ذریعہ سورۂ فاتحہ کی لاجواب تفسیر رعایتی ۲ر

آئینہ پیغمبر حلیہ شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طولانی مسدس

ثمرۂ عقیدت اہل بیت پاک کی شان میں۔ رباعیاں رسلام وغیرہ

ایک روپیہ کا ویلیو منگانے والوں کو دونوں رسالے مفت

محصول ویلیو کا نعم البدل

اتنی صاف خوشخط ولایتی کاغذ پر نفیس چھپی ہوئی نادر کتابیں اس قلیل ہدیہ پر کہیں سے نہیں مل سکتیں؟ دو دو چار چار جلدیں یا جہاں تک ممکن ہو منگائیے اور احباب کو تقسیم کرکے داخل حسنات ہوجیے۔ موقع غنیمت اور زمانہ بھی مبارک ہے۔ ۳۰ ربیع الاول تک زائد جلدیں منگانیوالوں کو بعض رسالے بھی مفت

المشتهر شفیق رضوی قادری چشتی عماد پور شیخ گنج ضلع گیا

۷۸۶

صلوا علیہ وسلموا تسلیما

مسلمانو! پڑھو درود - اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آل
سیدنا و مولانا محمد کما تحب و ترضی لہ +

کہاں ہیں خمخانہ یثرب کے مست - کہاں ہیں میخانہ بطحا کے متوالے - کہاں ہیں خاک طیبہ کے خاکسار - کدھر ہیں ارض مقدس کے جاں نثار - کدھر ہیں عشق محمدی کے سرشار کہاں ہیں سجدے میں درود پڑھنے والے - میری طرف آئیں اور یہ تماشا دیکھیں - آج آسمان مطلع نور ہے - زمین مہبط انوار الٰہی - تارے ٹکٹکی باندھے زمین یثرب کو تک رہے ہیں فرشتے مستانہ وار زبان پر درود و سلام اُترتے چلے آتے ہیں - حوریں جام کوثر بدست جنت سے جھانک رہی ہیں - غلمان آفتابہ لیے خدمت کو حاضر ہیں - جبرئیل امین نے عرش سے فرش تک کے باشندوں کو خبردار کیا ہے - میکائیلؑ نے جنت کے در و دیوار کو سجایا ہے - اسرافیلؑ بطحا کی طرف دیکھ رہے ہیں - عزرائیلؑ اسوقت موت کی فکر سے معرا ہیں - حضرت آدمؑ مع جمیع صفوف انبیاء زیر عرش استادہ ہیں - حضرت موسیٰؑ نعرۂ ربّ اَرِنی سناتے ہیں - حضرت مسیحؑ بشارت یاتی من بعد اسمہ احمد فرماتے ہیں حضرت خلیل اللہؑ فرط سرور و انبساط سے متوالے نظر آتے ہیں - حضرت اسمٰعیلؑ خنجر تسلیم کے اشتیاق میں ربّ لا تذرنی فردا و انت خیر الوارثین فرماتے ہیں +

ہے وقت اجابتِ دعا کا	میخانے پہ سایہ ہے خدا کا
رحمت کی گھٹائیں آ رہی ہیں	جنت کی ہوائیں آ رہی ہیں
وہ قدسی کھڑے ہیں جام در دست	وہ پھرتی ہیں حوریں شوق میں مست
خوشبو کی وہ لپٹیں آ رہی ہیں	لو حوریں سہاگ گا رہی ہیں

صف بستہ ہیں انبیا مودب استادہ ہیں اولیا مودب

جبریل لیئے ہیں آفتابہ خدمت کے لیئے ہیں ایستادہ

ہاں پڑھو درود جس صبح کے مشتاق تھے ہم وہ سحر آئی + نظر اٹھاؤ وہ دیکھو وہ پیارا چہرہ ربیع الاول کے چاند کا دکھائی دیتا ہی۔ یہ چاند آفتاب توحید کے طلوع کی خبر لایا ہے۔ یہ چاند انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری کا خیر مقدم سناتا ہے۔ یہ چاند تمہیں یاایھا الذین آمنوا کا پیارا خطاب دلانے کو طلوع ہوا ہی۔ یہ چاند تمہیں کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کا خلعت لایا ہے۔ یہ چاند خدا کے احسان لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولاً الآیہ کو جتانے آیا ہی یہ چاند بشارت لقد جاءکم رسول الآیہ سنانے آیا ہے یہی چاند حکم ناطق ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً بلند آواز سے سناتا ہی +

لہٰذا اسے دیکھو اور پڑھو درود۔ کہو ہزاروں درود و سلام اس پیارے خدا کے محبوب پر نثار جسپر ہم گنہگاروں کی تکلیف شاق ہی عزیز علیہ عنتم لاکھوں درود و سلام اس نور مطلق مہبط جبریل باعث خلق آدم و عالم مصداق لولاک لما خلقت الافلاک پر قربان جو ہم پر رؤف و رحیم ہے۔ وبالمؤمنین رؤف الرحیم ۔

صدہا سلام و درود اس چاند پر اور اس ماہ پر۔ اس مہینے کے ہر دن پر۔ ہر رات پر ہر گھنٹہ و ہر ساعت و ہر منٹ و ہر پل پر جو باعث خلق دو عالم ہی ۔

لاکھوں درود اس مہینہ کی بارہ تاریخ پر جسکو ولادت باسعادت خیر الانام کا فخر حاصل ہوا ہزاروں سلام اس صبح پر جسنے طلوع ہوکر وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین کی بشارت سنائی ۔

پھر پڑھو درود۔ درود و سلام کی بچھاور اس ذات صفات پر جو مصداق کنت نبیاً وآدم

بین الماء والطین - مراد ہے ہوالاول والآخر کی - اور سیکڑوں برکات وصلوٰۃ نثار اُس مرکز نبوت ورسالت پر جو بمصداق انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری مصداق کہ ہوالظاہر والباطن کا +

اس ساعت کے نثار ہماری جان جبیں اُس رحمان ورحیم کی ولادت سے آثار نمایاں ہوئے +

اُس صبح پر جان ومال قربان جسکے طلوع میں آفتاب رسالت نے طلوع فرمایا +

پڑھو درود اُس مجسم شکم پاک پر جس میں اُس مورد آیت تطہیر نے قرار پکڑا اور وفات تک اُسی میں انوار نامتناہی ذات باری کا ہبوط ونزول رہا +

اُن آنکھوں پر سیر ادل نثار جنہوں نے اُس رخسار منور مورد والضحیٰ اور والشمس کا نظارہ کیا +

اُن ہاتھوں پر لاکھوں ہاتھ قربان جنہوں نے اُس نور الٰہی کو گود میں لیا +

لاکھوں درود وسلام اُس زبان پاک پر جسنے اس عالم میں تشریف لاکر سب سے پہلے لفظ یا رب اُمتی فرمایا +

ہزاروں سلام اُن کانوں پر جنہوں نے اُس پاک مطہر دہن سے جو مصداق ما ینطق عن الھویٰ تھا کلمات سننے کا فخر حاصل کیا +

سیکڑوں درود اُن زبانوں پر جنکو اُس صاحب مقام محمود شاہد ومشہود کی جناب میں عرض مدعا کا مرتبہ حاصل ہوا +

مسلمانوں پڑھو درود اُن قدموں پر جو خدا کے محبوب کی راہ میں متوالے دست ہو کر دیار محبوب کی طرف چلے +

اُن تیہروں پر سلام جن کے سر محبوب خدا کی آمد سے جھکے - اور جنہوں نے بزبان بلند وسیلتنا فی الدارین رسول الثقلین کا کلمہ پڑھا +

اُن کنکروں پر سلام جو ابوجہل کے ہاتھوں میں خدا کے پیارے نبیؐ کی مدح میں رطب اللساں ہوئے +

اُن پرندوں چرندوں کے قربان ۔ اور اُن درندوں پر فدا ہماری جانیں ۔ جنہوں نے پیارے مدینہ والے کی رسالت پر گواہی دی +

اُن عاشقانِ رسولؐ پر درود و سلام جو اُس کالی گیسوؤں والے پر جان و مال فدا کرتے تھے +

اُس عاشق صادق پر ہم فدا جسنے ہزاروں تکالیف و عذاب اُٹھا کر نام پاک کا وِرد نہ چھوڑا +

اب پڑھو درود ۔ اور اِس چاند کی خوشی مناؤ ۔ اسپر جان و مال قربان کرو ۔ دیکھو یہ چاند کس طرح شق القمر کی پیشین گوئی کر رہا ہی ۔ اسکا اشارہ ہی کہ خدا کے پیارے لاڈلے نبیؐ کالے کمبل والے پر فدا ہو جاؤ ۔ میری طرح اپنے دل شق کرو تب مرتبہ نورانیت و تکمیل پر پہنچو گے +

یہ چاند ہمیں آیہ کریمہ سناتا ہی ھل جزاء الاحسان الا الاحسان ۔ کیا اب بھی خدا کی اتنی بڑی نعمت اور احسان کا شکریہ نہ ادا کرو گے ۔ کیا اب بھی خدا کے سامنے سر نہ جھکاؤ گے +

لو وہ دیکھو چاند کیا کہتا ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ اس نعمت خداوندی کا شکریہ بھی خدا نے بتلا دیا ہے ۔ پڑھو وبنعمۃ ربک فلیفرحوا ۔ پھر پڑھو واما بنعمۃ ربک فحدث +

بس اب کیا ہے ۔ چاند ربیع الاول کا دیکھ لیا ۔ صدق دل سے خدا کے پیارے محبوبؐ کی طرف متوجہ ہو جاؤ ۔ اس نعمت غیر مترقبہ کی خوشی مناؤ ۔ در و دیوار سجاؤ دل کو آلائیشوں، ناپاک خیالوں سے پاک کرو ۔ سرور و انبساط کا اظہار کرو ۔

اِس ولادت باسعادت کو بیان کرو۔ محفلیں کرو۔ ولادت کا حال پڑھو اور سُنو کوئی منع کرے تو اُسکو یہ آیتیں سناوو کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں وہ خدائی حکم ہوا نعمت کا شکریہ۔ فرح و انبساط ہے اور اُس کا بیان کرنا خدا نے ہمیں بتلایا ہے۔ اور اس نعمت سے بڑی نعمت کیا ہوگی۔ جسکو خدا نے بھی لقد من اللہ سے ارشاد فرمایا۔ یوں ہم پر احسان جتایا۔ پس حضرات رخصت +

پھر ایک بار پڑھو درود و سلام۔ الصلوٰۃ والسلام یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام یا رسول اللہ +

خاکسار محمد اسرار الحق صدیقی فاروقی

۳۰۔ جنوری ۱۹۱۵ء کے خطیب کی سُرخیاں

سب مضمون حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے لکھے ہوئے ہیں

بندوں کی دعا ۱	خدا کی عطا ۲	جہادی شہید کا کفن ۳	صاحب بہادر کا سلام ۴
کوہ قاف کی پریاں ۵	لب بام ٹک ٹک ۶	خطبۂ ظرافت ۷	غفلت کی نیند ۸
مرغ کی اذان ۹	صبا نے کلیوں کو جگایا ۱۰	شمع کا قد زیبا ۱۱	ہماری بری نیکیاں ۱۲
تلوار کھنچنے کے بعد ۱۳	غلے کا نامہ ۱۴	ریلیں بند ہو رہی ہیں ۱۵	تاروں کی روشنی ۱۶
سرکار کی وفاداری ۱۷	جرمنی کا فلسفہ کائنات ۱۸	آرام کہاں ہے ۱۹	روح و اجل کے دامن ۲۰
عالم اسباب ۲۱	موج پر کائی نہیں جمتی ۲۲	تین نہیں ڈوبا ۲۳	کچی نیند کی آنکھیں ۲۴
قیصر جرمنی کی شخصیت ۲۵	پانی پت اور واٹرلو ۲۶	ایک خفیہ عہدنامہ ۲۷	

٤٨٦

عید میلاد الرسولؐ

(ذکرِ حبیبؐ کم نہیں وصلِ حبیبؐ سے)

تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ ایام گزشتہ کے کسی دن کو کسی خصوصیت کے باعث یادگار بنانے اور اسمیں رنج یا خوشی منانے کا دستور ابتدا سے چلا آیا ہے۔ اور ہر ایک قوم اور ہر ایک ملت و مذہب میں کم و بیش اسکا نشان پایا جاتا ہے۔ یہ نہ صرف تاریخی اسناد سے ثابت ہے بلکہ ہر ایک مذہب میں مذہبی روایات سے اسکا ثبوت کامل موجود ہے +

یہ خصوصیت[له] دو قسم پر ہے :-

(۱) خصوصیت دنیاوی۔ کسی بڑے انسان کی ولادت یا جلوس یا عظیم الشان کامیابی یا اُسکے کارناموں کی وضاحت یا تشویق دیگر افراد انسانی وغیرہ کے لیئے اُسکی یادگار منانا اور خاص دن میں اس سرور یا غم گزشتہ دُہرانا۔ سالگرہ ۔ جوبلی دربار۔ نوروز۔ "عمر خیام کلب" وغیرہ سب اسمیں داخل ہیں +

(۲) خصوصیت دینی۔ کسی پیشوا یا مقتدائے ملت کی ولادت یا وصال یا کسی عظیم الشان واقعہ یا اجرا یا بنیاد وغیرہ کی حیثیت سے جو کسی خاص دن میں واقع اور عمل پذیر ہوئے ہوں بطور تذکار و یادگار استعمال کرنا۔

[له] آجکل تو مولود شریف کو بدعت کہنے والوں نے بھی ماہواری رسائل موقت الشیوع بطور یادگار نکالنے شروع کیئے ہیں ربیع الاول اور ۱۲ تاریخ کی تخصیص تو بدعت ٹھہرے اور یہ نئی بدعت جائز ہو سبحان اللہ +

محافل میلاد مبارک۔ عرس۔ سن ہجری وغیرہ ان تمام کو خصوصیت
شامل ہے۔

سلف کے کارنامے خلف کے لیے باعث عزت و عبرت ہیں۔ انکی یاد کی بہترین صورت یہی ہے کہ انکے مقدس حالات قابل تقلید واقعات۔ انکے علمی کارنامے اُن کے روحانی کرشمے بیان کیے جائیں۔ محفلوں اور جلسوں میں ان کو دہرا کر ان قدسی صفات نفوس کی یاد سے دلوں کو گرمایا جائے۔ اور ان سے برکت حاصل کی جائے۔

یہ ربیع الاول کا وہ مبارک مہینہ ہے جس میں نبیوں کا سردار۔ جہان کا مختار لولاک لما خلقت الافلاک کا تاج پہنے اور امتی امتی پکارتے ہوئے اس کفرستان ہستی میں ہدایت کا آفتاب لیے ہوئے جلوہ افروز ہوتا ہے۔

یہ وہی نبی ہے جس کی اطاعت کا عہد خود خداوندکریم نے انبیاء سے لیا [1] وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝

ہاں یہی وہ مبارک نبی ہے جس کی شان میں خداوند عالم نے توریت [2] کتاب استثنا باب ۱۸ آیت ۱۵ میں فرمایا۔ خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا تم اُسکی طرف کان دھریو۔

---

[1] ترجمہ اور جب لیا اللہ نے اقرار نبیوں کا کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب و علم سے پھر آئے تمہارے پاس کوئی رسول محمد صلعم اور تصدیق کرے اسکی جو تمہارے پاس ہے تو اسپر ایمان لاوگے اور اسکی مدد کروگے فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر لیا میرا ذمہ۔ بولے ہم نے اقرار کیا فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں ۱۲ [2] اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝ ہم نے تمہاری طرف ایک ایسے رسول کو جو تمہارا شاہد بھی ہے بھیجا جیسے کہ فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا ۱۲

ہاں یہی وہ حبیب ہے۔ جسکے لیے خلیل علیہ السلام نے خدا کے حضور میں نہایت ہی خشوع اور
خضوع اور جامع الفاظ میں دعا کی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا[لہ]
مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ ۔

ہاں یہی وہ محمدؐ ہے۔ جس نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا۔ میں عبداللہ اور خاتم النبیین[عہ]
ہوں۔ میں خلقت آدم سے پیشتر ہی نبیؐ تھا میں ابراہیمؑ کی دعا
اور عیسیٰ کی بشارت ہوں۔

ہاں یہی وہ قافلہ سالار انبیاء ہے۔ جس کی شان میں حضرت داؤد علیہ السلام نے زبور باب ۴۵ میں
مدحت کا ترانہ بڑی محنت اور شوق سے گایا ۔
تو (محمدؐ) حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے۔ تیرے ہونٹوں میں
لطف بٹا گیا ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی ہے"۔

ہاں یہی وہ جہاں کے پاکوں کا سردار ہے۔ جسکے لیے سلیمان علیہ السلام نے غزل الغزلات باب ۵
آیت ۱۰ میں اسطرح نغمہ سرائی کی۔ "میرا محبوب سرخ و سفید ہے
دس ہزار آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کی مانند کھڑا ہوتا ہے"

ہاں یہی وہ مبارک نفس ہے۔ جس کی نسبت موسیٰؑ کی پانچویں کتاب استثنا میں اس طرح
مذکور ہے۔ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا
فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے
لشکر کے ساتھ آیا ۔

ہاں یہی وہ اولوالعزم رسول ہے جس کے حق میں عیسیٰؑ نے انجیل یوحنا باب ۱۶ درس ۱۲ و ۱۳
میں اسطرح کہا۔ "میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تم سے کہوں

لہ اے رب ہمارے اور اٹھا اُن میں سے ایک رسول انہیں میں کا۔ پڑھے ان پر تیری آیتیں ۱۲
عہ یہ روایت احمد و بزاز و طبرانی و حاکم و بیہقی وغیرہ سے منقول ہے ۱۲

لیکن جب وہ روح حق (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آوے تو وہ تمہیں
ساری سچائی کی راہ بتادے گی۔ اس لیئے کہ وہ[۵۱] اپنی نہ کہیگی جو
کچھ وہ سُنیگی سو کہیگی +

ہاں یہی وہ محمدؐ ہے جو حامد بھی ہے اور محمود بھی طالب بھی ہے اور مطلوب بھی۔
اول بھی ہے اور آخر بھی ظاہر بھی ہے اور باطن بھی +

(راقم الحروف کہتا ہے)

تیری قدر و منزلت کو دیکھکر سب انبیاؑ ۔ ہم کو کر اُمت میں انکی یہ دعا کہنے کو ہیں
تاج محبوبی ہے رکھا حق نے سر پر آپکے ۔ ہم گروہ انبیاؑ کا پیشوا کہنے کو ہیں
آتش دوزخ سے اُمت کو بچائیگا تو ہی ۔ کشتیٔ اُمت کا تجھکو ناخدا کہنے کو ہیں
وہ خدائی میں ہے یکتا تو نبوت میں ہے ایک ۔ تجھکو محبوب خدا شانِ خدا کہنے کو ہیں

ہاں ایسے نبیؐ کی ولادت پر خوشیاں مناؤ۔ غربا کو کھانا کھلاؤ۔ اور اس خاص دن میں
جابجا عید میلاد الرسولؐ کی مجلسیں قائم کرو۔ اور آپ کا ذکر محامد و محاسن سُنو اور درود
پڑھو۔ اور سنت نبوی میں شامل ہوکر رحمتیں اور برکتیں حاصل کرو +

یہ ربیع الاول کا وہ مبارک مہینہ ہے جس میں آنحضرتؐ (روحی فداک یا رسول اللہ) کا
ظہور ہوتا ہے۔ خلاق عالم کی طرف سے عالم پر رحمتوں اور بخششوں کا مینہ برستا ہے۔ امام
مالکؒ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم کی پیدایش کی شب شب قدر سے بھی افضل ہے +

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عباسؓ نے ابو لہب (جسکا ذکر سورۂ تبت میں ہے)
کو مرنے کے بعد خواب میں سخت عذاب کی حالت میں دیکھا۔ اسپر حضرت عباسؓ نے

---

۵۱ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۔ حضرت محمد علیہ التحیۃ والثنا اپنی خواہش سے نہیں
بولتے بلکہ وہ ہی ایک وحی ہوتی ہے جو آپ پر نازل کیجاتی ہے ۱۲

۵۲ دیکھو خصائص الکبریٰ للعلامۃ جلال الدین السیوطی۔ اور فتح الباری اور عمدۃ القاری ۱۲

پوچھا کہ کیا حال ہے۔ ابولہب نے کہا سخت تکلیف میں رہتا ہوں۔ مگر پیر کے دن مجھے
عذاب ہلکا ہوتا ہے اور پینے کو پانی بھی مل جاتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ میری لونڈی
ثویبہ نے مجکو حضرت سرورِ عالم فخرِ آدمؐ کی ولادت کا مژدہ پیر کے دن سُنایا تھا۔ اسلئے
مجھے پیر کے دن پانی بھی ملجاتا ہے اور عذاب بھی کم ہوتا ہے ؛

علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں :۔

"حق تعالیٰ بایں شادی و سرور کہ ابولہب بولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرد
در عذاب وے تخفیف کرد و روز دوشنبہ از وے عذاب برداشتہ چنانکہ در حدیث
آمدہ است و در یجا سند است مر اہل موالید را کہ در شب میلاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سرور کنند و بذل اموال نمایند یعنی ابولہب کہ کافر بود و قرآن بمذمت وے نازل شدہ
چوں بسرور میلاد آنحضرت جزا دادہ شد تا حال مسلمان کہ مملوست بہ محبت و سرور و بذل
مال وطریق وے چہ باشد" +

خداوند تعالیٰ نے ابولہب جیسے کافر پر جس کی مذمت قرآن پاک میں آئی ہے
حضرتؐ کی ولادت پر خوش ہونے اور لونڈی آزاد کرنیکے باعث خاص ولادت
کے دن عذاب میں تخفیف فرمائی۔ جب ایک قطعی کافر پر یہ انعام ہے تو کیا حال ہوگا
اُس مسلمان کا جسکا دل حضرتؐ کی محبت سے فگار اور جسکا مال حضرتؐ کے نام پر نثار
کرنیکے لیئے تیار ہو۔ اور جسکی زبان یارسول اللہؐ کی چاشنی سے لذت گیر ہو اُسے
کیا کیا نہ عطا ہوگا + سچ ہے ؎

دوستاں را کجا کنی محروم　　　　تو کہ با دشمناں نظر داری

ہاں یا احمدؐ تیرے غلاموں کو سب کچھ ملیگا۔ اور تیرے اُن عشاق کو جو تیری میلاد
کی رات مکانوں کو جھاڑ فانوس سے دلوں کو نورِ محبت سے لبوں کو تیرے ذکر سے

ف نیز دیکھو قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذلک فلیفرحوا۔ و اذکروا نعمۃ اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون

مزین کرتے ہیں۔ بہت کچھ عطا ہوگا۔ ہماری دلیل تیری محبت ہے اور ہمارا ثبوت تیرے منہ مبارک کے پیارے الفاظ جسکو حدیث کہتے ہیں ہے +

قرآن پاک میں ہے وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ۔ ترجمہ یاد کرو نعمت اللہ تعالیٰ کی جو تم پر ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں۔ ان ولادته اعظم النعم علینا ویحسن فی هذا الشهر اظهار الفرح بولادته ترجمہ بیشک نبی کریمؐ کی ولادت ہم پر ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اس مہینہ میں آپکے پیدا ہونے کی خوشی کرنی نہایت عمدہ بات ہے +

عن ابی قتادة رض قال سئل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن صوم الاثنین قال فیه ولدت وفیه انزل علیّ۔ (رواه مسلم)

ابو قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت سرور عالمؐ سے دوشنبہ کے روزہ کی بابت پوچھا گیا تو آپنے فرمایا کہ اسی دن میں میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھپر وحی آئی۔ (مسلم)

علامہ ملا علی قاری جو اسی حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:-

و فی الحدیث دلالة علی ان الزمان قد یتشرف بما یقع فیه وکذا المکان ۔

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ زمان اور مکان کو کسی فضیلت کے باعث شرف اور بزرگی حاصل ہو جاتی ہے +

اس ماہ یعنی ربیع الاول اور دن دوشنبہ کو حضرت سرور انامؐ کی پیدائش کے باعث ایک خاص فضیلت اور شرف ابدالآباد تک حاصل ہوگیا جو اس سے کسی طرح بھی نہیں ہو سکتا اس لیئے ہمکو بھی چاہیئے کہ اس خاص شرف میں شامل ہو کر برکت حاصل کریں +

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی تصنیف حسن المقصد فی عمل المولد میں فرماتے ہیں:-

---

۵۵ زینت و آرایش مولود شریف کے موقع پر نہ حرام ہے اور نہ بدعت ہے قرآن شریف میں ہے قل من حرم زینة اللّٰه التی اخرج لعباده والطیبات من الرزق۔ ترجمہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم انکو کہدو کس نے حرام کر دیا اللہ کی زینت کو جو اپنے بندوں کیلئے پیدا کی اور کہانے کے لیے عمدہ چیزیں بہی عنایت کیں +

یستحب لنا اظہار الشکر لمولدہٖ علیہ السلام بالاجتماع والاطعام وغیر ذلک

من وجوہ القربات ٭

ہمارے لیئے مستحب ہے کہ میلاد نبوی کے لیئے ایک جگہ جمع ہوں اور غربا کو کھانا

کھلائیں۔ اِسکے علاوہ اور سامانِ زینت وغیرہ بھی کریں ٭

قرآن پاک میں تعین اور تخصیص کے متعلق خداوند کریم فرماتا ہے :۔

اللّٰھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیداً لاولنا واٰخرنا ؕ

اے اللہ ہمارے لیئے ایک خوان آسمان سے کھانے کا اُتار تاکہ ہمارے پچھلوں

اور پہلوں کے لیئے (خوان اُترنے کا دن) عید ہو ٭

حواریوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے آسمان سے کھانا آنیکے لیئے کہا۔ اسپر حضرت

عیسیٰ نے مذکورۂ بالا الفاظ میں دعا کی۔ امام فخر الدین رازیؒ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں ٭

واما قولہ عیداً لاولنا واٰخرنا ای نتخذ الیوم الذی تنزل فیہ المائدۃ لعظمۃ

نحن ومن یاتی بعدنا ونزلت یوم الاحد فاتخذہ النصاریٰ عیداً والعید فی اللغۃ

اسم لما عاد الیک فی وقت معلوم ٭

قرآن کریم کے یہ الفاظ عیداً لاولنا واٰخرنا کے جو آئے ہیں ان کا مطلب یہ ہے

کہ جس دن ہمپر آسمان سے مائدہ اُترے ہم اور وہ لوگ جو ہمارے بعد آئیں اُسکو خوشی

کا دن قرار دیں اور اُس کی تعظیم کریں۔ اور مائدہ انپر اتوار کے دن اُترا۔ اس لیئے عیسائیوں

نے اِسکو عید کا دن قرار دیا اور عید کے لغوی معنی بھی یہی ہیں جو ایک خاص اور معین

وقت پر دوبارہ آئے ٭

یہ آیت واضح اور صریح طریق سے دلالت کرتی ہے کہ حصول نعمت کے دن کو

عید قرار دینا جائز ہے۔ اور اِسدن میں ہر طرح کی خوشی کرنا اور اسباب آرائش و زینت کو

مہیا کرنا اور غربا کو کھانا کھلانا درست ہے۔ نصاریٰ تو نزولِ مائدہ کے دنکو عید ٹھہرائیں

عیسائی حکومتیں اتوار کے دن تعطیل عام منائیں۔

ہم مسلمانوں کو ہاں سچے مسلمانوں کو۔ عاشقانِ رسولؐ کو حضرت کی ولادت سے بڑھکر اور کیا خوشی ہوسکتی ہے۔ ہمارے لیئے درحقیقت حضرت کی ولادت کا دن ہی عید ہے بلکہ ہزاروں لاکھوں عیدیں اِس حقیقی اور سچی عید پر قربان ہیں۔ اگر خدائے قدوس اپنے مطلوبؐ محبوب محمدؐ و احمدؐ کو پیدا نہ کرتا تو یہ زمین و آسمان عید و شب برات کہاں سے آتے۔

عیسیٰ و موسیٰ ہمہ خیلِ تو اند ۔۔۔ جملہ دریں راہ طفیلِ تو اند

عن ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم المدینۃ وجدھم یصومون یومًا یعنی عاشوراء فقالوا ھذا یوم عظیم وھو یوم نجی اللہ فیہ موسٰی و اغرق اٰل فرعون فصام موسٰی شکراً للہ تعالیٰ فقال انا اولیٰ بموسٰی منھم فصامہ وامر بصیامہ۔ (رواہ البخاری)

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپکے دریافت پر اُنہوں نے کہا کہ یہ دن بڑا بزرگ ہی۔ یہ وہ مبارک دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو نجات دی اور فرعون کو غرق کیا۔ اِس پر حضرت موسیٰؑ نے شکریہ کے لیئے اِس دن روزہ رکھا۔ اِسوقت حضرت سرورِ عالمؐ نے فرمایا۔ ہم حضرت موسیٰؑ کے نزدیک یہودیوں سے بہتر ہیں۔ پھر آپنے روزہ رکھا۔ اور اُمت کو فرمایا۔ یہ حدیث بخاری میں ہے۔ اور دیگر کتب احادیث میں بھی ہے۔

دیکھیئے تعینِ یوم پر کیسی صاف اور روشن دلیل ہے۔ جب حضرت موسیٰؑ اور اُنکی قوم بنی اسرائیل کو ایک دردناک اور ذلت دہ عذاب سے نجات ہوئی اور جب مصر کے ایک ہی باطل اور کذاب خدا یعنی فرعون کو ہلاکت نصیب ہوئی تو حضرت موسیٰؑ نے

اس نعمت کے شکریہ میں خاص نزولِ نعمت کے دن روزہ رکھا اور اُن کی اُمت جناب غنی مآبؐ کے مدینہ منورہ تشریف فرما ہونے تک رکھتی رہی اور اب بھی اِس پہ کاربند ہے۔ اور ہمارے حضرت علیہ التحیۃ والثنا نے بھی اُسی دن اُسی غرض سے روزہ رکھا اور امت کو ارشاد فرمایا۔ جائے غور ہے کہ جس دن ہمارے حضرتؐ کا ظہور ہوا اور عرب کے ایک نہیں دو نہیں بلکہ اکٹھے تین سو ساٹھ جھوٹے خدا (حضرت) خلیلؑ کی محدود چار دیواری (کعبہ) میں رہنے والے خدا۔ لا کی شرک سوز تلوار سے فنا کے گھاٹ پر اُتریں۔ اور خدا کے قہر کے دریا میں غرق ہو کر تری کے راستے سے دوزخ کی آگ میں پہنچیں۔ (بنی اسرائیل کو تو صرف ایک فرعون ہی سے نجات ملی یہاں عرب کے تمام قبائل اور مشرک اقوام کو تین سو ساٹھ بتوں سے نجات تامہ حاصل ہوئی)۔

وہ دن

اگر عید اور خوشی کا نہیں تو اور کون سا دن ہے۔ کیا عید سوئیاں اور گوشت کھانے کا نام ہی؟ نہیں نہیں بلکہ عید عید میلاد الرسولؐ ہی ہے۔ ہم یہود اور نصاریٰ سے کئی وجوہ سے زیادہ مستحق ہیں کہ ۱۲۔ ربیع الاول کی تعظیم و تکریم کریں۔ اور ہمارا سب سے زیادہ مکرم و معظم فرض ہے کہ ہم اسکی یادگار منائیں ؎

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی ای خیر رسلؐ تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

عن واثلة بن الاسقع قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله اصطفى من ولد ابراهيم اسمعيل واصطفى من ولد اسمعيل بني كنانة واصطفى من بني كنانة قريشًا واصطفى من قريش بني هاشم واصطفاني من بني هاشم ٭ رواه مسلم وكذا اخرجه الترمذي ٭

واثلہ رضؓ کہتے ہیں کہ حضرت رسول کریمؐ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے ابراہیمؑ کی اولاد

سے اسمٰعیل کو منتخب کیا۔ اور اولاد اسمٰعیلؑ سے بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھے منتخب کیا۔ یہ حدیث مسلم میں ہے۔ اور ترمذی میں بھی ہے۔

اس حدیث میں حضرت سرورِ عالمؐ نے اپنی ولادت اور فضیلت اور شرافتِ نبی کا بیان فرما کر ہمیں بتلا دیا کہ یہ ہی فضیلت اور ولادت کا بیان کرنا جائز اور درست ہے۔ نہ صرف احادیث میں ہی اس کا ذکر ہے بلکہ حضور انورؐ کے سامنے بعض اصحابؓ نے آپ کی ولادت معجزات مناقب وغیرہ بیان کیے آپؐ نے بیان کرنے والوں کے لیے دعا فرمائی۔ اور پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اور کیوں نہ خوش ہوتے جبکہ خداوند کریم نے آپ کی شان مبارک میں اس طرح فرمایا۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ یعنی ہم (خدا) نے اے سرورِ انبیاء علیک التحیۃ والثناء تیرے ذکر کو بلند کیا ہے بلندی اور رفع ذکر کے یہ معنی نہیں ہیں کہ چھپکے سے کسی گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر آپ کا ذکر کیا جائے بلکہ رفع ذکر سے یہی مطلب ہے (اور بہت سی احادیث صحیحہ بھی اسکی تائید میں ہیں) کہ محفلوں اور مجلسوں میں حضرت سرور کائنات فخر موجودات کے اوصاف و مناقب بیان کیے جائیں تاکہ انوار محمدیؐ سے ہر شخص بہرہ یاب ہو۔ حضرت شیخ العرب حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ "میں خود مولود شریف پڑھواتا ہوں اور قیام کرتا ہوں۔ اور ایک روز میرا یہ حال ہوا کہ بعد قیام سب بیٹھ گئے مگر میں بے خبر کھڑا رہا۔ اور بعد دیر کے مجھکو ہوش آیا۔ تب بیٹھا" یہی تو وہ انوار محمدیؐ تھے جنھوں نے حضرت حاجی صاحب کو مدہوش بنا دیا تھا۔ عاشقان رسولؐ کا یہی حال ہوتا ہے اور اسیطرح سے وہ فیضیاب ہوتے ہیں۔ کیا خوب فرمایا ہے مولانا مولوی محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نانوتوی نے ؎

مدد کر اے کرمِ احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسمِ بیکس کا کوئی حامی کار

اگر ہوا اپنا کسی طرح تیرے در تک بار بہت دنوں سے تمنا ہے کیجے عرض حال

اخرج الحاکم والطبرانی عن حزیم بن اوس قال ھاجرت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منصرفہ من تبوک فسمعت العباس یقول یا رسول اللہ انی ارید ان امدحک قال قل لا یفضض اللہ فاک فقال +

حاکم اور طبرانی خزیم سے روایت کرتے ہیں کہ میں ہجرت کے بعد حضرت سرور عالم کی خدمت میں اُسوقت حاضر ہوا جبکہ آپ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے میں نے سنا کہ حضرت عباس رض حضرت رسول کریم سے یہ عرض کرتے ہیں کہ میرا دل حضور انور کی مدح کرنے کو چاہتا ہے۔ آپنے فرمایا کہو خدا تمہارے مُنہ کو ہر آفت سے بچائے اس پر حضرت عباس رض نے یہ نظم آپکے سامنے پڑھی +

حضرت عباس رض کی مشہور نظم جو آپنے حضرت سرور عالم علیہ التحیۃ والثناء کی تعریف میں حضور انور کے سامنے پڑھی +

من قبلہا طبت فی الظلال وفی مستودع حیث یخصف الورق

آپ خلقت عالم سے پیشتر ہی بہشتی سایہ دار درختوں کے نیچے جہاں آدم و حوا کے بہشتی حلے اتار گئے تھے تشریف فرما تھے

ثم ھبطت البلاد لا بشر انت لا مضغۃ ولا علق

پھر حضور انور نے زمین پر نزول اجلال فرمایا مگر بشر کی صورت میں نہ مضغہ اور علق کی صورت میں

بل نطفۃ ترکب السفین وقد الجم نسرا واھلہ غرق

بلکہ آپ نطفہ تھے اور اسی شان میں نوح کی کشتی پر سوار ہوئے اور اُسیوقت نسر بت کو لگام دیا گیا اور نسر پوجنے والے غرق ہوئے

وتنتقل من صالب الی رحم اذا مضی عالم بدا طبق

اور حضور پرنور باپوں کی پشت سے ماؤں کے رحم کی طرف منتقل ہوتے رہے جب ایک قرن ختم ہوا تو دوسرے میں ایسا ہی ہوا

وانت لما ولدت اشرقت الارض وضاءت بنورک الافق

اور حضور جب اس عالم میں رونق افروز ہوئے تو زمین و آسمان آپ کے نور سے چمک اٹھا

فنحن فی ذٰلک الضیاء و فی النور ‌ ‌ ‌ وسبل الرشاد نخترق

اور ہم اسی نور اور روشنی میں چلتے ہیں اور اسی نور کی برکت سے ہم ہدایت میں ترقی کر رہے ہیں

وبردت نار الخلیل مکتتماً ‌ ‌ ‌ فی صلبہ انت کیف یحترق

جب حضور حضرت ابراہیمؑ کی پشت میں پوشیدہ ہوں تو وہ کس طرح آگ میں جل سکتے تھے۔

خدا کی بے شمار برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ یا حضرت عباسؓ آپ نے کیسی اچھی نعت لکھی۔ سچ ہے ہمارے ہی حضرت اور مولیٰ کے طفیل نوح علیہ السلام کو طوفان سے اور خلیل علیہ الصلوٰۃ کو آگ سے نجات ملی۔ ایسا ہی راقم الحروف نے کہا ہو ؎

تم اے رسولؐ شافع روزِ شمار ہو ‌ ‌ ‌ باغِ جہاں میں مثلِ نسیم بہار ہو
خوشبو سے تیری سارا زمانہ مہک اٹھا ‌ ‌ ‌ لاریب تم ہی نافۂ مشکِ تتار ہو
چلتے پیادہ پا ہیں ترے پیچھے انبیا ‌ ‌ ‌ تم ہی سمندِ اوج پہ مولا۔ سوار ہو
ہر ذرّہ تیرے شہر کا اک طور بن گیا ‌ ‌ ‌ نورِ خدا جہاں میں نہ کیوں آشکار ہو
بہتر بہشت سے ہو مدینہ کی ہر گلی ‌ ‌ ‌ رضوان۔ تیرا باغ بھی اس پر نثار ہو

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضع لحسان منبرًا فی المسجد یقوم علیہ قائمًا یفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او ینافح ویقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یؤید حسان بروح القدس ما نافح او فاخر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ رواہ البخاری ؂

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضرت سرورِ عالمؐ حسان کیلئے مسجد میں منبر بچھوا دیا کرتے تھے۔ حضرت حسان منبر پر کھڑے ہو کر حضرت کی شان بیان کیا کرتے تھے۔ اور کفار کی ہجو کا جواب دیتے تھے۔ اور حضرت فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ حسان کو روح القدس سے تائید دیتا ہے۔ جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیتا ہے یہ حدیث بخاری میں ہے۔

اس حدیث سے بوضاحت ثابت ہوا کہ حضرت حسان ایک بڑے مجمع میں مسجد نبویؐ میں منبر پر چڑھکر حضور انورؐ کے سامنے اپنے پُرزور قصائد جو حضورؐ کی شان اور کفار کی ہجو کے بیان میں ہوتے تھے بیان کیا کرتے تھے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

اخرج الخطیب وابن عساکر وابو نعیم والدیلمی من طریقین عن محمد اسمٰعیل البخاری عن عائشۃ قالت کنت قاعدۃ اغزل والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یخصف نعلہ فجعل جبینہ یعرق وجعل عرقہ یتولد نورا فبھت فقال مالک بھت قلت جعل جبینک یعرق وجعل عرقک یتولد نورا ولو رآک ابو کبیر الھذلی لعلم ان احق بشعرہ حیث یقول

ومبرء من کل غبر حیضۃ وفساد مرضعۃ وداء مغیل

واذا نظرت الی اسرۃ وجھہ برقت بروق العارض المتھلل

فوضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کان فی یدہ وقام الی فقبل بین عینی وقال جزاک اللہ یا عائشۃ خیرا فما ذکر انی سررت کسروری بکلامک۔

خطیب اور ابن عساکر وغیرہ محمد اسمٰعیل بخاریؒ سے اور وہ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں چرخہ کات رہی تھی اور رسول کریمؐ اپنی جوتی گانٹھ رہے تھے کہ حضور انورؐ کی پیشانی پر پسینہ آگیا اور پسینے سے نور چمکنے لگا۔ میں یہ حال دیکھکر ششدر اور حیران ہوگئی۔ حضور انورؐ نے میری حیرانی کا سبب پوچھا تو میں نے کہا حضورؐ کی پیشانی کے پسینہ سے نور الٰہی نظر آرہا ہے۔ کاش آپ کی اس حالت کو ابو کبیر شاعر جس نے یہ اشعار اپنے ممدوح کے حق میں کہے ہیں دیکھتا تو بے اختیار پکار اُٹھتا کہ آپ ہی ان اشعار سے موصوف ہونیکے بہت قابل ہیں وہ اشعار یہ ہیں

(میرا ممدوح) ہر آلودگی حیض اور شیر دہندہ کے دودھ کے فساد اور دودھ پلانے والی کے مرض (یعنی بحالت شیر نوشی جماع کرنا) سے پاک ہو اور جب میں اُسکے چہرہ کی پیشانی کے بل دیکھتا ہوں تو مجھے بادل (ابر یعنی پیشانی کے بل) میں چمکتا ہوا چاند نظر آتا ہے۔"

اسپر حضرت اپنا کام چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور حضرت عائشہؓ کی پیشانی کو چوما اور فرمایا اے عائشہ خدائے کریم تجکو جزائے خیر دے میں تمہارے اس ذکر سے بہت خوش ہوا۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی اس تقریر سے حضرت سرور عالمؐ نے کسقدر خوشی کا اظہار کیا۔ اور جوش محبت میں پیشانی کو چوما اور اُسکے دعائے خیر سے یاد فرمایا۔ اور بھی بہت سی احادیث صحیحہ اور اقوال ائمہ ہیں جنسے جواز اور استحباب میلاد مبارک ثابت ہوتا ہی نہ فقط جواز ہی بلکہ حضرت سرور کائنات فخر موجودات علیہ التحیۃ والثنا سے لیکر آجتک اکابر ملت اور اولیائے امت خود پڑھتے اور اس محفل مبارک میں شریک ہوتے رہے ہیں۔ اس لیئے ہمیں بھی چاہیئے کہ اُن کے نقش قدم پر چل کر سعادت دارین حاصل کریں۔

غزل

سید تو صبح و شام درود اور سلام بھیج — حضرت کا لیکے نام درود اور سلام بھیج
وہ ذات جسکے واسطے پیدا ہوا جہاں — اُس پر تو یا سلام درود اور سلام بھیج
اے عاشق رسول ہو مولود میں شریک — کر دل سے احترام درود اور سلام بھیج
بخشائینگے وہ امت عاصی کو حشر میں — ہے اُن کا فیض عام درود اور سلام بھیج
تعظیم اسم پاک محمدؐ ضرور ہے — مولود میں قیام۔ درود اور سلام بھیج
یہ ہے اسیر رنج و بلا کے لیئے دوا — مولد کا اہتمام درود اور سلام بھیج

دلداوگان ذاتِ محمدؐ کو اے صبا
دے یہ مرا پیام درود اور سلام بھیج
مولود ہو قیام ہو تیرا ہو ذکر خیر
تیرا ہو احترام درود اور سلام بھیج
سیدؔ مجھے وسیلہ ہے آل رسولؐ کا
میں اُنکا ہوں غلام درود اور سلام بھیج

ناظرین! ابھی اس مضمون کے متعلق اور بہت کچھ لکھنا باقی ہے۔ لیکن اس حالت میں کہ راقم الحروف آشوب چشم میں مبتلا ہے یہی بہت غنیمت ہے۔
سید محمد حنیف (مفتی) نکودر

- + -

غزل

شبِ فرقت کا مُنہ دنیا سے کالا ہونیوالا ہے
عرب کے مہرِ روشن کا اُجالا ہونیوالا ہے
مسلماں ۔ برہمن ۔ ابؔ امحالہ ہونیوالا ہے
زمانہ سب کا سب اللہ والا ہونیوالا ہے
مبارک ہو مکینِ لا مکاں آتے ہیں دنیا میں
زمیں کا چرخ سے پایہ وبالا ہونیوالا ہے
کھلا رحمت کا میخانہ چھلکتی ہے مئے وحدت
ہر اک لب تشنہ کا موں کا پیالا ہونیوالا ہے
طلوعِ آفتابِ دینِ حق کا وقت آ پہنچا
رخِ شمس الضحےٰ کا ماہ ہالا ہونیوالا ہے
صدا ثبت خانوں سے آنے لگی اللہ اکبر کی
حبیبِ کبریا کا بول بالا ہونیوالا ہے
بنے گا رایتِ اسلام کافِ کفر کا مرکز
نصب کفار کے سر پر یہ بھالا ہونیوالا ہے
سگِ دنیائے دُوں ناحق حریصِ لقمہ تر ہے
دہانِ گور کا اک دن نوالا ہونیوالا ہے
خدا سے ملنے والا ہے صلہ نعتِ پیمبرؐ کا
نہ سمجھو برقؔ کو ادنیٰ ۔ یہ اعلیٰ ہونیوالا ہے

محمد حسین برقؔ دہروی

پردیسی یتیم دیکھی تمہاری پریت

اُسکے لیئے میں میرے واسطے وہ۔ دونوں اجنبی اور پردیسی تھے فاصلہ کچھ بڑا نہ تھا بس اتنا کہ تین بار پلک جھپکے۔ میں اُسکا۔ وہ میرا یتیم کہلایا۔ اُس نے مجھے میں نے اُسکو اپنا بنایا۔ اُن دنوں سورج مشرق ہی سے نکلتا تھا۔ اور میدانوں میں خاک کی جگہ پانی ہی بہتا تھا جبتک سمندر میں آتشی طوفانوں کا ذکر سننے میں نہ آیا تھا۔ ہر چیز اپنی تھی۔ کوئی بھی پرایا نہ تھا +

ایک رات کھجور کی ٹہنیوں میں ہوا جھولا ڈالنے آئی۔ اور بیری کی شاخوں میں مکھی بھنبھنائی۔ دل سرشار تھا۔ تخیل مستغرق بحر ناپیداکنار تھا۔ ہوا کو مدد نہ دی اور مکھی کے سامنے پھولوں کی مستی نہ رکھی۔ اس بات سے خدا ناراض ہوگیا۔ اور اُسنے اپنے جہان کا رخ میری طرف سے بے رُخ کردیا +

میں نے کہا۔ دنیا بے رُخ ہوجائے۔ میرا پردیسی یتیم رخ نہ پھیرے۔ پیارے یتیم نے میرے قول کو چوم لیا۔ اور قول کے جسم کو سینے سے لگا لیا۔ خدا کو ہم دونوں کی محبت پسند آئی۔ اور اُس نے توبہ کے دروازے کھولدیئے۔ سورج نے کہا میں مغرب سے نکل آؤنگا۔ اسوقت یہ در بند کرنا پڑے گا۔ پردیسی یتیم نے اپنے رخسار کو سورج کی جانب موڑا کہ کچھ کہے۔ سورج بن کنے شرماکر پرے ہٹ گیا۔ میں نے کہا۔ پیارے تمہارا مُنہ ہے یا شمس الضحیٰ۔ اُس نے جواب دیا۔ رُخ کبریا۔ میں نے کہا تو لاؤ تم کو سجدہ کروں بولا۔ خبردار۔ اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ۔ میں نے کہا اور وَحْیٌ یُّوْحیٰ۔ ہنسکر خاموش ہوگیا شرماکر نظریں جھکالیں +

لطف کی راتیں تھیں۔ کیا مستی و سرور کی گھاتیں تھیں۔ کیا باہمی تھیں۔ کیا گرمیں

تمہیں جو ہم آغوش ہوتی تہیں۔ کیا شب بال تھے جو اُلجھتے تھے ؛

مگر دیکھو تو۔ وہ پردیسی روٹھ گیا۔ میں تو اترانہ تھا۔ وہ کیوں خفا ہو گیا۔ انہوں کے تافلہ میں کہیں چھپا ہے۔ چاند مسکراتا ہے بادل کے اندر گیا ہے۔ تارے کھلکھلاکر ہنس رہے ہیں اور ان میں ہو ہو اسکی ضیا ہے۔ ہاں نہیں ہوگا۔ انکو توڑ لو۔ آسمان سے جدا کر دو۔ زمین پر رکھکر ایک ایک کو علیحدہ علیحدہ کرکے دیکھو ؛

نہیں۔ سنو۔ یورپ کے میدانوں میں گرج کی آواز آتی ہے۔ اسکو جنگ کی زمین بہت بھاتی ہے۔ شاید وہاں جا نکلا ہو ؛

اور بے پکارنا۔ وہ فیلڈ مارشلوں کو نقشے بتاتا ہوگا۔ خندقیں کھدواتا ہوگا۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتا ہوگا۔ لاشوں کو دفنانے کی فکر میں مصروفیت ہوگی ؛

کیوں پردیسی تم یہاں ہو۔ اور ہو تو کس کیمپ میں۔ اتحادیوں میں یا جرمن میں۔ جرمن میں یا انگریزی جرمن میں بولو۔ من جاؤ۔ بس ناراضی ہو چکی۔ میں نے مانا کہ امت کی لاشوں کو یورپ میں دیکھنے گئے ہو۔ مگر اپنے اسکو بھی ساتھ لیا ہوتا جو ایک دم کو جدا نہ کیا جاتا تھا۔ نہ بولوگے تو ہم بھی بولنا چھوڑ دیں گے۔ نہ آؤگے تو ہمارا بھی آنا جانا بند ہو جائیگا ؛

پیتم۔ پیتم۔ پیارے۔ راج دولارے۔ میاں۔ کہاں ہو۔ ذرا تو ترس کھاؤ۔ اور چوتھے آسمان چہارم کے مسیحے تک تمہاری خاموشی سے بیقرار ہیں۔ فرشتے انکی آہ وزاری سے بیزار ہیں مگر مجھے ان سے زیادہ اپنی فکر ہے۔ وہ تو اپنی امت کی سفارش کیلئے تمکو ڈھونڈتے ہیں۔ اور میں فقط تمہاری دید چاہتا ہوں ؛

نہیں بولتے۔ دروازہ نہیں کھولتے کیسے دلدار ہو۔ کیونکر کہوں کہ جفا شعار ہو تم نے کبھی جفا نہ کی تھی۔ آج کیا ہو گیا ؛

اُنوہ۔ میری سب میری۔ میری سب چھپی۔ کیا ہی اقرار تھا۔ کیا ہی ساتھ تھے

رس کے بھرے تورے نین

خونخوار آنکھیں۔ بیشکار آنکھیں۔ دلدار آنکھیں۔ دلفگار آنکھیں۔ میں کیا کہوں
زندہ ہیں زہر دار آنکھیں ؛

آنکھ تھی یا نرگس کا پھول۔ پھول تھا یا دل میں چھبنے والا کانٹا۔ نہیں کانٹا نہیں۔ یہ پھول ہے۔ وہ شاہین وحدت کا لبریز گلاس تھا۔ شاید اب بھی نشہ میں غلطاں ہو۔ وہ نشتروں کا پیکٹ نہو۔ چھری کی دھار نہو۔ تیر کی نوک نہو۔ مگر دل تو کہتا ہے وہ آنکھ رسیلی کٹیلی نشیلی تھی۔ اسمیں سے نور برستا تھا۔ سرور ابلتا تھا۔ جس نے اپنا رس دو پیالوں میں مجکو بھی دیا تھا۔ دل کی گواہی معتبر نہیں۔ اسکو جنون ہے۔ وہ وارفتہ مزاج ہے۔ دماغ سے پوچھو کہ چشم زیر بحث کی نسبت بیان دے۔ حق کو جانکر سچی زبان سے ؛

جناب عالی وہ حجاز کی بنی ہوئی دونالی بندوق تھی۔ ایک سکنڈ میں دس کروڑ فیر کرتی تھی۔ یا وہ بے تار کا تار دار اشارہ تھا۔ یا کھاری سمندر کا کنارہ تھا۔ مجھے خیال پڑتا ہے کہ وہ ہنس رہی تھی۔ اور ہنسا رہی تھی۔ اور آزاد ہستیوں کو جال میں پھنسا رہی تھی۔
دماغ میں بھی خلل معلوم ہوتا ہے۔ اسکے اندر بھی کسی سودے کا دخل ہے۔ ارے کوئی تو کہے کہ وہ ٹھیک کیا تھا۔ آنکھ تھی یا طلسم ہوش ربا تھا +

جی ہاں۔ چھ معتبر اشخاص اس گھر میں ہیں۔ چار مرد دو عورتیں۔ انسے دریافت ہو تاکہ تحقیقات خلجان بے خودی سے واگزاشت ہو +

آپ کون۔ اسم شریف؟ ابوبکر بن ابی قحافہ۔ کچھ ان آنکھوں کے بارہ میں واقفیت ہے؟ کیوں نہیں۔ میرے یار۔ میرے خلیل۔ محبوب خدائے جلیل کی آنکھیں ہیں انہی کو دیکھکر میں بڈھا جوان ہوگیا۔ انہی آنکھوں نے مجکو چشم بصیرت عنایت فرمائی +

دوسرے صاحب تشریف لائیں - آپ کا اسم گرامی ؟ عمر ابن الخطابؓ - اِن آنکھوں کی نسبت کیا رائے ہی ؟ میری رائے اِن آنکھوں ہی نے چھین لی - اور خود میری رائے بن گئیں - میں کیا بتاؤں کہ وہ کیا ہیں - اتنا کہہ سکتا ہوں - فاتح ہیں - ملک گیر ہیں - قاتل ہیں - اور سب مقتول انہیں کے اسیر ہیں ؛

تیسرے بزرگ کہاں ہیں - آپ کا اسم مبارک ؟ عثمان ابن عفانؓ - اِن آنکھوں کے متعلق کیا خیال ہے ؟ کن آنکھوں کے متعلق - یہ جو سامنے ہیں - میری زبان شرماتی ہے مجھے کچھ یاد آتا ہے - اور عقل چکراتی ہے - چوتھے صاحب کو بلا ئیے - اور مجھ سے کچھ نہ کہلوائیے ؛

اِن حضرت کو تکلیف دیجائے - صورت سے ذکی و ذہین نظر آتے ہیں - دیکھئے یہ کیا فرماتے ہیں - آپ کا اسم عالی ؟ - مجکو علی ابن ابی طالبؓ کہتے ہیں - مگر میں ابھی کچھ نہ کہوں گا - پہلے اِن دو عورتوں کا بیان سن لیجئے ؛

اچھا اوّل اِن بی بی صاحبہ کو تکلیف دو - اور پردے میں یہ آنکھیں دکھاؤ - آپ اپنا نام نامی ارشاد فرما سکتی ہیں ؟ مجکو عائشہ صدیقہ کہتے ہیں - آپ کو معلوم ہے کہ یہ آنکھیں کیا ہیں ؟ ؛

بعد مدت کے ہوئی دید تری آنکھوں کی - یہ میری گود میں بند ہوئی تھیں - یہ مجکو محبت سے دیکھتی تھیں - انکو میں نے آسمانوں سے ٹکٹکی لگائے دیکھا - انکو آنسوؤں میں غرقاب پاتی تی - انہی کو دیکھ دیکھ کر میرے تن بدن میں جان آتی تھی ؛

دوسری سیدہ کو بھی دکھاؤ - اور انکے فرمان کو قلمبند کراؤ - حضرت کا نام مبارک ؟ مظلومہ فاطمہ بنت صاحب العیون - یہ میرے بابا جان کی آنکھیں ہیں - جو مجھ سے خفا ہو کر کہیں چلی گئی تھیں - یہ میرے حسن حسینؓ کو پیار کرنے والی انکھیاں ہیں - یہ میرے ہاتھوں کے چھالوں کو دیکھنے والی ہیں - مجھے دو - مجھے دو - کہ مدت کے بعد

میں نے پائی ہیں۔ میں تم کو آنکھوں پر رکھوں۔ دل میں چھپاؤں۔ میں کچھ نہیں کہتی انہیں سے پوچھو کہ یہ کیا ہیں؟

محلِ نامدار۔ اب تو فرمایئے۔ انجمن کا خلفشار ہٹا ہے۔
دیوانوں کو ہوشیار کرنے والی ہیں۔ ایک طرف خونخوار ہیں۔ ظالموں کا قصہ پاک کرتی ہیں۔ ایک جانب اشکبار ہیں خوفِ ذوالجلال سے تر رہتی ہیں بے دلوں کی دلدار ہیں دلوں کو قرار دیتی ہیں۔ سنگدلوں کا نشتر ہیں۔ فنگاران کا کار ہے یہ رس کے بھرے دو نین ہیں۔ انہی کی مٹھاس سے لب بند کوئیں ہیں خمار بخش ہیں۔ خمار شکن ہیں یہ چشمِ محبت میرے بھائی محمد کی ہے۔ یہ چشمِ فسوں ساز میرے مولیٰ سرورِ کائنات کی ہے جس پر سحر کاری کا الزام لگایا گیا۔ یہ وہ ہیں۔ یہ وہ ہیں۔ یہ وہ ہیں یہ ۰۰۔ یہ . . . . آنکھ کھل گئی۔ منزل لگئی۔

حسن نظامی

اعلائے کلمۃ الحق

آج سے ۱۳۴۲ برس پہلے کی ایک جگ بیتی داستان ہے کہ دنیا استبداد و استعباد کے عذاب الیم میں گرفتار تھی، وحشت و جہالت کا دور دورہ تھا، اور قوت و بہیمیت کا سکہ رائج، عدالت مجروح تھی اور انسانیت زخمی؛ غلامی کی زنجیروں نے اسکا بند بند جکڑ رکھا تھا!

فرمانروایان ملک، امرائے شہر، رؤسائے قبائل، اپنے اپنے حلقہ میں، اپنی اپنی استبدادی وسعت فرمانروائی میں اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ بنے بیٹھے تھے؛ اور اُن کے متعبد ہاتھوں میں اُنکے اطاعت گزار، اور پیرو بالکل معدوم الارادہ، اور مفقود الحس آلاتِ عمل تھے، طاعت نابود تھی، اور ایقان وضمیر کا فقدان کلّی! انکی زندگی کا موضوع واحد اپنی متکبرانہ خوش خیالوں کی تعمیل اور اپنی قدرت جابرہ کی تکمیل تھا؛ ہوس تھی تو ہوائے نفس و اتباع مرضیات کی صداقتوں کی حقیقت، اور امور و واقعات کی صداقت کا فیصلہ سلاطین و اُمراء کے چشم وابرو کا اک اشارہ یا ملوک و رؤسا کے کام و دہن کی ایک جنبش تھی؛!

مسیح سے ۱۸۰۰ برس پہلے ذات شاہی ہر تقدیس سے متصف اور ہر احترام فوق العادت سے مقدس ہر نقص و عیب سے مبرا تھی، کیونکہ وہ خدا تھی، خدا کا سایہ تھی، یا کم از کم اُسکا ہیولا، رتبۂ انسانیت سے اک بالاتر شئے سمجھا جاتا تھا:

فراعنہ مصر دیوتا تھے، جب ہی تو مصر کے اک فرعون نے مسیح علیہ السلام سے ۱۸۰۰ برس پہلے اپنے درباریوں سے کہا تھا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى، موسیٰ کا خدا کون ہے؟ تمہارا بڑا خدا تو میں ہوں، کلدانیوں کے ملک میں نمرود بابل کی پرستش

لئے پنے اُسکے سیڑھی بنتے تھے، ہندوستان کے راجہ دیوتاؤں کے اوتار بن کر زمین پر اُترتے تھے، روما کا پوپ خدا کے مقدس فرزند کا جانشین تہا جسکا در آستانہ قدس سجدہ گاہ ملوک و سلاطین تھا:

روم کے قیصر اور فارس کے کسریٰ گو دیوتا نہ تھے مگر فطرۃ بشریہ سے منزہ اور مرتبہ انسانیہ سے بلند تر ہستی ضرور خیال کئے جاتے تھے: جنکے سامنے بیٹھنا ممنوع تہا، جن کے روبرو بدایت اسے کلام اور سبقت سخن گناہ اور شاہ اپنا سوء ادبی میں شامل تہا، جن کی شان میں ادنیٰ سا اعتراض موجب قتل تھا، !

دنیا ابھی تعب و غلامی اور ذلت و تحقیر میں مبتلا تھی کہ سواحل بحر احمر کی ریگستانی سرزمین پر اک عرفی عدالت کا، اک عربی بادشاہ ہدایت کا ظہور ہوا، جس نے اپنی متصرفانہ قوتِ روحانی سے جس نے اپنی معجزانہ زور و توانائی سے قیصر و کسریٰ کے تختِ استبداد و استعباد الٹ دیے، جنکے اعلائے کلمۃ الحق سے بابائے روما الکبریٰ کے دیوانِ قدس کی بنیادیں ہل گئیں:

حقارت و غلامی کی زنجیریں اُسکی تیغ غیر آہنی کی ادنیٰ ادنیٰ ضرب سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں، نیاز عبدیت، استقلال ذات، قدر حرّیت، شرف انسانیت، احترام نفس، مساوات، اور ابطالِ شاہنشہی کی روشنی دنیائے قدیم کے قلب سے نکلکر ربع عالم میں پہیل گئی؛ شاہانِ دنیا مرتبۂ قدوسیت و معصومیت سے گر کر عام سطح انسانی پر آگئے، اور عام انسان سطح غلامی و حیوانیت سے بلند ہو کر مصر و بابل کے دیوتاؤں اور روم و ایران کے قیصر و کسریٰ کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہوگئے؛

یہ معجزانہ قوتِ انقلاب جس نے حالتوں میں تغیر پیدا کر دیا کیا تھی؟ یہ جمال زخ حق سے بھری جھلک کیا تھی، جس سے دنیا میں روشنی ہی روشنی پہیل گئی،؟ یہ با عظمت ہیبت آواز کیا تھی جو بوقبیس کی چوٹیوں سے بلند ہو کر گنبدِ عالم کے گوشے گوشے

میں پہنچگئی ؟ یہ کمل استبداد نہ تھا؛ یہ کوئی قوتِ جبر نہ تھی؛ بلکہ قرینِ فراست ایک بات تھی، جو دلمیں اترگئی ؟ اور یہ وہ سادہ دعوت تھی جو سب کے لیئے قابلِ قبول تھی؛ کہ

تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۔ (قرآن مجید)

"آؤ ایک بات جو اصولاً وعقلاً ہم میں تم میں متفق علیہ ہے اسکو عملاً بھی تسلیم کریں؛ یعنی خدا کی پرستش کے سوا کسی کو نہ پوجیں نہ اسکی خدائی میں کسیکو شریک ٹہیرائیں اور نہ ہم خدا کے سوا ایک دوسرے کو اپنا خدا اور آقا بنائیں"۔

کفر کی یورش تھی، اور توحید نرغہ میں تھی عصمت مایوس تھی، اور دنیا، اور دنیا کی خوشی، دنیا کی حقیقت مرجھاگئی تھی، جمالِ صداقت پژمردہ ہوگیا تھا، اُسکا روئے ہدایت زخمی ہوگیا تھا، وہ پیمانِ روحی، وہ مواثیقِ قلب، جو اولادِ آدم نے برگزیدہ ہادیوں اور مقدس رسولوں سے اُنکے پاک پیغاموںکو سُنکر باندھے تھے، جو سعادت کے رشتے ضمیر و ایقان کے تاروں سے کبھی نہ ٹوٹنے کے لیئے، کبھی نہ توڑنے کے قابل باندھے تھے، ٹوٹ گئے تھے؛ خدا کی رحمت ورافت زمین کے بسنے والوں سے روٹھ گئی تھی، اُسکا جمالِ ازلی وابدی جس سے بارہا پردے اٹھادیئے گئے تھے پھر محجوب ہوگیا تھا، پھر مستور ہوگیا تھا، اُسمیں اور اُسکے بندوں میں کوئی رشتہ باقی نہ رہا تھا، کوئی ربط نہ رہا تھا، ....

ہاں کوئی نہ تھا جو اُسکو ڈھونڈے، کوئی قدم نہ تھا جو اُسکی سمت مضطربانہ بڑھے کوئی آنکھہ نہ تھی جو اُسکے، محض اُسکے لیئے اشکبار ہو، کوئی دل نہ تھا جو اُسکے لیئے بیقرار ہو، کوئی روح نہ تھی جو اُسکو پیار کرے، اُسکی دُنیا اُس سے بیخبر تھی، دنیا، دنیا والے کو بھول گئی تھی، اُسکے بندے اُس سے غافل تھے، انسانی ضمیر مرچکا تھا، فطرت کا

حسنِ حقیقی عصیانِ عالم کی تاریکی میں چھپ گیا تھا، تمرد و سرکشی کے سیلاب بہ رہے تھے، جو خشکی و تری میں اُمنڈ آئے تھے، اور جنکے اندر خدا کے رسولوں کی بنائی ہوئی عمارتیں بہ رہی تھیں؛

جب کہ یہ حالت تھی تو دنیا بگڑ کر پھر سنوری، انسانیت مر کر پھر زندہ ہوئی، خدا نے پھر چہرے کو بے حجاب کر دیا، خدا پھر دنیا میں آیا، ہاں وہی جو شام کے مرغزاروں اور یروشلیم کے ہیکل کے ستونوں سے روٹھ گیا تھا اب پھر آیا، تاکہ دشتِ حجاز کے ریگستانوں کو پیار کرے، اور اپنے رازونیازِ محبت کیلئے، اپنی عشوہ نوازِ محبت کے لیئے ایک نئی قوم کو چن لے، دنیا کُن سے بعد کے اضطرابِ تجسس کو، اپنے پہلے ہیجانِ سعی کو جو پہلا دورِ رفتہ تھا اور جسے کام میں لاتی رہی ہے پھر کام میں لائی؛ صدیوں سے جسکو بھلا چکی تھی پھر اسکی تلاش پر اُتر آئی؛

تلاش کے لیئے ایک ہی چیز ہے، دنیا نے جس کی ہمیشہ تلاش کی ایک ہی چیز تھی؛ اب سے ہزاروں برس پہلے اسی زمین پر خدا کے جس مخلص بندہ نے درد و اضطراب کے لہجہ میں ربِّ انی دعوت قومی لیلاً و نہاراً کہا تھا وہ وہی کامیاب تلاش تھی، جس نے غافلوں کی شکایت کی، خود پا گیا تھا دوسروں کو سمجھا سمجھا جب تھکا تو جو شکایت کی وہ تلاش کا پتہ تھی، کالڈیا کے بُت خانے میں، اصنام پرستوں کے مستقر میں جس برگزیدہ نوجوان نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض مقدس ادا کیا، اور چھری ہاتھ میں لیکر محبت الٰہی کی سرشاری میں اپنے فرزند کو زمین پر دے مارا، ایک ذات کے حصول کے لیئے علائق سے قطع تعلقی تھی تلاش تھی تلاش کے مقصود پر قربانی تھی،

تخت گاہ فراعنہ کے ایک قید خانے میں کنعان کے قیدی نے جس شئے کا وعظ کہا تھا وہ وہی چیز تھی، جسکا وہ سراغ دے رہا تھا؛

وہ بقعۂ مبارک کا مقدس حصّہ تھا جو کوہ سینا کے کنارے انی انا اللہ رب العلمین
کی ندا سے مخاطب ہوا وہ تلاش کا نمایاں وجود تھا، جب کہ ایک ظالم و جابر حکومت کی غلامی
سے نجات دلانیکے لیئے اُس یکہ و تنہا نے فرمان روائے عہد کے سامنے بیخوف کہا کہ
ربی اعلم بمن جاء بالھدیٰ الخ تو وہ بھی اسی صداقت آمیز تلاش کا اعلان حقیقت تھا!
ناصرہ کا وہ اسرائیلی نوجوان جو پچھلی بشارتوں کے مطابق آیا تھا تاکہ عہد اسرائیلی کے
خاتمے اور دور اسماعیلی کے آغاز کا اعلان کرے۔ اُس نے بھی اسی تلاش کی محویت کا
اظہار کیا؛

حقیقت یہ ہی کہ دنیا کی حیات ہدایت و سعادت کی تاریخ یکسر تلاش و جستجو میں
ہے، اُس نے اپنے ہر دور میں جو پایا تھا کھو دیا ہے، پھر ہر دور میں وہ جو کھویا تھا
پالیا ہے؛ وہ جب کبھی گری ہی تو اُسی کو کھو کر، اور پھر جب کبھی اُٹھی تو اُسی کو پاکر، اسکے
ہادیوں نے جب کبھی اسکو جگایا ہی تو اُسی کے لیئے جگایا، اور جب کبھی ہاتھ پکڑا تو اُسی
کی تلاش میں نکلنے کے لیئے، اُس نے جب مضطرب ہوکر پکارا، اُس نے جب بے چین
ہوکر یاد کیا، اثر ہوا، اور خبر لیگئی ہی! لیکن یہ انقلاب عظیم ہیئت انسانیہ میں جب
کبھی ہوا، جس نے یکسر دنیا کو بدل ڈالا کس چیز کا نتیجہ تھا؟ یقیناً وہ ایک صدائے
الٰہی کا ولولۂ شنید تھا، اک جمال پاک کا شوق نظارہ تھا: کچھ شک نہیں کہ وہ جمال ربانی
کی اک بے نقاب بخشش نگاہ تھی، مگر اس جلوہ ریزی کا آفتاب کن کی پیشانیوں پر
چمکا؟ کن کے خانۂ دل اس سے روشن ہوئے؟ وہ وہی تھے جو ذوق طلب رکھتے تھے
جو مذاق درد رکھتے تھے، اصلاح عالم کی یہ آخری کوشش و تلاش مقبول ہوئی!
محبت کے راز و نیاز نے ایک جماعت کو چن لیا!

اس لیئے عشق کو ضرورت ہی اک دل کی کہ وہ جمال و تاثرات کا مسکن بنے، اور
عشق حقیقت کی وہ مقدس آگ جسکے لیئے نوح نے لکڑیاں چنیں، جسکو ابراہیم نے

اپنی قربانی سے بھڑکایا، جس کی چنگاریاں وادی ایمن میں چمکیں؛ جیسے شعلہ خود افروز خونِ مسیح معصوم نے تیل چھڑکا، اور اب بوقبیس کے غاروں میں سراجاً منیراً بنکر بیٹھے:

ہاں وہ خدا جو قید مکان و زمان سے آزاد و منزہ ہے، جب دنیا میں آیا ہے، جب دنیا میں آتا ہے، تو اپنے رہنے کیلئے اپنے بسنے کیلئے ایک گھر چاہتا ہے؛ زمین کی پُرشان و شوکت آبادیاں، پہاڑوں کی سرسبز چوٹیاں، سمندروں کی فراخ موجیں، صحرا کے وسیع و پُرفضا میدان، یہ سب اُسکے لیئے بیکار ہیں۔ شہنشاہوں کے تخت ہیبت و اجلال، اور لعل و جواہر سے لبریز خزانے، بڑے بڑے گنبدوں اور ستونوں کے عظیم الہیئۃ ایوان و محل، اُسکا گھر نہیں بن سکتے، تم اُسکے لیئے ایک مختصر سا گھر بناؤ جو اُسکے جمال قدس کا نشیمن اور اُسکے حُسن ازلی کا کاشانہ بن سکے؛

تم جو اُسکی جستجو میں نکلنا چاہتے ہو، پہلے اپنی جستجو میں نکل کھڑے ہو، تم کہ اُسکے نہ ملنے کی شکایت کرتے ہو، پہلے اپنی گم گشتگی پر ماتم کرو، اُسکے حریم محبت کا دروازہ ہمیشہ سے ہمیشہ کے لیئے کھلا ہُوا ہے۔ اُس کے کاشانہ وصل کے باب محبت نواز پہ کوئی پاسبان نہیں، وہ تو ہر لمحہ و ہر آن اپنے متلاشیوں کا منتظر ہے، خرابی ساری اسکی ہے، محرومی ساری یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی مکان نہیں جو اسکے قدوم محبت کا مسکن بن سکے؛

اُسکے بسنے کے لیئے چاندی اور سونے کی محل سرائے اور کوئی زریں کوشک و کاخ نہیں صندل و آبنوس کے تخت مطلوب نہیں؛ جس میں لعل و الماس جڑے ہوں، وہ تو ان مغموم دلوں کا طالب ہے جنمیں اُسکے درد و محبت کے زخموں سے خون کے قطرے ٹپک رہے ہوں؛ اُسکو تو فقیروں اور خاک نشینوں کے وہ جسم چاہئیں۔ جن کے پہلو میں ٹوٹے پھوٹے دل ہوں؛ جن میں جلے ہوئے جگر ہوں؛ جن کی آنکھیں خونبار ہوں؛ یہی ٹوٹے پھوٹے

کننده چاہئیں جو اُسکے لیے محل بن سکتے ہیں بڑی بڑی اُجڑی ہوئی ویران بستیاں ہوں جو اس کو اپنے میں بسا سکیں؛

وہ کہ آبادی کی رونق، فضا کے روپ صحراؤں کی شگفتگی، اور پہاڑوں کی دلفریبی اور ملکوت السموات کی بوقلمونی کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ اور دلوں کی شکستہ حالی میں آسودہ ہو گیا؛ کیسی آسانی سے مل سکتا ہے؛

کیا تھا عرب کی سادی آبادی میں ایسے دل پیدا ہو گئے تھے جن میں اُسنے اپنا گھر بنا لیا اور اُن میں اک تلاشِ مجسم؛ اک فروغ انسانیہ کبریٰ؛ اک مجسمۂ نعمت عظمےٰ کا ظہور ہوا؛ صلی اللہ علیہ وسلم؛

تلاش روحانیت کی یہ آخری تکمیل تھی؛ جس سے اصلاح عالم کا نظامِ حیاتِ سعادت بالکل مکمل ہو گیا، اور حقیقت آگہی کیلئے صاف صاف کہدیا گیا۔ اب جلب منفعت کی شکل اسی میں ہے کہ سودِ اعمال کی تلاش کیجائے۔ اور وہ اِسطرح ممکن ہے۔ ”اب جو انسان احکامِ اسلامی کی جگہ کسی دوسری تعلیم کو تلاش کرے گا تو یقین کرو کہ اُسکی تلاش کبھی کامیاب نہوگی، اور اُسکے تمام کاموں کا انجام نامرادی ہی ہوگا“ ”ومن یبتغ غیر الاسلام دینا، فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین“

اب ہم اِس انقلاب روحانی پر ارتقائی حیثیت سے اک نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے اندر تبدیلی پیدا کرنا کچھ آسان نہیں؛ تم کسی مکان کی اک دیوار بناتے ہو یا گھر کے اندر کوئی تبدیلی کرنا چاہتے ہو، تو اُسکے لیے کیا کیا سامان کرتے پڑتے ہیں، پھر وہ لوگ جو سطح ارضی کے بڑے بڑے رقبوں اور انسانوں کی عظیم الشان آبادیوں کو نہیں اُنکے اعمال و معتقدات کو بدلنا چاہتے ہیں، سوچنا چاہیئے کہ اُنکے مقصد کس درجہ مشکل اور عظیم ہیں؛؟

دنیا میں مادی انقلابات، سلطنتوں کے تغیرات، اور خونریز جنگوں کے ظہور ہوتے

ہیں لیکن اک نظر خاص ڈالنے سے معلوم ہوتا ہی کہ ان میں کا ہر چھوٹا سا انقلاب بھی کیا کچھہ قدر و قیمت رکھتا ہے؟

مدتیں فکر و تدابیر میں صرف ہو جاتی ہیں؛ معمور خزانے خالی کردیئے جاتے ہیں؛ کروڑوں روپے قرض لیے جاتے ہیں؛ پھر کہ فوجوں کے سیلاب طوفان میں آتے ہیں قیمتی سے قیمتی آلات و اسلحہ کروڑوں کی تعداد میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔ لاانتہا انسانوں کی قربانیاں خونیں میدانوں میں تڑپتی ہیں؛ خون کی ندیاں بہتی ہیں۔ عورتیں بیوہ؛ بچے یتیم۔ والدین زندہ درگور ہو رہتے ہیں؛ یہ اور کیا سب کچھہ ہو کر جب کہیں اک مختصر ملکی انقلاب حد تکمیل کو پہنچتا ہے؛ پھر وہ بھی یقینی نہیں۔ بلکہ ہزاروں کوششیں رائگاں اور صدیوں کی امیدیں پامال ہو جاتی ہیں؛ جب دنیا کے ان مادی انقلابات کی یہ صورت ہے جو انسانوں کی حکومت و سیاست اور انسانی نسلوں کی آبادیوں کو متغیر کرنا مقصود رکھتے ہیں، تو ذرا سوچو جو زمین کی سطح اور انسانی جسموں کو نہیں بلکہ روحوں اور دلوں کی اقلیموں کی کایا پلٹ چاہتے ہیں۔ اور کروڑوں انسانوں کے اعمال و خصائص کے اندر تبدیلی کے جویاں ہوتے ہیں اُن کا مقصود و حید، ان ایسے انقلابات کیلئے کیا محض انسانی قوتِ تدبیر؛ محض اخلاقی کوشش، صرف مذہب کے چند رسمی اصول بکار دینا ہی کافی ہو سکتا ہے؟

تم اک مرتبہ خود اپنے نفس کو ذرا آزماؤ جس پر تمہارے ارادے پوری قوت رکھنے میں کیا گوارا ہے کہ اک چھوٹی سے چھوٹی تبدیلی بھی اپنے نفس و اعمال کے خلاف اپنے اندر پیدا کرو؛ پھر جب کہ تم اک نفس کی تبدیلی یا اُسمیں کسی نوع کا بھی فرق کرنا جو خود تمہارے اختیار میں ہے۔ اُسپر قادر نہیں، تو اُن کروڑوں دلوں کو کیونکر بدل دوگے جن پر تمہاری طرح نہیں بلکہ صدیوں سے پرورش یافتہ و محکم اعتقادات و اعمال کی حکومت، قاہرہ اور توہم کا تسلط جابرہ قائم ہے؟

اصل یہ ہے کہ انسان جسموں کو پارہ پارہ کرسکتا ہے، مگر دلوں پر ذرہ برابر بھی قدرت نہیں رکھتا۔ زمین کی جغرافیائی شکل تبدیل کردینا آسان ہے، مگر قلب و روح کے کسی ایک گوشے میں بھی تغیر ممکن نہیں، میں تعلیم دے سکتا ہوں: میں ہدایت و تلقین کرسکتا ہوں مگر نہ تو کامیابی کی امید میرے پاس ہے اور نہ فتحمندی پر میرا قبضہ، یہ صرف اسی قدیر و حکیم کے دست قدرت میں ہے جو مقلب القلوب، اور مسبب الاسباب ہے، ہاں یہ صرف اُسیکا کام تھا کہ اک یتیم و معصوم، اک سادہ و اُمّی، اک اُمّی و محض عربی نژاد کو صدیوں کے جہل و سرکشی، طغیان و تمرد پر فتحمندی عطا فرمائی؛ اور سرگشتۂ عصیان عالم کو راہ ہدایت دکھائی؛ کیا یہ بوالعجبی نہیں کہ اسقدر سادے بشر کے نام لیواؤں کی تعداد آج دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہے؟ اللھم زد فزد؟

اللھم صل علیٰ سیدنا ومولانا محمد و بارک وسلم

خلیقی دہلوی

پُرتاثیر خطیب

اخباری منبر کے اردو خطیب کے خطبے سنو جو ہفتہ وار دین و دنیا کی بھلائی کے پُرتاثیر وعظ سناتا ہے۔ اردو زبان اسکے نرالے بیان پر جھومتی ہے۔ لکھے ہوئے رستے اس خضر کے سامنے ہاتھ باندھے چلے آتے ہیں۔ دلی کے مشہور درویش پریس سے آٹھویں دن نکلتا ہے۔ اخبار کا اخبار۔ ہادی کا ہادی۔ ڈھائی سال بھر کا نذرانہ ×

مُلا محمد الواحدی پروپرائیٹر اخبار خطیب دہلی

ہمارے نبیؐ کی قوّتِ عمل

اگر تمدنِ موجودہ کی محیر العقول نیرنگیاں، نظامِ کائنات کا یہ حیرت زا منظر، مادی نشو و ارتقا کی محسوس بوالعجبیاں، استقرا کے اپنے سکت اور مبہوت کردینے والے نتائج، یعنی اگر سائنس و فلسفہ کی حکومتِ تامہ کا یہ احاطہ عظیم، لاکھوں میل کی بات ستونِ لاسلکی کے ذریعہ سے آنِ واحد میں سُن سکتا ہے، ایک دوربین کے ذریعہ سے وہ کرۂ قمر کے اُن خشک شدہ بحور اور شقاقِ جبل کو دیکھ سکتا ہے جن کو ہماری یہ آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، اگر وہ اپنے نظریاتِ مسلّمہ کے ذریعہ سے مغرب میں بیٹھ کر حالاتِ عالم کا مطالعہ کرکے واقعاتِ آیندہ پر حکم لگا سکتا ہے، تو ہمیں ایسے محسوساتِ بصری، ایسے معلوماتِ سماعی اور اس نوع کے اخبار کے یقین کر لینے میں ذرا تامل نہیں۔ لیکن اگر نظامِ برق ہم کو ہماری سماعتِ حقیقی سے محروم کردینے والا ہے، اگر آلاتِ نجوم ہیں ہماری اصلی بینائی ہم سے چھین لینے کو آمادہ ہیں، اگر ایسے مسلّماتِ قیاس ہمارے دماغ کے نقوشِ فطرت، اور ہمارے دلوں کے جذباتِ جبلی مٹا دینے والے ہیں، تو ہم کو قبل اس کے کہ ایسی کورانہ بصارت، اس طرح کی کر سماعت اور اس نوع کے غیر وجدانی تیقنات پر ایمان لائیں، اپنے زوالِ سامعہ، اپنی تقصیرِ باصرہ اور اپنے فقدانِ روح پر ایک وسیع ماتم کرنا چاہیے کہ کانوں نے سُننا چھوڑ دیا، اور آنکھوں نے دیکھنا، دماغ نے سوچنا ترک کردیا، اور دل نے دھڑکنا!

شرق جس نے مغرب پر رشک کیا، یعنی وہ فطری سادگی جو آج غیر فطری صناعت کو دیکھ کر اسمیں جذب ہوجانا چاہتی ہے، وہ روحانی سکون جو آج مادی شور و غل پر اپنے تئیں قربان کردینا چاہتا ہے، آج اُن نفوسِ قدسیہ پر ناز کرنے کے لیے زندہ

نہیں، جن کی اشراقیت اُسکے ہر ہر ذرہ کے لیئے مایۂ حیات تھی، بلکہ وہ اُن تزئینات و تعیشات پر فخر کر رہا ہے جنکو اُسنے اپنی اخلاقی رفعت اپنی روحانی عظمت اور اپنی انسانی خصوصیات ہاتھ سے دیکر حاصل کیا ہے لیکن اسکی آنکھیں نہیں ورنہ وہ دیکھتا کہ آج اخلاق کیسا سوگوار ہے، اُسکے کان نہیں ورنہ وہ سنتا کہ آج روح کیسا شدید ماتم کر رہی ہے۔

لیکن دنیا حیرت سے سُنیگی کہ وہ شخص جو صرف اس شوق سے نابینا بنا کہ دوسرے کے سہارے سے چلے، آج وہ اس سہارے کو بھی چھوڑ بیٹھا، وہ شخص جس نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی صرف اس امید پر کہ وہ اشارات سے اخذ مفہوم کر لیگا، آج اُن اشارات سے بھی عملاً متنفر ہے۔ پھر اگر ہم مذہب سے صرف اس لیئے بیزار ہو گئے تھے کہ مذہب وحشت و بہیمیت ہے، مذہب جہل و درندگی ہے، تو کہاں ہیں وہ مقتدایان مغرب اور کہاں ہیں انکی تلقینات قدسیہ جنہوں نے ہمارے اندر یہ انجذاب گدایانہ پیدا کیا؟ لیکن مذہب ہمارے ہاتھ سے گیا کیونکہ ہم اُس سے بیزار تھے، اور مغربی عروج نے ہمیں مُنہ نہ لگایا کہ ہم اُسکے اہل نہ تھے، اور ہمیشہ یہی حال ہوتا ہے اُس قوم کا جو قومیت کے مفہوم سے بیگانہ ہوتی ہے اور قومی خودداری کو ہاتھ سے کھو بیٹھتی ہے۔ ہم مناظر دولت کو دیکھکر مست و سرشار ہو سکتے ہیں، ہم مادی ترقیات کی کرشمہ زائیوں سے مبہوت و متحیر ہو سکتے ہیں، ہم زرکار ملبوسات اور ایک پُر تعیش زندگی کی جلوہ طرازیوں پر حسد کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم کو نہیں معلوم کہ دولت کیونکر حاصل ہوتی ہے، ہمیں خبر نہیں کہ مادی ترقی کا راز کیا ہے، ہم بالکل بیگانہ ہیں کہ ایسی پر لطف زندگی حاصل کرنیکے کیا ذرائع ہیں۔ پھر اگر صرف خواہشات قلبی و داعیات تمنا سے کوئی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے، تو بیشک خوش نصیب ہے وہ دل جو دولت کو دیکھکر تڑپ جاتا ہو، اور قابل تہنیت و تبریک ہو وہ آرزو جو ایک آسودہ اور فارغ البال حیات انسانی سے متاثر ہو کر ہماری روح کو مالوف و مشغول کر سکتی ہے، لیکن نہیں تجربہ اک ایسی واقعیت حقہ اپنے اندر پنہاں

رکھتا ہے جس سے انکار محال ہے، اور ہماری حالت ایک ایسی تادیب میں ہے جسکو زمانہ جھٹلانے کیلئے طیار نہیں، ہم نے وضع بدلکر دیکھ لیا، ہم نے اپنی صورتیں بدل کے تجربہ کرلیا، لیکن ترقی کا راز آجتک نہیں معلوم ہوا۔ ہم راستہ سے ہٹ گئے، ہم نے ایک غلط راہ اختیار کی، جنکو ہم نے اپنے پندار میں رہبر و ہادی سمجھا تھا انھوں نے بھی ہماری پرسش نہ کی، اور اب ہم سراسیمہ و پریشان کھڑے ہیں کہ کیا کریں۔ کیوں نہیں ادھر آؤ مذہب تم کو اب بھی بتانے کیلئے طیار ہے کہ حقیقی ترقی کیا ہے۔ اور اسکے حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے۔

ترقیاں دو قسم کی ہیں۔ ایک ترقی تو بالکل اضطراری ہے جس میں مخلوقات عالم کو کوئی اختیار نہیں ہے، مثلاً تکوین عالم کہ پہلے ذرات سدیمیہ ([illegible]) کا فضائے عالم میں منتشر ہونا، پھر اُن میں باہم اتصال اور پھر اُس شدتِ اتصال سے جمادات کا ظہور میں آنا، جمادات سے نباتات کا پیدا ہونا، اور پھر نباتات کا روح حیوانی کو قبول کرنا، روح حیوانی کا مختلف انواع میں تبدیل ہو جانا، ان انواع میں مختلف اجناس کا پیدا ہونا، اور پھر ہر جنس کے ہر فرد کا ایک تدریجی انداز سے آگے بڑھنا وغیرہ وغیرہ لیکن ایک ترقی اختیاری ہے، جو نیچر نے بالکل ہمارے اوپر چھوڑ دی ہے، اور ہمارے اوپر کیا چھوڑ دی ہے، یوں کہنا چاہیئے کہ اُس نے تمام اسباب مہیا کر دیئے ہیں، صرف ہمکو اُن سے کام لینے کے لیے چھوڑ دیا ہے کہ ترتیب قضایا تو ہو چکی ہے صرف نتائج پیدا کرنا باقی رہ گیا ہے۔ جس کی نسبت ہم کہتے ہیں کہ ہم کو اختیار کلی دیدیا گیا ہے۔ یہ امر ظاہر ہے کہ جس وقت وہ اضطراری ترقی عالم نوع انسان کی حد تک پہنچی، اُس میں پھر مدارج پیدا ہوئے، یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے انسان موجودہ شکل و صورت، وضع، تمدن اور انداز معاشرت تک پہنچا، اس لیے یقینی نہیں کہا جا سکتا کہ دنیا میں سب سے پہلا انسان جو پیدا ہوا وہ کیسا تھا، اسکی یہی شکل و صورت تھی یا اس سے کچھ مختلف،

تاریخ جہانتک ہمکو اِس بحث میں مدد دیسکتی ہے وہ ہرچند نہایت ناقابل اطمینان اور قلیل ہے تاہم انسان کا زمانۂ حجری یا اس سے کچھ قبل کا زمانہ جسکے کچھ حالات اس وقت ہمیں معلوم ہو سکتے ہیں، ایک بیّن ثبوت اِس امر کا ہے کہ موجودہ حالت ارتقا خدا معلوم نیچر کی کتنی صدیوں کی محنت کا نتیجہ ہے، یعنی وہ زمانہ کہ جس وقت انسان نے اضطراری ترقی سے نکل کے اختیاری ترقی میں قدم رکھا تھا آگے چلکر دیکھو کہ کس انداز سے رفتہ رفتہ بڑھکر اِس حدتک پہنچا، ہرچند وہ لمحہ جب ایک انسان کے وجود سے تمام دیگر مخلوقات کو اُسکا مطیع و منقاد ہونا ثابت کر دیا گیا، ہماری اختیاری ترقی کا لمحۂ اولین تھا، لیکن اُس ترقی کی کُنہ دریافت کر لینے کے لیے جسکو ہم **تدبیر عالم** کہتے ہیں ضرورت بھی کہ نیچر ہماری اور مدد کرتا، اور اُس نے کی، یہاں تک کہ انسان اُس سطح فائقہ پر آگیا جسکو دیکھکر نیچر نے اِک سکون حاصل کیا، اور ایک حقیقی اختیاری جدوجہد کا وسیع میدان ہمارے پیش نظر ہو گیا۔ ذرا میں اسکو اور صاف الفاظ میں بیان کرونگا:-

وہ زمانہ اپنے پیش نظر رکھیے جب انسان کی آرزوئیں اور تمنائیں صرف اِس حدتک محدود تھیں کہ وہ اپنی گرسنگی کو دور کر سکے، پیاس کو بجھا سکے، اور موسمی اثرات کے خلاف اپنے جسم کی حفاظت کرنیکے قابل ہو جائے، صحرا اُسکا گھر تھا، اور ویرانہ اُس کا نشیمن، وہ اُس زمانہ کے درندوں میں صرف ایک ذی شعور درندہ تھا، جو پتھروں کو گھس گھسا کے شکار کرنیکے کام میں لاتا تھا، اور جن جانوروں کا وہ شکار کرتا تھا، اُنہیں کی کھال وہ اپنے جسم سے لپیٹ لیتا تھا۔ ہمکو خبر نہیں کہ وہ اپنی اِن ضروریات سے زیادہ اور کوئی جذبات بھی اپنے اندر رکھتا تھا یا نہیں، اور اگر رکھتا تھا تو وہ جذبات متعدی بھی تھے یا نہیں، یعنی وہ اُنکو دوسروں تک منتقل کر بھی سکتا تھا یا نہیں، اس کے بعد وہ زمانہ آیا، جب اُسکو اپنی انہیں مختصر محدود ضروریات کے متعلق کچھ اور سلیقہ پیدا ہوا، اور انہیں اُسنے ایک حدتک ترقی کی۔

بہرحال یہ تھی ہماری ابتدائی ہستی۔ اور یہ تھی بنیاد اُس عقل کی جس نے آج عالم میں ایک قیامت برپا کر رکھی ہے۔ اِسکے بعد رفتہ رفتہ ایک زمانہ وہ آیا جب انسان نے اِس بات کو سمجھنا شروع کیا کہ اُسکا دل اور بھی بہت سی باتوں کو چاہتا ہے۔ اور وہ ان کے حاصل کرنے کی تدابیر میں مصروف ہوا، یہاں تک کہ اللہ نے اِس طور سے اُسکی عقل کو پختہ کردیا اور وہ ساعت آگئی جب دنیا میں احتساب کی بنیاد پڑی، اور ہمارے لیئے ہماری جنس سے زیادہ زیرک و صاحب فراست ہستیاں نمودار ہوگئیں، ہم نے انکو اپنا مقتدا سمجھا یا نہ سمجھا یہ بات دوسری ہے۔ لیکن اسمیں کلام نہیں کہ ہم اسقدر ضرور محسوس کرتے تھے کہ وہ ہم سے برتر و اعلیٰ ہیں اور اُنکی عقل ہماری عقلوں سے زیادہ پختہ و مستحکم۔ مگر نیچر ابھی پورے طور سے فارغ نہیں ہوا تھا، اُسکو ابھی اور کام کرنا تھا اس نے آدمؑ پیدا کیا، شیثؑ، نوحؑ، وغیرہ پیدا کیئے۔ یہاں تک کہ نیچر کی طمانیت کا زمانہ قریب آگیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نگاہ حقیقت شناس سورج چاند اور ستاروں کی کُنہ کو صرف ایک شب و روز کے عروج و زوال میں پوری طرح سمجھ گئی، اب وہ زمانہ قریب آتا جاتا تھا جسکی تخلیقِ عالم منتظر تھی، انسانی ہستیاں اب بہت بلند ہوگئی تھیں، اُنکی آرزوئیں بہت وسیع ہوچلی تھیں۔ اور اُنکے حوصلے بہت بلند نظر آتے تھے۔ اُن میں وہ مادہ پیدا ہوگیا تھا جس سے کام لینے کے بعد دنیا میں حقیقی امن و سکون پھیل سکتا تھا، حضرت موسیٰؑ تشریف لائے اور ایک منادی کی حیثیت سے اپنی خدمت انجام دیکے چلے گئے، حضرت عیسیٰؑ مبعوث ہوئے اور اُس انسان کے دیکھنے کی تمنا اپنے دل میں لیئے ہوئے گزر گئے جو تکمیل منشائے خداوندی کے لیئے ایک دفعہ اور ہمیشہ کے لیئے آنے والا تھا:

ابتدائے عالم سے ساری کائنات ترقی کرتی چلی آرہی تھی خدا معلوم کتنے دریا صحرا ہوگئے، اور کسقدر صحرا جبال، معلوم نہیں کتنے پہاڑ نباتات میں تبدیل ہوگئے، اور

اسقدر نباتات حیوانیت میں، حیوان کو انسان ہوئے زمانہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ انسانیت اللہ کی زمیں پر پھیلی، اور اُسکی آرزوؤں، اُسکی تمناؤں نے کیسے کیسے تنوعات پیدا کرکے دکھادیئے۔ بیداری نے سارے عالم پر قبضہ کرلیا تھا، لیکن فطرت حقیقی ابھی سورہی تھی، انسانی بستیاں آباد تھیں، لیکن اللہ کا گھر ویرانہ تھا۔ یعنی انسان انسان تھا، لیکن خلیفۃ اللہ نہ تھا، زمانہ کی لاتعد گردشوں کے بعد، آسمانوں کے بیشمار چکروں کے بعد آخرکار وہ ساعت آئی جب خداوند جل وعلا نے براہ رحمت اپنا ہاتھ تمدن عالم کی طرف بڑھایا، اور وہ تنہا عظیم ترین انسانی ہستی، وہ خلاصۂ موجودات وہ تکوینِ عالم کا انتہائی نقطۂ تک وجود، وہ اساس مدنیت و تہذیب، یعنی وہ آسمانی صداقت جسکی جگہ اسوقت تک دنیا میں کسی نے پُر نہیں کی تھی، وہ خداوندی حقیقت جو اس وقت تک عالم میں بے نقاب نہیں کی گئی تھی، یعنی وہ تمنائے خلیل اللہ جس نے کتنے آذرخانے اپنے انہماکِ جستجو میں برباد کردیئے، وہ جلوۂ مستور جو ارنی گوئے کوہ طور کے لیئے بھی عریاں نہیں کیا گیا، وہ فارقلیطِ موعود جس کا غلغلہ صدیوں قبل رُہبانیینِ مسیح میں بلند ہو چکا تھا، نمودار ہوا! پردے اُٹھادیئے گئے، حجابات دور کردیئے گئے، نقابات اُلٹ دیئے گئے، ساری دنیا اُچھل پڑی، ذرّے جگمگا اُٹھے ظلمت کی جگہ نور نے، عدوان و بغاوت کی جگہ امن و صلاحیت نے لیلی، اور پایانِ کار وہ آخری حقیقت کاملہ ظاہر کردیگئی، جسکے لیئے انسانیت اس دنیا میں مضطرب تھی، اور وہ حُسنِ حقیقی پیشِ نظر ہوگیا جسکے لیئے عالم تڑپ رہا تھا۔

وہ ہم جیسا سریع الاظفار، مستقیم القامتہ، متحرک بالارادہ حیوانِ ناطق تھا لیکن پھر بھی سارے انسانوں سے جُدا، وہ اور تمام انبیاء ورسُل کی طرح داعی اصلاح اور مبلغ احکام خداوندی تھا۔ لیکن اُن سب سے ارفع و اعلےٰ، اُس نے ہمکو وہ باتیں بتائیں جو اسوقت تک کسی نے نہ بتائی تھیں، اُس نے ہمکو اُن رموز سے آشنا کیا جو اسوقت

تک کسی نے ظاہر نہ کیے تھے۔ یعنی اُس نے ہمارے سامنے ایک ایسی عملی زندگی کا نمونہ پیش کیا جو اس وقت تک ہمارے خیال میں نہ تھا، اور اُسنے ہمکو ایسا درس دیا جو اس سے قبل کسی نے نہ دیا تھا۔ اُس نے اتنا زبان سے نہیں کہا جتنا خود کرکے دکھایا، اور اُس نے کبھی کوئی بات ایسی نہیں کی جسکو کہتے ہوئے وہ شرمائا۔

گروہ صوفیہ جانتا ہے کہ وجہ دمحض سے مراد ذاتِ باری ہے، اور اسی ذات کا مظہر تھا۔ یعنی اُس تنہا خصوصیتِ باری کا پرتو حقیقی تھا، جو سوائے ذات باری کے کچھ نہیں۔ اُس نے ہمکو بتایا کہ زندگی کیا ہے، جینا عبارت کس چیز سے ہے، اُس نے ہمیں وجود کا مفہوم بتایا۔ اور اُس خصوصیتِ حیات سے آگاہ کیا جس سے اس وقت تک ہم غافل تھے؛۔

جس وقت وہ مبعوث ہوا، نہ صرف اس حصۂ زمین کی جو اُسکا مولد الرأس تھا، بلکہ سارے عالم کی کیا حالت تھی؟ ہم اِسکے متعلق کوئی بحث نہیں کرنا چاہتے، کیونکہ بارہا اسپر روشنی ڈالی جاچکی ہے اور دنیا کا ہر شخص اس سے آگاہ ہے، لیکن ہم اسوقت صرف اُس راز سے بحث کرنا چاہتے ہیں، جس نے اُسکے مشن کو کامیاب کیا، نہ باوصف اسکے کہ اُمی غریب تھا، وہ باوصف اِسکے کہ کوئی اُسکا سردھرا اور تربیت کرنے والا نہ تھا، وہ باوصف اِسکے کہ کوئی اُسکا ہمنوا و ہمزبان نہ تھا۔ کوئی حامی و مددگار نہ تھا، وہ باینہمہ نقائص ظاہری آخر تھا کیا؟ جس کی اُمیت نے فراستوں کو دنگ، جس کی غربت نے دولت و امارت کو سرنگوں، جس کی بے کسی نے قوموں کو آمادہ حمایت اور جسکی لاچارگی نے اک دنیا کو اُسکا طرفدار بنادیا۔ فلسفہ مبہوت ہے، علم سراسیمہ ہے اور دانش متحیر۔ لیکن ہم بتانا چاہتے ہیں کہ وہ نہ کوئی سحر تھا اور نہ کوئی افسوں، نہ کوئی طلسم تھا اور نہ کوئی نظر بندی، بلکہ وہ صرف اُسکی **قوتِ عمل** تھی۔ اور اُس کے **ارادہ کا استحکام**۔ لیکن ہاں ہمیں کلام نہیں کہ اُسکی قوتِ عمل اک ایسی زبردست

قوت تھی۔ اُسکے ارادہ کا استحکام اک ایسا استحکام تھا جو تخلیق عالم ابتدا سے لے کر اس وقت تک زمانہ پیش نہیں کر سکا۔ اور اسکی کھلی ہوئی وجہ ہے کہ وہ جملہ صفات باری کا مکمل ترین مظہر خصوصی تھا۔ اور وجود مطلق جو اضطراب عمل کا سرچشمہ حقیقی ہے اُسکے اندر کام کر رہا تھا۔ کوئی انسانی قوت، کوئی تزکیہ نفس، کوئی استقامت فکر، کوئی استقلال رائے، اور کوئی اصابت ذہن و عقل، اپنی انتہائی حد ارتقا میں بھی اُس قوت عمل کا درک صحیح نہیں کر سکتی، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اُسکا مبدأ فیضان خداوندی تھا۔ ہم نے جو کچھ سمجھا، یا ہم جو کچھ حکم لگا سکتے ہیں وہ اُسکے مجرا کو دیکھکر۔

جس وقت اُس مقدس ہستی نے فرائض تبلیغ ادا کرنے کی ابتدا کی ہے، دنیا جانتی ہے کہ اُس کام کے لیئے وہ کیسا پر آشوب زمانہ تھا۔ بہیمیت پورے طور سے انسانی نسلوں میں نفوذ کر چکی تھی۔ اور زمانہ سے حسیات تہذیب یکسر محو ہو چکے تھے۔ لوگ گناہ کرتے تھے۔ لیکن اک عشر لمحہ کے لیئے بھی وہ غور نہ کر سکتے تھے کہ یہ گناہ ہے۔ وہ بتوں کی پرستش کرتے تھے اور اُسکو اک صداقت تسلیم کرتے تھے، وہ وحوش و بہائم کی طرح معاشرت مدنیت کو پامال کر رہے تھے اور اُنہیں ذرا احساس نہ تھا کہ یہ ایک ناشائستہ فعل ہے۔ غرضکہ عصیان و ضلالت کی حکومت تھی اور انسانیت زمین کے اوپر بار ہو گئی تھی۔ کسے خیال ہو سکتا تھا کہ ایسے زمانہ میں اور علی الخصوص ایسی سرزمین سے جو مرکز حیوانیت تھا، اللہ اک ایسی ہستی ظاہر کریگا، جو چند سال کے قلیل عرصہ میں نہ صرف اُس قطعہ زمین بلکہ سارے عالم میں اک انقلاب عظیم پیدا کرا دیگی۔ مگر نہیں۔ فطرت غافل نہ تھی، وہ خاموش تھی، لیکن سوتی نہ تھی، ظلمت شدید کا انتظار تھا کہ نور کی درخشانی زیادہ نمایاں ہو، سخت تاریکی کی ضرورت تھی کہ بجلی کوندتے ہی سب کی آنکھیں اُسطرف متوجہ ہو جائیں۔ جب یہ سب کچھ ہو گیا، تو وہ بھی ہو گیا جسکے لیئے یہ سب کچھ ہوا تھا۔ پھر اُس سرشار محبت کا حال کسے نہیں معلوم۔ اک شیفتگی تھی جو کسی دماغ میں پیدا نہیں ہوئی

اِک والہانہ جسارت تھی جو کسی قلب سے ظاہر نہیں ہوئی۔ وہ نوحؑ نہ تھا کہ اپنی قوم سے تکلیف پاکر "رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا" پکار اُٹھتا۔ وہ موسیٰؑ نہ تھا کہ فراعنۂ عرب کی غرقابی اُسکی انتہائے سعیِ تبلیغ ہوتی۔ وہ عیسیٰؑ نہ تھا کہ حواریین سے تنگ آکر دین و دنیا کے جھگڑوں سے پناہ مانگتا۔ وہ سقراط نہ تھا کہ قوم کے ہاتھوں سے پریشان ہوکر چیخ اُٹھتا کہ "تم نہیں مانتے تو نہ مانو لاؤ مجھے زہر کا پیالہ دو کہ پی لوں اور پھر تمہیں نہ دیکھ سکوں"۔ وہ تو **محمدؐ** تھا، وہ مصیبتیں برداشت کرنے اور رحمتیں پہنچانے، وہ گالیاں سننے اور دعائیں دینے کو آیا تھا۔ وہ تو **خاتم النبیین** تھا کہ اللہ کو اُسکے بعد پھر اس دنیا میں کوئی رسول بھیجنا مقصود نہ تھا، وہ تکمیلِ دین اور اتمامِ نعمت کے لیے آیا تھا، وہ جانتا تھا کہ امانتِ الٰہی کا حامل ہونا آسان نہیں، دوست دشمن ہوجائینگے، اور عزیز بیگانے، اپنے چھوٹ جائینگے، وطن عالمِ غربت ہوجائے گا۔ لیکن باوصف اس آگاہی علم کے اُس نے **غارِ حرا** سے نکلکر جو پہلا وعظ دیا، کیا کوئی شخص بتا سکتا ہے کہ تا دمِ واپسیں اُس سے اُسنے انحراف کیا ہو۔ راہ میں کانٹے اُسکے بچھائے گئے، گالیاں اُسے دی گئیں، قاتلانہ حملے اُسپر ہوئے، تنہا بے یار و مددگار وہ چھوڑ دیا گیا، غرضکہ دنیا اُسپر بالکل تنگ کردی گئی۔ لیکن آج ہم عیروں کی تاریخیں تلاش کرتے ہیں اور پھر بھی ہمکو کوئی مثال ایسی نظر نہیں آتی کہ اُسکی استقامتِ قدسیہ اور اُسکے اتھاک مقدس نے اپنے جادۂ اولین سے ایک انچ قدم اِدھر اُدھر ہٹایا ہو؛ پھر یہی نہیں کہ اُسنے اسی ایک ابتلا کو ایسے پُرشوکت تحمل و سکون سے برداشت کیا ہو۔ نہیں بلکہ اس سے زیادہ سخت آزمایشوں سے وہ دوچار ہوا، یعنی لالچ اُسے دیے گئے، دولت اُسکے سامنے پیش کیگئی سلطنت و حکومت اُسکے قدموں پر ڈال دی گئی، مگر دنیا کے اُس فاقہ کرنے والے، اور ٹاٹ کا ملبوس استعمال کرنے والے سب سے بڑے انسان نے دولت سے مُنہ پھیر لیا،

سلطنت کو ٹھکرادیا، اور کہدیا کہ محمد نہ دولت جمع کرنے آیا ہے اور نہ سلطنت حاصل کرنے، وہ تو دنیا میں حقیقی سکون پھیلانے آیا ہے، جسکے لیئے دنیا مضطرب تھی، وہ تو عالم میں ایک سچے امن کا بیج بونے آیا ہے جسکا عالم منتظر تھا، پس اگر تم اس سکون پھیلانے میں کچھ اسکی مدد کرسکتے ہو، اس امن کے قائم کرنے میں اس کا ہاتھ بٹا سکتے ہو، تو آؤ، ورنہ اسکو اسی کے حال پر چھوڑدو، آہ خُلق و رافت کی ایسی پاکیزہ مثالیں، محبت و شفقت کے ایسے دلگداز واقعے، دیانت و صداقت کے ایسے عظیم الشان کارنامے، امانت و استقامت کی ایسی عجیب و غریب نظیریں جیسی اسوۂ محمدی نے پیش کیں، ممکن نہیں کہ کوئی انسانی نظام عصبی پیش کرسکے۔ مذہب عیسوی نے حالانکہ وہ دنیا میں صرف درس رہبانیت دینے آیا تھا، دشمن سے عوض لینا مکروہ قرار دیا ہے، لیکن محمد نے دشمنوں کے ساتھ بھی لطف و رفق کا درس دیا، اور اس درس کی عظمت کتنی بڑھجاتی ہے، جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تو ہم سے دنیا بھی ترک نہیں کراتا، ایک تارک دنیا بادیہ نشین، ایک مجرد صحرانورد جس میں قدرتاً جذبات عجز و انکسار کا پیدا ہونا لازمی ہے، حضرت عیسیٰ کی اس تعلیم کو "دشمنوں کو بھی معاف کردو" جس آسانی کے ساتھ قبول کرسکتا ہے ظاہر ہے، لیکن اللہ اللہ شائستگی کے اس اوج، تہذیب کے اس عروج، انسانیت کی اس ترقی، اور روحانیت کی اس ارتقا کو دیکھیئے کہ باوصف متاہل ہونے کے، باوصف جملہ مصالح دنیاوی کے پیش نظر ہونے کے، باوصف اسکے کہ تعلقات معیشت و معاشرت ہم میں تمام وہ حسیات پیدا کردینے والے ہیں جو کہ حیات انسانی کے لیئے اس عالم میں ناگزیر ہیں، ہمکو یہ تعلیم دیجاتی ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی مہربانی کرو! اور پھر یہی نہیں کہ صرف زبانی تعلیم دیجاتی ہو، بلکہ اسکا نمونہ بھی پیش کیا جاتا ہے، اور نہ صرف نمونہ ہی پیش کیا جاتا ہے، بلکہ اسکے اثرات بھی دکھادیئے جاتے ہیں، اسکی کامیابیاں بھی

صفحات تاریخ پر ثبت کر دی جاتی ہیں، اور دور نزدیک ہر شخص سے یہ بات منوالی جاتی ہے کہ کونین میں حصول اقتدار، دین و دنیا میں کسب مدارج کا اگر کوئی صحیح وبامعنی ذریعہ ہے تو وہ صرف وہی تعلیم مقدس ہے جو مذہب اسلام دیتا ہے۔ آجکل لفظ **قومیت** جیسا کثیر الاستعمال لفظ ہے اور کوئی نہیں، اور اسمیں شک نہیں کہ یہی اصل اصول ہے، لیکن عہد رسول و صحابہ اظہار میں اسکا استعمال زبان پر اسقدر زیادہ نہ تھا جتنا درد اسکا دلمیں تھا پھر دیکھو کہ وہی قومیت جسکا بکھرا ہوا شیرازہ آج ہم سے جمع نہیں ہوسکتا، اسکی حس صحیح پیدا کرنے والا کون تھا، کیا ہم تھے کہ جن کی منتشر گردن، باوصف اسکے حلق "قومیت قومیت" چیختے مجروح ہوگیا ہے، ایک غریب فرد قوم کا سلام قبول کرنے کیلئے بھی نہیں جھکتی، یا وہ تھے جو اپنے سچے اور پکے دشمنوں اور ایذا پہنچانے والوں کی نجاست کو خود اپنے ہاتھ سے دھوتے تھے اور اُسکے حق میں دعا کرتے جاتے تھے۔

پھر جو آج ہم قومی ترقی کے لیئے مٹے جاتے ہیں، دوسروں کے عروج کو دیکھ دیکھکر کُڑھ رہے ہیں، تو کیا ایک لمحہ کے لیئے ہم اسباب پر غور نہیں کرسکتے کہ "کیا اصول تھے جنسے ہم نے کسی زمانہ میں ترقی کی تھی، اور وہ ترقی کیا تھی جس نے مادیات و روحانیات دونوں کو ہمارا محکوم بنا دیا تھا، یہ یاد رکھو کہ مسلمان اگر کبھی ترقی کر سکتا ہے، اور اگر اسکی ترقی و توسیع ہوسکتی ہے تو وہ صرف مسلمان ہی بننے سے ہوسکتی ہے، مشرق و مغرب جمع ہوسکتے ہیں۔ شمال جنوب سے مل سکتا ہے۔ لیکن ترقی اور اسلام سے انحراف قیامت تک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے، یہ ممکن ہے کہ ایک شخص تارک اسلام ہو۔ اور زر و جواہر ابا اُسکے گھر میں ہو، لیکن یاد رکھو کہ رشک کرنے کی چیز یہ نہیں ہے بلکہ ہمیں رشک اُس شخص کی زندگی پر کرنا چاہیئے جو حقیقتاً بڑا آدمی ہے، پھر بڑا آدمی ایک دولتمند نہیں کہ اُسکی دولت اور خاک کا ڈھیر برابر ہے، بڑا آدمی ایک بادشاہ نہیں کہ عزت اسکی ذات کی نہیں بلکہ تاج کی ہے، بلکہ بڑا آدمی وہ ہے جو اپنے بعد ابنائے جنس میں اور دنیا میں

اک ایسی مستقل یادگار چھوڑ جائے جس سے ہمیشہ استفادہ ہو سکے ۔ بڑا آدمی وہ تھا جس نے اول اول یہ معلوم کیا کہ ایک اونس پانی کا بخار ایک پونڈ وزن کو ایک بالشت اٹھا سکتا ہے، جس پر علم جر ثقیل (Methanics) کی بنیاد رکھی گئی لیکن اسے کوئی نہیں جانتا، اور نہ اسکی زندگی پر کوئی رشک کرتا ہے ، بڑا آدمی وہ تھا جس نے مقناطیس کی یہ خصوصیت دریافت کی کہ زلزلے کے وقت اسکی قوت کہربائی سلب ہو جاتی ہے' بڑا آدمی وہ تھا جنے ہیئۃ کی مدور تھیوری پر غور کیا لیکن ہم میں سے کوئی اُن جیسا بننا پسند نہیں کرتا ، اور نہ حامیان قومیت یہ جس قوم میں پیدا کرتے ہیں مگر اسوۂ رسول کا مطالعہ کرو، کہ سب سے پہلے اُس نے جس چیز کی ہمیں تعلیم دی وہ **قوت عمل** تھی اور **ارادہ کا استحکام** جس کے احاطہ سے دین و دنیا کی کوئی ترقی باہر نہیں۔ رات دن میں پانچ وقت نماز فرض سمجھکر پڑھنا، زکوٰۃ کا پابندی کے ساتھ ادا کرنا، بشرط استطاعت حج کرنا ، یہ اور تمام دیگر شعائر اسلام سے منجملہ اور اغراض کے ایک غرض یہ بھی تھی کہ **قوت عمل** ہم سے مفقود نہ ہو جائے ۔ اور ہم اس نکتہ سے غافل نہ ہو جائیں کہ کام کو اُسکے وقت پر کرنا ، اور کسی مدعا کے حصول کے لیے برابر جد و جہد کرتے جانا۔ یہی ہے مقصود حیات ، اور یہی ہے اک تنہا ذریعۂ فلاح ، پھر جب کہ ہم شعائر اسلام سے یکسر بیگانہ ہیں اور اُنکی وقعت دل سے مٹا بیٹھے ہیں ، تو کیوں اُنکی برکات حاصل کرنے کے آرزو مند رہیں ؟۔

ایک معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ موجودہ ترقی یافتہ اقوام میں سے کوئی مذہب اسلام کی پابند نہیں ، لیکن یہ اعتراض اُٹھ جاتا ہے جب ہم ذرا جستجو کرتے ہیں اور اخیر میں اس ترقی کا سبب بھی اُسی قوت عمل کو پاتے ہیں جو ہمارے ہاں اصل اصول حیات ہے ۔ اور اس اعتراض کی وقعت اُس وقت ذرا اور بھی نہیں رہتی جب ہمارے معیار سے اُن کی ترقی حقیقی ترقی میں شمار ہونیکے قابل نہیں ، اسمیں شک نہیں کہ اُنھوں نے مادی ترقی کی'

جو ہمارے مقاصد زندگی سے باہر نہیں، لیکن یہ ترقی انسانیت کی ترقی نہیں ہے، بلکہ ذکاوت و ذہانت کی ترقی ہے، جو بغیر شمول روحانیت حقیقتاً ایک جسدِ بے روح ہے اور دنیا کے لیے ہلاکت و بربادی، موجودہ زمانۂ جنگ میں غالباً اس امر کے ثبوت کے لیے بہت سے دلائل مل سکیں گے، اور اس لیے ہمیں اس سے زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں، رہا یہ امر کہ روحانیت کیا چیز ہے، اور اسکی ترقی، مادیات کی ترقی پر کس طرح مشتمل ہے، یہ ایک جدا بحث ہی جسپر کبھی آئندہ لکھا جائے گا، فی الحال ہمیں **اُسوۂ محمدؐی کی اُس خصوصیت کا ذکر کرنا تھا جو ہماری رائے میں اصل راز اشاعت** اسلام، استحکام قومیت، اور ثروت و جاہ کا تھا، غالباً اس سے انکار کسی کو نہوگا لیکن رہا یہ امر کہ اسقدر وقت خراب کرنے کے بعد بھی کچھ مجھی کو اس سے فائدہ ہوا ہو، تو وہ معلوم ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ صرف زبانی وعظ و تلقین کی ضرورت نہیں، ضرورت ہے ایسے نفوس کی جنکا حال ہی ہمارے لیے مقال ہو، مگر ایسے نفوس کہاں۔ عہدِ رسالت گزر گیا، زمانہ صحابہؓ ختم ہو گیا، اب کہ اُس دورِ صالح کا ذکر بھی اپنی محافل میں نہیں کیونکر امید کیجا سکتی ہے کہ اُنکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق کبھی ہوسکیگی۔ ہاں بلا اسباب عمل کے انقلاب عظیم، سو ہمارے اعتقاد میں اللہ کر سکتا ہی اور اب جزئیات کے لیے اگر کوئی بہانہ ہے تو صرف یہی اعتقادی تسلی، ورنہ آرزوؤں کی اس فراوانی نے ہمیں کبکا مایوس کر کے خودکشی پر آمادہ کر دیا ہوتا۔

نیاز۔ فتحپوری

۷۸۶

بہارستان فراق

باغ میں گل کھلے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
انگلیاں سب اٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

ھوالاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شیٔ علیمؐ قرآن مجید خط گلزار کے ساتھ لوح محفوظ میں مرقوم ہے اور اُسکا ایک ایک حرف اقطار ثلاثہ میں کوہ قاف کے برابر ہے۔ ہر حرف کے پیٹ میں اُس حرف کے معنی۔ مراد۔ اُسکے نکات اُسکے اسرار اُسکے رموز۔ کنائے اشارے ایسے باریک حرفوں میں لکھے ہوئے ہیں جیسے گلہری کے دُم کا بال ہوتا ہی۔ قرآن کے معانی کے سات بطن یا سات درجے ہیں جنمیں سے تین درجے تک اولیاء اللہ کے فہم اور عقل اور کشف رسائی کرتے ہیں اور چار درجوں کو سوائے خدا اور رسولؐ کے کوئی نہیں جان سکتا۔ امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے صرف اعوذ باللہ سے چار سو مسئلے فقہ کے اخذ کیے ہیں۔ چنانچہ یہ آیت شریف سورہ حدید کی جو صدر میں لکھی گئی ہے اسکی تفسیر میں مفسرین نے بڑے بڑے گل کھلائے ہیں ایک کہتے ہیں اول آخر ظاہر باطن خدا کے نام ہیں اور اُنکے معنی ظاہر ہیں۔ دوسرے کہتے ہیں ہر شئے کا اوّل آخر ظاہر باطن ہوتا ہے۔ انسان کا اوّل ماں باپ ہیں۔ ظاہر اُسکے بھائی بند ہیں۔ اُسکا باطن اُسکی پردہ نشین فیملی ہے۔ اُسکا آخر اُسکی اولاد ہے مگر رسولؐ کے سچے عاشق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح فرماتے ہیں یہ آیت شریف رسول پاکؐ صاحب لولاک کی نعت میں خدا نے رقم فرمائی ہے۔ خدا نے اپنے حبیب خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مراد اول آخر ظاہر باطن کو کیا ہے دوئی کا تفرقہ مٹانے اور ہمیں تمہیں سمجھانے کے لیئے کہ جو ہم ہیں وہ ہمارا رسولؐ ہے۔ ہم نے

کئی نام اپنے۔ اپنے رسول کو دیدیئے ہیں حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم ہم بھی رؤف اور رحیم۔ اور ہمارا رسول بھی رؤف و رحیم۔ اسی طرح اس آیت میں بھی ہم نے اپنے تئیں اور اپنے رسول کے تئیں اول آخر ظاہر باطن فرمایا ہے۔ اسی کی تائید میں حضور فرماتے ہیں۔ اول ما خلق اللہ نوری۔ سب سے پہلے خدا نے میرے نور کو پیدا کیا قیامت کے دن سب سے پہلے میں اپنے حجرۂ شریف سے باہر آؤنگا۔ سب سے پہلے قیامت کے دن مجھے خلعت پر خلعت پہنایا جائے گا۔ سب سے پہلے گنہگاروں کی شفاعت میں شروع کرونگا۔ سب سے پہلے جنت کا دروازہ میرے اور میری امت کے لیے کھولا جائیگا جس طرح آپ سارے جہان سے مقدم ہیں اگر آپ ظاہر بھی پہلے ہی ہوجاتے تو تمام انبیا علیہم السلام نبوت سے محروم رہجاتے۔ آفتاب کی شان کو یہی زیب دیتا ہے کہ جب اندھیری آتوں میں چاند اور زہرہ مشتری اور مریخ زحل اور عقد ثریا کہکشاں اور سہا سہیل پروین پرن اپنے اپنے بناؤ سنگار اور اپنے اپنے انوار دکھا چکیں تو وہ لاکھہ آن بان کے ساتھ نور افروز ہو۔ اور مشرق مغرب شمال جنوب ذرے ذرے اور چپے چپے کو روشن کردے جب کسی دربار یا کورونیشن کی تیاری ہوتی ہے۔ تو شاہنشاہ عالم پناہ کی لائن ڈوری پہلے آجاتی ہے کیمپ سجائے جاتے ہیں چمن لگائے جاتے ہیں۔ ایمفی تھیٹر بنائے جاتے ہیں۔ سیکڑوں سلاطین۔ بادشاہ۔ راجہ۔ مہاراجہ والیانِ ملک مہینوں پہلے حاضر ہوجاتے ہیں۔ جب بازار آراستہ ہولیتے ہیں۔ شہر آئین بند ہوچکتا ہے تو شاہنشاہ جہان پناہ کی سپیشل ٹرین نور برساتی موتی لُٹاتی آکھڑی ہوتی ہے وتلک الامثال نضربہا للناس لعلھم یتفکرون ۔ ۰ ۵

پیش از ہمہ شاہانِ غیور آمدۂ ہر چند کہ آخر بظہور آمدۂ

اے ختم رسل قرب تو معلومم شد دیر آمدۂ زراہِ دور آمدۂ

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ۵

حضورؐ فرماتے ہیں دنیا کی عمر کی مثال ایک لمبی چادر کی سی تھی جسے کوئی شخص طول میں سے پھاڑ کر دو ٹکڑے کرے یہاں تک کہ چاک ہوتے ہوتے صرف تانے بانے کے دو تین تار باقی رہجائیں۔ چنانچہ میں دنیا کے خاتمہ پر آیا ہوں لا نبی بعدی۔ میرے بعد قیامت کی آئے گی۔ اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔ دربار گرم ہوا۔ حاضرین کو منصب عہدے خطاب۔ القاب عطا ہوئے۔ حضور والا آنے لگے پچھلے کاغذات کو ملاحظہ فرمایا۔ دستخط کیے۔ ۲۳ منٹ جلوس فرماکر اپنی خوابگاہ میں تشریف لیگئے ؎

پئے مشورت مجلس آراستند　　　نشستند و گردند و برخاستند

دربار ہوچکا۔ ارکان سلطنت اپنی اپنی منزلگاہ کو چلدیئے۔ نقیب اور چوبدار۔ مردے اور قلار کمر کھول چکے۔ یہ وقت آرام کا ہے نہ کام کا۔ اب دنیا میں پلٹ کر نہ ابوبکر صدیقؓ جیسا یار غار آئے گا۔ نہ عمرؓ جیسا جرنیل۔ نہ عثمانؓ جیسا غنی اور باحیا۔ نہ علیؓ جیسا بہادر اور باسخا۔ اب درۂ خیبر نہ اکھیڑا جائے گا۔ کربلا میں حسین کا خیمہ پھر نہ لگایا جائے گا جو ہونا تھا وہ ہوگیا۔ کسی نے پالیا کسی نے کھولیا۔ حدیث کے گلستان کو امام بخاریؒ۔ امام مسلمؒ جیسے گارڈنر کاٹ چھانٹ کر بہرت خلد ارم بنا گئے۔ فقہ کے ایوان کو امام ابوحنیفہ امام شافعیؒ۔ امام مالکؒ امام احمد بن حنبلؒ جیسے مہندس عرش تک پہنچا گئے ؎

حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند　　　تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند

اہل اللہ کے کان میں برابر یہ صدا آرہی ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الخ۔ اسی بات کو مولانا روم رح کنایہ میں ادا فرمارہے ہیں ؎

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب　　　بوئے گل را از کہ جویم از گلاب

یعنی فصلی گلاب صرف مارچ کے مہینے میں کھلا کرتا ہے۔ وہ موسم تو ختم ہولیا مگر تجھے اس کی خوشبو درکار ہے تو گلاب کا عطر عرق گلاب اسکا قائم مقام موجود ہے۔ رسول تشریف لیگئے مگر سلسلۂ عالیہ چشتیہ قادریہ نقشبندیہ سہروردیہ کے فیضان باقی ہیں۔ ان کی

طرف ہاتھ بڑہا اور دلکی مراد پا ۔

گل گفت کہ من مذہب دینی دارم | با روح رسولؐ ہمنشینی دارم
رنگم چو محمدؐ است بوئیم چو علیؓ | خُلقِ حسنؓ و خوئے حُسینی دارم

ھو الاول والآخر والظاھر والباطن ۔ساب لگائیے تو حضورؐ کی ہجرت کو ۱۳۳۰ برس ہوئے مگر آپ کا غلغلہ ازل سے ہو رہا ہے ۔ کوئی نبی کسی قوم کسی سرزمین پر ایسا نہیں آیا جس نے آپ کی تشریف آوری کی خبر نہ دی ہو ۔ یا آپکے سلسلہ میں داخل ہونے کی تمنا نہ کی ہو آدمؑ سے لیکر عیسےؑ تک سب انبیاؑ دعا کرتے رہے اللھم اجعلنی من امۃ محمدؐ جب آدمؑ کی لغزش معاف ہولی ۔ اور کئی اولادیں آپکے ہاں پیدا ہوئیں تو ایک دن حضرت آدمؑ اور حواؑ دریا کے کنارے پتھر پر بیٹھے ہوئے دریا کی روانی ۔ موجوں کی طغیانی دیکھ دیکھ کر جی بہلا رہے تھے ۔ ساحل پر ہر یاول اور خود رو گلاب ۔ لالہ ۔ نافرمان کی بہلدتی ۔ جو حضرت جبرئیلِ امین ہاتھ میں ایک مرصع کشتی لیئے جسپر نورانی تورہ پوش پڑا ہوا تھا ۔ آئے اور وہ کشتی حضرت آدمؑ کے سامنے رکھدی بہشتی میووں کا آپ کو چسکا پڑا ہوا تھا ۔ اسلیئے آپنے شوق کے ساتھ کشتی کی طرف ہاتھ بڑہایا ۔ مگر حضرت جبرئیلؑ نے کہا ۔ یہ اچھوتا میوہ جو خدا نے بھیجا ہے ۔ آپ دونوں میاں بیوی نہا دھو کر کھایئے ۔ حضرت آدمؑ اور حواؑ فوراً دریا میں اُترکر اور غسل کرکے باہر آگئے ۔ حضرت جبرئیلؑ نے کشتی پر سے تورہ پوش اُٹھایا اور اُسمیں سے ایک سیب نورانی نکال کر آدھا آدمؑ کو اور آدھا حواؑ کو کھلایا ۔ اور آدمؑ کو آنکھوں آنکھوں میں خدا کا پیغام سمجھا کر سدرہ کو چلے گئے ۔ دوسرے دن جب صبح کے وقت حضرت حواؑ اپنی خوابگاہ سے نکل کر آنکھیں ملتی ہوئی باہر آئیں تو آپکے بچے آپ کو آ لپٹے اور بہو بیٹیاں سے کہنے لگے ۔ اچھی بی امّاں جان یہ ایسی چمکتی ہوئی دھگدگی راتوں رات آپکے گلے میں کہاں سے آئی ۔ اچھی سچ بتاؤ ۔ یہ ہیرے کی ہے ۔ موتیوں کی ہے ۔ کاہے کی ہے ۔ بچوں کے کے کہنے سے حضرت حواؑ نے خیال کیا تو درحقیقت آپ کا سینہ ستارہ کی طرح جگمگا رہا تھا

اور اُسکا عکس در و دیوار پر پڑتا تھا۔ حضرت آدمؑ نے جو یہ جلوہ آرائی دیکھی تو آپ بھی حیران ہوگئے۔ اسمیں جبرئیل نے آکر کہا۔ اے آدمؑ! نور محمدی جو تیری پیشانی میں امانت رکھا تھا۔ آج رات کو منتقل ہو کر حواؑ کی پاک کوکھ میں آگیا ہے۔ اور حواؑ کے جسم نازنین میں ایسی نور کی روشنی ہے۔ اسی طرح یہ نور وقتاً فوقتاً منتقل ہوتا ہوا عبداللہ بن مطلب تک پہنچتا رہیگا۔ کیونکہ عطر گلاب عرق گلاب کو دوآتشہ سہ آتشہ بلکہ بار بار یہ تکرار ترع انبیق میں کشید کرتے ہیں۔ تاکہ مول تول میں بھاری ہوجائے۔ اس سے پہلے حوا کے پیٹ سے ایک ساتھ دو دو بچے پیدا ہوتے رہے ہیں مگر اب کی مرتبہ صرف ایک بچہ شیثؑ نامی پیدا ہوگا۔ کیونکہ جیسا رسول آخرالزمانؐ اپنے کمالات میں یکتا ہے۔ ایسا ہی اُسکی مورث کا بھی کوئی شریک کوئی ساجھی نہیں ہوسکتا۔ حضرت یعقوبؑ کے صاحبزادے جب مصر سے ناکام کنعان کو پلٹے تو باوا جان سے کھسیانے ہوکر بولے یاابانا منع من الکیل فارسل معنا اخانا نکتل وانالہ لحٰفظون ہ عزیز مصر نے کہا کہ جبتک تم اپنے چھوٹے بھائی بن یامین کو ساتھ نہ لاؤگے تمھیں اناج کی گونیں نہیں مل سکتی ہیں حضرت ہم تو فاقہ کرتے کرتے قاق ہوگئے ہیں۔ خدا کے لئے بن یامین ہمارے ساتھ کردیجے تاکہ بادشاہ مصر ہیں بہت سا غلہ دلوا دے۔ حضرت یعقوبؑ بولے۔ بیٹا تم ٹھیک کہتے ہو یوسف کو پہلے غارت کر آئے۔ اب بن یامین تمھاری آنکھوں میں کھٹک رہا ہے اسے بھی لیجاکر تلپٹ کردو۔ مجھے تمہارا اعتبار تی بھر نہیں رہا۔ مگر تم موثق دو تو خیر میں بن یامین کو تمھارے ساتھ کردونگا۔ فلما اتوہ موثقا۔ بیٹوں نے باوا کو موثق دیا۔ اور حضرت یعقوبؑ نے پھوٹی آنکھ کا دیدہ بن یامین کو سنگدل بھائیوں کے جھٹ حوالہ کردیا۔ آپ سمجھے موثق کس محلکہ کس ضمانت کس یرغمال کس گارنٹی کس عہد کس پیمان کو کہتے تھے وہ ہمارے حضورؐ کے نام مبارک کی قسم تھی۔ جب اگلی امتیں آپس میں کسی بھاری کام پر معاہدہ کرتی تھیں تو کہتی تھیں محمدؐ کی قسم۔ بس گویا رجسٹری ہوگئی۔ اسٹامپ لکھدیا

بن سے بیچارے کس شمار کس قطار میں ہیں۔ خدا اپنے حبیبؐ کی قسم کھاتا ہے والنجم اذا ھوٰی۔ اے محمدؐ مجھے تیرے پیارے منہ کی قسم جو معراج کی رات کو ستارے کی طرح چمکتا ہوا آسمانوں سے پرے آن کی آن میں گیا اور آیا۔ والضحٰی والیل اذا سجٰی اے محمدؐ مجھے قسم ہے تیرے رخسار تاباں کی۔ اے محمدؐ مجھے قسم ہے تیری ان سیاہ زلفوں کی جو تیرے عارض پر بکھر کر اسے ڈھانک لیتی ہیں ؎

ملتا غضب زلف سیہ فام یہ پُرفن ۔۔۔ کیا خاک جسے کوئی شب اسری سحر آئی

لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد۔ اے محمدؐ میں شہر مکہ کی قسم صرف اس وجہ سے کھاتا ہوں کہ تو اپنے نازک پاؤں سے اسمیں گلگشت کرتا ہے۔

حضورِ پُرنور ایک دن کوہ ابوقبیس پر مع صحابہؓ کے کھڑے ہوئے سینری کو عبرت کی نظر سے ملاحظہ فرما رہے تھے جو پہاڑ میں سے آواز آئی العطش العطش الغیاث الغیاث۔ ہم پیاسے ہیں ہم پیاسے ہیں۔ ہماری فریاد کو پہنچو ہماری فریاد کو پہنچو۔ آپ حیران ہوگئے کہ بولنے والا دکھائی نہیں دیتا اور دردناک آوازیں برابر چلی آتی ہیں۔ ناگہاں جبرئیل امین آئے اور عرض کرنے لگے۔ خدا فرماتا ہے۔ اے میرے حبیبؐ اس پہاڑ پر بہت سے انبیاء و مرسلین کے مزار ہیں جو تواردِ روزگار سے بے نشان ہوگئے ہیں۔ یہ لوگ تیری تمنا سے مدینہ میں اپنے اپنے خانمان اور شہر و دیار کو چھوڑ کر یہاں آئے اور تیرے انتظارِ ولادت میں اپنی جانیں گنوا کر آغوشِ لحد میں سو رہے ہیں۔ چونکہ مکہ میں پانی کی قلت اب سے پہلے اور بھی زیادہ تھی۔ اسلئے یہ پیاسے فوت ہوئے ہیں اور اب تجھے دیکھکر تجھسے محبت کا گلہ کر رہے ہیں ؎

بس از مرون گرآئی اے محمدؐ بر مزار ما ۔۔۔ بہ تعظیم تو خوش مستانہ برخیزد غبار ما

حضرت سلیمان علیہ السلام جب مکہ میں وارد ہوئے تو اپنے اسٹاف کے ساتھ گلی کوچوں میں پھرتے تھے اور فرماتے تھے۔ یہاں چلنا پھرنا بڑا ثواب ہے کیونکہ کبھی ان رستوں میں

رسول آخر الزمان پہنچیگے۔ حضرت داؤد علیہ السلام زبور مقدس کی تلاوت کر رہے تھے
توآپنے دیکھا صفحہ کے اوپر خشخاش کے دانہ کے بیسویں حصے سے بھی چھوٹا کیڑا چل پھر
رہا ہے۔حضرت داؤدؑ نے ہنسکر درگاہ خداوندی میں عرض کی۔ اے پروردگار اس
ننھی سی جان کو کیوں پیدا کیا ہے۔ یہ کیا کام کرسکتا ہے۔ حکم ہوا کہ اسی کیڑے سے پوچھو
وہ تمہارے سوال کا شافی جواب دیگا۔ آپ کیڑے سے مخاطب ہوئے تو کیڑے نے
نہایت فصاحت کے ساتھ کہا۔ اے داؤدؑ ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر ٭ توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

میں دن بھر تکبیر کہتا ہوں اور رات بھر نبی آخر الزمانؐ پر اس طرح درود پڑھتا ہوں اللّٰھُمَّ
صل علی محمد النبی الامی وبارک وسلم +

جناب آمنہؓ فرماتی ہیں کہ جب میری آنکھوں کا تارا محمدؐ میرے پیٹ میں تھا تو مجھے
وہ تکلیفیں ذرا نہوئیں جو پیٹ والیوں کو ہوا کرتی ہیں۔ میرے اعضا، بالکل ہلکے پھلکے تھے
جب میں زمین پر چلتی اور میرے پاؤں کے نیچے کوئی اینٹ یا پتھر آجاتا تو فوراً موم کی
پگھل کر بہ جاتا۔ یا برف کی طرح گھلکر رہجاتا۔ میں کنوئیں پر جا کھڑی ہوتی تو کنوئیں کا پانی
جوش مارتا اور میرے قدموں تک آجاتا۔ پانی جو ایک عنصر بسیط بےعقل و شعور بیجان
کہلاتا ہے۔ رسولؐ کی تعظیم کے لیئے کنوئیں کی تہ سے ابھر کر من تک آجائے اور انسان
دانا اور عاقل ہو کر محفل میلاد کے قیام کے لیئے حجتیں کرے ع بریں عقل و دانش ببا ید گریست
جسدن سے حضرت عبداللہؓ کا انتقال ہوا تھا حضرت آمنہؓ کی آنکھوں کا آنسو نہ تھمتا تھا
رات دن انہیں یاد کر کے رویا کرتیں اور اپنی جان کھویا کرتیں۔ ربیع الاول شریف کی بارھویں
تاریخ پیر والے دن ۲۰ اپریل کی دسویں ۵۷۱ء عیسوی صبح صادق کے وقت حضرت آمنہؓ
نے اپنی والدہ صاحبہ سے کہا۔ بی اماں جان! میرا دل چاہتا ہے اسوقت میں اپنے خاوند
کے ماتم میں خوب چیخ چیخ کر روؤں۔ آپ کی والدہ نے فرمایا۔ بیٹی۔ عین سونیکا وقت ہے

تمہاری سسرال والے سب میٹھی نیند میں ہیں۔ ابھی تو روئیگی تو سب بیتاب ہوکر
اُٹھ بیٹھیں گے۔ اُنکے آرام میں خلل پڑے گا۔ اگر تمہیں رونا ہی ہے تو کمرہ میں چلی
جاؤ اور کونے میں بیٹھکر رو دھو کے اپنا جی ہلکا کر آؤ۔ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں میں نے
کمرہ میں قدم رکھا ہی تھا جو فرشتوں نے کواڑ بند کر دیئے۔ میں ان نورانی روحوں کو
دیکھکر تھرا اٹھی۔ رونا دھونا سب بھول گئی۔ ہول کے مارے مجھے دردِ زہ شروع
ہوگیا۔ اور میں نے یہ کچھ انوکھی باتیں دیکھیں۔ وہ کیا بیان کروں۔ جب میرے
ہوش ٹھکانے ہوئے تو میں نے دیکھا۔ پیارے محمدؐ لاڈلے محمدؐ پیدا ہوئے
ہیں۔ اور زمین پر سجدہ میں سر رکھے ہوئے اُمتی اُمتی فرما رہے ہیں۔ تب فرشتے
اور ملائکہ سب خدمتیں بجا کر چلے تو ہر ایک کہہ رہا تھا۔ مبارک سلامت ہونے لگی۔ کمرن
کے کواڑ خود بخود کھل گئے۔ آپ کی پھوپھیاں۔ آپ کی نانی جان۔ خالہ جان۔ چچیاں
سارے چچا۔ دادا جان سب اکٹھے ہو گئے۔ ایک پر ایک گرا پڑتا تھا۔ کوئی کہتا
تھا اچھی ہماری گود میں دو۔ کوئی کہتا تھا ذری ہمیں تو دکھاؤ۔ کوئی کہتی تھی بہن
دیکھنا کیا پیارا مکھڑا ہے۔ دوسری کہتی تھی بوا سچ مچ چاند کا ٹکڑا ہے۔ حضرت
عبد المطلبؓ کھڑے رو رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے یہ بدلہ کا سبب ہے جب
اُس شخص کا نوجوان بیٹا گلرخسار حضرت عبد اللہ خاک میں مل گیا ہے تو یہ گھر کا
اُجالا دکھائی دیا ہے۔ آپ بی شفا کی گود میں تھے۔ ثوبیہ دودھ پلانے کے لیے
تیار تھیں۔ اُم ایمن کہتی تھیں میں میاں کو گودی میں لیے پھرونگی۔ حلیمہ کہتی تھیں
انا تو میں ہی بنونگی۔ سبحان اللہ۔ صلِ علیٰ جس رسولؐ کی ماں آمنہ ہو۔ اسکی پیدائش
سے جہان میں امن و امان کیوں نہ پھیلے۔ جس کی دایہ شفا نامی ہو۔ اُسکی ولادت
سے کفر اور شرک کی بیماریاں دُنیا سے کیوں نہ مٹ جائیں۔ جسکی انا ثوبیہ ہو
وہ مولود ثواب کا دروازہ جن و انس پر کیوں نہ کھول دیتا۔ جس گل اندام حلیمہ کے

دودھ سے پرورش پائی ہو اُسکے حلم اُسکے استقلال کا پلہ پہاڑوں سے کیوں نہ بھاری ہو۔ جسکی کھلائی اُم ایمن جیسی ہو وہ گنہگاروں کو دوزخ سے کس طرح نڈر نہ بنا دے۔

کہ دارد چنیں سید پیش رو ۔ نماند بعصیاں کسے در گرو

رسول پاک کے جشن ولادت کی خوشی میں فراقؔ بدست کا قلم بھی مستانہ وار چلنے لگا ۔ نثر کے موتی پروتے پروتے نظم کے پھول برسانے لگا ۔

غزل

امیر عرب شاہ شاہاں تمہیں ہو ۔ حبیب خدا ماہ تاباں تمہیں ہو
مری آرزو میرے ارماں تمہیں ہو ۔ مرے خانۂ دل میں مہماں تمہیں ہو
مسیحا تمہیں ہو مری جاں تمہیں ہو ۔ مرے درد پنہاں کے درماں تمہیں ہو
نہ ہمسر تمہارا نہ ثانی تمہارا ۔ رسول خدا نظم قرآں تمہیں ہو
ہرا ہو گیا دین کا جس سے گلشن ۔ وہ لطف الٰہی کے باراں تمہیں ہو
اگر تم نہ ہوتے تو ہوتا اندھیرا ۔ خدائی کے شمع شبستاں تمہیں ہو
زمانے میں جو وصف جو خوبیاں ہیں ۔ خدا کی قسم اُنکے شایاں تمہیں ہو
خدا جس کی صورت پہ شیدا ہوا ہے ۔ وہ محبوب سلطان خوباں تمہیں ہو
گرے دیکھکر طور پر جسکو موسیٰ ۔ وہ تنویر وہ برق پنہاں تمہیں ہو
تمہارے بھروسہ پہ اترا رہی ہے ۔ اس اُمت کے آقا نگہباں تمہیں ہو

فراقؔ احمدِ پاک حیدرؓ سے بولے
علی مرتضےٰ شیر یزداں تمہیں ہو

ہمارے حضورؐ بالیقین گورے چٹے تھے ۔ مگر آپکے حسن میں نمکینی اضافہ تھی چنانچہ خود فرماتے ہیں انا املح واخی یوسف اصبح ۔ یعنی میں نمکین ہوں اور میرے بھائی

یوسفؑ گورے تھے۔ واقف اسرار کہتے ہیں کہ آپ کے جمال میں نمک مصلحتاً شامل کیا گیا تھا۔ کیونکہ نمک کے خواص عجیب غریب ہیں اچھے سے اچھے کھانے پکائیے مگر جب تک اُنمیں نمک نہ ڈالا جائے بالکل پھیکے بے مزہ رہیں گے۔ حلق سے نہ اترینگے اسیطرح کوئی مذہب کوئی دین کوئی مت کوئی دہرم کوئی پنتھ خواہ کیسے ہی توحید میں ڈوبے ہوں جب تک آپ کی رسالت اُن میں شامل نہ کیجائے مقبول نہیں۔ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ میٹھا کھاتے کھاتے آدمی اکتا جاتا ہے تو مُنہ سلونا کرنیکے لیئے نمکین چیز میں مانگتا ہے۔ اسلیئے پہلے مذہب بھی نور برحق تھے مگر اب دور آخر ہے۔ جب تک محمد رسول اللہ کے خوانِ نعمت سے مُنہ سلونا نہ کیا جائے گا۔ اگلا کھانا بھی معدہ میں ٹھسا رہیگا۔ طبیعت بے نمک کے کھانے کو ہضم کرتی ہی نہیں۔ نمک کی کان میں بُری سے بُری چیز ڈالدو۔ نمک اپنی قوت سے اُسے گلا کر نمک بنالے گا۔ اسیطرح کتنی ہی عمر فسق میں فجور میں گناہ میں معصیت میں کفر میں شرک الحاد میں نفاق میں کاٹی ہو۔ مگر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ مُنہ سے کہا اور بالکل پوتر بالکل شدھ بالکل پاک بالکل ستھرا ہوگیا ؎

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ ‌ ‌ ‌ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہِ مادرگہِ نومیدی نیست ‌ ‌ ‌ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

خواجہ ابوطالبؑ فرماتے ہیں جب محمدؐ میرا بھتیجا چھوٹا سا تھا۔ اور میرے ساتھ رات کو سویا کرتا تھا تو بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ آدھی پر دو بجے میری آنکھ کھل گئی تو دیکھا وہ بچھونے میں نہیں ہے گھبرا کر اُٹھتا تو دیکھتا کمرہ کا دروازہ بدستور بند ہے پھر اُٹھکر سارا گھر تلپٹ کرڈالتا۔ کونہ کونہ دیکھہ لیتا۔ پکارتا بھی اور وہ نہ پاتا تو میں گھبرا کر کہتا اے معبود! بن ماں بن باپ کا بچہ ہے تو خیر کرنا۔ ناگہاں آپ بستر میں سے جواب دیتے۔ چچا جان! آپ گھبرایئے نہیں۔ میں تو بچھونے میں لیٹا ہوں میں

اکر گلے لگاتا پیار کرتا۔ دو ایک مرتبہ تو یہ نیرنگ دیکھکر میں نے بولایا۔ پھر سمجھ گیا کہ یہ بچہ دنیا سے نرالا ہمارے گھرانے میں پیدا ہوا ہے۔ اسکی ہر ادا نرالی ہے۔ اسے خدا پر چھوڑ دو۔ جو مولا کرے۔ خواجہ ابوطالب فرماتے ہیں۔ میں نے یہ بھی بارہا رات کو دیکھا کہ جس کمبل یا لحاف کے اندر میں محمدؐ کو لیکر سوتا تھا اُسکے اندر ایک زربفت کا بالاپوش خود بخود پیدا ہو جاتا اور محمدؐ اُسمیں لپٹا ہوا بڑے چین سے سویا کرتا۔ صبح ہوتے ہی وہ غیبی بالاپوش غائب ہو جاتا۔ محمدؐ خواب ناز سے آنکھ کھولتا تو مُنہ ایسا دھویا دُھلا ہوتا جیسے گل اور یاسمن کے پھول شبنم سے دھوئے دھلائے ہوتے ہیں مگر پھر بھی میں اُسکا ہاتھ مُنہ دُھلاتا جاتے میں میری خاتون خانہ بکری کا دودھ ایک چھوٹے پیالے میں لیکر آتیں میرے بچے اِدھر اُدھر سے دوڑتے اور کہتے۔ بی اماں پہلے ہم دودھ پئینگے۔ پیالہ دو بھر لاؤ۔ وہ کہتیں بیٹا کال پڑا ہے جنگل میں چارہ نہیں ہے۔ بکری نے تھوڑا سا دودھ دیا ہے۔ تمہارے [illegible] محمدؐ پہلے پئیں گے۔ اگر انکے آگے سے بچ جائے گا تو پی لینا نہیں خیر۔ پھر وہ محمدؐ کے منہ سے دودھ کا پیالہ لگا کر کہتیں واری گئی دودھ ذرا سا ہے اور پھیکا بھی ہے۔ گھر میں کھانڈ نہیں تھی۔ پی جاؤ محمدؐ ڈکر ڈکار دودھ نوش کرتے اور کہتے چچی جان۔ لیجئے میرا تو پیٹ بھر گیا۔ وہ کہتیں تو پیالہ میں دودھ کچھ زیادہ ہی ہوتا۔ پھر باری باری سے بچے۔ میں۔ وہ اور سارا گھر۔ مہمان آگیا تو اُس پیالے سے دودھ پیٹ بھر بھر کر پیتے مگر پیالہ دودھ سے جوں کا توں بھرا رہتا اور لطیفہ یہ کہ پھیکا دودھ آپ کے ہونٹوں سے لگتے ہی شہد سے زیادہ میٹھا ہو جاتا۔ آپ کی اطاعت کا تماشہ جن اور انسان اور فرشتوں کے سوا پرند چرند۔ درند گزند نے بھی دکھایا۔ یا بھیڑیوں نے ہرنیوں نے اونٹ اور بکریوں۔ اینٹ اور پتھروں نے در و دیوار نے آپ کی نبوت کی گواہی دی۔ تمر تاشی کے حوالے سے صاحب اقتباس الانوار لکھتے ہیں کہ بغداد میں دجلہ کے کنارے یہ تذکرہ چھڑ رہا تھا کہ خراسان میں ایک لڑکا ایسا پیدا

ہوا ہے۔ جسکے سیدھے پہلو پر لاالٰہ الا اللہ اور دوسرے پہلو پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ یعقوب صیاد نے کہا۔ ہیں نے پر سوں ابن جابہ میں سے ایک مچھلی پکڑی تھی جسکے ایک طرف لاالٰہ الا اللہ اور دوسری طرف محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

ناوک نے تیرے صید نچھوڑا زمانہ میں تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانہ میں

آپ کی صورت سے زیادہ آپ کی باتیں پیاری تھیں۔ ایک ایک کلام میں خزانہ نکلتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم قرنی کے لفظ میں غور کیجئے تو ترتیب خلافت پنہاں ہے۔ یعنی قرنی میں قاف صدیق کا۔ رے عمرؓ کی۔ نون عثمانؓ کا اور یائے معروف علیؓ کی۔ بقول میر حسن

ہو اگرچہ ظاہر میں امی لقب پر علم لدنی کھلا اس پہ سب

خدا نے سارے ہنر اور کمال اور زبانوں سے آپ کو ماہر کر دیا تھا حالانکہ نہ کبھی آپ عجم تشریف لے گئے۔ نہ آپنے کسی سے پڑھیں سیکھی۔ مگر بعض موقعوں پر آپکی زبان مبارک سے بیساختہ فارسی لفظ نکل گئے ہیں جس کی گنتی اہل محبت نے تحقیق کرکے شات لکھی ہے۔

نمبر ا۔ ایک بار کہیں سے ایک طبق انگوروں کا تحفہ میں آپکے لیئے آیا حاضرین مجلس بہت تھے آپنے فرمایا العنب (دو۔ دو)۔

نمبر ۲۔ ایک شخص نے آپسے پوچھا۔ حضور قوم لوط کو فرشتوں نے کس چیز سے ہلاک کیا تھا۔ آپنے فرمایا (بہ سنگ وکلوخ)۔

نمبر ۳۔ امیر معاویہؓ کے جبّہ پر جوں چل رہی تھی۔ آپنے فرمایا یا معاویہ ... ...

نمبر ۴۔ جنگ احد میں حضورؐ مُردوں کے درمیان لیٹے ہوئے تھے صحابہؓ ہی اونٹ لائے اور عرض کیا حضورؐ کس پر سوار ہوں گے۔ آپنے فرمایا (بدا شتر)

نمبر ۵۔ حضرت عائشہؓ کے ہاتھ میں ایک سیب تھا مسکرا کر فرمانے لگیں ...

اعطیت ھذا ۔ یہ سیب میں کیسے دوں۔ آپنے فرمایا (مار دو)
نمبر ۶۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ کے دروازہ پر جاکر دستک دی حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ ایک دم سے بولے من علی الباب ۔ آپنے ارشاد کیا انتم محمد
نمبر ۷ ۔ ایک دفعہ کفار نے آپسے سوال کیا ۔ اللہ واحد ام اثنان ۔ یعنی خدا ایک ہی یا دو ۔ آپنے فرمایا (او یکے ہست)۔

اس شان اس رتبہ اس یکتائی اس دلربائی پر تمکنت آپ میں ذرا نہ تھی ۔ بیوہ رانڈ ۔ دکھیا ۔ یتیموں ۔ بیکسوں ۔ مسافروں ۔ غریبوں مسکینوں کے ساتھ خلاملا رہتے انکا سودا سلف بازار سے لادیتے ۔ اور اپنی ساری امت کے آپ سچ مچ پروانہ تھے ۔ کوئی پہلو امت کے بچانے اور شفاعت کا حضور نے اٹھا نہیں رکھا ۔ ایکدن جناب والا مسجد پاک میں بیٹھے ہوئے وعظ فرمارہے تھے ۔ مسجد حاضرین سامعین سے بھری ہوئی تھی پردہ کے پیچھے عورتیں بھی سیکڑوں جمع تہیں ۔ آپ کی شیریں کلامی سنکر دل گداز ہورہے تھے ۔ آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑیاں لگی ہوئی تہیں جو یکایک آپنے ارشاد فرمایا ۔ جس عورت کے تین بچے مرگئے اور اسنے صبر کیا تو قیامت کے دن وہ بچے اسکی شفاعت کرینگے ۔ اور ماں کو جنت میں لیجائینگے ۔ پردہ کے پیچھے سے ایک بیوی بولیں حضور اس بندی کے تین بچے مرچکے ہیں اور میں نے صبر بھی کیا ۔ آپنے فرمایا کہ تمہیں جنت کا مژدہ ہے ۔ پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا جس عورت کے دو بچے چھوٹے چھوٹے مرگئے ۔ اور اس نے صبر کیا ۔ قیامت کے دن دونوں بچے اسکی شفاعت کرینگے اور ماں کو جنت میں لیجائینگے ۔ ایک بیوی پردہ میں سے بولیں روحی فداک یا رسول اللہ میرے دو بچے مرگئے ۔ اور میں نے انکے داغ جدائی کو جھیلا ۔ اور اف نہ کی ۔ آپنے فرمایا تمہیں بھی جنت کا مژدہ ہے ۔ پھر آپنے فرمایا ۔ جس عورت کا ایک بچہ مرگیا ۔ اور اسکی ماں نے صبر کیا تو قیامت کے دن وہی بچہ اسکا شفیع بن جائے گا ۔ اور خدا سے لڑ

جگر گوشہ گنہگار ماں کو بخشوائیگا۔ اور جنت میں لیجائے گا۔ ایک عورت پردے میں سے کہنے لگیں یارسول اللہ میرا ایک بچہ مرچکا ہے اور میں اسکو روئی دھوئی بھی نہیں۔ فرمایا تمہیں بھی جنت کا مژدہ ہے وہ بچہ تمہیں بخشوائیگا۔ اور جنت میں ہاتھ پکڑ کر لیجائے گا۔ ان بیویوں کے بعد ایک اور بیوی بولیں۔ یارسول اللہ مجھے تو عمر بھر میں ایک دفعہ ہی پیٹ رہا تھا وہ بھی کچا نکل گیا تھا میری شفاعت کون کروائیگا۔ آپنے فرمایا۔ خدا اُس بچے کو اپنی قدرت کاملہ سے قیامت کے دن بڑا کردے گا۔ اور وہی تمہاری شفاعت کروائیگا۔ حضورؐ نے اس جملہ کو ختم فرمایا تھا جو پردہ کے پیچھے سے رونے کی آواز آئی۔ اور ایک بیوی مرغ بسمل کی طرح تڑپ کر بیہوش ہوگئیں۔ اُن کی ہاے کے ساتھ ساری مجلس میں اندر باہر ایک شور پیدا ہوگیا اور سب بے اختیار رونے لگے۔ جب اُن بیوی کو عطر لخلخہ سونگھائے اور کچھ اوسان ٹھکانے آئے تو وہ رو کر عرض کرنے لگیں۔ اولاد والوں کی تو اولاد شفاعت کرے گی مگر وہ بندی تو بانجھ ہے کبھی میرے ہاں چوہے کا بچہ بھی پیدا نہیں ہوا میری کوئی شفاعت نہ کروائیگا۔ یہ کہکر وہ پھر دھاڑوں رونے لگیں۔ اور پھر حاضرین کے دل کانپ گئے۔ آپنے فرمایا بیوی تمہارا کدھر خیال ہے۔ یہ تو بچوں کی شفاعت کا ذکر ہے تمہاری شفاعت اور سارے گنہگاروں کی شفاعت تو روز محشر کو میں کرواونگا۔ اور جب تک ایک ایک امتی کو فردوس بریں میں نہ بھجوالوں گا جنت میں نہ جاونگا۔ قیامت کے دن خدا فرمائیگا اے پیارے محمدؐ تو اتنا کیوں بے قرار ہے نہیں جسطرح یعقوبؑ کی ملاقات کی خوشی میں یوسفؑ نے مصر کے باشندوں کو اپنی غلامی سے آزاد کردیا تھا۔ آج میں تیرے دیدار کی فرحت میں تیری امت کے گنہگاروں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہوں۔ مولانا محمد جان قدسیؒ اپنی قبر سے یہ شعر پڑھتے ہوئے نکلیں گے؂

قدسی ندانم چوں شود سودا ے بازار جزا — او نقد آمرزش کف من جنس عصیاں در بغل

اور خواجہ میر اپنی گور سے نکلکر اور رسولؐ کے قدم پکڑ کر اپنا یہ شعر عرض کرے گا؂

از دست خود و پیر مغاں تا داخل آتش کنند — من آمدہ در میکدہ طومار عصیاں در بغل

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

دنیا کے مختلف مذاہب کی کتابوں کو شروع سے لیکر اخیر تک پڑھو۔ کسی کتاب
میں اس بات کا ذکر نہ ہوگا کہ یہ کتاب جس مذہب کی تعلیم و تلقین کرتی ہے۔ اس مذہب
کا نام کیا ہے۔ عیسائی۔ یہودی۔ مجوسی۔ بدھ۔ جینی۔ سکھ۔ آریا۔ وغیرہ مختلف فرقے
کسی نہ کسی کتاب کے پابند ہیں۔ لیکن یہ سب کتابیں اپنے مذہب کا نام بتانے سے ساکت
و صامت ہیں۔ جن ناموں سے مختلف مذاہب کے پیروان اب موسوم ہیں یہ وہ نام ہیں
جو انہوں نے بانیان مذاہب یا کتب مقدسہ کے ساتھ اپنے آپ کو منسوب کر کے
خود اپنے واسطے تجویز کر لیے ہیں۔ ورنہ انکی الہامی کتابوں نے انکے واسطے کوئی نام
تجویز نہیں کیا۔ تمام دنیا کی الہامی کتابوں میں صرف قرآن مجید ہی اس بات میں بھی
ممتاز ہے کہ اس نے خود ہی بتا دیا ہے کہ وہ جس مذہب کی تعلیم دیتا ہے اسکا نام اسلام
ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ (پ ۳۔ س۔ آل عمران ع۲)
دین حق تو خدا کے نزدیک ہی اسلام ہے اور بس۔ پھر دوسرے مقام پر قرآن کریم
فرماتا ہے ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من
الخسرین (پ۳ س آل عمران ع۹) اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کی تلاش
میں ہو تو خدا کے ہاں اسکا وہ دین مقبول نہیں۔ اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں
ہو گا *

لیکن اسلام کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ یہ وہی مذہب ہے جس کے پیرو ابو الانبیاء
حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے ماکان ابرھیم
یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما وماکان من المشرکین۔ (پ۳ س آل عمران ع۷)

ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ حنیف مسلم تھے اور مشرکوں سے بھی نہ تھے۔
اسی دین کے باعث حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لیئے اور اپنی اولاد و احفاد کے لیئے خدا سے دعا مانگی تھی۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ۔ (پ س البقرۃ ع ۱۵) اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنے مسلم بندے بنا۔ اور ہماری نسل میں سے ایک گروہ مسلم بندوں کا پیدا کر۔ اسی دین کی حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی۔ وَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (ایضاً رکوع ۱۶) اور اسی طریقہ کی نسبت ابراہیم اپنے بیٹوں کو وصیت کر گئے اور یعقوب بھی۔ کہ بیٹا اللہ نے تمہارے دین اسلام کو تمہارے لیئے پسند فرمایا ہے۔ پس تم مسلمان ہی مرنا۔

پس یہ دین اسلام جس کی حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تعلیم کرتے ہیں وہی ابراہیم کا دین ہے جو ابراہیم سے اُنکے بیٹوں اسمٰعیل اور اسحاق کو اور پھر انکے پوتے یعقوب کو پھر یعقوب کی اولاد کو اور آخر میں نسلاً بعد نسلٍ پیغمبر صاحب کو خدا کی طرف سے ملا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے اور وہ ہمیں کیا سکھاتا ہے۔
لغت عرب میں اسلام کے معنی انقیاد متابعۃ اور فرمانبرداری کے ہیں۔ اس بنا پر اسلام وہ دین ہے جو اپنے متبعین کو اطاعت و فرمانبرداری کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن شریف فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (پ۵ س النساء ع ۸) مسلمانوں اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور جو تم میں سے صاحب حکومت اور اختیار والے ہیں اُن کا بھی۔
یہ آیہ شریفہ اس امر پر روشنی ڈالتی ہے کہ اسلام کیسی اطاعت و فرمانبرداری کی تعلیم دیتا ہے

اسلام کی تعلیم و تلقین کا حاصل اصول اللہ کی فرمانبرداری اسکے رسولؐ کی فرمانبرداری اور اولوالامر کی فرمانبرداری ہے۔ادنےٰ غور سے معلوم ہوسکتا ہے کہ انسان کی شخصی نوعی جسمانی روحانی۔اخلاقی تمدنی ہر قسم کی فلاح و بہبودی اسی اطاعت وفرمانبرداری میں مرکوز ہے۔اگر ہر ایک شخص کو اسکی اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔اور خدا کی اور خدا کے رسولؐ کی اور اولوالامر کی فرمانبرداری کا جوا اُسکی گردن پرسے اُتار دیا جائے تو دنیا سے امن و امان اُٹھ جائے۔اور ہر فرد بشر کا مال جان عزت و عصمت معرض خطر میں رہے۔اور انسان اس قسم کی زندگی بسر کریں کہ اولٰئک کالانعام بل ھم اضل سبیلاً کے مورد و مصداق بن جائیں۔یہی اطاعت و فرمانبرداری ہے جس نے ہر شخص کی ذمہ داریوں کی حد نسبت مقرر کردی ہے۔اور انہیں افراط و تفریط کا نام جرم یا گناہ قرار دیا ہے اور اس کے لیئے تعزیر و وعید مقرر کی ہے۔اگر کوئی اپنی ذمہ داریوں کی حدبست سے تجاوز کرنا چاہتا ہے تو اطاعت و فرمانبرداری اسکو راہ راست پر لاتی ہے کل پیغمبر چونکہ اسلام کے پیرو تھے اس بنا پر ہر ایک نے اپنے پیرووں کو اسی اطاعت و فرمانبرداری کی ہدایت فرمائی۔اور قرآن شریف بھی اسی کی ہدایت فرماتا ہے۔

اسلام کے لفظ سے ایک لفظ سلم بھی نکلا ہے اور سلم اُس سیڑھی کو کہتے ہیں جس سے آدمی بلندی کی طرف چڑھتا ہے۔خدا نے اسلام کو اس غرض سے بھیجا ہے کہ اسکی پیروی سے ہم ہر قسم کی ترقی حاصل کریں اور بلند مراتب پر پہنچیں اسلام کا مدار تمام تر قرآن شریف پر ہے۔اور قرآن مجید میں مادی روحانی ملکی تمدنی تجارتی صنعتی ملک گیری ملک داری غرض ہر امر کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔قرآن شریف ایک طرف تو تبتل تام اور فنا فی اللہ کی تعلیم دیتا ہے کہ انسان روحانی کمال حاصل کر کے مسجود ملائکہ بنے۔دوسری طرف یہ فرماتا ہے کہ خدا نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (پ ۳۰ سورۃ التین) ہم نے انسان کو بہتر سے

بہتر ساخت کا پیدا کیا۔ تمدن کی مہمات اور دلجمعیہ انسان کی تمام ترقیاں منحصر ہیں انکی بنیاد یہ ہے کہ انسان یہ خیال کرے کہ وہ اعلیٰ ترین مخلوق ہے اور تمام کائنات میں جو کچھ ہے وہ اسی لیئے ہے کہ انسان اس سے متمتع ہو۔ قرآن مجید اسی اصل کی تعلیم و تلقین کرتا ہے۔ جسکا ارشاد اس آیہ شریفہ میں ہے کہ ہم نے انسان کی بناوٹ بہتر سے بہتر بنائی۔ قرآن شریف صرف روحانی کتاب ہی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کا ملکی اخلاقی اور تمدنی قانون بھی ہے۔ اسی کی پیروی سے مسلمان بدویت سے ترقی کرکے حکمران قوم بنگئے تھے۔ اور انکی فتوحات کا تانتا بندھ گیا تھا۔ علوم و فنون میں انہوں نے وہ کمال حاصل کیا تھا کہ غیر قومیں انکی خوشہ چیں بنیں۔ تجارت میں انکی ہمسری کی کسی کو مجال نہ تھی۔ صنعت و حرفت میں اب تک ان کے نمونے قابل تقلید سمجھے جاتے ہیں قرآن شریف کی پیروی نے مسلمانوں کو نامور و مقتدر اور تاریخی قوم بنادیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور انکے والد مکہ کے صنادید اور عمائد سے نہ تھے۔ مگر اسلام کی پیروی سے وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین بنے۔ جناب عمر بن خطابؓ ایک دفعہ حج سے واپس آتے ہوئے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہوگئے۔ کئی آدمی ساتھ تھے۔ مگر رعب کے سبب کسی کو جرأت نہ پڑتی تھی کہ وجہ دریافت کرے۔ آخر عبد الغنیہ نے جن کی آپ سے بیحد بے تکلفی تھی ٹہیرنے کی وجہ پوچھی۔ فرمایا خطاب کا بیٹا یہاں اونٹ چرایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اسکے باپ نے اسے یہاں جھڑکی بھی دی تھی۔ آج اسلام کی پیروی نے اُسے اس بلندی پر پہنچا دیا ہے کہ لاکھوں آدمی اسکے اشارے پر خون بہانے کو تیار ہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسلام اسلم ای دخل فی السلم سے ماخوذ ہے اور سلم کے اصلی معنی ہیں سلامت کے۔ اسلام سے ہی سلامتی نکلتی ہے جس نے حفاظت کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ پیروان اسلام کو دنیا وعقبیٰ کی مصائب و مصائب سے حفاظت

عطا ہوتی ہے۔ یہ بات ناممکن ہے کہ کوئی شخص پابند اسلام ہو کر موذی یا گندے امراض میں مبتلا ہو جائے۔ کسی بڑے شفاخانے میں جا کر دیکھو۔ وہاں ایسے بیمار بھی نظر آئینگے جو اس قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہونگے جن کا نام لینے کی تہذیب و متانت اجازت نہیں دیتی۔ اگر کوئی اُن سے پوچھے کہ وہ ایسی شرمناک اور گندی بیماریوں میں کیونکر پھنسے تو اُن کا جواب یہی ہوگا کہ اپنی شامت اعمال سے۔ اسلام کی پابندی ان بیماریوں سے محفوظ و مصئون رکھتی ہے۔ کوئی شخص اسلام کی پابندی سے حکام سے قانونی سزا نہیں پا سکتا۔ اسکا نظارہ جیلخانوں میں نظر آتا ہے تمام قیدیوں سے اُن کی سزایابی کی وجہ فرداً فرداً دریافت کرو تو تم اس نتیجے پر پہنچو گے کہ ہر شخص اسلام کی خلاف ورزی سے مستوجب سزا ہوا۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ کوئی تکلیف کسی شخص کو اسلام کی پابندی سے نہیں پہنچ سکتی۔ مسلمانوں پر جو ادبار کی گھٹا چھائی ہے اور وہ ہر قسم کی مصیبتوں کا آماجگاہ بنے ہوئے ہیں تو اسکی وجہ صرف یہی ہے کہ انھوں نے اسلام کی پابندی جسمیں انکی سلامتی مرکوز تھی چھوڑ دی۔ مسلمانوں کے ہاتھوں سے سلطنتیں نکلیں تو اسیوجہ سے۔ دولت گئی تو اسکا بھی یہی باعث ہے مسلمانوں کی جائدادیں کیوں تلف ہو رہی ہیں اور وہ کیوں روز بروز مفلس و قلاش ہو رہے ہیں۔ اسراف سے۔ خلاف شرع اور بیہودہ رسم و رواج کی پابندی سے آج مسلمان اسلام کی پابندی کا التزام کریں تو تلافی مافات ہو سکتی ہے۔ اور آئندہ کے واسطے تمام دُکھوں۔ دردوں۔ تکلیفوں اور مصیبتوں سے نجات مل سکتی ہے۔ ذٰلک الکتٰب لاریب فیہ میں ریب کے معنی ایک تو شک کے ہیں۔ اور دوسرے ہلاکت کے بھی ہیں۔ ان دوسرے معنی کی تائید ایک اور آیت سے بھی ہوتی ہے ام یقولون شاعر نتربص بہ ریب المنون۔ (پ ۲۷ س الطور ع ۲) کیا لوگ تمہاری نسبت کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں۔ اور ہم اسکے بارے میں زمانہ کی گردش یا موت کے

حادثہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ پس لاریب فیہ کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی ہلاکت نہیں۔ قرآن مجید اپنی نسبت فرماتا ہے کہ میری تعلیم میں کوئی ہلاکت کی راہ نہیں۔ جو شخص قرآنی تعلیم پر عمل کرے اسکو سلامتی اور حفاظت ملتی ہے اور وہ ہلاکت و عیبت سے محفوظ و مصئون ہو سکتا ہے +

اسلام کے معنی صلح و آشتی کے بھی ہیں۔ سلم اور سلم دونوں لفظ صلح کو چاہتے ہیں اسلام اپنے پیروؤں کو نہایت زور سے تاکید کرتا ہے کہ اپنے بیگانہ سے خویش اقارب دوست و دشمن سے غرضکہ تمام مخلوقات سے صلح و آشتی کیساتھ برتاؤ رکھیں۔ غور کرو۔ اسلام کی تعلیم کیسی اعلےٰ درجہ کی صلح و امن پسندی پر مبنی ہے۔ جسپر عمل کرنے سے تمام تمدن بے حد خوشگوار ہو جاتا ہے اسلام نے قیام صلح کے لئے اپنے متبعین کو حکم دیا ہے کہ غیر مذہب کے معبودوں کو برا نہ کہا جائے۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم (پ سورۃ الانعام ع) اور جو لوگ خدا کے سوا دوسرے معبودوں کو حاجت روائی کے لئے بلایا کرتے ہیں یعنی انکی پرستش کیا کرتے ہیں انکو برا نہ کہو کہ یہ لوگ بھی اپنی نادانی سے ناحق نادانی سے اللہ کو برا کہہ بیٹھیں گے +

کیسی اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم ہے کہ حق بات کہنے میں تبلیغ و اشاعت اسلام میں تہذیب و متانت کا پورا خیال رکھا جائے۔ قرآن مجید کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنا کوئی حکم بجبر نہیں منواتا۔ بلکہ اپنے ہر امر و نہی کے ساتھ دلائل و براہین بھی پیش کرتا ہے یہاں لاتسبوا کی دلیل یہ فرمائی ہے فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم اگر تم کسی کے بزرگ کو معبود کو برا بھلا کہہ بیٹھو گے تو وہ اس شتم کا جواب پتھر سے دیگا اور جہالت سے اللہ کو کوسنے لگیگا۔ خوب یاد رکھنا چاہیئے۔ اسلام دنیا میں صلح و آشتی قائم کرنا چاہتا ہے لیکن اگر کوئی موذی اسلام کے لیے پیدا ہو جائے تو اسکا عمدگی سے مقابلہ کرنیکی بھی اجازت دیتا ہے۔ قرآن شریف فرماتا ہے۔ وجادلھم بالتی ھی احسن (پ سورۃ النحل ع ۱۶)

اور انکے ساتھ بحث بھی کرو تو ایسے طور پر کرو وہ لوگوں کے نزدیک بہت ہی پسندیدہ ہو
پس ہمارے مناظرے غیر قوموں کے ساتھ اس قسم کے ہونے چاہئیں جن میں
خوبیاں ہی خوبیاں ہوں۔ فریق مخالف کو اُسکی غلطیوں پر متنبہ کیا جائے اور اُسکے
مقابلہ میں اپنی خوبیاں بیان کیجائیں۔ لیکن سب و تتم سے قطعی اجتناب کیا جائے
ایک مقام پر فرماتا ہے۔ ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ (پ س المؤمنون ع) اگر کوئی
شخص تمہارے ساتھ بدی کرے تو بدی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کرو کہ وہ دیکھنے میں
بہت ہی اچھا ہو۔ دوسرے مقام پر فرماتا ہے۔ ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ
ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم (پ س
حٰم السجدۃ ع) نیکی اور بدی برابر نہیں ہوسکتی۔ بُرائی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کرو کہ وہ
دیکھنے والوں کی نظر میں بہت ہی اچھا ہو۔ اگر ایسا کرو گے تو تم دیکھ لو گے کہ تم میں اور
کسی شخص میں عداوت تھی تو اب ایک دم سے گویا وہ تمہارا دلسوز دوست ہے +
غور کرو جب مخالفین کے ساتھ بھی ہمیں مدافعت میں خوبیاں مدنظر رکھنے کی تاکید
شدید کیگئی ہے تو دو مسلمانوں کے درمیان تباغض و تباعد اور منازعت و مخاصمت
کیونکر جائز ہوسکتی ہے؟ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ المسلم من سلم
المسلمون من لسانہ ویدہ۔ مسلمان تو اُسوقت کامل مسلمان ہوتا ہے جبکہ اُس کی
زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ و مصئون رہیں +

الغرض جسقدر سائنس اور فلسفہ کی تحقیقات نئی نئی باتیں دریافت کرتی جائے گی
اسلام کی بھی خوبیاں ہی خوبیاں منکشف ہوتی جائیں گی۔ خداوند تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے
کہ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ اس کی ہدایات پر عمل کریں۔ اور اس کے احکام کی پیروی
کریں۔ آمین +

نورالدین تاجر چرم گوجرانوالہ

دوسرے

معجزات الرسولؐ

معجزہ کی تعریف

معجزہ کے معنی "خرق عادت" ہیں۔ اگر یہ امر نبیؐ سے صادر ہو تو معجزہ کہلاتا ہے۔ اور ولی کی کرامت۔ مومن صالح سے کوئی بات خلاف عادت ظہور میں آئے تو اسکا نام معونت ہے اور اگر کافر سے ہو تو استدراج کہتے ہیں۔

حکماء کہتے ہیں کہ خرق عادت ناممکن ہے۔ اشاعرہ ہر وقت ممکن بتلاتے ہیں۔ معتزلہ کا اعتقاد ہے کہ کبھی کبھی ممکن ہے۔ لیکن اسکا فیصلہ مولانا روم رحہ نے بہت اچھا کر دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ عالم میں ایک انتظام (قانون قدرت) ہے۔ اگر یہ نہو تو انسان کسی کام کے لیئے بھی کوشش نہ کرے۔ جب علت ہی نہوگی تو اسباب کی تلاش کون کرے گا۔ لہذا انتظام قدرت علت ہے اور اسکے اسباب کی کوشش تلاش ہے۔

معجزہ صرف پیغمبر کو ہی عطا کیا جاتا ہے۔ اور اس سے مقصود یہ ہے کہ عوام پر اسکی برتری ثابت ہو۔ الہ العالمین پیغمبروں کے معجزوں سے انسانوں کے دلوں کو متاثر کر دیتا ہے۔ اور اسی وجہ سے لوگ ایمان لاتے ہیں۔ ہمارے حضور سرور کائنات صلعم (روحی فداہ) کو جو معجزے عطا فرمائے گئے وہ کل انبیائے ماسبق سے اعظم تھے۔ نکتہ اس میں یہ تھا کہ حضور انورؐ کی ذاتِ گرامی اور پیغمبران علیہم السلام کے مقابلہ میں اشرف تھی۔ لہذا آپکے معجزے بھی ایسے ہی ہونے لازمی تھے۔

معجزۂ قرآن

ملاحظہ فرمائیے۔ جب کفار عرب نے قرآن مجید سے انکار کرکے اس کو انسان کا کلام تبلایا تو حضور انورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں میں کثیر التعداد فصحاء و علماء موجود ہیں۔ بھلا ایک آیت تو اسکے مقابل کی بنوا لاؤ۔ تم سب

مجبور ہوئے۔ یحییٰ بن حکم اندلسی و ابن مقنع نے ہر چند کوششیں کیں کہ مثل قرآن مجید کے ایک کتاب مدون کریں۔ لیکن نہوا۔ خدائے تعالیٰ نے تو قرآن مجید آنحضرت صلعم کے واسطے خاصکر اُتارا تھا۔ پھر بھلا کیسے ممکن تھا کہ اُسکے مقابل کوئی لکھ سکتا۔ حالانکہ اُسکی زبان بھی عربی تھی۔ اور فصحائے عرب بھی ویسی ہی عربی بولتے تھے لیکن جو خوبی اُسمیں ہے وہ اُنکی زبان میں کہاں۔ یہ معجزہ تھا جو حضورؐ کو عطا فرمایا گیا +

معجزہ شق القمر چاند کا دو ٹکڑے ہونا۔ یہ ایسا بڑا معجزہ ہے کہ انبیائے ماسبق میں کسی پیغمبر سے صادر نہیں ہوا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اقتربت الساعة وانشق القمر +

کفار قریش نے حضورؐ سے کہا کہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کر دیجے حضورؐ نے آسمان کی جانب اشارہ فرمایا اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا بدقسمت ازلی کفار بولے کہ نعوذ باللہ حضورؐ نے جادو کیا۔ ایک نے کہا اگر یہ جادو ہے تو مکہ معظمہ تک ہی رہیگا۔ لیکن اُنکا یہ قول بھی غلط ٹھیرا۔ اطراف و جوانب کے لوگ آئے تو انہوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی۔ اگر کوئی شخص اس واقعہ سے انکار کرے تو اُسے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ معجزہ ایسی چیز نہیں جسپر بحث عقلی کیجائے۔ وہ تو دکھلایا ہی یوں جاتا ہے کہ لوگ نبی کی قوت سے عاجز ہو جائیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر یہ معجزہ حضورؐ کا صحیح ہے تو تمام عالم نے کیوں نہیں دیکھا؟ اس کے بہت سے جواب ہو سکتے ہیں:-

۱- یہ معجزہ شب کو ہوا۔ وہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ بعض شخص جاگتے ہیں اور اکثر سوتے ہیں۔ لہذا جو بیدار رہتے اُنہوں نے چاند کا شق ہونا دیکھا +

۲- جاگنے والے بھی گھروں میں مشغول رہتے ہیں۔ کوئی کچھ کرتا ہے کوئی کچھ ایسا تو ہوتا نہیں کہ چاند کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہیں +

۳- چاند دفعتًہ دو ٹکڑے ہوا جس طرح بجلی آناً فاناً کوند جاتی ہے +

۴۔ اگر سب نے نہیں دیکھا تو معجزے میں کیا نقص آیا۔ دکھلانا اور قائل کرنا تو کفار عرب کا تھا نہ کہ تمام دنیا کا۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا معجزہ "پہاڑ سے چشمہ کا جاری ہونا" تمام عالم کے واسطے نہ تھا بلکہ مقصود اُس سے اُن کی امت کا سیراب کرنا تھا۔

۵۔ نظام عالم یوں ہے کہ ایک ہی وقت تمام دنیا میں رات نہیں ہوتی۔ مثلاً امریکہ میں رات ہوتی ہے جب ایشیا میں دن ہوتا ہے۔ لہذا وہاں کے باشندے بالکل اس سے ناواقف رہے ہوں گے۔

۶۔ بعض بعض مقامات میں چاند کم طلوع ہوتا ہے۔ یا وہاں اُسوقت چاند گرہن ہی اسکے علاوہ اور بھی جوابات ہوسکتے ہیں۔ پس یہ رکیک شبہ کرنا کہ اوروں نے کیوں نہ دیکھا صرف بدبختی کی دلیل ہے۔

حیوانات کا اطاعت کرنا

جس طرح انسانوں نے حضور انورؐ کی نبوت کی تصدیق کی۔ ویسے ہی حیوانات بھی مطیع و فرمانبردار ہوئے۔ چنانچہ اصحاب تحقیق فرماتے ہیں کہ جناب اقدسؐ کی حکومت حیوانوں پر مثل انسانوں کے ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایکدن ایک انصاری نے آکر شکایت کی کہ میرے پاس ایک اونٹ ہے جسپر میں پانی لادکر لاتا تھا۔ اب وہ شوخی و شرارت کرتا ہے۔ اور بغیر پانی کے زراعت خشک ہوئی جاتی ہے۔ جناب رسالت مآب صلعم یہ سُنکر مع اصحابؓ اُس بزرگ کے ساتھ تشریف لے گئے۔ اونٹ باغ کے ایک کونہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اُسے دیکھکر انصاری نے کہا کہ یہ آدمیوں پر حملہ کرتا ہے۔ حضور انورؐ اسکے قریب تشریف نہ لیجائیں۔ حضورؐ نے فرمایا بفضل خدا مجھے اس سے کوئی خوف نہیں۔ اب شان الٰہی ملاحظہ فرمایئے کہ جب اونٹ کی نظر حضور والا پر پڑی فوراً ہی اُسنے سجدہ کیا۔ اور ساری شرارت اُس کی کافور ہو گئی۔ اصحاب الاتبارؓ نے فرمایا کہ جب یہ حیوان حضورؐ کو سجدہ کرتا ہے تو ہم کیوں نہ کریں۔ حضورؐ نے جواب دیا کہ کسی انسان کے واسطے دوسرے انسان کو

سجدہ کرنا درست نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو میں عورتوں کو اُنکے شوہروں کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا۔ ملاحظہ فرمائیے کہ حضورؐ دنیا میں وحدت کا وعظ فرمانے تشریف لائے تھے۔ اور آپکے ہر فعل و قول سے یہی اظہار ہوتا ہے۔ حضورؐ نے اپنے آپکو عبداللہ خدائے برحق کو معبود انسانوں سے کہلوایا۔ وائے برحال اُن متعصبین کے کہ کلام اللہ شریف کو حضورؐ کا کلام کہیں اور آپکے کوائف پر اعتراض کریں۔

حضرت امام احمدؒ بحوالہ حضرت ابوسعید خدری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی چرواہے کی بکری ایک بھیڑیا پکڑ کر لے چلا۔ وہ شخص اُسکے پیچھے بھاگا اور بکری بھیڑیئے کے منہ سے کھینچ لایا۔ فوراً بے زبان جانور بحکم خدائے پاک بولا کہ ظالم تو خدائے مطلق سے نہیں ڈرتا جو میرے رزق کو منہ سے چھینتا ہے۔ چرواہا نہایت متعجب ہو کر اسے کہنے لگا۔ خدا کی عجیب شان ہے کہ حیوان باتیں کرتا ہے۔ بھیڑیئے نے کہا تعجب کی کیا بات ہے۔ اس سے زیادہ عجیب تو یہ امر ہے کہ آنحضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہدایت کیا لوگوں کو کرتے ہیں اور وہ بدبخت نہیں مانتے۔ چرواہا یہ سنکر اپنے ریوڑ کے حضور انور کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ اور سارا حال گزارش کیا اور بعد ازاں دولت ایمان سے مشرف ہوا۔

حدیث شریف مشہور ہے کہ جناب رسالتمآب صلعم ایک مرتبہ مع اصحاب تشریف رکھتے تھے۔ اسی اثنا میں ایک عرب شکار کی ہوئی گوہ آستین میں لیکر گزرا اور حضورؐ کو دیکھکر دریافت کیا کہ آپ کون ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا۔ رسول خدا۔ وہ کہنے لگا کہ اگر یہ گوہ آپ کی رسالت گواہی دے تو ایمان لاؤں۔ حضور انورؐ نے گوہ سے کہا تو کس کی عبادت کرتی ہے۔ اُس نے کہا خدائے تعالیٰ کی۔ پھر دریافت فرمایا۔ میں کون ہوں۔ جواب دیا۔ پیغمبر خدا۔ جس شخص نے آپ کی تکذیب کی وہ جہنم میں داخل ہوا اور جو ایمان لایا۔ اللہ تعالیٰ اُسکو جنت عطا فرمائیگا۔ عرب یہ معجزہ دیکھکر بصدق دل مسلمان ہوا۔

نباتات کا اطاعت کرنا

جس طرح حیوانات حضور رسول مقبول صلعم کی اطاعت کرتے تھے ویسے ہی نباتات نے بھی کی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ جب حضور انور پر وحی نازل ہوئی تو جس درخت اور پتھر کے پاس سے گزرتے تھے وہ السلام علیک یا رسول اللہ کہتا تھا۔ ترمذی شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت ہے کہ مکہ معظمہ میں حضور انور جب باہر تشریف لے گئے تو راہ میں جو درخت ملتا السلام علیک کہتا۔

میں نے اس مضمون میں حضور انور صلعم کے چند معجزات کا ذکر کیا ہے۔ اہل بصیرت کے واسطے یہ بھی بہت ہیں۔ ہم لوگ جو حضور کی امت کہلاتے ہیں۔ ایسی بے خبری کی حالت میں مبتلا ہیں کہ سوائے کھانے پینے اور جھوٹ بولنے کے دوسری فکر نہیں رکھتے۔ لغویات سے اتنی فرصت نہیں کہ تھوڑی دیر کو اپنے بزرگ ہادی صلعم کے سوانح عمری دیکھیں۔ اور ان دانشمندانہ کوائف پر عمل کرنے کا دھیان کریں۔ افسوس۔ خدائے تعالیٰ تصدق سے حضور صلعم کے ہمارے اوپر رحم فرمائے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

وہ ایک چراغ ہدایت خانۂ جہاں میں منیر — مثالِ شمس منور ضیا میں عالمگیر
نہیں۔ یہ بلکہ سراجِ منیر ہے وہ نور — کہ جس کی لو سے ہے لوح و قلم تلک تنویر

الٰہی! جس گھڑی برپا ہو حشر کا غوغا
لوائے حمد کے سایہ میں ہو مری جاگیر

محمد شفیع الدین خاں مرادآبادی

خط و کتابت کرتے وقت اپنے نام اور پتے کے ساتھ اپنا نمبر خریداری بھی دیا کیجے ورنہ جواب نہ مل سکیگا۔

(منیجر)

تحفہ

کرامات اصحاب الرسولؐ رضؓ

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم جو ایک نور مجسم انسانی دنیا کی ہدایت کیلئے اس عالم میں تشریف لائے تھے۔ آپ کی فراست تو اسقدر بڑھی ہوئی تھی کہ تمام دنیا و آخرت کے حالات آپ پر روشن تھے چنانچہ خود اسکو ظاہر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔ علمت علم الاولین والآخرین یعنی مجکو اگلے پچھلے تمام لوگوں کا حال معلوم ہے۔ چونکہ آپ کی خاص صفت یہ تھی کہ سراجاً منیرا آپ کی شان میں فرمایا گیا ہے۔ یعنی چراغ روشن اور ظاہر ہے کہ ایک چراغ سے لاکھوں کروڑوں چراغ روشن ہو سکتے ہیں۔ یہی تو وجہ تھی کہ آپکے اہل بیت و اصحاب میں وہ نور محمدی جلوہ افروز تھا۔ اور انکے ذریعہ سے وہ نور محمدی قیامت تک قلوب روشن کرتا چلا جائے گا اسی وجہ سے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ۔ یعنی فراست مومن سے ڈرتے رہو۔ وہ اللہ کے نور سے دیکھ لیتا ہے۔ چنانچہ اہل بیت و اصحاب رسول بڑا ہی نور کی برکت سے مثل آپکے تمام عالم روشن تھا۔ آج ہم اصحاب رسولؐ کی کرامتیں اور انکے روحانی تصرفات کو ہدیہ ناظرین کرتے ہیں +

حضرت صدیق اکبرؓ کی فراست اسقدر بڑھی ہوئی تھی کہ آپ صحبت رسولؐ سے نور مجسم ہو گئے تھے۔ اور سب کام آپکے سنت رسولؐ کے موافق ہوتے تھے انتقال سے پہلے جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے ہیں تو آپنے اپنی اولاد کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا۔ اور فرمایا کہ جو کچھ میرا سرمایہ ہے انہیں میرے فرزند اور بیٹیاں شریک ہیں سب کو بحصہ شرعی تقسیم کر دینا۔ حضرت عائشہ رضؓ حیران ہوئیں کہ میری تو ایک بہن ہے۔ تیسری کہاں ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ تمہاری والدہ کو حمل ہے

سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ لڑکی ہے۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد لڑکی ہی پیدا ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت خود حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے اِنَّ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ مُحَدَّثِیْنَ وَاِنَّ فِیْهِمْ عُمَرُ۔ یعنی بیشک اس امت میں کثرت سے ایسے لوگ ہوں گے جنکو الہام ہوگا اور یقیناً ان میں سے عمرؓ ہیں +

آپ کے واقعات بکثرت ایسے ہوئے ہیں کہ آپ پوشیدہ خبریں بیان کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اصابہ میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ خطبہ کی حالت میں فرمانے لگے یا ساریۃ الجبل۔ یعنی اے ساریہ تم پہاڑ پر چڑھ جاؤ۔ آپ کی آواز اصفہان پہنچی لشکر اسلام نے آپ کی آواز سنی اور اس پر عمل کیا۔ اور فتحیاب ہوئے۔ چنانچہ حضرت ساریہؓ نے اس فتح کی خوشخبری کے لیے ایک شخص کو بھیجا۔ آپ نے حالات دریافت کیے۔ اس نے عرض کیا۔ یا امیرالمومنین ہمکو ہزیمت ہو چلی تھی۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ ہم نے آواز سنی کہ اے ساریہ پہاڑ پر چڑھ جا تین بار یہ آواز آئی۔ پس ہم نے پہاڑ کو اپنی پشت پر کر لیا۔ خدا نے لشکر کفار کو ہزیمت دیدی +

جب خطبہ کی حالت میں آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہیں تو حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علی مرتضیٰؓ سے دریافت کیا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا تم عنقریب معلوم کر لوگے۔ چونکہ آپ مبدأ ولایت تھے آپ پر بھی یہ روشن ہوا +

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فراست اسقدر بڑھی ہوئی تھی کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آنے مگر راستہ میں ایک غیر عورت کا بوسہ لیلیا تھا۔ جسوقت آپکی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہاں سے وہ شخص اٹھ جائے۔ جس سے زنا کی بو آتی ہے +

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شان تو اس فراست کے بارے میں ارفع و اعلیٰ تھی کیونکہ آپ سے بکثرت خوارق سرزد ہوئے ہیں۔ ایک روایت لکھتا ہوں۔ ایک روز

صبح کی نماز کے بعد دار الخلافہ کوفہ کی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپنے ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں محلہ میں جاؤ۔ وہاں فلاں گھر شب میں جھگڑا ہوا ہے۔ ان دونوں مرد و عورت کو بلا لاؤ۔ چنانچہ جب وہ حاضر ہوئے تو آپنے فرمایا کہ رات کیا قصہ تھا۔ اس شخص نے کہا آج میرا نکاح اس عورت سے ہوا تھا جب میں اسکے پاس گیا تو مجھے سخت نفرت ہو گئی میں نے چاہا کہ طلاق دیدوں۔ اسوجہ سے اس عورت کو غصہ آیا اسبات پر جھگڑا ہوتا رہا۔ آپنے اس عورت کو مخاطب کرکے فرمایا کہ میں جو کچھ دریافت کروں۔ تم سچ کہنا۔ تم کو شروع جوانی میں اپنے چچا کے بیٹے سے محبت تھی۔ اور اسکو بھی تم سے محبت تھی۔ مگر تمہارا باپ اس سے شادی کرنا نہیں چاہتا تھا آخر ایک شب تم دونوں ملحدہ رہے۔ اور تم کو حمل ہو گیا۔ بچہ پیدا ہوا تم نے اسکو کپڑے میں لپیٹ کر دیوار کے نیچے پھینکدیا۔ اتنے میں ایک کتا آیا اور اسکو سونگھنا چاہا۔ تم نے ایک پتھر کتے کے مارا وہ اسکے نہ لگا۔ بلکہ بچے کے لگا اور خون بہنے لگا۔ تم نے فوراً اپنا پائجامہ پھاڑ کر اسکے سر پہ باندھا۔ اور اسکو چھوڑ کر تم چلی آئیں۔ یہ جو میں نے بیان کیا تم اسکی تصدیق کرتی ہو۔ اسنے کہا بیشک ایسا ہوا تھا۔ پھر آپنے فرمایا کہ اس بچے کو ایک سوداگر اٹھا لے گیا۔ اور اسنے اسکی پرورش کی۔ اس عورت نے عرض کیا۔ پھر اب وہ کہاں ہے آپنے فرمایا۔ وہی لڑکا ہے جسکے ساتھ تم نے نکاح کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ ہوا کہ اس لڑکے سے یہ گناہ سرزد ہو کہ اپنی ماں سے نکاح کرے۔ عورت نے عرض کیا جو جنابنے ارشاد فرمایا سب سچ ہے مگر کوئی ایسی دلیل اور چاہتی ہوں کہ مجھے اطمینان ہو جائے آپنے فوراً اس شخص کے سر برہنہ کرنیکا حکم دیا۔ جب سر کھلا تو ... نشان پتھر کا تھا۔ وہ عورت پیروں پہ گر پڑی۔ اور اپنے لڑکے کو لیکر ... حضرت امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالبؓ سے بہت سے واقعات ... سرزد ہوئے ہیں ॥

ایک بار آپ وقت کربلا میں پہنچے تو آپنے ادہر ادہر نظر کی اور آپ آبدیدہ
ہوئے۔ لوگوں نے اسکا سبب دریافت کیا۔ آپنے فرمایا یہاں ایک قوم شہید ہوگی
جو بے حساب جنت میں جائیگی۔ اور جو لوگ ان کو شہید کرینگے وہ زندہ دوزخ واصل ہونگے
چنانچہ جناب امام حسین علیہ السلام کا واقعہ کربلا میں ہی ہوا +

جہجاہ غفاری جسنے حضرت عثمان غنی کا عصا مبارک جو آنحضرت کا تھا انکی
گھٹنے سے توڑا تھا اسیوقت ٹانگ میں آکلہ کی بیماری ظاہر ہوئی۔ اور آخر مر گیا حضرت
عمر کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ آپنے دریافت فرمایا کہ تیرا کیا نام ہے اس نے
عرض کیا۔ جمرہ۔ آپنے فرمایا تمہارے باپ کا کیا نام ہے۔ اس نے عرض کیا۔ شہاب
آپنے فرمایا کس قبیلے سے ہو۔ اس نے عرض کیا۔ حرقہ۔ آپنے فرمایا تمہارا مکان
کہاں ہے۔ اس نے عرض کیا۔ حرہ میں۔ آپنے فرمایا کس محلہ میں۔ اس نے عرض کیا
ذات لظی میں۔ آپنے فرمایا۔ جاؤ تم اپنے گھر کو سنبھالو وہاں آگ لگ گئی۔ اور وہ
شخص بھاگ کر اپنے گھر پہنچا تو دیکھا کہ جل گیا تھا +

حضرت حارث بن مالک انصاری سے ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہا کہ تم نے کس حالت میں صبح کی؟ انہوں نے کہا صبحت مؤمنا
یعنی میں نے صبح کی اس حالت میں کہ میں سچا مومن تھا۔ آپنے فرمایا ہر قول کی ایک
حقیقت ہوتی ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ
دنیا سے بے رغبتی ہے۔ شب بیداری کرتا ہوں۔ دن میں روزہ رکھتا ہوں اب یہ
لوح محفوظ کو دیکھتا ہوں۔ اپنے رب کے عرش پر ہر وقت نظر پڑتی ہے اہل
جنت میں جنتیوں کی فریاد سنتا ہوں۔ یہ سنکر حضورؐ نے فرمایا یہ
ہے اللہ تعالی نے اسکے قلب کو منور کر دیا ہے +

رضی اللہ تعالی عنہ۔ آپ کی شہادت سے پہلے آپ کو نہانے کی

ضرورت ہوئی آپنے اُس شخص سے جسکی حراست میں تھے فرمایا کہ پانی دیدو تاکہ میں غسل کروں۔ بس آج ہی تمہیں تکلیف دیجاتی ہے۔ اُس نے کہا مجھے یہ خیال ہے کہ تم پیاسے قتل کیئے جاؤگے۔ اسیوقت آپنے دعا کی۔ آپ کا دعا کو ختم کرنا تھا کہ بادل آیا اور خوب مینہ برسا۔ آپنے اپنی ضرورت کے موافق پانی لے لیا۔ انکے دوستوں نے عرض کیا کہ ہماری نجات کیلئے دعا کیجئے۔ آپنے دعا کی کہ خدایا جو ہمارے لیئے بہتر ہو وہ کر۔ چنانچہ دوسرے روز شامیوں نے انکو اور اُنکے ساتھیوں کو شہید کر دیا ۔

حضرت حنظلہ بن حذیم تمیمی کے والد حذیم اُن کو لیکر حضور سرور عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا یارسول اللہ اس کے اور بھائی تو ڈاڑھی موچھ والے ہیں۔ یہی سب سے چھوٹا ہے۔ آپنے اُنکے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا بارك الله فيك۔ راوی کہتا ہے پھر تو حضرت حنظلہ کی یہ حالت تھی کہ جس کسی شخص کے چہرے پر ورم ہوتا یہ اپنے ہاتھ پر لب لگاتے اور سر پر پھیرتے۔ پھر اُس ورم پر پھیر دیتے وہ اچھا ہو جاتا تھا یہ ایسا نسخہ اُن کے ہاتھ آیا کہ اسکی برکت سے سیکڑوں مریض اچھے ہو جاتے تھے ۔

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبد العزٰے بن ریاح القرشی۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپکے والد زید بڑے موحد تھے دین کی تلاش میں بہت سفر کیئے کئی راہبوں کے پاس گئے۔ سبنے انکو نصرانیت کی طرف بُلایا۔ اُنھوں نے کہا تمھارے مذہب میں اور قریش کے مذہب میں کیا فرق ہے۔ تم بھی خدا کا شریک بتاتے ہو اور وہ بھی آخر اُس نے کہا کہ جس مذہب کی تم کو تلاش ہے وہ عنقریب مکہ میں ظاہر ہونے والا ہے۔ چنانچہ یہ مکہ میں آگئے۔ اور دیوار کعبہ کے پاس بیٹھکر تقریر کیا کرتے تھے کہ میں ملت ابراہیمی پر ہوں۔ اور بتوں کی قربانی کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ جب آنحضرت مبعوث ہوئے تو حضرت سعید آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یارسول اللہ آپ کو میرے والد کے خیالات معلوم ہی ہیں کہ وہ موحد تھے۔ کیا میں اُنکے لیئے استغفار کروں۔ آپنے

فرمایا۔ بیشک استغفار کرو۔ وہ قیامت کے روز موحدین میں مبعوث ہونگے۔

مروان کے زمانہ میں حضرت سعید بن زید پر ایک عورت نے دعوے کیا کہ سعید نے میری زمین میں تصرف کر لیا ہے۔ آپ کو مروان نے بلایا۔ اور اس عورت کے دعوے کا حال بیان کیا۔ آپنے فرمایا میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ جو شخص کسی کی زمین ایک بالشت بھی دبا لے گا تو قیامت کے روز اسیقدر سات زمینوں کا طوق اسکی گردن میں ڈالا جائیگا اُسوقت آپنے بددعا کی۔ خدایا اگر وہ جھوٹی ہے تو اُسکی موت نہ آئے جب تک کہ وہ نابینا نہ ہو جائے اور وہ کنوئیں میں گر کر مر جائے۔ راوی کہتا ہے کہ چونکہ اس عورت نے جھوٹا دعوے کیا تھا۔ انجام یہی ہوا کہ وہ عورت نابینا ہو گئی اور کنوئیں میں گر کر مر گئی۔ بقول شخصے ؎

پروانہ ازاں سوخت کہ بر شمع برافتاد   با سوختگاں ہر کہ درافتاد برافتاد

حضرت امام حسنؓ کی قبر مبارک پر ایک شخص نے رفع ضرورت کی۔ اُسیوقت وہ کتے کی بولی بولنے لگا اور اسی حالت میں مر گیا۔

حضرت خالد بن ولید جب حرہ پہنچے تو زہر کی شیشی اُن کے سامنے آئی۔ اُسکو آپنے اپنے ہاتھ پر رکھا۔ اور بسم اللہ پڑھی اور پی گئے۔ کچھ بھی اثر نہوا۔ اسیطرح ایک شخص شراب کی مشک بھرے لیئے جاتا تھا۔ آپنے اُس سے دریافت کیا۔ اِسمیں کیا ہی اُسنے کہا کہ سرکہ ہے۔ آپنے فرمایا۔ خدایا اِسے سرکہ ہی بنادیجیو۔ دیکھا تو سرکہ تھا اِسیطرح ایک شخص شراب کی مشک لیئے جاتا تھا۔ آپنے فرمایا۔ خدا کرے یہ شہد ہو جائے خدا کی شان مشک جو کھولی تو شہد تھا۔

ملک عرب میں جب قحط پڑا ہے یہ حضرت عمرؓ کا زمانہ تھا۔ چند بار حضرت عمرؓ نے استسقاء کی نماز پڑہی۔ آخر کعب بن احبار نے عرض کیا کہ بنی اسرائیل تو انبیاءؑ کے رشتہ داروں کے وسیلے سے دعا مانگا کرتے تھے۔ آپ بھی ایسا ہی کیجئے۔ حضرت عمرؓ حضرت

عباسؓ کو لیگئے۔ یہ بہت بوڑھے ہوگئے تھے۔ اول حضرت عمرؓ نے خطبہ پڑھا۔ بعد حضرت عباسؓ کا ہاتھ پکڑ کے دعا مانگی کہ خدایا تو اپنے محبوبؐ کے عم بزرگوار کے طفیل سے مینہ برسادے۔ اسکے بعد حضرت عباسؓ نے دعا کی کہ خدایا قوم نے میرا وسیلہ کپڑا ہے۔ اسکی لاج تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اب رحم فرما۔ اور مینہ برسادے۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عباسؓ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ چاروں طرف سے ہوائیں چلنے لگیں۔ اور بادل آئے اور خوب مینہ برسا +

حسان بن ثابتؓ نے ایک قصیدہ حضرت عباسؓ کی تعریف میں پڑھا۔ اور لگے اُن کے ہاتھ پیروں کو بوسہ دینے لگے + یہ تھے تصرفات اصحاب رسولؐ کے + +

حضرت انس بن مالکؓ خادم رسولؐ کے لیئے آنحضرتؐ نے مال و اولاد کی برکت کی دعا دی تھی۔ حضرت انس بن مالکؓ فرمایا کرتے تھے۔ ایک سو پچیس (۱۲۵) اولادیں میں اپنی دفن کرچکا ہوں (زندوں کا اسی پر قیاس کرلیا جائے) ایک بار ان کے غلام نے آکر کہا کہ آپکا کھیت جلا جاتا ہے۔ پانی نہیں برستا۔ آپ اُسیوقت مصلے لیکر باہر آئے۔ اور دو نفل پڑھے۔ اور دعا کی اُسیوقت پانی برسنا شروع ہوا۔ مگر اُنکے ہی کھیت میں برسا +

حضرت ثابت بن قیس انصاریؓ عجب شان کے بزرگ تھے۔ بڑے فصیح و بلیغ تھے۔ خطیب انصار کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ حضور سرور عالمؐ کے ساتھ کئی غزوات میں شریک ہوتے تھے۔ یوم الیمامہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی خلافت میں شہید ہوئے۔ جب یہ شہید ہوگئے ہیں۔ تو اُن کی درع ایک صاحب لیگئے۔ اُنہوں نے ایک صحابی سے خواب میں آکر فرمایا کہ فلاں شخص ہماری درع لیگیا ہے۔ فلاں جگہ اُس کا قیام ہے۔ تم جاؤ اور اُس سے وہ درع لے آؤ۔ اور میرا اس قدر مال ہے۔ اسکو میرے عزیزوں پر تقسیم کردینا۔ اور خلیفہ رسول اللہؐ کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا اور میری اس وصیت کی اطلاع کردینا۔ اور تم اس خواب کو احلام نہ سمجھنا۔ یہ میں تم سے دقعی

گئے ہوں۔ اسپر تم کو عمل کرنا ہوگا۔ جب وہ بیدار ہوئے تو اُسی پتے پر اُس شخص کے پاس گئے۔ اور اُس سے درع لے آئے۔ اور حضرت ابو بکر الصدیق رضی کی خدمت میں ان کا سلام پہنچایا۔ اور وصیت کا مضمون بیان کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اُن کی وصیت کے موافق عمل کیا۔ سچ ہے شہدار زندہ ہیں۔ جیسا جناب باری ارشاد فرماتے ہیں۔ لَا تَقُولُوا اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ۔ یعنی شہدار کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں۔ خدا کے دربار سے انکو رزق ملتا ہے +

جب شہدار کی یہ حالت ہو تو جو لوگ جہاد اکبر کرتے ہیں۔ یعنی نفس کی اصلاح کرتے ہیں اور اسکو خصائل رذیلہ سے صاف کرتے ہیں ان کا مرتبہ تو ان سے بھی بڑھکر ہے ان کی موت کو کیسے موت کہہ سکتے ہیں۔ بقول شخصے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

انک میت وانہم میتون سے یہی معنی ہیں کہ حضور سرور عالم خصائل رذیلہ سے صاف تھے۔ اور آپکے متبعین بھی ایسے ہی تھے۔ چنانچہ مختصر حالات انکے آپ ملاحظہ فرما چکے۔ اب میں تخفیف تصدیعہ کرتا ہوں ۔۔ والسلام

فرید احمد عباسی

رسول نمبر

میں ربیع الاول اور ربیع الثانی دونوں ماہ کے پرچے شامل کر دیے گئے ہیں جس طرح پہلے صفر اور ربیع الاول کے پرچے ساتھ نکلا کرتے تھے۔ لہذا

ربیع الثانی کا کوئی پرچہ علیحدہ شائع نہ ہوگا +

براہ کرم مطلع رہیے اور ربیع الثانی نمبر کے لیے کبھی خط نہ لکھیے ++

منیجر نظام المشائخ دہلی

تحفہ

لوح مزار حضرت بلالؓ

اے وہ جسکے آنکھیں نہیں ہوتیں مگر چشم محبت کہوانے کو موجود۔ جو عقل وہوش کی بینائی کے لیے نیل کی سلائی لیکن سرمۂ بصارت و بصیرت کے نام سے مشہور ہے میں تیری آنکھ کے ہم بے نشانی سے اپنے درس عشق کی بسم اللہ شروع کرتا ہوں۔ مجکو ع۔ش۔ق کی ابجد پڑھا۔ اور ازل و ابد کے محیط مکتب میں جگہ دے ٭

حرف عین کے بعد غیریت کا غین سامنے نہ لا۔ شوریدگی شین میں پہنچا۔ قند قاف کی مٹھاس چکھا۔ تاکہ نمکینی و شیرینی کے ذائقے لذت غنیمت مرحمت کریں۔ اور میں دیکھوں کہ تربت بلالؓ پر یہ کیا مخفی الفاظ لوح مستور پر مسطور ہیں۔ دیکھ لیا۔ دیکھ لیا۔ پڑھ لیا۔ پڑھ لیا۔ لکھا ہے ٭

"یہ بلالؓ حبشی کا مرقد ہے۔ جو ایک کے غلام اور سب کے آقا تھے۔ اس قبر میں ایک کالی مورت سوتی ہے جس نے سب کالے گوروں کو جگایا تھا۔ یہاں ایک مؤذن آرام کرتے ہیں۔ جن کی یاد میں دنیائے اسلام کی ہر اذان بے آرام ہے ٭

اس نمک کے ڈھیر کو جس پر ریشمی غلاف پڑا ہوا ہے مٹی کا انبار نہ سمجھ کہ اسکے اندر اکسیر کی چٹکی مدفون ہے۔ اس گنبد مختصر کی جسامت ظاہری پر نہ جا کہ اسی آنکھ کی پتلی کے اندر نور بطون ہے ٭

یہاں وہ ہے جو خدا کے مؤذن کو جگاتا تھا۔ پچھلی رات کی چپ چاپ اندہیریوں میں نعرہ اللہ اکبر لگاتا تھا۔ شب تار کے سناٹے اسی کی صدائے سرشار سے بیدار ہو کر لڑکھڑاتے ہوئے اپنے گھر جاتے تھے۔ صبح صادق کا نور اسکے دیدار کی خاطر نمودار ہوتا تھا۔ روشن ستاروں کی صفیں اسی کی ھُو سے درہم برہم ہوتی تھیں ٭

یہاں وہ کفن کی چادر تانے پڑا سوتا ہے جس کی آنکھیں زندہ ولے کو دیکھتی تہیں جسکی توتلی زبان کسی فصیح و بلیغ کی شیریں گفتاری سے ہمکلام ہوتی تہی جس کو یا بلالؓ کہا جاتا تہا۔ جو اشہد ان رسول اللہ کے درمیانی لفظ کو نمازیوں کے سامنے پڑہتا تہا جو نماز میں اپنے آگے ایک امام کو دیکھتا تہا۔ وہ امام جو اُسکے دل و جان کا امام تہا وہ ایمان کا امام تہا۔ دونوں جہان کا امام تہا۔

اس قبر میں وہی بلالؓ ہیں جنہوں نے زلفوں والے حسن حسینؑ کو دیکھا جنہوں نے پیارے علیؓ ولیؓ کو زمین کو دیکھا۔ جنہوں نے صدیق اکبرؓ کی بیوفائی کی کملی دیکھی جن کی نظروں سے جلال فاروقؓ گزرا۔ جو شرمیلے عثمان غنیؓ کے ہم جلیس رہے۔

یہی وہ بلالؓ ہیں جنکے سینے پر مدینے کے ایک شکاری تیرانداز نے ایسا تیر چلایا کہ مرتے دم تک اسکی نوک کھٹکتی رہی۔ اور کسی طرح نہ نکلی۔ یہ اُسی غریب کشتہ ناز و ادا کی تربت ہے جسکو لالہ زار دیکھکر ہاشم کی اولاد میں کسی شخص نے برچھی مار کر گرا دیا۔ ابو جہل اور ابو لہب جیسی سونے کی چڑیاں چھوڑ کر بیچاری کوئل کو دام میں پہنسا لیا۔ جو موسم برسات کاٹنے اس باغ میں آئی تھی۔ اور ابر کی بہاریں دیکھکر کچھ دن رہنے کی ٹہیر ائی تھی۔ اسے خبر نہ تھی کہ اس دیس میں مسافروں کو دام گیسو میں اسیر کر لیا جاتا ہے۔ وہ کیا جانتی تھی کہ ان فِ الیل میں شہباز چھپا بیٹھا ہے۔

دیکھو اس گھر میں ایک عاشق مہجور کی لاش رکھی ہے جسکو قاتل نیم بسمل کر کے اپنے گھر چلا گیا۔ جسے سسکنے تڑپنے پر اسکو ترس نہ آیا۔ اُسکو خنجروں سے حلال کیا ہے۔ ابرو تلواریں چلائی گئی ہیں۔

اس مقتول سے نہ پوچھو۔ یہ اب بھی اُسی ہاشمی کا کلمہ پڑہے جاتا ہے۔ اسکا دم اب تک اُسی جوان مست پر نکلا جاتا ہے۔ اسکو اب بھی یہی آرزو ہے کہ وہ چار ہاتھ اور پڑتے۔ وہ اپنی ساری جوانمستی مجھی پر آزماتے۔ مگر انصاف یہ ہے کہ رفیق اعلیٰ نامی اسکا کوئی قریب ہے

جسپر وہ ہاشمی جوان مست فریفتہ ہے۔ اور رفیق اعلیٰ اُسپر شیفتہ ہے۔ رفیق اعلیٰ کا پیام آیا۔ ذرا آنا جی۔ مکھڑا دکھانا جی۔ اور یہ جوان مست آنکھیں بند کرکے سیدھا اُسی کی طرف ہولیا۔ پیچھے مڑکر نہ دیکھا کہ کتنے پروانے دم توڑ رہے ہیں +

آج کوئی نہیں جو اس خوش نصیب بلال رضؓ کے زخموں پر مرہم کی پٹی رکھے یا دو میٹھے بول۔ کیف انت یا بلال رضؓ کہکر دل کو ڈھارس دے +

اس لئے یہ لوح یہاں دمشق میں لگائی گئی ہے کہ اس ہاشمی کے گھر کا راستہ یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ پس جو لوگ سُن سنا کر اور شہرہ حسن پاکر اسکی ہوس دید میں گھر سے نکلے ہوں۔ اُن کو آگاہ ہونا چاہیے کہ ذرا سوچ سمجھکر قدم اٹھائیں۔ اور جو اس مزار والے بلال رضؓ پر گزری ہے اُسکو دل سے نہ بھلائیں +

آگے بڑھکر بے شمار کمندیں بچھی ہوئی ہیں۔ جن میں پھنسنے کے بعد عمر بھر کی آزادیاں چھن جاتی ہیں۔ دانہ پانی بھی نہیں ملتا۔ پر بھی کتر دیئے جاتے ہیں۔ حلقہ غلامی بھی پہنا دیا جاتا ہے۔ ہاشمی کے تیروں سے بچنا۔ دور سے نشانہ لگاتا ہے اور زخمی کرکے زخموں پر نمک پاشی کرتا ہے۔ آمنے سامنے نہ ہونا۔ آنکھ ملاتے ہی دل چھین لیتا ہے۔ یہ نوشتہ ہے اُن لوگوں کے لیئے۔ جنکو بلال رضؓ کی طرح خاک و خون میں لوٹنے کا۔ آتش فرقت میں جلکر خوش ہونیکا۔ نظر مست کی نہایت نشیلی اور گنہگار بنانیوالی شراب پینے کا شوق نہیں ہے۔ امید ہے کہ وہ اس لوح کو دیکھکر سیدھا سادہ فرض زیارت ادا کرکے چلے آئینگے اور خواہ مخواہ اپنی اچھی بھلی جان کو روگ نہ بنائینگے۔ ورنہ اختیار ہے۔ جسکے جی میں بلال رضؓ کی مانند اونچ و نیچ برداشت کرنے کی ترنگ ہے تو بسم اللہ۔ اس لوح کو پڑھ کر پہلے جیب کی دولت خالی کریں۔ پھر دل کی تھیلی سے وہ سب سکے نکالکر پھینکدیں۔ اسکے بعد ایمان پاک کریں اور کلیجہ تھام کر دمشق سے حجازی ریل میں قدم رکھیں +

پہلے انکو مدینہ ملیگا۔ پھر باب السلام آئیگا۔ پھر نظر کی دام کا اُلجھاؤ ہے۔ پھر جو پیش آتا ہے ۔ اسکو میں کیا بتلاؤں کہ لوح سنگ ہوں۔ اسکو تم ہی جانو گے یا وہ جو تمہاری مثل مستانہ و دیوانہ ہے۔ اور بس +

حسن نظامی

خُلقِ عظیم

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

مکہ شریف کی آبادی سے باہر ذرا بازار ذوالمجاز کی سیر دیکھیے۔ کیا ہماہمی ہے۔ کیا چہل پہل ہے۔ کیا رونق ہے۔ کیا دھوم دھام ہے۔ کپڑا، تانبے کے برتن اور ہر طرح کی جنسیں دوکانوں میں رکھی ہیں۔ کھجوروں کے ڈھیر لگے ہوتے ہیں خشک الگ ہیں تر الگ ہیں تازہ جدا ہیں۔ باسی علیحدہ ہیں۔ ہم تو سنتے ہیں کہ جس سرزمین پر آباد ہے وہ بالکل بھونڈی بنجر اور پتھریلی ہے۔ نہ وہاں مینہ برستا ہے نہ کسی طرح کی کھیتی ہوتی ہے۔ پھر اس بازار میں ہری ہری ترکاریاں تربوز خربوزے انگور انار سیب کہاں سے آئے۔ یہ طائف کی پیداوار ہے۔ ہر روز یہ سب چیزیں اونٹوں پر لد کر یہاں آجاتی ہیں۔ اور ادھر دیکھو نجد کے جنگل بیابانوں کے رہنے والے قبیلے جو اس بازار میں سودا سلف لینے آئے ہیں تو ان کے اونٹ اور ناقے جابجا بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور بالوں کی رسیوں سے ان کے زانو بندھے ہوئے ہیں۔ بدوانیاں سادہ اور ڈھیلا ڈھالا لباس پہنے ہوئے ہیں مگر ان کے حسین اور پیارے مکھڑے آنکھوں کی چمک زلفوں کی سیاہی۔ ہاتھ پاؤں کی صفائی کہہ رہی ہے۔ "حسنِ روئے دلآرام را حاجت مشاطہ نیست"۔ خاص مکے کے رہنے والے شریف عرب اور ان کی بہو بیٹیاں۔ لڑکیاں۔ بیاہی بن بیاہی۔ حریر اور دیبا اور اطلس رومی کے لباس پہنے بناؤ چناؤ کیے عطر لگائے لونڈیوں کو ساتھ لیے بیباک بازار میں چل پھر رہی ہیں۔ کوئی بزاز سے کپڑے کا مول تول کر رہی ہے کوئی

صرّاف کی دوکان پر سونے کا بھاؤ پوچھ رہی ہے۔ کوئی مصر اور شام کے بنے ہوئے تانبے کے برتن خرید رہی ہے۔ دوکاندار لات اور ہبل کی قسم کھا کھا کر کہتا ہے کہ میں ایک ہی بات کہا کرتا ہوں۔ آپ کا جی چاہے لیجیے۔ جی نہ چاہے نہ لیجیے جو میں نے کہدیا ہے وہ ہی قیمت لونگا۔ ایک نازنین کھجوروں کا بھاؤ پوچھ رہی تھی جو ایک پرانی چاند کا ٹکڑا عورت پیچھے سے آئی اور نازنین کی چادر حجلے سے اُس نے کھینچ لی۔ وہ کچھ گری کچھ سنبھلی اور تنک کر کہنے لگی۔ بھلا بُرا یہ دھوکا یہ کہکر وہ اپنی سہیلی سے گتھ گئی۔ اور اسی شان وتجمل کی دس بیس نوجوان عورتیں الٹھاور کھجور والے کی دکان پر آگئیں۔ اور جیل جھپٹا۔ نوچا کھسوٹی ہونے لگی۔ دکان پر سے کھجوریں اٹھاکر ایک دوسری پر پھینکنے لگی۔ اور سارا رستہ کھجوروں سے بھر دیا۔ دکاندار منہ تکتا ہے مگر وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ میرا مال کیوں خاک میں ملا رہی ہو۔ کیونکہ جانتا ہے کہ یہ سب بنی بنو بکر بنو تغلب بنو تمیم قریش کی بہو بیٹیاں ہیں اگر ان سے کچھ کہونگا تو ابھی اپنے باپ بھائیوں سے جا لگائیں گی۔ وہ ظالم اور سفاک تلوار سے سر کاٹ کر دھر دینگے آپ سمجھے یہ کیا زمانہ ہے۔ کیا دَور ہے ان عورتوں کے دیدہ کا پانی کیوں ڈھل گیا ہے یہ جاہلیت کا عہد ہے۔ یہ سب عورتیں بت پرست بے دین ہیں۔ یہ حیا کو جانتی بھی نہیں کہ کیسی ہوتی ہے۔ وہ دیکھئے سامنے اِنکے مربی ابوجہل خالد زید نوفل امیہ بن خلف بہت سے کافر کھڑے ہیں۔ گھوڑے اور تلواریں خرید رہے ہیں۔ ناگہاں بازار میں ایک غل ہوا۔ اور غل کے ساتھ سیکڑوں آدمی جو ادھر اُدھر چل پھر رہے تھے اکٹھے ہوگئے۔ رستہ بند ہوگیا ٹھٹھ لگ گئے۔ دکاندار بھی اپنی اپنی دکانیں چھوڑکر دوڑے اور جھک جھک کر دیکھنے لگے کہ اس ہجوم کے اندر ایسی کیا شے ہے۔ جس کے اشتیاق میں سب لوگ حلقہ باندھے کھڑے ہیں۔ اور ایک دوسرے پر گرا پڑتا ہے سب سے زیادہ شوقین ایک قبیلہ کے شیخ کو ہم دیکھتے ہیں جو بار بار میل پر دبتا ہے۔ اور

کبھی کبھی جب خرید سے میلے اپنے غلاموں کو ساتھ لیکر یہاں آتا ہے۔ یہ پہلے کوچہ بہار کے اندر
گھس گیا تو اس نے دیکھا ایک نوجوان سرو آزاد جسکی عمر ... برس کی آنکھیں جیسے
غزال کی آنکھوں سے شرماتی ہیں۔ جسکی سیاہ زلفیں ان سے کمر تک بڑی موٹی
ناگن کی طرح بل کھا رہی ہیں۔ جسکی رنگت ... غنچہ سے زیادہ ... اور جسکی ... ہیں
جسکا چہرہ آفتاب کی طرح چمک رہا ہے۔ پیشانی پر ...
ہے۔ اور پچاس ساٹھ لڑکے اسکے گھیرے ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک کے ہاتھ میں پتھر
اور اینٹ کے روڑے ہیں۔ جب وہ چلتا ہے تو ایک دم سے چاروں طرف سے پتھر
برس جاتے ہیں۔ ان لونڈوں کے ساتھ ایک بڈھا شخص ہے جسکا ...
ہے جو انہیں بلاتا ہے اور کہتا ہے۔ مارو کہ نہ جانے پاوے ... بیچارے
بھولے نوجوان کے پاؤں میں پنڈلی سے لیکر ٹخنے تک اتنے پتھر لگے ہیں کہ گوشت
پھٹ گیا ہے۔ اور خون بہہ بہکر جوتیوں میں بھر رہا ہے۔ دھجیاں چھٹ گئی ہیں۔ جب اس
نوجوان کے بدن پر پتھر لگتا ہے تو وہ کہتا ہے۔ قُولُوا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اجنبی شیخ
القبیلہ اس دلگداز منظر کو دیکھکر تھرا گیا۔ اور اسنے ایک مکی سے پوچھا صاحب یہ
نوجوان ماہرو کون ہے؟ اور اسے لونڈے کیوں پتھر مارتے ہیں۔ اور یہ شخص جو ...
لونڈے بتاتا ہے کون ہے؟

مکی۔ اس نوجوان کا نام محمد بن عبداللہ ہے۔ اور یہ پتھر مارنے والے اکثر قریش اسکے
عزیز بھائی بند ہیں۔ اور یہ شخص جو کہہ رہا ہے مارو مارو۔ وہ اس نوجوان کا چچا
ہے۔ ابولہب!

شیخ القبیلہ۔ پھر اسپر اتنا ظلم کیوں توڑا جاتا ہے؟

مکی۔ اس نوجوان کا دعوٰی ہے کہ خدا ایک ہے اور اسکا شریک نہیں۔ اور میں اسکی
طرف سے رسول ہوکر آیا ہوں۔ یہ بات اسکی سارے مکہ کو بری لگی ہے۔ اور سب کے

سب اسکی جان کے دشمن ہوگئے ہیں۔ اور خاص کر اسکے خاندان سے تو ایسا کھٹکا
ہے کہ پوچھو نہیں ۔

شیخ القبیلہ ۔ اس نوجوان کی پیشانی سے تو معلوم ہوتا ہے کہ بڑا ہی جی دار ہے
مگر تعجب ہے کہ لڑکوں کے پتھر کھاتا ہے اور اُف نہیں کرتا ۔

مکی ۔ یہی تو اسمیں خوبی ہے ۔ مارنا تو مارنا۔ وہ تو ستانیوالوں سے یہ بھی نہیں
کہتا کہ تمہارے منہ میں کے دانت ہیں۔ جس قدر اسے مارتے ہیں وہ مسکراتا ہے
اور انکے لیے دعا کرتا ہے ۔

شیخ القبیلہ ۔ بڑا گنبھیر آدمی ہے ۔ بڑا نیک سیرت ہے مگر یہ تو فرمائیے جب
اسکے اتنے دشمن ہیں تو اسے گھر سے نکلنے کی اور بازار میں آنے کی کیا ضرورت ہے؟

مکی ۔ یہ کہتا ہے مجھے خدا کا حکم ہے ۔ گلی میں ۔ کوچہ میں ۔ بازار میں جنگل میں
جہاں آدمی اکٹھے ہوں۔ تو وہاں جا۔ اور خدا کی توحید بیان کر ۔

شیخ القبیلہ ۔ قریش کی بیرحمی دیکھکر میرا تو کلیجہ منہ کو آگیا۔ توبہ توبہ انہیں
بھائی بندی کا بھی لحاظ نہیں ۔

مکی ۔ اے جناب بھائی بندی کیسی۔ ابولہب تو اس نوجوان کے خون کا پیاسا
ہے۔ وہ کہتا ہے میرا بس ہو تو میں اسے وہاں ماروں جہاں پانی نہ ملے مگر خواجہ
ابوطالب بڑے بھائی کا لحاظ ہے ۔ انھیں کے منہ سے میں نے اسے چھوڑ رکھا ہے
انکی آنکھیں بند ہوئیں اور میں نے اسکا کام تمام کیا ۔

۲

مکہ کے بازار میں عطار کی دکان پر ایک غلام کچھ دوائیں مول لے رہا ہے جو سامنے
سے آمنہ کا سپوت اور لاڈلا بیٹا محمدؐ آن پہنچا اور غلام سے اس طرح باتیں کرنے لگا۔

حضور سرورِ کائنات ۔ خیر ہے ۔ یہ تم دوائیں کس کے لیے خرید رہے ہو۔

تمہاری سرکار میں کسکا جی ماندہ ہوگیا ہے؟

غلام۔ خدا میرے آقا ابوجہل ہی بیمار ہو گئے ہیں۔ خدا کا کوئی ذکر ہو وہ بھی بوند بھر پیتے نہیں تیسری شب سات دن سے ایک کروٹ پڑے ہیں جو غذا پانی حلق میں نیچے سے اترتے ہیں جھٹ جھٹ ہر لقمے میں نکل جاتا ہے بخار ایسا تیز ہے کہ سب کپڑے پھٹتے ہیں کہ بہت بری حالت ہے بڑی مشکل سے رات کٹی ہے۔

حضور سرور کائنات۔ ابوجہل نے کئی دن سے نہیں دیکھا کم سے کم ہماری ان سے روز صبح شام ملاقات ہو جاتی تھی۔ جب تو ان کی بیماری کا حال سن کر اسوقت بہت قلق ہوا۔ تم جاکر میری طرف سے بہت بہت پوچھنا اور یہ کہنا آج کسی وقت موقع ملیگا تو میں آپ کی مزاج پرسی کے لیے آپکے دولت خانہ پر حاضر ہونگا

غلام وہ الیگیا اور حضور والا اپنے مکان پر آئے اور کچھ دیر آرام فرماکر ابوجہل جیسے دشمن کافر کی عیادت کے لیے چلدیئے۔ جب اسکی دولتسرائے دروازے پر پہنچے تو دیکھا ایک غلام دربان بنا کھڑا ہے۔ غلام نے حضرت کی تعظیم کی اور کہا اندر تشریف لیجیئے حضرت نے ڈیوڑھی کی دہلیز میں ایک قدم رکھکر دوسرا اٹھانا چاہا تو دیکھا سامنے جبرئیل علیہ السلام ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ دوسرا قدم آگے نہ رکھیئے گا۔ نہیں دشمن کنوئیں میں جا پڑینگے۔ خدا نے سلام کے بعد فرمایا ہے۔ ابوجہل نے کئی دن سے یہ مکر گانٹھا ہے کہ اپنی ڈیوڑھی میں ایک بہت گہرا کنواں کھدوا کر اسکے منہ پر دو چار کھپچیاں رکھکر اور گھانس ڈالکر اسکے اوپر سے مٹی ڈالکر زمین بنادی ہے۔ اور آپ جھوٹ موٹ بیمار بنکر گھر میں پڑا ہے۔ کیونکہ وہ خوب جانتا ہے کہ خدا کا حبیب کافروں کی بیمار پرسی بھی انکے گھر جاکر کیا کرتا ہے۔ جب وہ سنیگا کہ ابوجہل بیمار ہے تو وہ بیمار پرسی کے لیے ضرور آئیگا۔ اور جب دروازے میں قدم رکھیگا تو کنوئیں میں گر پڑے گا۔ میں

دوپہر سے پہلے تو اللہ بھیجے جی اُسے دفن کردونگا۔ چنانچہ اُسکا خیال سچا ہوا اور آپ اپنی
حسب عادت اُسے پوچھنے کے لیئے چلے آئے مگر اب اُسنے پاؤں دولت خانہ کو
سدہارے۔ یہ سنتے ہی حضورؐ نے مڑکر دروازہ سے باہر قدم رکھا۔ اور پلٹ کر تشریف
لیچلے۔ غلام مکار حضورؐ کو مڑتا ہوا دیکھکر دوسرے دروازہ سے گھر میں گیا اور ابوجہل سے
سے کہا۔ میاں بڑا غضب ہوا۔ محمدؐ آئے اور آئے چلے گئے مگر ابھی تو گلی کے نکڑ تک
بھی نہ پہنچے ہونگے۔ آپ پکاریئے تو شاید پلٹ آئیں۔ ابوجہل یہ سنکر سٹپٹا گیا
اور یہ سوچ کر دوڑا کہ میں حضرت سے جاکر کہونگا کہ خیر ہے۔ آپ کیوں آئے اور کیوں
بے ملے پلٹ چلے تکلیف کی ہے تو گھڑی دو گھڑی مکان پر چلکر بیٹھیے۔ اس گھبراہٹ
میں دوسرے دروازے کو بھولکر وہ اُس دروازے میں آیا۔ جسکی ڈیوڑھی میں وہ
کنواں کھدا ہوا تھا اور بولا کر اُسنے اُس کے پٹاؤ پر پاؤں رکھا یا تنکوں کی کیا
بساط وہ چرمر ہوکر کنوئیں میں گرے اور اُن کے ساتھ ہی ابوجہل بھی کنوئیں میں گیا
اُسکے گرتے ہی کہرام مچگیا۔ تو چل میں چل سیکڑوں بلکہ ہزاروں آدمی جمع ہوگئے
رسّی کا جھولا بناکر کنوئیں میں لٹکایا گیا تاکہ اُسمیں بیٹھکر ابوجہل باہر آجائے۔ رسّی دس گز
بیس گز ہزار گز کنوئیں میں چلی گئی۔ مگر کنوئیں کی تہ تک جھولا نہ پہنچا جس میں خدا کا
دشمن سوار ہوکر کنوئیں سے باہر آجاتا۔ یہاں تک کہ تمام شہر کی رسّیاں ایک
دوسری میں جوڑکر لٹکا دی گئیں مگر ابوجہل تک نہ پہنچی تھیں اور نہ پہنچیں جتنی رسّیاں
لٹکائی جاتی تھیں کنواں گہرا اور نیچا ہوکر دہستا جاتا تھا۔ آخر سب لوگ مایوس ہوکر
کہنے لگے۔ ابوجہل کا کنوئیں سے نکلنا اب ہوچکا۔ ابوجہل نے کنوئیں میں سے کہا
یارو! یہ سارا محمدؐ کی اور اُسکے اللہ کی جادوگری ہے۔ جبتک وہ نہیں آئیگا میں کنوئیں
سے کسی طرح باہر نہ آسکونگا۔ خوشامد درآمد سے جس طرح بن پڑے اُسی کو پرچا کر لاؤ
ابوجہل کے گھر والے روتے دھوتے ٹسوے بہاتے آپکے پاس پہنچے۔ آپ سچ مچ

رحمۃ للعالمین تھے۔ وہ لوگ جو آپ جانتے ہی نہ تھے۔ کالی کملی کندھے پر ڈال۔ فوراً اس کے ساتھ ہو لیے۔ اور پہنچ کر دیکھا تو ابوجہل کنوئیں میں پڑا واویلا مچا رہا ہے

حضور سرور کائنات۔ اے ابوجہل! تو نے دیکھا جو اپنے بھائی کے لیے کنواں کھودتا ہے آخر میں آپ ہی گرتا ہے تو نے ستایا۔ مجھے سخت سے سخت تکلیف دی ہے۔ مگر اب کنوئیں کے نیچے رہو تو بہتر ہے تو وہیں سے اندر ہی پڑا سڑے گا۔

ابوجہل۔ میں نے خوب دیکھا اور سمجھا کہ یہ وہ سب آپ کا ہے۔

حضور سرور کائنات۔ پھر اب ایمان لے آ۔

ابوجہل۔ ضرور ایمان لے آؤنگا۔ مگر کنوئیں کی گہرائی سے میرا دم نکلا جاتا ہے پہلے مجھے آپ باہر نکال لیجئے۔ باہر آتے ہی کلمہ پڑھ لونگا۔

حضور سرور کائنات۔ دیکھو وعدہ خلافی نہ ہو۔

ابوجہل۔ ہرگز نہیں مگر آپ جلدی کیجئے۔

حضورؐ نے رسیاں وسیاں سب منگوا دیں اور اپنا دست اعجاز بڑھایا تو ابوجہل کو پہنچا دیا۔ اور لوگوں نے دیکھا کہ ایک آن میں ابوجہل کنوئیں کی من پر کھڑا تھا۔ ابوجہل نے نکلتے ہی کہا اے محمدؐ۔ میں نے جادو تو بڑے بڑے دیکھے مگر تیرے جادو کے کرشمے نت نئے ہوتے ہیں۔ چلو اپنا کام کرو۔ میں ایسے ڈھکوسلوں کو دیکھ کر اپنے بڑوں کا مذہب نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔

۳

مدینہ کی سنسان گلی میں آگے آگے ایک برقع پوش عورت چلی جاتی ہے جس کی رفتار سے ناز و انداز ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اس کے پیچھے ایک جوان آدمی یہ کہتا ہوا جلدی جلدی قدم بڑھاتا ہے۔ اے غزالہ۔ اے ماہ رخسار۔ اے قمر دیدار۔ اے خوش ادا میری پیاری رمیصا تیرا وعدہ تھا کہ جب میرا بچہ انس بڑا ہو جائیگا تو میں تیرا کہنا مان لونگی

اب خدا رکھے تیرا بچہ سیانا ہو گیا۔ اپنے وعدہ کو پورا کردے۔ اے رمیصا تو عورت ہے۔ تو معشوق ہے۔ اسلیئے تجھے خبر نہیں ہے کہ جدائی کی راتیں بڑی مشکل سے کٹتی ہیں فراق کے دن پہاڑ کی طرح سخت ہوتے ہیں۔ مجھ پہ رحم کر مجھے اب زیادہ نہ ستا۔ جب تک یہ شخص اسیطرح اپنا دردول کہتا اور گڑگڑاتا چلا گیا تو وہ عورت کھڑی ہو گئی۔ اور اپنا ہاتھہ برقع میں سے نکالکر اور جھلا کر کہنے لگی۔ ابو طلحہ کم بخت تو۔ تو جھڑ کا کو نٹ بنکر مجھے چمٹ گیا ہے۔ کیسا موا بے حیا ہے۔ روز جھڑکیاں منہ کیاں کھاتا ہے اور آنیسے باز نہیں ہوتا۔ تو مر بھی جیگا تو بھی وہ بندی نکاح تو نکاح تجھسے پاؤں بھی نہ دُھلوائے گی۔

ابو طلحہ۔ آخر کیوں۔ مجھہ میں ایسے کیا کیڑے پڑے ہیں۔

رمیصا۔ ہائے۔ آجتک تجھے یہ بھی خبر نہیں کہ تجھہ میں کیا عیب ہیں۔ بہلول کہیں کا کچھہ نہیں جانتا۔

ابو طلحہ۔ اگر مجھے اپنا عیب معلوم ہوتا تو تم سے پوچھتا کیوں۔

رمیصا۔ تجھہ میں بڑا بھاری عیب یہ ہے کہ تو بت پرست ہے۔ میں مسلمان ہوں تیرا کیا میل۔ اسی مذہب کے جھگڑے پر مجھے اور انس کے باپ سے تو بنی ہی نہیں۔ حضور سرور کائنات مکہ ہی میں تھے جو میں بے دیکھے آپ پر ایمان لے آئی۔ ایکدن میں انس کو گودی میں لیئے بیٹھی تھی۔ اور اُسے کلمہ سکھارہی تھی جو اسکا باپ گھر میں آیا۔ مجھے مسلمان ہوجانیکا بخار تو اُسکے دل میں مدت سے بھر رہا تھا۔ مگر منہ سے نہ کہتا تھا۔ بچہ کو توتلی زبان سے کلمہ پڑھتا ہوا دیکھکر کہنے لگا۔ ایک تو آپ مسلمان ہو کر دین سے بیدین ہو گئی۔ اب میرے بچہ کو بھی بگاڑتی ہے۔ یہ سُننا اور میرے تن بدن میں آگ لگ گئی مارے غصہ کے تھرا اُٹھی۔ کہنے لگی بس چل چلئے۔ آیا تھا کہیں سے ایمان دار بننے جو آج سے مجھے ہاتھ لگایا۔ بے دین بت پرست تو آپ ہے۔ اور ایمان دار وں کو بیدین

بتاتا ہے۔ میرے دن پھلے تھے۔ جو مسلمان ہوگئی۔ پھر جب تک وہ جیا میری انگلی ایک دن شرم میں بنی۔ اس مروت و باس تول میں آنے پائے۔ تو تم کو کیا خاطر میں لاؤں گی۔ مگر آج سے تو نے یہ عذر کیا تو۔ تو بھی جانے گا:

ابوطلحہ اچھا سوچکر۔ اور جو بعد میں مسلمان ہو جاؤں تو بیاہ لیا ہو؟

رمیصا پھر یہ ہے کہ میں تیری ہو کر رہوں گی۔ تیری یہی مہر ہے۔ تو مرا۔ تیرا اسلام میرا ارمان ہوگا۔

ابوطلحہ مسلمان ہوئے۔ رمیصا سے نکاح ہوا۔ میاں بیوی میں بڑی محبت ہوئی خوب کٹنے لگی۔ تھوڑے دنوں پیچھے چاند سا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ابوعمیر رکھا گیا۔ ابوعمیر چار پانچ برس کا ہو گیا تو ایک دن بی رمیصا روتی ہوئی حضرت رسول کائنات کے پاس آئیں۔ اور آنسوؤں کی ایک جھڑی لگادی۔ حضورؐ کو اپنے سارے صحابی اور ان کی بیویاں پیاری تھیں۔ رمیصا کو روتا دیکھکر حضورؐ کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کے موتی ٹپک پڑے۔ اور آپنے فرمایا۔ خیریت کیوں روتی ہو۔

رمیصا (روکر) یا رسول اللہ ابوعمیر نے ایک لال پالا تھا۔ اور وہ اسے بڑی جان سے چاہتا تھا۔ ہروقت اس لال سے کھیلا کرتا۔ آج تین دن ہوئے وہ لال مرگیا۔ اور لال کے غم میں ابوعمیر نے کھانا پینا اور بولنا چھوڑ دیا ہے۔ میں نے اسے بہتیرا بہلایا۔ کہا مانی تو اپنی جان ننھی سی چڑیا کے لیے کیوں ہلکان کیے ڈالتا ہے۔ ایسے بیسیوں لال تجھے منگوائے دیتی ہوں۔ مگر حضرتؐ اسے ایسی چپ لگی ہے کہ ہوں تک نہیں کرتا ہے۔ حضورؐ وہ بندی اب کیا کرے۔ رحمۃ للعالمینؐ کے دل کو کب سہار تھی کہ ایک آپ کی بندی آپکے سامنے بیٹھکر روئے۔ اور آپ فقط باتوں سے اسے تسلی دے کر چپ ہو جائیں۔ اسیوقت آپ رمیصا کے ساتھ ہو لیے۔ اور آپکے ہمرکاب نیک شگون میں اپنے دل الجھانے والے سچے عاشق یار وفادار صحابہ بھی ہوئے

آپ نے ریحانہ کے مکان پر پہنچکر دیکھا تو فی الواقع ابو عمیر چھوٹا سا بچہ اداس بیٹھا ہوا ہے۔ جب ابو عمیر نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا۔ یا ابا عمیر ما فعل النغیر یعنی اے ابو عمیر تمہارے ساتھ لال نے کیا کیا۔ یہ بات سنتے ہی ابو عمیر کھل کھلا کر ہنسا اور شرما کر اپنی ماں سے لپٹ گیا۔ پیغمبرؐ نے ابو عمیر کو اپنی گود میں لیا۔ پیار کیا۔ اور جب دیکھا کہ اب اس کے دل سے لال کا خیال مٹ گیا تو فرمایا۔ لو بی ریحانہ مبارک ہو۔ تمہارا بچہ ہنسنے بولنے لگا۔ اب ہم جاتے ہیں۔ اے پاک رسولؐ تجھ پر اور تیری آل پر اور تیرے صحابؓ پر سات سات سلام ہوں۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ تیری ہی شان ہے فقط حد ادب

ناصر نذیر فراق دہلوی

بعثت و رسالت کی فضیلت

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ جو (مخلوقات) آسمانوں میں ہے اور جو (مخلوقات) زمین میں ہے (سب) ہی تو اللہ کی تسبیح (و تقدیس) میں لگے ہیں جو (دنیا جہان کا) بادشاہ غالب (اور) حکمت والا ہے وہ (خدا) ہی تو ہے جس نے (عرب کے) جاہلوں میں انہیں میں سے (محمدؐ) پیغمبر (بناکر) بھیجا (وہ) انکو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور انکو (کفر و شرک اور دیگر اخلاق رذیلہ کی گندگی سے) پاک صاف کرتے اور انکو کتاب (الٰہی) اور عقل (کی باتیں) سکھاتے ورنہ (اس سے پہلے) یہ لوگ صریح گمراہی میں (مبتلا) تھے ہی۔ اور (نیز خدا نے ان پیغمبر کو) اور لوگوں کی طرف بھی بھیجا ہے) جو ابھی تک ان (جاہلوں) سے (مسلمانوں) میں شامل نہیں ہوئے (مگر آخر کار ان میں ملیں گے) اور خدا زبردست (اور) حکمت والا ہے۔ یہ (پیغمبری) اللہ کا فضل ہے جسکو چاہے عنایت کرے اور اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔

فائدہ۔ اور لوگوں سے تمام دنیا کے مومنین مراد ہیں جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ علاوہ اسکے اس مضمون کی اور آیتیں بھی ہیں مگر سب کی تکرار موجب طوالت ہے۔ نمونتاً یہی کافی ہے۔ ان آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ جن

لوگوں میں خدا تعالیٰ کوئی نبی یا رسول مبعوث فرماتا ہے تو یہ خدا کا فضل اور احسان ہے۔ خدا پر فرض اور واجب نہیں کہ خواہ مخواہ ہر وقت اور ہر قوم میں رسول بھیجا کرے۔ اور وہ لوگ بڑے خوش قسمت ہیں جو نبی یا رسول کے پیرو ہیں ۔

بعض حکما اور فلاسفر اور برہمو سماج وغیرہ کی یہ رائے ہے کہ عقل بشری نیک اور بدی تمیز کے لیے کافی ہے۔ اور بعثت اور رسالت کی کچھ حاجت نہیں ان کو چاہیے کہ جس بات کو عقل نیک جانے وہ کرے اور جس بات کو عقل برا جانے اُسکو ترک کرے۔ اور جس بات کو نہ قبیح جانے اور نہ اچھا تو ضرورت کیوقت اسکو کرے۔ اور عدم ضرورت کے وقت چھوڑ دے۔ بیشک جن ممالک میں رسول مبعوث نہیں ہوئے جیسے کہ ایران و چین و ہندوستان و امریکہ و افریقہ وغیرہ وہاں عقل معرفت اور توحید کے لیے حجت ہی مگر جو درجہ نبوت اور رسالت کا ہے۔ اسکے مقابلہ میں عقلی دلائل کچھ بھی نہیں۔ زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ انبیاء علیہم السلام جو حکم فرماتے ہیں وہ وحی اور الہام سے فرماتے ہیں۔ اور حکما اور فلاسفر جو بات کرتے ہیں وہ مشاہدہ اور تجربہ سے کرتے ہیں۔ حکما کی باتیں ظنی اور انبیا کی باتیں یقینی ہوتی ہیں۔ ظن تو اٹکل ہوتا ہے اور یقین حق ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے:۔

وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۚ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۞ ان لوگوں میں سے اکثر تو بس اٹکل پر چلتے ہیں سو اٹکل کے تکے حق کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آتے۔ جیسی جیسی (نادانیاں) یہ لوگ کر رہے ہیں۔ اللہ اُن سے خوب واقف ہے۔ رباعی

فرق است میان آنکہ از روئے یقیں | بادیدہ بینا رود اندر رہ دیں
باآنکہ دو چشم بستہ بے دست کسے | ہر گوشہ ہمی رود بظن و تخمیں

کل کائنات دو قسم پر منقسم ہے۔ ایک وہ جو حس ظاہری باصرہ۔ سامعہ ذائقہ۔ شامہ۔ لامسہ یا باطنی حس مشترک۔ متخیلہ۔ واہمہ۔ متفکرہ سے محسوس ہیں جیسے اشیاء عالم ملک یا عالم شہادہ کہتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو حسیات باطنی اور الہامات و روحانیات ہیں جسکو عالم ملکوت یا عالم روحانی یا عالم غیب کہتے ہیں۔ عقل صرف اشیاء عالم ملک کا ادراک کر سکتی ہے۔ اور غیب کے ادراک اور الہام کی ضرورت ہے۔ عقل عالم غیب کی بہت سی امور کے ادراک سے عاجز محض ہے۔ حکماء ایران باوجود بڑے بڑے علماء ہونے کے عالم غیب کے امور سے ناواقف رہے۔ اور آگ جیسی حقیر چیز کو معبود قرار دیا۔ اور حکماء یونان نے باوجود ہونے حکیم ہونے کے بُت کو چڑھاوا چڑھایا۔ اور اسی پر اکثر اہل چین اور اہل ہند کو قیاس کرنا چاہیئے۔ اب بھی جن لوگوں پر خدا نے فضل نہیں کیا ہے وہ سب کفر و جہالت میں مستغرق ہیں۔ جیسے افریقہ یا دور دراز جزائر یا کوہ و قلل کے باشندے علاوہ اسکے بہت عالم و فاضل بسبب عدم علم شریعت اب بھی تمام دنیا میں چاہ الحاد و دہریت و زندقیت میں گرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور ان کا دنیاوی علم انکو کچھ فائدہ نہیں دیتا ؎

این سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خدا ان لوگوں پر رحم کرے۔ کوئی شخص ایسا نہیں کہ آپ بھلا نہ چاہتا ہو۔ خدا کا فضل چاہیئے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا وَمَا يَمْكُرُوْنَ
اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۔ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ
حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ۘ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ
رِسٰلَتَهٗ ۔ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ

بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ۔ اور (جس طرح یہ لوگ دین حق کے خلاف کوشش کر
رہے) اسیطرح ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے مجرم پیدا کیے کہ وہی ان بستیوں
میں فتنہ انگیزیاں کریں ۔ اور جتنی بھی فتنہ انگیزیاں کرتے ہیں اپنے ہی حق میں
کرتے ہیں ۔ اور (اس کو) نہیں سمجھتے ۔ اور جب انکے پاس کوئی آیت (قرآنی)
آتی ہے تو کہتے ہیں جیسی (نبوت) پیغمبرانِ خدا کو دی گئی جب تک اسیطرح
کی نبوت) ہمکو نہ دی جائے ہم تو ایمان لانے والے ہی نہیں (سو) خدا جس جگہ
اپنی پیغمبری (کی امانت سپرد) کرتا ہے وہ (اس جگہ کے محفوظ اور قابل اطمینان
ہونے کو بھی) خوب جانتا ہے ۔ جو لوگ جرم (خود پسندی) کے مرتکب ہیں عنقریب
انکو انکی فتنہ انگیزیوں کے بدلے خدا کے ہاں (چل کر) ذلت اور بڑی مار پہنچنے
والی ہے ۔ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ
وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ
فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ؕ
وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ؕ
لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
توجس شخص کو خدا چاہتا ہے کہ اسے راہ راست دکھائے اسکے سینے کو (قبول)
اسلام کے لیے کھول دیتا ہے ۔ اور جس شخص کو چاہتا ہے کہ اُسے گمراہ کرے اسکے
سینے کو تنگ (اور) بھنچا ہوا کر دیتا ہے ۔ گویا اسکو آسمان میں چڑھنا پڑتا ہے جو
لوگ ایمان نہیں لاتے ۔ ان پر اسی طرح اللہ کی پھٹکار پڑتی ہے ۔ اور (اے پیغمبر)
یہ (دین اسلام ہی) تمہارے پروردگار کا سیدھا رستہ ہے ۔ جو لوگ غور (اور
فکر) کرتے ہیں اُنکے لیے تو ہم (اپنی) آیتیں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں انکے
پروردگار کے ہاں اُنکے لیے امن (چین) کا گھر (یعنی بہشت تیار) ہے ۔ اور وہی

جو انبیک عمل کرتے ہیں بے شک میں الہی ان کا مطیع و متبع ہوں ہونگا۔

مطلب یہ ہے کہ خدا اس شخص کو نبوت اور رسالت اور ولایت دیتا ہے جو وہ ان کاموں کے لائق جانتا ہے۔ یہ تو خدا کی علم ہو اور رہ لوگوں کے لیے نبی یا رسول یا ولی کی علامات ہونی چاہییں وہ یہ کہ نبی یا رسول یا ولی کے قوت علمیہ وغیرہ سب اعتدال پر ہوں قوت علمی میں نہ زیادہ ہوں نہ کم ہوں اور قوت غضبی میں متہور نہ ہو اور جبان نہ ہو بلکہ شجاع ہو۔ اور قوت شہوانی میں شرہ طعام و جماع نہ رکھتا ہو نہ بالکل حالت خمود میں ہو بلکہ عفیف باورع اور پرہیزگار ہو۔ غرضکہ افراط و تفریط سے بچ کر حال میں درجہ اعتدال برتتا ہو کل اخلاق لکے نیک ہوں بد نہوں۔ عالم ہو جاہل نہو اسکا ایمان اور اسلام اور احسان اور عرفان بمقابلہ دیگر لوگوں کے بدرجہ اعلیٰ ہوں مخلص ہو مرائی نہو متقی ہو مشتبہ نہو غیور ہو بے غیرت نہو سخی اور کریم اور ایثار کنندہ ہو بخیل نہ ہو۔ بامروت ہو بے مروت شاکر اور راضی برضا اور صابر ہو جزع فزع کرنے والا نہو اور مطیع نہو حلیم اور رفیق اور شفیق و صافدل ہو۔ سنگدل اور کینہ ور نہو۔ زاہد اور قانع ہو حریص دنیا و مال کا محب نہو۔ باحیا اور باوقار ہو۔ بے شرم نہ ہو صاحب استقامت اور فراست ہو متلون مزاج نہو فہیم ہو کم فہم نہو ذکی ہو غبی نہو۔ مدعا یہ ہے کہ کل اخلاق میں طاق اور بے مثیل ہو اور یہ نبی اور رسول اور ولی کا ذاتی وصف ہوتا ہے اور نمونہ کے لیے میں مولانا سیدی حسن نظامی صاحب کو پیش کرتا ہوں کہ جب انکے علم شجاعت تقوی اور شفقت کو دیکھا جائے تو عقل دنگ رہجاتی ہے اور انکے مضامین پڑھے جاویں تو صاحب دل بلکہ ہر قسم کا آدمی حالت وجد میں ہو جاتا ہے۔ ہر نبی اور رسول اور ولی نیک اخلاق اور قوائے علمی اور غضبی اور شہوانی میں معتدل ہوتا ہے مگر خصوصاً محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلق عظیم رکھتے تھے اور ہر قوت میں اعدل تھے رباعی

ترا ست مرتبۂ اعتدال در ہمہ حال — کہ در خصائص تو حید اعدلی زہمہ
تمکن ست ترا در مقام جمع الجمع — بدیں فضیلت مخصوص افضلی زہمہ

حاجی محمد اللہ کاکاخیل اویسی

فہرست خطابات روحانی یادگار میلاد الرسولؐ

بابت ۱۳۳۳ھ ہجری

از حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب جو کسی علمی کارگزاری یا انسانی خدمت۔ یا خلوص قلب کے صلے میں دیے گئے:

شمار	خطاب	اسمائے گرامی
۱	سُرُورُ الملۃِ وَالدِّین خُمارِی شاہ	مہاراجہ یمین السلطنت سرکشن پرشاد چشتی نظامی حیدرآباد
۲	خِضرِ ظُلمات	لسان العصر و جلال الملۃ مولانا سید اکبر حسین صاحب الہ آباد
۳	سِرُّ الوصال	ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب بیرسٹر لاہور
۴	دَستِ قُدرَۃ	حاذق الملک حکیم محمد اجمل خانصاحب دہلی
۵	فَیضِی دِی سَیکِنڈ	آنریبل سر سید علی امام صاحب بانکے پور
۶	مُسلمان گوکھلے	آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب میرٹھ
۷	اَسِیرُ الاَسرار	مولوی عبد الماجد صاحب بی اے لکھنو
۸	تَعوِیذُ الحُجاج	مولوی شوکت علیخانصاحب بی اے خدام کعبہ دہلی
۹	دِی لائٹ	مولوی محمد انور ہاشمی منیجر عصر جدید اسوۂ حسنہ میرٹھ
۱۰	قَلَمُ الفُقَرَآء	ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر رسالہ صوفی پنڈی بہاء الدین
۱۱	وَجدانی	منشی محمد الدین صاحب فوق اڈیٹر رسالہ طریقت لاہور
۱۲	قَومِی تَاجِر	چشتی صاحب تاجر کلاہ ترکی دہلی
۱۳	فِطرَتی	مقبول احمد صاحب نظامی سیوہارہ ضلع بجنور
۱۴	عَابِدِ الٰہی	نواب عابد یار جنگ صاحب حیدرآباد

شمارہ	خطاب	سند گرو	
۱۵	بھارتی	غلام رسول صاحب شامی ایڈیٹر احمد آباد گجرات	
۱۶	مُخلِص	مصلح الدین صاحب نظامی ڈپٹی	ایضاً
۱۷	حُبِّی	حکیم نواب احمد صاحب نظامی	ایضاً
۱۸	قُربی	علی میاں صاحب نظامی	ایضاً
۱۹	لنگری	سیٹھ عبدالغفار صاحب	ایضاً
۲۰	حسنی	[illegible] صاحب ندوی	ایضاً
۲۱	قلمُ کالمسلمین	مولانا شبلی نعمانی مرحوم مغفور ندوہ	
۲۲	قُربانُ الہند	لارڈ رابرٹس آنجہانی	لندن
۲۳	نظامیۂ درخانہ	پھول باغ مہاراجہ کشن پرشاد	حیدرآباد

اعتذار

اگلے صفحہ سے نظمیں شروع ہوتی ہیں لیکن افسوس ہے کہ اب رسول نمبر میں انکا حصہ زیادہ نہیں رہ سکا۔ منشی محمد الدین کاتب نظام المشائخ کو نمونیہ ہوگیا تھا۔ اس لیے اُنہوں نے اس شدید علالت کی حالت میں جستہ جستہ بھی کام کردیا بسا غنیمت ہے۔ دیر پر دیر ہوتی چلی جاتی تھی اور جی نہیں چاہتا کہ ۱۲۔ ربیع الاول سے اور آگے ناظرین رسول نمبر انتظار کریں۔ حجم کی کمی کی کسر ہم جمادی الاول کے پرچہ میں نکالدینگے۔ ربیع الثانی کا پرچہ رسول نمبر میں آگیا ہے۔ اسکا خیال رکھیں کہ ۶۔ ربیع الثانی کو کوئی پرچہ شائع نہ ہوگا۔

منیجر

۱۹۲۶ء

حمد و نعت

عالم میں عیاں ہے تیری قدرت یا ربّ ۔ ہے تجھ پہ دلیل تیری خلقت یا ربّ
ہر چیز ہے اپنی اپنی صورت میں جدا ۔ ثابت ہے اسی سے تیری وحدت یا ربّ

عالم نے بہار اپنی دکھائی نہ اُسے ۔ جز حق کوئی صورت نظر آئی نہ اُسے
نفرت کچھ ایسی ماسوی اللہ سے رہی ۔ ہمسائگی سایہ بھی بھائی نہ اُسے

ہم اور نبیؐ ۔ فخر جہاں دونوں ہیں ۔ انساں دونوں ہیں فی نشان دونوں ہیں
ہے فرق بہت بڑا ۔ ہما و سگ میں ۔ ہر چند[1] شریک استخواں دونوں ہیں

دیکھی نہیں سرورِ زمن کی صورت ۔ جلتا ہوں میں شمع انجمن کی صورت
خوں بہ گیا چشمِ تر سے پانی ہو کر ۔ پیراہن ہستی ہے کفن کی صورت

اے بانیٔ دین رہنمائے امت! ۔ تھی وقف تری ذات برائے امت
دانتوں کو بھی کر دیا نثارِ اسلام ۔ صدقے ترے اے عقدہ کشائے امت

خونیں مژہ ام بشاخِ مرجاں مانند ۔ اشکم بشفا بآبِ حیواں مانند
افتاد بچشم پرتو ماہ عرب ۔ ایں دیدۂ تر بچاہ کنعاں مانند

---

[1] ما هذا الا بشر مثلکم یاکل مما تاکلون و یشرب مما تشربون ۱۲

واللہ محمدٌ رسولٌ بشرٌ — من جنتہٖ یخجلانِ شمسٌ قمرٌ
وصفِ رخ و گیسو و کمر چوں گویم — و دہنٌ بتسلسلٌ و فیہا نظرٌ

مدح

• یہ جناب قبلہ خان بہادر سید اکبر حسین صاحب کی ایک ناتمام نظم ہے جو ہمارے اصرار اور سیدی و مولائی خواجہ حسن نظامی صاحب کی سفارش پر نظام المشائخ کو ملی تھی۔ حضرت اکبر کا ارادہ اسے پورا کرکے الگ چھپوانے کا تھا جو انشاء اللہ اب بھی کبھی عمل میں آئیگا۔ فی الحال ہم ان چند پرشوکت و شگفتہ بندوں کو دلی شکریہ کے ساتھ شائع کرتے ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین انہیں بہت دلچسپی سے پڑھینگے اور لسان العصر کے اس رنگ کی بھی خوب خوب داد دینگے۔

(ایڈیٹر)

مدیحِ سرورِ کونین میں خامہ اٹھاتا ہوں — خیالِ کفر کی ظلمت پر اک بجلی گراتا ہوں
شبِ اوہام ہے۔ شمعِ یقیں محفل میں لاتا ہوں — چراغِ طورِ ایمن کوہِ معنی پر جلاتا ہوں

الٰہی! شوخیٔ برقِ تجلی دہ زبانم را
قبولِ خاطرِ موسیٰ نگاہاں کن بیانم را

محمد پیشوا اور رہنمائے خلق و عالم ہیں — معزز ہیں مقدس ہیں معظم ہیں مکرم ہیں
فروغِ محفلِ ہستی ہیں فرشِ عرشِ اعظم ہیں — حبیبِ حق ہیں ممدوحِ ملک ہیں فخرِ آدم ہیں

انہیں کے رنگ سے رنگِ گلِ ہستی کو زینت ہے
انہیں کی بو سے عطرآگیں بنی آدم کی طینت ہے

اُنہیں کے دل کو آگاہی ہوئی تھی رازِ فطرت پر　　اُنہیں کی طبع کو وجد آگیا تھا سازِ فطرت پر
وہی چشمِ خدا بیں محو تھی اندازِ فطرت پر　　اُنہیں کا ناز غالب آگیا تھا نازِ فطرت پر

وقائع اُنکے عزم و فکر کے سانچے میں ڈھلتے تھے
ذرائع غیب سے تکمیلِ مقصد کو نکلتے تھے

وہ نظریں ساقیِ میخانۂ یزداں پرستی تھیں　　وہ آنکھیں مظہرِ انوارِ رازِ بزمِ ہستی تھیں
اُنہیں پر بدلیاں خالق کی رحمت کی برستی تھیں　　اسی محفل کی بخشش خلد کے پھولوں میں بستی تھیں

اسی سرکار نے رتبہ بڑھایا طبعِ انساں کا
اسی دربار نے خلعت پنہایا نورِ ایماں کا

نہ سمجھا پھر کسی نے آب و سنگ و نار کو حاکم　　طبائع ہو گئے تحقیقِ موجودات کے عازم
جو تھے صنّاع تاثیرِ عناصر کے ہوئے عالم　　پرستارانِ عنصر نے عناصر کو کیا خادم

ہوئی توحید بالا جڑ کٹی عنصر پرستی کی
پڑی بنیاد اسی ارشاد سے علمی ترقی کی

غلط سمجھا گیا دعوے بتوں کی فاعلیت کا　　یقیں پیدا ہوا حکمِ خدا کی کاملیت کا
بڑھا نورِ بصر گزرا زمانہ جاہلیت کا　　بجا ڈنکا زمانہ میں بشر کی قابلیت کا

اشارا عقل کی جانب کلامِ حق میں واضح ہے
یہی قرآں درِ گنجینۂ فطرت کا فاتح ہے

معانی اُنکے روشن تھے اندھیرے میں اُجالے میں　　سما جاتا تھا خوف اُنسے تعرض کرنیوالے میں
وہ یوں اصحاب میں تھے جس طرح ہو چاند ہالے میں　　مصنف سیل نے لکھا ہے خود اپنے رسالے میں

محمدؐ کی وہ نظریں تھیں کہ دل میں راہ کرتی تھیں
زباں میں وہ فصاحت تھی کہ قومیں واہ کرتی تھیں

قدم اُنکے لیے تھی بہرِ حلِ مشکل مسائل نے　　ہدایت اُنسے حاصل کی جہاں میں طبعِ مائل نے

جوابوں میں تشفی پائی اُنسے طبعِ سائل نے   نہایت ہی بلاغت سے لکھا ہے کارلائل نے

جو طاقت رات کو دن اور دن کو رات کرتی تھی
وہ طاقت یعنی یہ فطرت خود اُنسے بات کرتی تھی

معاشر دیکھکر شان اُنکی اُن کو شاہ کہتا تھا   مسافر رہ پا کر اُن کو خضرِ راہ کہتا تھا
مخاطب معترف ہوتا تھا حق آگاہ کرتا تھا   مخالف کو حسد تھا پر بھی دل میں واہ کہتا تھا

دلِ کافر میں بھی قدر اُنکی تھی اُنکا ادب کچھ تھا
نہ تھے شانِ نبوت کچھ نہ ہونے پر بھی سب کچھ تھا

جواہر خانہ اُس چشمِ کرم سے سینہ بنتا تھا   حقائق کا خرد کا علم کا گنجینہ بنتا تھا
لطافت سے صفا سے نور سے آئینہ بنتا تھا   علوِ فکر سے عرشِ بریں کا سینہ بنتا تھا

مُرید اُنکے نہ تھے مشتاق دنیا کی تگ و دو کے
قدم افلاک پر پڑتے تھے اُس ہادی کے پیرو کے

قلوب اُنکی نظر کے رعب سے تھرّاے ملتے تھے   چمن اُنکے سخن کے فیض سے ہمسائے کھلتے تھے
ہجومِ خلق تھا راہِ طلب میں شانے چھلتے تھے   بشر کی کیا حقیقت ہے فرشتے جھک کے ملتے تھے

فلک تھا دم بخود باد مخالف چل نہ سکتی تھی
خدا کی بات تھی ٹالے کسی کے ٹل نہ سکتی تھی

اکبر از الہ آباد

عرش و طور

موسیٰ تھے کلیم اسمیں کسکو ہے کلام   جا جا کے وہ طور پر بجا لائے سلام
لیکن تھا حبیبِ خدا بہ احمدِ مشفق   خود آیا تھا عرش سے خدا کا پیغام

نور علی نور

عیاں ہے سب پہ مثلِ روزِ روشن — کہاں عرش؟ اور کہاں وادیِ ایمن؟
بڑا ہے فرق طور و لامکاں کا — تفاوت ہے زمین و آسماں کا
کہاں سینا؟ کہاں دشتِ مدینہ؟ — کہاں صحرا؟ کہاں خلوت کا زینہ؟
کہاں مشعل؟ کہاں خورشید تاباں؟ — کہاں اختر؟ کہاں ماہ درخشاں؟
کلیم اللہ کا کچھ اور ہے طور — حبیب اللہ کی ہے شان ہی اور
کہاں شانِ ولمّا جاء موسیٰ[1]؟ — کہاں بزم دنیٰ اور قربِ ادنیٰ؟
وہاں وہ جستجو میں دشت پیما — یہاں محبوب خواب ناز میں تھا
گئے میقات تک وہ بے بُلائے — یہاں جبریلؑ قاصد بن کے آئے
بُلانے والا فرماتا ہے خود یہ — کہ سُبحانَ الَّذِیٓ اَسْریٰ بِعَبدِہٖ[2]
زباں پر ربِّ اشرح لی[3] وہاں ہے — اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ یہاں ہے
وہاں اُتری ہوئی پاؤں سے نعلین — یہاں چلّہ چڑھائے قابَ قوسَین
وہاں جلتی تھی شمع لَنْ تَرَانِی — یہاں روشن چراغِ مَنْ رَآنِی
وہاں آنکھوں پہ غش پردہ گرائے — یہاں مَازَاغ کی عینک لگائے
وہاں جلکر ہُوا تھا طور سُرمہ — یہاں آنکھوں میں کحل مَا طَغٰی تھا
وہاں اونچی تھی چوٹی کوہ کی دور — یہاں عرشِ بریں نُوْرٌ عَلٰی نُوْر

فرق مراتب (موسیٰؑ و محمدؐ)

وہ مدین سے جو آئے سوئے سینا — یہ مکے سے چلے پہنچے مدینا

---

[1] پ سورۂ اعراف - ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا۔ حضرت موسیٰ اپنے وقت مقررہ پر وادی مقدس میں حاضر ہوئے
[2] پ سورۂ اسریٰ - سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ ۔ وہ ایسا پاک بے نیاز جو خاص اپنے بندے کو ایک رات لیگیا جلّ جلالہ فعل کا فاعل ذات کلیم اور اسریٰ فعل کا فاعل ذات قدیم تھی کما لا یخفی۔
[3] موسیٰ نے دعا کی اے پروردگار میرے سینے کو کھول دے رب اشرح لی صدری۔ آنحضرت صلعم پر خداوند کی طرف سے ارشاد ہوا کیا ہم نے تیرے سینے کو کھول نہیں دیا۔ الم نشرح لک صدرک

وہاں چمکا فقط وادیِ ایمن — تجلّی سے یہاں گھر گھر ہے روشن
ید بیضا جلاتا شمع کب تک — فروغِ ملّتِ بیضا ہے اب تک
وہاں اُترا منّ و سلویٰ زمیں پر — سکینہ یہاں قلوب المومنیں پر
وہاں آئی اِذِ استسقیٰ کی باری — یہاں تھا انگلیوں سے چشمہ جاری
وہاں اُٹھا تھا قلزم کا طوفاں — یہاں ہے ابرِ رحمت گوہرافشاں
وہاں فرعون پر نازل بلا ہے — یہاں دشمن کے حق میں بھی دعا ہے
عصا انگشت سبابہ سے ہے ماند — وہاں دریا یہاں شق ہو گیا چاند
کہاں تک ہو بیاں فرقِ مراتب — ادب کہتا ہے خاموشی ہے واجب
وہ حاکم ہے اُسی کا علم احکم — وہی جانے شأن واللہ اعلم

صلی اللہ علی نبینا وعلیہ السلام

شفق عمادپوری

مخمس

خورشید ترا نقشِ کفِ پا ہے قمر بھی — جن بھی ترے قربان ہیں عقیدت میں بشر بھی
دنیا بھی ترے ہاتھ میں ہے۔ دیں کا گھر بھی — دامن میں ترے گل بھی ہیں جنت کے ثمر بھی
او مالکِ فردوس بریں کچھ تو ادھر بھی

تو رحمت کونین ہے۔ تو خیر بشر بھی — خورشید ترا تابع فرماں ہے۔ قمر بھی
کوثر ترے قبضہ میں ہے۔ فردوس کا گھر بھی — دامن میں ترے گل بھی ہیں جنت کے ثمر بھی
او مالکِ فردوس بریں کچھ تو ادھر بھی

تن خاک رہِ عشق ہے۔ پامال ہے سر بھی — ہے آپ کو کچھ اپنے مریضوں کی خبر بھی

ہوجائے غریبوں پہ عنایت کی نظر بھی اُٹھ جائے کبھی آنکھ ترحم سے اِدھر بھی
بسمل نگہِ ناز کا دل بھی ہے جگر بھی

معدوم نے دم سے ترے موجود کو پایا ساجد نے ترے نام سے مسجود کو پایا
عابد نے تری ذات سے معبود کو پایا عالم نے ترے فیض سے مقصود کو پایا
قربان ترے اک نگہِ ناز اِدھر بھی

کیا شکل ہے کیا شان ہے کیا قامتِ زیبا انسان نہیں ۔ نورِ مجسم ہے سراپا
بندے ترے قربان ۔ خدا تجھ پہ ہے شیدا ناسوت سے لاہوت تلک نور ہے تیرا
ہے ایک ہی جلوہ کہ اِدھر بھی ہے اُدھر بھی

شیدائے محبت ترا جب آنکھ اُٹھائے جلوہ رُخِ پُر نور کا ہر سو نظر آئے
اِن آنکھوں میں پُتلی کی جگہ تو ہی سمائے ۔ پرتو سے ترے نور کے محروم نہ جائے
حاضر ہے تری بزم میں یہ شمعِ سحر بھی

چھائے ہوئے ہیں موت کے آثار سراپا بیکل ہے دلِ زار تشنج میں ہیں اعضا
آسان نہیں جان کا قالب سے نکلنا! نازک ہے بہت نزع کا وقت ای مرے مولا
ہے بے خبری لیجئے اب میری خبر بھی

محرابِ حرم ابروئے خمدار کے صدقے! سو جاں سے قیامت تری رفتار کے صدقے
ہے طوطیٔ سدرہ تری گفتار کے صدقے اِک میں ہی نہیں مصحفِ رخسار کے صدقے
خورشید بھی پھرتا ہے ترے گرد قمر بھی

مغموم مری جان ہے ناشاد مرا دل سہتا ہے نئے عشق میں بیداد مرا دل
کرتا ہے ترے ہجر میں فریاد مرا دل فرقت میں تری کب سے ہے برباد مرا دل
آباد کرم سے ترے ہو جائے یہ گھر بھی

تو رحمتِ عالم ہے تو ہے شافعِ محشر اُمت کا بھی خواہ ہے گمراہوں کا رہبر

موسن ہی نہیں پڑھتے ہیں کلمہ ترا کافر — ہے چشمِ کرم سب کی طرف ساقیِ کوثر
مشتاق ہے اِک جام کا یہ تشنہ جگر بھی

اِک بار نقابِ رُخِ پُر نور اُٹھا دے — بِلّٰہ ذرا حُسنِ خداداد دکھا دے
اب بندِ علائق سے زمانہ کے چھڑا دے — دُنیا کے تعلق کو ترا شوق مٹا دے
یہ کیا ہے توجہ کہ اِدھر بھی ہے اُدھر بھی

دُھل جائے خدایا مرے نامہ کی سیاہی — دے عضو نہ کوئی عملِ بد کی گواہی
امجدؔ۔ ہے سرِ صدق سے یہ درد پگاہی — ہو خاتمہ بالخیر مدینے میں الٰہی
چوکھٹ پہ ترے روضۂ اقدس کے ہو سر بھی

امجد حیدرآبادی

(۲۷)

تحفۂ نامی

تخمیس برغزل مولٰنا قدسی رحمۃ اللہ علیہ

اے شہنشاہِ جہاں سیّدِ والا رُتبی — اے خوشا سرورِ کونین قریشی لقبی
حبذا ختمِ رُسل سیّدِ عالی نسبی — مرحبا سیّد مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

تیرا شیدا، تیرا دیوانہ پڑا ہے بیدم — ہند سے جلد بلا، شاہِ عرب شاہِ عجم
دردِ فرقت سے ہے مضطر تیرا بیمارِ غم — من بیدل بجمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمالست بدیں بوالعجبی

میرے آقا، میرے مولا، یہ غلامِ کمتر — ہے ترے در پہ کھڑا تھام کے دل خستہ جگر
بے نوا بے کس و مہجور و پریشاں مضطر — چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر

اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

تو ہے جب ساقیٔ کوثر تو کریں کیوں ہیہات ۔۔۔ امتی شاد ہیں تیرے جو بنی دل کی بات
خستہ دل تشنہ وہاں آئے ہیں اب تو نجات ۔۔۔ ما ہمہ تشنہ لبانیم تو ئی آب حیات
رحم فرما کہ ز حد میگزرد تشنہ لبی

کیوں نہوں اہل عرب شاد و خوشی سے خوش کام ۔۔۔ کیوں نہو ان کی زباں انکے لیے خود الہام
میٹھی باتوں نے کیا کفر سے پیدا اسلام ۔۔۔ نخل بستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام
شد ازاں شہرۂ آفاق بشیریں رطبی

مثل و مانند تو دیکھا نہیں آدم تیرا ! ۔۔۔ تیرا دیوانہ و شیدائی ہے عالم سارا
پاک تو ! خاک ہیں ہم کچھ نہیں نسبت اصلا ۔۔۔ نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

میں کہاں اور کہاں ! شانِ رسولِ اکرم ۔۔۔ میں غلامی کے بھی قابل نہیں اللہ کی قسم
کیا کروں عرض کہ شرمندہ ہوں دلمیں ہر دم ۔۔۔ نسبتے خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی

یک بیک نورِ خدا کا ہوا دنیا میں ظہور ۔۔۔ سارا اندھیر ہوا ملکِ عرب سے کافور
پھر کلامِ عربی سے ہوئے سینے معمور ۔۔۔ ذات پاک تو دریں ملکِ عرب کرد ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

عائدِ حال ہے آوارگی و تفتہ دلی ۔۔۔ منہ سے کچھ کہہ نہیں سکتا ہے یہ تیرا نامی
چیختا قبر سے نکلے وہ رسولِ عربی ۔۔۔ سیدی انت حبیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پے درماں طلبی

فدائی ! نامی کوہ سواری چشتی نظامی

چوب چینی و عشبہ کے اکتالیس مجرب فوائد

جس کی تصدیق حکیموں ڈاکٹروں نے اپنے مریضوں پر آزمانیسے کی ہے۔

جس کی تصدیق ایک سو دس مریضوں نے آپ استعمال کرکے کی ہے اور سر [illegible] ہیں وہ یہ ہیں جب کبھی

فائدہ ۱ آتشک یا سوزاک [illegible] ہوا ہو اور کچھ عرصہ کے بعد جلد پر سیاہی آجائے یا جسم پر داغ پڑ جائیں یا جوڑوں اور ہڈیوں میں درد ہو تو اس مرکب کے استعمال کرنے سے تمام دکھ درد دور ہو جائیں گے۔

فائدہ ۲ جس کی تصدیق ۵۰ مختلف مریضوں نے اور مختلف عمر کے لوگوں نے کی ہے وہ یہ ہیں خرابی معدہ خرابی جگر بھوک بند ہو جانے سے دن بدن لاغری ہوتی جاتی تھی چہرہ پر بے رونقی اور مردہ پن پیدا ہو گیا۔ ہاتھ پاؤں جلتے تھے معدہ کی وجہ کبھی دست کبھی قبض ہو جاتی تھی وہ سب اسکے استعمال سے دور ہو گئی

فائدہ ۳ جس کی تصدیق [illegible] کرنے میں ان کی رانوں کا حصہ سیاہ ورم دار ہو گیا تھا۔ اور پسینہ ایسے سخت خارش ہوتی تھی ہر وقت [illegible] ہوتا تھا۔ اور ان سے سخت بدبو آتی تھی۔

فائدہ ۴ جسکی تصدیق [illegible] مریض کرتے ہیں جنکے مختلف جسم میں بغل اور رانوں میں بدن گلٹیاں پڑ جاتی ہیں اسکے استعمال سے تمام گلٹیاں بیٹھ گئیں اور آگے پیدا ہونی بند ہو گئیں اور مرض جاتا رہا۔

فائدہ ۵ جسکی تصدیق [illegible] مریض کرتے ہیں عرصہ سے ناسور تھا جس سے پتلی سی پیپ جاری رہتی تھی اور سخت تکلیف کا سامنا ہوتا تھا۔ [illegible] چند روزہ استعمال سے ناسور سوکھ گیا اور زخم بھر گئے۔

فائدہ ۶ جسکی تصدیق [illegible] مریض کرتے ہیں انکو جوڑوں سے اٹھ کر ورم تمام بدن اور پنڈلیوں میں پہنچ کر تا تھا جس سے [illegible] ہوتی جاتی تھی اسکی ایک شیشی کے استعمال سے [illegible] درد جاتا رہا۔

فائدہ ۷ جس کی تصدیق چار سو عورتیں اسکے استعمال کرنیکے بعد کرتی ہیں کہ ان کے نلوں میں درد اور رحم سے [illegible] جاری رہتا تھا۔ اور ایام حیض میں کمر و سر میں سخت درد ہوا کرتا تھا اسکے استعمال سے ایام [illegible] فائدہ [illegible] رحم [illegible] اور چہرہ سرخ ہو گیا۔

فائدہ ۸ جسکی تصدیق دو سو مریض آزما چکے ہیں خون گندہ ہونیسے چہرہ پر چھائیاں اور جسم پر دانے پھوڑے پھنسیاں کثرت سے مختلف جگہوں میں پیدا ہو کر انسے لیسدار پانی بہکر پھنسیاں و پانی لگکر [illegible] زخم ہو جاتا تھا۔

الغرض یہ مرکب عشبہ و چوب چینی سب سے عمدہ مصفی خون ہے

[illegible] نقصان رساں ثابت ہوئے ہیں کیونکہ وہ [illegible] ملک کی آب و ہوا کے [illegible] وغیرہ میں بنائے جاتے ہیں جس سے خون زیادہ غلیظ اور تیز ہوتا ہے اس مرکب کے سریع الاثر فائدے دکھلانے کی وجہ یہ ہے [illegible] پر بہت اچھا اثر ڈالتا ہے جس سے تمام [illegible] کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔

ثبوت کے لئے اس جوہر کے استعمال سے پہلے اپنے بدن کو وزن کر لو۔ وزن ڈیوڑھا ہو جائے گا [illegible] ہر ایک حصہ میں تجربہ کیا گیا ہے۔

قیمت

شیشی کلاں جو ایک [illegible] کیلئے کافی ہے تین روپے شیشی خورد [illegible] علاوہ اس کے اس شفاخانہ میں ہر مرض کی مجرب ادویہ موجود ہیں [illegible] (۳) [illegible] (۵) حب [illegible] (۶) [illegible] (۷) [illegible] (۸) [illegible] (۹) [illegible] سے تنگ ہیں [illegible] منگا لیں جس سے معلوم ہو جائیگا کہ مرض قابل علاج [illegible] ہوگا۔

پتہ شہنشاہی سند یافتہ حکیم حاجی غلام نبی زبدۃ الحکما لاہور موچی دروازہ

سفر حرمین الشریفین و احوال حرمین مع نقشہ جات مقامات شام و بیت المقدس و مصر

حضرات! جس کتاب کی دیدار کیلئے مدت سے دل ترستا تھا۔ اور آنکھیں مشتاق تھیں۔ تو اب بفضل حضرت غنی و ذوالجلال تیار ہوچکا۔ اب سنئے وہ کیا چیز ہے جسکی تمنا ہر دمیر تھی۔ اور ہزارہا مشتاق جسکے لیے چشم براہ تھے۔ در حقیقت یہ جناب مستغنی عن الالقاب خان بہادر حاجی الحرمین الشریفین زائر قبلتین المحترمین محمد عبدالرحیم صاحب نقشبندی ادام اللہ اعزازہم اکسٹرا اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ سروے آف انڈیا کا سفرنامہ ہے۔ سفرنامہ بھی کیسا جسکے دیکھنے سے مسلمانوں کی قدیم صناعی اور ایشیا کے بے انتہا کمالات کا مرقع ہے خاصکر اہل عرب کی موجودہ معاشرت و صنعت و حرفت تجارت و تمدن کا نقش کھینچکر آئینہ بنایا ہے۔ یہ سفرنامہ بنگلور جنوبی ہند سے شروع ہوکر عرب حجاز شام فلسطین مصر عراق وغیرہ وسط عرب و نامعلوم عرب کے حالات و یورپین سیاحوں کے حالات سفر کے اقتباسات نہایت شرح و بسط کے ساتھ معہ نقشہ جات جغرافیائی عکسی تصاویر عمارات مقدسہ کے تکمیل پایا ہے مقامات مندرجہ بالا کو خان بہادر ممدوح الصدر نے بچشم خود ملاحظہ فرمایا ہے۔ اور بسیط و مستند عربی، فارسی، و انگریزی کتب تواریخ سے اس کی بیحد تحقیق کی، خوبی قسمت سے جناب خان بہادر ممدوح الصدر کو ایک ترکی اعلی افسر سے اس مبارک سفر میں ہمراہی نصیب ہوئی جس کو ملک شام میں بارہا سفر کرنے اور عہدہ جلیلہ پر منجانب سلطنت علیہ عثمانیہ خلد اللہ ملکہا ممتاز رہنے کا اتفاق ہوچکا تھا۔ جن کی ہمراہی سے خان بہادر موصوف الصدر کو بہت کچھ معلومات حاصل ہوئی جس کا معلوم کرنا دشوار تھا آخر میں جلالتماب شہنشاہ اعظم خلق مجسم صلاح الدین ایوب رحمۃ اللہ علیہ فاتح بیت المقدس کے مقبرہ مبارک کے نقشہ کے ساتھ آپکی اصلی تصویر معہ مختصر حالات کے شامل ہے جو قابل دید ہے باوجود ان خوبیوں کے کاغذ گلیز قیمت کاغذ گلیز ۲ پونڈ ایضاً کاغذ گلیز ۱ پونڈ ۱۰ مجلد قیمت صفحہ تخمیناً ملنے کا پتہ

کے حاجی محمد محی الدین سوداگر و تاجر کتب متصل مسجد ابراہیم بنگلور ۲۹۹ نمبر دکان

و نیز ذیل کے پتہ پر مقام بنگلور لشکر مولف سے بھی براہ راست کتب مذکورہ مل سکتے ہیں ::

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن



۱۹۱۵ء کی کافوری جنتری نہایت خوبصورت اعلےٰ درجے کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے. اور بلا قیمت و محصول ڈاک قدر دانون کے پاس بھیجی جاتی ہے. اگر آپ دیکھنا چاہتے ہین تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف لکھے پڑہے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھکر بھیجدیجیے. جنتری بواپسی ڈاک آپ کی خدمت میں روانہ کردی جائیگی.

تندرستی کی گفتگو

اپنی اپنی صحت کو درست رکھنے کے لیئے امیر سے غریب تک فکر میں رہتے ہیں. اور اپنی من مانی جسکو جیسی سوجھتی ہے ویسا ہی کرتے ہیں. دولتمند گھی دودھ میوہ وغیرہ کھاتے ہیں. اور قیمتی دوا کی تلاش کرتے ہیں. غریب کم خرچ جڑی بوٹی اور چٹکلے کھوجیں رہتے ہیں. اس جاڑے کے موسم میں ایسے مقویات کا کہانا بھی نہایت مفید ہوتا ہے. کیونکہ اس موسم میں ہر چیز مریض کیموافق ہوتی ہے. اس فکر اور دقت کو دور کرنیکی نہایت ہی آسان ترکیب ہے جس میں نہ تو زیادہ پریشانی ہوتی ہے. اور نہ اس قدر لیاقت سے باہر خرچ ہے وہ **ڈاکٹر ایس کے برمن کی مقوی باہ کی گولیاں ہیں**. آپ بھی آزمائش کرکے دیکھئے یہ بھوک کو بڑہاتی ہیں اور خون کو نیا پیدا کرتی ہیں جوانی کی بے اعتدالیون کی وجہ سے جو خرابی ہو. اور جوانی میں بڑہاپے کے سی حالت ہو. یہ سب شکایتین دور کرکے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہیں.

اگر آپ آزمائش کرنا چاہیں تو

تو ایک لفافے میں دو پیسے کا ٹکٹ اور دس شریف پڑہے لکھے اشخاص کے نام و پورا پتہ لکھکر ساتھ ہی اسکے اس اشتہار کو بھیجدیجئے. **نمونہ مفت** بذریعہ ڈاک کے بھیجا جاویگا. قیمت ۳۲ گولیونکی ایک شیشی ایکروپیہ عدہ

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

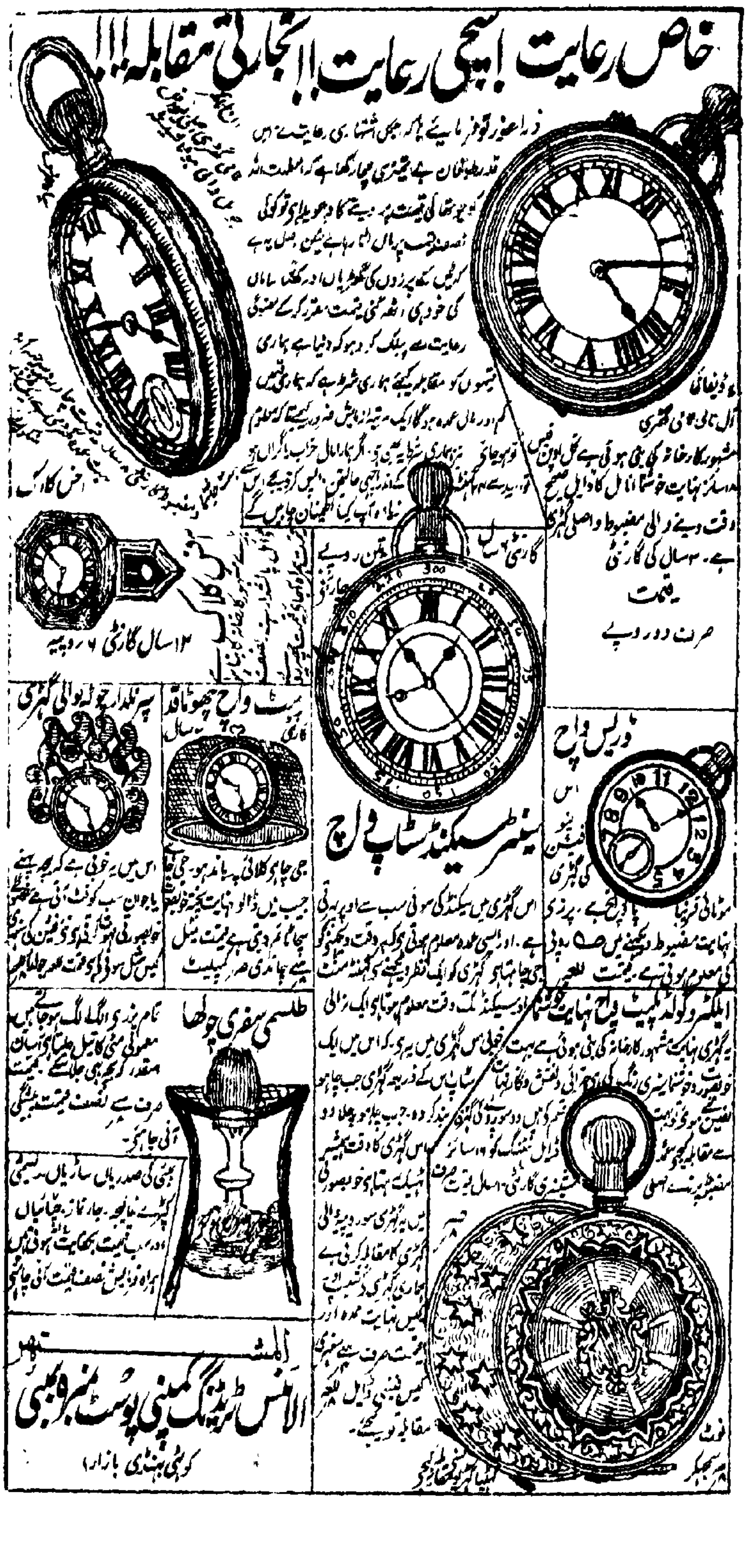
دیوانِ شاہِ کمال موسُوم بہ مخزن العرفان

کامل اردو

لیجئے یہ وہ بے بہا انمول خزینہ ہے جو ایک طلائی تک مخفی رہا اس کے دیکھنے کا ایک عالم مشتاق تھا۔ شائقین کا شوق اس حد تک پہونچ گیا کہ اس کے قلمبند کرنیکے لئے زر کثیر صرف کر چکے تاہم اکثر محروم رہجاتے تھے ہم حضرتِ اقدس سید شاہ کمال اللہ والدین قدس سرہ کے خاندانِ عالی سے طبع کی اجازت حاصل کر کے اس کو چھاپا ہے۔ کل دیوان حقائق و معارف الہیہ سے بھرا ہوا ہے۔ اس کے دیکھنے سے وجد کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر غزل کے مضامین علیامن وعن الہامی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس کی زبان آپ نے پائی تھی۔ مطبوعہ نسخہ بالکل کم ہیں۔ ناظرین فوراً درخواست روانہ فرما کر فیض حاصل کریں۔ ورنہ دوسرے اڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا تعداد صفحات (۲۸۰) قیمت علاوہ محصول عہ مع محصول عہ

ملنے کا پتہ

مولوی محمد اسحٰق تاجر کتب پبلشر حشمتہ السلام پریس۔ ابراہیم روڈ بنگلور معسکر



خاص رعایت اچھی رعایت انجانی مقابلہ!!!
سنٹر سیکنڈ سٹاپ واچ
اس گھڑی میں سیکنڈ کی سوئی سب سے اوپر ہوتی
ڈریس واچ
رسٹ واچ
طلسمی سفری چولھا
۱۲ سال گارنٹی ۷ روپیہ
صرف دو روپے
قیمت
المشتہر
الائنس ٹریڈنگ کمپنی پوسٹ نمبر ۹ بمبئی
کوٹھی بھنڈی بازار

رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۲۱ | دنیا کی آبادی میں پچوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے

جلد [illegible] نمبر [illegible] | جمادی الاول ۱۳۳۲ھ

قسم اول | قسم اوسط

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی تسلی و تسکین کا ماہواری رسالہ

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ
جو سیدی مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب شاہزادہ حضرت سلطان
نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی
وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقراء محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ ششماہی عہ

مقام اشاعت دار السلطنت دہلی کوچہ چیلاں

مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

نظام المشائخ

جلد ۱۲ | بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ | نمبر ۵

فہرست مضامین

شمارہ	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	سجدۂ تعظیمی	جناب مولانا محمد عظیم صاحب گنگوہی	۱
۲	بہارستان فطرت	جناب مولانا محمد الدین صاحب خلیقی دہلوی	۱۲
۳	علم سے کیا مراد ہے؟	جناب مولانا حاجی محمد اسعد صاحب کاکاخیل	۱۸
۴	بھولی بیگم کی کہانی	سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	۳۱
۵	تصوف اور اسلام	جناب مولانا محمد اسرار الحق صاحب امروہی	۳۸
۶	قضا و قدر	جناب مولوی محمد صدیق صاحب عدن	۴۴
۷	کلمات سیدنا علی رض	جناب مولوی محمد خاں صاحب	۴۶
۸	فراق دہلوی	ایڈیٹر	۴۹
۹	نغمۂ توحید	جناب پیرزادہ مولوی محمد حسین صاحب عارف ایم اے	۵۰
۱۰	قصیدۂ نعتیہ	جناب مرزا عبد الرحمٰن بیگ صاحب	۵۱
۱۱	تضمین غزل بیدل رح	جناب مولوی احمد حسین صاحب امجد حیدرآبادی	۵۳
۱۲	فریاد عشق	جناب عشق بغدادی	۵۴
۱۳	رباعیاتِ عشق	ایضاً	۵۵
۱۴	تقاضائے نشید نوازی	جناب مولانا عینی صاحب	۵۶
۱۵	صبح	جناب شیخ شیر محمد صاحب شیر	۵۶
۱۶	مساواتِ اسلامی	جناب مولانا شبلی نعمانی مرحوم	۵۸
۱۷	تازہ غزلیں اور نعتیں	جناب فراق - جناب حسن - جناب حکیم - جناب برق - جناب رعد - جناب قسطاس - جناب جلالی -	۶۰
۱۸	سفر الحبیب	جناب مولوی فاضل - محمد عبد التواب صاحب چشتی -	۶۵
۱۹	اشتہارات	صاحبان مشتہران	۸۱

ہمارے معاونین

جنہوں نے اِس مہینے میں رسالہ نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں سعی فرمائی اُنکے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:-

جنابشیخ شیر محمد صاحب شیر ظفروال ۴ خریدار

حضرت پیرجی خورسند علی صاحب گوڑگانوہ ایک ؍

جناب داروغہ حمزہ خانصاحب تعلقہ چتگوتہ ۲ ؍

جناب نجم الدین صاحب انسپکٹر شاہجاپور گوالیار ۳ ؍

جناب منظور الدین صاحب انسپکٹر ملانہ ضلع انبالہ ایک

جناب عبدالحق صاحب عطار میسنی پور ۴ خریدار

جناب نور محمد حاجی قاسم جھابرہ بمبئی ایک ؍

جناب مولوی فیروز الدین صاحب انسپکٹر چونیاں۔لاہور ۶ ؍

جناب مولوی علی محمد صاحب جام پور ایک ؍

جو خود خریدار ہوئے

۱	جنابشیخ سردار بخش صاحب ملتان شہر	۱۶	جناب بشیر الدین صاحب ہاہی ال ضلع شاہپور
۲	جناب محمد شفیع خانصاحب منڈ ضلع اعظم گڈھ	۱۷	جنابشیخ فیروز الدین صاحب انسپکٹر پولیس چونیاں لاہور
۳	جناب سید عبدالقیوم صاحب وکیل بیرہ۔بھوپال	۱۸	جنابشیخ نظیر حسین صاحب مقام بنیرہ
۴	جناب منشی چراغ الدین صاحب گورداسپور	۱۹	جناب محمد یعقوب صاحب منیجر سنگر کمپنی رائپور
۵	جناب سید محمد عبدالصمد صاحب فیروسی آرہ ضلع شاہ آباد	۲۰	جناب سید احمد حسین صاحب ضلعدار حلقہ تکھا ضلع کیمپور
۶	جناب سردار عبداللہ خانصاحب بہاولپور	۲۱	جناب عبداسد شاہ صاحب ہاشمی شورکوٹ
۷	جناب حکیم عبدالرحمن صاحب چشتی للیانی ضلع لاہور	۲۲	جناب ابوالذکار محمد صاحب حیدرآباد دکن
۸	میر گل محمد خانصاحب شہید ادکوٹ ضلع جیکب آباد	۲۳	جناب نانگ شاہ صاحب قریشی کمھوری۔وزیرستان
۹	جناب عبدالحکیم صاحب رس میلو والہ تحصیل ظفروال	۲۴	جناب سید ظفر علی صاحب ٹیشنگ ماسٹر مقام اولا
۱۰	جنابہ بیگم صاحبہ صفدر علی صاحب اوری	۲۵	جناب عبدالغنی صاحب ڈیلے علیگ لڈرکا کہ سندھ
۱۱	جناب رحمت علی صاحب دوسہ	۲۶	جناب لطیف حسین صاحب رس تواہی عدن ملک عرب
۱۲	جناب عبدالرحمن خانصاحب بہاولپور	۲۷	جناب سید باقر علی صاحب مہوبا ضلع ہمیر پور
۱۳	جنابشیخ عبدالکریم گہنو و بہائی صاحب شیخ لاہور	۱۸	جناب صبیح الدین احمد صاحب انسپکٹر نانڈگہاٹ۔دکن
۱۴	جناب منشی صدرالدین صاحب مختار شاہجاپور گوالیار	۲۹	جناب عبدالقادر صاحب گورکھپور
۱۵	جناب اسمٰعیل حاجی محمد ایمان جوناگڈھ کاٹھیاواڑ	۳۰	جناب حافظ محمد یسین صاحب کلکتہ

۳۱	جناب مولوی صوفی حکیم فیروزالدین صاحب جناپوری جالندھر	۴۷	جناب گل حسین شاہ صاحب ڈیرہ غازیخاں
۳۲	جناب محمد عباس علیصاحب انسپکٹر بہادہ ضلع اجمیر	۴۸	جناب قاضی محمد حسن دد کھی بمبئی
۳۳	جناب خواجہ محمد فخرالدین احمد صاحب مختار چنیوٹ	۴۹	جناب میاں فضل الدین صاحب امرت سر
۳۴	جناب منشی محبوب الرحمن صاحب کلکتہ	۵۰	جناب غلام محمد صاحب فیض پور
۳۵	جناب عطا محمد خانصاحب گرد وار کلیان پور	۵۱	جناب عبد الغفار صاحب فیض پور
۳۶	جناب محمد عابد علیصاحب کمپ خانہ سنگرینی	۵۲	جناب ایلے کے بوان صاحب آدد لیری براہ گجرات پنجاب
۳۷	جناب خواجہ علاءالدین صاحب میسور	۵۳	جناب حکیم معراج الدین صاحب امرت سر
۳۸	جناب مولوی عبد الکریم صاحب انسپکٹر مرہا بادی انجی	۵۴	جناب ہدایت حسین صاحب کھگڑیا ضلع مونگیر
۳۹	جناب سید نور محمد صاحب لودھیانوی رنگون	۵۵	جناب مولوی سید محمد علیصاحب رئیس اندائن
۴۰	جناب محمد حمید خانصاحب فورمین متھرا	۵۶	جناب قاضی نعمت اللہ صاحب جالون
۴۱	جناب عبد اللطیف صاحب سیتاپور	۵۷	جناب حاجی محمد فیض اللہ صاحب حیدرآباد دکن
۴۲	جناب مسٹر مستجاب خانصاحب ڈپٹی ڈاکٹر درگ سی پی	۵۸	جناب میر غلام محمد صاحب نائب دکار ضلع دنگل
۴۳	جناب قاضی نور محمد صاحب یادگیر دکن	۵۹	جناب سی ایم حق صاحب آرہ
۴۴	جناب خوشی محمد صاحب لوہا گجرات پنجاب	۶۰	جناب منشی غیاث الدین صاحب پوسٹ آفس کھاڈل
۴۵	جناب امیر جیلانی صاحب مقام کوٹ ڈاکخانہ کھدرا بنگال	۶۱	جناب سید محمود حسن صاحب بچھاچد ریاست بھوپال
۴۶	جناب فیض محمد خانصاحب ڈی ہولی ڈاکخانہ منڈا	۶۲	جناب ایس ایم محمود صاحب ایم رجسٹرار سکرٹری

بسم اللہ

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

نظام المشائخ

سجدۂ تعظیمی

قابل توجہ اڈیٹر صاحب نظام المشائخ دہلی

(از جناب مولانا محمد عظیم صاحب گکھڑوی)

مولانا محمد عظیم صاحب کا مضمون ذیل جو نظام المشائخ کے ایک مراسلہ موسومہ ساغر عشق مطبوعہ رمضان ۱۳۳۲ھ ہجری کے جواب میں انوار الصوفیہ لاہور کے پرچہ ماہ نومبر ۱۹۱۴ء میں نکلا ہے ہم بجنسہ شائع کرتے ہیں تاکہ ناظرین کرام بھی مولانا کے موحدانہ اور حمیت آمیز قیمتی خیالات سے مستفید ہوں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اولیائے کرام کے اقوال و افعال اسلامی تعلیم اور اصول شریعت حقہ کے خلاف نہیں ہوتے۔ مگر اسمیں شک نہیں کہ انکی بعض باتیں رموز غامضہ کے رنگ میں تاویل طلب ضرور ہوتی ہیں۔ اور اسی لیے ظاہر بینوں کی نظر میں محل اعتراض ٹھیرتی ہیں۔ معہذا یہ بھی ایک ثابت شدہ امر ہے کہ بعض باتیں لوگ محض خوش اعتقادی یا ضعف ایمان کے سبب انکی جانب

منسوب کردیا کرتے ہیں۔ وگرنہ عقل سلیم یہ باور نہیں کرسکتی کہ ایسے نفوس قدسیہ جن کے ظہور کی غرض اور مقصود زندگی ہی توحید باری تعالی کا قیام و استحکام ہو وہ خود ہی علیہ السلام آپکے خلاف حرکات کے مرتکب ہوں یا دوسروں کو ہونے دیں۔ بہرحال چونکہ مولانا موصوف کا مضمون نہایت معقول اور کتاب و سنت سے مدلل ہے اور اسوقت سخت ضرورت ہے کہ دین حق کو زوائد سے پاک کرکے اسکا اصل نورانی چہرہ دنیا کے آگے پیش کیا جائے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ رسول کی مرضی اعلے کا بول بالا ہو۔ لہذا ہم بڑی خوشی سے اسکو بلفظہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں ✣

ایڈیٹر

دنیا میں خدائے قدوس کی توحید ہی ایک ایسا مسئلہ ہے کہ مشرکوں اور موحدوں کے درمیان مابہ الامتیاز شئے ہے۔ اسی سے موحد اور مشرک میں فرق ظاہر ہوتا ہے۔ خدائے قدوس کی کتاب پاک (قرآن کریم) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب پاک کے نزول سے پہلے بھی توحید کی تعلیم پہلی کتابوں میں موجود تھی۔ مگر ناقص طور پر تھی۔ قرآن پاک کا نزول جیسے ضلالات کے طوفان کے وقت میں ہوا ہے۔ کوئی نبی ایسے وقت میں نہیں آیا۔ اسنے دنیا کو اندھا پایا اور روشنی بخشی۔ اور گمراہ پایا اور ہدایت دی۔ اور مُردہ پایا اور جان عطا فرمائی۔ علاوہ اسکے توحید دلوں سے بلکل گم ہو گئی تھی۔ قرآن پاک نے اس توحید کو پھر یاد دلایا۔ اور اسکو کمال تک پہنچایا۔ اس پاک کتاب (قرآن کریم) کا نام اسی لیئے ذکر ہے کہ وہ یاد دلانے والا ہے ✣

خدائے تبارک و تعالی کی ہستی اور وحدانیت کا مسئلہ تورات سے شروع نہیں ہوا بلکہ قدیم سے چلا آتا ہے۔ بعض زمانوں میں ترک عمل کی وجہ سے اکثر لوگوں کی نظروں

میں حقیر اور ذلیل ضرور ہوتا ہے۔ پس خدا کی کتابوں اور خدا کے نبیوں کا یہ کام تھا کہ وہ ایسے وقتوں میں آتے رہے ہیں کہ جب اس مسئلہ توحید پر لوگوں کی توجہ کم رہ گئی ہو۔ اور طرح طرح کے شرکوں میں وہ مبتلا ہو گئے ہوں۔ یہی مسئلہ دنیا میں ہزاروں دفعہ صیقل ہوا۔ اور ہزاروں دفعہ پھر زنگ خوردہ کی طرح ہو کر لوگوں کی نظر سے چھپ گیا۔ اور جب چھپ گیا تو پھر خدا نے اپنے کسی خاص بندے کو بھیجا تاکہ نئے سر سے اسکو روشن کرکے دکھائے۔ اسی طرح دنیا میں کبھی ظلمت کبھی نور غالب آتا رہا +

اسی قاعدہ کے مطابق قرآن پاک کا نزول ہوا۔ یہ اپنے ساتھ کامل توحید کا سبق لایا۔ اسنے عقل ونقل کو ملا کر دکھایا۔ اسنے توحید کو کمال تک پہنچایا۔ اس نے توحید و صفات باریتعالیٰ پر دلائل قائم کئے۔ اس نے خدائے قدوس کی ہستی کا ثبوت عقلی و نقلی دلائل سے دیا۔ اور کشفی طور پر بھی دلائل قائم کئے۔ اور وہ مذہب جو پہلے قصہ کہانی کے رنگ میں چلا آتا تھا۔ اسکو علمی رنگ میں دکھلایا۔ اور ہر ایک عقیدہ کو حکمت کا جامہ پہنایا۔ اور وہ سلسلہ معارف دینیہ کا جو غیر مکمل تھا اسکو کمال تک پہنچایا +

قرآن پاک نے جس توحید کی دعوت دنیا کو دی اور حقیقت میں وہ اپنے رنگ میں پہلی آواز ہے۔ وہ یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شریک سے خواہ بت ہو خواہ انسان۔ خواہ سورج ہو یا چاند ہو۔ یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکر و فریب ہو منزہ سمجھنا اور اسکے مقابل پر کوئی قادر تجویز نہ کرنا۔ کوئی رازق نہ ماننا کوئی معز اور مذل خیال نہ کرنا۔ کوئی ناصر اور مددگار قرار نہ دینا۔ اور دوسرے یہ کہ اپنی محبت اسی سے خاص کرنا۔ اپنی عبادت اسی سے خاص کرنا۔ اپنا تذلل اسی سے خاص کرنا۔ اپنی امیدیں اسی سے خاص کرنا۔ اپنا خوف اسی سے خاص کرنا پس

کوئی توحید بغیر ان تین قسم کی تخصیص کے کامل نہیں ہوسکتی۔ اول ذات کے لحاظ سے توحید۔ یعنی یہ کہ اس کے وجود کے مقابل پر تمام موجودات کو معدوم کی طرح سمجھنا۔ اور تمام کو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقۃ خیال کرنا۔ دوم صفات کے لحاظ سے توحید۔ یعنی یہ کہ ربوبیت اور الوہیت کی صفات بجز ذات باری تعالیٰ کسی میں قرار نہ دینا۔ اور جو بظاہر رب الانواع یا فیض رساں نظر آتے ہیں یہ اسی کے ہاتھ کا نظام یقین کرنا۔ تیسرے اپنی محبت اور صدق و صفا کے لحاظ سے توحید۔ یعنی محبت وغیرہ شعار عبودیت میں دوسرے کو خدائے تعالیٰ کا شریک نہ گرداننا اور اسی میں کھوئے جانا یہی توحید جو تینوں شعبوں پر مشتمل اور اصل مدار نجات ہے۔ قرآن پاک نے اگر دنیا میں پیش کی اور یہی کمال اسلام ہے +

اسی کامل توحید کے وارث حضرات صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ہوتے ہیں جو اس توحید کو قولاً۔ فعلاً اور عملاً پیش کرتے ہیں۔ دنیا میں اگر کوئی گروہ خدائے قدوس کی حقیقی توحید کا مدعی ہے تو وہ یہی پاک گروہ ہے جن کا ہر ایک قول اور فعل۔ حرکت اور سکون خالص خدائے تعالیٰ کے لیے ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی تمام ظاہری باطنی قوتوں کو اسکے راستے میں صرف کر دیتے ہیں حقیقی قربانی یا بقول صوفیائے کرام مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا پر عمل کرتے ہیں۔ انکے وجود کا ایک ایک بال ایک ایک ذرہ خدائے قدوس کی راہ میں موت قبول کر کے اسکی ذات کے لیے اپنے آپ کو کھو دیتا ہے جس سے وہ توحید کے کامل درجہ تک پہنچ جاتے ہیں +

العجب ثم العجب۔ آجکل اسی گروہ میں جو انہی پاک وجودوں کا وارث کہلاتا ہے بعض آدمی وارث ہونا تو درکنار بعض حالتوں میں ان اصوفیائے متقدمین سے بھی دس قدم آگے ہی مارنے کے دعویدار بنتے ہیں۔ لیکن شرک سے بالکل پرہیز نہیں کرتے۔ اور توحید کے راستے میں کانٹے بچھانیکے لیے طرح طرح کے حیلوں اور

بہانوں سے کام لیکر خلق خدا کو توحید سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں اور اتنا بھی نہیں سوچتے کہ ع

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

جب صوفیائے کرام ہی جو حقیقی توحید کے وارث ہوتے ہیں۔ عوام الناس کو شرکیہ تعلیم دینے لگ جائیں تو پھر خدا ہی حافظ ہے۔ ع

مژدہ باد اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

نظام المشائخ بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۲ ہجری میں ایک مضمون عجز عشق کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس میں اپنے دعوے کو ثابت کرنیکے لیے بڑے بڑے بزرگان دین کے نام لیئے گئے ہیں جس سے ان کی طرف سے بھی بدگمانی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ انکے اپنے الفاظ سے ناظرین بخوبی سمجھ جائیں گے جو حسب ذیل ہیں:-

ایک دن کسی نے سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ روزانہ جب آپکے مرید لوگ آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے ہیں تو سر زمین پر رکھ دیتے ہیں یعنی سجدہ کرتے ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل تو چاہتا ہے کہ میں ان لوگوں کو منع کردوں۔ لیکن صرف اس خیال سے خاموش رہتا ہوں کہ شیخ الاسلام گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو بھی ایسا ہی ہوا کرتا تھا۔ اور آپ منع نہ فرماتے تھے۔

مؤلف آثم عرض کرتا ہے کہ فتاوے قاضی خاں باب الحظیرہ میں نہایت بسط کے ساتھ سجدہ کی کئی قسمیں بتلائی گئی ہیں جنمیں ایک سجدۂ تعظیمی بھی ہے۔ لکھا ہے کہ والدین مرشد۔ استاد۔ سلطان کو سجدہ کرنا جائز ہے۔

حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپنے فرما

کہ جب کسی قبر کی زیارت کے لیئے جائیں تو پہلے تین یا سات مرتبہ طواف قبر کریں اور بعد ازاں جانب پائیں سجدہ تعظیم کریں"۔

سجدہ۔ جہاں تک خیال کیا جاتا ہے۔ سجدہ خواہش محبت وعشق کی غایت درجے کی حالت میں ایک نیازمندانہ اور عاجزانہ فعل کا نام ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے پاؤں پر گرتا ہے تو گویا وہ اپنی عاجزانہ حالت کا اظہار کرکے معافی و رحم دلی کا خواستگار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی شریعت میں سجدہ لغیر اللہ بالخصوص علامت کفر ہے۔ قرآن پاک میں اسکی متعدد جگہوں میں ممانعت کی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں ہد ہد کی زبان سے قوم بلقیس کے کفر کا یہی ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ کہ وجدتہا و قومہا یسجدون للشمس من دون اللہ وزین لھم الشیطن اعمالھم۔ پ ۱۹ نمل ع ۲/۱۷ ۔ میں نے ملکہ اور اسکے لوگوں کو دیکھا کہ خدا کو چھوڑکر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور شیطان نے انکے اعمال کو انہیں عمدہ کردکھایا ہے۔ اور دوسری جگہ بدیں الفاظ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام فرمایا ہے کہ۔ ومن ایٰتہ الیل والنہار والشمس والقمر لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن ان کنتم ایاہ تعبدون ۔ پ ۲۴ حم سجدہ ع ۵/۱۹ خدا کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند بھی ہیں تو (لوگو) نہ (تو) سورج کو سجدہ کرنا اور نہ چاند کو۔ اگر تم کو خدا کی عبادت کرنی ہے تو اللہ ہی کو سجدہ کرنا جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے۔

سجدہ کی ماہیت اور حقیقت پر جب غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ کرنے والا بخلاف دیگر معاصی کے (کہ لوگ دل میں اس فعل کو برا بھی سمجھکر پھر مرتکب ہوتے ہیں) اس فعل کو باعث سعادت سمجھتا ہے۔ یہ فعل اسکا چونکہ قلب سے متعلق ہے۔ اسی لیئے اسکو کفر تک پہنچاتا ہے۔ جبر کا سجدہ اسی لیئے معاف ہے کہ اسکا تعلق

دل سے نہیں ہوتا ۔

جن لوگوں نے سجدہ کو حلال سمجھا یہاں تک اُسکو وسعت دی ہے کہ والدین مرشد، اُستاد، بادشاہ کو سجدہ کرنا جائز ہے اور جب کسی قبر پر جائے تو جانب پائیں سجدہ کرے۔ ان کو اس سوال نے جرأت دلائی ہے جو عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ جب فرشتوں نے حسب حکم ربانی حضرت آدم علیہ السلام کو اور برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ مگر وہ کافر نہیں ہوئے۔ بلکہ برخلاف اسکے شیطان اس فعل کے نہ کرنے سے کافر ہوا ۔

اس کا جواب بعض اہل علم کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ یہ سجدہ سجدۂ عبادت نہیں بلکہ سجدۂ تحیۃ ہے جو پہلے انبیاء کی شریعت میں جائز تھا۔ اگر اسکو تسلیم بھی کرلیا جائے تو پھر بھی سجدہ کے جائز ہونے کے لیے یہ جواب کافی نہیں۔ کیونکہ بہت سی ایسی باتیں ہیں جو انبیاء سابقین کی شرائع میں جائز تھیں لیکن شریعتِ اسلامی نے انکو حرام قرار دیدیا۔ بہت سی ایسی چیزیں تھیں جو انبیاء سابقین کی امتوں کے لیے حرام تھیں۔ اُنکو حلال کردیا گیا۔ قرآن پاک میں ہے:-

فبظلم من الذین ھادوا حرمنا علیھم طیبٰت احلت لھم وبصدھم عن سبیل اللہ کثیرا ۔ (پ نساء ع ۲۲) الغرض یہودیوں کی ان شرارتوں کی وجہ سے ہم نے (بہت سی) پاک چیزیں جو اُن کے لیے حلال تھیں اُنپر حرام کردیں (تاکہ انکو رزق اُنپر تنگ ہو) اور (نیز اس وجہ سے کہ) اکثر راہ خدا سے (لوگوں کو) روکتے ۔ یہ ایک قسم کی سزا تھی۔ یا مصلحتِ وقت کا تقاضا تھا۔ لیکن ہمارے لیے تو سند اسلامی شریعت کے احکام ہیں جب خود حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے سجدہ کو جائز نہیں رکھا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اسکی اجازت نہیں دی۔ ائمہ اربعہ رح نے اسکو حرام قرار دیا ہے تو ایک مسلمان کو یہ کہنا کس صورت میں جائز

ہوسکتا ہی کہ چونکہ انبیاء سابقین کی شریعتوں میں سجدہ جائز تھا۔ اسلیئے ہمارے لیئے بھی جائز ہے۔ حضرت نبی کریم علیہ السلام تو فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک کو دوسرے کے لیئے سجدہ کا حکم کرتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ چونکہ سجدہ سوائے خدا کے اوروں کو منع ہے اس لیئے عورت کو بھی اپنے خاوند کو سجدہ کرنا منع ہے۔" چونکہ سجدہ تعظیمی انسانی حرمت کا دشمن تھا۔ آپ نے اسکی عام طور پر ممانعت کر دی بلکہ لوگوں کو اپنی سروقد تعظیم سے بھی منع فرما دیا۔ اور ارشاد کیا لا تقوموا لی کما تقوم الاعاجم لملوکھم۔ (جس طرح عجمی اپنے بادشاہوں کے لیئے سروقد (تعظیم کے لیئے) کھڑے ہوجاتے ہیں تم اس طرح میرے لیئے کھڑے نہوا کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس درخت کو کاٹ ڈالنے کا حکم دیا جسکے نیچے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت لی تھی۔

اگر ایسی شرکیہ باتوں کا اسلام میں بھی جواز کا فتوے دیا جاتا تو آجتک مسلمانوں کی توحید کی حالت بھی بالکل یہودیوں کی سی توحید کی ہوجاتی کہ جنھوں نے بالکل توحید کو کھو کر اسکی بجائے طرح طرح کے شرک رائج کردیئے تھے۔

بعض علماء کے نزدیک سجدہ کسی سابقہ شریعت میں بھی غیر اللہ کے لیئے جائز نہیں تھا۔ اُن کا خیال ہے کہ اگر عبادت کے سوا کسی اور غرض کے لیئے سجدہ جائز قرار دیا جاتا تو اکثر بندگانِ خدا کو یہ بہانہ ملجاتا۔ اور وہ کھلم کھلا دوسروں کی عبادت کرنے لگ جاتے۔ اور شرک کا نہایت آزادی سے رواج ہوجاتا۔ حالانکہ اسی کو دور کرنے کے لیئے مذاہبِ حقہ کی ضرورت ہی۔

صاحب تفسیر کبیر نے بھی گزشتہ جواب کو دیگر جوابوں سے بہتر کہا ہے حالانکہ خود ہی ایک حدیث بھی پیش کی ہے کہ آپ نے حضرت معاذ رضہ کے جواب میں فرمایا کذبوا علی انبیائھم۔ یعنی انھوں نے اپنے نبیوں پر جھوٹ باندھا تو شرائع سابقہ میں اسکا جواز

کیونکر درست ہوگا "

حقیقت یہ ہے کہ سجدہ کے دو معنی ہیں (۱) پیشانی کا اظہار عجز و نیاز (یعنی عبادت) کے لیئے زمین پر رکھنا۔ (۲) اظہار طاعت و انقیاد۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السمٰوٰت ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدوآب وکثیر من الناس (پ۱۷ حج ع ۲) (اے مخاطب) کیا تو نے (اس بات پر) نظر نہیں کی کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو (مخلوق) زمین میں ہے۔ اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چارپائے (سب ہی تو) خدا کے آگے سرنگوں ہیں۔ والنجم والشجر یسجدان۔ (پ۲۷ رحمن ع ۱) اور (جھاڑی) بوٹیاں اور درخت (بارگاہ خداوندی میں) سربسجود ہیں۔

پس سجدہ دونوں معنوں میں خود قرآن پاک میں مستعمل ہے۔ اور آیت زیر بحث میں یعنی ملائکہ اور برادران یوسفؑ کے ذکر میں عبادت کے لیئے پیشانی کا زمین پر رکھنا مراد نہیں ہو سکتا۔ اس لیئے کہ دیگر آیات میں بصراحت اسکی ممانعت ہے تو لا محالہ دوسرے معنی یعنی اظہار اطاعت و انقیاد مراد ہونگے۔ اور اطاعت اور انقیاد غیر اللہ کے لیئے ممنوع نہیں۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ (پ۵ نساء ع ۸) مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور رسولؐ کا حکم مانو۔ اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں۔ یہاں خدا کے سوائے رسولؐ بلکہ اولی الامر کی بھی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم ہے۔ اور دوسری جگہ ہے کہ۔ الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض (پ۲۱ لقمٰن ع ۱۲) کیا تم لوگوں نے (اس بات پر) نظر نہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اللہ نے (ایک اعتبار سے) تمہارا مطیع فرمان کر رکھا ہے۔ تمام زمین و آسمان کی چیزوں کو جن میں ملائکہ بھی شامل ہیں۔ انسان کا مطیع اور فرمانبردار رکھا گیا ہے۔ پس وہاں اسی

مضمون کو سجدہ کے لفظ سے ادا کیا گیا ہے۔ اور فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم ہوا تھا۔ اور ادران یوسفؑ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے سے برتر اور بہتر مانکر اُن کی اطاعت کا اقرار کیا ہ

جن علماء کا یہ خیال ہے۔ انہوں نے امام رازیؒ کے اس جواب کو ضعیف کہنے کی یہ وجہ بڑے تعجب سے پیش کی ہے کہ سجدہ شرع میں پیشانی رکھنے کو کہتے ہیں پس اصل لغت میں بھی یہی معنی ہیں۔ اس لیئے اظہار اطاعت کے معنی نہیں ہوسکتے۔ حالانکہ خود قرآن پاک میں یہی معنی ہیں (۱) النجم والشجر یسجدان۔ کبھی ستاروں اور پہاڑوں اور درختوں کو کسی نے زمین پر پیشانی رکھتے نہیں دیکھا ہے۔ اور نہ یہ معنی عند العقل معتبر مانے جاسکتے ہیں۔ اور نیز صلوٰۃ کے معنی لغت میں بھی یہی سجدہ رکوع۔ قومہ جلسہ وغیرہ ارکان مخصوصہ ہیں کیونکہ عرف شرع میں بھی یہی معنی ہیں لیکن انّ اللہ وملٰئکتہ یصلّون علی النبی میں نماز پڑھنا مراد نہیں۔ اور نہ ہوسکتا ہے۔ لہذا وہاں سجدہ کے وہ معنی نہیں ہوسکتے جو اظہار عبادت کے لیئے مخصوص ہیں۔ یعنی پیشانی کو زمین پر رکھنا۔ الغرض آجکل ایسے نازک زمانہ میں کہ جہاں ہر ایک بات پر لاکھوں آدمی اعتراض کرنے کے لیئے موجود ہیں۔ اور اہل علم ہر ایک بات کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جہاں علم تصوف اور اہل تصوف کی طرف سے ہزارہا قسم کے شبہات لوگوں کے دلوں میں موجزن ہیں۔ حضرات صوفیائے کرامؒ کی غلامی سے کروڑوں انسان منحرف ہوگئے ہیں۔ وہاں ایسے مسائل کا بیان کرنا عقلمندی سے بعید ہے۔ اور خاصکر بزرگان سلف کی طرف سے ایسی روایتوں کا دنیا کے سامنے پیش کرنا۔ انکی شان میں اعتراضات کا موقع دینا ہے۔ اور اُن کی بزرگی و تقدس کی طرف سے لوگوں کو ہٹانے کی کوشش کرنا ہی۔ ایسے نازک وقت میں ہمارا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ ہم اس بات کا ضرور خیال رکھا کریں کہ ایسا نہ ہو کہ بزرگان سلف کی ذات

مقدس پر کسی شخص کو ناحق بدگمانی کرنے کا موقع مل سکے۔ ایسے اقوال جو سنداً پیش کیے [illegible] ہیں تو ان کی عزت پرکاہ کے برابر بھی نہیں ہوتی۔ اپنوں [illegible] کے وساوس پیدا ہو جاتے ہیں۔ پس بہتر یہی ہے کہ ایسے مسائل رسالوں میں نہ چھاپا جائے کہ جس سے بزرگان دین اولیائے کرام [illegible] رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی شان میں شکوک و شبہات کے دروازے [illegible] امید ہے کہ النظام المشائخ کے اڈیٹر صاحب اس مختصر سی گزارش [illegible] مینگے تو آئندہ سے بہت کچھ ایسی باتوں کا سدباب ہو سکیگا۔ یہ جو لکھا گیا ہے بالکل اختصار کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اگر آئندہ ضرورت محسوس ہوئی تو اسپر تفصیل سے عرض کیا جائیگا۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

۷۸۶

بہارستانِ فطرت

یا

عقدۂ امید و یاس

(از جناب مولانا محمد الدین صاحب خلیقی دہلوی)

اِس سے قبل میرا ایک ناچیز بیان نگارستانِ ہستی کے عنوان سے درج رسالہ ہذا ہو چکا ہے،

یہ ایک اضطراب زائیدہ خیال تھا جو قیامِ شملہ کے زمانہ میں قلمبند ہوا معترف تھا خیالات کی انتشار زائیاں ارباب نظر کے لیے کیا تھیں۔ آج اُس مضمون کا دوسرا حصہ اُسی مبحث پر پیشِ ناظر ہے! (خلیقی)

دنیا، نام کارگاہِ عمل اپنے ایک پہلو میں اگر فیروز مندوں کی بساطِ زریں رکھتی ہے؛ تو وہیں دوسرے پہلو میں پُر از غوغائے غم، ایک صفِ ماتم بھی! شادمانیاں نہ صرف وقفِ قہقہہ ہو رہی ہیں، بلکہ کہیں خندگی گریہ بھی صرفِ آہنگ بُکا ہے!

نہیں کہا جا سکتا کہ تلخکامیاں ہی یہاں وقفِ انعام ہیں، یا عشرت آرائیاں بھی مشکور سعی؟ بہر حال اِس تنوّع صفت معمورہ میں ہر حیات ایک مستقل بحرِ متلاطم ہے؛ کہیں سیلابِ خونیں کشتیٔ اُمید کو سپردِ تلاطمِ یاس کر رہا ہے؛ کہیں ساحل کے کنارے کو شادمان لہریں چوم چوم کر رقص کر رہی ہیں؛ اور دُور کی موجیں سینے میں ارمان دبائے مُنہ اُٹھائے اِس طرف آ رہی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کوئی شئے نہیں جس نے شادی سے قبل، غم کی مصیبت نہ دیکھی ہو؛ باغ میں وہ زندہ شجر جس پر آج خزاں کی حکمرانی

کل نسیمِ بہار کے روح پرور جھونکے ایسکے محکوم تھے ؛ یہ خشک جھیلیں اور نم نا آشنا آبشار آج افسردہ ہیں، مگر کل امرت کی لہریں رنی میں کھیلتی تھیں، پھر وہ انسان جو آج مایوس و غمگین ہے، جس کی رونقِ حیات باقی نہ رہی، جو اک پژمردہ درخت کی طرح پت جھڑ بن گیا ہے : یہی تھا کل وہ، جو گلبن میں کھیلتا تھا، یہی تھا وہ جو حیات کی رونق، اور ایک دیدہ زیب و دلفریب منظر تھا؛

دنیا، عالمِ اسباب ہے۔ یہاں خاک کے ذرہ کی ادنے حرکت بھی قوانین فطرۃ اور سلسلہ اسباب و علل کی ماتحتی سے باہر نہیں ؛ پس یہ انقلاب حالت کہ جو دو اور صرف دو کیفیتوں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے ۔ ایک یہ کہ گنبد اُمید سے نکال کر کشاکش یاس میں پھینکدیا، ایک یہ کہ ہنگامۂ یاس سے نکالکر سکونِ امید میں پہنچا دیا، یہ اور اسکی جملہ کیفیات ایک قانون الٰہی اور ناموس فطری کے تحت میں ہیں۔ اِن کے نتائج کا اس عالم میں یکساں مقصود رہا ہے اور پھر یہ کہ اِن میں تبدیلی ممکن نہیں ؛

یہ انقلاب کیفیات قدرتی ہیں ؛ اور کسکو معلوم ہے کہ اس دنیا میں انسانی جماعتوں پر وہ کتنے دَوْر تھے جو گزر چکے ؛؛

آج امید و کامیابی وہ شمع جمال افروز جو کاشانۂ غیر میں ضَو فشاں ہے۔ وہ کبھی ہمارے ایوانِ تقدیر میں بھی جو فی الحال یاس و ہراس کے کھنڈرات میں روشن تھی؛ آج باغ و بہار کے موسم نشاط سے ہمارے حریف گزر رہے ہیں، کیا تھا، کل ہمارے خس خانوں میں بھی دیارِ چمن سے نکہتِ تازہ نسیم لاتی، اور خود چلکر آتی تھی؛؛

آہ مصیبت و کلفت کا احساس، غم و ماتم کی شکل میں جسقدر بھی شدید ہے وہ اس لیئے کہ اُمید و ارمان کی بخشش بے انداز برسوں سہل انگار رہی ہے ؛

زخم جگر کی تکلیفیں آج جتنی بھی ناگزیر ہوں جائز؛ کیونکہ کل کثرتِ تعیشات سے رگِ گل کے نشان بھی جسم پر بار و ناگوار تھے ؛ چارہ فرماؤں کے لیے زخم جسقدر بھی بیتاب ہوں

ٹھیک، اس لیئے کہ کل مہر مرہم میرے زخموں کے پاس آتی اور تلاش ناشکور ہو کر واپس جاتی تھی!

اگر لاکھوں لمحاتِ حیات خوابِ غفلت کی پُرسکون مخموریوں پر قربان کیئے گئے ہیں، تو کربِ بے چینی کی یہ پر اضطراب کروٹیں، اور راتوں کی لمبی بے چین تنہائیاں اب میرا حق ہو گئی ہیں!۔

جب کبھی غصہ میں چہرہ کی تمتماہٹ جلد کو لالہ فام بنا دیتی؛ اور مزاج کے اشتعال سے میرا نگ بھڑک اُٹھتا معلوم ہوتا تھا! آج انقلاب کے آتشکدوں اور غضب کے تنوروں میں مہیب شعلے اُٹھ اُٹھ کر جل بجھی خاک؛ اور دہکتی چنگاریوں میں میری زندگی خاموش ۱۱ اور حیاتِ منقلب، کا پتہ دے رہے ہیں!!

کارفرمائے قدرت کی طلسم سازنیرنگیوں کو کون ہے جو سمجھے! اور پھر کون ہے جو انقلابِ حالت کے فلسفہ بسیط کا مطالعہ کرے۔ ہر صاحب نظر اتنا کہہ سکتا ہے کہ انسان مجموعہ حسرت وارمان ایک عجیب بوقلمونی اپنے ساتھ لیکر آیا ہے۔

اور خصوص یاس و امید کے پرکیف لمحات میں تو وہ فطرتاً تعجیل مجسم ہو؛ اور اُسکے تاثرات وتفاہم مستقل عنوانِ عجلت ہیں؛

اُسکی فطرتِ معصوم بالکل ایک بچہ ہے؛ جس طرح ایک بچہ حالت کا اثر بغیر تفکر وتدبر کیئے فطرتاً قبول کر لینے پر مجبور ہے۔ اسی طرح بالکل اسیطرح اس بارہ خاص میں یہ بھی آپ دیکھتے ہیں ایک بچہ کس چیز کے لیئے رو رہا ہے۔ آپ ایک مٹھائی کا ٹکڑہ اُسکو پکڑا دیتے ہیں، بس وہ ہنسنے لگتا ہے اور بہل جاتا ہے۔ اچھا پھر چھین لیجئے تو وہ رونے لگتا ہے۔ بعینہٖ یہی حال فہم وفکر کے نشو و نما کے بعد بھی انسان کا یہی ہوتا ہے؛ البتہ تاثر کی شکلِ ابتدائی اور نتایجِ تاثرات کی صورت میں ایک نوع کا فرق ہو جاتا ہے۔ اسی عجلت پسندی، اور جلدبازی پر تو ارشاد ہوا ہے خلق الانسان

من عجل، وہ خلقۃً تعجیل کار اور جلد باز ہے آپ دیکھیے مصائب و آلام کے حسیات، اور کامیابی و شادمانی کے غرور میں اسکی یہی عجلت فرمائی، زود اثری نمایاں ہے!

وہ کس قدر جلد غمگین ہوجاتا ہے! اور پھر روتے بچے کی طرح جب ہاتھ میں ٹکڑہ دیکھ لے کسقدر جلد خوش ہو جاتا ہے! اسکی مایوسی و امید کا یہ حال ہے جب کبھی وہ اپنی کسی پُر اُمید توقع میں ناکامی دیکھتا ہے تو فوراً نہایت اضمحلال و مایوسی سے بیٹھ جاتا ہے۔ اور پھر جب کبھی کوئی کامیاب خبر سُنتا ہے امید و مسرت کے ضبط سے عاجز ہوکر اچھل پڑتا ہے!

اِس سادہ لوح بیوقوف انسان نام کو نہ تو اُن اسباب کی خبر ہے جو غم و نامرادی کے پیچھے آرہے ہیں اور ظاہر ہونگے، اور نہ اُن عواقب و نتائج ہی کی اطلاع ہے جو بشارت امید، اور نوید مسرت کے بعد پیش آنیوالے ہوتے ہیں:!!

آہ۔ اُسکو نہیں معلوم کہ کس طرح اُسکا ضمیر و ایقان برباد ہوتا ہے! اپنی جلد بازی سے کیونکر وہ یاس و بیم سے شکست یاب ہوتا ہے، اور خدا کے ساتھ جو اک مخلوق کی ارادت و عقیدت ہونی لازمی ہے وہ کس طرح ضائع ہوتی ہے! اس نادان کو اگر کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے تو سمجھتا ہی کہ خدا میرے ساتھ ہی!

اور اگر نتائج حالات، اور مشیت ایزدی کسی ابتلا و مصیبت میں ڈال دیتے ہیں تو فرط غم اور دیوانگی میں یہ پکار کر کہتا ہے کہ خدا نے مجھے چھوڑ دیا!!

یہ ایک عام فطری کیفیت ہی مگر اسمیں سب سے زیادہ خطرناک صورت انسان کے لیے گمراہی ہے جبکہ وہ مصائب و آلام کے ہجوم میں خود کو پاکر عالم یاس کی ٹھوکریں کھاتا ہے اور وہ ناسپاس و ناشکر گزار ہستی اپنے ہاتھوں اپنے مستقبل کیلئے نامرادی و ناکامی کی بنیاد رکھ لیتی ہے"!

آہ۔ اُس ناسمجھ کو کیا معلوم۔ قومی زندگیوں کے ایام ممات؛ اور انسانی ارتقائے جہالت کا سد باب اُسی روز سے شروع ہوتا ہے جبکہ کاشانۂ دل سے امید کا جنازہ اُٹھے؛ اور گورستان دماغ میں ناکامیاں نامرادیاں دفن ہوں؛!

مایوسی سے بڑھکر کوئی شئے نہیں جو عالم انسانیت کے لیے قاتل و مہلک ثابت ہو؛ تمدنی حیات ہو یا معاشرتی زندگی؛ وہ دنیا سے تعلق رکھتی ہو۔ یا دین سے خصوصیت، مگر مایوسی کا کہیں گزر نہیں، دنیا کے کاروبار ایجادات و مخترعات یکقلم بند ہو جائیں جو امید اپنا منور چہرہ نہ دکھائے؛ نظام کائنات، اور فلسفہ معتقدات سارا ہیچ ہے اگر امید کچھہ نہ سمجھائے؛

سچ تو یہ ہے کہ دنیا تو کیا بلا ہے۔ اگر امید نہ ہو تو ہم خدا کو بھی نہ پہچانیں! بس وہ اک اُمید تھی جس نے سمندروں کو مغلوب کرایا؛ جس میں انسانی سواریوں کے مرکب چلے اور جسنے کناروں کو قبضہ میں کیا، اور پھر وہ ایک امید تھی جس نے مردہ قلوب کو زندہ کیا۔ بستر مرگ سے بیمار اُٹھے؛ ڈوبتے گرداب اجل سے نکلے؛

جبکہ قوتیں جواب دیدیتی ہیں اور زمانہ عالم یاس بن جاتا ہے، پھر جبکہ زمین کے کسی گوشے میں ہمت نظر نہیں آتی، اور جبکہ تمام قوائے عمل منحرف ہوجاتے ہیں؛ تو وہ امید ہی کا پاک فرشتہ ہی جو اپنے معصوم پر کھولے بڑھتا ہے۔ اور پروں کے سایہ میں ہمت۔ قوت۔ طاقت۔ مستعدی۔ چستی کی ایک روح تازہ دلوں میں پھونک دیتا ہے؛

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح خون اور اُسکا دوران حیاتِ جسمانی کے لیئے ضروری ہے بالکل اسیطرح یقین کیجئے کہ اخلاقی و مذہبی زندگی کے لیے **امید** بمنزلہ روح کے ہے،،

آپ دیکھتے ہیں اسکا دوران دل سے اُٹھکر جسم کے تمام گوشوں میں حرارت عمل

پیدا کر رہا ہے۔ اُس سے انسان کی قوتِ عمل زندہ ہے؛ اُس کے اعضاء ادراک متحرک و مصروفِ کار ہیں؛ اُسکا پائے مستعدی سرگرم تگاپو ہے!

لاکن جبکہ یہ روحِ حیاتِ عمل، دل سے نکل گئی تو پھر اُس جسمِ انسانی کے لیے قبر سے بہتر کوئی ٹھکانہ نہیں! اچھا بتاؤ ایک وہ شخص جو مایوس ہو گیا ہو، جبکہ وہ یقین کر بیٹھا ہے کہ اب اُسکے لیے دنیا میں کوئی سامانِ گزران، و دلچسپی نہیں؛ جب کہ وہ فیصلہ کر چکا ہو۔ اب خدا کو جو کچھ کرنا تھا کر چکا۔ مجھ مغموم و زدہ حالت و پروردہ حسرت کے لیے جو کچھ ہونا تھا ہو گیا"! تو ظاہر ہے اُسکا دماغ کیا سوچے؟ اُسکے دلمیں اُمنگ و حوصلہ کیونکر پیدا ہوا؟

اچھا پھر اسکے لیے جسکو کسی کاہن و ابلیس نے خدا کے خزانۂ رحمت کی تنگی کا علم صحیح دیدیا ہے اور اب وہ دنیا میں مایوسی ہی مایوسی دیکھتا ہے تو مناسب ہے اپنے گلے میں وہ ایک رسی باندھکر لٹک جائے؛ اس لیے کہ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ منحرف ہونے والوں کے لیے یہی رستہ ہے!

من کان یظن ان لن ینصرہ اللہ فی الدنیا والاخرۃ فلیمدد بسبب الی السماء ثم لیقطع فلینظر ھل یذھبن کیدہ ما یغیظ؟ وکذلک انزلنہ ایت بینت، وان اللہ یھدی من یرید؟ ہاں وہ شخص جو مایوس ہو کر اللہ کی نسبت اپنا ظن بد رکھتا ہو کہ اب دنیا و آخرت میں خدا اسکی مدد کرے گا ہی نہیں؛ تو پھر اُسکو چاہیئے کہ اوپر کی طرف ایک رسی تانے اور اُسکا پھندہ بنا کر اپنے گلے میں پھانسی لگا لے اور اسطرح زمین سے (جہاں وہ اب اپنے لیے مایوسی ہی سمجھتا ہے) اپنا تعلق قطع کرے پھر دیکھے کہ آیا اس تدبیر سے اُسکی وہ شکایت جسکی وجہ سے مایوس ہو رہا تھا دور ہو گئی ہے یا نہیں؟۔ اس طرح ہم نے قرآن کریم میں ہدایت و فلاح کی روشن دلیلیں اتاری ہیں تاکہ اُنپر غور کرو، اور اللہ جس کو چاہتا ہے اُسکے ذریعہ سے ہدایت بخشتا ہے"۔

۴۸۶

علم سے کیا مراد ہے؟

(جناب مولانا حاجی ہمت اللہ صاحب کاکاخیل اویسی رئیس میانگڈھی)

جس کسیکو دیکھو وہ علم کی تعریف اور توصیف کرتا ہوگا۔ مگر یہ کسی نے نہیں بتلایا کہ علم سے کونسا علم مراد ہے اور اسکے حصول کا قاعدہ کیا ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ۔ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے۔ نیز یہ کہ اطلبوا العلم ولو کان بالصین۔ علم حاصل کرو اگرچہ چین میں ہو۔ سقراط کا قول ہے کہ بے علمی گناہ ہے سعدی صاحبؒ فرماتے ہیں۔ بیت

چو شمع از پئے علم باید گداخت   کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

علاوہ اس کے آجکل ہر ایک پیشوا۔ مقتدار۔ خطیب۔ پیشرو۔ رہبر اور استاد یہ تلقین دیتا ہے کہ علم سیکھو۔ بلکہ ہر معلم اور متعلم کی زبان پر علم علم جاری ہے۔ مگر یہ کوئی نہیں بتلاتا کہ علم سے مراد کیا ہے۔ اور وہ سیکھا کس طرح جاتا ہے۔ اب میں ذکر کرونگا کہ علم سے کیا مراد ہے اور کس طرح حاصل کیا جاتا ہے اور کس قدر ضروری ہے۔ اور کتنا علم محمود ہے اور کتنا مذموم ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ العلم هو معرفة الشئ على ما هو به۔ علم کے معنی یہ ہیں کہ جس چیز کو جیسی وہ ہے اسی طرح پر جاننا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تین چیزوں کا جاننا علم ہے۔ ایاتٌ محکمةٌ وسنةٌ قائمةٌ وفریضةٌ عادلةٌ۔ یعنی کتب سماوی اور سنن قائمہ یعنی انبیاء۔ اولیاء۔ علماء۔ اور حکماء کے اقوال و افعال۔ فریضہ عادلہ یعنی ائمہ مجتہدین کا اجتہاد اور قیاس اور امور متفقہ

جن پر کل لوگ یا قوم متفق ہو۔ غرض کہ جو بات ہوگی وہ یا تو بذریعۂ وحی یا الہام معلوم ہوتی ہوگی جسکو کتاب اللہ یا کلام اللہ کہتے ہیں۔ یا انبیاءؑ وغیرہ کا اجتہاد ہوگا۔ جسکو وحی خفی کہتے ہیں۔ یا ائمہ عظامؒ یا اولیاء کرامؒ کا قیاس اور استنباط ہوگا۔ اور یا حکما اور علماء کے مشاہدات اور تجربے ہونگے۔ یہ علوم دو طرح سے حاصل ہوتے ہیں یا تو کشف سے جسکو علم مکاشفہ کہتے ہیں اور وہ ایک نور ہے جو قلب میں بذریعہ جذبۂ الٰہی یا ریاضت شرعی قلب کے اخلاق رذیلہ سے صاف ہونیکے بعد داخل ہوتا ہے۔ جس سے صاحبِ کشف غیب کے حالات دیکھتا ہے اور بلا اور مصیبتوں کی برداشت کرتا ہے اور اسرار الٰہی کا حافظ ہوتا ہے۔ اسکو علم لدنی اور فتوح غیبی اور لطائف معنوی بھی کہتے ہیں۔ اس علم کیلئے صفائی قلب ضروری ہے بیت

تا نفس مبرا ز مناہی نشود   دل آئینۂ نور الٰہی نہ شود

نیز اس علم کے لیئے کسب اور محنت کی ضرورت نہیں۔ بغیر کسب حاصل ہوتا ہے

دست لطفش نسخۂ علم و حکم   بے قلم در صفحۂ دل زد رقم

علم اہل دل نہ از مکتب بود   بلکہ از تلقین خاص رب بود

انبیاءؑ اور بعض اولیاء کا علم اس قسم کا ہوتا ہے۔ اور جو علم تعلیم اور کسب سے حاصل ہوتا ہے اُسکو علم معاملہ کہتے ہیں۔ کل علوم جن سے انسان کا دنیا اور آخرت میں فائدہ ہے چھ قسم کے ہیں۔ مگر سب میں افراط اور تفریط کرنا مذموم اور اعتدال محمود ہے۔ اوّل قسم علم اپنے نفس کا جاننا ہے کہ میں کون ہوں۔ کہاں سے آیا۔ اور کہاں جانا ہے۔ مجھپر غیروں کا اور میرا غیروں پر کیا حق ہے؟ اگر وہ بیٹا ہے تو اُس پر باپ کا اور باپ ہے تو اُس پر بیٹے کا۔ اگر وہ رعیت ہے تو اسپر حاکم کا۔ اور حاکم ہے تو اُسپر رعیت کا۔ اور اگر وہ زوجہ ہے تو اُسپر شوہر کا اور شوہر ہے تو اُسپر زوجہ کا کیا حق

ہے۔ اور اسی طرح بھائیوں اور مسافروں اور دیگر قرابت داروں کو قیاس کرنا چاہیئے اور
یہ کہ کل مخلوق سے میرا کیا تعلق ہے۔ اور یہ فکر کرنا کہ کون کون سے اوصاف
میرے نیک اور کون کون سے بُرے ہیں۔ اور اسکو معرفتِ نفس کہتے ہیں۔ اور
یہ معرفت نفس خدا کی معرفت کی کُنجی ہے۔ جیسا کہ اخبار و آثار میں ہے کہ من عرف
نفسه فقد عرف ربه۔ جس نے اپنے آپ کو پہچانا اُس نے خدا کو بھی پہچانا۔
افراط اسمیں یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے نفس کے عیوب کی تفتیش میں لگا رہے اور
کام چھوڑ دیوے۔ تفریط اسمیں یہ ہے کہ بالکل چوپایوں کی طرح عمر گزارتا رہے
اپنے نفس کو بھول جاوے۔ اور اسکی اصلاح کچھ نہ کرے۔

دوسرے قسم علم جس سے باری تعالی کی ذات اور صفات کی معرفت حاصل ہوتی
ہے اُسکو علم الٰہی کہتے ہیں۔ اس قسم میں افراط یہ ہے کہ ذات باری میں بیجا فکر
کرے اور اسکی حقیقت اور بھید دریافت کرنے میں ہمیشہ لگا رہے۔ عبداللہ بن
عباس رضہ سے روایت ہے کہ بعض لوگوں نے خدایتعالی کی ذات میں فکر کیا
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالی کی مخلوقات میں فکر کیا کرو
اسکی ذات و صفات میں فکر مت کرو کہ اُس پر تم کبھی قادر نہو گے۔ تفریط یہ ہے
کہ خدا کی صفات کی یا تو مطلقاً نفی کر بیٹھے یا صفات کا اثبات بطریق تشبیہ
بایں طور کرے کہ خالق کو مخلوق کا ہم رنگ کردے یا جن صفات کو شرائع نے
ثابت کر دیا ہے۔ اُن کا باطل تاویل کے ساتھ انکار کرے۔ مثلاً الہامی کتابوں
اور آسمانی قانون سے جو خدائے تعالی کے لیئے۔ کلام۔ سمع۔ بصر۔ رویت۔ رضا
غضب وغیرہ ثابت ہوتے ہیں۔ اُنہیں فاسد تاویل سے رد کرے۔ یا خدا تعالی
کے افعال کو اپنے افعال جیسا کسی غرض اور علت کے ساتھ وابستہ جانے اور
جو کام بندہ سے صادر ہوتے ہیں اُنہیں بندہ کی طرف منسوب کرکے خدا تعالی

سے کے تصرف اور تاثیر کا ان افعال میں منکر ہو جائے یا انسان کو بالکل پتھر لکڑی کی مانند بے دخل اعتقاد کرکے بالکل جبری بنجا دے یا الوہیت کی صفات میں سے کسی صفت کا جس جگہہ ظہور دیکھا جاوے اُسیکو بلا تامل اپنا معبود و مسجود قرار دے اور بے دھڑک اسکی ڈنڈوت اور پوجا کرنے لگے ۔

تیسری قسم ۔ جس علم سے حقیقت ارواح ۔ ملائکہ ۔ انبیاء ۔ اولیاء ۔ ائمہ اور مجتہدین کی معلوم ہوتی ہے اسکو علم نبوت کہتے ہیں ۔ افراط اس میں یہ ہے کہ ائمہ اور مجتہدین عظام اور اولیائے کرام کا مرتبہ یہاں تک بڑہا دے کہ انہیں رسول اور نبی کے برابر کردے ۔ اور انکے افعال اور اقوال کو پیغمبر کے قول و فعل جیسا واجب التعظیم سمجھنے لگے ۔ گو وہ اقوال اور افعال نقل اور شرع کے مخالف ہی کیوں نہوں ۔ اور انبیاء اور مرسلین کے درجہ میں اسقدر غلو کریں کہ انہیں خدا کے درجہ تک پہنچا دیں ۔ اور لوازم الوہیت یعنی ہر کس و ناکس کی فریاد سن کر اسکی مدد کو پہنچنے ۔ ہر جگہ حاضر و ناظر رہنا ۔ تمام مقدرات پر قدرت تامہ رکھنا ۔ اسیطرح اولیاء کی ارواح اور ملائکہ کی تصویروں اور قبروں اور تعزیوں کو جھنڈوں کے پردے میں معبود بنانا اور ان چیزوں کو وسیلۂ حاجات سمجھکر فرزند اور رزق کا طالب ہونا ۔ تندرستی اور ترقی جاہ و منصب کی ان سے درخواست کرنا اور انکی عرض اور شفاعت کو جناب الٰہی میں واجب القبول جاننا گو وہ شفاعت اسکی پاک درگاہ میں مکروہ و ناپسند کیوں نہو ۔ تفریط یہ ہے کہ انبیاء اور اولیاء اور ائمہ اور مجتہدین کے مراتب کا سرے سے انکار ہی کردے یا انکی معصومیت اور محفوظیت کا معتقد ہی نہو ۔ بلکہ خطا اور گناہ سے اپنی طرح معصوم اور محفوظ نہ جانے اور یہ خیال کرے کہ جس طرح ہم اغراض دنیویہ اور مطالب خسیسہ کی طلب میں مٹے ہوئے ہیں ۔ اسیطرح وہ بھی حاجات نفسانیہ کے ہاتھ سے عاجز اور مغلوب اور

دنیوی اغراض کے ساتھ ملوث ہیں ۔

چوتھی قسم ۔ جس علم سے آدمی کو عالم قبر اور دوزخ و جنت و عالم آخرت کے معاملات معلوم ہوں اسکو علم معاد اور علم سمعیات بھی کہتے ہیں ۔ اس قسم میں افراط یہ ہے کہ نفس ایمان کو حصول نجات میں اس درجہ موثر جانے کہ پھر کسی گناہ اور معصیت کا خطرہ اُسکے دل میں خطور نہ کرے ۔ اور یوں اعتقاد کرے کہ باوجود ایمان کے کوئی گناہ مجکو مضر نہوگا ۔ اور میرے دل پر جب ایمان کی شعاع نے عکس ڈالا ہے تو کوئی بڑے سے بڑا گناہ بھی مجھے کبھی ضرررساں نہ ہوگا یا یوں اعتقاد کرے کہ بھلے بُرے اعمال کی ذاتی تاثیر ہی عالم آخرت میں ثابت ہوگی ورنہ خدا تعالی مقام مجازات ۔ اور بندوں کے اعمال کے جزا دینے میں محض مجبور اور بے اختیار اور اُنکے اعمال کا تابع ہے ۔ اُسکو گناہ کے معاف کرنے اور فرمان برداری کے قبول نہ کرنے کی کچھ بھی قدرت نہیں ۔ اور تفریط یہ ہی کہ ایمان کو اس درجہ ساقط الاعتبار اور کم زور چیز اعتقاد کرے کہ ادنیٰ گناہ سے اسکی تاثیر قابل زوال سمجھنے لگے اور یوں خیال کرے کہ ایمان ہر گناہ سے خواہ وہ کسی درجہ کا بھی ہو بالکل جاتا رہتا ہے ۔ اور مومن گنہگار کافر بے ایمان کیطرح ابدالآباد دوزخ میں رہیگا ۔ یا دوزخ اور جنت اور وہاں کے تلذذ و تالم کو محض انقلاب دنیا کی مانند زائل اور فانی اعتقاد کرے ۔

پنجم ۔ جس علم سے آدمی کو اشیاء کے جواہر اور اعراض معلوم ہوتے ہیں اسکو علم الجواہر و الاعراض اور علم طبیعی و علم ریاضی بھی کہتے ہیں ۔ اس قسم میں افراط یہ ہے کہ جسموں اور عرضوں کی شرح میں ازحد غور کرے اور انکو تفصیل دیا کرے اور اپنی عقل کے آلہ کو ہر چیز کے احوال اور اوضاع اور اُن تاثیروں اور خاصیتوں اور فضول باتوں میں بالکل صرف کر ڈالے ۔ مثلاً علم ہیئت

اور علم ہندسہ (جیومیٹری) اور علم حساب اور ریاضی اور علم موسیقی اور علم جرثقال اور علم مناظرہ اور علم شعبدہ اور طلسمات اور نیرنجات اور مسمریزم اور علم حیوانات اور علم طبقات الارض اور علم خواص الاحجار و نجوم اور دیگر فضول باتوں میں لگا رہے غرض کہ مادہ پرست ہو کر مادہ ہی میں اپنی ساری قوت مدرکہ کو خرچ کر ڈالے اور علم روحانی یعنی شرائع اور اخلاق اور علم تصوف سے جسمیں سعادت ابدی ہے بالکل ہاتھ دھو بیٹھے ۔

تفریط یہ ہی کہ اُن چیزوں کو محض لایعنی اور فضول سمجھکر ان کا مطلق انکار کرے اور جس قدر کہ وہ دین و دنیا میں نافع ہوں اتنا بھی اُنکی طرف التفات نہ کرے اور سب ضروریات سے بھی بے بہرہ رہے ۔

چھٹی قسم ۔ جس علم سے آدمی کو صنعت و حرفت ۔ زراعت و فلاحت ۔ تجارت و سیاست ۔ تمدن و حکومت ۔ کسب و ہنر ۔ آلاتِ کشاورزی و حروب اور سیف و سنان وغیرہ کی واقفیت ہوتی ہے ۔ اسکو علم معاش کہتے ہیں ۔ جسکی تفصیل یہ ہے کہ خدا نے انسان کو زمین پر بھیجا یا پیدا کیا ۔ اور اسکو جسد عنصری دیکر اس میں حواس ظاہری اور باطنی اسلیئے رکھدیئے کہ اُنکے وسیلہ سے علوم مندرجہ صدر اور معرفت بھی حاصل کرے مگر چونکہ جسد عنصری کی بقا اور قیام بغیر غذا اور لباس اور مسکن ناممکن ہے ۔ اسلیئے اسکی ضروریات بہم پہنچانے کے لیئے کئی قسم کے آدمیوں کی ضرورت ہوئی ۔ اور انکے واسطے مختلف پیشے پیدا ہوئے ۔ مزارعہ زراعت کے لیئے اور لوہار اور بڑھئی مزارعہ کے آلاتِ کشاورزی بنانے اور دُکان دار اشیاء فروخت کرنیکے لیئے ۔ اور مزدور وغیرہ لکڑی اور لوہا اُٹھانیکے لیئے ۔ اور چونکہ اِن لوگوں کے درمیان نزاع پیدا ہوا کرتے ہیں ۔ انکے فیصلے کیلئے جج اور مجسٹریٹ بھی چاہئیں اور چونکہ دنیا میں چور ۔ ڈاکو ۔ راہزن ۔ بدمعاش اور طامع و جبار بھی ہوتے ہیں ۔ اور

دشمن کا خطرہ بھی سر پر کھڑا رہتا ہے مگر زمیندار۔ پیشہ ور۔ دکاندار جج اور مجسٹریٹ اپنی حفاظت آپ نہیں کر سکتے + + + + + + + + + + اس لیئے ایک سینہ زور آدمی کی ضرورت ہوئی۔ جسکو بادشاہ یا امیر کہتے ہیں کہ وہ حفاظت اور انتظام کے لیئے فوج اور پولیس مہیا کیا کرے۔ گویا ضرورت بدن کی حفاظت کے لیئے بہت تردد کرنا پڑا۔ پس اگر لوگ صرف اپنے مطلب کو مدنظر رکھکر آرام سے گزارہ کرتے تو دنیا میں بھی آسودہ اور آخرت میں بھی بے خوف وغم رہتے۔ مگر وہ اپنی جانوں کو بھول گئے اور مقصود اور مآل کار یاد سے جاتا رہا۔ اسیوا سطے حیران و سرگردان ہو گئے۔ اور انکی ضعیف عقلوں پر دنیا کے شغلوں کی کدورت سے خیالاتِ فاسدہ جم گئے۔ بعضوں نے دنیاوی کاروبار میں افراط کی طرف اور بعضوں نے تفریط کی طرف قدم بڑھایا۔

افراط یہ ہے کہ کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ جہل اور غفلت کے باعث انکی آنکھیں نہ کھلیں اور کام کا انجام نہ سوجھا۔ اور یہی جانا کہ آدمی صرف کھانے اور پینے اور مباشرت وتعیش کے لیئے پیدا ہوا ہے۔ اسلیئے یہ کوشش کرتے ہیں کہ کھا پی کر کمائی کے لائق ہو جاویں۔ اور پھر کھا کر کمائیں۔ غرضکہ انکی کمائی غذا کے لیئے اور غذا کمائی کے لیئے ہوتی ہے۔ یہ لوگ دہقان اور دکاندار اور پیشہ ور ہوتے ہیں۔ بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ شریعت کا مقصود یہ نہیں کہ انسان صرف عمل ہی پر کفایت کرے اور دنیا کے لذائذ سے محروم رہے۔ بلکہ سعادت یہی ہے کہ شہوتِ شکم و فرج سے جی بھر کر حاجت پوری کریں۔ پس یہ لوگ اپنے نفسوں کو بھول گئے۔ اور تمام عمر عورتوں کی صحبت اور لذیذ کھانوں اور لہو ولعب اور گیند و چوگان کھیلنے میں صرف کی اور شکار وغیرہ میں لگے رہے۔ اور چارپائیوں کی طرح بجز خورد و خواب کے اور کچھ نہ جانا۔ اور اسیکو نہایتِ مقصود سمجھا۔ اور خدا تعالیٰ اور آخرت سے بالکل غافل رہے

یہاں تک کہ دنیا سے کوچ کر گئے ۔

اور ایک جماعت کا یہ گمان ہے کہ سعادت مال اور خزانوں کی کثرت میں ہے یہ لوگ رات دن جمع کرنے کی فکر میں رہتے ہیں ۔ اور اس غرض کے لیے بڑی بڑی محنتیں اور طویل سفر اختیار کرتے ہیں ۔ قدر ضرورت کے سوا بخل کے مارے کچھ نہیں صرف کرتے کہ کہیں مال نہ کم ہو جائے ۔ اور اسی ننانوے کے پھیر میں پڑے رہتے ہیں ۔ یہانتک کہ مرنے کے بعد ان کی کمائی یا تو زمین ہی رہتی ہے یا کسی کھاؤ اڑاؤ کے ہاتھ لگتی ہے ۔ یہ تو چین کرتا ہے اور جوڑ جوڑ کر رکھنے والا اسکی مصیبت اور وبال میں گرفتار ہوتا ہے ۔ اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ سعادت نیک نامی پر منحصر ہے کہ لوگ ہمارے تجمل اور مروت کی ثنا و صفت بیان کریں ۔ یہ لوگ رات دن جو کچھ معاش پیدا کرتے ہیں ۔ اپنے کھانے پینے میں بہت تنگی کرتے ہیں ۔ لیکن سب مال اچھی پوشاک اور نفیس سواریوں میں صرف کرتے ہیں گھر کے دروازے یا جن چیزوں پر خلق کی نگاہ پڑے انکو بہت منقش اور آراستہ رکھتے ہیں تاکہ لوگ انکو غنی اور مالدار کہیں ۔ اور اسی میں اپنی سعادت سمجھتے ہیں ۔ بعض لوگ آدمی کی سعادت اسی میں سمجھتے ہیں کہ خلائق کے نزدیک مقبول اور قابل تعظیم ہو جائے ۔ اس خیال سے ہمہ تن اسباب میں کوشش کرتے ہیں کہ لوگ ہمارے محکوم ہو جاویں ۔ اور ہماری اطاعت کریں ۔ اسلیے سخت محنت اٹھا کر ملازمت حاصل کرتے ہیں ۔ اور اگر باوجود بی اے ۔ ایم اے ہونے کے کوئی صورت نہ ملے تو قوم کے پیشوا یا لیڈر بنجاتے ہیں ۔ اور خواہ مخواہ اسی کی خاطر لمبی لمبی تقریریں کرتے اور لکچر دیتے پھرتے ہیں ۔ اور اسیکو نہایت مقصود سمجھتے ہیں ۔ لوگوں کی فرمانبرداری کی دھن میں خدا کی طاعت و عبادت اور اپنی فکر معاد کو نسیًا منسیًا کر دیتے ہیں ۔ بعض لوگ جو حکومت کرنے کی لیاقت اور لیڈر بننے کی

اہلیت نہیں رکھتے ۔ نہ اُن میں کوئی سیاسی مادہ ہوتا ہے۔ غرض سوائے شُدبُد نوشت وخواند کے کچھ نہیں جانتے ۔ وہ خواہ مخواہ حکام کے بنگلوں پر رات دن چکر لگاتے اور بے جا خوشامد کرتے ہیں۔ اور جائز ناجائز طور سے اُنکو راضی رکھنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ کہیں اُنکو کسی مقدمہ میں کمیشن مقرر کردیں۔ یا کسی کمیٹی کی ممبری یا عدالت کی اسیسری دیدیں۔ اور گاہے گاہے کسی یادگار یا چندہ کی تحریک میں ایک کثیر رقم بے فائدہ خرچ کر ڈالتے ہیں تاکہ اُنکو حکومت کی طرف سے کوئی خطاب ہی ملجائے ۔ یعنی خانصاحب یا خان بہادر۔ یا رائے صاحب یا رائے بہادر۔ یا سردار بہادر۔ یا سی آئی ای۔ یا کے سی ایس آئی۔ یا کچھ اور بن جاویں ۔ حالانکہ وہ اِن میں سے کسی خطاب کا استحقاق نہیں رکھتے ۔ بلکہ بعض تو ایسے غبی اور کم فہم ہوتے ہیں کہ اپنے خطاب کے مفہوم کو بھی نہیں جانتے ہیں۔ اور بعض ایسے گمراہ ہیں کہ خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق بنتے ہیں۔ جن میں بعض جو قوی اور سینہ زور ہیں رہزنی کرتے ہیں اور ڈاکے ڈالتے ہیں۔ اور جو اُنسے کم زور ہیں ۔ وہ نقب لگا کر غفلت کے وقت گھروں میں گھسکر چوری کرتے ہیں یا اور حیلے کرکے اُٹھائی گیرے ۔ اُچکے ۔ جیب کترے ۔ بن جاتے ہیں +

بعض باوجود ہٹا کٹا ہونیکے گداگر بن جاتے اور لوگوں کو تنگ کرتے ہیں اور اگر کچھ نہ دیا جاوے تو لڑنے مرنے پر تیار ہو جاتے ہیں یا بدزبان ہو کر چلے جاتے ہیں۔ بعض اپنی آنکھیں سُرخ کرکے بزرگی اور کرامت کے مدعی بن جاتے ہیں گویا یہ اظہار کرتے ہیں کہ اگر محروم چھوڑا تو اُنپر کوئی مصیبت نازل کرینگے +

بعض خود اپنی یا اپنی عورتوں اور بچوں کی آنکھیں پھوڑتے ہیں تاکہ لوگ معذور جانکر کچھ نہ کچھ دیدیں۔ اور بعض بہانہ کرتے ہیں کہ ہمیں کچھ نہیں سُوجھتا

یا بہ تکلف فالج زدہ یا مجنون اور بیمار بن جاتے ہیں اور لوگوں کے سامنے ایسے فریب کہتے ہیں کہ یہ رنج ہمپر اتفاقی آپڑا۔ تاکہ لوگ رحم کھاکر کچھ دیں۔ بعض لوگ کچھ فعل اور قول ایسے ڈھونڈتے ہیں جنسے آدمی تعجب کریں۔ اور جب انکو مشاہدہ کریں تو ہنسیں اور خوشی کے وقت کچھ دیدیں۔ بعض لوگ حیوانات پالتے ہیں مثلاً بندر۔ ریچھ وغیرہ اور انکے ذریعہ سے کماتے ہیں۔ بعض لوگ سرکس وغیرہ میں مہیب حیوانات مثلاً چیتے اور شیر سے لڑکر کمائی کرلیتے ہیں۔ بعض لوگ جاہلوں کو گنڈے اور تعویذ لکھکر دیتے اور نذرانہ وعیدل کرلیتے ہیں۔ بعض لوگ جھوٹ موٹ قرعہ اور فال پر اُجرت لیتے ہیں۔ بعض لوگ خواہ مخواہ مولوی اور پنڈت بنکر وعظ کرتے اور کتھا سُناتے ہیں۔ اور اس سے انکی غرض صرف اپنی طرف لوگوں کے دلوں کا متوجہ کرنا ہوتا ہے۔ اور کوئی فائدہ علمی منظور نہیں ہوتا۔ بعض نہ تو صوفی ہوتے ہیں نہ ولی۔ صرف دو چار چیلے بناکر بزرگ بن جاتے ہیں۔ اور دیہات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بہانہ کرکے گشت لگاتے ہیں اور اسیطرح اپنا کام نکالتے ہیں۔ اور بعض لوگ خشک و ترکھانا دیتے ہیں جسکو لنگر کہتے ہیں۔ اور بدیں بہانہ اپنی مطلب برآری کرتے ہیں کیونکہ جہان میں احمقوں کی کمی نہیں جیسا کہ کہا گیا ہے ع

چو احمق در جہاں باقیست مفلس کس نمیماند

بعض لوگ جو نہ تو کچھ علمیت رکھتے ہیں اور نہ ریاضت کرکے عابد بن سکتے ہیں وہ کسی تیرتھ یا مزار پر بیٹھکر مجاور بن جاتے ہیں۔ اور ناحق زائرین بیچاروں کو لوٹتے ہیں اور بطور استحصال بالجبر مال وصول کرتے ہیں ورنہ بدزبانی سے پیش آتے ہیں۔ اور کبھی تمام ملک کا دورہ کرکے وبال جان بن جاتے ہیں خدا لال شہباز کے مزار کے مجاوروں سے پناہ دیوے۔ اور ایسی پر تمام مزاروں

کے محاورین کو قیاس کر لینا چاہیئے ۔ اور یہ سب کچھ اسلیئے کرتے ہیں کہ اپنی خورد و نوش وغیرہ کی فکر میں یہ بھول گئے ہیں کہ ان چیزوں کی حاجت کس لیئے ہے اور ان میں سے کسقدر کافی ہے کہ جس سے راہ آخرت طے ہو کر قلب کی درستی کیجاوے اور آخر میں ایسے گڑھوں میں جا پڑے کہ اُن میں سے نکلنا دشوار ہو گیا۔ خلاصہ یہ کہ لوگ دنیا کے مشاغل اور علائق اور طلب معاش میں ایسے مستغرق ہوئے کہ عالم غیب کی طرف ذرا بھی متوجہ نہ ہوئے ۔ اور خدا تعالیٰ کی حضوری میں ایک دم بھی حاضر نہ ہوئے ۔ تفریط یہ ہے کہ بعض لوگوں کو یہ تصور ہوتا ہے کہ دنیا محنت کی جگہ ہے اور آخرت سعادت کا مکان ہے جو آخرت میں پہنچا سعادت میں داخل ہوا خواہ عبادت کرے یا نہ کرے ۔ اس بنا پر یہ اعتقاد کر لیا کہ محنت دنیا ہی سے بچنے کے لیئے اپنی جانوں کو ہلاک کرنا بہتر ہے ۔ اس لیئے بعض دریاؤں میں ڈوب مرتے ہیں۔ بعض جلتی آگ میں کودتے ہیں بعض جلتی گاڑی کے پہیئے تلے سر دیدیتے ہیں۔ بعض کسی مورت یا بُت پر قربان ہو جاتے ہیں بعض لوگ خودکشی نہیں کرتے اور یہ تصور کرتے ہیں کہ خودکشی سے نجات نہیں ہوتی بلکہ اول یہ ضرور ہے کہ صفات بشری کو معدوم اور نفس کو بالکل نیست و نابود کرنا چاہیئے ۔ اور یہ کہ سعادت آخرت شہوت و غضب کے بالکل قطع کرنے میں ہی اور اسی خیال میں مجاہدہ کی طرف متوجہ ہوئے اور نفس پر اتنی سختی کی کہ کچھ تو ریاضت ہی میں مر گئے اور بعضوں کی عقل فاسد ہو کر مجنون ہو گئے اور بعض مریض ہو کر عبادت سے رہ گئے اور یہ نہ سمجھے کہ خیر الامور اوسطہا بعض گھر بار بال بچے چھوڑ کر فقیر بنجاتے ہیں اور اپنی حاجات کے لیئے بھیک مانگتے اور بجائے نفع کے نقصان اٹھاتے ہیں ۔ کیونکہ سوال کی ذلت سب چیزوں سے بدتر ہے ۔ بعض تارک الدنیا مونک اور نن ہو کر خانقاہوں میں

مجروانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور چونکہ خواہشاتِ طبعی کا روکنا بہت دشوار ہے اسلیے بڑی بڑی شرمناک حرکات ان سے سرزد ہوتی ہیں۔ بعض لوگ امیری اور بادشاہت چھوڑکر گوشہ گزین ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ امام عادل سے زیادہ مرتبہ کسی کا نہیں اور اگر وہ عدل کے ساتھ بادشاہت کرتے تو اُن کے واسطے اچھا ہوتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ لیس الرجل رجل الدنیا او رجل الاٰخرۃ بل الرجل رجلھما۔ وہ مرد شیرنر نہیں جو صرف دنیا کا ہوجاوے یا صرف آخرت کا ہوجائے بلکہ مرد وہ ہے جو دونوں کا ہو +

پس معلوم ہوا کہ علم مکاشفہ اور معاملہ سے جو معارف اور حقائق معلوم ہوتے ہیں وہ کل چھ قسم ہیں۔ (۱) علم نفس۔ (۲) علم الٰہی (۳) علم نبوت (۴) علم معاد (۵) علم جواہر و اعراض (۶) علم معاش۔ جو شخص سب علوم کا ماہر ہو وہ کامل ہے اور جو بعض علوم کا ماہر ہو اور بعض کا نہ ہو وہ اتنے علوم کا عالم ہوگا جتنے علوم سے وہ واقف ہو۔ حدیث میں جو آیا ہے کہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بات کرنا چاہو پہلے اُسکا علم حاصل کرو۔ مثلاً یہ کہ ایک شخص زمینداری کرنا چاہتا ہے تو پہلے علم حاصل کرے۔ تب زمینداری کرے۔ اسپر خیاطی اور آہنگری وغیرہ کا علم فرض نہیں ہے۔ علی ہذا القیاس۔ اور بعض علوم ایسے ہیں کہ ہر حال میں بقدر ضرورت اُنکا سیکھنا ضروری ہے۔ اور وہ قلب کی بیماریاں یعنی نیک اور بد اخلاق کا جاننا اور علم الٰہی سے اس قدر جاننا کہ بیشک ہمارا خالق خدا ہے۔ مخلوقات میں فکر کرے اور ذات و صفات میں فکر نہ کرے۔ علم نبوت میں اسقدر جاننا کافی ہے کہ بعض ذکی اور فہیم لوگ مہبط وحی ہوسکتے ہیں۔ اور اُنکے مدارج میں غلو کریں نہ کمی۔ اور علم معاد میں یہ علم حاصل کریں اور یقین کریں کہ انسان روحانی اور علوی ہے۔ اور صرف معرفت اور عبادت کیلئے

پیدا کیا گیا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ علم ریاضی میں سے بھی بقدر ضرورت سیکھنا فرض ہے کہ انسان اور حیوان مطلق میں فرق ہوجاوے۔ اگر کوئی معترض اعتراض کرے کہ تم نے دنیاوی علوم اور دینی علوم کا فرق نہ کیا اور کیا کسی نبی کو بذریعہ وحی دنیاوی علم نہیں سکھلایا گیا تو میں کہتا ہوں کہ کل پیشے بذریعہ وحی انبیاء کو سکھلائے گئے ہیں۔ نوح علیہ السلام کو نجاری اور داؤد علیہ السلام کو آہنگری خدا نے بذریعہ وحی سکھلائی۔ اور تمام علوم طبیعی کلام اللہ میں موجود ہیں۔ دوسرے یہ کہ دنیا اور آخرت کچھ جدا جدا اشیاء نہیں بلکہ "الدنیا مزرعۃ الآخرۃ" دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ جو دنیا میں کما نہ سکا وہ آخرت میں بھی گھاٹے میں رہیگا من کان فی ھذہٖ اعمٰی فھو فی الآخرۃ اعمٰی واضل سبیلا۔ جو دنیا میں اندھا ہے یعنی گمراہ ہے وہ آخرت میں بھی اندھا اور گمراہ ہوگا۔ حدیث میں آیا ہے بسند صحیح۔ کہ الملک والدین توامان لا قوام لاحدھما دون الآخر۔ دنیا اور آخرت توام ہیں یعنی دو بھائی ہیں جو یکجا پیدا ہوئے ہوں۔ ایک کا قوام دوسرے کے بغیر نہیں ہوسکتا دنیا اور آخرت قلب کے دو حال کا نام ہے اور کچھ نہیں۔

بھوکی بیگم کی کہانی

(از سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب)

فروری ۱۵ء کی چھٹی تاریخ - دہلی کا گنجان محلہ۔ آسمان پر ابر۔ بجلی - کڑک - چمک۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے - زمین پر کیچڑ۔ کم بخت چراغ بھی گل۔ اُس گھر کے دروازے پر پھٹے ہوئے ٹاٹ کا پردہ تھا۔ اندر ایک چھوٹا سا دالان۔ اُسمیں پھٹی ٹوٹی ہوئی چارپائی پر ایک بیگم اپنے تین بچوں کو لپٹے ہوئے لحاف میں دبکائے بیٹھی تھیں ؁

بجلی چمکتی تو چھوٹا بچہ ڈر کر ماں سے چمٹ جاتا۔ دو لڑکیاں بڑی تھیں۔ ایک دس برس کی ایک کوئی سات برس کی۔ چھوٹا لڑکا پانچویں سال میں تھا۔

بڑی لڑکی بولی۔ کیوں اماں ہم کب تک گاجریں اور شکر قندیاں کھائیں گے روٹی کو تو جی ترس گیا۔ ماں نے جواب دیا۔ بیٹی شکر کرو۔ خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ وہ گاجریں اور شکر قندیاں تو دے دیتا ہے۔ ہزاروں بیچارے ایسے ہوں گے جن کو یہ بھی میسر نہونگی۔

چھوٹی نے کہا واہ۔ پڑوس میں جو خانصاحب رہتے ہیں۔ اُنکے بچے روز سویرے حلوا پوری کھاتے ہیں۔ پھر تمہاری روٹی آتی ہے وہ کھاتے ہیں۔ پھر جلیبی والے سے جلیبیاں خریدتے ہیں۔ تیسرے پہر کچالو والا آتا ہے وہ انہیں خوب کھلاتا ہے۔ تم تو روز گاجروں کو اُبال کر ڈالتی ہو۔ یا چٹنی سے کھاتی ہو۔ خانصاحب کے ہاں گھر بہت پکتا ہے۔ اور دودھ کھانڈ ڈالکر کھایا جاتا ہے۔ آج بھی شام کو اُنکے ہاں کوفتے اور پسندے پکے تھے ؁

ماں کے دل پر معصوم بچی کے کہنے کا اثر تو بہت ہوا مگر اُس نے دلکو سنبھالکر کہا

بیٹی۔ ایک خانصاحب ایسے ہو گئے۔ سارے محلہ والے ایسے تھوڑے ہیں مہنگے سمے میں سب کے ہاں گاجریں اور شکر قندیاں کھائی جاتی ہیں جب سستا سماں تھا اور تمہارے اباجان زندہ تھے تو تمہیں یاد نہیں اپنی آپا سے پوچھو ہمارے ہاں بھی سب کچھ پکتا تھا۔ اور تمہاری آپا روز حلوا پوری اور کچالو کھایا کرتی تھیں۔ اب دیکھو۔ کل ٹوپی والا آئے گا اور ہماری مزدوری دے گا تو روٹی پکا ئینگے۔

بڑی نے کہا کیوں اماں اُسکے پاس کتنے دام ہیں۔ بیگم بولیں سوا سات آنے میرے حساب کے۔ مگر وہ کہتا تھا کہ مندے کے سبب اب ٹوپیوں کی کڑھائی کم ہو گئی ہے۔ باہر کے بیوپاری جو سردی میں مال خریدنے آتے تھے نہیں آئے۔ اسواسطے تمہاری مزدوری بھی وہ نہیں ملیگی جو ہمیشہ ملتی تھی۔ خیر اگر اُسنے کم بھی دیا تب بھی پانچ چھ آنے تو آئینگے۔ بس ہمیں باجرے کی گرم گرم روٹی اور شلجم کی چٹ پٹی بھجیا پکا ئینگے۔ خوب جی بھر کر کھانا۔ چھوٹی نے کہا اور اماں گجک (گزک) بھی منگوانا اب کے موسم میں تو ہم نے زبان پر نہیں رکھی۔ بچہ بولا اور میں بسکٹ بھی لاؤنگا۔

صبح

رات تو اِس بھوکے کنبے نے آرام سے بسر کر دی۔ صبح ہوئی تو لڑکے کے سینہ اور پسلی میں درد تھا۔ شدت سے بخار چڑھا ہوا تھا۔ بیگم بہت گھبرائیں۔ بارش ہو رہی تھی۔ پیسہ پاس نہ تھا۔ لڑکی کو پڑوس میں بھیجا اور تھوڑی سی آگ منگوائی۔ خانصاحب کی بیوی نے کہا۔ بُوا۔ سویرے ہی سویرے آگ لینے چلی آئیں۔ میرا بچہ پردیس گیا ہوا ہے مجھے وہم آتا ہے۔ کہیں اور سے لے آؤ۔ میں آگ نہیں دینے کی۔

لڑکی نے آکر ماں سے کہا۔ وہ ٹھنڈا سانس بھر کر خاموش ہو گئی اور بچے کو کوٹھڑی میں سے جاکر لٹایا۔ نیچے لحاف بچھا دیا۔ اور چارپائی کا بان جلا کر چھپٹیاں جلانی چاہیں مگر وہ مینہ میں بھیگ گئی تھیں آگ کا اثر نہ ہوا اور بان جلکر رہ گیا

ناچار غریب نے اپنے بچہ کو چھاتی سے لگا لیا۔ اور رونا شروع کیا۔ دونوں معصوم بچیاں پاس بیٹھی ماں کے مُنہ کو تکتی تھیں۔ روتے میں بیگم بولیں :۔

الٰہی : مجھ پر رحم کر یہ بِن باپ کے بچے ہیں۔ تین دن سے انہوں نے روٹی کی صورت نہیں دیکھی۔ اِس بے زبان کو تندرستی دے۔ میں دوا کہاں سے لاؤں۔ پیٹ کو تو ملتا نہیں ۔

ابھی بیگم کے آنسو تھمے نہ تھے کہ بارش زور کی ہونے لگی۔ اور پاخانہ کی دیوار گر پڑی۔ دیوار کی آواز سے دونوں لڑکیاں بھی اماں اماں کہکر ماں کو لپٹ گئیں ۔

اِسوقت عجب عالم تھا۔ بیگم کبھی گھر کو دیکھتی تھی۔ جہاں ایک زمانہ میں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ اور آج ایک صندوق کے سوا جس میں چند پھٹے پرانے کپڑے تھے اور کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ کبھی یہ خیال کرتی تھی کہ شوہر قبر میں جا سوئے۔ انہیں کیا خبر کہ مجھپر کیا بیت رہی ہے۔ آج کوئی انسے کہتا کہ تمہاری چاہیتی بیگم کو کوئی آگ بھی نہیں دیتا۔ تمہارا لال بخار میں پڑا پل بلا رہا ہے۔ ایک پیسہ کی بنفشہ تک نصیب نہیں جو گرم کرکے اِسکے حلق میں ڈالوں۔ کیا اچھے دن کے لیے مجکو پالکی میں سوار کرکے لائے تھے ؟ کیا ارمانوں بھرا سہرا اسی دن کے لیئے بندھا تھا ؟ ۔

دنیا دیوانی ہے جو چار دن کی خوشی کو شادی کہتی ہے۔ یہ شادیاں نہیں ہیں آدمیوں کی بربادیاں ہیں۔ مجھے وہ دن یاد ہے کہ میرے ہاتھوں کی مہندی کو نتھنے کے لعب آنکھوں سے لگاتے تھے اور بار بار ہونٹوں پر رکھتے تھے تو میرا دل کہتا تھا کہ آج میں سارے جہان کی ملکہ ہوں۔ اگرچہ ساس نندیں تو جب بھی نہ تھیں لیکن یہ محلہ والے ہی اُنکے وقت میں ایسی خاطریں کرتے تھے جسکی حد نہیں کیونکہ میں ایک تھانہ دار کی بیوی تھی۔ اور خاوند میرے ہاتھ میں کٹھ پتلی تھا ۔

آدمی خوشی میں مغرور و بے خبر ہو جاتا ہے اور بُرے وقت کا دل میں

وہیاں ہی نہیں لاتا۔ اگر اُس وقت مجھے اِس مصیبت کا خیال آجاتا تو کچھ جمع پونجی کا سوجھتا اور لیتی۔ جب تو جو آیا خوب کھایا اُڑایا۔ اب وقت پڑا تو پچھلا وقت تیر نشتر بنکر ستاتا ہے۔ جس سے یہ اڑا وقت کٹنا دوبھر ہو جاتا ہے +

قصہ مختصر دوپہر تک بارش کا یہی عالم رہا۔ پاخانہ سارا گر پڑا۔ دالان ٹپکنے لگا۔ ایک کوٹھڑی بچی ہوئی تھی۔ جسکے اندر یہ برباد ملکہ بیٹھی تھی +

لڑکا تو خیر بیمار تھا۔ لڑکیوں نے کھانے کو مانگا۔ مینہ کے سبب دروازے پر گاجروالا بھی نہ آیا تھا۔ اُس نے کہا۔ بس اب ذرا مینہ تھم جائے تو تم کو سودا منگا دیتی ہیں۔ لڑکیاں چپکی ہو گئیں +

لڑکے کا بخار بڑھتا جاتا تھا۔ ٹھنڈی ہوا۔ بھوک۔ گرم کپڑا ناپید۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مغرب کے وقت بیکس یتیم کا آخر وقت آیا۔ گردن کا منکا ڈھلا اور بیگم کی پانچ برس کی کمائی اسکی گود میں موت نے لوٹ لی +

ذرا خیال کرنا۔ آسمان پر دہ گھٹا نہیں ہے جسکو دیکھکر کبھی بیگم کے دل میں امنگیں پیدا ہوتی تھیں۔ بلکہ غم کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ چاروں طرف اندھیرا ہے مینہ برس رہا ہے۔ ہوا کا وہی عالم ہے۔ محلہ والے سب چپ چاپ ہیں۔ حالانکہ یہ وقت بچوں کے غل شور کا ہوا کرتا ہے۔ بارش اور سردی نے سب کے حواس گم کر رکھے ہیں +

بیگم پر وقت بہت نازک تھا۔ مگر نہ اُسکی زبان سے ہائے نکلی۔ نہ آنکھ سے آنسو اپنے نونہال کی لاش کو سینے سے لگائے سناٹے کے عالم میں بیٹھی تھی اور سوچتی تھی کہ اب کیا کروں +

آخر پھر مجبور ہوکر بڑی لڑکی کو پڑوس میں بھیجا کہ کہیو۔ ننھے بھائی جنت کو سدہارے گھر میں چراغ تک نہیں۔ تھوڑی دیر کے لیئے اپنی لالٹین دیدو +

ہمسائی کو ترس آگیا۔ اُسنے فوراً لالٹین روشن کر دی مگر خود نہ آسکی کیونکہ اُسکے بچّے کے گلے میں گنڈا تھا۔ اپنے خاوند کو مسجد کے مُلّاں کے پاس بھیجا کہ اپنی بیوی کو بیگم کے پاس بھیجدے۔ رات کی رات وہ اُسکے پاس رہیں صبح دفن کا سامان ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ ملانی صاحبہ آئیں۔ اور گھر میں بیٹھنے کا ٹھکانا نہ دیکھکر فوراً بڑبڑاتی ہوئی اُلٹے قدم پھریں۔ بیگم نے کہا۔ دیکھنا تم کو بڑا ثواب ہوگا۔ آج کی رات تھوڑی سی تکلیف ہی اُٹھاؤ۔ دیکھو ہم اکیلے ہیں۔ بچّہ کی لاش پڑی ہے۔ کوئی تو بات کرنے والا ہو۔ لڑکیاں سو جائینگی تو میں اکیلی کیونکر رات کاٹوں گی۔

مُلّانی صاحبہ تو تر مال کے مُردوں کا ساتھ دیتی تھیں۔ اس سڑی اور کیچڑ میں یہ سمجھکر آگئی تھیں کہ کوئی کھاتا پیتا گھر ہوگا۔ کپڑے اور کھانے ملیں گے۔ یہاں آکر نقشہ دوسرا ہی نظر آیا۔ اس لیئے بولیں۔ بیوی مجھے خود سانس اُکھڑنے کی بیماری ہے۔ یہاں بیٹھوں کہاں۔ سردی کا اثر ہو گیا تو میری جانوں کے لالے پڑ جائینگے مولویصاحب کو تو ابھی سے دوسری شادی کی ہوس ہے۔ میں زیادہ بیمار پڑ گئی تو کر ہی لینگے۔ رات تو جس طرح بن پڑے گزار لو۔ کل صبح میں آجاؤں گی۔ یہ کہہ اور دروازہ سے نکل۔ یہ جا وہ جا۔

بچیاں سو گئیں۔ بیگم کے سامنے **لالٹین** ہے۔ آس پاس لڑکیاں ہیں۔ **گود میں بجھا ہوا چراغ** ہے جو پانچ برس تک اس گھر کو اُجالا دیتا رہا۔ دو وقت سے غریب کو گاجریں بھی میسّر نہیں آئیں۔ اسپر کفن دفن کا فکر سوار ہے اور دل سے یہ باتیں کر رہی ہے۔ دیکھیئے اب صبح کو کیا ہوگا۔ میں نے تو آج تک تھانہ دار کی عزت کو بچایا۔ خود تکلیفیں اُٹھائیں۔ بچّوں کو تکلیفیں دیں مگر اُس مرحوم کی غیرت کو قائم رکھا۔ محلہ کی عورتوں نے ہر چند کہا کہ حاجی بخش الٰہی نے آنے کی

دکان کھلوادی ہے وہاں دس سیر کا آٹا ملتا ہے۔ مگر میری غیرت نے گوارا نہ کیا کہ تھانہ دار کی بیوہ کے نام سے چٹھی منگاتی۔ فقر فاقہ منظور مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ بازار والے تھانہ دار کی بیگم کو اتنا غریب سمجھیں کہ خیرات کا آٹا اُس کے نام تو لیں۔

خواب میں رسولؐ خدا کی زیارت

اسی دردناک حالت میں غریب بیگم کی بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی تو کیا دیکھتی ہے کہ پہاڑ پر سے ایک دریا کی چادر نیچے گر رہی ہے۔ اور اس چادر کے اوپر ایک تخت بچھا ہوا ہے۔ تخت کے پایہ کو پکڑے ہوئے اُسکا خاوند تھانہ دار کھڑا ہے اور تخت نشیں کے چہرہ پر نقاب ہے۔ بیگم نے بے اختیار ہو کر آواز دی۔ دیکھنا۔ ذرا ننھے کو گود میں لے لینا۔ میں تو تھک گئی۔ تھانہ دار نے جواب دیا۔ تھوڑی دیر اور لئے رہو۔ ذرا حضرت رسول خداؐ سے بات کر لوں تو لیلوں گا۔

بیگم کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سُننے سے بڑا جوش پیدا ہوا وہ آگے بڑھی تخت پر اپنے سر کو رکھدیا۔ اور کہنا شروع کیا۔ میرے رسول اللہ میرے والی وارث۔ کیا آپ بھی مجکو بھول گئے دیکھئے میں آپ کی امت ہوں خدا سے کہکر اس قحط سالی کو دور کرائیے۔ سب سے زیادہ آپ کی اُمت کے لوگ پریشان ہیں۔ اور میرے اس بچے کو زندہ کر دیجئے۔ میری زندگی کا تو یہی سہارا تھا۔

حضرتؐ نے دریا کی جانب ہاتھ سے اشارہ کیا۔ یا تو دریا کی چادر پہاڑ سے نیچے زمین پر گر رہی تھی۔ اور یا ایکا ایکی زمین سے پہاڑ کی جانب پانی چڑھنے لگا۔ اور آپ کا تخت پہاڑ کی چوٹی پر چلا۔ بیگم اور اُس کا خاوند بھی پہاڑ پر تخت کے ساتھ چلے اوپر جا کر ایک بلند درخت کی شاخوں میں سُرخ رنگ کا ایک سیب لٹکا ہوا تھا۔ اور

اُس پر سبز رنگ میں کچھ عبارت مرقوم تھی۔ حضرتؐ نے اشارہ کیا۔ اسکو پڑھو۔ بیگم نے عرض کی۔ میں اَن پڑھ ہوں۔ تھانہ دار نے پڑھ کر سُنایا +

لکھا تھا۔" خدا کی حکمت کو بندہ کی ناقص عقل نہیں جانتی۔ خدا ہر تکلیف کے بعد راحت بھیجتا ہے جو سیدھی گنگا بہاتا ہے اُسکو اُلٹی گنگا بہانے پر بھی قدرت حاصل ہے۔ اپنے اعمال کو یاد کرو۔ جن کے نمیانہ میں یہ تکلیفیں بھیجی جاتی ہیں

بیگم یاد کر۔ جب تیرا گھر آباد تھا اور تو فراش خانہ میں رہتی تھی تو تیرے پڑوس میں ایک ہندو بیوہ کا گھر تھا۔ جسکے پانچ چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ ایک دن اسکا ایک بچہ فاقہ کی حالت میں تیرے گھر میں آگیا تو اسوقت اپنے خاوند کے ساتھ برف ڈالکر تربوز کھا رہی تھی۔ تجکو خدا نے اُسوقت تک اولاد نہ دی تھی۔ تیرے دل نے دنیا کی کسی تکلیف کو نہ سمجھا تھا۔ اِس لیے تو نے اُس معصوم یتیم کو دھتکار کر گھر سے نکال دیا۔ تجکو نظر لگ جانیکا وہم ہوا۔ سُن۔ کہ ہندو بیوہ نے جب اپنے فاقہ زدہ بچہ کی نسبت تیری دشنام دہی سُنی تو اُسکے کلیجہ سے ایک آہ نکلی۔ اور اُس نے اُسکو پکارا جسکو تو پکارتی ہے۔ محمدؐ دونوں کے سفارشی ہیں جب ہندو بیوہ نے اے بھگوان مجھ پر دیا کر۔ کہا۔ محمدؐ کی روح نے آمین کی آواز دی خدا نے اُسکو قبول کیا۔ بیوہ کو غیب کے خزانہ سے نعمت دی گئی اور تجکو ذلیل کر دیا گیا۔ اب اگر تو سچے دل سے توبہ کرے تو تیرے دن بھی پھر جاینگے۔ اور اُن لڑکیوں کی شادیاں ایسی جگہ ہونگی کہ پھر تیری کوئی مشکل اڑی نہ رہیگی۔ اب لڑکے کی موت پر صبر کر کہ یہ تقدیر کا لکھا پورا ہو چکا +

بیگم جاگی تو اُسکا جی مطمئن تھا۔ خواب نے اُسکے سامنے آئندہ کے شاندار زمانہ کو بیمار کھا تھا۔ صبح ہوئی تو اُسکے پڑوسیوں نے اُسکے بچہ کو اول منزل پہنچایا۔ مگر آج تک اپنے خواب کی تعبیر کے یقین میں مگن ہے +

۱۹۱۴ء

تصوّف اور اسلام

(از جناب مولانا محمد اسرار الحق صاحب صدیقی فاروقی)

زمانہ کی گردش یا فلک کا چکر جس طرح چوبیس گھنٹہ میں دن کی رات اور صبح کی شام کرتا رہتا ہے۔ اسیطرح انسان وحیوان لباس وطعام۔ عادات واخلاق تمدّن و تہذیب۔ علوم وفنون۔ عقائد واعمال کو بھی تغیر وتبدل سے محفوظ نہیں چھوڑتا ۔

اسلام جیسے قائم ودائم باکمال لازوال مذہب کی تاریخ پر نظر ڈالیئے توگوناگوں تغیرات اور مختلف تبدلات نظر آئینگے ۔

اسلام کی تاریخ کا پہلا ورق جسکے سرنامہ پر جلی قلم سے کلمہ توحید (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) تحریر ہے۔ اُسپر جو کچھ گلکاریاں ہیں وہ نقاش عالم کے ید قدرت سے بنی ہیں۔ جتنے مراتب ومناقب ہیں وہ وہی عطیات ہیں۔ کوئی انسان اگر اپنے دماغی قوائے سے پورا کام لے۔ اور سعی بلیغ کرکے دیکھے تو بجز عشق خدا ومحبت رسولؐ کے بندوں کی ایجادات واصحاب نفوس کی اختراعات سے اُس ورق کو بالکل مبرا ومعرا دیکھیگا۔ پہلی چیز جو اُس ورق میں قابل یادگار ہے وہ خدا کی ذات وصفات ہیں۔ دوسری شئے نبی برحق رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات واخلاق محمد (صلعم) کا اسوۂ حسنہ۔ تیسری چیز قابل ذکر اصحاب رسول صلعم کے کارنامے (دینی ودنیاوی) جنمیں محبت خدا ورسولؐ اخلاص وبے ریائی کا مجموعہ نظر آتا ہے۔ باوجود سلطنت وخلافت دینی ودنیا ایسی سادہ وپاک زندگی کی مثال دنیا کی تاریخ پر سب سے پہلی نظر آئے گی ۔

یہ حال ہے اُنکی دنیاوی زندگی کا جن کو خدا نے اپنے کلام پاک میں باین الفاظ

یاد فرمایا ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ
رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا
سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۰

محمد صلعم خدا کے رسول برحق ہیں۔ اور جو حضرات انکے ہمراہی و ساتھی ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں۔ اور آپسمیں مہربان و رحیم ہیں تو انکو دیکھتا ہے کہ رکوع و سجدہ کرتے ہیں اور خدائے فضل و رضامندی کے خواہاں ہیں۔ انکے چہروں پہ سجدوں کے نشانات انکی خاص علامتیں ہیں ٭

منبع نور و مخزن علوم ذات بابرکات جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے اُن حضرات رضی اللہ عنہم کو نہ کسی علم کی حاجت تھی نہ عمل کی ضرورت۔ فقط اُس آفتاب توحید و الوہیت اور سرچشمۂ رسالت و نبوت کی نظر فیض اثر کا کسی مسلمان پر مائل ہو جانا منٹوں میں مدارج عُلیہ طے کراتا تھا ٭

حتیٰ کہ اسلام کے اصل اصول یعنی کلام ایزد متعال کو بھی جمع نہ کیا گیا سبحان اللہ اُس خیر القرون قرنی میں اور کسی امر کی کیا ضرورت ہو سکتی تھی ٭ ؎

بہ زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود　　سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

جن کا ارشاد ہو من رانی فقد راء الحق جسنے مجھے دیکھا حق کو دیکھا جن کی شان میں وَمَا ينطق عن الهوىٰ ان هو الا وحى يوحىٰ ارشاد باری عزاسمہٗ ہو اُنکے صحابہ کسی اور طرف کس طرح متوجہ ہوتے۔ انکا وہی حال تھا جو حدیثوں میں وارد ہے کہ حضور رات کو شبِ ماہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ اور عاشقانِ جمالِ محمدی اور شیفتگانِ نورِ احدی کبھی چاند کو اور کبھی حضور پُرنور کے چہرۂ مبارک کو دیکھتے اور عرض کرتے ؎

تو از پری چابک تری وز برگِ گل نازک تری　　وز ہرچہ گویم بہتری حقا عجائب دلبری

غرضکہ " طوبیٰ لاھل بلدۃ فیھا النبی المحترم "
آج جو خطابات والقاب دینی و دنیاوی بنی نوع انسان کے مایۂ ناز ہیں باوجود تمام کمالات کے اُن بزرگواروں کو آجتک کوئی انسان ان القاب سے نہیں یاد کرتا۔ اگر ان کا باعث افتخار ہے تو۔ اور مایۂ ناز ہے تو صحبت رسول صلعم سے۔ خدا فرماتا ہے تو والذین معہ یا والذین ھاجروا وجاھدوا فرماتا ہے۔ کیسیکو محدث نہ مفسر نہ فقیہ۔ نہ غوث نہ قطب۔ حضورؐ مراتب علیہ اصحاب رضی اللہ عنہم کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں۔ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم میرے جملہ اصحاب مثل ستاروں کے ہیں۔ اُن میں سے جس کسی کی اقتدار و اتباع کروگے ہدایت یاب ہوگی،،
الغرض اُس خیر القرون میں نہ کوئی علم مدوّن ہُوا نہ فرقہ بندی ہوئی۔ جو کچھ تھے وہ سب تھے،،
جب پہلا ورق لوٹا جناب رسالت مآبؐ کے آفتاب رسالت نے وفات پائی۔ آپ کا جسد انور نگاہوں سے پوشیدہ ہوگیا۔ نور سے ظلمت۔ دن سے رات ہوگئی۔ اب وہ آفتاب تاباں کہاں جسکی نورانیت وضوء میں ستارے مانند تھے۔ ہر راہرو اُسی کی روشنی میں سیدھا راستہ چلا جاتا تھا نظر سے غائب ہوگیا تو ضرورت واقع ہوئی کہ خدا کے احکام (قرآن پاک) اور خود حضور صلعم کے اقوال و افعال جمع کیے جائیں ۔

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

مجبور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ادہر توجہ مبذول فرمائی۔ ایک طرف جناب شیخین رضی اللہ عنہما نے مخلوق خدا (اہل اسلام) کو استداد و کفر سے بچانے میں سعی مبذول فرمائی دوسری طرف حضرات ختنین رضی اللہ عنہما نے قرآن پاک جمع فرمانا شروع کیا۔ بارے خدا خدا

کرکے نظام دنیائے اسلام درست و صحیح ہوا۔

شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت کے زمانہ میں خواہ یوں کہیے کہ قرب زمانۂ رسالت (صلعم) کے سبب یا یہ کہو کہ بوجہ قوت و غلبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کسی منافق و بدکیش کو ریشہ دوانیوں کا موقع نہ ملا۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا خاتمہ اور آپ کی شہادت کا واقعہ اسلامی دنیا میں بڑے بڑے اہم واقعات کی یادگار چھوڑ گیا۔

جو لوگ بخوف یا بتالیف قلوب ایمان لے آئے تھے اور فی الواقع وہ اسلام اور اہل اسلام کے دشمن شدید تھے۔ اب اُن کو اپنی کوششوں اور ریشہ دوانیوں کا موقع ملا۔ اور سیاسی امور میں اُنکی مداخلت کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرات ختنین رضی اللہ عنہما کی دونوں خلافتیں خانہ جنگیوں اور اسلامی قوت کے روزانہ تنزل میں گزریں خود وہ دونوں حضرات مرتبۂ شہادت سے بہرہ اندوز ہوئے اور منافقین کی مُنہ مانگی مراد ملگئی۔ پر ظاہر ہے کہ ایسی عدیم الفرصتی و کثرت افکار و ترددات میں کیا علوم و فنون کی طرف توجہ ممکن تھی؟۔

البتہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد جو تیسرا دَور شروع ہوا اب وہ ستارے بھی غروب ہو چکے تھے جنہوں نے آفتاب رسالت صلعم سے فیض حاصل کیا تھا۔ نور نبوت بہت پردوں میں مخفی ہو چکی تھی۔ ہر شخص اپنے اجتہاد و رائے سے قرآن و حدیث سے احکام اخذ کرتا اور اسپر عمل کرتا تھا۔ فتنہ بنو امیہ کا دور دورہ تھا۔ ہزاروں احادیث و آثار جن کی سند میں حضرات اہل بیت علیہم السلام کے اسمائے گرامی تھے۔ صفحۂ ہستی سے محو کر دیئے جاتے تھے۔

افتراق اسقدر وسیع ہو چکا تھا کہ کوئی "انا علی دین عثمان"۔ اور کوئی "انا علی دین علی" نعرہ مارتا تھا۔ مجبور صلحائے تابعین کو ضرورت محسوس ہوئی کہ قرآن

حدیث سے مختلف علوم وفنون استنباط کیے جائیں۔ اب بقول ع

"ہر کسے را بہر کارے ساختند"

ہر بزرگ اپنے میلان طبع کے موافق ایک علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ہزاروں مشکلات کا بار اُٹھا کر اُس علم کو مدوّن کیا ✦

کچھ حضرات نے عبادات۔ مالی وبدنی معاملات وعقود کے مسائل مستنبط فرمائے اور فقہ نام رکھا۔ انکو فقیہ لقب ملا۔ بعض نے اس استنباط مسائل کے اصول مدوّن فرمائے جنکو اصولی۔ اور اُس علم کو اصول فقہ سے موسوم کیا گیا۔ بعض حضرات تنقید وتحقیق روایات حدیث کی طرف متوجہ ہوئے۔ بعض نے قرآنی احکام اوامر ونواہی کی تفسیر احادیث وآثار سے مطابق کرکے تحریر فرمائی۔ انکو محدث ومفسر کہنے لگے۔ ایک گروہ انہیں میں سے معارف وحقائق قرآنی اور اعمال قلوب وجوارح اوامر ونواہی اخلاقی وباطنی کی طرف متوجہ ہوا۔ انکو صوفی کہا گیا۔ اور اس علم کا نام تصوّف رکھا گیا ✦

لیکن اب تک ہر گروہ اپنے کام میں مصروف تھا۔ ایک کو دوسرے سے نہ کوئی غرض نہ کوئی کسی دوسرے کا منکر ومقابل۔ یہ دور بھی عجیب وغریب زور شور سے قائم رہا۔ اگر ایک طرف امام بخاری ومسلم رحمۃ اللہ علیہما کی اُولوالعزمی کا نشان لہراتا تھا تو دوسری سمت حضرت حسن بصری۔ داؤد طائی وحبیب عجمی کی ولایت وتصوف کا پھریرا بلند تھا۔ تیسری جانب امام سفیان ثوری وابوحنیفہ وابومحمد وابویوسف کی فقہ کا شہرہ مشہور روزگار تھا ✦

انکے بعد جس وقت سے تاریخ اسلام کا چوتھا ورق اُلٹا گیا تو امت محمد صلعم میں اختلاف کی بنا پڑی۔ ہر ایک گروہ دوسرے کو خلاف قرآن وحدیث سمجھنے لگا جناب غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی تکفیر پر

حضرت علامہ ابن جوزی نے تلبیس ابلیس رسالہ لکھا۔ ایک طرف منصور حلاج دار پر کھینچے گئے۔ علی ہذا ۔

الغرض یہ سلسلہ مغائرت و منافرت روزانہ ترقی کرتا گیا۔ اور آجتک قائم ہے حتیٰ کہ آج اسی اختلاف کی بدولت حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے موافق امت مرحومہ کے بہتر فرقے ہو گئے۔ اگرچہ جیسا ذکر کیا گیا۔ علمائے ظاہر باطن مجتہدین و صوفیہ دو گروہ بہت زمانہ سے جُدا جُدا انگشت نما تھے۔ حضرت ابو طالب کی قوت القلوب میں ۳۸۶ ہجری میں اس افتراق کو تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت حکیم علی ترمذی رحمہ اللہ کی تصنیف سے بھی دو فرقے ثابت ہوتے ہیں ۔

لیکن موجودہ زمانہ کا سا شور و شغب اور افتراق و علیحدگی نہ تھی ۔

منکرین تصوف نے بھی دشمنان اہل بیت رضی اللہ عنہم کی طرح ترقی کی ہے ۔

اہل کوفہ نے جناب امام حسین علیہ السلام کو مع عیال و اطفال شہید کیا ۔ اور بعض دشمنوں نے اُنکے مزار پُر انوار کو برباد کیا تھے کہ اس زمانہ میں اُنکی شہادت سے انکار کر دیا گیا۔ اسی طرح علمائے ظاہر نے ابتدا میں اپنا غصہ ان بزرگواروں کی تکفیر و شہادت سے نکالا۔ مزاروں کی بربادی میں مسائل ایجاد کر کر کوشش کی۔ اور اب علم تصوف ہی سے انکار کر دیا گیا۔ پچھلے دنوں بھوپال سے ایک عالم صاحب نے رسالہ موسومہ بہ "آئینۂ تصوف" لکھا ہے جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں" کہ تصوف کو دین سے کچھ بھی علاقہ نہیں ہے" ۔

ہمیں اس مضمون میں کسی خاص فرقہ یا شخص کی تردید و تکذیب منظور نہیں بلکہ فقط اہل علم کو یہ دکھلانا ہے کہ اسلام کو تصوف سے کیا تعلق و نسبت حاصل ہے۔

(باقی دارد)

قضا و قدر

(از جناب مولوی محمد صدیق صاحب۔ عدن)

احکام قضا و قدر میں باعتبار انکے نفاذ پذیر ہونیکے کچھ بھی فرق نہیں ہے لیکن اسلام نے بلحاظ اُنکے تقدم و تاخر کے پہلے نفاذ کو قضا (قطعی و عملی) اور دوسری کو قدر (یا اندازہ علمی) سے تعبیر فرمایا ہے۔

پہلا حکم عملی متعلق بہ خلق موجودات ہے۔ جسمیں تغیر و تبدل کا احتمال نہیں۔ کما قال اللہ تعالےٰ۔ فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا۔ یعنی ہرگز نہ پاؤگے تم طریقۂ الٰہی میں تبدیلی۔ اور ہرگز نہ پاؤگے تم قدرت اللہ میں انقلاب۔

اور حکم علمی افعال و خواص موجودات سے متعلق باندازہ ہے۔ قولہ تعالےٰ انا خلقنٰہ بقدر یعنی ہم نے ہر چیز اندازہ پر پیدا کی۔ حکم عملی اور علمی ہر دو کے معنی سمجھنے کے لیے ہم قرآن مجید کی ایک ایسی آیت نقل کرتے ہیں جس سے دونوں مثالوں کا پتہ لگتا ہے۔ یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم۔ یعنی اے آگ تو ابراہیم پر سرد اور سلامتی والی ہو جا۔ گویا آگ کا بالطبع محرق ہونا تو حکم (قطعی) عملی ہے۔ یعنی مشیت ایزدی آگ کی قوت محرقہ کے پردے میں اپنا عملی جلوہ دکھا رہی ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے قدرتاً آگ کی قوت محرقہ کا سلب ہو کر اسکا سرد ہو جانا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جلنے سے بچ جانا وغیرہ واقعات سب حکم علمی میں داخل ہیں جو اُسوقت تک علم الٰہی میں محفوظ اور دنیا کی نظروں سے مخفی تھے۔ جسوقت تک حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں نہ ڈالے گئے تھے

اس سے ظاہر ہے کہ آگ میں قوت احراق نافذ شدہ ہے۔ اور قوت محرقہ کا ضرورتاً سلب ہو جانا یا اُس سے کسی شئے کا نہ جلنا وغیرہ حکم علمی ہے ؛

حکم عملی کا صدور وظہور موجودات مادی سے متبادر تھا۔ ہیئت۔ اشکال۔ حیات ممات۔ افعال و خواص۔ تاثیرات اور اعضا کی طبعی قوتوں وغیرہ میں ہوتا ہے اور حکم علمی کا نفاذ ان افعال نیک بد پر ہوتا ہے جو مخلوق کے افعال، خواص اور تاثیرات طبعی اور اعضا کی قوت طبعی اور حرکات و سکنات کے ذریعہ سے سرزد ہوں ان دونوں حکم عملی و علمی کی مجموعی حالت یا نفاذ پذیر ہونے کا نام ہے جسکو نصیبہ مقدر اور قسمت وغیرہ ناموں سے موسوم کرتے ہیں ؛

حسب صراحت مرقومتہ الصدر دنیا میں جو کچھ واقعہ ہوا یا واقعہ ہونیوالا ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد سب کے سب امور تقدیری ہیں۔ اور امور تقدیری خدا کے حکم عملی اور علمی سے باہر نہیں ہو سکتے۔ اسلیئے شارح اسلام علیہ السلام نے اپنے تابعین اور پیروؤنکو یہ تعلیم دی کہ لوگو! دنیا میں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا کوئی چیز نہیں اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب اتفاقی باتیں ہیں۔ وہ لوگ سخت غلطی پر ہیں۔ اسیطرح وہ لوگ بھی جو یہ کہتے ہیں کہ خدا معاذ اللہ صرف ایک معطل و بیکار ہستی ہے۔ دنیا کا کارخانہ تو مخلوق ہی کے اعمال و افعال پر مبنی اور انہیں کے سہارے چل رہا ہے۔ یا یہ کہتے ہیں کہ نیکی کا خالق یزدان (خدا) اور شر کا اہرمن (شیطان) ہے۔ یا جو یہ کہتے ہیں کہ سب کچھ خدا ہی کرتا ہے۔ ہم کچھ نہیں کرتے۔ یا جو یوں کہتے ہیں کہ خدا کچھ نہیں کرتا سب کچھ ہم کرتے ہیں یا جنہوں نے گناہ کا کفارہ حضرت مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونیکو فرض کر کے ہر قسم کی آزادی حاصل کر لی ہے یا جو ابراہیم علیہ السلام کے تعلق سے اپنے خیال میں جنت الفردوس کے وارث و مالک ہو چکے ہیں یا جو تقدیر پر بھروسہ کر کے بالکل بے دست و پا ہو بیٹھے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب عقائد باطلہ گمراہی کے موجب اور بنی آدم کو سیدھا جہنم کیطرف لیجانیوالے ہیں۔ لوگو! تم ان سے بچو

اور خدا کے احکام عملی اور علمی پر یقین کر کے اس پر ایمان لاؤ یعنی ایمان بالقدر۔ والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ+

۴۸۶

کلماتِ سیدنا علیؓ

(بسلسلہ مندرجہ محرم نمبر)

(مترجمہ جناب مولوی محمد خاں صاحب)

۴۲ - بخل تمام عیبوں کا جامع ہے۔ اور وہ ایک ایسی مہار ہے جو انسان کو ہر قسم کی برائیوں کیطرف کھینچے جاتی ہے۔

۴۳ اگر آدمی اپنی مدت العمر (کی کمی) اور تیاریِ سفر (کی جلدی) کو دیکھ لیتا تو لمبی لمبی امیدوں اور دنیاوی دھوکوں کو برا سمجھتا۔

۴۴ ظالم آدمی کی تین علامتیں ہیں (۱) بڑوں سے سرکشی کرنا۔ (۲) چھوٹوں پر جبر کرنا (۳) ظالم لوگوں کی امداد کرنا۔

۴۵ - تمام گناہوں سے زیادہ سخت گناہ وہ ہے جسکو اسکا کرنے والا خفیف سمجھتا ہو۔

۴۶ ہر ایک شخص کی طرف موت تیزی سے آ رہی ہے اور وہ مہلت کا خواہاں ہے اور ہر ایک شخص کو مہلت دی گئی ہے۔ مگر وہ عمل کو آئندہ زمانہ پر ڈال رہا ہے۔

۴۷ اگر میں ان پھسلنے والے مقامات سے محفوظ اور ثابت قدم رہتا تو عام لوگوں کی بری رسموں اور عادتوں کو بدل دیتا۔ (پھسلنے والے مقامات آپکے زمانہ میں پیدا ہونے والے فتنہ و فساد سے مراد ہیں)

۴۸ عہد کو اہلِ عہد کے حق میں مضبوط پکڑو۔

۴۹ دوست سے اعتدال کیساتھ دوستی کر۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ کسی دن تیرا دشمن بن جائے۔ اور دشمن سے اعتدال کے ساتھ دشمنی کر۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ کسی دن تیرا دوست بن جائے۔

۵۰ جب تم مفلس ہو جاؤ تو صدقہ دے کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ بطریق تجارت معاملہ کیا کرو (مطلب یہ کہ صدقہ رزق کو کھینچ لاتا ہے)۔

۵۱ جو شخص تیرے حق میں نیک گمان کرے تو اُسکے گمان کو سچ کر دکھا (یعنی مثلاً کوئی شخص تجھے متقی سمجھے تو تُو متقی بننے کی کوشش کر)۔

۵۲ جس مالی نقصان سے تمہیں کسی قسم کی عبرت حاصل ہو۔ اُسے نقصان نہ سمجھو۔

۵۳ میں نے اللہ تعالیٰ کو ارادوں کے فسخ ہو جانے اور نیتوں کے کھُل جانے سے شناخت کیا ہے (یعنی اگر انسانی ارادے ہمیشہ کامیاب ہوا کرتے تو انسان غالب تھا۔ مگر ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ جو غالب الارادہ ہستی ہم پر حکومت کر رہی ہے وہی خدا ہے)۔

۵۴ جب آپ نے فرقہ خوارج کے لوگوں کو "لاحکم الا للہ" کہتے سُنا تو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں۔ حق ہے۔ مگر جو مطلب انہوں نے سمجھ رکھا ہے باطل ہے۔

۵۵ حلیم آدمی کو حلم کے عوض سب سے پہلے جو چیز ملتی ہے۔ یہ ہے کہ لوگ جاہل کے خلاف اُس کے مددگار ہو جاتے ہیں۔

۵۶ دوست کا حسد کرنا ضعفِ محبت کی علامت ہے۔

۵۷ جب کسی سوال کا جواب مشتبہ ہو تو حق بات مخفی رہتی ہے۔

۵۸ صرف ظن پر بھروسہ کر کے کسی امر کا قطعی فیصلہ کر دینا عدل نہیں ہے۔

۵۹ مظلوم کا ظالم سے انتقام لینے کا دن، ظالم کے مظلوم پر غالب ہونیکے دن سے کہیں زیادہ مصیبت خیز ہوا کرتا ہے۔

۶۰ کثرتِ خاموشی سے ہیبت پیدا ہوتی ہے۔ اور انصاف کرنے سے دوست بڑھتے ہیں۔ اور احسان سے قدر و منزلت زیادہ ہوتی ہے۔ اور فروتنی سے نعمت کامل ہو جاتی ہے۔ دوسرے کی مصیبت جھیلنے سے سرداری کا استحقاق حاصل ہوتا ہے۔

نیک روشی سے مخالف مغلوب ہو جاتا ہے۔ اور جاہل سے حلم برتنا اسے مددگار بناتا ہے +

۶۱ لالچی ہمیشہ ذلت کی قید میں ہے +

۶۲ آپنے اپنے صاحبزادے جناب حسن علیہ السلام سے فرمایا کہ بیٹا! تو پہلے کسی کو لڑائی کے لیے دعوت مت کر۔ اور اگر تجھے لڑائی کی طرف دعوت کیجائے تو قبول کرے۔ کیونکہ دعوت کرنے والا باغی ہوتا ہے۔ اور باغی مغلوب ہوا کرتا ہے +

۶۳ قناعت ایسا مال ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا +

۶۴ اللہ کی قسم تمہاری یہ دنیا میری نظروں میں خنزیر کے اُس اوجھ سے بھی زیادہ ذلیل ہے جو کوڑھی آدمی کے ہاتھ میں ہو +

۶۵ ہر ایک نعمت میں اللہ کا حق ہے۔ سو جو شخص اسکو ادا کرتا ہے نعمت کو بڑھاتا ہے اور جو ادائے حق میں) قاصر رہتا ہے وہ زوال نعمت پر شرط باندھتا ہے +

۶۶ بہتر عمل وہی ہے جسپر تو اپنے نفس کو مجبور کرے (یعنی جسمیں نفس کی مخالفت کی جائے) +

۶۷ کم دینے سے شرم نہ کرو۔ کیونکہ بالکل محرومی کم سے بھی کم ہے +

۶۸ حاجت کا نہ پورا ہونا۔ نااہل آدمی سے طلب کرنے کی نسبت زیادہ آسان ہے +

۶۹ پاک دامنی مفلسی کے لیئے زینت ہے +

۷۰ سفارش کرنے والا طالب مقصود کے لیئے بازو بن جاتا ہے +

۷۱ جو شخص دنیا کے نہ ملنے یا تلف ہونے پر غم کرتا ہے۔ وہ گویا اللہ کی قضا پر ناراض ہوتا ہے۔ اور جو شخص کسی نازل ہونیوالی مصیبت کی شکایت کرتا ہے۔ وہ اپنے رب کا شکوہ کرتا ہے۔ اور جو شخص کسی غنی آدمی سے ملکر اُسکی دنیوی وجاہت کی وجہ سے تعظیم بجا لاتا ہے۔ اُسکا دو تہائی دین ضائع ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص قرآن مجید پڑھکر مر جائے

۶۰۔ اور جہنم میں داخل ہو تو یوں سمجھو کہ وہاں لوگوں میں سے جو اللہ کے احکام کو مذاق سمجھتے ہیں (یعنی قرآن پر واقعی ایمان لانے والا دوزخ میں نہیں جا سکتا) اور جس شخص کا دل محبت دنیا پر فریفتہ ہو جائے اسکے دل کے لیئے تین امر لازمی ہو جاتے ہیں (۱) غم جو کبھی علیحدہ نہیں ہوتا (۲) حرص جو کبھی دامن نہیں چھوڑتی (۳) امید جسکو وہ کبھی پا نہیں سکتا + (باقی وارد)

فراق دہلوی

بہت سے حضرات ہم سے اور مولانا فراق صاحب سے انکا نسب دریافت کرتے ہیں اسلیئے مناسب ہے کہ ہم انکی چالیس پشت کا نسب نامہ نظام المشائخ میں چھاپ دیں۔ اس سے اچھی طرح منکشف ہو جائیگا کہ آپ زیدی واسطی حسینی سید ہیں۔ حکیم صاحب اور سادات بارہ غالب پور، سادات گلاوٹی، سادات بلگرام سب یک جدی ہیں۔ حکیم صاحب کی والدہ محترمہ حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی پوتی ہیں۔ حکیم صاحب علاوہ چشتیہ نظامیہ طریقہ کے خواجہ میر درد رح کے ظاہری اور باطنی ترکہ سے بھی مالامال ہیں۔ انکے بزرگ شاہی عہد میں منصبدار تھے۔ اس لیئے یہ منصبدار والے بھی کہلاتے ہیں۔ خواجہ میر درد کی صلبی اولاد میں سے دہلی یا باہر کوئی نہیں ہے۔ اور جو کچھ ہیں وہ سب نواسہ کو نواسے ہوتے ہیں۔ موجودہ حضرات میں سے ہمارے نزدیک فراق ہی ایک شخص ہیں جو یادگار خواجہ میر درد کہلانے کے مستحق ہیں ۔ (واحدی)

نسب نامہ حکیم سید ناصر نذیر فراق زیدی واسطی حسنی الحسینی دہلوی

حکیم سید ناصر نذیر فراق		بن سید محسن علی	بن سید فیاض علی	بن سید الٰہی بخش	بن سید ید اللہ
بن سید محمد صدیق	بن سید فتح الدین	بن سید محمد باقر	بن سید مداری	بن سید اکبر	بن سید مبارک
بن سید حسام الدین	بن سید عبداللہ	بن سید فتح اللہ	بن سید کمال الدین	بن سید احمد	بن سید علاء الدین
بن سید شمس الدین	بن سید تاج الدین	بن سید حسین	بن سید ویس	بن سید فرید الدین	بن سید علاء الدین
بن سید عوض	بن سید ابو الفرح واسطی		بن سید داؤد لاڈلہ	بن سید حسین بزرگ	بن سید یحییٰ بزرگ
بن سید زید بزرگ	بن سید عمر بزرگ	بن سید زید بزرگ	بن سید علی	بن سید حسین	بن سید علی
بن سید محمد	بن سید عیسیٰ	بن سید زید شہید علیہ السلام		بن امام زین العابدین علیہ السلام	بن امام حسین علیہ السلام
بن علی مرتضیٰ علیہ السلام	بن خواجہ ابو طالب	بن خواجہ عبدالمطلب	بن ہاشم	بن عبد مناف	

نغمۂ توحید

(از جناب پیرزادہ مولوی محمد حسین صاحب عارف ایم اے - ریٹائرڈ سشن جج)

ہر نیک و بد کی یکساں کرتا ہے خیر خواہی
شایاں ہے تجھکو یارب عالم کی بادشاہی
ہستی کی تیری ہر شے دیتی ہے یاں گواہی
جلوہ سے تیرے پر ہے از ماہ تا بماہی

قدرت تری عیاں ہے ہر شے سے یاالٰہی

ہر جنس کی محبت ہر فرد کو عطا کی
نسل رہے دنیا میں پیدا کی خو ردمندی
بچہ کو ایک ماں کے پہچان دودھ کی دی
سینہ میں ماں کے الفت بچہ کی ہے رکھی

شفقت تری عیاں ہے ہر شے سے یاالٰہی

مغرور جس نے ہو کر دنیا میں سر اٹھایا
اک چیونٹی سے تو نے نیچا اسے دکھایا
شر سے اگر وہ اپنے پھر بھی نہ باز آیا
لوح جہاں سے اسکا حرف غلط مٹایا

قوت تری عیاں ہے ہر شے سے یاالٰہی

سوکھے شجر میں تو نے بارش سے جان ڈالی
سرسبز ہو گئی پھر اسکی ہر ایک ڈالی
سو کر یہ جب لگا پھل طیار کر کے ڈالی
آقا کے پاس اپنے وہ لے چلا ہے مالی

رحمت تری عیاں ہے ہر شے سے یاالٰہی

اک پھول لیجئے دیکھو کیا رنگ خوشنما ہے
پتی کی ساخت میں بھی اعجاز کیا کیا ہے
کیسی رگیں ہیں نازک ریشوں کو کیا سیا ہے
بو کیسی بھینی بھینی اور کتنی جانفزا ہے

صنعت تری عیاں ہے ہر شے سے یاالٰہی

ملتی ہے ہر طرف سے ہر وقت یہ شہادت
ہم سب پہ حکمراں ہے دنیا میں ایک طاقت
کرتی ہے رات دن جو دل کو یہی ہدایت
بد کا نتیجہ ہے بد نیکی کا پھل سعادت

حجت تری عیاں ہے ہر شے سے یا الٰہی

ہر ایک آنکھ عاشق تیرے جمال کی ہے — ہر ایک جان شائق تیرے وصال کی ہے
قائل ہر ایک و ناطق تیرے کمال کی ہے — تعریف غیر ممکن تیری مثال کی ہے

وحدت تری عیاں ہے ہر شے سے یا الٰہی

ظاہر جہاں کو کرکے خود آپ کو چھپایا — عقل رسا نے لیکن ہرگز تجھے نہ پایا
ہر رنگ تو نے یا رب سو سو سے دکھایا — ہر رنگ تم نے خود کو ہر جا لیے چھپایا

حکمت تری عیاں ہے ہر شے سے یا الٰہی

عارف نے معرفت جب جز و مد کو دیکھا — عاجز و کسی پہ حیران خرد کو دیکھا
بیمار مہندسہ کو ناقص عدد کو دیکھا — محتاج کو تیرے پایا حل مسئلہ کو دیکھا

عظمت تری عیاں ہے ہر شے سے یا الٰہی

قصیدہ نعتیہ

(از جناب مرزا عبد الرحمن بیگ صاحب)

یہ بہار آئی شجر و گل بستان جنگل — کیوں نہ جنگل میں مسرت سے منائیں منگل
ہاتھ پر ہاتھ دھرے کیوں عدو بیٹھے رہیں — اپنے ارمانوں سے کیوں آپ نہ آئیں ہنگل
نفس سے مس کر کے ہوا ہم میں ابتک فسوں — ہو اخیار میں ہر روز نئی ہے چہل پہل
قعر نکبت میں کٹی عمر ہماری اب تک — ہے غفلت سے دماغ اپنے ہوئے ابتک مختل
کچھ نہ کچھ کام کیے جائیں نہ کیونکر ہم بھی — کیوں بزرگوں کی نصیحت پہ نہ ہو اپنا عمل
بخل کو دخل نہیں ہمدا فیاض ہیں جب — دست و بازو میں ہمارے نہیں جب کچھ بھی خلل
پھر کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی اپنی — رنج ہے کیوں قوم کا اصلی سے بسوا شغل

ایکدن وہ تھا کہ ممتاز تھے بین الاقوام — ایکدن وہ تھا کہ فخریہ تھا اپنا اکمل
کیا سبب ہے کہ وہ اگلی سی شجاعت نہ رہی — تیغ ہماری تھا ہر اعدا پہ بہر جنگ و جدل
وہ حکومت ہی کہاں ملک بندی تھی جسکی — جن کے جبروت سے دنیا میں تھی ڈالی ہلچل
اب نہ وہ علم ہے سینوں میں ہمارے باقی — پرتو علم لدنی سے تھی جن کی صیقل
فخر شاگردی پہ یورپ کو کبھی تھا اپنی — قصر غرناطہ کبھی علم و ہنر کا تھا محل
ید طولے تھا کبھی صنعت و حرفت میں ہمیں — تھے کبھی فن تجارت میں ہمیں ضرب مثل
ہم میں سنجر ہے نہ محمود کا کوئی ثانی — بو علی کا سا کہاں اب کوئی فرد اکمل
سید الطائفہ اب کوئی نہیں ہم میں رہا — نہ ابو حامد غزالی کا ہے کوئی بدل
تخت و منبر بھی کبھی زیر قدم تھے اپنے — تاج تھا سر پہ تو تھا ہاتھ میں تلوار کا پھل
کیوں ہیں پھر آج ہم اس طرح ذلیل و رسوا — کیا سبب ہے کہ ہیں اوصاف ہمارے ارذل
فاعل افعال ذمیمہ کے ہیں دنیا میں ہمیں — سچ جو پوچھو تو یہ تعریف ہے اپنی مجمل
اب تو حد ہوگئی غفلت کی خدارا جاگو — اب بھی گر عقل نہ آئے ہیں آجائے اجل
بے کمالی میں کمال آج ہوا ہے ہم کو — اے زہے رحمت و الطاف خداوند ازل
یہ مسلم ہے کہ دنیا میں زوال اور کمال — ایک کا ایک ہوا کرتا ہے ہر شی میں بدل
کچھ تعجب نہیں عادت سے زمانہ کی ہمیں — بے کمالی میں ہماری ہو بہت جلد خلل
چاند گھٹتا ہے تو پاتا ہے ہلالی صورت — ہے تنزل میں بھی در اصل ترقی کا عمل
باغ برباد جو ہوجائے خزاں سے سمجھو — ٹہنیاں اسکی نکالیں کوئی دم میں کونپل
عسر کے بعد اسی طرح سے ہیں یسر کے دن — یہی دستور ہے کیوں کر کہے کوئی مہمل
جب یہ قاعدہ ہے ایسی ہی ہماری حالت — کیوں نہ ہم لوگ ہیں منتظر لطف ازل
صدق دل سے جو نہ ایمان خدا پر لائیں۔ — اور جب تک نہو احکام الٰہی پہ عمل
غیر ممکن ہے کہ ہو کچھ بھی تغیر ہم میں — آپ کو ہم ہی نہ بدلیں تو نہ ہو کچھ بھی بدل

پیرو ارشاد ہمیشہ کا خدایا کر دے
مددِ حضرت ہو شامل بہ شب و روز رسول

وہ پیمبر کہ ہے کونین دو عالم کا سبب
وہ پیمبر کہ رسولوں میں ہے سب سے افضل

راہیں سب بے رہ ہوئی کیا کیا نہیں پہنچا اُن تک
ذات والا ہے مگر نورِ خدا کی مشعل

آپ کا عفو تھا قدرت پہ ہمیشہ غالب
آپ کا خُلق ہی اب تک بھی تو ہے ضرب مثل

حامیِ مظلوم کے بیکس کے ملاذ و ماویٰ
مظہرِ رحمتِ خلاقِ جہاں عز و جل

آپ کے فیضِ قدم سے ہوا یثرب آباد
مدحِ شیرینیِ گُفتار سے شرمندہ عسل

آپ کے فیض سے دیکھنے خدا کو جانا
سب کی نظروں سے گرے لات و عزیٰ و ہبل

آپ کا حکم بلا شبہ ہے فرمانِ خدا
آپ کا قول ہر اک طرح سے قولِ فیصل

شرکِ ممکن نہیں جس طرح سے اللہ کے ساتھ
حقِ تعریف محمد کی ہے بس یوں ہی مشکل

آپ کی مدح و ثنا ہم سے ہو کیونکر ممکن
اُمتی آپ کا کس طرح ہو مداحِ اجل

آپ کی اُمتِ مرحوم کی حالت ہے سقیم
اب علاجِ حسنِ عمل کا ہو کوئی طرحِ بدل

ایک بار اور اُبھر جائیں مسلماں مولےٰ!
کہ نہیں آپ کی رحمت کے خزانہ کو خلل

آرزو یہ ہے کہ اسلام ترقی پائے
ساتھ ایمان کے آئے ہمیں آئے جو اجل

تضمین بر غزل حضرت مرزا عبدالقادر بیدلؒ

(از حضرت امجد حیدرآبادی)

بگذر ز پیرہنِ کہن۔ بدرش کن و بکفن درآ
تو بغربت ای دل ناسزا چہ فتادہ بوطن درا

بجمالِ تن چہ نظر کنی بخیالِ جاں ہمہ تن درآ
تمت اگر ہوست کشد کہ بسیرِ سرو چمن درآ

تو ز غنچہ کم نہ دمیدہ در دلِ کشا بچمن درآ

بحجابِ بتِ شعلہ خو ببر آب چہرہ آبرو
مپسند رقیب گلرخاں نطلب وصالِ پریرخو

بیدلان سپید رو فگن نظرے بسہ آنرو — پئے نافہائے رسیدہ بو چہ شوند رمت جستجو

بخیال حلقۂ زلفِ او گرہے خورد بکشن درآ

یم فراقِ تو ہمنفس نفسے بہیچ شمردہ ام — تنِ ناتوان وضعیف را ہمہ تن بمرگ سپردہ ام

ولے روے شگفتہ اتِ چو مسیح زخم فسردہ ام — غمِ انتظار تو بردہ ام بہ خیالِ تو مردہ ام

قدمے بہ پرسش من کشا نفسے چو جاں بہ بدن درآ

گذشت عمر عزیز تو ہمہ تن بہ سستی و کاہلی — لبِ چلہ جائے گرفتی و بلبان خشک چو ساحلی

صورتِ بت سادہ رو کہ بیاد زہرہ شمائلی — بکدام آئینہ مائلی کہ ز فرصت این ہمہ غافلی

تو نگاہ دیدۂ بسملی ـ مژہ واکن و بچمن درآ

بہ نزد بانِ غنا طلب ـ چہ فتادہ گو از غنا — قدمے بصدق و صفا بنہ بگریز از ہمہ ماسوا

بدر آ چنبہ ز گوشہا ـ ہمہ گوش شو دلِ ناسزا — ز سروش محفل کبریا ہمہ وقت میرسد این ندا

کہ بخلوت ادب وفا ز در بروں نشدن درآ

مبرا عجلن از کس بیکس مبر احتیاج بہر کسے — تو ہمائے اوج سعادتی مفگن نظر بہ پر مگس

نفسے گذار بجز شدلی مگذر ز کشمکش نفس — بملائی بیدل زین قفس ـ اگر آں طرف کشدت ہوس

تو بغربت آ نہ خوش دگر بگو مت بوطن درآ

فریاد عشق

(از جناب عشق بغدادی)

مدہوش ز بادۂ الستم — از نغمۂ کن تو وجد مستم

از جرعۂ جامِ عشق مستم — واز قید خودی خود برستم

از ظاہر و باطن است تا ہم — افسوس بوہم خویش ہستم

از دیده چکید اشکِ خونی — چندانکه شبِ هجر درگریستم
کردم هجر به طوافِ کعبه — در بتکده نیز بت پرستم
اے پیرِ مغاں ترا مبارک — توبہ بہ جامِ مے شکستم

عرفانِ منے بعشق چشتی
در عشق بتاں خرابستم

رباعیاتِ عشق

(از جناب عشق بغدادی)

از بہرِ ہنراں ہنر مدارید دریغ — از بے جگراں جگر مدارید دریغ
چیزے کہ بنزدِ دیگراں درکار است — اے عشق حسنے زیں گر مدارید دریغ

از نشترِ غم سینہ ریش اولے تر — ہیچ دگر از شادی خویش اولے تر
کفر است دل آزاری مردک بہ یتیم — دلداری ہر کس کم و بیش اولے تر

یارم بہ بزم آمدہ سرمستِ شراب — دی شب ز رخِ خویش برافگندہ نقاب
دیدم چو رخش گشت بجاں ہوش ز سر — چوں رفت شدم صورتِ بسمل بیتاب

تقاضائے نشید نوازی در بزمگاہ بے نیازی

(از جناب مولانا ظفر حسین صاحب عینی)

مطرب بزن نوائے از پردۂ عراقی — تا گردشے ندارد دور شراب ساقی
ہیچ است چون چنداں بر عیش خندہ زو — یوماً الیٰ حبیبی یا سیدی مساقی
اے خواستگار دنیا از بہر ترکِ عقبےٰ — لکن ما ادرتم فی الحشر من خلاقٍ
کے التیام گیرد از مرہم مسیحا — ھذا انقطاع قلبی من حسرۃ الفراق
اے موج گاہ وحدت جامے شراب وصلت — انی احترقت نعماً من نار الحیات
ہمہ فضلہ نوش مینائے میگساراں — دانیم بس غنیمت این بزم اتفاقی
گردید بسکہ عینی مخمور جام وحدت — فالحین من تغنی من نغمۃ العراقی

صبح

(از جناب شیخ شیر محمد صاحب شیر ظفر والی)

اے صبح اے مرقعِ انوار روز آ — اے تار و پودِ طرۂ دستار روز آ
اے فرخی طالع بیدار روز آ — اے پیکرِ جمالِ ضیا بار روز آ
چٹکے ہیں غنچے پھیلی ہے ہر سو شمیم بھی
چلتی ہے پیشوائی کو باد نسیم بھی
شاخِ ضیا ہے تو گلِ رعنا ہے آفتاب — قدرت کا ظہور تو ترا جلوہ ہے آفتاب
تو ہے خلیل آگ کا شعلہ ہے آفتاب — تو ہے کلیم برقِ تجلّے ہے آفتاب
دکھلا دے معجزہ یدِ بیضائے مہر سے

ابلق فتنہ ذرہ کا مضو پلے مرے

ل کی طلسم نور کا ترکا ہوتے ہی　　　پلٹا ہوا وہ دن کا نصیبا ہوتے ہی

شمس والضحے ترا چہرہ ہوتے ہی　　　زہرے کا رنگ پھیکا ہوا آج ہی

مشرق میں حسن یوسف رعنا کی سیر ہو

بادِ گرِ شباب زلیخا کی سیر ہو

ہ کچھ پستہ کا نور ہے کچھ کچھ جھکا ہوا　　　ہر خشک و تر پہ ہو گیا انوار کا ظہور

ں تیرگی سمٹ کے ہوئی آسماں سے دور　　　گلشن سے بال کھینچے جسد خوشبو

عالم ہے کہکشاں کا ہر اک شاہراہ پر

شبنم ہے یوں کہ نور برستا ہے گھاس پر

ل نظر سے تاروں بھری رات ہو چکی　　　اب بازیٔ نجوم فلک مات ہو چکی

ست روانہ جانب ظلمات ہو چکی　　　شب کا وہ حسن گندمی جوئی بات ہو چکی

کافور مشک ہو گیا زلف سیاہ کا

افشاں نجوم کی ہے نہ جھومر ہے ماہ کا

ے صبح اب عمل ہے ترا کائنات پر　　　فکر معاش فرض ہے ہر ذی حیات پر

نور دل میں درد و تسلسل کی بات پر　　　دن پر نکر گھمنڈ نہ کر طعن رات پر

دورِ فلک سے سب کو کمال و زوال ہے

صرف ایک حق کی ذات ہے جو لایزال ہے

سن کے بولی صبح بہ لبِ انکسار سے　　　خود منفعل ہوں میں کوئی دم کی بہار سے

باخبر ہوں گردشِ لیل و نہار سے　　　واقف ہوں راز ہستیٔ ناپائدار سے

چہرہ ہے فق مرا تو گریباں پھٹا ہوا

تڑکے سے پھر ہے شام کا کھٹکا لگا ہوا

روشن ہوتا ابد ہے وہ ہی نورِ ذات کا — مطلع ہر ایک نور کا ہر شے کی ابتدا
قطرہ ہے جس کا چشمۂ خورشید پر ضیا — میں کیا ہوں برقِ طور کرشمہ اُسی کا تھا

قائم وہی ہے زمزمۂ جاوید ہے وہی
جسکو نہیں زوال وہ خورشید ہے وہی

اے پُتلے خاک کے تجھے غفلت ہے کس قدر — آکر جہاں میں بھول گیا عاقبت کا ڈر
آغاز پر ہے آنکھ نہ انجام پر نظر — ہستی پہ غور کچھ نہ کمال و زوال پر

اے شیر کہاں ہے آمد و شد گر بحال ہے
جاکر کسی کا لوٹ کے آنا محال ہے

مساواتِ اسلامی

(از مولانا شبلی نعمانی مرحوم)

(بدر) میں معرکہ آرا جو ہوا لشکرِ کفر — (عتبہ ابن ربیعہ) تھا امیر العسکر
سب سے پہلے وہی میداں میں بڑھا تیغ بکف — ساتھ اِک بھائی تھا، اک بھائی کے پہلو میں پسر
اس طرح اُسنے مبارز طلبی کی پہلے — مردِ میداں کوئی تم میں ہو تو نکلے باہر
سُن کے یہ لشکرِ اسلام سے نکلے بہم — تین جانباز کہ اک ایک تھا اُسکا ہمسر
سامنے آئے جو یہ لوگ تو (عتبہ) نے کہا — کس" قبیلہ سے ہو؟ کیا ہے نسب جدّ پدر؟"
بولے ہم وہ ہیں کہ ہے نام ہمارا انصار — ہم ہیں شیدائی اسلام ہے ہر فردِ بشر
جاں نثارانِ رسولِ عربی ہیں ہم لوگ — اک اشارہ ہو تو ہم کاٹ کے رکھ دیتے ہیں سر
بولا (عتبہ) کہ بجا کہتے ہو جو کہتے ہو — مگر افسوس کہ مغرور ہے اولادِ مضر
تم سے لڑنا تو ہمارے لئے ہے مایۂ عار — کہ نہیں تیغِ قریشی کے سزاوار یہ سر"

کرکے یہ کہنے لگا سو عالمِ صلح ... لے محمدؐ یہ نہیں شیوۂ ارباب ہنر
جنگ نا جنس سے منظور ہیں ہم آل قریش ... بھیج انکو جو ہوں رتبے میں ہمارے ہمسر
آپکے حکم سے انصار پھر آئے صف میں ... حمزہؓ و حیدرؓ کرار سے ذو تیغ و سپر
لیے عتبہ نے جو پہچانے بنام و نشاں ... بولے یہ لوگ کہ "ہاشم کے ہیں ہم لختِ جگر"
بولا عتبہ کہ نہیں جنگ سے اب ہم کو گریز ... آؤ اب تیغ قریشی کے دکھائیں جوہر

یا یہ حالت تھی کہ تلوار بھی تھی طالبِ کفو ... یا مساوات کا اسلام کے پھیلا یہ اثر
بارگاہِ نبوی کے جو موذن تھے بلالؓ ... کر چکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر
جب یہ چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں ... جا کے انصار و مہاجر سے کہا یوں کھل کر
میں غلامِ حبشی اور حبشی زادہ بھی ہوں ... یہ بھی سن لو کہ مرے پاس نہیں دولت و زر
ہیں فضائل یہ مجھے خواہشِ تزویج بھی ہے ... ہے کوئی جسکو نہ ہو میری قرابت سے حذر؟
گردنیں جھک گئیں یہ کہتی ہوئی دل سے منظور ... جس طرف اُس حبشی زادہ کی اُٹھتی تھی نظر

عہدِ فاروقؓ میں جس دن کہ ہوئی انکی وفات ... یہ کہا حضرتِ فاروقؓ نے بادیدۂ تر
اُٹھ گیا آج زمانہ سے ہمارا آقا ... اُٹھ گیا آج نقیبِ حشمِ پیغمبر!

اِس مساوات پہ ہے مشعرِ اسلام کو ناز
نہ کہ یورپ کی مساوات کہ ظلمِ اکبر!

نظام المشائخ کی اشاعت بفضلہ روز بروز بڑھ رہی ہے۔ جن صاحبوں نے ابھی تک اس سے دلچسپی نہیں لی انکو بھی متوجہ ہونا چاہیے۔ والسلام (منیجر)

تازہ غزلیں اور نعتیں

(از یادگار خواجہ میر درد مولوی حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی)

(۱)

چو ساقی ساقیِ کوثر نباشد — مرا شوقِ مے و ساغر نباشد
اگر در گوشِ تو گوہر نباشد — ز گوہر ہیچ بد اختر نباشد
بکار آمد مرا محشر نباشد — سپے ظلم تباں داور نباشد
نباشد ہیچ دردِ سر نباشد — بہ پہلو گر دلِ مضطر نباشد
باین انداز طاعتہا کہ دارم — غلامِ تو کسے دیگر نباشد
غلامم در گہِ شبیرؓ و حیدرؓ — کم از تیمورؒ و اسکندر نباشد
خدارا دوستانؓ بزمِ رنداں — چہ باشد گر مے و ساغر نباشد
نباشد ہر دلے شایانِ الفت — کہ اندر ہر صدف گوہر نباشد
فرید الدین من گنجِ شکر ہست — پسندِ کامِ من شکر نباشد
چہ گویم مختصر گویم حقیقت — بقا بو این دلِ مضطر نباشد
بہ پیش بادۂ انگورِ شیریں — مصفّٰی چشمۂ کوثر نباشد
بمنزلگاہِ عشق و راہِ الفت — بجز پیرِ مغاں رہبر نباشد
چو آید بوئے زلفش تا بہ نیسنگ — ز خوشبو حاجتِ عنبر نباشد

فراقؔ اسلام میباشد معطل
چو در دل الفتِ حیدرؓ نباشد

(۲)

(از سید الشعراء جم سید محمد محسن صاحب حسن)

مرا کہ نعتِ حبیب بدل فتادہ است | نظر بعالمِ اسباب مشکل افتادہ است
بفیضِ رحمتِ عالم پناہ میش بگو | کہ بے دریغ بدامانِ سائل افتادہ است
بمنزلے کہ بساطش کہ سدرہ و مین | سخن برانکہ بسیرِ منزل افتادہ است
فروغِ فطرت پژمردہ جانِ مردہ دل است | مرا نگاہ از سفرِ حبیب غافل افتادہ است
گنہ کن و بہ شفاعت ببین کہ بے بدل | بصد شکستہ دریغا بساحل افتادہ است
ولی گدائے ظلوم و جہول در طیبہ | چہ خوف بحسنِ شہنشہ مائل افتادہ است
بعرضِ تحفہ سلام حضور مصطفویؐ | چہ بیکسانہ نظر بر وسائل افتادہ است
چو دستگیری من کس نمی رسد ہیہات | ز دیر باز مرا پائے در گل افتادہ است
بتارِ گیسوے احمد کہ صید بستۂ او | ز لطفِ خاص بہ بندِ سلاسل افتادہ است
سخن ز مقتلِ ہندی مراں کہ در ہمہ جا | ز تیغِ نازِ ادائے طیبہ بسمل افتادہ است

حسن کہ والہ و شیدائے شاہِ عربی است
مگر نگاہ بحسنِ شمائل افتادہ است

(۳)

(از جناب محمد عبد الحکیم خانصاحب حکیم بہاری)

کیسے ہم جائیں سب مصطفےٰ کے سامنے | کون ہو محبوب محبوبِ خدا کے سامنے
آفتیں سر سے ٹلیں گی مجتبےٰ کے سامنے | مشکلیں کیا چیز ہیں مشکلکشا کے سامنے
عقل ہی کیا چیز ہے شرعِ مصطفےٰ کے سامنے | ہم دیئے کو کیا کریں شمس الضحےٰ کے سامنے
پوچھنے والا ہے اپنا کون حضرتؐ کے سوا | شاہِ محشر ہی ہونگے خدا کے سامنے
آئے گا دریائے رحمت جوش پر محشر کے دن | رو دینگے ہم باعثِ ہر دوسرا کے سامنے
بحرِ رحمت جوش میں آکر ہنسائے گا ہمیں | حشر میں ہم رو دینگے جب مجتبےٰ کے سامنے

بخشیگا اپنے بندوں کی خطا اللہ حکیم
رہینگے ہم حشر میں عز و علا کے سامنے

(۴)

(از جناب محمد حسین صاحب برق مارہری)

بزمِ محمد عربی میرے گھر میں ہے — جلوہ چراغِ طور کا دیوار و در میں ہے
فکرِ رفو اگرچہ دلِ بخیہ گر میں ہے — لیکن خدا کا نام ہی باقی جگر میں ہے
پٹکا حریرِ سبز کا نازک کمر میں ہے — حلقہ شعاعِ نور کا تارِ نظر میں ہے
شکلِ حباب بحر ہے دم بھر کی کائنات — بیڑا ہماری عمرِ رواں کا بھنور میں ہے
کیا لایا ہے جواب آئینہ کا دیکھئے — قسمت کا فیصلہ کفِ پیغامبر میں ہے
ناوک فگن یہی ہے مرے دل کی یادگار — قطرہ جو اک لہو کا خدنگِ نظر میں ہے
کیا گردشِ فلک سے خطر خاکسار کو — خود مبتلا مصیبتِ دورانِ سر میں ہے
لاکھوں کو ذبح کرتے ہیں لیکن لطیف ہے — تلوار ہاتھ میں ہے نہ خنجر کمر میں ہے
ذاتِ احد ہے پردۂ احمد میں جلوہ گر — یہ بھی ہے اک ادا کہ لباسِ بشر میں ہے
جلوہ بہارِ حسن کا جی بھر کے دیکھ لو — حاصل شرف ہوا یہ مجھے عمر بھر میں ہے

اے برق صدقہ ہے یہ مدینہ کے چاند کا
رخشندگی جو عارضِ شمس و قمر میں ہے

(۵)

(از محمد صدیق خاں صاحب سعد جونپوری)

شوقِ دیدار کا دم ہم بھی ہیں بھرنے والے — او سرِ عرش پہ بن جا کے ٹھہرنے والے
ٹھوکریں مار کے مردوں کو جلا دیتے ہیں — لب اعجاز نبی پر ہیں جو مرنے والے
یہ جو سنتے ہیں کہ ہوگا سرِ محشر دیدار — لوٹ جاتے ہیں تری یاد میں مرنیوالے

عاشق ہوئے نبیؐ میں ہمیں پروا کیا ہے | اٹھ ہونگے وہ قبر گور سے ڈرنے والے
جس کے دیدار کا ہے شوق کہ روزِ محشر | اپنی قبروں سے نئے جاتے ہیں مرنے والے
یاد آتی ہے مدینہ کی تو دل کہتا ہے | اب تو دم بھر نہیں ہم گھر میں ٹھہرنے والے
چھٹ گئے دوزخ پہ اللہ سے تقدیر رسا | بال جو زلفِ محمدؐ کے بکھرنے والے

ہائے کیا بارِ گنہ سے ہیں پشیماں اے قمر
فرطِ غیرت سے گڑے جاتے ہیں مرنے والے

(٦)

از سید عبدالکریم صاحب قلاش

پیمانہ دیئے جاتا ہے مستانہ سمجھکر | ساقی سے کیا میں نے بھی دیوانہ سمجھکر
ساغر جو دیا ساقیِ سرشار نے مجھکو | میں پی ہی گیا بخششِ شاہانہ سمجھکر
مشتاق ہیں آنکھیں مری اس جلوۂ شیریں | جو دل میں رہا کرتا ہے دیوانہ سمجھکر
بے سبب نہیں جاتے ہیں ہم جانبِ قاتل | گرتا ہے رخِ شمع پہ پروانہ سمجھکر
کب کہتا ہوں میں یہ کہ اسے مان بھی لو تم | پر بات مری سن تو لو افسانہ سمجھکر
کچھ حالِ دلِ زار کہا میں نے جو اس سے | منہ پھیر لیا شوخ نے دیوانہ سمجھکر
دیکھا جو وہاں جا کے تو اک عالمِ ہو تھا | اے شیخ گئے ہم تو تھے میخانہ سمجھکر
معلوم نہ تھا مجھکو کہ وہ دشمنِ جاں ہے | رکھا تھا اسے دل میں غمِ جانانہ سمجھکر
منصور کو نادانوں نے سولی پہ چڑھایا | بولا تھا انا الحق تو وہ فرزانہ سمجھکر

قلاش نے لکھا ہے یہ مستی میں ترانہ
اے مطرب خوش گو تو اسے گانا سمجھکر

(٧)

(از جناب قاضی امراؤ علی صاحب جمالی۔ لوری)

محبوبِ خاص حضرتِ یزداں تمہیں تو ہو — وہ ذات جس کا مثل نہیں ہاں تمہیں تو ہو

ختمِ رسل مکرمِ رسل شفیعِ حشر — اقلیمِ کائنات کے سلطاں تمہیں تو ہو

پُل سے عذابِ قبر سے نارِ جحیم سے — ہم بے بضاعتوں کے نگہباں تمہیں تو ہو

جانا خدا کو ہم نے بتانے سے آپ کے — گنجینہ دارِ جوہرِ عرفاں تمہیں تو ہو

چارہ سے میرے چارہ گروں نے اٹھائے ہاتھ — میں وہ مریض ہوں مرے درماں تمہیں تو ہو

آخر میں گو ظہور بظاہر ہوا مگر — مجموعۂ وجود کے عنواں تمہیں تو ہو

ہے مظہرِ ظہورِ احد ذات آپ کی — کون و مکاں کے باعثِ امکاں تمہیں تو ہو

سارے پیمبروں میں یہ رتبہ کسے ملا — معراج کے عروج کے شایاں تمہیں تو ہو

زائل کیا جہان سے ظلمت کو کفر کی — کہتے ہیں جسکو مہرِ درخشاں تمہیں تو ہو

سیراب اک جہان ہوا جس کے فیض سے — وہ بحرِ لطف و چشمۂ احساں تمہیں تو ہو

عرشِ بریں سے جا کے پھرا ایک آن میں — وہ شہسوارِ توسنِ گیراں تمہیں تو ہو

پروانۂ جمال بنے کیوں نہ کائنات — بزمِ جہاں میں شمعِ فروزاں تمہیں تو ہو

تکمیلِ دین ہو نہ محمد کے نام بن — کچھ شک نہیں مکملِ ایماں تمہیں تو ہو

ہے آپ کا ہی مجکو سہارا جہان میں — اس بیکس و ذلیل کے پرساں تمہیں تو ہو

کیا ہی لکھی ہے نعت جمالیؔ خدا گواہ
اس گلستاں کے مرغِ خوش الحاں تمہیں تو ہو

اکثر آیات میں اللہ تعالیٰ نے حبیب کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بندہ فرمایا ہے
چنانچہ آیتِ اسریٰ میں بِعَبْدِہٖ اور سورۃ النجم میں اِلٰی عَبْدِہٖ فرمایا ہے۔ اس سے
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان ظاہر ہوتی ہے۔ بندہ کے لیے خالق کا بندہ
ہی کہہ دینا کمال فخر ہے۔ لفظ عبد سے اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اس معجزہ
عجیب کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی الوہیت کا شبہہ نہ کر سکے
لَیْلًا کی تنکیر۔ اس امر کی تصریح کے لیے ہے کہ آپ کا یہ سفر رات کے ایک نہایت ہی
قلیل جزو میں تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر دال ہے کہ نہایت تھوڑے
عرصہ میں اپنے بندے کو اس قدر مسافت طے کرادی +

مسجد حرام کا اطلاق کبھی مطلق حرم پر بھی آتا ہے۔ اس صورت میں مسجد حرام
سے مراد کل حرم ہو گی۔ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ اسوقت حطیم میں تشریف
فرما تھے۔ اور بعض میں آیا ہے کہ آپ اُمّ ہانی رضہ کے گھر میں تھے۔ اس آیت کو
دونوں پر محمول کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اُمّ ہانی رض کا گھر حدودِ حرم ہی میں تھا۔ اُمّ ہانی رض
کے گھر سے حطیم میں آنا۔ وہاں سے آگے تشریف لیجانا کوئی امر محال نہیں +

مسجدِ اَقصٰی۔ اقصٰی کے معنی عربی میں دور تر کے ہیں۔ مسجد اقصٰی (بیت المقدس)
خانہ کعبہ سے بہت دور ہے۔ مسجد الحرام اور مسجد اقصٰی کے سوا زمانۂ نزولِ وحی میں
روئے زمین پر اور کوئی مسجد نہیں تھی +

الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَهٗ۔ مسجد اقصیٰ کے گرداگرد کو برکت والا اس لیے فرمایا
کہ وہاں نہریں۔ درختوں اور پھلوں کی کثرت ہے۔ اور یہ مقام انبیاءؑ و صلحاء کا
مسکن و مدفن۔ ملائکہ کا مہبط ہے۔ آنحضرتؐ کی بعثت سے پہلے انبیائے
بنی اسرائیل کا قبلہ یہی تھا +

لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا کے بعد اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ کے ایزاد سے اِن امور

کی طرف اشارہ ہے:۔

(۱) یہ کہ مکذبین اور معراج کے منکرین کے انکار کو ہم سنتے ہیں قیامت کے دن انکو پوری پوری سزا دیں گے ؛

(۲) یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے وقت عجائبات کی رویت ہوئی جو بعض آیات ہم نے انکو دکھلائیں اُنہوں نے دیکھیں۔ مگر وہ علم میں ہمارے برابر نہیں ہوگئے۔ کیونکہ ہم علی الاطلاق بالذات سمیع و بصیر ہیں (تفسیر بیان القرآن)

اس آیت میں مسجد اقصےٰ تک تشریف لیجانا مذکور ہے۔ مسجد کے اندر جانے اور انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کرنے اور نماز میں آنحضرتؐ کے امام بننے کی تصریح اس عنوان کی دوسری حدیث میں موجود ہے۔ جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضؓ ہیں +

اس آیت میں آسمانوں کی طرف تشریف لیجانے کی تصریح نہیں ہے صرف اشارہ ہی ہے۔ زیادہ صراحت سورۂ النجم میں ہے۔ اور احادیث صحیحہ میں مفصل واقعہ مذکور ہے ؛

معراج جسمانی کے نقلی دلائل

جمہور فقہاء۔ محدثین۔ متکلمین اور صوفیہ کرام۔ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہ مذہب ہے کہ معراج شریف بیداری کی حالت میں ہوئی۔ اور آپ مع جسم مبارک کے مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ تک تشریف لے گئے۔ اور پھر وہاں سے آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ (شفاء قاضی عیاض رح) +

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

وَاَسْرىٰ بِهٖ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى ثُمَّ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصےٰ تک۔ پھر

إِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَإِلٰى مَا شَآءَ اللّٰهُ — سدرۃ المنتہیٰ تک اور جہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے
وَكُلُّ ذٰلِكَ بِجَسَدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ — چاہا لیجایا گیا۔ یہ سب کچھ جسم مبارک کے ساتھ
وَسَلَّمَ فِي الْيَقْظَةِ ۔ (حجۃ اللہ البالغہ) — بیداری میں تھا ۔

لفظ عبد جو منہ جۂ بالا ہر دو آیات میں واقع ہوا ہے۔ جس کا ترجمہ بندہ کیا جاتا ہے۔ مجموعہ روح اور جسد کا نام ہے۔ اِسکا اطلاق صرف روح پر صحیح نہیں ہے۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ ہر جگہ اس سے مراد روح مع الجسد ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى۔ کیا تو نے (ابوجہل کو بھی) دیکھا جب ہمارا بندہ نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اسے روکتا ہے۔ (علق پارہ ۳۰)

ظاہر ہے کہ اس آیت میں عبد سے مراد روح مع الجسد ہے نہ صرف روح۔ کیونکہ ابوجہل صرف روح کو نماز پڑھنے سے نہیں روکتا تھا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا۔ یعنی جب اللہ کا بندہ محمد نماز پڑھنے کھڑا ہوا تو قرآن شریف سننے کے لیے جن اس پر ٹوٹے پڑتے تھے (جن پارہ ۲۹)۔

ظاہر ہے کہ صرف حضرت کی روح نماز پڑھنے نہیں کھڑی ہوتی تھی۔ اور جنات آپکی روح پر نہیں ٹوٹ رہے تھے۔ نیز سورہ مریم پارہ ۱۶ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا۔[1] اس آیت میں بھی عبد سے مراد حضرت زکریا کی روح و جسد دونوں ہیں۔ الغرض اس قسم کی مثالیں قرآن شریف میں بہت ہیں کہ عبد سے مراد روح مع الجسد ہے۔ (ھکذا فی کتب التفاسیر)

خدائے قادر و قیوم ہر چیز پر قادر ہے۔ اُس کے لیے کوئی امر مشکل نہیں۔ وہ خود فرماتا ہے اِنَّمَآ اَمْرُهٗۤ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ (یٰس ع ۵) یعنی جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو فرماتا ہے کہ ہو جا۔ پس وہ کام ہو جاتا ہے۔

[1] (اے حبیب) یہ اُس مہربانی کا ذکر ہے جو تمہارے پروردگار نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔ (مریم پ ۱۶ ع ۱)

پس جس خدا نے خلاف عادت زکریاؑ کے بڑھاپے میں اور باوجود انکی بیوی کے بانجھ ہونیکے لڑکا عطا فرمایا۔ اور جس خدا نے حضرت مریم کے بطن مبارک سے بغیر باپ کے عیسٰی علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کو پیدا فرمایا۔ بیشک اُس خدا کو قدرت ہے کہ وہ اپنے حبیب مکرمؐ کو معراج مع الجسد کرا سکتا ہے۔ جب اللہ پاک نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدعو فرمایا تو مہمان نوازی اِس امر کی مقتضی تھی کہ آپ کا خاص طور سے احترام و اہتمام کیا جائے چونکہ آپ سید المرسلین فخر الاولین والآخرین ہیں۔ اور سیدمیں دوسروں کے تمام کمالات بدرجہ اتم ہونے چاہئیں لہٰذا ضروری تھا کہ جہاں خداوند پاک نے حضرت موسٰیؑ سے مع الجسد کوہ طور پر باتیں کیں۔ اور اپنے نور کا جلوہ دکھایا۔ (اگرچہ موسٰیؑ اس جلوہ خداوندی کی تاب نہ لا سکے اور بیہوش ہوکر گر پڑے) وہاں جناب سید المرسلین کو آپکے شایانِ شان درجہ قرب عطا فرمایا جاتا۔ جسم اطہر مع الروح والجسد کے ساتھ بالمشافہ گفتگو کیجاتی۔ علاوہ ازیں آپؐ کو حضرت عیسٰی علیہ السلام پر بھی فوقیت حاصل تھی۔ اور چونکہ وہ آسمان پر زندہ مع الجسم اُٹھائے گئے تھے۔ اِس لیئے آپؐ کو حضرت عیسٰیؑ سے بڑھکر سرافراز فرمانا ضروری امر تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لیکن معراج روحانی کی صورت میں یہ بات حاصل نہیں۔ اِس سے بھی معراج جسمانی ہی ثابت ہوتی ہے +

منکرینِ معراج کے شبہات کا ازالہ

سوال اوّل ۔ آسمان کا وجود نہیں۔ پھر آسمان پر تشریف لیجانا جسمانی معراج کا ہونا کسطرح ممکن ہوسکتا ہے؟

جواب سوال اوّل ۔ حکیم فیثا غورث اور اُسکے بعد اُسکے تلامذہ اور مقلدین نے آسمان کے وجود سے انکار کیا ہے۔ پس ایک فرد واحد کے انکار سے عدم ثابت

نہیں ہوتا۔ آسمان کا وجود ایک مسلمہ امر ہے۔ ہزاروں برس سے بڑے بڑے علما، بڑے بڑے فلاسفر۔ تمام جہان کے عقلا، و حکماء فلسفے کے موجد یونان کے دانا۔ آسمانوں کے وجود کے قائل رہے ہیں ؛

علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام پر وقتاً فوقتاً جو کتابیں نازل ہوئیں وہ سب کی سب بڑے زور سے آسمانوں کا وجود ثابت کرتی رہیں ؛

پس جس چیز کو تمام عقلا، اور جہان بھر کے عالم و جاہل۔ نیز ارضی و سماوی کتابیں تسلیم کرتی ہیں۔ وہ چیز بغیر دلیل کے کیونکر رد ہو سکتی ہے۔ محض یہ کہنا کہ اگر آسمان موجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتا۔ کچھ وسیع امر نہیں۔ کیونکہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جنکو انسان باریک سے باریک اور اعلےٰ درجہ کی دوربینوں سے نہیں دیکھ سکتا زمین اور سمندر کی تہ میں۔ پہاڑوں کے اندر ایسی چیزیں ہزارہا مخفی ہیں۔ جن کو انسان کسی دوربین سے نہیں دیکھ سکتا۔ شیشے کا گلوب اگر کسی روشن چراغ پر فاصلے سے رکھا جائے تو دیکھنے والے کو صرف جلتا ہوا چراغ ہی نظر آئیگا شیشہ کسی طرح نظر نہیں آسکتا۔ پس شیشے کا نظر نہ آنا۔ انکار کی کوئی دلیل نہیں ؛

آسمان شیشے کی طرح صاف ہے۔ حدِ نگاہ سے دور ہے اسلیئے نظر نہیں آسکتا مگر نظر نہ آنا معدوم ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا ؛

فیثاغورث سے پہلے عقل و نقل کا اجتماع بدستور قائم رہا۔ اور آسمان کا وجود عقل و نقل سے ثابت ہوا ؛

سوالِ دوم۔ آسمان کا وجود ماننے کے بعد حکمائے قدیم کے خیال کے مطابق یہ ماننا پڑے گا کہ آسمان مثل پیاز کے چھلکوں کے پرت در پرت ہیں۔ لہذا خرق و التیام۔ پھٹنے اور جڑنے کے قابل نہیں ؛

جوابِ دوم۔ یہ شبہہ صرف حکیم بطلیموس کی تقلید سے پیدا ہوا ہے وہ تو آسمان

ٹھوس اور سخت ایک سے ایک ملے ہوئے کا قائل تھا۔ اسی کے نکالے ہوئے نظام کو مسلمانوں نے عربی زبان میں نقل کیا۔ حالانکہ خود حکما ہی نے اس نظام کو باطل کر دیا۔ اور آسمانوں کا ایسا سخت جسم ہونا کہ جس میں کوئی چیز پھر نہ سکے۔ غلط ہوا اور یہ ثابت ہوا کہ ہزارہا تارے۔ چاند۔ سورج گردش کرتے ہیں۔ اگر آسمان ٹھوس ہوتے ہوتے تو ستاروں وغیرہ کی گردش کیسے ممکن ہوتی +

اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ آسمان ٹھوس اور سخت اجسام ہیں تو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ اُن میں دروازے اور راستے نہیں ہیں۔ اور جو یہ بھی فرض کیا جائے تو یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ پھٹنے اور جڑنے کے لائق نہیں +

جو دلیل حکمائے قدیم نے آسمانوں کے نہ پھٹنے پر قائم کی ہے وہ کئی جگہ سے مخدوش ہے کیونکہ اسکے مقدمات ممنوع ہیں +

سوال سوم۔ اس قدر حرکت سمجھ میں نہیں آتی کہ لاکھوں کروڑوں برس کا فاصلہ ایک جسم تھوڑے زمانہ میں طے کرے اور پھر اُسکے اجزا میں اتصال قائم رہے

جواب سوم۔ صرف قیاس میں نہ آنے سے کوئی امر محال نہیں ہو سکتا۔ خود زمین کی حرکت کو دیکھو۔ اٹھارہ ہزار میل ایک گھنٹہ میں طے کرتی ہے۔ یعنی توپ کے گولے سے ایک سو بیس گنا جلد حرکت کرتی ہے۔ پر نہ زمین کے اجزا میں تفرق ہوتا ہے اور نہ ہمکو کسی قسم کی پریشانی ہوتی ہے +

اور جن لوگوں کے نزدیک آفتاب متحرک ہو اور زمین ساکن ہے۔ تو آفتاب زمین سے دس کروڑ میل کے فاصلہ پر ہے جس سے اُسکا مدار ساٹھ کروڑ میل کا ہوا۔ اور ساٹھ کو چوبیس پر تقسیم کرو تو ہر ساعت میں اڑھائی کروڑ میل آفتاب کی حرکت ہوئی۔ حالانکہ اس قدر تیز حرکت سے بھی نہ آفتاب کا جرم پھٹتا ہے نہ اُسکے اجزا میں تفرق ہوتا ہے۔ اب اس سے زیادہ تیز حرکت کو دیکھو۔ روشنی جو آفتاب سے ہم تک پہنچتی ہے

اسکی حرکت ایک دقیقہ یعنی منٹ میں ایک کروڑ بیس لاکھ میل ہے۔ اگر کوئی کہے کہ روشنی ایک عرض ہے جو دوسرے جسم سے قائم ہے۔ اور کلام جوہر کی حرکات میں ہے تو اسکا جواب یہ ہو کہ یہ غلط ہے کہ روشنی عرض ہی۔ بلکہ روشنی ایک جسم ہو جو چھوٹے چھوٹے اجزاء سے مرکب ہے۔ اور وہ اجزاء نہایت تیزی کے ساتھ روشن جسم سے سب طرف سے پھینکے جاتے ہیں۔ پھر جب حرکت کی تیزی کی کوئی انتہا نہ نکلی اور نہ جسم کی سختی کی تو اس صورت میں خدائے کریم قادر مطلق کی قدرت کاملہ سے کچھ بعید نہیں ہے کہ وہ ایک جسم مبارک کو جتنی چاہے اُتنی تیز روی عنایت فرمائے اگرچہ وہ ہمارے قیاس اور عادت سے بعید ہو ÷

ابوجہل نے اپنے ہی قیاس سے معراج شریف کو بعید سمجھ کر انکار کیا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضؓ نے عقل سلیم سے کام لیا۔ اور معراج مقدس کی تصدیق فرمائی۔ اور صدیق لقب پایا۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔ اور یہ اللہ کا فضل ہو جسے چاہتا ہے اُسے عنایت فرماتا ہے ÷

سوال چہارم (الف) جسم عنصری بغیر ہوا اور حرارت شدید کی وجہ سے صحیح وسالم نہیں رہ سکتا۔ پھر آپ مع جسم مبارک کے کرۂ نار سے کیونکر صحیح وسالم گزر گئے؟ ÷

(ب) انسان کثرتِ برودت (خنکی) کی وجہ سے کرۂ زمہریر سے بھی نہیں گزر سکتا۔ کیونکہ انسان کے لیے شدت برودت کے باعث سانس لینا دشوار اور بے سانس لیے زندگی محال ہے؟ ÷

جواب سوال چہارم (الف) یہ امر مسلمہ ہے کہ آگ کا خاصہ احراق (جلانا) ہے۔ اور بعض چیزوں کا خاصہ آگ میں جلنا ہے۔ اول کو فعل دوسرے کو انفعال یا تاثیر اور اثر کہتے ہیں۔ یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ ہر ایک چیز کے خواص اس سے علیحدہ ہو جانا

ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ مختلف ادویہ کے اختلاط سے اور ایک دوسرے سے ملنے کی وجہ سے اثر زائل یا معتدل ہو جاتا ہے۔ لہذا کچھ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالے نے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کے جسم عنصری کو آگ میں جلنے سے مامون و محفوظ رکھا اسیطرح آنحبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر میں بھی اطفاء نار کا خاصہ ودیعت رکھا ہو۔ اور اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرہ نار سے صحیح و سالم تشریف لیگئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آگ میں روشنی باقی رہے۔ اور احراق (جلانے) کا مادہ مفقود ہو جیسے ولایتی آتشبازی اور پھول جھڑی وغیرہ +

اس قسم کی آتشبازیوں میں آگ جلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہ آگ دوسری چیز کو جلاتی نہیں۔ اسی طرح بعض نو ایجاد چغے ہیں۔ جن کو یورپ میں پہنکر آگ میں کود پڑنے سے بھی آگ اثر نہیں کرتی +

سمندر کیڑا آگ میں رہتا ہے۔ آگ کو آب حیات جانتا ہے۔ نہ جلتا ہے نہ مرتا ہے +

گیس کے ہنڈوں میں بجلی کے لیمپوں میں ایک جالی دار سوتی کپڑا ہوتا ہے۔ اس پر ولایتی گھاس کا روغن ہوتا ہے۔ اسلیئے روشنی صاف ہوکر اچھی طرح روشن ہوتی ہے یہ کپڑا خود نہیں جلتا۔ اسیطرح آنحبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا پسینہ حضور کو کرہ نار سے محفوظ رکھہ سکتا ہے۔ اور آپ کی مقدس ذات کے اثرات سے کرہ نار کی آگ روشن اور زیادہ صاف ہو سکتی ہے +

سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ تیزی حرکت کی کوئی مقدار معین نہیں ہو سکتی۔ اس لیئے جناب سید المرسلین کو اللہ تعالی اس تیزی اور سرعت سے کرہ نار اور کرہ زمہریر سے آسمانوں پر لیگیا کہ آنحضور کے جسم اطہر کو اُنکے اثرات کا مطلق اثر نہ ہوا ہو۔ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ۔ (خدا جو چاہتا ہی کرتا ہے جو اُسکے ارادہ میں ہو اسکا حکم دیتا ہی)

(ب) انسان کچھ عرصہ تک بے سانس لیئے زندہ و سلامت رہ سکتا ہے
بہت سے باخدا صوفی۔ فقیر یا جوگی ایام چلہ کشی میں حبس دم کرتے ہیں۔ رات
دن چوبیس گھنٹے بلکہ اس سے زیادہ دیر تک قطعاً سانس نہیں لیتے۔ پھر بھی زندہ
رہتے ہیں +

جنین (بچہ) کئی ماہ تک اپنی ماں کے پیٹ میں بے سانس لیئے زندہ رہتا
ہے۔ بعض غوطہ خور موتیوں کی تلاش میں کئی کئی گھنٹوں کا غوطہ لگاتے ہیں
پانی میں سانس نہیں لیتے۔ جب یہ لوگ صحیح وسالم بچ رہتے ہیں تو دریائے معرفت
الٰہی کے گرانبہا موتیوں کے طالب روحی فداہ حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وسلم
چند لمحے سانس نہ لیں تو کیا بعید ہے۔ علاوہ ازیں حرکت کی کوئی مقدار معین نہیں
ایک حرکت چھکڑے کی ہے۔ ایک مال گاڑی کی۔ ایک ڈاک گاڑی کی۔ ایک تار
برقی کی ایک بجلی کی حرکت ہی جو آناً فآناً میں مشرق سے مغرب تک کروڑہا کوس
جا پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تیزی
اور سرعت سے آسمانوں پر بلایا کہ بجلی کی حرکت بھی اُسکے مقابلہ میں ماند ہی۔ اس لیئے
آنحبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو کرہ نار اور کرہ زمہریر کے اثرات کا مطلق اثر نہوا

معراج شریف کے واقعات

معراج شریف کے متعلق آیات واحادیث صحیحہ آغاز عنوان میں مع ترجمہ نقل کی
جا چکی ہیں۔ اس لیے اُنکے اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں۔ اب وہ بعض معراج شریف
کے واقعات لکھے جاتے ہیں۔ جو احادیث صحیحہ اور سیر کی کتابوں سے لیئے گئے
ہیں۔ اوّل آپ کا سینہ اوپر سے نیچے کی جانب چاک کیا گیا۔ اور آپ کا قلب نکالا
گیا۔ اور زمزم شریف کے پانی سے دھو کر ایک ایسے طشت میں رکھا گیا۔ جو ایمان و

حکمت سے مملو تھا۔ پھر قلب مبارک اصلی مقام پر رکھکر درست کر دیا گیا۔ پھر آپ براق پر سوار کیے گئے۔ جب آپ معراج شریف کے لیے روانہ ہوئے تو پہلے آپکا گزر نخلستان پر ہوا۔ یہاں کھجور کے درخت کثرت سے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ زمین یثرب کی ہے۔ آپ کی ہجرت گاہ ہے۔ یہاں اُترکر دو رکعت نماز (نفل) پڑھیئے۔ آپنے نماز پڑھی۔ پھر وہاں سے چلکر ارض مدین میں پہنچے۔ یہاں بھی نماز پڑھی پھر بیت اللحم جہاں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی پہنچے۔ یہاں بھی حضرت جبرئیلؑ کے کہنے سے نماز پڑھی۔ وہاں سے چلکر آپنے ایک پیرزالہ بڑھیا کو دیکھا جو زینت کیے ہوئے رستہ میں کھڑی تھی آپ سے کہا میری طرف دیکھیے آپنے التفات نہ کی۔ پھر آپنے ایک جانب سے پکارنے کی آواز سنی۔ وہاں سے آگے چلے تو ایک جماعت کو دیکھا۔ جنہوں نے آپ کو سلام کیا۔ السلام علیک یا اولؑ والسلام علیک یا آخرؑ۔ والسلام علیک یا حاشرؑ۔ آپنے جبرئیل علیہ السلام کے کہنے سے جب اُنکو سلام کا جواب دیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ وہ بڑھیا جو آپنے دیکھی تھی دنیا تھی۔ اور جس نے آپکو پکارا تھا۔ وہ شیطان تھا۔ اگر آپ ابلیس اور دنیا کے پکارنے کا جواب دیتے تو آپ کی اُمت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی اور جنہوں نے آپ کو سلام کیا تھا حضرت ابراہیمؑ۔ اور موسیٰؑ اور عیسٰےؑ علیہم السلام تھے (بیہقی)۔

معراج کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم برزخؐ اور عالم مثالؑ میں نیک اور بدلوگوں کو دیکھا۔ (مظاہر حق)

۵۱ عالم برزخ۔ موت اور قیامت کے درمیان میں روحوں کے رہنے کا مقام ہے ۱۲ غیاث اللغات ۵۲ عالم مثال۔ عالم ارواح سے کثیف اور عالم اجسام سے زیادہ لطیف ایک عالم ہے اسمیں فرشتے۔ ارواح و معانی جسم مستوی سے مختلف صفت میں رہتے ہیں جیسے عام لوگ دحیہ کی صورت اور جبرئیل علیہ السلام بشر کی صورت میں کقولہ تعالیٰ فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشرا سویا (مریم پ۱۶) ہم نے اپنی روح (جبرئیلؑ) کو اوسکی طرف بھیجا تو وہ اسکے سامنے آدمی کی شکل میں ٹھیک آکھڑے ہوئے ۱۲ نواب

(۱) ایک قوم پر آپ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ یہ قوم جس دن کھیتی بوتی تھی۔ اُسی دن وہ تیار ہو جاتی تھی اور یہ اُسے کاٹ لیتی تھی۔ لیکن کٹی ہوئی کھیتی پھر اُسی طرح تیار ہو جاتی تھی۔

آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ مجاہدین فی سبیل اللہ کا گروہ ہے۔ انکو ایک نیکی کے بدلے سات نیکیاں مل رہی ہیں۔ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ الآیۃ۔ اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُسکا بدلہ دیتا ہے۔

(۲) ایک تباہ حال قوم پر گزر ہوا۔ اِن لوگوں کے سر پتھروں سے کچلے جاتے تھے کچلنے کے بعد پھر اُنکے سر اُسی طرح مندمل ہو کر درست ہو جاتے تھے۔ اور یہ عذاب اُنکے سروں پر برابر جاری تھا۔ آپ نے حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں کہ انکو ایسا سخت عذاب ہو رہا ہے۔ حضرت جبرئیل نے جواب دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنکے سر فریضۂ خداوندی نماز پنجوقتہ کے ادا کرنے سے بھاری ہو گئے تھے۔ نماز پڑھنے میں سستی و کاہلی کرتے تھے۔ مارے جی سے بیوقت ادا کرتے تھے۔ رکوع سجود اچھی طرح نہیں کرتے تھے۔ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ (اُن نمازیوں کی تباہی ہے جو اپنی نماز کی طرف سے غفلت کرتے ہیں (ماعون رکوعؔ پارہ ۳۰)۔

(۳) پھر آپ ایسی قوم کے پاس سے ہو کر گزرے جن کی شرمگاہوں پر آگے پیچھے پیوند لگے ہوئے تھے۔ جانوروں کیطرح انکو جھاڑیاں اور خاردار درخت اور دوزخ کے تپتے ہوئے پتھر کھلائے جاتے تھے۔ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ۝ الآیہ آپ نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ وہ لوگ ہیں جو صاحب زکوٰۃ تھے۔ اور باوجود مالداری کے زکوٰۃ نہیں دیتے تھے۔ (مواہب لدنیہ)

(۴) پھر جناب رسالتمآبؐ ایک قوم کے پاس سے گزرے۔ اُنکے پاس ایک طرف صاف سُتھری دیگوں میں نہایت عمدہ پکا ہوا گوشت رکھا تھا۔ دوسری طرف ناپاک دیگوں میں مردار گوشت رکھا ہوا تھا۔ یہ لوگ مردار گوشت تو کھاتے تھے۔ اور حلال و طیب گوشت سے نفرت کرکے اُسے چھوتے تک نہیں تھے۔ آپؐ نے پوچھا کہ اے جبرئیلؑ یہ کیا بات ہے۔ جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ یہ آپ ہی کی اُمت کے وہ لوگ ہیں جو اپنی عفیفہ پارسا حلال و طیب بیبیوں کو چھوڑکر خبیث و بدکار عورتوں کے پاس حرام کاری کیلئے آتے ہیں۔ اور ان زانیہ عورتوں کے ہاں شب باش رہتے ہیں۔ اور یہ آپ کی امت کی وہ عورتیں ہیں جو اپنے حلال و جائز شوہروں کے پاس سے اُٹھکر خبیث مردوں کے پاس رات گزارتی ہیں۔ (مواہب لدنیہ)

(۵) پھر ایک ایسے شخص کے پاس سے گزر ہوا کہ جس نے ایک بہت بڑا لکڑیوں کا ڈھیر جمع کر لیا تھا۔ باوجودیکہ وہ اُسکے اٹھانیکی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ پھر بھی اور لکڑیاں لالاکر اُسپر جمع کرتا تھا۔ آپؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ یہ آپکی امت کا آدمی ہے۔ لوگوں کی امانتیں اِسکے پاس ہیں اور یہ اُنکے ادا کرنیکی طاقت نہیں رکھتا۔ پھر بھی اور امانتوں کا بوجھ اپنے اوپر لادتا چلا جارہا ہے۔ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا

(۶) پھر آپؐ کا ایسی قوم کے پاس سے گزر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ آہنی قینچیوں سے کاٹے جاتے تھے جب کٹ چکتے تھے۔ تو پھر ویسے ہی درست ہوجاتے تھے۔ اور ان لوگوں کو یہ عذاب برابر ہورہا تھا۔ آپؐ نے دریافت کیا کہ اے جبرئیلؑ یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ ھٰٓؤُلَآءِ خُطَبَآءُ الْفِتْنَةِ ۔ یہ لوگ فتنہ انگیز واعظ و لیکچرار ہیں۔

(۷) پھر آپؐ ایک نہایت چھوٹے سوراخ کے پاس سے ہوکر گزرے جس میں سے ایک بہت بڑا بیل نکلتا ہے۔ اور پھر سوراخ میں واپس جانا چاہتا ہے۔ لیکن جا نہیں سکتا۔ آپؐ نے پوچھا یہ کیا بات ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ وہ مرد ہے کہ جو اپنی قدرت سے بڑھکر

کلام کرتا تھا۔ اور پیدا نہ ہونیکی وجہ سے نادم ہوتا تھا اور اسکو اپنا کلام شائع شدہ لوٹانا محال تھا۔ اسمیں آپکو یہ تعلیم دیگئی ہے کہ جو بات منہ سے نکلتی ہے وہ پھر لوٹ کر منہ میں نہیں جا سکتی۔

جنت

(۸) پھر ایک خوشبودار جنگل میں سے آپکا گزر ہوا۔ یہاں کی ہوا گرمیوں کے موسم میں نہایت ٹھنڈی تھی۔ اس جنگل کی لپٹیں مشک کی خوشبو کو ماند کرتی تھیں جب آپنے یہاں آ واز سنی تو دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے۔ حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ یہ جنت ہے اور اللہ تعالی سے ان الفاظ میں استدعا کر رہی ہے۔ رَبِّ اٰتِنِیْ مَا وَعَدْتَنِیْ۔ (اے رب جو کچھ تونے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے وہ مجھے عنایت فرما) کیونکہ میرے محل۔ حریر۔ خوشبو۔ موتی مونگے۔ چاندی۔ سونا۔ گلاس کوزے۔ مرکب۔ شہد۔ پانی۔ دودھ۔ شراب۔ غرض جنتیوں کے آرام کی تمام چیزیں بکثرت موجود ہو گئی ہیں۔ اللہ تعالی نے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا۔

لَكِ كُلُّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ وَّمُؤْمِنٍ وَّ مُؤْمِنَةٍ وَّمَنْ اٰمَنَ بِیْ وَبِرُسُلِیْ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّلَمْ يُشْرِكْ بِیْ وَلَمْ يَتَّخِذْ مِنْ دُوْنِیْ اَنْدَادًا وَمَنْ خَشِيَنِیْ فَهُوَ اٰمِنٌ وَّمَنْ سَاَلَنِیْ اَعْطَيْتُهٗ وَمَنْ اَقْرَضَنِیْ جَزَيْتُهٗ وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَیَّ كَفَيْتُهٗ اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا لَآ اُخْلِفُ الْمِيْعَادَ وَقَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ قَالَتْ قَدْ رَضِيْتُ۔

تمام مسلمان مرد اور تمام مسلمان عورتیں اور تمام مومن مرد اور تمام مومنہ عورتیں تیرے ہی لیئے ہیں اور اگروہ لوگ جو مجھپر اور میرے رسولوں پر ایمان لائے۔ اور نیک عمل کیئے اور میرا کسی کو شریک نہ ٹھیرایا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے میرا ہمسر نہیں ٹھیرایا (یہ سب تیرے ہی لیئے ہیں) اور جو لوگ مجھسے ڈرتے ہیں۔ وہ امن میں ہیں جو مجھ سے مانگتا ہے میں دیتا ہوں۔ اور جو مجکو قرض دیتا ہے (یعنی میری راہ میں خرچ کرتا ہے) میں اسکو بدلہ دیتا ہوں۔ اور جو مجھپر توکل کرتا ہے میں اسکو کفایت کرتا ہوں بیشک میں ہی معبود ہوں میرے سوا کوئی لائق پرستش نہیں میں وعدہ کرکے خلاف نہیں کرتا بیشک مومنوں نے فلاح پائی اور اللہ بڑی برکت والا ہے اور بہتر خالق۔ جنت نے کہا میں بیشک (تیرے فرمان پر) رضامند ہوں۔

دوزخ

(۹) پھر آپ کا گزر ایک بدبودار بدرو کے پاس سے ہوا۔ آپ کو یہاں سخت بدبو آئی

اور آپ نے ایک نہایت کریہ و ناپسندیدہ آواز سنی تو حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ کیا ہی حضرت جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ جہنم کی آواز ہے۔ کہتی ہے۔ رَبِّ ائْتِنِیْ مَا وَعَدْتَنِیْ اے میرے رب تونے مجھسے جو وعدہ کیا ہے مجکو عطا فرما۔ کیونکہ میری زنجیریں اور طوق اور شعلے اور آگ۔ گرم پانی۔ پیپ۔ جھاڑ کانٹے اور ہر قسم کے عذاب و نکال کی چیزیں بکثرت موجود ہیں اور میرا قعر (گہراؤ) بہت بڑھ گیا ہے۔ میری گرمی نہایت شدت کو پہنچ گئی ہے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا۔ تمام مشرک مرد اور مشرکہ عورتیں۔ اور کافر مرد اور کافرہ عورتیں اور ہر ایک سرکش متکبر۔ جو یوم الحساب قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ یہ سب تیرے ہی لیے ہیں۔ دوزخ نے کہا کہ میں راضی ہوگئی ہوں"۔

(۱۰) حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہی کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجکو کسی پکارنیوالے نے داہنی طرف سے پکار کر کہا کہ میری طرف توجہ فرمائیے میں نے اسکو کچھ جواب نہیں دیا۔ اسیطرح بائیں طرف سے کسی نے آواز دی اُسکو بھی میں نے جواب نہیں دیا۔ حضرت جبرئیلؑ نے اِسکے متعلق بیان فرمایا کہ پہلا پکارنیوالا یہود کا داعی تھا اگر آپ اسکو جواب دیدیتے تو آپ کی امت یہودی ہوجاتی۔ اور دوسرا پکارنیوالا نصاریٰ کا داعی تھا۔ اگر آپ اسکو جواب دیتے تو آپ کی امت نصرانی ہوجاتی۔" (بیہقی)

(۱۱) اور اسمیں یہ بھی ہی کہ ایک عورت نظر پڑی۔ فَسَارَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِذَا ھُوَ بِعَجُوْزَۃٍ۔ "جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم براق پر سوار ہوئے تو اچانک ایک بڑھیا نظر پڑی۔ اس عورت کے دونوں ہاتھ کُھلے ہوئے تھے"۔ یہ عورت ہر قسم کی آرائش و زیبائش سے آراستہ پیراستہ تھی۔ اُس عورت نے بھی کہا کہ اے محمدؐ میری طرف نظر کیجیے۔ میں آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے اُسکی طرف بھی کچھ التفات نہیں کی۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ بڑھیا جو آپنے دیکھی ہے دنیا تھی۔ سو دنیا کی اتنی عمر رہ گئی ہے جیسے بڑھیا کی عمر باقی رہگئی ہی۔ اسکے پکارنے پر جواب دینے کا اثر یہ ہوتا کہ آپکی اُمت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی +

(۱۲) جب آپ آسمان دنیا پر تشریف فرما ہوئے تو آپ نے آدم علیہ السلام کو دیکھا اور وہاں پر بہت سے خوان رکھے ہوئے دیکھے۔ جن پر پاکیزہ گوشت رکھا ہے۔ مگر اس پاکیزہ و طیب گوشت کا کوئی کھانیوالا نہیں ہے۔ اور دوسرے خوانوں پر سڑا ہوا بدبودار گوشت رکھا ہوا ہے۔ اس پر بہت سے آدمی بیٹھے ہوئے کھا رہے ہیں۔ جبرئیل نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حلال کو ترک کرتے ہیں اور حرام کو کھاتے ہیں۔

(۱۳) پھر آپکا ایسی قوم پر گزر ہوا جنکے پیٹ کوٹھیوں کیطرح بہت بڑے بڑے تھے جب اُن میں سے کوئی اٹھنا چاہتا ہے فوراً گر پڑتا ہے۔ جبرئیل نے کہا کہ یہ سود خور ہیں۔ (بیہقی)

(۱۴) پھر آپکا گزر ایسی قوم پر ہوا کہ اُنکے لب اونٹوں کے سے ہیں وہ آگ کے انگارے کھاتے تھے۔ اور انگارے اور آگ ہگتے تھے۔ جبرئیل نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ناحق یتیموں کا مال ظلماً کھاتے تھے۔ (بیہقی) اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ؕ (النساء ع پ)[1]

(۱۵) پھر آپکا گزر ایسی عورتوں پر ہوا جو اپنے پستانوں۔ چھاتیوں سے بندھی ہوئی لٹک رہی تھیں۔ اور یہ حرامکار زناکرنے والیاں تھیں۔ (بیہقی)

(۱۶) پھر آپکا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے پہلوؤں کا گوشت کاٹا جاتا تھا۔ اور انہی کو کھلایا جاتا تھا۔ یہ لوگ چغلخور اور عیب چیں تھے۔

(۱۷) حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں میں ایسی قوم پر گزرا کہ جنکے ناخن تانبے کے تھے۔ اور وہ اپنے مونہوں کو اپنے ناخنوں سے کھسوٹتے تھے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آدمیوں کا گوشت کھاتے تھے اور اُنکی آبرو اور عزت کے درپے ہوتے تھے یعنی غیبت کرتے تھے

بیت المقدس

پھر بیت المقدس میں پہنچکر آپنے انبیاء علیہم السلام کو دیکھا۔ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] جو لوگ ناحق یتیموں کا مال خورد برد کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں اور عنقریب دوزخ میں پڑینگے۔

کو سلام کیا۔ اور آپ پر درود بھیجا۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہیں حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ تمہارے بھائی انبیاء علیہم السلام ہیں۔ پھر رسول اللہ صلعم نے نماز پڑھنے کا ارادہ کیا۔ سب انبیاءؑ اور ملائکہ نے نماز پڑھنے کیلئے صف باندھی۔ پھر جبرئیلؑ کے کہنے سے رسول اللہ صلعم نے امامت کی جب نماز پوری ہوگئی تو ملائکہ نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ کون ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ محمدؐ رسول اللہ۔ خاتم النبیین ہیں۔ فرشتوں نے کہا اللہ تعالیٰ انپر تحیۃ نازل فرمائے کہ بہت اچھے بھائی اور بہت اچھے خلیفہ ہیں۔ پھر خواص انبیاءؑ کی ارواح طیبات سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اپنے رب کی تعریف و ثنا بیان کی۔ اور حق تعالیٰ نے جو جو نعمتیں انہیں عطا کی تھیں انکو شکریہ کے طور پر بیان کیا۔ ع فضل و ہنر ضائع است تا ننمایند*

(۱) اول حضرت ابراہیمؑ نے اس طرح تقریر کی کہ تمام قسم کی حمد و ثنا اُس خدائے تعالیٰ کیلئے ہے جس نے مجکو اپنا خلیل بنایا اور مجکو بہت بڑا ملک عطا فرمایا۔ اور مجکو آدمیوں کا امام و مقتدا بنایا۔ اور آتش نمرود سے مجکو رہائی دی اور اُس دہکتی ہوئی آگ کو میرے لیے خنکی اور سلامتی کا ذریعہ بنایا
قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ؎۱ *

(۲) پھر موسیٰؑ نے کہا کہ تمام محامد اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں جس نے مجکو اپنا کلیم بنایا اور برگزیدہ فرمایا۔ اور مجھپر توراۃ نازل فرمائی اور فرعون اور اُسکی قوم میں کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات میرے ہاتھ ظاہر کی۔ اور میری امت میں سے بعض کو ایسی قوم بنایا کہ حق کے موافق وہ ہدایت کرتے ہیں۔ ایمان اور راستی پر ثابت قدم ہیں*

(۳) پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی تعریف و توصیف کے بعد یہ تقریر کی کہ تمام محامد اُس خدائے قدیر کے لیے ہیں جس نے مجکو ملک عظیم عطا فرمایا اور زبور کی تعلیم فرمائی اور میرے لیئے لوہے کو نرم کیا۔ اور پہاڑ اور پرندوں کو مسخر کیا جو میرے ساتھ خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں*

؎۱ ہم نے حکم دیا کہ اے آگ ابراہیمؑ کے حق میں ٹھنڈک اور سلامتی کی (موجب) بن۔ (انبیاء۔ ع ۵ پ ۱۷)

نرخنامہ اشتہارات نظام المشائخ

مقدار	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
¼ صفحہ	عہ/	ہجا/	للعہ/	ہمعہ
½ 〃	عا/	صہ/	لعہ/	صہ
پورا صفحہ	للعہ/	عہ	ہمعہ	سہ

نوٹ متفرق غیر مستقل اشتہارات کی اجرت ۴/ فی سطر کے حساب سے ہوگی، تخفیف کی گنجایش نہیں،

مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

چوب چینی عشبہ کے الکلیسن مجرب بے فوائد

جس کی تصدیق حکیموں ڈاکٹروں نے اپنے مریضوں پر آزمانے سے کی ہے

فائدہ ۱ جس کی تصدیق ایک سو دس مریضوں نے آپ استعمال کرکے کی ہے، اور سرٹیفکیٹ دیئے ہیں وہ یہ ہیں جب کبھی آتشک یا سوزاک ہو چکا ہو اور کچھ عرصہ کے بعد جلد پر سیاہی آجائے یا چھپے اور جسم پر بد نما ورم یا پھنسیاں یا جوڑوں اور ہڈیوں میں درد ہو تو اس مرکب کے استعمال کرنے سے تمام دکھ درد دور ہو جائیں گے +

فائدہ ۲ جس کی تصدیق ۵۴ مختلف مریضوں نے اور مختلف عمر کے لوگوں نے کی ہے وہ یہ ہیں خرابی معدہ خرابی جگر بھوک بند ہو جانے سے دن بدن لاغری ہوتی جاتی تھی چہرے پہلے رونقی اور زردی پن پیدا ہو گیا ہاتھ پاؤں سیتے تھے معدہ پر بوجھ کبھی دست کبھی قبض ہو جاتی تھی وہ سب اسکے استعمال سے دور ہو گئے +

فائدہ ۳ جس کی تصدیق ۳۴ آدمی کرتے ہیں ان کی رانوں کا چمڑہ سیاہ اور موٹا ہو گیا تھا اور پسینہ آنے سے سخت خارش ہوتی تھی ہر وقت چڑ چڑا ہوتا رہتا تھا اور ان سے سخت بد بو آتی تھی +

فائدہ ۴ جس کی تصدیق گیارہ مریض کرتے ہیں، خنازیر مختلف حصہ جسم میں بغل اور بدن میں دن بدن گلٹیاں بڑھتی جاتی ہیں اسکے استعمال سے بڑی گلٹیاں بیٹھ گئیں اور آگے پیدا ہونی بند ہو گئیں، اور مرض جاتا رہا +

فائدہ ۵ جس کی تصدیق تین سو مریض کرتے ہیں عرصہ سے ناسور اور گنڈ سے پیپ جاری رہتی تھی اور سخت تکلیف کا سامنا ہوتا تھا، اس مرکب چند روزہ استعمال سے ناسور سوکھ گیا اور زخم بھر گئے +

فائدہ ۶ جس کی تصدیق ۷۲ مریض کرتے ہیں انکو جوڑوں سے اٹھ کر درد تمام بدن اور پنڈلیوں میں آ پہنچا کرتا تھا جس سے ٹانگ دن بدن کھچی جاتی تھی انکی ایک شیشی کے استعمال سے نکلن باؤ اور درد جاتا رہا +

فائدہ ۷ جس کی تصدیق چار سو عورتیں اسے استعمال کرنے کے بعد کرتی ہیں کہ ان کے تلوؤں میں درد اور رحم سے بدبو اور پانی جاری رہتا تھا اور ایام حیض میں کمر و سر میں سخت درد ہوا کرتا تھا، اسکے استعمال سے ایام ماہواری باقاعدہ ہو گئے، رحم کا پانی بند اور چہرہ سرخ ہو گیا +

فائدہ ۸ جس کی تصدیق دو سو مریض آزما چکے ہیں خون گندہ ہونے سے چہرہ پر چھائیاں اور جسم پر دانے پھوڑے پھنسیاں کثرت سے مختلف جگہ میں پیدا ہو کر ان سے لیسدار پانی بہہ کر جہاں وہ پانی لگتا تھا زخم ہو جاتا تھا +

الغرض یہ مرکب عشبہ و چوب چینی سب سے عمدہ سب سے مصفی خون ہے

جہاں بہت سے عشبے ناکارہ اور نقصان رساں ثابت ہوئے ہیں کیونکہ وہ بلا لحاظ اس ملک کی آب و ہوا کے شربت وغیرہ میں بنائے جاتے ہیں جس سے خون زیادہ غلیظ اور تیز ہوتا ہے اس مرکب نے سریع العمل نہ مفید کہلائے۔ یہ جوہر اعضائے رئیسہ اندرونی پر بہت اچھا اثر ڈالتا ہے جس سے تمام چمڑے کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں +

ثبوت کے لیئے اس جوہر کے استعمال سے پہلے اپنے بدن کو وزن کر لو۔ وزن ڈیوڑھا ہو جائے گا، نصف صدی سے یہ مرکب ملک کے ہر ایک حصہ میں تجربہ کیا گیا ہے +

قیمت

شیشی کلاں جو ایک ماہ کے لیئے کافی ہے تین روپے شیشی خورد عہ علاوہ اسکے اس شفاخانہ میں ہر مرض کی مجرب دوائیں موجود ہیں (۱) شربت مقوی اعصاب دافع نامردی للعہ (۲) قلاقند نادر للعہ (۳) دوائی سوزاک نو اور پرانا فی شیشی دو روپے (۴) حب دافع آتشک للعہ (۵) حب دافع بواسیر عا (۶) حب دافع جریان احتلام عہ (۷) سرمہ ممیرہ کافی فی تولہ عا (۸) منجن مستحکم دندان عہ (۹) سر کا خوشبودار تیل وغیرہ اگر آپ کسی مرض سے تنگ آ گئے ہیں تو ہم سے فارم تشخیص امراض آدھ آنہ کا ٹکٹ بھیج کر منگا لیں جس سے معلوم ہو جائیگا کہ مرض قابل علاج ہے یا نہیں، اور یہ کہ کب تک صحت یاب ہو گا +

پتہ شہنشاہی فنیت سنیاسی حکیم حاجی غلام نبی زبدۃ الحکما لاہور موچی دروازہ

تین پر ایک

حصہ چہارم شیخ سنوسی
مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب
قیمت چار آنے

ناگفتہ بہ

حصہ پنجم شیخ سنوسی
مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب
قیمت چار آنے

اور شیخ سنوسی کا پہلا۔ دوسرا۔ تیسرا۔ حصہ فوراً منگائیے جن میں آیندہ زمانہ کے انقلابات اور موجودہ جنگ کے پر اسرار انجام کے حالات ہیں

مختصر فہرست تصانیف حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی یہ ہے

سفرنامہ مصر شام حجاز باتصویر	ے ر	فلسفہ شہادت	۱ر
ایضاً ایضاً بلاتصویر	عہ	خواجہ حسن نظامی کا توپ خانہ	۱ر
روزنامچہ خواجہ حسن نظامی	۸ر	بم دو پیسے۔ بندوق دو پیسے	۰ر
تسخیر مہر و قہر یعنی اعمال حزب البحر	۸ر	ہوائی جہاز دو پیسے۔ جرمن شہزادہ کی لاش	۰ر
پیغمبری اشارہ کی اردو دعائیں	۴ر	مچھر کا اعلان جنگ	۱ر
غدر دہلی کے افسانے باتصویر	۴ر	دل کی مراد	۱۰ر
سنگل کی عیدی	۲ر	اسرار	۴ر
مختصر سوانح عمری حضرت امیر خسرو	۳ر	آئیڈیل یعنی ہندو ویدانت کی کتاب	۸ر
انتخاب اخبار توحید شہید	عہ	لکھی کا میدان جنگ	۰ر

یہ سب کتابیں کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے طلب فرمائیے

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۰۴۳

دنیا کی آبادی میں جو تہائی حصہ نفی نسل کا ہے

جلد ۶ نمبر ۶

جمادی الاول ۱۳۳۳ھ

قسم اوسط

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی دستور و تسکین کا ماہواری رسالہ

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ

جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقراء محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصولڈاک عہ ششماہی ۱۲

مقام اشاعت دار السلطنت دہلی۔ کوچہ چیلاں

مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

نظام المشائخ

جلد ۱۲ بابت ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۴۳ ہجری نمبر ۶

فہرست مضامین

شمارہ	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	فہرست ہذا	از اڈیٹر	۱
۲	ہمارے معاونین	ایضاً	۲
۳	کلمہ طیبہ	جناب مولوی حافظ محمد عبد التواب صاحب چشتی۔ عالم فاضل	۳
۳	سودائے فراق	جناب مولانا سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی	۱۲
۴	نفس کی تعریف	جناب مولوی حاجی رحمت اللہ صاحب کاکاخیل اویسی	۱۸
۵	انتخاب الاصلح	ماخوذ از رسالہ خطیب دہلی	۲۴
۶	تصوف اور اسلام	جناب مولانا محمد عبد الحق صاحب صدیقی امروہی	۳۲
۷	نکات موعظت	جناب مولانا شیخ نور الدین صاحب گوجرانوالہ	۳۴
۸	تم بن رتیاں نہیں کٹتیں	جناب مولوی مقبول احمد صاحب نظامی سیوہاروی	۴۶
۹	تمہید و تقدیس	حضرت چراغ ربانی مولانا محمد کامل صاحب نعمانی	۵۱
۱۰	وحدت نشاں پیدا ہوا	جناب مائل دکنی	۵۲
۱۱	قصیدہ	جناب مولوی حکیم محمد اسد الحق صاحب صدیقی	۵۳
۱۲	اے حبیب خدا خبر لیجے	جناب مولوی محمد ناصر صاحب ناصر دہلوی	۵۴
۱۳	قنا ہیں ہما	جناب حکیم احمد شجاع صاحب بی اے	۵۶
۱۴	تخمیس الخ	جناب عشق چشتی بغدادی	۵۷
۱۵	بتا نفس کی بناسنوار الخ	جناب مولوی عبد الرزاق صاحب عجمی	۵۸
۱۶	استغنا	جناب پنڈت جواہر ناتھ صاحب ساقی ملبل کشمیر	۵۹
۱۷	انگریزی لباس	حضرت اکبر الہ آبادی	۶۰
۱۸	خیالات پریشاں	جناب "ع" علیگ	۶۱
۱۹	تازہ نعتیں اور غزلیں	مختلف حضرات	۶۲
۲۰	سیرۃ الحبیب	جناب مولوی فاضل محمد عبد التواب صاحب رہتک	۶۴

ہمارے معاونین

جنہوں نے اس مہینے میں نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں سعی و مدد کی [illegible] حسب ذیل ہیں

جناب نبی بخش صاحب عاشق نظامی کسٹم ایک خریدار — جناب ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب [illegible] ایک

جناب محمد ظہیر الحق صاحب [illegible] ہنیاد ایک — جناب محمد حسین صاحب [illegible] ایک

جناب شبیر حسین صاحب سپرنٹنڈنٹ لاہور ایک — جناب شاہ [illegible] صاحب [illegible] دو

جناب حافظ حسین صاحب چشتی نظامی سلیمانی [illegible] ایک — جناب منشی میر حسن صاحب [illegible] ایک

جناب حکیم کرم حسین صاحب [illegible] ایک — جناب شیخ [illegible] صاحب [illegible] ایک

جناب محمد عبد العزیز صاحب [illegible] سیالکوٹ ایک — جناب ظہور محمد صاحب [illegible] ایک

جو خود خریدار ہوئے

جناب سید سعید صاحب آنریری [illegible] یونین کلب علیگڈہ

جناب محمد قبول صاحب گلبرگہ دکن

جناب محمد اعظم صاحب طالب علم [illegible]

جناب مسٹر یوسف علی صاحب مدراس

جناب [illegible] شاہ صاحب [illegible] ضلع سیالکوٹ

جناب الٰہی بخش صاحب [illegible] حجرہ شاہ مقیم

جناب فضل حق صاحب ڈپٹی کلکٹر ضلع [illegible]

جناب قاضی محمد جیلانی صاحب کلرک پشاور

جناب مولوی مولا بخش صاحب گرداور [illegible]

جناب ابوبکر فقیر محمد صاحب سیٹھ جنرل بازار میسور

جناب عبد الرزاق صاحب [illegible] پشاور

جناب فرزند علی صاحب ٹیلر ماسٹر چھاؤنی انبالہ

جناب چراغ الدین صاحب امام مسجد عثمان [illegible]

جناب شرف الدین صاحب ابن غلام محمد صاحب [illegible]

جناب ملک اکبر خان صاحب جنرل منیجر [illegible]

جناب سید احمد شاہ بن سید بہادر شاہ صاحب مدرس [illegible]

جناب کبیر الدین صاحب ٹھیکیدار مقام [illegible]

جناب ممتاز خان صاحب اسٹیشن اودے پور

جناب شیخ غلام علی صاحب [illegible]

جناب حکیم حاجی عبد الغفور صاحب [illegible]

جناب صالت [illegible] صاحب [illegible]

جناب سید مبارک صاحب [illegible]

جناب شاہ شرف [illegible] صاحب [illegible] قصبہ [illegible]

جناب ایم اے [illegible] صاحب [illegible] مظفر پور

جناب محمد عبد الغنی صاحب [illegible]

جناب صالح بن محمد صاحب سوداگر جالنہ

جناب مولا بخش صاحب بکنگ کلرک [illegible]

جناب سید کبیر شاہ صاحب ہیڈ کانسٹبل سرگودہا

جناب محمد ابراہیم صاحب [illegible] حیدرآباد دکن

جناب محمد بشیر الدین صاحب [illegible] بمبئی

جناب پیر سید خادم حسین صاحب [illegible]

شکر گزار واحدی

نظام المشائخ

کلمہ طیبہ

از نوشتہ جناب مولوی حافظ محمد عبد التواب صاحب چشتی عالم فاضل مدرس عربی مکتب

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللہِ الْاِسْلَامُ (الآیہ) — بیشک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی مذہب ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ۔ شَہَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ۔ وَحَجِّ الْبَیْتِ۔ وَصَوْمِ رَمَضَانَ (بخاری شریف صفحہ ۶ مسلم شریف)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے۔ اول توحید و رسالت کی شہادت دینا یعنی یہ گواہی دینا کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور محمد خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ دوسرے نماز پڑھنا تیسرے زکوٰۃ دینا چوتھے حج کرنا

(توحید)

اس حدیث شریف میں سب سے پہلے اسلام کے رکن عظیم "کلمہ طیبہ" لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کو بیان فرمایا گیا ہے۔ یہ کلمہ طیبہ اسلامی شریعت کا لب لباب اور خلاصہ ہے۔ اس کلمہ میں توحید و رسالت کا ذکر ہے۔ کیونکہ توحید و رسالت ہی تمام اسلامی عبادات کے لیے اصل ہیں ؎

شہدت بتوحید الٰہ سمآءہ | و برجہا کالجدی و المیزان
شہدت بہ دریات رمل عالج | و نباتہا و الارض ذو افنان
ہر گیا ہے کہ از زمیں روید | وحدہٗ لاشریک میگوید

اس مبارک کلمہ طیبہ کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ خدائے واحد عزاسمہٗ۔ خالق کون و مکان اپنی ذات و صفات کے لحاظ سے بیچون و بے مثل فرید و یکتا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔

صفات کمالیہ سے موصوف ہے۔ انسان اور جملہ کائنات کی طرح نقائص عجز و معائب سے مبرا و منزہ ہے ؎

تعالٰی عن سمات النقص طرًا | تقدس فی الصفات عن النظیر

اور بمقتضائے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ۔ جملہ مخلوق لوریم عاجز و ناتوان بندے اُسی معبود برحق کی عبادت کرتے اور اُسی خدائے واحد سے ہر امر میں اعانت و مدد چاہتے ہیں۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔

وہی ذاتِ مقدس اپنے علم و ارادے کے لحاظ سے کونین کی تمام چیزوں پر غالب و حاوی ہے۔ وَقَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۔

وہی ازلی و ابدی ہے لیکن اُسکی ازلیت کی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ اُسکی ابدیت کی کوئی انتہا۔ وہی مارتا ہے وہی جلاتا ہے۔ وہی ہمیشہ سے ہے، وہی ہمیشہ رہیگا۔ وہ تمام کملی اور

لہ آسمان اور آسمان کے برج مثلاً جدی اور میزان بھی خدا کی وحدانیت کے قائل ہیں۔ زمین کے ذرّے۔ گھاس و نباتات اور سرسبز باغات بھی خدا کی یکتائی کی گواہی دیتے ہیں۔ نواب غفرلہ

لہ تمام صفات رذیلہ ناقصہ سے منزہ ہے۔ صفات کمالیہ میں کوئی اسکا شریک نہیں ۱۲ رمدغس الرباجین (

چھپی باتوں کو جانتا ہے ؎

مَلِیکٌ قَادِرٌ حَیٌّ قَدِیمٌ　　عَلِیمٌ بِالْغَیْبِ وَبِالشَّهِیدِ

هُوَ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ۰

اُس خدائے واحد کو کسی چیز کی حاجت نہیں ہے تمام مخلوق اُسکی محتاج ہے اُس ذات واحد کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ تو اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۰

اُس ذات واحد نے متقی۔ پرہیزگار۔ نیک بندوں کیلئے (جو اُسکے حکم کے فرمانبردار اور اُسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم خطیب کبریا روحی فداہ کے خطبۂ موعظت کو گوش دل سے سننے والے ہیں اور کہنے لگے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کرنے والے ہیں اُن کے لیئے) جنت بنائی۔ عَرْضُهَا کَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ۰

اور بدکار و بدکردار خدا اور رسول خدا کی نافرمانی کرنے والے قرآن شریف اور احادیث رسول اور آپ کی اتباع سے روگردانی کرنے والے ہوا و ہوس کے متوالوں کے لیئے دوزخ تیار کی۔ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ۰

اُسی خدائے واحد نے ہماری نظروں سے غائب پوشیدہ ہزارہا مخلوق پیدا کی ہے جس کا ہم کو اب تک علم نہیں۔ وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۰

اُسی خدائے واحد نے ملائکہ فرشتے اور جنات پیدا کیے ہیں۔ وہی خدائے واحد مرنے کے بعد حساب کتاب کیلیئے پھر زندہ کرے گا۔ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ۰

وہی تمام چیزوں کا خالق ہے۔ وہی اُن کی برائی بھلائی سے بخوبی واقف ہے اُسی خدائے واحد کو شرک سے بڑھکر کوئی بری بات اور گناہ نہیں معلوم ہوتا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ　　اللہ تعالے یہ تو کبھی معاف کرتا نہیں کہ اسکے ساتھ کسیکو شریک ٹھہرایا جائے

وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ اور اس سے کم جس کا گناہ ہو چاہے معاف کرے۔ جو خدا
وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ کے ساتھ شریک ٹھیرا یا وہ راہ راست سے دور
ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝ (النساء ع ۱۸ پ ۵) بھٹک گیا۔

(رسالت)

اُس خدائے واحد نے وقتًا فوقتًا بندوں کی رہنمائی کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ تمام نبی اور تمام مرسل خدا کے برگزیدہ اور اسکے معصوم بندے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام پر جسقدر کتابیں نازل ہوئیں۔ اور جسقدر انہیں معجزات یا صحائف عطا فرمائے گئے وہ سب کے سب برحق ہیں حضرت داؤد علیہ السلام کو کتاب زبور عطا فرمائی گئی۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل ملی۔

اور چونکہ ہمارے نبی اکرم حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں نیز یہ کہ آپ کی امت بمصداق كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ ۔ امم سابقہ کی بہ نسبت افضل و بہتر ہے۔ اور چونکہ اسلامی احکام کے ہوتے ہوئے اب کسی نبی اور شریعت کی ضرورت نہیں اور نہ تا قیامت ضرورت ہوگی۔ اور چونکہ اسلام ادیان سابقہ سے افضل دین ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ (آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کردیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو پسند کیا۔ الآیہ)۔

اس بنا پر ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مکمل و جامع کتاب (قرآن شریف) کا نزول ہوا چنانچہ ارشاد باری موجود ہے :-

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا (اے حبیب) ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی ہے جسمیں ہر چیز کا
لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّ بیان (روشنی) ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت و رحمت اور

[illegible] ثلثین ۔ (دل [illegible]) [illegible] ۔

چونکہ مضمون میں اختصار ملحوظ ہے طوالت کے خوف سے تفصیل کے ساتھ اسلام کے بقیہ ارکان نماز ۔ روزہ ۔ حج ۔ زکوٰۃ ۔ بیان نہیں ہو سکے جن کو ہم کسی آئیندہ اشاعت کے لیے چھوڑتے ہیں ۔

لیکن اس وقت کلمہ طیبہ اور اس کے متعلقات یعنی کلمۂ شہادت ۔ کلمۂ تمجید ۔ کلمۂ توحید ۔ کلمۂ رد کفر ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو مختصراً لکھتے ہوئے یہ ظاہر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صدق دل سے ایک جاننے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق ماننے والا ۔ کلام مجید کو کلام الٰہی تسلیم کرنے والا ۔ علانیہ توحید و رسالت کا اقرار کرنے والا مسلمان ہے ۔

وَعَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ (مسلم شریف)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو اس بات کی گواہی دے کہ سوائے خدا کے اور کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر دوزخ کی آگ حرام کر دیگا ۔

جملہ اسلامی احکام کی تعمیل توحید و رسالت کی تصدیق کے ضمن میں آگئی پس جو شخص خدا کی وحدانیت کا قائل ہوگا اور رسول کی رسالت کا معترف ہو تو ضرور ہے کہ وہ خدا کے جملہ احکام جو اسکو رسول کے ذریعہ سے معلوم ہوئے ہیں ۔ انکو سچا جانیگا ۔ اور فرمودۂ رسول کو بجا لائیگا اور یہی اسلام ہے ۔ اور جس شخص کا یہ عقیدہ ہے وہ مومن ہے ۔

عَنْ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذَاقَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھا جو خدا کی خدائی کو

مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا ۔ دین اسلام اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری پر راضی ہوگیا ۔ (مسلم شریف)

اس حدیث کے متعلق حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مزہ چکھنے سے یہ مراد ہے کہ اس کا ایمان صحیح ہوگا ۔

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس بات کو جانتا تھا کہ سوائے خدائے واحد کے اور کوئی معبود نہیں ۔ اور وہ مرگیا ۔ تو جنت میں جائیگا (مسلم شریف)

اس حدیث کی موید حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث ہے ۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو جنت کی کنجی فرمایا ہے ۔

كُفُّوْا عَنْ اَهْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا تُكَفِّرُوْهُمْ فَمَنْ كَفَّرَ اَهْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَهُوَ اِلَى الْكُفْرِ اَقْرَبُ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کلمہ گویوں سے زبان روکو اور انہیں کافر نہ کہو ۔ جس نے کلمہ گویوں کو کافر کہا ۔ وہ کفر سے زیادہ قریب ہے ۔ (طبرانی)

پس جو لوگ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے مقر ہیں ۔ انکی وضع قطع سے شان اسلام ظاہر ہوتی ہے جو ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں ۔ ہمارے قبلہ کا استقبال کرتے ہیں ۔ ہمارا ذبیحہ کھاتے ہیں ۔ وہ بیشک مسلمان ہیں ۔ انکی تکفیر کرنے کا ہمیں کوئی حق حاصل نہیں ۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حضرت انس رض سے روایت ہے کہ رسول خدا

صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا فَذٰلِکَ الْمُسْلِمُ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کا استقبال کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔

(بخاری شریف)

مندرجہ بالا حدیث سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کے مضمون کا قائل و معتقد کافر نہیں اور نہ فروعی اختلافات کی وجہ سے کوئی کافر ہو سکتا ہے چنانچہ علامہ سید جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ دلائل المسائل میں تحریر فرماتے ہیں کہ اہل قبلہ کو کافر کہنا کفر ہے۔ تَکْفِیْرُ اَھْلِ الْقِبْلَۃِ کُفْرٌ۔ (دلائل المسائل)

ائمہ حدیث رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے کبھی کسی مسلمان کی تکفیر کا شیوہ اختیار نہیں کیا۔ اکابر محققین خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔ چنانچہ امام اعظم رحمۃ اللہ کا یہ مقولہ عقائد و فقہ کی کتابوں میں موجود ہے لَا نُکَفِّرُ اَحَدًا مِّنْ اَھْلِ الْقِبْلَۃِ۔ یعنی کسی اہل قبلہ کی ہم تکفیر نہیں کرتے اس مقولہ میں کوئی قید نہیں۔ شرح عقائد اور بعض اور کتابوں میں اہل سنت کا قاعدہ اور امر مسلمہ لکھا ہوا ہے کہ کسی اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنی چاہیئے:

چنانچہ عارف باللہ ابن ابی جمرہ بہجۃ النفوس میں اس قاعدہ کو کئی جگہ نقل کرتے ہیں وَقَدْ تَقَدَّمَ اَنَّ قَاعِدَۃَ اَھْلِ السُّنَّۃِ اِنَّھُمْ لَا یُکَفِّرُوْنَ وَلَا یُخَلِّدُوْنَ اَحَدًا مِّنْ اَھْلِ الْمِلَّۃِ۔ یعنی یہ امر گزر چکا ہے کہ بلاشبہ اہل سنت کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ کسی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے۔ اور انہیں سے کسی کو دائمی جہنمی نہیں بتاتے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ "عالم متعلم" میں لکھا ہے جسکا بخوف طوالت صرف ترجمہ ہی لکھا جاتا ہے۔

"شاگرد نے دریافت کیا کہ جو مسلمان گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں۔ انکے لیے مغفرت کی دعا

کرنی چاہیئے یا بددعا؟" +

"استاد علام نے جواب دیا کہ شرک کے سوا گناہ دو قسم کے ہیں (ایک صغیرہ دوسرے کبیرہ) انہیں سے یہ مسلمان جس گناہ کا مرتکب ہو اُسکے لیئے مغفرت کی دعا افضل ہے۔ فانّ الدّعاءَ لَهٗ بِالْاِسْتِغْفَارِ اَفْضَلُ۔ کیونکہ وہ مسلمان ہے کلمۂ شہادت کا مقر ہو ایسے شخص کے لیئے مغفرت ہی کی دعا افضل ہے۔ اس شہادت کی عظمت اور احترام کی وجہ سے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ فرمانبرداریوں میں کلمہ شہادت کے اقرار سے افضل کوئی شئے نہیں ہے۔ اور تمام احکام الٰہی اس شہادت کے مقابلہ میں اتنے ہی ہیں جسطرح اندا آسمان و زمین کے مقابلہ میں۔ جیسا کہ شرک کا گناہ بڑا ہے۔ اس سے اس شہادت کا ثواب بہت بڑا ہے (عالم متعلم) +

مندرجہ بالا احادیث و اقوال ائمہ کرام رضہ سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ تمام اہل اسلام جسم اسلام کے لیئے بمنزلہ اعضاء کے ہیں۔ باہمی اخوت اسلامی کا سلسلہ رکھتے ہیں۔ اور اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔ (تمام مسلمان بھائی ہیں) فرمانِ خدا اور فرمودہ رسول ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے کہ ہم سب مسلمان آپس میں محبت اور میل جول سے رہیں ایک دوسرے کے دُکھ درد رنج و راحت میں جسم واحد کی طرح شریک رہیں ؎

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند | کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار | دگر عضو ہا را نماند قرار

پس جس شخص کو مسلمانوں کی سی نماز پڑھتے دیکھیں مسلمانوں کے ساتھ لباس وغیرہ میں مشابہ پائیں۔ خدا کی وحدانیت رسول کی رسالت کا مقر ہو۔ کتب الٰہیہ کو منزل من اللہ مانتا ہو۔ اور عقائد اسلام میں جو باتیں داخل ہیں۔ ان سب کو مانتا ہو تو ہمیں اس کے اسلام میں بدگمانی کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ؎

ہر کہ را جامہ پارسا بینی | پارسادان و نیک مرد انگار

ورندانی کہ در نہانش چیست محتسب را درون خانہ چہ کار

پس جو ہدایت پر ہے اُسے بھی خدا ہی جانتا ہے اور جو گمراہ ہی اُسکا علم بھی اُسی ذات واحد کو ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اهۡتَدٰى ٥ (تمہارا پروردگار اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اسکے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اور وہ اُن کو بھی خوب جانتا ہی جو راہ راست پر ہیں۔ (النجم ع ا پ ۲۷) +

اللہ تعالی ہمیں اسلام پر چلنے کی توفیق و ہدایت عطا فرمائے اور خود غرضی خود پسندی سے بچائے۔ کیونکہ پرہیزگاروں کو وہی خوب جانتا ہی۔ فَلَا تُزَكُّوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى + وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰى +

هو الناصر

سودائے فراق

(از یادگار خواجہ میر درد مولانا سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی)

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

یہ شعر حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی غزل کا مطلع ہے جسے ہر کوئی پڑھتا ہے مگر اسکے معنی تک رسائی اچھے اچھے اہل علم کو بھی نہیں۔ کیونکہ تصوف کے اسرار قیل و قال سے واسطہ نہیں رکھتے۔ کم قسمت کسی سلسلۂ عالیہ میں بیعت نہیں کرتے کسی مرشد کامل سے سلوک نہیں سیکھتے۔ مجاہدہ۔ مراقبہ سے اولیاء اللہ کی خرق عادات اور کرامات سے انکار کرتے ہیں۔ اور پھر تصوف میں ٹانگ اڑاتے ہیں۔ اور جب موٹی عقل کام نہیں دیتی اور جی اُلجھتا ہے تو بے ادب گستاخ بنکار اُٹھتے ہیں کہ فلاں بزرگ کا کلام کفر سے لبریز ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ؎

از خدا خواہیم توفیقِ ادب ۔۔۔ بے ادب محروم ماند از لطفِ رب

جہل مرکب انہیں کا نام ہے ؎

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند ۔۔۔ در جہلِ مرکب ابد الدہر بماند

سُن میری جان! حضرت درد رح فرماتے ہیں کہ اگر فقیر نے محنت اور ریاضت کر کے سلوک کو طے نہ کیا۔ اور اس عالم میں یار کا دیدار دل کی آنکھوں سے نہ دیکھ لیا تو اس نے تصوف سے کچھ فائدہ نہ اُٹھایا۔ کیونکہ میاں عاقبت میں تو ہر مومن کو اسکے رتبہ اور حیثیت کے موافق تجلی سے مشرف فرمائینگے چنانچہ حضرت عبدالواحد بن زید (خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ

کے خلیفہ ایک دن خانقاہ میں بیٹھے مریدوں کی طرف مخاطب ہوکر فرما رہے تھے۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

خانقاہ کے نیچے سے پندرہ سولہ برس کا ایک لڑکا گذرا اور اسنے آپ کا یہ ذہاتا سن لیا وہ پلٹ کر خانقاہ میں آیا۔ اور حضرت سے کہا۔ کیوں جناب یہ آیت بالکل سچی ہے؟

حضرت عبداللہ بن زید۔ لاریب فیہ۔ بالکل سچی۔ اور سارا قرآن سچا۔ اور خدا سچا اور اسکے وعدے سچے +

نوجوان۔ میں نے کل ہی اپنے باپکے ترکے میں سے بہت ساری حویلیاں روپیہ پیسہ مال متاع پایا ہے وہ تو میں جاکر ابھی غریبوں محتاجوں کو خدا کی راہ میں دیئے دیتا ہوں۔ مگر اسکے بدلے جنت آپ کو دلوانی ہوگی +

حضرت عبدالواحد بن زید۔ بیشک جنت اور اسکے ساتھ حوریں بھی +

نوجوان۔ عاقبت کی میں نہیں مانوں گا۔ اِس ہات دے اُس ہات لے میں جاکر ابھی اپنا دھن دولت لٹائے دیتا ہوں۔ مگر آپ کو جنت بھی ابھی دلوانی ہوگی +

حضرت عبدالواحد بن زید۔ میاں ابھی دیر نہیں ہے تم گھر لٹاکر آئے اور تمہیں جنت میں پہنچایا۔ بھولا لڑکا۔ متوالا لڑکا دوڑا دوڑا گیا اور باپ دادا کی کمائی آن کی آن میں دے دلا ہاتھ جھاڑتا ہوا حضرت کی خدمت میں آگیا۔ حضرت نے فرمایا۔ اچھا وضو کرلو۔ جب نوجوان وضو کرچکا تو آپنے اپنے روبرو دوزانو بٹھاکر سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں بعیت فرمایا۔ اور ارشاد کیا۔ صاحبزادے! ذرا آنکھیں تو بند کرلو۔ آنکھیں بند کرتے ہی نوجوان نے اپنے تئیں ایک گلزار پُر بہار میں پایا جس کی زمین سونے روپے کی تھی۔ چھوٹے بڑے درخت اور درختوں کے پھل پھول ٹہنیاں۔ غنچے۔ شگوفے سب جواہر کے تھے۔ پھولوں کی خوشبو سے جان قالب کے اندر وجد کرتی تھی۔ گلشن کی روشیں اور پٹڑیاں ایسی نفیس پتھروں کی تھیں کہ اگر

دنیا کے جوہری اکٹھے ہوکر اُن کا مول آنکیں تو عاجز رہجائیں۔ اُس باغ کے بیچ میں مشرق سے مغرب کی طرف ٹھنڈے اور شفاف پانی کی نہر بہ رہی تھی جسکے آگے سچے موتیوں کی آب پانی بھرتی تھی۔ نہر کے منقش اور خوشنما کناروں پر سرتاسر ریشمی قالین اور زربفت و اطلس کے فرش تھے اور ان کے اوپر نورانی میووں کے درخت چھاؤں کررہے تھے۔ ان بچھونوں پر چودہ چودہ پندرہ پندرہ برس کی کنواری لڑکیاں جن کے رخسار کی روشنی کے سامنے چاند سورج بھی بے نور تھے۔ ہلکے پھلکے لباس اور جواہر کا گہنا پہنے بیٹھی تہیں۔ اور نہر کے براق پانی میں جو ان قمر دیدار نازنینوں اور رنگین درختوں کا عکس پڑتا چلا جاتا تھا تو عجب طلسمات دکھائی دیتے تھے۔ نوجوان یہ لہر بہر اور ایسے اچھوتے معشوق دیکھکر متوالا ہوگیا اور وہ اُن کی طرف بڑے شوق کے ساتھ بڑھا۔ پریزادیں اُسے دیکھکر ہنسیں اور ایک دوسری سے کہنے لگیں۔ عینائی مرضیہ کا دولہا یہی تو ہے۔ عینائی مرضیہ کا نام سُنکر نوجوان بیتاب ہوگیا۔ اور اُنسے کہنے لگا۔ عینائی مرضیہ تم میں سے کون سی ہے؟

نازنینیں۔ کہاں عینائی مرضیہ جیسی حسینہ اور کہاں ہم کالی کلوٹی۔ ہم تو اُس کی پرستاریں ہیں۔ اگر آپ عینائی مرضیہ سے ملنا چاہتے ہیں تو آگے جائیے۔

نوجوان اس نہر کے پل سے گزر کر باغ بے نظیر کے دوسرے حصہ میں پہنچا جو خوبی اور آراستگی میں پہلے حصہ سے بڑھ چڑھکر تھا۔ یہاں بھی ایک جواہر نگار نہر دودھ سے لبریز جارہی تھی جسکے دونوں کناروں پر پہلی نہر سے زیادہ آرایش تھی۔ تخت اور کرسیوں پر پہلی پریزاد لڑکیوں سے زیادہ خوب رو اور دل آرا۔ جوانی میں ڈوبی ہوئی لڑکیاں بیٹھی ہوئی چہل کررہی تہیں۔ ان کی پیاری صورتوں کو دیکھکر نوجوان کے صبر قرار کا قافلہ لٹ گیا۔ اور انکی طرف بڑھا۔ اور وہ آپس میں کہنے لگیں یہ کیسی خوشی کی بات ہے

عینانی مرضیہ کا دولھا چلا آتا ہی۔ عینانی مرضیہ کے نام نے نوجوان کے سینہ میں آگ لگا دی اور اُس نے کہا۔ اے قدرتی طاؤس اور نورانی فرشتو! کہو بتاؤ تم میں سے عینانی مرضیہ کون سی ہے۔ وہ نوجوان کے سامنے ہاتھ باندھکر کھڑی ہوگئیں۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ عینانی مرضیہ ہماری سرداری ہم سب انکی لونڈیاں ہیں۔ اگر آپ کو اُسکے ملنے کی تمنا ہے تو اور آگے جائیے ؛

نوجوان اور آگے بڑھا اور تیسرے حصہ میں باغ کے پہنچا۔ جو دونوں حصوں سے زیادہ سرسبز۔ پُرفزا اور بارونق تھا۔ اسکے بیچ میں سے ایک شہد کی نہر اُبلتی چلی جاتی تھی۔ اور اُس کے کناروں پر سیر کرنے والی کنواری لڑکیاں اسقدر حسین تھیں جنھیں دیکھکر نوجوان نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔ اور وہ نوجوان کے حسن کو دیکھکر بولیں۔ ماشاءاللہ یہی نوجوان تو عینانی مرضیہ کا خاوند ہے ؛

نوجوان ۔ خدا کے لیے جلدی بتاؤ عینانی مرضیہ تمھیں میں سے کونسی غزالہ پرکالہ ہے۔ عینانی مرضیہ کا نام سُنتے سُنتے میرا دل بے قابو ہوا جاتا ہی۔ انھوں نے بھی یہی کہا کہ ہم تو عینانی مرضیہ کی ماما نوکریں ہیں۔ اگر آپ کو عینانی مرضیہ کے جمال کی آرزو ہے تو خدا اور آگے بڑھیے ؛

متوالا نوجوان عینانی مرضیہ کی جستجو میں بھاگا چلا جاتا تھا جو بہارستان قدرت کا چوتھا حصہ جوازبس دلکشا۔ فرحت بخش تھا۔ اسکے اندر شراب گلرنگ کی نہر چھلکتی چلی جاتی تھی اور آسمان کے ستاروں کے جگمگاتے ہوئے پیالے اور آئیس پروف گلاس شراب کی سطح پر تیرتے رہتے تھے۔ اور موتیوں کا ایک مرصع خیمہ قائم تھا۔ جسکے دروازہ پر موتیوں کی چلمن پڑی ہوئی تھی خیمہ کے آگے ہزاروں خورشید وش لڑکیاں بہشتی حلّے پہنے ہاتھوں میں گلدستے اور عطروں کے کنٹر لیے کسی کے انتظار میں کھڑی تھیں متوالے نوجوان کو دیکھکر انھوں نے چلا کر کہا مبارک مبارک عینانی مرضیہ کا دولھا

پردیس سے صحیح سلامت آگیا۔ نوجوان نے کلیجہ پکڑ کر کہا۔ خدا کے لیئے جلد بتاؤ کہ عینائی مرضیہ کہاں ہی۔ وہ سب ایک دم سے بولیں۔ خیمہ کے اندر بناؤ سنگار کیئے آپکے انتظار میں بیٹھی ہیں۔ چلمن اٹھا کر اندر جایئے۔ اور فراق کی خلش کو مٹایئے۔ نوجوان دیوانہ وار خیمہ میں داخل ہوا اور اُسکی آنکھیں ایک غیر معمولی تجلی دیکھکر بند ہوگئیں جب کچھ اوسان ٹھکانے ہوئے تو اُس نے دیکھا ایک نور مجسم حور گل اندام۔ گلرو۔ عنبرین مو۔ آراستہ پیراستہ یاقوت کے تخت پر بیٹھی ہے جوبن پھٹا پڑتا ہے۔ حور متوالے نوجوان کو دیکھکر تعظیم کے لیئے کھڑی ہوگئی۔ اور بڑی محبت سے اپنے برابر تخت پر بٹھا کر ناز و انداز کے ساتھ کہنے لگی۔ اچھی کہاں بیٹھ رہے تھے۔ کم بخت رستہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں بھی پتھرا گئیں۔ ایک ایک دن گنتی تھی۔ سو لھویں برس میں گھر کی سدھ آئی۔ یہ خیال نہ کیا کہ نگوڑی عینائی مرضیہ پر جدائی میں کیا گزرے گی۔ متوالے نوجوان کو یقین ہوگیا کہ عینائی مرضیہ بھی حور نژاد ہی۔ پھر کہاں تاب تھی۔ اُس نے عینائی مرضیہ کے گلے میں باہیں ڈالنے کے لیئے بڑھکر کہا

چھڑکے ہی کان ملاحت تُون کیا خود لپٹ جا سینۂ افگار سے

مگر عینائی مرضیہ بجلی کی طرح تڑپ کر تخت سے اُتر کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی۔ پیارے ذرا ٹھیر۔ میں تجھسے زیادہ تیرے گلے میں باہیں ڈالنے کی آرزو رکھتی ہوں مگر بُرا نہ ماننا ابھی تجھ میں روح حیات باقی ہی۔ جبتک یہ نہ مٹ جائے۔ نور سے نور کا پیوند نہیں ہوسکتا اب فقیر کی آنکھوں کے آگے اندھیرا تھا۔ نہ گلزار تھا نہ خیمہ۔ نہ عینائی مرضیہ نہ اُس کی لونڈیاں۔ نوجوان نے زور سے نعرہ مارا اور کہا۔ وا شوقاہ الی عینائِ المرضیہ۔ آنکھ کھولی تو دیکھا حضرت عبدالواحد بن زید کے آگے دوزانو بیٹھا ہوں۔ نوجوان نے رو کر کہا حضرت جو وعدہ کیا ہے وہ پورا بھی کیجئے۔ آپ نے فرمایا دوست گھبراؤ نہیں۔ ایک رات کا کسالا اور بھگت لو۔ نوجوان نے عینائی مرضیہ کا نام لیکر رات جوں توں

کا تھی۔ جب صبح کی حور نے فردوس فلک کے جھروکے سے اپنا منہ نکالکر اپنے حسن کی شعاع سے اس خاکستان دنیا کو منور کیا تو معلوم ہوا کہ شہر کے چاروں طرف غنیم محاصرہ کیے پڑے ہیں۔ اگر انہیں روکا نہ گیا تو شہر کو لوٹ کر اور بے گناہوں کو مار کر ناس کر دینگے لوگ ان کے مقابلے کیلئے کمریں باندھ رہے تھے حضرت کے اشارہ سے متوالا نوجوان بھی اُنکے ساتھ ہوا اور جب دشمنوں کی آمد تلواروں سے وہ چورنگ ہو کر زمین پر گرا تو رفیقوں نے دیکھا۔ خاک و خون میں لوٹتا ہے اور مسکراتا ہے پوچھا کیا حال ہے بڑے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔ عینائی مرضیہ کھڑی کہہ رہی ہے۔ پیارے میں تجھے جنت سے لینے آئی ہوں جلدی سے آجا۔ پھر جو دیکھا متوالا نوجوان فنا ہو چکا تھا جس طرح لمبت فقیر نے جنت اور حور کو دنیا میں دیکھ جان دی اسی طرح علی بخت درویش اس جہان میں اسکے دیدار سے مشرف نہیں ہو لیتے اسکے نور کی جھلک چاند سورج کے رخسار میں اور حور پری کے دیدار میں پائی جاتی ہے نہ ملنے ملتے ہیں نہ مارے مرتے ہیں۔ اب میں بھی عینائی مرضیہ کی ملکہ کو چھٹی لکھونگا کہ جان جاناں دین ایمان جو کچھ میرے پاس ہے وہ تو لے لے۔ مگر اپنے گورے گورے نازک ہاتھوں سے ایک پان بنا کر مجھے کھلادے۔ دیکھو فراق کا اوندھا سلوک نتیجہ لوگ مجاز سے حقیقت کی طرف ترقی کرتے ہیں یہ حقیقت سے مجاز کی جانب آتا ہے۔ خدا بچائے ایسے بے ڈھنگے پن سے ٭

مضمون

نفس کی تعریف

تصوف کے نقطۂ نظر سے

(از جناب مولوی حاجی محمد اللہ صاحب کاکاخیل اویسی رئیس میانگدھی)

انسان مفصلۂ ذیل اشیائے سے مرکب ہے۔ (۱) نفس (۲) قالب (۳) قلب (۴) روح انسانی۔ (۵) ستر (۶) خفی۔ (۷) اخفی +

چونکہ میرے مضمون کا موضوع صرف نفس ہی۔ اسلیئے میں صرف نفس او قا[لب] پر بحث کرتا ہوں۔ باقی لطائف قلب اور روح انسانی اور ستر اور خفی اور اخفی کو[ترک] کرتا ہوں۔ نفس اور قالب ایک شئے ہے۔ جزو اور کل کا فرق ہے۔ نفس قالب کا[...] ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَ[قَةً] فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰ[مَ] لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ

اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا۔ پھر ہم نے اُسکو ایک حفاظت کی جگہ[...] عورت کے رحم میں) نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر ہم ہی نے نطفہ کا لوتھڑا بنایا۔ پھر ہم ہی نے لوتھڑے کی بندھی بوٹی بنائی۔ پھر ہم ہی نے بندھی بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت منڈھا۔ پھر آخر کار ہم ہی نے اُسکو دوسری ہی مخلوق کی صو[رت] میں بنا کھڑا کیا۔ تو (سبحان اللہ) خدا بڑا ہی بابرکت ہی جو (سب) بنانیوالوں [سے] بہتر (بنانے والا) ہے +

کَسَوْنَا الْعِظٰمَ تک قالب کا ذکر ہے۔ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ تک لطائف خمسہ۔ قلب وروح انسانی وسر وخفی واخفی کے تعلق کا مذکور ہے ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ۔ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ۔ پھر(لوگو) اس کے بعد تم (سب) کو مرنا ہے۔ پھر قیامت کے دن تم (سب) اٹھا کھڑے کیے جاؤ گے۔

مرنے سے نفس اور قالب کا مرنا مراد ہے۔ لطائف خمسہ کا مرنا مراد نہیں کیونکہ روح کو مع دیگر لطائف کے عالم برزخ یا علیین یا بہشت میں قالب عنصری کی جگہ نورانی یا ظلمانی مطابق اعمال کے دوسرا قالب دیا جاتا ہے۔ روح وغیرہ لطائف ابدی ہیں۔ انکے لیے موت نہیں۔ ان آیات میں عام آدمیوں کے قالبوں کی پیدائش کا مذکور ہے کہ اسکی ابتدا نطفہ سے ہے اور نطفہ ہے خلاصہ غذا۔ اور غذا ہے منی کا خلاصہ جس سے حیوانات اور نباتات آدمی کے کھانے کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ جسکی تفصیل اس طرح پر ہے کہ آدمی جب کھانا کھاتا ہے اور کھانا معدہ میں پہنچ جاتا ہے تو وہ جَو کی لپّی کی طرح ایک شے بن جاتی ہے جسکو کیلوس کہتے ہیں جو غلیظ اور کثیف حصہ ہوتا ہے وہ امعاء کی طرف چلا جاتا ہے اور جو صاف حصہ ہوتا ہے وہ اُن رگوں کی راہ سے جنکو ماساریقا کہتے ہیں جگر کی طرف چلا جاتا ہے اور جگر میں اس طرح سما جاتا ہے جیسا کہ اسفنج میں پانی۔ اور دوبارہ وہاں نضج پاتا ہے اسکو کیموس کہتے ہیں۔ پھر کیموس سے صفرا اور سودا۔ اور بلغم اور خون یعنی اخلاطِ اربعہ بن جاتے ہیں۔ اور اخلاط سے اعضا یعنی گوشت و پوست ورگ و پے ومنی وغیرہ بن جاتے ہیں۔ اور خون جب دل کے بائیں بطن میں داخل ہو جاتا ہے تو وہاں دوبارہ نضج پاکر بہت لطیف ہو جاتا ہے اور خون کے بعض اجزاء سے بخار لطیف بن جاتا ہے۔ اور اس بخار لطیف کو اطبا روح حیوانی اور اہل تصوف نفس کہتے ہیں۔ اور یہی نفس مبدا شہوات اور لذات حسی کا ہے۔ یہ

لطیف بخار بذریعہ حرارتِ غریزی مجاری عروق کی راہ سے تمام بدن میں جاری اور ساری رہتا ہے۔ اور بدن کی حس و حرکت اسی سے ہے۔ اور بھوک اور اشتہا اور حرص و ہوا بھی اسی سے ہیں۔ حواس خمسہ مثل باصرہ و سامعہ و ذائقہ و شامہ و لامسہ کا قیام اسی سے ہے۔ اسی طرح حواس باطنی اسی سے قائم ہیں۔ قلب جو عالم امر سے ہے۔ اسکا تعلق اس نفس کے ذریعہ سے ہے۔ اور قلب روح کا عرش ہے جسپر وہ مستوی ہے۔ اور سِر اور خفی اور اخفیٰ کا تعلق روح کے ساتھ ہے اور یہ نوع انسانی خلیفہ حق اور من امر ربی ہے۔ نفس کی تین حالتیں ہیں۔ نفس امارۃ بالسوء۔ اور نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ۔ جب کسی آدمی کی صحت اچھی ہو اور عمر جوانی کی ہو۔ اور مال و دولت کی فراوانی ہو اور ہر طرح عیش و عشرت کا سامان مہیا ہو اور اسکو کسی قسم کا غم و ہم نہو۔ اور عقل اور شرع کا پابند نہو اور وہ ننگ و ناموس کا خیال نہ رکھتا ہو تو ایسے شخص سے نفس وہ وہ کام کراتا ہے کہ پناہ بخدا۔ ایسا شخص ظلم کرتا ہے بیگانہ مال غصب کرلیتا ہے چوری ڈاکہ زنی سے دریغ نہیں کرتا ہے۔ شراب سر بازار وہ پیتا ہے۔ زنا کرتا ہے ناچ دیکھتا ہے۔ ہر قسم کے تماشوں میں شامل ہوجاتا ہے غرض کہ ہر قسم کی بے اعتدالیاں جسکو شرع کی زبان میں گناہ کہتے ہیں اس سے سرزد ہوتی ہیں اور ان بے اعتدالیوں اور گناہوں سے قلب سیاہ ہوکر تجلیات ربی کے ظہور کا محل نہیں رہتا۔ **مثنوی**

سر گنہ زنگے ست بر مرآتِ دل — دل شود زیں زنگہا خوار و خجل

چوں زیادت گشت دل را تیرگی — نفس دوں را بیش گردد خیرگی

اسی باعث سے ایسے شخص میں کوئی خیر نہیں ہوتی۔ اور تمام اخلاق رذیلہ مثل کفر و شرک اور نفاق اور تکبر اور اسراف وغیرہ اُس میں پیدا ہوجاتے ہیں۔ اور اخلاق فاضلہ مثل ایمان اور اسلام اور احسان اور تواضع وغیرہ مفقود ہوجاتے ہیں۔ ایسا شخص

درحقیقت خلائق ہوتاہے۔ ایسے شخص کے قلب پر مہر لگ جاتی ہے۔ جیساکہ مذکور ہے
كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ۔ ایسے شخص کو ظالم اور
فاسق کہتے ہیں۔ اور اسکو خدا کبھی ہدایت کی توفیق نہیں دیتا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ ایسے شخص کے
نفس کو امارہ بالسوء یا مطلق نفس امارہ کہتے ہیں +

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ یا تو انکی صحت اچھی نہیں ہوتی۔ یا مال و دولت
کی قلت ہوتی ہے۔ یا شرع و عقل کی پابندی یا ننگ و ناموس کا لحاظ ہوتا ہے
یا کسی طرح مالی و جانی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ یا کسی طرح کسی رشتہ دار یا کسی
دوست و عزیز کے مرنے کا غم لاحق حال رہتا ہے۔ یا دیگر قسم کے نوائب اور آلام
کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور عیش و عشرت کا سامان بھی چنداں موجود نہیں ہوتا۔ ہس
قسم کے آدمیوں کا نفس کبھی تو بہیمی اور سبعی اور شیطانی حالت میں ہوتا ہے اور کبھی
ملکوتی اور جبروتی حالت میں یعنی کبھی وہ نیک کام کرتے ہیں اور کبھی برے۔ نیک کام
سے خوش اور برے کام سے پشیمان اور نادم ہو جاتے ہیں اور اپنے گناہوں کا اعتراف
کرتے ہیں۔ جیساکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا
عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ۔ اور (کچھ) اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنی خطا کا اقرار کیا اور (انہوں نے) ملے جلے
عمل کیے (کچھ) بھلے اور کچھ برے تو عجب نہیں کہ اللہ انکی بھی توبہ قبول کرے کیونکہ
اللہ بخشنے والا مہربان ہے +

ایسے لوگوں کے بعض اخلاق نیک اور بعض برے ہوتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں
کے نفوس کو نفس لوامہ کہتے ہیں۔ اکثر لوگ اس قسم میں داخل ہیں +

بعض سعید انسان ایسے ہوتے ہیں کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے زیر نظر رہتے ہیں جیساکہ

خدائے تعالیٰ فرقان حمید میں بی بی زلیخا رضی اللہ عنہا کا قول نقل فرماتا ہے وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور (یوں) میں (بھی بندہ بشر ہوں) اپنی نسبت کہتی نہیں کہ میں (فرشتوں کی طرح) پاک صاف ہوں۔ کیونکہ نفس (انسانی) تو (آدمی کو) بدی کے لیے (ہمیشہ اُبھارتا رہتا ہے) مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی اپنا رحم کرے۔ کچھ شک نہیں کہ میرا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے +

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ قول یوسف علیہ السلام کا ہے مگر یوسف علیہ السلام کا کبھی یہ قول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایک تو یوسف علیہ السلام نبی زادہ تھے۔ دوم خدا کے مجتبٰے اور اُسکے زیر نظر تھے۔ اور علاوہ اسکے ہمیشہ رنج ومحن میں مبتلا تھے اور نبی اور ولی اور مبتلا کا نفس کبھی امارہ بالسوء نہیں ہوتا۔ اور جو لوگ اس قول کو بی بی زلیخا رضی اللہ عنہا کا سمجھتے ہیں اور وہ یہ شبہ بھی پیش کرتے ہیں کہ یہ قول ایک کامل اور مکمل صوفی یا صوفی مشرب کا ہونا چاہیئے۔ ایک بے علم اور بے ریاضت بت پرست بی بی سے یہ مستبعد ہے۔ جو لوگ یہ شبہ کرتے ہیں وہ عشق کے کارناموں سے بیخبر معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بی بی زلیخا کا اُس وقت کا قول ہے جبکہ یوسف علیہ السلام کے عشق مجازی اور آپکے ایک۔ یا دو یا پانچ یا سات سال کے ہجر اور فراق نے اُنکے قوائے بہیمی اور سبعی اور شیطانی کو جلا ڈالا تھا۔ اور عشق حقیقی تک اُن کی حالت پہنچ چکی تھی اور نور ایمان اور عرفان سے اُن کا قلب منور ہو چکا تھا۔ خیر کچھ ہی ہو بفحوائے مَا رَحِمَ رَبِّیْ کے یہ لوگ خدا کے زیر تربیت رہتے ہیں جیسا کہ ایک رئیس زادہ کسی اتالیق کے سپرد ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ اِن لوگوں کی ایسی نگرانی فرماتا ہے جیسا کہ کوئی والد یا معلم یا مرشد اپنی اولاد یا شاگرد رشید یا مرید سعید کی پرورش و تربیت کرتا ہے نہ تو اُسے بہت مال و دولت دیتا ہے نہ زیور اولاد عطا کرتا ہے کہ خدا کو چھوڑ کر اُسکے ساتھ دل نہ لگا دے

بیماری امیر غریب دال سے کبھی خالی نہیں چھوڑتا۔ غرض کہ ایسا شخص ہمیشہ مرنے تک جہاد میں رہتا ہے۔ اور اکثر ان میں سے نفس کو مغلوب کرتے ہیں۔ اور بعض نفس کو تابع کرکے مظفر و منصور ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں کو پھر مالی و دولت اور زن و فرزند صحت تندرستی وغیرہ سامان دنیا کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ ان میں بدی نام کو بھی نہیں رہتی۔ اور انکے کل اخلاق نیک ہو جاتے ہیں انہیں صوفی کہتے ہیں۔ جو انبیاء بعد اولیا اور صلحاء کہلاتے ہیں اور انکے نفوس کو نفس مطمئنہ اور راضیہ مرضیہ کہتے ہیں غرضکہ نفس باعتبار حالات تین قسم کا ہے۔ نفس امارہ۔ نفس لوامہ۔ نفس مطمئنہ بعض نفس مسولہ اور ملہمہ بھی کہتے ہیں مگر وہ حالات صرف سلوک کے وقت پیش آتے ہیں۔ عام حالت نہیں۔ انسان کو جو شرافت ہے وہ بلحاظ نفس و قالب کے نہیں بلکہ بلحاظ قلب و روح انسانی اور سر اور خفی اور اخفی کے ہے اور انہیں کے باعث وہ درجہ میں ملائک سے اعلیٰ ہے۔ اگر انسان صرف نفس اور قالب ہوتا یعنی قلب و روح انسانی اور دیگر لطائف اسمیں ودیعت نہ کیے جاتے ہیں تو وہ اشرف نہ ہوتا وہ گوریلا یا اورنگ اوٹنگ یا غول بیابانی کی قسم کا جانور ہوتا۔ افسوس کہ انسان اپنے آپ کو نہیں پہچانتا اسلیے اپنے خدا کو بھی نہیں پہچانتا ہے۔ جو کوئی اپنے آپکو پہچانتا ہے وہ خدا کو بھی بذریعہ استدلال عقل و وجدان اور نور بصیرت کے پہچان لیتا ہے۔ اور خدا کو دل کی آنکھ سے ایسا دیکھنے لگتا ہے۔ جیسے کہ محسوس اشیاء سر کی آنکھوں سے دیکھی جاتی ہیں۔ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ اے ہمارے پروردگار ہمکو راہ راست پر لائے پیچھے ہمارے دلوں کو ڈانواں ڈول نہ کر اور اپنی سرکار سے ہمکو رحمت (کا خلعت) عطا فرما۔ کچھ شک نہیں کہ تو بڑا دینے والا ہے ۔

انتخاب الاصلح والاستقامة علیہا

(ماخوذ از رسالہ خطیب دہلی)

انسانی زندگی، جسے حقیقتاً تمناؤں کا ایک سلسلۂ عظیم اور آرزوؤں کا ایک بے پایاں تسلسل کہنا چاہیئے کچھ عجیب و غریب واقع ہوئی ہی۔ بسا اوقات دیکھا جاتا ہی کہ ایک شخص جو باعتبار اپنی فراست و دانائی، علم و حکمت کے عام سطح انسانیت سے بہت بلند درجہ رکھتا ہی، صرف اس وجہ سے پریشان و ناخوش زندگی رکھتا ہے کہ اُسنے اپنی فراست و حکمت کو اپنی خواہشات کے مطالعہ میں ناکامیاب پایا۔ اور آخر کار وہ متحیر ہو جاتا ہی کہ میں جس نے اپنی ذہانت سے ایک مثلث کے تین زاویوں کو دو زوایائے قائمہ کے برابر ہونا ثابت کردیا۔ آج ایسا خراب وخستہ پھر رہا ہوں کہ ایک گوشۂ خلوت ایک زاویۂ امن بھی نصیب نہیں، میں، جس نے اپنی حکمت سے ریل کی پٹڑیاں بچھا کر انجن کو اُسپر دوڑا دیا۔ آج اس درجہ ذلیل و حقیر ہوں کہ کوئی راہ حصول طمانیت کی پیش نظر نہیں رکھتا، لیکن جہاں ایک حکیم و دانشمند ناقدر شناسی عالم اور اپنی مصیبت کا ڈکھڑا روتا ہوا نظر آتا ہے، وہیں ہم کو بالکل اُسکا عکس بھی ملجاتا ہی جو وہ سب چیزیں رکھتا ہی۔ جن کا وہ حکیم آرزومند تھا اور وہ کچھ نہیں رکھتا جو اُس دانشمند کے لیئے عذاب جان ہی۔ پھر جب اِسپر غور کیا جاتا ہی تو اکثر مثالوں میں اِسکا سبب سوائے اِسکے اور کچھ نظر نہیں آتا کہ ایک نے اپنی خواہشات و داعیات پر نظر نہیں ڈالی اور دوسرے نے اپنی بے شمار تمناؤں میں صرف ایک تمنا چن لی جسکو اس نے اپنا نقطۂ خیال سمجھکر اک عزم راسخ کے ساتھ اُسکے حصول کی کوششیں شروع کیں۔ یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہی کہ ایک وقت میں ایک ہی آدمی دولتمند و غریب نہیں ہو سکتا، پھر اگر ایک صاحب زر۔ ایک مفلس کی سی آزادہ روی اور آوارہ گردی حاصل کرنا چاہے تو اُسکے لیئے لازم ہے کہ وہ اپنی امارت و ثروت کو خیرباد کہے۔ اِس لیئے

اسمیں کلام نہیں کہ کسی شخص کا کوئی خاص شعبہ زندگی منتخب کر لینا اور پھر اسکو اخیر تک
کامیابی سے نباہ دینا نہایت ہی مشکل کام ہے۔ اسوقت ہمیں صرف یہ بات اچھی معلوم
ہوتی ہے کہ ہم بالکل آزاد رہیں، اور کسی کی حکومت کو برداشت نہ کریں۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے
بعد اس بات کی حس کمزور ہو جاتی ہے۔ اور ہم اپنے لیے یہی مناسب سمجھتے ہیں کہ ہمارا آزاد
رہنا ہمارے لیے مضر ہے۔ ایک وقت ہم ایک تجارت پیشہ زندگی کو دیکھکر وہی زندگی
اختیار کرنے کی آرزو رکھتے ہیں۔ لیکن دوسرے وقت جب ہم یہ سنتے ہیں کہ اس کا
تجارتی جہاز ڈوب گیا تو کانپ اٹھتے ہیں۔ اور اس پیشہ سے اس درجہ متنفر ہو جاتے ہیں
گویا کوئی اپنا ہی جہاز تباہ ہوا ہو۔ غرضکہ ہماری پریشانیوں کی اول وجہ تو یہی ہے کہ ہماری
آرزوئیں نہایت بے تکی ہیں۔ اور کبھی افراط تفریط سے خالی نہیں۔ دنیا کمانے پر آمادہ ہونگے
تو یہ جی چاہے گا کہ فوراً اپنے وقت کے راس چائلڈ ہو جائیں۔ دین کی طرف متوجہ ہونگے
تو بایزید زمانہ اور جنید وقت بننے کی خواہش کرینگے۔ اس بات پر کبھی غور نہ کرینگے
کہ ہم کس طبقہ میں کس وسعت کے آدمی ہیں۔ اور ہم کیا بن سکتے ہیں اور وہ بھی کن تدریجی
ذرائع سے۔ اور دوسری وجہ جس نے ہماری زندگیوں کو پریشان ہمارے حواس کو پراگندہ
اور ہماری عقلوں کو خراب کر رکھا ہے وہ عدم استقلال ہے، جہاں ہم آرزوؤں کے اعتبار سے
اس قدر حریص ہیں وہاں ہم حیرت سے بے صبرے بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ ذرا سی خوشی میں
پھول جانا اور تھوڑے سے غم میں کملا جانا یہ ہمارے روز کے تجربات ہیں۔ اور پھر یہی
نہیں کہ اس فوری مسرت یا اس آنی غم کی حالت میں یوں ہی نیوٹرل رہیں، بلکہ قہر تو یہ ہے
کہ ہم اسپر اپنی آیندہ زندگی کے متعلق مختلف احکام صادر کرنے لگتے ہیں اور یہ معلوم ہوتا
ہے کہ بس اب اس سے زیادہ قوی سبب تغیر کا کوئی ہو ہی نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ جتنے
ٹھوکریں کھا کر سنبھل جانے والے لوگ ہیں۔ ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو اپنی سنبھلی ہوئی
حالت پر بھی ایک لمحہ کے لیے مطمئن ہو سکے، پھر دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہم دنیا میں عدم

استقامت، عدم استقلال اور فقدانِ عزم وارادہ پھیلانیکے لیئے ہیں یا فطرت ہم سے اس کے خلاف کوئی بات چاہتی ہی۔ اور غالبًا اس بات کے معلوم کرنے کا بہترین طریقہ سوائے اسکے اور کوئی نہ ہوگا کہ ہم خود فطرتِ انسانی پر غور کریں۔ یا کسی ایسے شخص کے طریقۂ زندگی و مقالات کا مطالعہ کریں جس نے فطرت انسانی کو ہم سے اور سب سے زیادہ سمجھا ہو۔ اور دنیا نے اُسے ایسا مان بھی لیا ہو۔ صورت اول ظاہرا آسان معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقتًا نہایت مشکل ہی اور جب ہم نوع سے جنس اور جنس سے افراد تک پہنچیں گے تو ہم کو معلوم ہوگا کہ یہ استقرار اس قدر آسانی کے ساتھ کوئی نتیجہ ہمارے پیش نظر نہیں کر سکتا۔ اس لیئے ہم اس مسئلہ پر مذہبی نگاہ ڈال کے کوئی فیصلہ کرنا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔

اس میں تو کسیکو کلام ہو ہی نہیں سکتا کہ ہمارے رسول (صلعم) کی زندگی جیسی چاہیے زندگی تھی۔ اُسکی کوئی دوسری مثال نظر نہیں آتی۔ اور اس لیئے یہ بات مان لینے کے بعد یہ امر بحث سے خارج ہوتا ہے کہ ہم پہلے اُسے ایسا ہونا ثابت کریں۔ اب رسول اللہ کی زندگی پر شروع سے نگاہ ڈالیئے تو سب سے پہلے جو چیز نمایاں اور الگ نظر آئے گی وہ انتخاب اصلح اور استقامتہ علی الانتخاب ہوگی ہر چند رسول اللہ کی زندگی اور اُن کے طریقۂ عمل سے بحث کرنا اک فرسودہ سا بحث ہی۔ لیکن حقیقت یہ ہی کہ اسی فرسودگی کی تکرار اور اسی ذکر کے اعادہ میں ساری ترقیوں کا راز پنہاں ہی، بشرطیکہ وہ تکرار اور اعادہ صرف زبانوں تک آکر فنا نہ ہو جائے۔ جو وقت آنحضرت سرزمین عرب میں مبعوث ہوئے۔ اُسوقت کا حال بلا اختلاف دوست دشمن سب کو یکساں معلوم ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ آپ ہی کی ذات کا اثر تھا کہ سارے عرب کی حالت بدل گئی اور وہی لوگ جو ایک وقت مشرق کی طرف جا رہے تھے دوسرے وقت مغرب کی طرف پھیر دیئے گئے وہ رُخ جو شمال کیطرف تھا جنوب کی طرف کر دیا گیا۔ یعنی ایک ایسا انقلاب عظیم اُنکی زندگی

اُن کے تمدن، اُن کی معاشرت و اخلاق اور اُن کی انسانیت میں پیدا کر دیا کہ غیروں کو بھی حیرت و استعجاب ہو۔ پھر دیکھئے کہ سب سے پہلا کام جو رسول اللہ صلعم نے کیا وہ کیا تھا، نہ زیادہ غور و تعمق کی ضرورت ہو اور نہ کسی چھان بین کی۔ کھلی ہوئی بات ہو کہ آپ نے سب سے پہلے جو بات کی وہ وہی انتخاب الاصلح تھا یعنی ایسی چیز کا منتخب کرنا جو اس وقت کے لیے سب سے زیادہ موزوں و مناسب تھا۔ چنانچہ کلمۂ شہادت کچھ نہیں ہو۔ مگر وہی انتخاب الاصلح ایسے زمانہ میں کہ جب قوم کی قوم نے اپنی پرستاری کو ہزارہا معبودوں کے سنگ آستانے کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ کیا رسول اللہ کا سب سے پہلے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا وعظ فرمانا انتخاب الاصلح نہ تھا؟ یقیناً تھا۔ اور اسی لیے ہمارا دعوے کہ سب سے پہلے رسول اللہ صلعم نے انتخاب ہی پر غور کیا۔ ثابت ہو گیا۔ اب جب غارِ حرا میں برسوں کی گوشہ نشینی اور مدتِ دراز کے فکرِ عمیق کا نتیجہ اس انتخاب کی صورت میں پیدا ہو گیا، تو اب دوسرا مقصد اُن کے پیشِ نظر سوائے اسکے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ اس انتخاب کو دنیا میں رواج دیا جائے اور اُسپر استقامت کی کوشش کیجائے۔ چنانچہ آپ رسول اللہ صلعم کی زندگی کے کسی واقعہ کو لے لیجئے۔ اُن کی کوئی سی تلقین اُٹھا دیکھئے۔ سب کا نتیجہ استقامت ہی نکلیگا۔ جب آپکی عمر چالیس برس کی ہو گئی اور نزول وحی ہوا تو علی الاعلان تلقین مذہب کا کام شروع کیا۔ جو جن مخالفتوں کا ڈر ہو سکتا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں تھیں لیکن اُنسے یہ تو ہو نہ سکتا تھا کہ اصل کار کی طرف سے توجہ ہٹا لیجاتی چنانچہ جب آیۂ انذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو حضور نے سب قریشیوں کو جمع کر کے وعظ فرمایا۔ یہانتک کہ خود اپنی بیٹی اور پھوپھی سے کہا کہ تمہیں میری قرابت آخرت میں کوئی فائدہ نہ دے گی۔ ابو لہب جو اس سے قبل بھی بارہا آنحضرتؐ کی ہلاکت کی فکر کر چکا تھا۔ وعظ سُنتے سُنتے تنگ آ گیا۔ اور نہایت برہم ہو کر اُسنے ایک پتھر آنحضرتؐ پر کھینچ مارا اور اپنے محاورہ میں کہا کہ "تیرے ہاتھ ٹوٹیں، کیا تو نے انہیں باتوں کے سننے کے لیے ہمیں اسقدر تکلیف دی تھی۔ غرضکہ ایک ابو لہب کیا زمانہ نے آپ کی

مخالفت پر کمر باندھ لی، اور اسکا تہیہ کر لیا کہ جس طرح ہوگا۔ آنحضرتؐ کو اس سے باز رکھیں گے۔ چنانچہ وہ آنحضرتؐ پر ایمان لانے والوں میں سے بعض کو پکڑتے، گرم پتھروں پر چت لٹا کر پتھر رکھدیتے، خار دار چھڑی سے کھال اُڑادیتے۔ اور اُس سے کہتے کہ کلمۂ توحید نہ پڑھ، مگر نتیجہ کیا ہوتا!!

حضرت بلالؓ کا واقعہ سب کو معلوم ہے۔ پھر یہ کھلی ہوئی بات ہو کہ آنحضرتؐ جیسے رحیم المزاج اور نرم دل پر اِن واقعات کا کیا اثر ہوتا ہوگا۔ مگر آپ صبر فرماتے تھے اور یہ صبر وہ تھا جس میں بلند حوصلگی اور جرأت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی تھی۔ ایک دن آپ کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اس سے کچھ ہی فاصلہ پر سرداران قریش کا بڑا مجمع تھا اور یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ محمدؐ کو کس طرح روکا جائے اور کونسی تدبیر کیجائے جو یہ اپنے وعظ و تلقین سے باز آئے۔ بہت دیر کے بعد ایک رائے قرار پائی۔ اور عتبہ ابن ربیع مجمع سے اُٹھکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ہم تجھ سے التجا کرتے ہیں ذرا توجہ سے ہماری بات سُن۔ حضور انورؐ نے فرمایا کہ ”اے ربیع کے بیٹے میں سُنتا ہوں کہہ!“ عتبہ نے کہا کہ ”اے میرے بھائی کے بیٹے اگر تیرا مدعا اس وعظ و نصیحت سے روپیہ جمع کرنا ہے تو ہم تیرے لیئے اتنی دولت جمع کر دینگے کہ ہم میں سے کسی کے پاس اسقدر نہ ہوگی۔ اور اگر تیرا مقصود حکمرانی اور سلطنت کرنا ہی تو بھی ہم تجھے اپنا بادشاہ بنانیکے لیئے تیار ہیں۔ اور کبھی تجھ سے انحراف نہ کرینگے۔ اور اگر تجھے کوئی مرض لاحق ہوگیا ہے تو ہم تیرے لیئے حاذق طبیب بلا مینگے۔ لیکن خدا کے لیئے ہماری قوم میں اختلاف نہ پیدا کر، باپ بیٹوں میں تفرقہ نہ ڈال“ ظاہر ہے کہ یہ وقت رسول اللہؐ کے لیئے کیسی سخت آزمائش کا وقت تھا۔ لیکن اللہ رے استقامت۔ اُدہر سے سوائے اسکے کچھ جواب نہ تھا کہ ”نہ میں دولت مند بننا چاہتا ہوں اور نہ بادشاہ۔ اور نہ مجھے کوئی مرض لاحق ہوگیا ہی۔ مگر ہاں میں ایک حق بات کہتا ہوں، راستی و صداقت کا اعلان کرتا ہوں

جس سے انحراف ممکن نہیں"۔ پھر جب قریشیوں کا جبر وظلم حد سے گزر گیا اور حضور انور کے پائے ثبات میں ذرا لغزش نہ آئی تو مجبوراً مشرکین نے صاف الفاظ میں کہدیا کہ "اے محمد (صلعم) سُن لو۔ ہم تمہاری تلقین مذہبی کے روکنے سے کبھی باز نہ آئینگے۔ جب تک ہم میں سے ایک ایک نیست و نابود نہ ہو جائے"۔

چنانچہ وہ اس خیال کے پختہ کرنیکے لیئے حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا کہ "اے ابا طالب سن۔ ہم تیری عمر اور تیرے درجہ کی عزت کرتے ہیں لیکن ہم اپنے خداؤں کی برائی تیرے بھتیجے محمد کی زبانی نہیں سننا چاہتے۔ ہمارے ضبط کی حد ہو چکی۔ لہذا تجھ سے یہ کہنا ہے کہ آیا تو اُسے ان باتوں سے روک سکتا ہے۔ یا تیرا ارادہ اُسی کے ساتھ شریک ہونے کا ہے ہم ہرگز نیام میں تلوار نہ رکھیں گے۔ جب تک اسکا فیصلہ نہ ہو جائے گا"۔

ابوطالب نے آنحضرت کو بلا کر مشرکین قریش کے انقطاعی فیصلہ سے آگاہ کیا اور کہا کہ "مصلحت وقت اسی میں ہے کہ اب وعظ بند کر دیا جائے"۔

ظاہر تھا کہ ابوطالب مشرکین کی جماعت سے مرعوب ہو گئے تھے اور اس لیئے رسول اللہ کے لیئے یہ بڑا نازک وقت تھا کیونکہ ایک ابوطالب ہی آپکے مددگار اور حامی تھے اور اب وہ بھی ساتھ چھوڑنا چاہتے تھے۔ مگر اس استقلال قدسی اور اس استقامت مقدسہ میں فرق نہ آنا تھا نہ آیا آپنے جواب دیا کہ اگر مشرکین قریش کرۂ آفتاب کو میرے داہنے ہاتھ پر اور کرۂ ماہتاب میرے بائیں ہاتھ پر رکھدیں۔ اور پھر یہ زور ڈالیں کہ میں کلمہ توحید کی منادی سے باز آجاؤں تو بھی ناممکن ہے"۔ نبوت کے ساتویں برس اس انفراق قومی سے ہاشمیوں اور مطلبیوں میں سخت سراسیمگی پھیلی۔ اور گھر بار چھوڑ کر ادہر اُدہر منتشر ہو گئے۔ اور سب مرد عورت، بچے۔ حضرت ابوطالب کے جائے تمام پر چلے گئے۔ یہ مکان مکہ معظمہ کے مشرقی جانب ایک تنگ پہاڑی میں واقع تھا۔

اور شہر سے یہاں تک صرف ایک تنگ پہاڑی رستہ آمد و رفت کا تھا۔ قریشیوں نے اسکا محاصرہ کیا۔ اور سامان خور و نوش وہاں تک پہنچنا دشوار کر دیا۔ آنحضرت بھی محصورین کی جماعت میں تھے۔ جب کھانا پینا بند ہو گیا تو ایسا سخت وقت پڑا کہ عورتوں اور بچوں کی آہ و زاری کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ مگر رسول اللہ نے اپنے کنبہ اور عزیزوں کی اس مایوسانہ حالت کو دیکھا اور صبر و استقلال میں کوئی فرق نہیں آیا۔ یہ کیا تھا؟ اچھا اور چلئے۔ اس کے بعد جو سال آیا وہ اسلام کی تاریخ میں سال غم کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت ابو طالبؓ کی وفات اسی سال ہوئی۔ مگر صدمۂ وفات کے علاوہ رسول اللہ کے لیئے اس سے زیادہ سخت بات یہ تھی کہ اب قریش کو مخالفت کا موقع ملگیا۔ اور وہ کھلم کھلا دشمنی پر آمادہ ہوگئے۔ آپنے اُسوقت یہی مناسب سمجھا کہ اب دوسرے مقامات میں چل کے اشاعت توحید کیجائے۔ چنانچہ آپ طائف پہنچے۔ اور وہاں پند و وعظ شروع کیا۔ لیکن یہاں کے لوگ تو مکہ والوں سے زیادہ سخت کافر نکلے۔ آپ پر پتھروں سے حملہ کیا۔ یہاں تک کہ آپکے جسم اور آپکے ہاتھوں سے خون کے فوارے جاری ہوگئے۔ آپ زخموں سے چور ہو کر طائف سے ذرا فاصلہ پر جہاں مسافر دم لیا کرتے تھے۔ واپس آئے اور اپنے اُنہیں خون آلودہ اور مجروح ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کی اللّٰھم انی اشکو الیک ضعف قوتی و قلۃ حیلتی الخ۔ ہائے کیا شان تھی اور کیا عزم و استقلال تھا کہ باوصف اِن سب تکالیف کے ایک کلمہ بھی دعا کا اپنے دشمنوں کے حق میں نہیں نکالا۔ کیونکہ اس سے ارادہ کا ضعف ثابت ہوتا۔

اِس کے بعد جب رسول اللہ پھر مکہ تشریف لائے اور بیعت عقبۂ ثانیہ کا واقعہ پیش آیا۔ جس میں بہت سے یثربی مسلمان ہوئے تھے تو قریشیوں کے غصہ کی انتہا نہ رہی اور انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ معصوم نبیؐ کو قتل کر ڈالیں۔ لیکن اِن سب عداوتوں، دشمنیوں اور مظالم کا نتیجہ کوئی نہ ہوا۔ سوائے اِسکے کہ رسول اللہ نے مکہ سے ہجرت فرمائی اور

یثرب میں داخل ہو گئے۔ مگر مشن وہی تھا۔ مدعا وہی تھا۔ مقصد سے انحراف نہ ہوا تھا
اب اِس سے آگے کی زندگی بھی رسول اللہ کی جسقدر گزری وہ بھی اسی بے اطمینانی
اور تکلیف میں گزری۔ چنانچہ حضورؐ کے غزوات و سرایا پر جن حضرات نے غائر نگاہ ڈالی
ہوگی وہ سمجھتے ہونگے کہ یہ ساری مصیبتیں صرف اسی استقامۃ کی وجہ سے تھیں۔ مگر
اب اُس استقامۃ کے نتائج پر نگاہ ڈالیے اور دیکھئے کہ ایسے مختصر زمانہ میں کیسا انقلاب
دنیا میں پیدا کر دیا۔ چنانچہ آج بھی کہ ۱۳۰۰ سال سے زائد زمانہ گزر چکا ہے۔ کروڑوں نفوس
اُس استقامۃ کی شہادت دینے والے موجود ہیں۔ لیکن کیسا افسوسناک امر ہو کہ اب
استقامۃ سے کوئی عملی نتیجہ اخذ نہیں کیا جاتا۔ اور شاید اکثر حصہ تو ایسے لوگوں کا ہوگا
جنہیں یہ علم بھی نہو گا کہ رسول اللہؐ کی ایسی عظیم الشان کامیابی اسی استقلال و استحکام
ارادہ کی وجہ سے ہوئی، پھر جب اپنی مذہبیت اور روحانی زندگی کا یہ حال ہے کہ اُس
میں انتخاب الاصلح اور استقامۃ کا اک مٹا ہوا سا نقش باقی رہ گیا ہو تو ہماری دنیا کی
زندگی جسکو عوام مذہب سے جدا سمجھتے ہیں، جتنی بھی ان اصول سے بیگانہ ہو کم ہے +

ہم یہ شکایت تو ضرور کرینگے کہ مصیبتیں ہیں، آفتیں ہیں۔ دنیا سے امن اُٹھ گیا
ہے۔ لیکن تحمل و صبر، جو بہترین طریقہ مصائب و آفات کے دور کرنے یا اُنکے اثرات
کو ضعیف کرنے کا ہے۔ نادر ہے۔ پھر اگر تحمل و صبر ہو بھی تو اسکا اطمینان کیونکر ہو
کہ وہ اپنے محل و موقع پر بھی ہو یا نہیں اِسکے لیے اپنے ضمیر اور اپنے مذہب کا جائزہ لو لو
دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہو۔ اگر تمہارا ضمیر کسی بات کے کرنے سے ملامت نہیں کرتا اگر تمہارا
مذہب اسکی اجازت دیتا ہے تو اُسے اختیار کرو اور نہایت صبر و استقلال سے اختیار کرو
زیادہ سے زیادہ اگر یہی ہوا کہ تم جابر نہ ہو سکے تو یہ نفع کہیں ہاتھ سے نہیں گیا کہ تم اوروں
کے لیے ایک عمدہ مثال دنیا میں قائم کر گئے۔ اور یہی وہ جہاد نفس ہے جو ہماری دینی اور دنیوی
دونوں زندگی میں دلیل راہ ہو سکتا ہے +

۷۸۶

تصوف اور اسلام

(از جناب مولانا محمد اسرار الحق صاحب صدیقی قادری)

(گزشتہ سے پیوستہ)

جب ہم کسی شے کا انکار یا اقرار بذریعہ استدلال کریں تو پہلا فرض ہمارا یہ ہونا چاہیے کہ اُس شے کی حقیقت و ماہیت دریافت کریں۔ اور طریقہ اصوب حقیقت معلوم کرنیکا یہی ہو سکتا ہے کہ اُس شے کی تعریف کرنیوالوں کی مسلمات پر غور کریں۔ یہاں مبحوث عنہ ایک ایسا علم ہے جس کی غایۃ عمل ہے یعنی تصوف۔ اور ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس علم کو علم شریعت۔ کتاب و سنت سے کیا علاقہ ہے؟ لہذا پہلے تصوف کے مسلم علما کی کتابوں سے علم تصوف کی تعریف معلوم کرنی ضروری ہے۔ علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ و دیگر مسلم صوفیہ نے تحریر فرمایا ہے۔ "التصوف هو التخلق باخلاق الله تعالیٰ"۔ تصوف خدا کے اخلاق سے متصف بننے کو کہتے ہیں۔ تخلق مصدر ہے باب تفعل سے جس کی خاصیت ہے تکلف در ماخذ گویا کہ تخلق کے معنی ہیں۔ بہ تکلف متصف ہونا۔ اسی کو طریقت کہتے ہیں۔ شریعت کی تعلیم کا نتیجہ اور غایۃ جہاں تک غور کیا جائے یہی نظر آتا ہے اور یہی مقتضاء فطرت انسانی کا ہے۔ دیکھو انسان فطرتاً تین چیزوں سے مرکب ہے۔ ایک جسم۔ دوسرے روح۔ تیسرے حواس۔ مادیات خواہ وہ اخلاط ہوں یا رطوبات جسم میں شامل ہیں۔ اور غیر محسوسات کی دو قسمیں ہیں۔ روح جسکو اطباء تین قسم پر تقسیم کرتے ہیں۔ طبعی نفسانی حیوانی۔ اور ہماری آسمانی کتاب میں اس کی ماہیت "قل الروح من امر ربی" کے زریں الفاظ سے بیان کی گئی ہے۔ حواس قوے اسی روح کا اثر و ثمرہ ہیں۔ ور زیادہ تفصیل منظور ہو تو غور کیجئے انسان کی حقیقۃ

منطق میں حیوان ناطق بیان کی گئی ہے۔ اور اسکی تفصیل یوں ہے جسم نامی حساس متحرک بالارادہ تین کلیات کی جانب ہیں جسم و جسم نامی تینوں جسم و اعضا کی صفات ہیں اور حساس متحرک بالارادہ یہ کلیات روح و حواس سے متعلق ہیں۔ غرض یہ تین اجزاء ہیولیٰ و اخرویہ انسان کی ہے۔ اگر کے سوا اجزاء ہونگے تو وہ انہیں کے ضمن میں داخل ہونگے۔

ان اجزائے ثلثہ انسانی کا حال یہ ہے:۔

(۱) جسم یعنی اجزاء و اعضا نہ چار عناصر کا مجموعہ ہے۔ پانی مٹی ہوا آگ۔ لکھو موالید ثلثہ میں جماد کا درجہ حاصل ہے۔ نہ انہیں ادراک نہ شعور۔ نہ ناطق بن سکتے ہیں نہ متکلم۔ اگر صورت نوعی حاصل ہوجائے تو وجود خارجی حسیہ لیتے ہیں صرف ہیولیٰ و مادہ کا مصداق ہیں جب تک یہ تنہا رہ جاتے ہیں مثلاً مرنے کے بعد جسم محض بے شعور و غیر مدرک ہوتا ہے۔

(۲) حواس نہ درحقیقت نتیجہ و ثمرہ ہیں روح اعضا کے تعلق کا۔ کوئی آزاد و جداگانہ شے نہیں ہیں۔ جبتک یہ تعلق باقی ہے یہ بھی موجود ہیں۔ جس وقت روح نے جسم سے جدائی اختیار کی جسکو عوام روح نکل جانے سے تعبیر کرتے ہیں یہ خود بخود معدوم ہوجاتے ہیں۔ جسم خاکی پھر اپنی اصل جمادیت کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے اور روح علوی اپنے حیز و مکان کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اسکا پتہ نہیں چلتا۔ اسکی مثال ظاہر میں آج موجودہ گھڑی کی سی ہے یا مختلف مشینوں کی سی جنکے تمام آلات و پرزے کیل کانٹے پیتل یا لوہا غرض کوئی دھات ہوتے ہیں۔ جماد محض نہ کوئی فعل اپنے وجود میں آسکتا ہے نہ متحرک ہے نہ حساس۔ البتہ صانع ان آلات کو باعتبار ان اغراض و مقاصد کے جو ان سے متعلق ہیں جدا جدا اشکال و صور پر بناتا ہے۔ اور ایک کو دوسرے سے ربط دیتا ہے۔ ایکطرف یہ عجائب خانہ تیار ہوتا ہے۔ کوئی پہنچ

کوئی مستطیل کوئی عریض ہے۔ کوئی خاردار۔ اُسوقت تک کہ کوئی ذی عقل انکو چلتا ہوا نہ دیکھے کبھی نہیں سمجھ سکتا کہ اِن مختلف الاشکال والصُّوَر جمادات کے اجتماع سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے؟ دوسری طرف دور ایک کارخانہ میں انجن گرم ہو رہا ہے جو اپنی قوت و حرارت میں اُبل رہا ہے۔ مگر بجز شائیں شائیں آواز دینے کے کوئی فعل اُس سے سرزد نہیں ہو سکتا۔ گویا وہ کارخانہ جسم ہے اور یہ انجن معدن روح۔ روح حقیقت میں وہ بھاپ و بخارات ہیں جو اس انجن سے برابر نکلتے رہتے ہیں۔ اور اُن جمادات سے متعلق ہو کر زندہ و فاعل۔ اعمال و افعال بن جاتے ہیں۔ جہاں انجن سے سٹیم آیا۔ سب پُرزے اپنے اپنے کام میں مصروف ہوئے۔ کسی کی حرکت دَوری ہے تو کسی کی مستقیم۔ کسی کی منحنی۔ ہر پرزے کا نام جدا ہوتا ہے ہر کام الگ۔ کہیں وہ سٹیم پہنچکر کارخانہ کی غذا کو متفرق اور مستحیل کرتا ہے۔ روئی سے بنولہ الگ ہو رہا ہے دوسری طرف سوت ہوتا جاتا ہے۔ تیسری جگہ کپڑا بنا جاتا ہے جو مقصد و غرض کارخانہ کی ہے۔ اِسی اعتبار سے چند پرزوں کا اور اُنکے فعل کا نام جدا جدا ہو جاتا ہے۔ ہم مختلف قوتوں کو حواس و قوتے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ بعینہ یہی حال انسان کا ہے۔ روح سٹیم ہے۔ جسکا مخزن عنداللہ ہے۔ اور جسم وہی جمادات کا مجموعہ جسکے اعضا مختلفۃ الصور والاشکال اپنے اپنے کام کے واسطے صانع مطلق نے طیار کیے ہیں۔ جسوقت سٹیم (روح) اس جسد سے متعلق ہوئی تمام اعضا اپنا اپنا کام کرنے میں مصروف ہوگئے۔ معدہ نے ہضم شروع کیا اور جگر نے غذا تقسیم کی۔ دماغ نے حس و حرکت کی قوت۔ قلب نے حیوۃ کی بجلی توزیع کی۔ جو غذا پہنچی وہ ہضم ہو کر فضلہ جدا ہوگیا جو براہ امعاء پھر خارج ہونے کے واسطے تیار کیا گیا۔ یا براہ مثانہ نکلا۔ جو خلاصہ رہا وہ آگے اعضا میں رواں ہوگیا۔ کہیں اُسی قوت روحی کا نام حیوانی ہے اور کہیں طبعی و نفسانی۔ اسی طرح ہر فعل کی طرف نسبت دیکر اُسکو ہاضمہ اور دافعہ

وہ اسکے مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ فی الحقیقت وہ ایک روح ہے اور
ایک جسم۔ ان دونوں کے تعلق کو حیات اور افتراق کو موت کہتے ہیں۔ حواس جو تیسرا
جزو مانا جاتا ہے وہ ان دونوں کے ربط کا نتیجہ ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم
ایجاد کی بنا۔ اور موقوف علیہ یہی دو چیزوں کا ربط ہے جنمیں سے ایک کو فاعل کہا جا
سکتا ہے۔ اور دوسرے کو منفعل۔ جیسا کہ ارشاد باری عز اسمہ ہے۔ "انما امرہ اذا
اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون" یعنی اس سے برتر کا طریق ایجاد و تکوین اشیا
یہی ہے کہ کسی موجود بالقوی شے جسپر شیئیت کا اطلاق ہو سکتا ہو اپنے حکم کن کو
اس سے متعلق فرمایا اور وہ شے موجود ہوگئی خود لفظ کُن کو ملاحظہ فرمایئے۔ کاف
بصورت فاعل اور نون بشکل منفعل۔ ان دونوں کے اقتران سے نتیجہ وجود اشیاء
اہل عقل نے بھی یہی طریقہ پسند کیا اور ہدایت راہ صواب پائی۔ ایک صغرے دوسرا
کبرے۔ جہاں دونوں کو جمع کیا تیسرا مقدمہ جسکو نتیجہ کہتے ہیں برآمد ہوا۔ یا انسان کی
ہر دو نوع یعنی زن و مرد کے اقتران سے اولاد نتیجہ نکل آتا ہے۔ غرض ہزاروں مثالیں
ایسی موجود ہیں جو اس قاعدۂ ایجاد پر شاہد عدل ہیں۔ گویا کہ انسان کی حقیقت و فطرت
کا حال منطقی تصدیق سے ملتا جلتا ہے۔ جس طرح اسکے تین اجزا ہیں یعنی تصور
موضوع و تصور محمول و حکم بالنسبۃ حکمیہ۔ جس طرح حکمائے متقدمین محض حکم کو تصدیق
کہتے ہیں۔ اسی طرح محقق سمجھ سکتا ہے کہ انسان درحقیقت محض روح یا نفس ناطقہ کا
نام ہے۔ اور جسد و حواس اسکے مظاہر افعال ہیں۔ یا حکمائے متاخرین کی طرح تمام اجزا
کے مجموعہ کو تصدیق کہا جائے۔ اور انسان مجموعہ روح و جسد و حواس کا نام رکھا جائے
بہرحال تیسرا جزو یا اعظم انسان کا روح ہے جس کی حقیقت مفصل نہ اہل عقل نے سمجھی
نہ شرع نے بیان فرمائی۔ قرآن پاک میں ذکر ہے تو اسیقدر کہ "قل الروح من امر ربی"
دوسری جگہ اپنی ذات کی طرف بذریعہ یا متکلم اسکو منسوب کیا جاتا ہے "فاذا نفخت

فیہ من روحی۔ جب میں اُس (آدم) میں اپنی روح پھونکدوں۔ غرضکہ ہمیں اسوقت اسکی حقیقت کا بیان نہ مدنظر ہے نہ ضروری۔ اتنا تو ہر ذی عقل جانتا ہے کہ روح ایک شئے ہے جو عالم علوی کی موجودات میں سے ہے اور مادہ سے مجرد ہے۔ تمام آلائشات ارضی و سماوی سے مبرا و معرا ہے۔ نہ اُسکو جسم و جسمیات کیطرف میل نہ سفلیات سے علاقہ۔ محض قوت ذات باری تعالیٰ نے جسکو "واللہ غالب علیٰ امرہٖ" سے بیان کیا گیا ہے ایسی پاک و صاف مجرد شئے کو اس مخزن عناصر و اسفل ترین عالم میں مقید فرمایا ہے۔ یہ دو ضدیں ہیں جن کو حکیم مطلق نے ایک کرکے طلسم انسانی تیار فرمایا ہے۔ اُس مجرد عن المادہ و نور مطلق کے ذمہ اس جسد عنصری و مادی کے انصرام و تدبیر کا بار رکھا ہے پس جسم تو جیسا بیان کیا گیا جماد محض یا ہیولیٰ ہے نہ کسی حکم کا محکوم نہ کسی خطاب کا مخاطب نہ فعل کا فاعل۔ اگر عقلی جذب و دفع کا تعلق ہے تو روح سے۔ اور اگر شرعی امر و نہی کا خطاب ہے تو روح کو۔ نہ جسم کو نیک کہا جا سکتا ہے نہ بد۔ نہ وہ زاہد ہے نہ فاسق۔ یہ امر دیگر ہے کہ بر بنائے تعلق قوی افعال و عوارضات روحی کا اثر جسم پر بھی ضرور پہنچتا ہے لیکن مخاطب و متکلم جو کچھ ہے وہ روح ہے روح عالم بالا کا ایک باشندہ ہے جو بحالت سفر اس مادی مکان میں مقیم ہے اور ہر وقت حُبِ وطن کی یاد میں بیقرار سفر اخروی کو تیار رہتا ہے۔ نہ اس جسد کے فنا سے اسکو فنا، نہ اسکی بقا سے وہ باقی۔ وہ اس سے ہزاروں سال قبل موجود تھا اور لاکھوں برس اسکے بعد بھی موجود رہیگا۔ اس سفر کا نام وجود و عدم۔ زندگی و موت۔ کون و فساد رکھا جاتا ہے۔ اور چونکہ ہر مسافر کی تکالیف سفر برداشت کرنیسے کوئی غرض و غایۃ ہوتی ہے خواہ وہ اُسکی طبعی غایت ہو۔ یا قسری اس مسافر کی بھی غرض ضروری ہے جسکی بناپر اسنے ایسا خلاف مزاج و اقتضاء طبعی سفر اختیار کیا۔ اور نور مطلق ہوتے ہوئے اس کدر و ملوث حجاب میں آیا جہانتک غور کیا جاتا ہے وہ مقصد و غرض صرف اپنی حقیقت کا عرفان اور شناخت ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری ہے کہ "ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون" جسکی تف
تمام محققین نے لیعرفون کی ہے یعنی نہیں پیدا کیا ہے جن و انسان کو مگر اس
کہ وہ معرفت حاصل کریں۔ گویا مقصد خاص اور غرض عظم خلق انسان کی عرفان ہے۔
کیوں نہو۔ ابتداء سے روح کو جن مختلف مثالوں سے واسطہ پڑا وہ حیرت انگیز
تعجب خیز تھیں۔ سب سے پہلے وہ مستہلک و معدوم تھی "کان اللہ ولم یکن م
شئی" فقط خدا کی ذات تھی اور کچھ نہ تھا۔ پہلا زمانہ شروع ہوا "اول ما خلق ا
نوری" سے یعنی وہ نور سے جو نور ذات سے منتزع و جدا ہوا ہے اسکا اضطرا
بیقراری جو کچھ بھی ہو وہ تھوڑا تھا۔ جسکی طرف جناب مولانا روم رح اشارہ فر
ہیں ؎

بشنو از نے چوں حکایت میکند۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ از جدائیہا شکایت میکند
کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ باز جوید روزگار وصل خویش

ذات پاک نے جب اسکو بیقرار و متوجہ الی الذات دیکھا تو ایک خاص امتحان
کیا۔ اگر اس امتحان میں پاس ہو جائے اور اس خطرناک سفر کو حسب ہدایت خدا
ختم کرے تو پھر وہی وصال و یگانگت پیدا ہو سکتی ہے اور وہ بھی اس لیئے کہ ا
کو شناخت کرے۔ وصال و فراق سے بے فکر ہو جائے۔ آنا جانا۔ فنا بقا سب
سمجھے۔ اور اُسکے زخم دل پر خطاب "نفخت فیہ من روحی" فرما کر اپنی ذات
یگانگت کا تعلق اُسکو حاصل تھا۔ بیان فرما کر مرہم رکھدیا۔ اب وہ خوش خوش جس
انسانی میں سما گئی۔ اور اس تکلیف کو راحت سمجھی اور خیال کیا کہ گو اُس "اللہ نو
السموات والارض" سے جدا ہوں مگر مجکو بیا متکلم اپنی طرف منسوب کیا جا
پھر فراق کے دن جس طرح ممکن ہونگے گزار دونگی اور پھر "کل شئی یرجع الی اصل

بموجب اُسی ذات کی طرف میرا رجوع ہو جائے گا۔ "والیہ المرجع والمآب" سُنا تھا یہ نہ معلوم تھا کہ اِس جسد سے متعلق ہوئی اور ہزاروں احکام اوامر و نواہی کی پابند ہوئی۔ کہاں وہ آزادی" واللہ غنی عن العلمین" کا مقام اور کہاں یہ عالم تکلیف و اعمال و افعال۔ پہلی تکلیف جو اِس جسم میں آکر اسپر وارد ہوئی۔ وہ اپنی اور ذات کی دوئی و بیگانگت کا اقرار تھا۔ یعنی خود کو بندہ اور ذات کو رب کہنا جیسا ارشاد ہے "الست بربکم قالوا بلیٰ" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے اقرار کیا ہاں تو ضرور رب ہے اور ہم تیرے مطیع بندے۔ یہاں سے اُس سفر کی ابتدا ہوئی اور چونکہ غایت و مقصد اِس سفر کا رجوع الی اللہ اور عرفان ذات تھا۔ یہ مسافر اگرچہ پہلے اپنے وطن "کنت کنزاً مخفیاً" سے سفر کرنا نہ چاہتا تھا۔ لیکن اب بعد جدائی اشتیاق وصال میں طبعاً اِس سفر کا مشتاق ہو گیا۔ اور جناب باری عز اسمہ کو چونکہ اِس عاشق صادق کا امتحان منظور تھا تو اسکے سفر کا مقام ایسا دلفریب تیار کیا گیا جسمیں ہر چیز دلربا ہو اور ساتھ ہی اُسکے دل میں اُن چیزوں کی طرف رغبت و توجہ موثر فرمائی گئی۔ ارشاد ہوتا ہے "زین للناس حب الشہوٰت (الآیہ)" اِس بستی کا نام جسکی طرف یہ مسافر آیا دنیا ہے اور اسکے نعماء یہ دلفریب اولاد و مال دنیا ہیں جب انسان میں دو قسم کی خواہشات رکھی گئیں نیک و بد۔ اور دونوں قسم کی اشیاء اُسکے واسطے مہیا کی گئیں تو لازم ہوا کہ اُسکو ایک خاص راہ بتلائی جائے۔ جسپر چلکر وہ اپنے مقصد تک پہنچے اور اُس راہ سے دور ہو جانیکے اسباب سے روکا جائے اور اُس راہ کو آسانی سے طے کرنے کے اسباب بتائے ہیں۔ اِس راہ کا نام مذہب ہے۔ اور اعمال مفیدہ سفر کو اوامر اور مضرہ کو نواہی کہتے ہیں۔ ارشاد ہوا "انا ھدینٰہ السبیل اما شاکراً و اما کفوراً"۔

خلاصہ اِس بیان کا یہ ہے کہ روح ایک مسافر ہے اور جسم اُسکی سواری اور مذہب راستہ

اور عرفان مقصود و غایت سفر۔ مذہب میں خلاصہ تعلیم مذہبی کا صرف اتنا نظر آتا ہے کہ مقصود سفر یعنی ذات باری عز اسمہ کی طرف روح کو توجہ ہے اور تمام علائق جسمانی سے تنفر و صدود۔ لیکن چونکہ جسنے اس سفر کو روح پر لازم و ضروری بنایا ہے وہ رحمٰن و رحیم ہے اور خود اسکو اقرار ہے کہ "ان رحمتی وسعت کل شیٔ" میری رحمت ہر چیز پر عام ہے۔ اسلیے وہ خواہشات نفسانی و جسمانی جو روح کی سواری جسد میں ودیعت رکھی گئی تھیں۔ اُن کا ایک ایک وہ دو مصرف ایسا بھی مقرر کیا گیا جو مذموم نہ ہو اور اس مسافر کو محض مجبور نہیں کیا گیا۔ مثلاً ایک بھوکے کو بالکل غذا سے روکا جاے یہ بہت دشوار و ناگوار ہے۔ بجاے اسکے اگر کچھ غذائیں ایسی تجویز کر دی جائیں جو اُسکو استعمال کرنی جائز ہوں۔ اور کچھ سے منع کر دیا جاے تو کسقدر آسانی ہوگی۔ یہی حال شرع کے حرام و حلال کا ہے۔ اگر بنظر غائر دیکھا جاے تو ایک فعل حرام و حلال میں صورتاً کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ بجز اسکے کہ ایک صورت کو خدا نے رحمت کاملہ سے جائز و حلال فرما دیا ہے۔ اور دوسری کو حرام۔ مثلاً نکاح و زنا میں یا ربو و بیع میں۔ اسپر بھی اگر بیچارا سادہ مسافر کسی ممنوع شے عمل یا قول کیطرف متوجہ ہو جاے تو اسکے بعد پھر رجوع الی اللہ اسکا کفارہ مقرر فرمایا اور توبہ نام رکھا جو صاف رجوع کا مرادف ہو سب سے پہلا کلمہ جسکا اقرار مومن اور انکار کافر بنا دیتا ہے۔ اقرار الوہیت باری عز اسمہ اور انکار وجود غیر کا پہلا سبق ہے۔ جب اسکا اقرار کر لیا تو خطاب "واللہ ولی الذین آمنوا" سے مخاطب بنایا گیا اور تمام وہ ذرائع بتاے گئے جو ترقی دیں و مضرت عبدیت کی دور کریں۔ اور اُن علائق کو جو بحیثیت جسد دنیاوی عارض ہوتے ہیں انسان سے رفع کریں تفصیل کا موقع یہاں نہیں ہے۔ لیکن مختصراً ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ طہارت نجاسات ظاہری سے اور توجہ الی القبلہ و اظہار نیاز و حضور قلب و ترک خواہشات نفسانی و ترک محبت مال و ترک وطن و مالوفات کی بجز نماز روزہ و زکوٰۃ و حج کا لب لباب اور کچھ نہیں ہے

اگرچہ یہ تمام اعمال بظاہر جسد سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن ایک ذی فہم کے نزدیک سب کا تعلق خاص اُسی روح علوی سے ہوتا ہے اور اظہار فعل عضائے جسد ہی ہے چنانچہ بڑی دلیل اسپر یہ ہے کہ ابتدا ان تمام افعال کی اور موقوف علیہ اعمال کا ایمان ہے جو تصدیق قلبی کا نام ہے ۔ نیز یہی اعمال وافعال گو بظاہر پورے اطمینان وتمکین سے پورے کیے جائیں۔ لیکن قلب و روح غیر متعلق ہو تو لغو وفضول شمار کیے جاتے ہیں جیسے نماز بلا حضور قلب ۔ اگرچہ بظاہر ارکان نماز کامل ہوں مگر حکم لا صلوٰۃ الا بحضور القلب اسپر وارد ہے یا ریا سے کوئی شخص خاص کعبۃ اللہ میں بھی نماز ادا کرے تو مقبول جناب باری نہیں۔ اور اگر روح وقلب متوجہ الی اللہ ہیں اور کسی وجہ وجیہ سے ارکان اسلام میں کوئی کمی باقی رہجائے تو عندالشرع مقبول ہے جیسے کہ بیمار ومجبور کی نماز بیٹھکر یا لیٹ کر یا تیمم کی نماز بلا رکن وضو یا استقبل قبلہ کی نماز تحری سے مقبول ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمام تعلیمات مذہبی کا مدار توجہ روحی وقلبی پر ہے اور یہ توجہ الی اللہ روح کی فطری وطبعی ہے ۔ اسی لیئے ارشاد جناب ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے "کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ اوینصرانہ" ہر بچہ اپنی فطرۃ اسلامی پر پیدا ہوتا ہے ۔ اسکے ماں باپ یہودی یا نصرانی بنا لیتے ہیں۔ چنانچہ علماء حقانی کا صحیح مذہب ذراری مشرکین کے بارہ میں یہی ہے کہ بربنائے فطرۃ اسلامی وہ مغفور ہیں اور اسلام اسی فطری اقرار وپاکی وتعلقات روحی کو ترقی دینے کا نام ہے جیساکہ بیان کیا گیا ۔ جسکا نتیجہ ہم یہ نکال سکتے ہیں کہ تصوف جسکا مقصد اخلاق اللہ سے متصف ہونا ہے یعنی عرفان ذات وصفات وتنزیہ وپاکی وغیرہ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ زوجہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے حضور کے اخلاق کا سوال کیا توآپنے ارشاد فرمایا "کان خلقہ القرآن" یعنی حضور صلعم کے اخلاق قرآن تھے ۔ خواہ یوں کہا جائے کہ اخلاق محمدی صلعم موافق احکام قرآنی تھے ۔

باقی قرآن پاک کے اخلاق عظیمہ کا بیان ہے۔ بہرحال منجملہ صفات خاصہ جناب سرور عالم صلعم
"انک لعلیٰ خلق عظیم" ہی ارشاد ہے جو صاف بتلاتا ہے کہ جسقدر قرب الہٰی ہو
زیادہ اُسیقدر اخلاق عظیم ہوتے ہیں۔ اور یہی ظاہر کرتا ہے کہ اسلام کا مقصد اعظم
انہی اخلاق سے متصف بنانا ہے۔ اور یہی تصوف کا منصب ہے۔ پس اسلام کی تعلیم
اور فطرۃ انسانی کا مقتضا بعینہ تصوف کا مقصود ہے۔ اور کیوں نہو کہ تمام تر اسلامی
تعلیم کا روحانی ترقیات پر ہے اور تصوف کا موضوع بحث اور اسکے مسائل سب
اسی سے متعلق ہیں۔ اگر تصوف کے مسائل پر غور کیا جائے تو ظاہر ہوگا کہ علاوہ ان
ابواب کے جو معمولاً ہر فقہ کی کتاب میں مندرج ہیں۔ مثلاً باب الطہارت باب الصلوٰۃ
باب الصیام وغیرہ وغیرہ۔ کچھ ابواب زائد اس علم میں تحریر کیئے گئے ہیں۔ مثلاً باب التوکل
باب الحب۔ باب البغض فی اللہ باب الذکر باب الفکر۔ باب الرضا۔ یہ اُن اعمال کے
متعلق ہیں جنکا عمل کرنا تصوف میں سکھایا جاتا ہے۔ اور چند ابواب منہیات سے
بچنے کے طریقوں پر شامل ہوتے ہیں۔ مثلاً باب الریا۔ باب الغضب وغیرہ۔ اب ہمیں
یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے دین اصول کتاب و سنت میں بجز ارکان اسلام نماز روزہ حج
و زکوٰۃ کے اور امور بھی مامور و منہی عنہ ہیں یا نہیں؟۔ جب ہم اسپر غور کرتے ہیں تو نظر
آتا ہے کہ اگر ارکانِ اسلام ظاہری کی بابت دس جگہ امر یا نہی وارد ہے تو اعمال روحانی
و عقائد قلبی کے واسطے خدائے پاک نے سیکڑوں بار انہیں امر و نہی کے صیغوں سے
حکم فرمایا ہے توکلوا واذکروا واشکروا۔ لا یغتب بعضکم بعضاً غرض تمام
وہ امور جنپر علم تصوف میں بحث کیگئی ہے۔ قرآن پاک میں نہایت تاکید سے بالفاظ
امر و نہی مذکور ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ جس طرح صلوا وصوموا۔ امر کے صیغے
ہوکر نماز روزہ کو فرض ٹھیراتے ہیں اذکروا اللہ واشکروا۔ وتفکروا وتوکلوا امر کے
صیغے ہوتے ہوئے۔ کیوں ان اعمال کو فرض نہیں کرسکتے۔ اور اگر یہ بھی ویسے ہی فرض و

حرام ہیں جیسے نماز و روزہ و زنا و چوری تو جس طرح فقہا نے محض اعمال ظاہر کو چھانٹ کے مدون و مبوب کیا اور اسکا نام فقہ رکھا۔ اسیطرح صوفیہ نے مذہبی تعلیم سے اعمال قلب و روح کو استنباط فرماکر جداگانہ علم مدون فرمایا۔ اور تصوف اسکا نام رکھا یعنی تصوف کو دین اسلام سے بعینہ وہی نسبت حاصل ہے جو فقہ و اصول فقہ کو۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ اُسکو فقہ ظاہر اور اسکو فقہ باطن کہدیں۔ یا فقہ عبادات بدنی و معاملات اُسکا اور فقہ عبادات روحی و قلبی و عقائد اسکا نام رکھیں بلکہ فقہا نے اعمال باطن کو اپنی تصنیفات سے چھوڑ دیا ہے اور صوفیہ نے موضوع فقہ عبادات بدنی و اعمال ظاہر کو بھی ترک نہیں فرمایا۔ اور ان اعمال میں جو باطنی رموز و اسرار تھے وہ بھی بیان فرمائے ہیں۔ احیاء العلوم میں حضرت امام غزالی رح تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص اعمال باطن کو ترک کرکے محض اعمال ظاہر میں مشغول ہوا اُسنے دین کے نناوئے درجات کو ترک کرکے ایک پر عمل کیا۔ لیکن چونکہ حضرات فقہا کا یہ مقصد اُنکے ترک سے نہ تھا بلکہ جیساکہ ہم ابتدائے مضمون میں عرض کرچکے ہیں حضرات تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مختلف احکام و تعلیمات مذہبی کے شعبوں کو بغرض تدوین و تکمیل اختیار فرمایا تھا اور دوسرے شعبوں کو دوسرے حضرات کے اطمینان پر چھوڑ دیا تھا۔ اور خود تمام کامل تعلیم پر عامل تھے آج البتہ ایسے حضرات پیدا ہو گئے ہیں جو ایک شعبہ کا علم پڑھکر اپنے کو پوری تعلیم دینے کا کامل اور دوسرونکو ناقص تجویز فرماتے ہیں۔ اور خدا جانے کن آنکھوں سے قرآن و حدیث کو پڑھتے ہیں کہ اُنکو اپنی منشا کے سوا دوسرے علوم کے موضوع و مسائل نظر نہیں آتے اسقدر جسارت کہ قرآن کی تاکیدی تعلیم کے ایک حصہ کو دین سے جدا اور اسلام سے خارج شمار کرتے ہیں۔ خدا ان پر اور ہم پر رحم فرمائے۔ اور راہ مستقیم شریعت محمدی دکھلائے۔ و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ و اصحابہ اجمعین ٭

حکمت و موعظت

(از جناب مولوی شیخ نورالدین صاحب تاجر پرم گوجرانوالہ)

رنج و راحت

خدا تعالیٰ نے رنج و راحت کے اسباب ایسے پیدا کیے ہیں جنکو بنظر غور و تعمق دیکھنے سے اُس کی بڑی قدرت ظاہر ہوتی ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا بڑا موقع ملتا ہے۔ بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ ایک امیر کبیر کو ہر طرح کا آرام و آسایش حاصل ہے مگر وہ کسی مرض مہلک میں مبتلا ہے یا کسی دوسری قسم کے غم و ہم میں گرفتار ہونیکے باعث ہر وقت گریاں و نالاں رہتا ہے اُسکے اعزہ و اقارب مال و متاع اعوان و انصار اسکا رنج و قلق مبدل بہ راحت و فرحت نہیں کر سکتے کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے کہ ایک غریب و مفلس شخص کو آرام و راحت سے زندگی بسر کرنے کا ایسا سامان غیب سے پیدا ہو جاتا ہے جو بیان سے باہر ہے۔ اسی بنا پر قرآن کریم فرماتا ہے وانہ ھو اضحک وابکیٰ (پ ۲۷- س النجم ع ۳) اور وہی ہنساتا اور رُلاتا ہے ✦

✦

دنیا کی آسودگی و خوشحالی بے حقیقت ہے

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے گھر میں ایک مہمان آیا اُس وقت گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ آپنے ایک یہودی سے کچھ آٹا قرض لینے کو بھیجا۔ مگر اُس یہودی نے صاف جواب دیا کہ جب تک کوئی چیز گروی نہ رکھی جائے میں قرض نہیں دینے کا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس یہودی کا جواب سُنکر رنج ہوا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان میں مجھے صاحب اعتبار کیا ہے اگر وہ کوئی چیز گروی رکھنے کے بغیر آٹا قرض دیتا تو میں ضرور اُسکا قرضہ ادا کر دیتا۔ بالآخر آپنے اپنی زرہ گروی رکھنے کو دی۔ غور کرو۔ دنیا کی ثروت و دولت اور آرام و آسایش

بے حقیقت چیز ہے۔ ارباب بصیرت اسپر کچھ التفات نہیں کرتے۔ کیونکہ نیک لوگوں کے لیئے عاقبت میں جو کچھ خداوند تعالیٰ نے ابدالآباد کے لیئے رکھا ہے اسکے مقابلہ میں دنیا کی چندروزہ ثروت و خوشحالی محض بے حقیقت ہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دنیا کی خوشحالی کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت ہوتی تو کسی منکر شریعت کو پینے کے لیئے آب زلال کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتا۔ اسی بنا پر خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔ ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منہم زھرۃ الحیٰوۃ الدنیا لنفتنہم فیہ ورزق ربک خیر وابقی۔ (پ ۱۶ س طٰہٰ ع ۸/۲) اور اے پیغمبر ہم نے جو مختلف قسم کے لوگوں کو دنیاوی زندگی کی رونق کے سازوسامان استعمال کے لیئے دے رکھے ہیں کہ ان کو انکے حال میں آزمائیں تم اپنی نظر ان پر نہ دوڑانا اور تمہارے پروردگار کی دی ہوئی روزی یعنی ثواب آخرت اس سے کہیں بہتر اور پائندہ تر ہے ؏

نفسانی خواہشیں دوزخ کا سیدھا راستہ ہیں

نسائی اور ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت و دوزخ کو پیدا کیا تو جبریئل علیہ السلام نے عذاب دوزخ کے مصائب و شدائد دیکھکر حضرت احدیت میں عرض کیا کہ یا اللہ! جب دنیا میں بنی آدم انبیائے کرام علیہم السلام کی معرفت عذاب دوزخ کے ان مصائب و شدائد کا حال سنیں گے تو وہ دوزخ سے بچنے کی بے حد سعی و کوشش کرینگے۔ شاید دوزخ کے عذاب کا کوئی بھی فرد بشر مستوجب نہ ہوگا پھر اللہ تعالیٰ نے جبریئل علیہ السلام کو وہ لذائذ دنیوی دکھلائیں جنکے سبب سے لوگ مستوجب عقوبت ٹھیرینگے۔ اسپر جبریئل علیہ السلام نے عرض کیا۔ یا اللہ! اب تو

مجھے یہ خوف ہے کہ شاید بنی آدم میں سے بہت کم لوگ دوزخ سے نجات پائینگے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نفسانی خواہشوں میں پھنس کر عقبےٰ سے غافل ہو جانا ہی گویا دوزخ کا سیدھا راستہ ہے فاعتبروا یا اولی الابصار +

+

تقویٰ کے کیا معنی ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک دن پوچھا تقوے کے کیا معنی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ کبھی تمہارا گذر ایسے رستے سے ہوا ہے جس میں ہر طرف کثرت سے خار و درخت ہوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ حضرت ابی بن کعب رض نے پوچھا۔ پھر تم نے وہاں کیا کیا؟ حضرت عمر رض نے جواب دیا۔ ہر طرف سے اپنا دامن سمیٹ کر اپنے کپڑوں کو کانٹوں سے بچایا۔ حضرت ابی بن کعب رض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اسی طرح بچنے کو تقوےٰ کہتے ہیں۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی شخص متقیوں کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک بے ضرر کی چیز کو ضرر والی چیز کی دہشت سے نہ چھوڑے۔ قرآن کریم میں متقیوں کی علامات یوں مذکور ہیں:۔ الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون ہ والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون ہ (پ ۱ س البقرۃ ع ۱) جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور جو کچھ ہم نے اُنکو دے رکھا ہے اُسمیں سے راہ خدا میں بھی خرچ کرتے ہیں اور (اے پیغمبر) جو کتاب تم پر اُتری اور جو تم سے پہلے اُتریں۔ اُن سب پر ایمان لاتے اور وہ آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں +

تم بن رتیاں نہیں کٹتیں

(از جناب مولوی مقبول احمد صاحب نظامی فطرتی)

پیارے سیاں، راج دُلارے سیاں، ہم آجتک اسی الجھن میں ہیں کہ تم تک پہنچنے کا کیا ذریعہ ہے، کوئی کہتا ہے سر کے بل چلکر اُنسے ملو۔ ترک لذات اور ترک تعیش سے اُنکو قابو میں لایا جا سکتا ہے، کسی نے کہا۔ رتوں کو جاگو آنکھوں کو بند نہ ہونے دو۔ وہ آنکھوں والے ہیں۔ بند آنکھ والے کے پاس نہیں جاتے، جاگتے ہیں جگاتے ہیں، ہوشیدہیں، ہوشیاری کو پسند کرتے ہیں کوئی بتاتا ہے کہ ان دونوں باتوں کا اثر اُنپر نہیں، چلتے پھرتے۔ لحہ لحہ گھڑی گھڑی، اُنکے تصور میں گزارو۔ اُنکے خیال میں رہو۔ وہ اس سے خوش ہوتے ہیں، مگر یہ تصور کی بحث ہمیں پسند نہ آئی، تصدیق نہو تو تصور سے کیا نتیجہ، خود ان سے جب اُن کے ملنے کا رستہ دریافت کیا گیا تو کچھ اور ہی پتہ لگا۔ فرمایا کہ تم کو ان مطالبات کا حق ہی کیا ہے۔ کیوں ناحق کی شوراشوری ہے، نوکر، غلام، چھوکرے، آقا سے ملنے کا آرزومند ہے۔ غلاموں کو خدمت سے سروکار۔ ملنا۔ اور ملنے کی خواہش ظاہر کرنا۔ بیہودہ بکواس اور بساط سے زیادہ مطالبہ ہے۔ جس دن ذرا جھلک دکھادی۔ ساری نوکری چاکری بھول جاؤگے اور یہ ٹکڑے کا سہارا بھی کھو بیٹھوگے، چھوٹا منہ بڑی بات، ہوش میں آ۔ اور اپنی قدر پہچان۔ جانتا ہے۔ اور ہمارے حسن بلا خیز کے اثر کا حال سُن چکا ہے۔ اسپر بھی ہوش میں نہیں آتا۔ انسان جس رستہ میں کھٹکا دیکھتا ہے۔ اُس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن خدا جانے تو کیسا انسان ہے کہ جان بوجھکر آفت میں پڑنا چاہتا ہے شاید موت نے دھکا دیا ہے، بیشک ہم ہوشیاروں کو پسند کرتے ہیں۔ سوتی آنکھ پیاری نہیں، لیکن یہ امر ہم سے ہی مخصوص نہیں، ہر آقا اپنے غلام کو ہوشیار

دیکھنا چاہتا ہے، ہر ملازم کا مستعد رہنا اسکا فرض اولین ہے، یہ نہ کوئی کمال نہ ہم پر احسان وعنایت،

ہمارے ملنے کا رستہ او مشتِ خاک جاگنا نہیں

سچ ہے کہ سرکے بل چلکر ہمارے دربار میں حاضر ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ بھی تمہارا فرض ہے، ہر غلام کو اپنے آقا کے حضور یوں ہی جانے کا حکم دیا گیا ہے ✦

رہا یاد کرنا اور ہر لحظہ ہمارے دھیان میں مستغرق رہنا، یہ بھی کوئی حجت ودلیل نہیں۔ غلام اور ملازم اگر آقا کا خیال ہر وقت نہ رکھے تو پھر کس کام کا ہے۔ جب ہم تمہارا خیال کرتے ہیں۔ تیری ہر حالت کے نگران اور تیری سختی نرمی کے وقت کام آتے ہیں۔ تو تو ہی کون بڑا کام کرتا ہے۔ جو ہماری یاد میں ہر دم محو رہتا ہے۔ آئے واہ رے! تم کو ہر گھڑی دھیان میں رکھتے ہیں۔ تمہارے خیال میں مستغرق ہیں، محکوم بندے اپنے فرائض کی ادائیگی پر غرہ کس لیئے۔ یاد نہیں جب تو پیدا ہوا تھا تو کیا تھا۔ تجکو اپنے نیک وبد کا مطلق ہوش نہ تھا۔ اپنی تکلیف وراحت کو محسوس نہ کرسکتا تھا۔ تو یہ بھی نہ جانتا تھا کہ کون کونسی چیزیں تجکو نقصان پہنچا سکتی ہیں اور کونسی نفع۔ تجکو تمیز نہ تھی کہ انکی اچھی بُری حالت کا اندازہ کرسکے۔ تجکو باوجود خواہش ہونیکے تکمیل کے ذرائع حاصل نہ تھے ✦

ہم نے تیری تکلیف کو دیکھا۔ تیری خاندانی خدمات کو یاد کیا۔ اور تجکو راحت دینے والے تمام سامان مہیا کردیئے۔ پھر وقت پر سُلایا وقت پر کھلایا۔ جب تو نے اس حالت سے ذرا تجاوز کیا تو تجھے خواہشات کے لیئے الفاظ دیئے، ہم تجھ سے غافل ایک دم نہ ہوئے کیونکہ ذرائع ابھی تیری دسترس سے باہر تھے ✦

اس کے بعد تیرا ایک اور دور شروع ہوا۔ جس میں نت نئی اُمنگیں تھیں خواہشوں کا بے پایاں سمندر تجھ میں لہریں لیتا تھا لیکن کیا تو نہیں جانتا کہ گو تجکو خواہشات

کی تکمیل کے تمام ذرائع بتا دیئے گئے تھے۔ تاہم تو انکی تکمیل کے لیئے ہمارا محتاج تھا
پھر کیا ہم نے تجھکو کسی وقت فراموش کیا۔ تیری خواہشات کو روکیا۔ پھر کیفیات انحطاط
پر نظر ڈال۔ جبکہ تو اپنے سنبھالنے سے بھی قاصر تھا۔ بول۔ او۔ خاکی نژاد کہ ہم نے
تیری یاد زیادہ کی یا تو نے ؟ ہم نے تجھپر احسان زیادہ کیئے یا تو نے۔ اور بتا ؟ کہ تو نے
حق المعنت ادا کیا۔ یا نہیں +

جمال دکھا دو کی رٹ لگانیوالی بیوقوف ہستی! اب تو کہہ کیا کہتا تھا۔ کیا اب بھی تجھ میں
مانگنے اور ملنے کی خواہش کی جرأت باقی ہے۔ اگر ہے تو حقوق ثابت کر، یہ تمام عالم
کا قانون ہے کہ جب کچھ مانگتے ہیں تو اُسکے اسباب و توجیہات کو مشرح کرکے
دکھلاتے ہیں۔ حقوق کی بحث کرتے ہیں، اتنا بڑا مطالبہ سرسری طور پر کرتے ہیئے
شرم نہ آئی +

سُن۔ ہم نہ رات کے جاگنے سے ملتے ہیں نہ ترک تعیش سے نہ ہر وقت کے
تصور میں ہمارا پتہ ہے اور نہ زیادہ خوشامد و چاپلوسی میں، ہماری سرکار ان تمام باتوں
سے بے نیاز ہے +

ہم شان والے ہیں۔ شانوں والا ملتے ہیں۔ ادا نواز ہیں۔ اداؤں والے کو پسند
کرتے ہیں، کچھ ادا پیدا کر۔ پھر دیکھ کہ ہم ملتے ہیں یا نہیں، تصور سے کام نہ لے،
تصدیق کی طرف مائل ہو +

ہواؤں میں تلاش نہ کر۔ پھولوں کی خوشبو میں نہ سونگھ۔ بلبل کی ترنم ریزی میں
جی نہ لگا۔ سبز پتوں میں نہ ڈھونڈھ، لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد، کے افسانے، نہ دیکھ

. . . .

نہیں نہیں۔ میں نہ مانوں گا۔ ابھی دکھا دو۔ ذرا سی جھلک ہی سہی۔ اب تم بن رتیاں
نہیں کٹتیں۔ سرکار نوکری بھی تو اسی امید پر کی تھی کہ کبھی نہ کبھی زیارت نصیب ہوگی۔

کوئی گھڑی تو سرکار عالیجاہ درشن دینگے۔

ذراسی بندوں کی، غلاموں کی، چھوکروں کی، نوکروں کی، آرزو بھی پوری کر دیجئے آخری گھڑیوں میں تو نامراد نہ جائیں۔ اس ساعت میں نامراد اُٹھنا ظلم ہے۔ ستم ہے نورانی سبز شعاعوں کی بارش فرما دیجئے سبزی علامت رحمت ہے۔ تقویت بصر کا ذریعہ ہے۔ کیا عجب جو کچھ روشنی پیدا ہو جائے۔ ذرا خیال تو فرمایئے کہ یہ آپ کی نورانیت۔ یہ جمال۔ جلال کی تجلیاں آخر کس دن کام آئیں گی؟ کب تک نگاہ پردے میں رکھیئے گا۔ نعمت تقسیم کے لیے ہوتی ہے تنہا لطف اُٹھانے کے لیے نہیں۔ تیرے نام کے تیرے کام کے قربان، ذرا تو توجہ کر، بانکے۔ البیلے رسیلے۔ متانے ساقی ہاں!

ہاں برس ابرِ کرم دیر نہیں یہ اچھی
کہ نہ ہونے کے برابر ہوا ہونا اپنا

ہم کو غلامی سے کب انکار ہے، بندہ بے دام ہونے سے کہاں گریز ہے۔ لیکن بندہ نواز غلاموں کا بھی تو دل ہی ہے۔ خواہشیں تو وہ بھی رکھتے ہیں۔ کیا ہوا جو حق الخدمت ادا نہیں کرتے، ہیں تو تمہارے ہی۔ اپنے ہونے کی نسبت کا واسطہ اور اپنے غلام ہونے کے نام کی لاج رکھیئے۔ اگر سرکار خیال نہ کرتے تو کون کرتا۔ سرکار کی چوکھٹ سے نکلکر کہاں جائیں۔ قصور معاف احسان جتا کر ہم غلاموں سے کیا مانگا جاتا ہے یہاں کیا رکھا ہے؟ جان ہے تو جب فرمایئے نذر کر دیں۔ عذر کریں تو چور کا حال سو ہمارا۔ طالب دیدار ہیں، حضور نے ایک جلسہ میں یوں فرمایا تھا کہ مانگو میں دوں گا۔ سو جناب ہم آپ ہی کو مانگتے ہیں۔ انکار نہ کیجئے۔ نہ آیئے۔ لیکن ذراسی جھلک تو دکھا دیجئے۔ میں ... جانتا ہوں جلوۂ بے پردہ ہے کاشانہ سوز +
آپ کیوں پرانے واقعات کو یاد دلا کر ڈراتے ہیں۔ ان باتوں سے ڈرنے والے نہیں۔

بلا سے ہم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ نوکری رہے یا جائے۔ مریں جئیں۔ تڑپیں لوٹیں جل جائیں آپ فکر نہ کریں۔ کسی رونے والی آنکھ کا واسطہ کسی کے تڑپتے ہوئے لاشہ کا صدقہ آخری گھڑی میں نہ ترسایئے۔ نہ آیئے۔ کیوں آنے لگے، آپ تو فرماتے تھے کہ ہم کو تیرا بڑا خیال ہے۔ پھر کیوں نہیں آتے۔ گستاخی معاف۔ آقا اور غلامی کے تعلق کو تو ملحوظ نظر فرمایئے اور ذرا سی جھلک دکھا دیجئے۔

ہاں ہاں ۔ کاہے کو آوگے مورے بالم

تمہارے گاہک تو بہت۔ مال والے ہیں خدمت والے ہیں۔ نذر دینے والے ہیں پھر ہمارے خیال کرنے کی کیا ضرورت۔ ہم نیازمند آپ بے نیاز۔ آپ بے پروا۔ ہم حاجتمند۔ کہاں فقیر بینوا۔ کہاں سلطان ذی شان۔

اوہ رے فطرتی۔ چاروں کی محبت میں کسقدر باتیں بناتا ہے۔ نہ کیا لگا یا۔ ساتھ کھانے کو آئے۔ جھوٹے اجرتی کہتا ہے کہ نوکری تمہارے دیکھنے کی خاطر کی تھی پھر ہر مہینہ تنخواہ کا تقاضا کیوں تھا۔ باغوں کے رہنے کی خواہش نہروں اور آبشاروں کے نظارے کی طلب کیوں تھی، جب کبھی یاد کیا دودھ اور میٹھے کی نیت پہلے کر لی تاہم تیری فرد گزاشتوں کا خیال کرنے کی عادت ہم میں نہیں۔ یہ سب باتیں تو تمہاری تنبیہ کے لیئے تھیں۔ ہم تو تیرے پاس ہیں۔ کیوں بے چین ہے +

گو تو غلام ضرور ہے۔ پر ہم میں تو تجھے آقا بنانے کی قدرت ہے۔ فقط اپنی ہستی کی حقیقت دریافت کرلے اور بس پھر ہم میں اور تم میں کوئی دوری نہ رہے گی۔ اور کیا عجب ہے جو ہم اور تو ملکر ایک ہی ہو جائیں +

تحمید و تقدیس

(از حضرت بانی مولانا مولوی محمد کامل صاحب نعمانی قدس سرہ)

لَبَدِیْ بِحِجَابِکَ مُکْتَئِبٌ	پردے سے ترے دل پاک ہوا
دَمْعِیْ بِدَمَائِیْ مُنْسَکِبٌ	یہ آنسو لہو کے ساتھ بہا
یَوْمِیْ لَیْلٌ نُوْرُ الْبَدْرِ	جو دن تھا یہ اور رات ہوئی
عِنْدِیْ بِسَوَادٍ مُنْتَسِبٌ	اور چاند کا نور سیاہ ہوا
اَیْنَ النَّوْمُ اَیْنَ الرَّوْحُ	مجھے نیند کہاں ہے چین کہاں
مَادَامَ جَمَالُکَ مُحْتَجِبٌ	جب تک تو رہے گا مجھ سے جدا
لَیْسَ الْعَمَلُ الْحَسَنُ عِنْدِیْ	میرے پاس کوئی سے نہیں نیکی
تَوْحِیْدُکَ بَذْلُ مُحْتَسِبٍ	توحید تری ہے بدل سبکا
اِنْ کَانَ وِصَالُکَ بِالْمَوْتِ	گر وصل ترا ہو مرنے پہ
جَسَدِیْ بِالْحَسْرَۃِ مُنْتَکِبٌ	حسرت سے پھیکا بدن مرا
اَرِنِیْ بِحَیَاتِیْ جَلْوَتَکَ	دکھلا مجھے جلوہ جیتے جی
جَسَدِیْ مَعَ رُوْحِیْ یَضْطَرِبُ	تن من سے مجھکو پاک بنا
اِنِّیْ وَجَّہْتُ لَکَ وَجْہِیْ	جب سے لگی تری لو مجھکو
مِنِّیْ مَا دُوْنَکَ مُجْتَنِبٌ	تو سوا تیرے سب سے کنارہ ہوا
عَیْنِیْ اِلٰی بَیْتِکَ بَاصِرَۃٌ	یہ نگہ مری ہے تیری جانب
جَسَدِیْ لِوِصَالِکَ مُنْتَقِبٌ	یہ ہے تن مرا ملنے کو تیرے کھڑا
لِلْکَامِلِ حُبُّکَ رُوْحِیْ	کامل کو ہے روحی چاہ تری
بَعْدَ الْمَوْتِ لَا یَنْسَلِبُ	جب مرگ بھی اس سے نہ ہوگی جدا

نعت

وحدت نشاں پیدا ہوا

(از جناب مائل دکنی)

چمکا ہے یوں نور سعد + روشن ہیں برج بام و در + بیپر فدا انور ـــــ + جس سے خجل شمس قمر
ہے کس کی آمد کا اثر + ہوتا ہے کون جلوہ گر + ہر گھر تجلی گاہ ہے لہر

مرحبا ہے موسیٰ کی نظر

ظاہر ہوا مہر طرب + ظاہر ہوا امی لقب + ظاہر ہوا کل کا سبب + ظاہر ہوا عالی حسب
ظاہر ہوا والا نسب + ظاہر ہوا ماہ عرب + ظاہر ہوا محبوب رب

وحدت طلب خیر البشر

پیدا ہوا شاہ شہاں + رونق دہ کون و مکاں + زینت وہ دو جہاں + عقدہ کشائے کن فکاں
سر نہاں عین عیاں + فخر زماں رطب اللساں + رونق رواں آرام جاں

چمکا ہے میرے دل میں گہر

غیب آشیاں پیدا ہوا + وحدت نشاں پیدا ہوا + کثرت مکاں پیدا ہوا + راحت رساں پیدا ہوا
شیریں بیاں پیدا ہوا + شیریں زباں پیدا ہوا + شیریں دہاں پیدا ہوا

پیدا ہوا رشک قمر

عاشق تیرے سب مہ لقا + عاشق تیرے سب دلربا + عاشق تیرے سب اتقیا + عاشق تیرے سب اصفیا
عاشق تیرے سب اولیا + عاشق تیرے سب انبیا + عاشق ہوا خود ہی خدا

دل دیدیا منہ دیکھکر

کفرات کیوں بیدم رہے + یہ کیوں نہ مٹی میں ملے + صورت نہ کیوں اسکی چھپے + اب کیوں نہ اسکا سر کٹے
سر ہا برہنہ دوڑ سکے + آیا ہے لڑنے کیلئے + گردوں ہلال و مہر ہے

بازینت جوہر تیغ و سپر

کیا خوب کیا او آن ہے + کیا جامہ کیا پوشاک ہے + کیا چست کیا چالاک ہے + کیا شوخ کیا سفاک ہے

کیا اللہ بے باک ہے + کیسا شہ لولاک ہے + دل پاک ہے منہ پاک ہے

بے عیب ہے بے عیب

قصیدہ

در مدح جناب سردار الاولیا شیر خدا اسد اللہ الغالب [illegible] امام الاصفیا

و مشکل کشا اہل بیت [illegible] حیدر صفدر حضرت ابوالحسن علی مولانا [illegible]

مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الشریف

از جناب مولانا حکیم محمد [illegible] صاحب [illegible] نادری امروہی

اے مصدرِ نور قدم دریائے فیضانِ خدا
اے مخزنِ علم لدن اے منبع جود و سخا

اے سید الانسب و مفخر عالی نسب
اے باعث عز عرب شاہ نجف شیر خدا

اے مرکزِ قرب خدا اے حاملِ اسرار حق
اے منتہائے فقر و دیں سردار جملہ اولیا

تو جانِ جملہ عالمی تو مقصد مطالبی
تو مدعائے مرسلی تو مرکز فقر و غنا

تو اولیا را افسری تو اصفیا را سروری
تو انبیا را دلبری اے مظہر نور خدا

تو [illegible] بہشتیاں تو طوطی باغ جناں
تو [illegible] تو مدعا

تو عرش حق را زیوری تو از ملائک برتری
تو حیدری و صفدری تو سرو عالم را بہا

تو سرو باغ احمدی تو وجہ پاک سرمدی
[illegible] آمدی [illegible] علم رضا

تو شمع [illegible] قضا تو شاہ تسلیم و رضا
تو [illegible] خدا مصداق سورہ ہل اتیٰ

مولا توئی ثقلین را آقا توئی دارین را
مقصد توئی کونین را اے بوالحسن اے مرتضیٰ

شاہِ رسالت بہرِ این اَنْتَ اَخِیْ فرمودہ است — یک جان بدی تو ؛ یا نورِ پاکِ مصطفےٰ
نامت نہادہ بوتراب از جوشِ الفت مصطفےٰ — خورشید ذرہ پروری لیکن تو اے شمس الہدیٰ
فرمود احمد مرترا مَنْ کُنْتُ مَوْلیٰ درجہاں — مولائے ہر مومن شدی روحی فداک ای مجتبیٰ
احمد بود شہرِ حکم تو بابِ شہرِ محترم — اسرار جملہ بیش و کم ظاہر بتو شد از خفا
بر آستانت جبہہ سا باشند جملہ اولیا — اے از برائے دردِ دل خاکِ درت خاکِ شفا
سیراب جامت ملولیں خاکِ درِ تو آخریں — اے خادمت روح الامین روشن گر علمہا
سلمان را دادی نجات از دستِ شیر خوار اسد — این بندہ بیچارہ را از دام غم ہم کن رہا
بیچارہ ام تو چارہ کن افتادہ ام دستم بدہ — ما را توئی فریاد رس اے دردمنداں را دوا
از غم شدم من نیمجاں کس نیست کو بدہد اماں — اے چارہ بیچارگاں راہم نما سوئے خدا
تو یا علی شیرِ خدا من مبتلایم در بلا — چشمِ کرم برحالِ ما اے شاہِ دیں مشکل کشا
امیدہا دارم بتو نازم بہ لطفت یا علیؑ — محروم از درگاہ تو ہرگز نشد کس در سرا
برحالِ زارِ من کرم اے مصدرِ جود و کرم — راہم نما سوئے خودم اے رہنمائے رہ
اسرار ذ خاکِ راہِ تو افلاک پست از جاہِ تو — دارین خاطر خواہ تو اے مخزنِ شانِ بدیع

اے حبیبِ خدا خبر لیجے

(از جناب مولوی محمد ناصر صاحب ناصر دہلوی)

میری قسمت کا اٹھ گیا آرام — غم کے ہاتھوں سے زندگی ہے حرام
بیقراری سے صبح ہوتی ہے — روکے کٹتی ہے [illegible]
جان غمگیں ہے درد کی منزل — قلب بیتاب [illegible]
مجکو مجنوں "خواص" کہتے ہیں — مجکو دیوانہ جانتے [illegible]

جینے دے گا نہ چرخِ کج رفتار — مار ڈالے گی گردشِ ایام
نہ فقط ہے جان کا دشمن — میرے حق میں ہے بحر و بر صمصام
دوست مجھکو عدو سمجھتے ہیں — اور عدو مجھکو دیتے ہیں دشنام
ہے مخالف زمین بھی میری — میرا دشمن ہے چرخِ نیلی فام
موت اچھی ہے ایسے جینے سے — مجھ پہ ناحق ہے زیست کا الزام
اے حبیبِ خدا خبر لیجے — ہے پریشان آپ کا یہ غلام
آپ کا نام درد و غم کی دوا — آپ کی ذات امید گاہِ انام
آپ کا رحم زندگی کی دلیل — آپ کا قہر موت کا پیغام
آپ شاہِ جہان میں محتاج — آپ بحرِ کرم میں تشنہ کام
کس لیے پھر رہوں میں اب مضطر — کس لیے پھر رہوں میں ناکام
آپ دونوں جہاں میں ناصر ہیں — میں حقیر اور ذلیل اور بدنام
آپ کو سہل مجھکو مشکل ہے — دور کر دیجے یا نبی آلام
میری حالت کو بھی بدل دیجے — آپ ہیں ذوالکمال والاکرام
موت آئے گی کب مصیبت کو — کہتے ہیں کہ نہیں کسی کو دوام
آپ کا بندہ اور ہے محزون — آپ کا خادم اور ہے ناکام
سخت مشکل ہے سیدِ عالم — رحم از حق خالقِ علام
درد دل کا میں کیا کروں تحریر — رنج اپنا میں کیا کروں ارقام
سب ضمیر میں آپ — پھر ہے کیا مجھکو حاجتِ اعلام

رحم کیجئے غریب ناصر پر
ورنہ قصہ ہے کوئی دم میں تمام

۷۸۶

فنا میں بقا

محبوب کی گلی کا کتا

(از جناب حکیم احمد شجاع بی اے)

ایک دن دہلی کے ایامِ بہار آثار میں
جب کہ تھا یہ شہر علم و فضل میں نازِ جہاں
جب کہ محبوبِ الٰہی[1] کے قدومِ پاک سے
ہو گئی تھی خاکِ دہلی غیرتِ صد آسماں

بارگاہِ پاک میں محفل تھی مصروفِ سرود
وہ سرودِ پُر حقیقت جس پہ سو طاعت نثار
جلوہ فرما صدرِ عالی پر تھے خود محبوبِ پاک
زینتِ خیر الامم خیر الورےٰ کی یادگار

ناگہاں حضرت پہ طاری جذب کی حالت ہوئی
اُٹھ کے بیٹھے۔ بیٹھ کر اُٹھے بصد شوق و ادب
الغرض اس طرز سے آپ اُٹھے سات بار
دیکھ کر یہ کیفیت تھے محوِ حیرت سب کے سب

عرض کی خسرو نے حضرت سے کہ ای محبوبِ حق
اے کہ تیرا جلوہ دیدار ضد لئے بے نیاز
تو ہی خود ہے گنجِ عرفاں اور تو ہی اسکی کلید
میں نہ سمجھا آج کی محفل کی کیفیت کا راز

آپ نے فرمایا سن اے خسروِ شیریں سخن
اے کہ تیرا دل ہے گنجِ معرفت کا رازدار
آج محفل میں نظر جب در کی جانب اُٹھ گئی
میں نے دیکھا در پہ آیا ایک کتا سات بار

یاد ہے مجھکو کہ گلیوں میں دیارِ شیخ کی
ایک دن دیکھا تھا اک کتا اسی انداز کا

[1] حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی۔ دہلوی +

دیکھ کر جو پڑے پاؤں تازہ ہوئی ‏ ‏ ‏ ‏ مجکو لازم تھا ادب اسکے خرام ناز کا

غور کرائے صوفی نادان کہ ہمیں کیا ہو راز ‏ ‏ ‏ ‏ انتہا کیا ہوگی جس کی ابتدا ہے یہ فنا
شیخ کی گلیوں نے لُٹے کا کہاں انقلاب ‏ ‏ ‏ ‏ اور تو خود شیخ کی عزت سے ہے ناآشنا

تخمیس برکلام حضرت مسعود بک نظامی ؒ

(از جناب عشق چشتی بغدادی حیدرآبادی)

باقی صفتیم اسم فنا را نه شناسیم ‏ ‏ ‏ ‏ از خود چو گذشتیم جدا را نه شناسیم
در عین حقیقت ہمہ ما را نه شناسیم ‏ ‏ ‏ ‏ ما مست الستیم و قضا را نه شناسیم
از غایتِ مستی سر و پا را نه شناسیم

ما مذہبے داریم کہ او را بہ نمانیم ‏ ‏ ‏ ‏ سازیم غلط بحث کہ مائیم و شمائیم
دیدیم چو خود را بہ تفحص ہمہ دانیم ‏ ‏ ‏ ‏ در خرقۂ فی انفسکم مست بہ باشیم
وین عالم پیوستہ جدا را نہ شناسیم

عہدے کہ بروزِ ازل از یار بہ بستیم ‏ ‏ ‏ ‏ گفتیم بلا از ہمہ آزاد برستیم
ناوردہ خیالش بتِ طناز پرستیم ‏ ‏ ‏ ‏ ہر عہد کہ بایار بکردیم و شکستیم
پیمان شکنانیم و وفا را نہ شناسیم

چوں تارِ تعلق زنخست از تو بداریم ‏ ‏ ‏ ‏ در شوق وصالِ تو ز دل نالہ برآریم
چوں از خودیٔ خود چو گذشتیم نگاریم ‏ ‏ ‏ ‏ لائیم کہ دور از الفِ قامت یاریم
بروے چو رسیم ایں قدِ لا را نشناسیم

آئینہ زمانہ دگرے بہتر ازینسیم ‏ ‏ ‏ ‏ در پہلوے آں یار بعشرت بہ نشینیم

از دستِ طلب گوہرِ مقصود بہ چینیم
بے چون و چرا صورتِ دلدار بہ بینیم

اے مدعیاں چون و چرا را نہ شناسیم

در معنیٔ فِیْ اَنْفُسِکُمْ رہ چو دویدیم
ایں پردۂ ہستی زرخِ خویش دریدیم

پس مقصد من نوری زہر عضو بدیدیم
ما نور خدائیم کہ بر خلق رسیدیم

مشغول بخویشیم و خدا را نہ شناسیم

بس تارِ نفس کی بنا سمرن اور ہر دم نام خدا کا لے

(از جناب مولوی عبدالرزاق صاحب عجمی)

کام آج ہی کرلے مورکھ تو ہے نے کل پر ٹالے
ہے کسکو بھروسہ جینے کا کرتا ہی عبث ٹالے بالے

جو کرنا ہی کرلے ابھی او میٹھی نیند کے متوالے
پچھتانا پھر کام نہ آئیگا ہی وقت غنیمت اُسے پالے

بس تارِ نفس کی بنا سمرن اور ہر دم نام خدا کا لے

یہ کھیتی باڑی باغ محل دو شالے اور کمبل والے
سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں یہ نا سمجھ کوئی تیرا ہے

اس بوجھ کو کاندھے پر رکھکر تو جیتا چلے ہے اکتائے
لے مان کہا من لو بھی تو جھوٹے دھندے کیوں پالے

بس تارِ نفس کی بنا سمرن اور ہر دم نام خدا کا لے

جو مست مگن ہیں دولت میں اُن سے پوچھے کوئی اب جاکر
قارون ہی کہاں شداد کہاں لعل انکا کہاں وہ کروفر

سب خاک میں ملکر خاک ہوئے ہے جز خاک نہیں نیچے اوپر
تو دام میں مایا کے پھنسکر کیوں کھوتا ہی عزت اپنی بر

بس تارِ نفس کی بنا سمرن اور ہر دم نام خدا کا لے

کیوں بھول گیا تو اپنے کو اب سوچ سمجھ غافل انساں
تو خاک کا ہی فانی پتلا کرتا ہے گھمنڈ عبث ناداں

ہستی کو تو اپنی بھول گیا اور سر پہ لیا بارِ عصیاں
گر چاہتا ہی تو اپنا بھلا کر ورد یہی ہر دم ہر آں

بس تارِ نفس بنا سمرن اند ہر دم نام خدا کا لے

قرض جسکو تن پہنا کیا کرتا تھا اب سمجھا — ناؤ کھوتا پار کرتا ہے وہی داتا کہیوں مار
پھوڑنے کی اٹھی ہر اسکے پیدا ہوگا اسی سے پاپ — دھیرج رکھتو تو سوکھ سے تن مری پل پل کی کا پاپ

بس تا رنفس کی بنا سمرن اور بھرم نام خدا کا لے

سیلی گلے میں پہنی تعلیم ہاتھ میں لا اب پریم — کیا ہتی ہاری تن پہ شعر پہرتا کیوں کام
دمن ہو جائے درشن کی جب پانچ سوئے اسیکا نام — نفس ہمارا ہے وہ سیانہ وہ ہی تو ہم ہیں غلام

بس تا رنفس کی بنا سمرن اور بھرم نام خدا کا لے

حسن پہ اپنے نازاں ہو کر پھول کی مانند اتنا نہ پھول — چار دنوں کی ہیں یہ بہاریں آخر میں ہے دھول کی دھول
چھاونی چھانی آکے خزاں نے یہ بیگان پھل پھول — مان کہا مکھ دیکھ تو خود کو ستی کو بیچے اپنی نہ بھول

بس تا رنفس کی بنا سمرن اور بھرم نام خدا کا لے

شعر و غزل اور ریختہ خمسہ لکھ لکھ کر سب نادان — چھوڑ گئے سب اپنی نشانی اب نہیں ملیں انکا نشان
پھولا پھلا جس باغ کو دیکھا آیا نظر پامالِ خزاں — چھوڑ کے جھگڑے سگرے جمعی کرے یہ اپنا مدعا

بس تا رنفس کی بنا سمرن اور بھرم نام خدا کا لے

استغنا

(از طبیل کشمیر جناب پنڈت جواہر ناتھ صاحب کول ساقی دہلوی)

دلِ تسلیم شیوہ کیوں نہو مشہورِ استغنا — ادائے بے نیازی نے کیا مسرورِ استغنا
فروغِ حسنِ فطرت اک طلسماتِ عجائب ہے — کبھی تو دیکھ تو بھی اے دلِ مخمورِ استغنا
گرفتارِ ہوس وارفتۂ رنگِ کشاکش ہے — کہاں جمعیتِ خاطر تجھے مجبورِ استغنا
ہمارا منظرِ کیفِ نظر ہے مظہرِ جلوہ — نگاہِ معنوی اپنی ہے کوہِ طورِ استغنا
کسی سے کچھ غرض رکھتے نہیں آزاد مشرب ہیں — توکل نے کیا ہے ہمکو یہ مشہورِ استغنا

پریشاں ہو رہا ہے بے ہمہ با ہمہ ہو جا — کہ یک رنگی میں ہے معدوم قرب و بعد استغنا
تماشا گاہ تلوّن رنگ تمکیں کہیں نہ ہو ہم کو — ہمارے سامنے ہو شاہد منظور استغنا
فریبندہ وساوس زندہ دل ہونا ہی ناممکن — کہ ہر دم تازہ دم ہے یہ دم ساطور استغنا
ملا ہے مبداء فیاض سے اکراہ فیضان کا — غنی ہیں بلبل کشمیر ہم محصور استغنا

ہمیں نصر من اللہ کیسے اب فتح نمایاں ہو
ہوئے ہیں ساقی صاحب نظم منصور استغنا

انگریزی لباس

(از حضرت اکبر الہ آبادی)

انگلش فدس انہوں کا جو کل بزم میں بچھا — اکبر نے کہا یہ تو خرابی کے ہیں آثار
معنی میں بھی ہو جائیگا آخر کو تغیر — تبدیلیٔ صورت کے ہے گر یہی اطوار
خالق کی عبادت سے حجاب آنے لگیگا — شرماؤ گے کرتے ہوئے اسلام کا اظہار
بیگانہ و وحشی ہوگی عزیزان وطن سے — بنگلے میں نہاں ہوگے کہیں چھوڑ کے گھربار
فاتح سے مساوات کی اٹھینگی امنگیں — وہ زیست جو آسان تھی ہو جائیگی دشوار
آپس میں بھی تم لوگ موافق نہ رہوگے — ایک ایک کو دیکھیگا بہ اکراہ و بہ انکار
آخر کو رہوگے نہ ادھر کے نہ ادھر کے — انگریز بھی کھنچتے رہیں۔ قوم بھی بیزار

انہوں نے کہا صل علیٰ واہ بہت خوب — شک ہمیں نہیں مدح کے قابل ہے یہ گفتار
لیکن جو یہ تعمیم ہے حضرت کے سخن میں — اسکو تو نہ تسلیم کریگا یہ گنہگار
ہر مذہب و ملت میں ہیں اچھے بھی برے بھی — وہ کونسا فرقہ ہے کہ سب جسمیں ہوں ابرار

تجھ سے مکاں کا جو کیا آپ نے مذکور — اسکے بھی بجا ہونے کا مجکو ہیں اقرار
باحسن سے ہی اخلاقِ حمیدہ کا تعلق — فطرت میں ہی جو نیک وہ بد ہوگا نہ زنہار
اوضاعِ زمانہ تو بدلتے ہی رہیں گے — رکتی نظر آتی نہیں دنیا کی یہ رفتار
تو مجکو ضرورت وہ ضرور ہے کہ ہو — ہو شے تن جسے کیوں نہ کیا جائے وہ مختار
مقصود جو اصلی ہو وہ ہو دل کی درستی — جو ہیئت و اوضاع کوٹ، یہ جبہ و دستار
غیبہ مرے اس قول کی صحت میں اگر ہو — سن لیجیے سعدی کا یہ ارشاد گہربار

حاجت بکلاہ ترکی داشتنت نیست
درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

خیالاتِ پریشاں

(از جناب ع " بیگ)

داستانِ دل ہے تفسیرِ کتابِ آرزو — نقطہ نقطہ دفترِ غم دو حسابِ آرزو
پردہ دارِ بیکسیہائے جراحت کچھ نہ تھا — اٹھ گیا جب چہرۂ دل سے نقابِ آرزو
محفلیں بے آب و رنگ آرزو بے رنگ ہیں — اہلِ محفل ہیں بسر حسرت مآبِ آرزو
غوطہ زن بحرِ تخیل میں ہوا ایک کا بل — مطلعِ شہرت سے نکلا آفتابِ آرزو
آزمانے مستیِ رنداں نہیں تجکو پسند — تیری نیت بھی تو ہے بے شرابِ آرزو

دفترِ تقریرِ ناصح قابلِ صد غور ہے
وعظ کے پردے میں مطلب شیخ جی کا اور ہے

تازہ نعتیں اور غزلیں

(۱) از جناب سید قمر الدین صاحب قمر تلمجاپور

دل محو عشق احمد مختار ہو گیا · میں مستحق رحمت غفار ہو گیا
دنیا جو یاد گوہر دندان شاہ میں · ہر قطرہ اشک کا درِ شہوار ہو گیا
تعریف جب سنی ترے حسن جمال کی · یوسف بھی جان دل سے خریدار ہو گیا
جب سے بہارِ گلشن یثرب کا دھیان ہے · دشت اپنے حق میں ہند کا گلزار ہو گیا
روضہ پہ شاہ دیں کے پہنچکر کہونگا میں · اب یہ غلام حاضر دربار ہو گیا
خدام بارگاہ کا جو بن گیا غلام · مخدوم ہو گیا وہی سردار ہو گیا
جانکاہ ہے فراقِ حیات النبی قمر · مایوس زندگی سے دل زار ہو گیا

(۲) : لہٗ

دل میں روشن جو مرا داغ محبت ہو جائے · ابھی پر نور مرا اخترِ قسمت ہو جائے
روضۂ رحمتِ عالم کی بہار آئے نظر · مرے رحمٰن جو مجھپر تری رحمت ہو جائے
دفن ہو جاؤں اگر بعدِ فنا یثرب میں · کنج مرقد میں عیاں جلوہ جنت ہو جائے
آستاں بوسی حضرت جو میسر ہو کبھی · وہیں حاصل مجھے کونین کی عزت ہو جائے
دل قمر کا بھی ہو پر نور قمر کی صورت · اسمیں روشن جو تری شمع محبت ہو جائے

(۳) از جناب خلیفہ زادہ محمد ولی الدین صاحب چشتی فتحپوری

جہاں سترِ وحدت سراپا جلی ہے · وہ دربار دربار ہند الولی ہے
جو شانِ جمالِ نبیؐ و علیؓ ہے · وہی حسن سرکار ہند الولی ہے
وہ شمشیر کس ڈھب سے دل پر چلی ہے · چمک ہے نہ سوزش مگر بیکلی ہے
جو تاجِ حبیبؐ کا خلعت ملا ہے · یہ فیضِ ردائے نبیؐ و علیؓ ہے

زمانہ گل باغ سنجر پہ قرباں — نبی کی دو رنگ و بوئے علی ہے
ادھر تیغ ابرو کے ہیں کچھ اشارے — زباں پر ادھر یا علی یا علی ہے
میں قرباں رخ شاہ ہند الولی پر — یہی شمع بزم علی و ولی ہے
جفائیں شب ہجر کی سہتے سہتے — مری آہ سانچے میں غم کے ڈھلی ہے
نیا رنگ ہے ان کی تیغ ادا کا — خدا جانے کس کے گلے پر چلی ہے
در خواجہ ہند پر کیوں نہ پہنچے — ابھی تو دعا میری ابھی چلی ہے
جہاں خواجہ ہند کا آستاں ہے — وہ طیبہ کا رستہ نجف کی گلی ہے
یہاں سے بھی کچھ آج لینے چلے گا — گدائے در غوث اعظم ولی ہے

(۴) از جناب مولانا شفیع الرحمن صاحب محمد چشتی صابری ردولوی ایڈیٹر نغمہ جگر

مرتا ہوں بتوں پر رخ جانانہ سمجھ کر — کافر ہوں جو پوجوں نہیں بتخانہ سمجھ کر
ہم سوز ہے شمع تو روتی ہے مجھ پہ — سوزش کو مری سوزش پروانہ سمجھ کر
اس بت کے تصور میں ہمیں دھیان نہ آیا — کعبے کو چلے آئے ہیں بتخانہ سمجھ کر
جاتا ہوں جو اس بزم میں میں چاک گریباں — وہ آکے اٹھا دیتے ہیں دیوانہ سمجھ کر
قسام ازل نے بھی دیا جامہ صد چاک — مجنوں سمجھ کر مجھے دیوانہ سمجھ کر
اشعار جو پڑھتا ہے کوئی سامنے انکے — سنتے نہیں وہ میرا افسانہ سمجھ کر

(۵) از جناب وفا صاحب

پامال ہے دل صورت نقش کف پا ہے — کچھ بھی ہو گلی میں تو محمد کی پڑا ہے
بیمار محمد کا کہوں حال کہ کیا ہے — ہے درد ترقی پہ دوا ہے نہ دعا ہے
صد شکر کہ دل جلوہ گہ ناز نبی ہے — آئینہ بغل میں میرے تصویر نما ہے
دل سے نہیں جاتا کبھی حضرت کا تصور — کچھ آپ جدا ہیں نہ مرا دل ہی جدا ہے
وہ ضعف کا عالم ہے کہ جنبش بھی ہے مشکل — وہ شوق کا ہے حال کہ حد سے بھی سوا ہے

ساتھ اشک رواں کے ہو مرا نالہ پُر درد — یا چلتے ہوئے تو خلد میں رنگ دہا ہے
کیا بے خودیٔ شوقِ زیارت ہی غضب ہے — دہلیز پہ لکھی ہے یہ سر گشتہ دعا ہے
پاتے ہیں سیہ بختِ ازل نور کی دولت — معراج کی شب نورِ نبیؐ جلوہ نما ہے
اک رنگ کیا ظاہر و باطن کو جنوں نے — پہلے سے جگر چاک تھا دامن بھی پھٹا ہے
تسکیں نہ تسلی نہ تشفی نہ دلاسا — بیمارِ محبت پہ عجب وقت پڑا ہے
ہے ذاتِ نبیؐ باعثِ ایجادِ دو عالم — خلق اُسی نقطے کا ہی جو نقشہ کھنچا ہے
آہوں کا یہ عالم تپِ فرقت کی وہ سوزش — کیوں آگ نہ بھڑکے گی کہ زوروں پہ ہوا ہے
محشر میں ہوا ہو گئے کل دفترِ عصیاں — رحمت کی ہوا جنبشِ دامانِ قبا ہے
ہم اپنے کیے کو کسی قابل ہی نہ سمجھے — ہے شکر کا موقع کہ گناہوں کی سزا ہے
کس شان سے آتے ہیں مرے دل میں محمدؐ — یہ داغ نہیں جلوۂ نقشِ کفِ پا ہے
دم بھی تو دمِ نزع نکلنے نہیں پاتا — آنکھوں میں مری بندشِ پیمانِ وفا ہے

ہے چینِ جبیں میری رگِ سنگِ درِ شاہ
یہ نقشِ جبیں ہے کہ وفا ناصیہ سا ہے

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ تمام قسم کی تعریف اس خدائے واحد کو سزاوار ہے جس نے ہواکو میرے لیے مسخر ومنقاد فرمایا۔ شیاطین وجنات کو میرا تابعدار بنایا۔ تالاب قلعے۔ گرمی اور پیڑی دیگیں غرض جو مجھ نے چاہا ان سے تیار کرایا۔ اور بقولہ وَعُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ جانوروں کی زبانیں اور پرندوں کی بولیاں سکھائیں۔ اور ایسی وسیع سلطنت عطا فرمائی کہ میرے بعد کسی کو بھی نہ ہوگی۔ وَلَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي۔ اور اسکے متعلق قیامت کے دن مجھ سے کچھ حساب بھی نہیں ہوگا لَاحِسَابَ عَلَيَّ فِيهِ ؁

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدائے تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرماتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجکو اپنا کلمہ فرمایا۔ كَلِمَتُهُ وَرُوحٌ مِّنْهُ ساور مجکو آدم علیہ السلام کے مشابہ بنایا۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ۝	بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک جیسے آدم ویسے عیسیٰ۔ آدم کو مٹی سے بناکر کہا کہ ذی روح ہو جاؤ اور وہ ذی روح ہو گئے۔

آل عمران ع ۶ پ ۳

اور اللہ تعالیٰ نے مجکو کتاب انجیل اور حکمت اور دانائی عطا فرمائی اور مجکو ایسی قوت عطا کی کہ اگر میں مٹی کا پتلا بناکر اسمیں پھونک مارتا تو بشان ایزدی سے زندہ ہو جاتا تھا۔ اور مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو خدائے تعالیٰ میرے ہاتھ سے شفا دلاتا۔ مُردوں کو زندہ کراتا تھا۔

وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَالْمَيِّتَ اور میں خدا ہی کے حکم سے مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو

---

۵۱ اور ہم نے سلیمان کو پرندوں کی بولی سکھائی ۱۲ ۵۲ اور میرے بعد کسی کے لیے شایان شان نہیں ۱۲
۵۳ اس میں مجھ پر کچھ حساب نہیں ۱۲

الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ (آل عمران ع ۵ پ ۳) بھلا چنگا اور مردوں کو زندہ کرتا +
مزید براں اللہ تعالیٰ نے مجکو آسمان پر زندہ اٹھالیا۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ¹
اللہ تعالیٰ نے مجکو اور میری والدہ ماجدہ² کو شیطان کے شر سے بچایا۔ اور شیطان مردُود
کو ہم پر غالب ہونے دیا +

جب انبیاء علیہم السلام کی مقدس جماعت بارتیعالی عزاسمہٗ کی تحمید و تقدیس سے
فارغ ہوئی تو سرورِ کائنات فخر موجودات حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حمد و
شکر خاص اس خدائے بزرگ برتر کے لیئے ہے کہ جس نے مجکو رحمۃ للعالمین بنایا وَمَآ
اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ اور تمام مخلوق کے لیے مجکو بشیر و نذیر بناکر بھیجا اور
مجھپر کلام مجید نازل فرمایا جس میں ہر امر کا بیان کافی موجود ہے +

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (نحل ع ۱۸ پ ۱۴) (اے حبیبؐ) ہم نے تمپر کتاب نازل کی کہ جس میں ہر چیز کا بیانِ (شافی) ہے اور مسلمانوں کے لیئے ہدایت اور رحمۃ اور خوشخبری ہے۔

اور بفحوائے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ میری اُمت کو تمام اُمم سابقہ سے بہتر و افضل بنایا۔
اور امتِ عادلہ فرمایا۔ مرتبہ میں سب سے اول ٹھیرایا۔ اور ظہور کے لحاظ سے سب سے آخر پیدا
کیا۔ اور میرے سینے کو وسیع و کشادہ کیا۔ اور میرا بوجھ مجھسے ہلکا کر دیا اور میرے ذکر کو بلند فرمایا
اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَ (اے حبیبؐ) کیا ہم نے تمہارا سینہ نہیں کھولدیا! اور

۵۱ بلکہ اسنے انکو اپنی طرف اٹھالیا ہو۔ ۵۲ بی بی مریم علیہا السلام کی والدہ محترمہ کی یہ دعا مقبول ہوئی تھی۔
اِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ترجمہ۔ اور میں بیشک اس (مریم) کو اور اسکی اولاد کو
شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ہو ۵۳ ان آیات مقدسہ میں معجزہ شق صدر کا ذکر ہے۔ اس معجزہ شریفہ
کی مزید توضیح نیز رسول عربی (روحی فداہ) کے دیگر معجزات کو قرآن شریف۔ احادیث صحیحہ و تفاسیر سے نہایت تحقیق و
تدقیق محنت و جانفشانی کے ساتھ مؤلف ہیچمدان نے رسالہ "صحیفۃ المعجزات" میں نقل کیا ہے۔ یہ رسالہ آیات۔
احادیث۔ تفاسیر کا اردو ترجمہ ہے۔ کہیں کہیں ضرورۃً آیت حدیث عربی عبارات میں صحیح میں جمہور اعراب اور بالتفاصیل (؟)
ہے۔ اسکی اردو عام فہم و سلیس ہے۔ منکرین معجزات۔ نئی روشنی والوں کے شبہات کا عقلی و نقلی دلائل سے مسکت جواب
ملتا ہے۔ صحیفۃ المعجزات ۔ ابوالفضل احمد صاحب محلہ قلعہ رہتک سے قیمتاً طلب فرمایئے۔ اشتہار سفر الحبیبؐ ،

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ الَّذِيْٓ — بوجھ جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی۔ تم پر سے اتار
اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ وَرَفَعْنَا لَكَ — دیا اور ہم نے تمہارے ذکر خیر کو بلند کیا۔
ذِكْرَكَ ۚ (انشراح ع ۱ پ ۳۰)

نور کے اعتبار سے مجکو سب سے پہلے۔ اور ظہور کے اعتبار سے سب نبیوں کا ختم کرنے والا بنایا۔ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔

حضور پر نور علیہ التحیۃ والتسلیم جب خدائے عزوجل کے محامد و نعمات بیان فرما چکے تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے جمیع انبیاء علیہم السلام سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ بس ان کمالات ومدارج عالیہ کے باعث محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب پر فائق ہیں۔ (خلاصہ مظاہر حق)۔

بعد ازاں جبرئیل امین حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک تھام کر صخرہ کے قریب لائے۔ بیت المقدس میں یہ ایک نہایت ہی متبرک پتھر ہے جس کی نسبت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یوں روایت ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ صَخْرَةُ — حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ بیت المقدس
بَيْتِ الْمَقْدِسِ مِنْ صَخْرَةِ الْجَنَّةِ — کی چٹان جنت کی چٹان ہے۔

یہاں سے جبرئیل علیہ السلام حضور پر نور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمان اول کی طرف لیگئے جیسا کہ مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث[1] سے ظاہر ہے

اذان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قریب آسمان صخرہ سے آگے تشریف لے چلے تو جبرئیل

[1] ناظرین کرام! معراج الحبیب حصہ ۲ کے زیر عنوان مالک بن صعصعہؓ والی لمبی حدیث جو اس عنوان کی پہلی حدیث ہے جس میں آسمان اول سے لیکر معراج کے متعلق ساتوں آسمانوں تک کے حالات مرقوم ہیں مع خلاصہ واقعات معراج کو سلسلہ وار حدیث شریف مع ترجمہ نقل کیا جا چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں بعد ملاحظہ آسمان ساتویں کے حالات ملاحظہ فرمائیے

علیہ السلام نے فرمایا،

یَا مُحَمَّدُ! تَقَدَّمْ فَاِنَّکَ اَکْرَمُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنِّیْ، اے محمد! آپ آگے آگے چلیں کیونکہ خدا کے نزدیک آپ مجھ سے زیادہ مکرم ہیں۔

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے آگے تشریف لے چلے۔ اور جبریل علیہ السلام از راہِ ادب آپ کے پیچھے پیچھے چلتے رہے جب عرش رحمان کے قریب پہنچے تو جبریل علیہ السلام نے پردہ کو ہلایا۔ آواز آئی۔ کہ کون؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں جبریل ہوں اور میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس جواب پر ایک فرشتے نے اندر سے کہا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔[51]

پھر باری تعالیٰ عز اسمہٗ کی جانب سے خطاب ہوا۔ صَدَقَ عَبْدِیْ اَنَا اَکْبَرُ اَنَا اَکْبَرُ۔[52] پھر فرشتے نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ،[53]

پھر باریتعالیٰ کی جانب سے آواز آئی۔ صَدَقَ عَبْدِیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا[54] پھر فرشتے نے کہا۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ،[55]

اسکے جواب میں باریتعالیٰ کی طرف سے یہ ندا آئی۔ صَدَقَ عَبْدِیْ اَنَا اَرْسَلْتُ مُحَمَّدًا۔[56] پھر فرشتے نے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ،[57] کہا۔ اس کے جواب میں باریتعالیٰ کی جانب سے آواز آئی۔ صَدَقَ عَبْدِیْ وَدَعٰی اِلٰی عِبَادِیْ۔[58]

پھر فرشتے نے پردے کے اندر سے ہاتھ نکال کر حضور کو اٹھالیا اور حضرت جبریل وہیں کھڑے رہ گئے۔

۵۱۔ اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے ۱۲ ۵۲ میرے بندے نے سچ کہا میں بہت بڑا ہوں میں بہت بڑا ہوں ۵۳ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں۔ ۵۴ میرے بندے نے سچ کہا میں ہی معبود ہوں اور میرے سوا کوئی معبود نہیں ۱۲ ۵۵ میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد اللہ کے رسول ہیں ۵۶ میرے بندے نے سچ کہا۔ میں نے ہی محمد کو رسول بنا کر بھیجا ہے ۵۷ نماز اور فلاح کی طرف آؤ ۵۸ میرے بندے نے سچ کہا۔ اور میرے بندوں کو میری طرف بلایا ۱۲

آپ نے فرمایا کہ جبریل! اس وقت آپ مجھ سے کیوں جدا ہوتے ہو۔ جبریل امین نے کہا یا مُحَمَّدُ! وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۔ (اے محمد! ہم میں ہر ایک کے لیے ایک جگہ مقرر ہے جہاں سے بڑھ کے نہیں جا سکتا۔ لَوْ دَنَوْتُ اَنْمُلَةً لَاحْتَرَقْتُ اگر میں یہاں سے تل کے پورے برابر بھی آگے بڑھوں تو تجلی ہی سے جل جاؤں۔ (روضۃ الاحباب)

حضرت سعدی علیہ الرحمۃ واقعہ معراج کو کس خوبی سے بیان فرماتے ہیں ؎

شبے برنشست از فلک برگذشت بتمکین وجاہ از ملک درگذشت
چناں گرم در تیہ قربت براند کہ در سدرہ جبریل ازو باز ماند
بدو گفت سالار بیت الحرام کہ اے حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی عنانم ز صحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند بماندم کہ نیروئے بالم نماند
اگر یک سر موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

(بوستان)

حضرت جبریل علیہ السلام اپنے مقام پر ٹھیر گئے۔ بقیہ حجابات[1] و مقامات اور فرشتوں نے طے کرائے۔ جب آپ نے نور و ظلمت کے ستر پردے طے کر لیے جن

[1] دنیا کے بادشاہ۔ شہنشاہ اپنا جلال و اقتدار اسی کو تصور کرتے ہیں کہ ان تک کوئی۔ محلوں یا دولت کے مکان ڈیوڑھیوں حجابات۔ پردوں چلمنوں۔ چلموں کی وجہ سے نہیں پہنچ سکتا مخلوق بھی ان باتوں کو بادشاہ کے جلال و جبروت کے ازدیاد کا باعث تصور کرتی ہے۔ اس سے مخلوق کے فہم کے موافق خدائے تعالیٰ کی شان کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ورنہ حق تعالیٰ سبحانہ کی ذات اس سے منزہ ہے کہ اس سے کوئی چیز چھپ سکے یا وہ پردے میں محجوب ہو۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس شخص کو درے مارے تھے جس نے لَا وَالَّذِیْ احْتَجَبَ بِسَبْعِ الطِّبَاقِ کہا تھا۔ اور اس کے جواب میں حضرت علی نے یَا لُکَعُ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَحْتَجِبُ فرمایا تھا۔ نواب غوری

میں سے ہر ایک پردہ کی مسافت پانچ سو برس کی تھی تو براق بھی چلنے سے عاجز رہ گیا اور رفرف نے تخت رواں کا کام دیا۔ آپ نے رفرف پر سوار ہو کر یاقوت و زمرد کے ستر ہزار پردے طے کیے۔

جب صرف ایک ہی پردہ طے کرنا باقی رہ گیا تو رفرف بھی قدم مبارک کے نیچے سے غائب ہو گیا۔ پھر ایک سفید موتی کے گھوڑے نے حجاب کبریائی طے کرا یا اور پھر وہ بھی غائب ہو گیا۔ جب کوئی سواری آپ کے پاس نہ رہی اور کوئی فرشتہ بھی آنحضورؐ کو نظر نہ آیا تو آپ کو حیرت و پریشانی لاحق ہوئی۔ آپ ابھی تحیر کی حالت میں تھے کہ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضہ کے پکارنے کی آواز آپ کو سنائی دی۔ آپ ابھی یہی سوچ رہے تھے کہ میرے رفیق[ﷺ] ابوبکر رضہ یہاں کیسے آ گئے۔ باری تعالیٰ عزاسمہٗ کی جناب سے ندا ہوئی:-

اُدْنُ یَا خَیْرَ الْبَرِیَّۃِ اُدْنُ	اے حبیبؐ مخلوق میں سب سے بہتر و افضل قریب
یَا اَحْمَدُ۔ اُدْنُ یَا مُحَمَّدُ	اے احمد قریب ہو۔ اے محمد قریب ہو بیشک
سَیَدْنُوا الْحَبِیْبُ الْحَبِیْبَ ۱	دوست دوست سے قریب ہی ہوتا ہے۔

حضور پرنورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے رب نے مجھے بہت ہی نزدیک کر لیا تھا۔ جیسا کہ خود باری تعالیٰ عزاسمہٗ ارشاد فرماتا ہے:-

ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی ۝ فَکَانَ قَابَ پھر نزدیک ہوا اور اتنا جھکا کہ دو کمان کے

ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار تھے آپ کو ان سے بہد انس تھا۔ سیرۃ الحبیبؐ حصہ دوم میں تفصیلی حالات کیساتھ آپ کے فضائل کا تذکرہ ہے۔ اور سیرۃ الحبیب حصہ دوم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات، حلیہ شریفہ۔ الغرض ہجرت سے لیکر وفات تک کے جملہ حالات مرقوم ہیں۔ نیز طبع ہو گا ضمن سیرۃ النبی تو صاحب سہد جو نیر سبجی صاحب ہیں۔ ... درخواست کرنی چاہیئے انکے پاس تیار ہیں۔

ﷺ ثُمَّ دَنٰی۔ ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم الی ربہ۔ ای قرب بالمنزلۃ والمرتبۃ۔ لا بالمکان فان اللہ تعالیٰ منزہ عن المکان۔ و انما ھو قرب الدرجۃ والکرامۃ والرافۃ۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ۝ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَآ أَوْحٰى ۔ (النجم ع پ۲۷) برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی بہت کم پھر بھیجی اپنے بندے کیطرف جو وحی کرنی تھی سو کی ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سوال کیا تو مجھکو جواب دینے کی طاقت نہ ہوئی۔ پھر باریتعالیٰ نے اپنا یدقدرت میرے مونڈھوں پر رکھا۔ اور علم اولین و آخرین نیز مختلف علوم سے واقف فرمایا۔

ان میں سے ایک ایسا علم ہے کہ جسکے چھپانے کی مجھکو ہدایت فرمائی گئی ہے کیونکہ بجز میرے اس علم کے بار کو اور کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ وہ علم نبوت ہے۔ إِذْ عَلِمَ أَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى حَمْلِهٖ أَحَدٌ غَيْرِيْ ۔

اور ایک ایسا علم مجھکو سکھایا گیا ہے۔ جس کے بابت مجھکو اختیار دیا گیا ہے کہ جس شخص کو اس علم کا اہل پاؤں۔ اسکو تو وہ علم بتادوں اور جسکو اس کے لائق نہ پاؤں اس کو نہ بتاؤں[1]۔

پھر مجھکو قرآن شریف سکھایا گیا اور امت کے ہر خاص و عام کیطرف تبلیغ رسالت اور قرآن شریف کے احکام پہنچانے کی ہدایت فرمائی گئی۔

لیلۃ المعراج میں جب میں نے اپنی جوتیاں اتارنے کا ارادہ کیا تو باری تعالیٰ عز اسمہ

---

[1] وہ علم ولایت ہے۔ صوفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک علم نبوت سے معرفۃ الذات مراد ہے اور علم ولایت سے معرفۃ الصفات۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ علم ولایت شریعت و حقیقت کے باطنی علم کا نام ہے اور ان کے اسرار بجز تقوے اور صفائے باطن کے نہیں حاصل ہو سکتے اور آیت وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (اور ہم نے اسکو اپنے پاس سے ایک علم سکھایا) میں اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ تفسیر مظہری۔

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے علم کے دو ظرف [illegible] ایک کو تو تم میں پھیلا دیا۔ لیکن اگر دوسرے علم کو تم پر ظاہر کروں تو میرا گلا کاٹ [illegible]

کی جانب سے مجکو ندا ہوئی۔ یَا مُحَمَّدُ لَا تَخْلَعْ نَعْلَیْکَ تُشَرِّفِ السَّمَاءَ بِھِمَا۔
(اے محمد! تم اپنی جوتیاں نہ اتارو۔ اِن سے آسمان کو مشرف فرماؤ) +

میں نے عرض کیا کہ باری تعالے۔ موسیٰ علیہ السلام کو تو یہ ارشاد ہوا تھا۔ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ۔ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ہ +

اس کے جواب میں۔ باری تعالے کی جانب سے ارشاد ہوا کہ اے ابوالقاسم! آپ مجھ سے قریب ہوں۔ میرے نزدیک موسیٰ آپ کی طرح نہیں ہیں کیونکہ وہ میرے کلیم تھے۔ اور آپ میرے حبیب۔ اور رحمۃ للعالمین ہیں۔ (ملا علی قاریؒ)

میں نے آپ کو جملہ مخلوق کے لئے بشیر و نذیر بناکر مبعوث فرمایا ہے۔ جب میرا ذکر آتا ہے تو تمہارا ذکر بھی میرے نام کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ پانچوں وقت نماز میں میرے ذکر کے ساتھ تم پر درود و سلام بھیجا جاتا ہے۔ میں نے تمہاری امت کو بہترین امت بنایا ہے۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ +

میں نے آپ کو سبع المثانی (سورہ فاتحہ) عطا کی ہے جو تم سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی۔ اور میں نے تم کو سورہ بقرہ کی آخری آیات (اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر تک) عطا کی ہیں +

اور میں نے آپ کو حوض کوثر عطا کیا۔ اسلام۔ ہجرت۔ جہاد۔ نماز۔ صدقہ۔ رمضان المبارک کے روزے۔ امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر یہ تمام باتیں عطا کیں۔ میں نے آپ کو فاتح اور خاتم بنایا +

آنحبیب صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام قاب قوسین میں تشریف فرما ہوئے تو

ف۱ موسیٰ! تم اپنی جوتیاں اتار دو۔ کیونکہ تم طوے کے میدان پاک میں ہو ۱۲

ف۲ ان آیات مقدسہ کو عرش کا خزانہ فرمایا گیا ہے۔ نماز عشار کے بعد دو بار پڑھنے سے اللہ تعالے شیطان کے شر سے محفوظ رکھتا ہے ۱۲

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن
کی



سنہ ۱۹۱۱ء کی کا فوری جنتری نہایت خوبصورت اعلیٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے اور بلا قیمت و بمحصول ڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھ کر بھیج دیجئے جنتری بذریعہ ڈاک آپ کی خدمت میں روانہ کر دی جائے گی +

تندرستی کی گفتگو

اپنی اپنی صحت کو درست رکھنے کیلئے امیر غریب سبک فکر میں رہتے ہیں اور اپنی حیثیت جسکو جیسی سوجھتی ہے ویسا ہی کرتے ہیں۔ دولت مند گھی دودھ میوہ وغیرہ کھاتے ہیں اور دیسی دوا کی تلاش کرتے ہیں۔ غریب طرح طرح جڑی بوٹی اور چٹکلے کھوجتے رہتے ہیں۔ اس جاڑے کے موسم میں ایسے مقویات کا کھانا ہی نہایت مفید ہوتا ہے کیونکہ اس موسم میں ہر چیز معدہ کے موافق ہوتی ہے اس فکر اور دقت کو دور کرنے کی نہایت ہی آسان ترکیب جس میں زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور نہ مقدور لیاقت سے باہر خرچ ہے وہ ڈاکٹر ایس کے برمن کی مقوی بادی گولیاں ہیں۔ آپ بھی آزمایش کر کے دیکھئے۔ یہ بھوک کو بڑھاتی اور خون کو پیدا کرتی ہیں۔ جوانی کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے جو خرابی ہو اور جوانی میں بڑھاپے کی علامت ہو یہ سب کمزوریاں دور کر کے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہیں +

اگر آپ آزمایش کرنا چاہیں تو

ایک لفافہ میں ٹکٹ بھیجنے کا ٹکٹ اور دس شریف پڑھے لکھے اشخاص کے نام و پورا پتہ لکھ کر ساتھ ہی بار ہ دن کا اشتہار بھیج دیجئے نمونہ مفت بذریعہ ڈاک بھیجا جائیگا۔ یا بادی گولی کی قیمت ۲۰ گولی کی ایک شیشی ایک روپیہ

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

مشاہیر اسلام

کے سلسلے کو کارخانہ صوفی نے جس وقت شروع کیا تھا تو اس قدر کامیابی کی امید نہ تھی لیکن خداوند تعالیٰ جل شانہٗ کے فضل و کرم سے ایک سال کے عرصہ میں اس سلسلہ کی چالیس ہزار کاپیاں فروخت ہو گئیں ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ۔ اس سلسلہ کی اصل قیمت سات روپے ... مجموعہ ہزار صفحہ سے زیادہ ہے آجکل یہ مجموعہ معہ ڈاک صرف دو روپے ۲ آنے ... میں پیش کیا جاتا ہے ہمیں حسب ذیل کتابیں تیار ہیں ۔

حضرت منصور حلاج ؒ حضرت خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی ؒ حضرت شاہ سلیمان تونسوی ؒ حضرت ... ؒ حضرت شبلی ؒ حضرت خواجہ حسن بصری ؒ حضرت غوث الاعظم جیلانی ؒ حضرت سلمان فارسی ؒ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ حضرت شیخ شبلی ؒ حضرت امام بخاری ؒ حضرت شیخ بو علی قلندر پانی پتی ؒ حضرت بابا فرید گنج شکر ؒ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی ؒ حضرت عبد اللہ بن عمر ؒ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی ؒ حضرت عمر خیام ؒ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی ؒ حضرت خبّاب ؒ حضرت امام شافعی ؒ حضرت خالد بن ولید ؒ حضرت عمر بن عبد العزیز ؒ حضرت جنید بغدادی ؒ حضرت امام غزالی ؒ حضرت امام حنبل ؒ سلطان صلاح الدین غازی ؒ حضرت ابو نجیب سہروردی ؒ حضرت مخدوم علی علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری ؒ حضرت شبلی ؒ حضرت کرشن ، غازی عثمان پاشا شیر پلونا شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد شمس العلما مولوی حافظ نذیر احمد صاحب مرحوم خلیفہ حضرت سلطان عبد الحمید خان غازی آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان ؒ نواب محسن الملک مہدی علی خان ؒ شیخ ابو سعید ابو الخیر ... ہندی ... آنریبل سید امیر علی ...

اگر آپ کارخانہ سے سات روپے کا مال طلب فرمائیں گے تو ہم آپ کو مسجد نبوی کا نگین کر بلا روغن مفت نذر کرینگے اگر آپ صوفی کے تین خریدار پیدا کریں تو بھی ایک نگ بلا روغن مفت لے سکتے ہیں اگر آپ صوفی کے لیے پانچ خریدار پیدا کریں یا پانچ روپیہ کی کتابیں طلب کریں تو دس تصویریں فوٹو کی مفت نذر ہونگی ۔

تابعدار منیجر رسالہ صوفی ہندی پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات

آنکھوں کا سچا علاج

آنکھوں کے مبتلا وہ ہر شخص نے ہزاروں سُرمے اور منجن کے اشتہار دیے ہیں لیکن سچا آنکھ کا نسخہ سے اسلاو تحقیق میں پہنچیں خبر ہی نہیں کہ آنکھ میں کس قدر طبقے ہیں کتنی رطوبتیں ہیں طبقہ عنبیہ کیا چیز ہے نزول آنکھ میں کہاں سے آتا ہے کیونکر پیدا ہوتا ہے شقیقہ عینیہ کیا چیز ہے جس سے پانی اترتا ہے سب سے پہلے میں چھلنے ہاتھ سے کام کیا اسیلئے یہی حالت مریضوں کی بگڑ گئی ایسے شخص آشوب و لکلان یا تیزی کر کسی دوا کا اشتہار دینا اپنا اور اپنی دوا کا وقار کم کرنا ہے مگر میں جانتا ہوں کہ ابھی دنیا میں علم و ہنر کے قدردان باقی ہیں، زمانہ عقل سلیم سے خالی نہیں ہے اور اچھی دواؤں کی حاجت ہے اسلئے مختصراً عرض کرتا ہوں کہ یہ دوا مجھے جناب حاذق الملک حکیم محمد عبد المجید خان صاحب دہلوی مرحوم مغفور نے بتلائی تھی میں نے متعدد بیس برس سے برابر آزما رہا ہوں آنکھوں میں پانی اترنے کو جسے نزول الماء کہتے ہیں اور دھند جالا پڑبال، تو ندہ کو از بس مفید ہے جب آنکھوں کے سامنے پتنگے اڑتے دکھائی دیں تو سمجھئے کہ پانی اترنے والا ہے یہ دوا منگائیے اور استعمال فرمائیے پانی ہوگا تو رک جائیگا علاوہ آنکھ صاف ہو جائے گی.

قیمت دوا فی ماشہ ایک روپیہ ۱ ایک مریض کے لیے ایک ماشہ دوا کافی ہوگی محصول بذمہ خریدار

پتہ حکیم سید ناصر نذیر فراق دہلوی۔ علی گڈھ۔ ترکمان دروازہ

چوب چینی عشبہ مرکب الکتاب مجربہ فوائد

جس کی تصدیق حکیموں ڈاکٹروں نے اپنے مریضوں پر آزمانے سے کی ہے

فائدہ ۱ اس کی تصدیق [illegible] مریضوں نے [illegible] جسم پر [illegible] کے استعمال سے تمام [illegible] ۔

فائدہ ۲ جس کی تصدیق [illegible] مختلف مریضوں نے [illegible] خرابی معدہ [illegible] کے استعمال سے دور ہو گئے ۔

فائدہ ۳ جس کی تصدیق [illegible] آدمی کرتے ہیں ان کی [illegible] کا چہرہ سیاہ [illegible] ہو گیا تھا [illegible] ہر وقت [illegible] سخت بدبو آتی تھی ۔

فائدہ ۴ جس کی تصدیق [illegible] جسم [illegible] اس کے استعمال سے [illegible] ۔

فائدہ ۵ جس کی تصدیق تین سو مریض کرتے ہیں [illegible] ۔

فائدہ ۶ [illegible] چوب چینی کے استعمال سے [illegible] ۔

فائدہ ۷ جس کی تصدیق چار سو عورتیں [illegible] کے استعمال کرنے کے بعد [illegible] ۔

فائدہ ۸ جس کی تصدیق [illegible] ۔

الغرض یہ مرکب عشبہ چوب چینی سب سے عمدہ سب سے مصفی خون ہے

[illegible] نقصان [illegible] ثابت ہوتے ہیں کیونکہ [illegible] خون [illegible] اس مرکب [illegible] فائدے [illegible] تمام [illegible] بیماریاں دور ہو سکتی ہیں ۔

[illegible] کے لیے اس [illegible] کے استعمال [illegible] یہ مرکب ملک کے ہر ایک حصہ میں تجربہ کیا گیا ہے ۔

قیمت

[illegible]

[illegible]

ملنے کا پتہ [illegible] حکیم [illegible] لاہور [illegible]

دہلی کے خاندانی اطبا اور ان کے خاص مجربات کا دواخانہ نورتن دہلی

بحمد للہ جو شہرت اس دواخانہ کو مدت دراز سے ہو رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں دہلی کے خاندانی طبیبوں کے دنیا بھر میں اکسیر ہونیکا ڈنکہ بجا دیا ہے دواخانہ کی طرف یونانی علاج کو ترقی دینے اور یونانی کی ردی حالت کو سنبھالنے اور اسکو موجودہ پستی سے نکالکر معراج کمال پر پہنچانے کے شاندار کوشش کیگئی ہیں اور اب بھی خدا کے فضل سے یہ دواخانہ عرب۔ عراق۔ افریقہ۔ لندن۔ جاوا [illegible] امریکہ۔ غرض ملکوں در ملکوں میں اپنی نیکنامی کا شہرہ مچا چکا ہے اور ہندوستان کے [illegible] خاص سندیں حاصل کر چکا ہے اسکی خاص وجہ یہ ہے کہ دواخانہ نورتن دہلی اپنے خاندانی قلمی [illegible] ہے جو بعد تجربہ اپنے بے مثل ہونے کا کافی ثبوت دیتے ہیں۔ مندرجہ ذیل کے نسخے ہمارے قبلہ معتمد الملک احترام الدولہ عالیجناب حکیم محمد احسن اللہ خان صاحب کے آزمودہ ہیں ✦

(نوٹ) پرچہ ترکیب استعمال اور شفاخانہ کی فہرست مفت ملتی ہے ✦

۱	طلائے حیات	کجی اور لاغری کو بہت جلد دور کر دیتا ہے پٹھوں اور دل کو مضبوط کرتا ہے قیمت مخلوق کے لیے بے نظیر ہے - - - - - - -	[illegible]
۲	[illegible]	سستی کو دور کرتی ہیں، اور قوت باہ پیدا کرتی ہیں، ضعف [illegible] کو ضعف سے اعضائے تناسل میں ضعف پیدا ہو تو نفع دیتی ہیں قیمت	[illegible]
۳	حب ممسک	سرور اور نشاط پیدا کرتی ہیں، رکاوٹ پیدا کرنے میں لاجواب ہیں قیمت	[illegible]
۴	حب سوزاک	سوزاک کو جلد کھو دیتی ہیں پیپ سفیدی کو بند کر کے مثانہ صاف کرتی ہیں	[illegible]
۵	حب جریان	جریان کو نفع دیتی ہیں، منی کو گاڑھا کرتی ہے اور بہنے کو روکتی ہیں	[illegible]
۶	حب آتشک	تمام سوداوی امراض خاصکر گٹھیا اور ریح مفاصل کا کامل علاج ہیں آتشک کو بہت جلد دور کرتی ہیں - قیمت	[illegible]
۷	مرہم داد	بدن پر سوزش جو فساد خون کی وجہ سے ہو جاتی ہے جلد دور کر دیتا ہے درد کا سب سے عمدہ اور بہترین علاج ہے - قیمت - - - - - -	[illegible]
۸	دندان سنون	یہ سنون دانتوں کو مضبوط اور ہلتے ہوؤں کو جما دیتا ہے مسوڑھوں میں سے جو خون آتا ہے اسکو بند کر دیتا ہے - - - قیمت	[illegible]
۹	سرمہ مقوی بصر	اس سرمہ کے فواید بے انتہا ہیں، بینائی کو قوی کرتا ہے جالا [illegible] اور ڈھلکا کو نافع ہے آنکھوں میں روشنی اور ٹھنڈک بخشتا ہے قیمت فی شیشی	[illegible]

پتہ: حکیم محمد یعقوب خان۔ مالک دواخانہ نورتن فراشخانہ دہلی

اچھی خبر

دوستوں کو مژدہ سنادو

کم استطاعت بھائیوں کی دل آئی

ہم نے بارھویں جلد کے پہلے نمبر سے نظام المشائخ کا [illegible]

جس کا چندہ سالانہ ۱۲ [illegible]

مضامین بھی [illegible] ضخامت وہی [illegible] چھپائی بھی [illegible]

اس شان کا! اتنا حجیم!! ایسا عمدہ پرچہ ان داموں

[illegible]

دو آنے میں ہر مہینہ [illegible] صفحے

شائقین تصوف اور بدلیان مذہب [illegible]

المعلن

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

نظام المشائخ

روحانی دینی سلوک و تسکین کا ماہوار رسالہ

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا بیش بہا مجموعہ

جس کو مولانا حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نبیرہ حضرت سلطان

المشائخ سلطان الاولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی

وقت کے ساتھ ہر مہینہ کی ٹھیک چودہ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقراء **محمد الواحدی** دہلوی

قیمت سالانہ مع محصولڈاک ششماہی

مقام اشاعت **دار السلطنت دہلی** کوچہ چیلاں

مطبوعہ درویش پریس دہلی

خواجہ حسن نظامی کا توپ خانہ

چار پیسے کو۔ بندوق دو پیسے کو۔ ہوائی جہاز دو پیسے کو بم دو پیسے کو۔ مہر کا اعلان جنگ چار پیسے کو۔ ٹمی کا میدان جنگ چار پیسے کو جرمن شہزادے کی لاش دو پیسے کو۔ الغرض تمام ہتیار ٹکے سیر بغیر لائیسنس بکتے ہیں۔ جلدی منگائیے ورنہ پھر بک جائینگے۔ یہ سب کتابیں حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے آجکل لکھی ہیں۔ جن میں ہنسی۔ عبرت۔ فلسفہ تصوف بھرا ہوا ہے ۱۰

غدر دہلی

کے افسانے۔ غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات جو بادشاہ اور اُن کے گھرانے کی عورتوں وغیرہ کو پیش آئے۔ حضرت خواجہ صاحب نے خود انہیں لوگوں کی زبانی جنپر یہ حالتیں گذریں۔ سنکر اپنی مشہور طرز تحریر میں لکھے ہیں۔ ہر فسانہ عبرت و حسرت کی تصویر ہے۔ پڑہنے والا ان انقلابات کو پڑہکر بے چین ہو جاتا ہے اور بغیر آنسو بہائے قصے کو ختم نہیں کر سکتا۔ خدا سے ڈرنے اور موت کے انجام کا ر سوچنے کے لیئے اس کتاب سے بڑہکر کوئی ناصح نہیں مل سکتا چھوٹی خوبصورت تقطیع پر نہایت خوشنما چھپی ہے۔ قیمت چار آنے ۴ر

حق کی فتح

آج کل سی پریشانیوں کے زمانہ میں لوگ اللہ والوں کی طرف کھنچنے لگتے ہیں اور انکی پناہ میں آنا چاہتے ہیں۔ آپ ہم سے **بزم فرید** منگا کر پڑھیے یہ راحت القلوب کا بہترین ترجمہ ہے راحت القلوب میں حضرت سلطان نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا فریدالدین گنجشکر رح کے ملفوظات اور مجالس کے حالات جمع کیئے ہیں اسکے مطالعہ سے بڑی تسکین ہوتی ہے۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے گویا آپ کسی قطب الاقطاب کے سامنے بیٹھے فیض حاصل کر رہے ہیں۔ مترجمہ ملا محمد الواحدی۔ ضخامت ۱۱۶ صفحے۔ قیمت فی جلد ۸ر

سیرۃ العباس رض

یعنی عم رسول اللہ صلعم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مفصل مکمل سوانح عمری جسے جناب مولوی حکیم فرید احمد صاحب عباسی نے بڑی عرقریزی و جانفشانی کے ساتھ عربی کی مستند کتابوں سے مدد لیکر مرتب فرمایا ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔ عہ

انتخاب نظام المشائخ

رسالہ نظام المشائخ دہلی کے ابتدائی پرچے جو حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی ایڈیٹری میں نکلے تھے اُن میں سے چیدہ چیدہ مضامین مع ہاف ٹون تصاویر خواجہ صاحب ملا محمد الواحدی صاحب انتخاب نظام المشائخ کے نام سے شائع کیے گئے ہیں ضخامت ۱۵۰ صفحے قیمت ۱۲ر خریداران نظام المشائخ سے ۶ر

المشتہر

مینجر رسالہ نظام المشائخ۔ دہلی

نظام المشائخ

جلد ۱۳ (بابت ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۳۳ ہجری) نمبر ۱

فہرست مضامین

شمارہ	مضامین	مضمون نگار	صفحہ
۱	تنکے کا سلوک	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	۱
۲	آدم اور بنی آدم	جناب مولوی حاجی محمد اللہ صاحب کاکاخیل	۵
۳	مخافۃ اللہ	جناب مولوی شیخ نور الدین صاحب گوجرانوالہ	۱۳
۴	سیر العہد اولین	جناب مولوی محمد الدین صاحب خلیقی دہلوی	۱۵
۵	تصوف اسلام کا جزو لاینفک ہے	جناب مولانا حکیم غلام غوث صاحب نانپوری	۱۸
۶	آنکھ	جناب مولانا حکیم فرید احمد صاحب عباسی مجددی	۲۰
۷	طاعونی بستی	جناب مولوی مقبول احمد صاحب نظامی سیوہاروی	۲۳
۸	میں کہوں میں الخ	جناب مولانا مقرب حسین صاحب مقرب دہلوی	۲۸
۹	کلمات سیدنا علیؓ	جناب محمد خان صاحب	۳۱
۱۰	منزل پُرخار کا گلاب	جناب قاضی عبد الحسن صاحب ہرجلالی	۳۴
۱۱	اکہوا عزیز قوم ذل	جناب مولانا محمد عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی	۴۰
۱۲	تفکروا فی صفات اللہ الخ	جناب مولانا محمد صدیق صاحب عاشق	۴۱
۱۳	ذکر جمیل (نظم)	جناب مولانا محمد عبد الحکیم خاں صاحب	۴۷
۱۴	تخمیس نعتیہ	جناب خلیفہ زادہ مولوی ولی الدین صاحب چشتی فتحپوری	۴۹
۱۵	میلاد سرورؐ	جناب پیرزادہ محمد عبد العزیز صاحب عزیز مخدومی	۵۲
۱۶	صوفی و فلسفی	جناب مولانا حسن مرتضیٰ صاحب شفق عمادپوری	۵۳
۱۷	تازہ نعتیں اور غزلیں	مختلف حضرات	۵۵
۱۸	مشاہیر مشائخ ہند	جناب مولوی محمد شفیع الدین خاں صاحب مرادآبادی	۵۷
۱۹	سیرۃ الحبیبؐ	جناب مولوی فاضل محمد عبد التواب صاحب رہتک	۶۵
۲۰	اشتہارات	مشتہرین	۷۳

ہمارے معاونین!

جنہوں نے اس مہینے نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں سعی فرمائی انکے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں ٭

	نسخہ		خریدار
جناب میر حمزہ خانصاحب تعلقہ دار	۱	جناب لطیف حسین صاحب عدن	۱
جناب فیض محمد خانصاحب حمت خانصاحب	۱	جناب پٹھان خانصاحب ہیڈ ماسٹر	۱
جناب مولا بخش صاحب انا پور	۲	جناب سید غلام جیلانی صاحب پھلور	۲
جناب عبدالروف خانصاحب اسمعیلی رامپور	۔	جناب حافظ حسین صاحب نائب تحصیلدار	۲
جناب محبوب بخش صاحب نائب تحصیلدار	۱	جناب حاجی منشی خدابخش صاحب عاشق پانیپت	۱
جناب شیخ غلام محمد صاحب سابق جج فرید کوٹ	۱	جناب سردار خان صاحب ڈپٹی ملیدار میرال	۱
جناب حاجی علی صاحب رجسٹرار حیدرآباد	۳	جناب نذیر حسین صاحب درزی نوبہ ٹیک سنگھ	۱
جناب سید احمد شاہ سید بہادر شاہ صاحب	۲	جناب مفتی منیرالدین صاحب عثمان آباد دکن	۲
جناب عبدالمجید خان صاحب ہیڈ ماسٹر		جناب میاں امام الدین صاحب پٹواری نہر	۱

چو[illegible] خریدار ہوئے

جناب منشی غلام علی صاحب موضع کند[illegible]	جناب مستری سلطان احمد صاحب معرفت ست[illegible]
جناب شیخ فریدالدین صاحب نعمانی ر[illegible]	امام الدین صاحب انجنیئر سابق میونسپل کمشنر [illegible]
جناب شیخ احمد صاحب عبدالرحیم صاحب [illegible]	جناب مزمل الدین [illegible] عرف محمد [illegible]
جناب شاہ امیرالحسن صاحب زمیندار موضع [illegible]	صاحب [illegible]
جناب محمد عبدالعزیز صاحب ولد ڈاکٹر شیخ غلام [illegible] صاحب کوہاٹ	جناب تمیزالدین احمد صاحب [illegible]
جناب فیض احمد شاہ صاحب ڈاکخانہ بھاگ[illegible]	جناب رشید خانصاحب پٹواری موضع کا[illegible]
جناب نذر محمد صاحب بی اے اسسٹنٹ [illegible]	جناب شیخ عبدالغفور صاحب اسٹیشن ماسٹر
آقا اسکول نیشنر	جناب غلام احمد صاحب گورداس پور
جناب منشی غلام رسول صاحب بہروادی	جناب جلال الدین قریشی احمد صاحب [illegible]
	جناب الیس محمد میاں معرفت عبدالرزاق صاحب [illegible] مدراس

جناب منشی علی حسین صاحب انگر گنٹھ
جناب محمد اسحاق صاحب ولد محمد قاسم صاحب ٹاسٹر
جناب فاسق احمد صاحب ضلع بستی
جناب قاسم پیر بابا صاحب ضلع احمد نگر
جناب ڈاکٹر محمد عمر خان صاحب تحصیل پٹ
جناب منشی سلطان احمد صاحب تھانہ سلانوال
جناب حولدار محمد عالم صاحب پلٹن نمبر ۹۲ بجابیز
جناب سید خلیل الدین احمد صاحب پٹنہ
جناب سید محمد یعقوب صاحب ہیڈ کنسٹبل
جناب جعفر حسین صاحب اٹرن جنکشن
جناب عمر حاجی ملا اینڈ برادرس ممبئی
جناب سیٹھ عبدالرحمن صاحب بمبئی
جناب پنڈت دیانند صاحب شدھ مل ہوتہ
جناب شیخ محمد حنیف صاحب موضع دیا
جناب میدانے صاحب ایم بی سکول مرزاپور
جناب ڈاکٹر محمد فاضل صاحب احمد پور شرقیہ

جناب شیخ محمد صاحب عثمان آباد دکن
جناب بابو غلام نبی صاحب پاگور کھان
جناب محمد محفوظ الحق صاحب جہلم
جناب نواب ... حافظ محمد ... سعید خاں صاحب
ریاست بہتاری
جناب محمد الحسن صاحب محمد الحق ... بنگلور
جناب ... خان صاحب
مل گنج
جناب بابو سید ... حسین شاہ صاحب ...
جناب عبدالستار آحیل صاحب معرفت ...
جمال صاحب بمبئی
جناب قاضی محمد عبدالخالق صاحب ...
جناب عبدالرزاق صاحب میر ٹھ کیمپ
جناب سید غلام جیلانی صاحب پہلو
جناب سکرٹری صاحب ملا لائبریری بنگلہ
جناب حافظ محمد تفضل حسین صاحب ...

خطیب کا خواجہ نمبر

... رجب المرجب ۱۳۳۳ھ ہجری کو بتقریب عرس حضرت غریب نواز خواجہ معین الدین ... اجمیری رحمۃ اللہ علیہ بڑی شان سے شائع کیا گیا ہے۔ مضامین نثر و نظم مشاہیر اہل قلم کے ... ہوئے۔ قیمت مع محصول صرف ... ضرور منگائیے اور جلد منگائیے۔

المشتہر مینیجر خطیب دہلی +

نظام المشائخ

تنکے کا سلوک

شیراز کے فلسفی صوفی نے کہا۔ درخت کے ہر پتے پر کردگار ذوالجلال کی معرفت کے دفتر منقوش ہیں۔ یہ سنکر جنگل کے نیم کی ایک ٹہنی کو میں نے جھکایا۔ اور اسکے پتوں سے پوچھا۔ خدا کی پہچان کا جسٹر کس ورق میں ہے۔ شاخ جھوم کر بولی تم تو ہمکو جھکاتے ہو **خود جھکو** تب وہ مخفی نوشتے نظر آئینگے۔

سنا آپ نے۔ میں اور ناہنجار اشجار کے آگے سر کو خم کروں۔ اغیار کے سامنے اس سر کو جھکنے کی عادت نہیں۔

میرے سکوت اور پس و پیش نے نیم کی ٹہنی کو موقع دیا کہ اس نے جھنجلا کر اپنا ہاتھ مجھ سے چھڑا لیا۔ اور دوسری شاخوں نے متحرک ہو کر اپنی گرفتار بہن کو اپنے اندر بلا لیا۔

قدم بڑھایا۔ چلوں اور کسی دوسرے عارف سے اس نکتہ کو حل کروں۔ پاؤں کے نیچے دبے ہوئے گیاہ سبز کے تنکے نے آواز دی۔ میں بتاؤں۔ سنو تو میں سناؤں۔

میں جھکا۔ اور اس بہین آواز کو سمجھنے کے لیے گردن خم کی +

نیم کی ٹہنیوں نے جھکتے دیکھکر نعرہ شادمانی بلند کیا۔ اور کہا وہ جھکا۔ جھکو انکار تھا گھاس کے تنکوں نے ملکر جواب دیا۔ دیوانیو! یہ آدمی اُس جنس کی جانب جھکا ہے جس سے بنا ہے۔ اسکو ایک دن اسی خاک میں آنا ہے اور ہمارے ہی میل میں ان گنو انا ہے۔ تم ہنسی نہ اڑاؤ۔ یہ اشرف المخلوق ہے +

اب میں نے کہا پیارے تنکے۔ مجکو سلوک کا راستہ بتا۔ ہوا نے اک پہنچا تنکا بولا لکھنؤ جا۔ کاغذ بننے کی مشین دیکھ۔ وہاں میرے اور تیرے درویں کے سلوک کی منزلیں طے ہو جائیں گی کہ

کرنا اور سمجھنا دیکھنے اور کہنے سے اچھا ہے

دیکھنا لکھنؤ کی پیپر مل کو۔ غریب گھانس کے گٹھے بندھے رکھے ہیں۔ پہیے پرانے گودڑ کے چھکڑے بھرے کھڑے ہیں۔ انجن سرگرم رفتار ہے۔ پہیے گردش میں مصروف ہیں بھاپ بیقراریاں دکھا رہی ہے۔ کالا دُھواں اونچے مینارے اوپر کی طرف اڑا چلا جاتا ہے تنکے کے سلوک کی پہلی منزل پہلا مقام۔ پہلا لطیفہ۔ صفائی سب۔ مشین اور جی ب غبار کی لڑائی ہے۔ لوہے کے پنجے تنکوں کو لکڑی کے تختہ پر سمیٹے ہوتے دپہ کھینچ رہے ہیں۔ اور غریب گھانس عالم بے کسی میں کھنچی چلی جاتی ہے +

اِس منزل کے امتحان سے پہلے تنکے کو دیکھا تو سراپا گرد تھا۔ معراج امتحان میں جاکر دیکھا تو صاف شفاف پایا۔ خاک کا ایک ذرہ بھی اسکے تن نازک پر موجود نہ تھا +

میں نے کہا لو۔ اب تو بتاؤ۔ سینہ کدورت سے صاف ہوا۔ تنکا بولا واہ ابھی ایک ہی مقام طے ہوا ہے۔ تزکیہ ظاہر کے بعد تزکیہ باطن اور قلب ماہیت درکار ہے۔ دیکھتے دیکھتے ایک کھولتے ہوئے گرم چشمے میں تنکے ڈالدیئے گئے۔ اور آسمان سے گرکر زمین پر پہنچے۔ مجھے انکا گرنا اور گلنا ناگوار ہوا۔ جس طرح کہ میں ایک طالب خدا کو عروج دنیا سے گرتا دیکھکر ٹھنڈا سانس بھرا کرتا ہوں مگر تنکا ذرا نہ گھبرایا +

پھر دیکھا تو کرخت تنکوں میں ایک گداخت تھی۔ اُبلے ہوئے۔ گلے ہوئے پڑے تھے

اب تیسرا دور شروع ہوا۔ مشین نے اس کو پیسنا اور دلنا شروع کیا۔ اور آن کی آن میں بھرتہ بنا دیا۔ سبحان تیری شان۔ وہ تنکے کی تکمیل تھی۔ اور یہ بربادی و مسماری کے سامان۔

چوتھے مقام پر مرشد تیزاب نے ہاتھ پکڑا۔ جسم افسردہ کو دھونے لگا۔ کثیف رنگ کٹ گیا۔ سفیدی کا رنگ چڑھا۔ باطن ہر چند کہ سفید سے سیاہ و عادی۔ حجاب ناپید۔

قدم غیب میں یہ سفیدی تھی۔ اشک محبت سے پانی پانی ہوا۔ تو آئینہ کے رخسار صاف پر پھیل گیا۔

چھٹے مقام پر دست عشق نے اس پانی کو جمایا۔ ساتویں میں کاغذ بنا۔ بعد ازاں سلوک کی منازل طے کرکے تنکے نے باوجود کمال سے کاغذ بنا۔ اور قرآن۔ توریت۔ انجیل زبور پر ان کے حرفوں کو سیکڑوں شب معرفت دکھانے لگا۔ اس وقت کچھ کچھ میری سمجھ میں بھی آنے لگا۔

کیوں میاں تنکے۔ خود مٹے۔ جب عرفان حق کو سمجھانے اور دکھلانے کے قابل ہوئے ہمارا کیا بگڑا۔ کباب کو سوخت ہونے کی لذت ہم نے اٹھائی۔

تنکے نے کہا تم اپنی غضب ماہیت اگر لیتے تو اس مشین میں سے اندر کے اسرار پہ بیتے مگر تم وجود اور آرام طلب رہے۔ اس لیئے میں نے یہ بار سر پر اٹھایا۔ اور خودی کا مٹانا تم کو سکھایا۔ ظاہر میں یہ پشتا ہی۔ لیکن حقیقت میں زندگی کی یہی بہار ہے۔ جنگل میں بکری گھاس کھاتی بیٹھی چرتی۔ گھسیارہ گھوڑے کو کھلا دیتا تو یہ سربلندی کہاں میسر آتی۔ میں استاد اور تم شاگرد ہو۔ میں عارف تم جاہل ہو۔

تنکے کی گفتگو ختم ہوئی تھی کہ پرانے گدڑوں میں سے ایک بیٹھی ہوئی بوسیدہ گدڑی نے پکارا۔ درد آشنا بنانے کو آواز دی۔ میں ناک پر رومال رکھ کر اس غلیظ ڈھیر کو دیکھنے لگا۔ گدڑی نے کہا۔ میں تم ہی سے بات کرنی چاہتی ہوں۔ اور تم نے ناک کو ڈھک لیا۔

صاحب میں ایک ناک والی حسینہ کا لباس ہوں۔ گو آج انقلاب دہر کے ہاتھوں یوں خوار ہوں۔

پوچھا۔ کیوں۔ تم پر کیا بیتی۔ اس گڈھے میں آنے کی کیا افتاد پڑی۔ گدڑی بولی کہ

جسم میں چار رنگ کے کپڑے ہیں۔ جن کو ایک بھکاری فقیر نے جوڑا تھا۔ ایک ڈلاری طوائف کا پارچہ پشواز ہے۔ دوسرا مولانا نجم الحق کی عبا کا حصہ ہے۔ تیسرا پنڈت ہزنام داس کی پوتھی کا جزدان ہے۔ چوتھا مسٹر نگلس کی قمیص کا کالر ہے۔

یہ چاروں اپنے اپنے وقت میں مذہبی رتبہ رکھتے تھے۔ ڈلاری طوائف کی پشواز عیش پرستوں کو عزیز تھی۔ مولانا نجم الحق کا چوغہ خدا پرستوں کی آنکھ کا تارا تھا۔ پنڈت ہزنام داس کی پوتھی کا جزدان تمام ہندوؤں کا دین ایمان تھا۔ مسٹر نگلس کی قمیص سلسلۂ حکمرانی کی ہم جلیس تھی۔

مگر افتادِ ایام نے ان چاروں کو اپنے مالکوں کی نظر سے اتارا۔ کوڑی پر مدتوں لوٹایا پھر بھکاری کے ہاتھوں میں پہنچایا۔ اس نے سب کو جوڑ کر ایک گدڑی بنائی۔ اور لباس کی نسبت عزت دلوائی۔ اب بیچارا فقیر بھی خدا کے ہاں گیا۔ بارہ برس کے بعد وارث ہوئے ہیں۔ یہاں آ کر یہ سلوک کے مقامات طے کرنے میں بھی مدد دیں گی۔ اور انسان کو بتائیں گی کہ تیری حقیقت قلب ماہیت سے دور ہو سکتی ہے۔

یہ باتیں سن کر میں نے نظام المشائخ کے ڈھیر کو دیکھا جس پر کاغذ کی دھن میں چاندی دیگر گدڑیاں لوٹ کر ٹکے لینے جاتے تھے۔ اس کاغذ پر یہ مضمون ری کی باتیں چھاپیں گے۔ اور خلقت ان حروف کو دیکھ کر ایڈیٹر صاحب کی فضیلت پر واہ واہ کرے گی۔ مگر کون جانے کہ اگر نظام المشائخ کے سفید اوراق پر تحریر نہ ہوتی۔ سادے صفحے شائع کر دیے جاتے تو وہ اس باتونی عبارت سیاہ سے زیادہ بلیغ ہوتے۔ بشرطیکہ کسی کو تنکے اور گودڑ کے سکوت سے آگاہی بھی ہوتی۔

حسن نظامی۔ از درگاہ مبارک حضرت محبوب الٰہی

۶۔ رجب سے ۱۶۔ رجب تک

آدم اور بنی آدم کی مختصر بائیوگرافی

(۱) قبل نبوت

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۔ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۔ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۔ الَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۔ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۔ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۔

"خدا وہ ہے جس نے چھ دنوں میں آسمان اور زمین اور ان چیزوں کو جو ان دونوں کے بیچ میں ہیں پیدا کیا۔ پھر عرش پر جا ٹھہرا۔ تم لوگوں کا اس کے سوا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی سفارشی کیا تم لوگ اتنی بات بھی نہیں سوچتے آسمان سے لیکر زمین تک وہی ہر ایک امر کا انتظام کرتا ہے پھر تم لوگوں کی دنیاوی گنتی کے مطابق ہزار برس کی مدت کا ایک دن ہوگا اس دن تمام انتظام کا نتیجہ اس کے حضور عالم میں گزرے گا یہی تو خدا ہے چھپی اور کھلی سب باتوں کا جاننے والا زبردست مہربان اس نے جو چیز بنائی خوب ہی بنائی اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔ پھر نچوڑ یعنی منی سے جو ایک حقیر پانی ہے اس کی نسل چلائی۔ پھر اس کے پتلے کو درست کیا اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور تم لوگوں کے سننے کے لیے کان اور دیکھنے کے لیے آنکھیں اور سمجھنے کے لیے دل بنائے (اس پر بھی تم لوگ) بہت ہی تھوڑا احسان مانتے ہو۔" السجدہ - ۳۲ - پارہ ۲۱ - رکوع ۱ آیات لغایت ۱۰ -

مطلب یہ ہے کہ خدا نے آسمانوں اور زمین کی پیدایش کے بعد آدم علیہ السلام کے پتلے کو خالص مٹی سے بناکر اسمیں روح انسانی ڈالی - اور اسکی نسل منی سے چلائی غرض کہ انسان نام ہے قالب اور قلب اور روح انسانی کے مجموعہ کا - نہ تنہا قالب ہے جیسا کہ حیوان مطلق ہوتا ہے - اور نہ مجرد روح جیسا کہ ملائکہ ہوا کرتے ہیں - اور اگر قالب اور روح انسانی کی جدائی ہو جائے تو پھر ان میں سے کسی پر انسان کا اطلاق نہ ہوگا - کوئی اور شئے ہوگی - انسان کی پیدایش کی تفصیل اس طرح پر ہے کہ جب مطابق قاعدہ مقررہ منی رحم مادر میں پڑ جاتی ہے - اس وقت اسکو نطفہ کہتے ہیں - پھر نطفہ سے علقہ (لوتھڑا) پھر علقہ سے مضغہ اور مضغہ سے ہڈیوں کا پنجر بن جاتا ہے - پھر ہڈیوں کے پنجر پر گوشت منڈھا جاتا ہے - اور تمام اعضا تیار ہو کر اسمیں روح حیوانی پیدا ہوتی ہے - جب پتلا درست ہو جاتا ہے تو اس حالت کو تسویہ کہتے ہیں - تسویہ کے بعد قادر مطلق اپنی قدرت سے قالب میں روح انسانی بھیجتا ہے - اور بعد چندے وہ قالب شکم مادر سے نکل آتا ہے - جس وقت کہ مولود شکم مادر سے تولد ہوتا ہے تو اول روز اُسے کوئی شئے نہیں سوجھتی - اور جب اسکو دنیا کی ہوا لگتی ہے تو پہلے پہلے چاٹنے لگتا ہے - بعد اُسکے دیکھتا ہے اُسکے بعد سونگھتا ہے - اسکے بعد لامسہ پیدا ہوتا ہے اور اسیطرح کھانے پینے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے - جب تک کہ بالغ ہو جائے وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ط قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ میں اسیکی طرف اشارہ ہے - اور جب بالغ ہو جاتا ہے تو قوت شہوت جماع پیدا ہوتی ہے اور کامل حیوان ہو جاتا ہے - مگر اسوقت تک نہ اُسکو کافر کہا جاتا ہے نہ مومن بلکہ حیوان مطلق - اور اگر اسیطرح حالت طبعی پر رہا تو چارپایوں میں شمار ہوگا - بلکہ چارپایوں سے بھی بدتر جیسا کہ خدا تعالے فرماتا ہے - وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ٥ اور ہم نے بہتیرے جن اور انسان جہنم ہی کے لیے پیدا کیے ہیں - انکے دل تو ہیں (مگر) اُنسے سمجھنے کا کام نہیں لیتے - اور انکی آنکھیں بھی ہیں (مگر) اُنسے دیکھنے کا کام نہیں لیتے - اور اُنکے کان بھی ہیں (مگر

ان سے سننے کا کام نہیں لیتے۔ (غرض) یہ لوگ چارپایوں کی مثل ہیں بلکہ اُن سے بھی گئے گذرے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دین سے بالکل بے خبر ہیں ۞

اور اگر سنے عالموں سے یہ سنا کہ تمام مخلوق کا کوئی صانع بھی ہے کہ وہ قادر اور سمیع اور بصیر اور کلیم ہے۔ غرضکہ تمام صفات سے موصوف ہے۔ اور یہ سب بات کو اس نے یقین کر لیا اور زبان سے اقرار کر لیا اور دل سے سچ مانا تو اسوقت ایسے شخص کو صرف مومن کہیں گے۔ اگر ساتھ ہی اُس صانع کی تعظیم بھی شروع کی۔ اور اُسکے جمیع احکام کو بھی تسلیم کیا تو اُسوقت اُسکو مومن مسلم دونوں کہتے ہیں۔ اور جب فرائض سنن پر مواظبت کی اور نوافل بھی مثل تلاوت قرآن اور صلوٰۃ اشراق و تہجد ادا کرتا رہا۔ اور تسبیح اور تہلیل میں رات دن گذرے تو اُسکو عابد بھی کہتے ہیں۔ اور ساتھ ہی مال و متاع و عیال اور دیگر علائق دنیاوی سے دل سرد ہو کر مستغنی ہوا تو اسکو مومن و مسلم اور عابد و زاہد بھی کہتے ہیں۔ اور جب حواس باطنی مثل تخیل اور تفکر اور تذکر اور توہم اور تحفظ سے کام لیکر اس جستجو اور تلاش میں لگ جائے کہ میرا معبود کیسا ہے اور کہاں ہے اور کس طرح مل سکتا ہے۔ اور اُسنے تمام کائنات کو کس طرح پیدا کیا اور وہ کیونکر اول و آخر ازل و ابد ظاہر و باطن ہے اور مرجع خلائق ہے۔ اور وہ اس حقیقت کو پا گیا تو اُسکو مومن اور مسلم اور عابد اور زاہد اور عارف کہتے ہیں۔ اور اگر بعض معارف حقائق پا سکا اور بعض کو نہ پا سکا کیونکہ اثبات حق کا پایان نہیں۔ اور اس حالت سے وہ پریشان ہوا اور عجز اور نیاز سے حق کی طرف ملتجی ہوا۔ اور رات دن خدا کے ساتھ سرگوشی کرتا رہا۔ اور غل مچاتا رہا تو اُسوقت اُسکو عاشق کہتے ہیں۔ اور جب عاشق اور معشوق باہم ہمکلام ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے رازدار ہو جاتے ہیں تو اسوقت عاشق کو ولی کہتے ہیں۔ اور جب وہ ولی محرم راز ہوا اور خدا کے احکام اور افعال میں محو ہوا اور اسکی رضا میں فانی ہوا تو اسکو کامل کہتے ہیں۔ اور جب کامل دیگر لوگوں کے استفادہ کے لیے معین ہوا تو اُسکو نبی کہتے ہیں۔ اور اگر اسی طرح یہ کامل خواہ نبی ہو یا نہ ہو مگر خدا سے تضرع اور زاری کرتا ہے تو اسکو ایسے مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے کہ اس سے اوپر مرتبہ نہیں جسکو مرتبہ محمدی کہتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رِجَالٌ فِی اُمَّتِی مَنْزِلَتُهُم کَمَنْزِلَتِی

میری امت میں بعض لوگ ایسے ہیں کہ انکا مرتبہ میرے مرتبہ سے برابر ہے۔ سالک و طالب کو چاہیے کہ اپنے مرتبہ کو جانچے کہ وہ کمال میں ہے یا نقصان میں۔ اگر کمال میں ہو شکر کرے اور اگر نقصان میں ہو تو سعی کرے۔

(۲) بعد از موت

بعض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ انسان اور دیگر حیوان میں کچھ فرق نہیں جیسا کہ دوسرے حیوانات مثلاً گائے بیل بھیڑ بکری وغیرہ مر نیکے بعد گل سڑ کر زمین یا دریا میں رل ملکے معدوم ہو جاتے ہیں یہی حال انسان کا بھی ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ انکی زبانی فرماتا ہے وَقَالُوٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِى الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِىْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۔ اور منکرین قیامت کہتے ہیں کہ جب ہم مٹی میں رل ملجائینگے تو کیا ہم دوبارہ جنم میں آئینگے ؟ اسکا جواب خدا تعالیٰ یوں دیتا ہے بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۔ یہ لوگ اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہونے کو نہیں مانتے (کیونکہ اپنی بداعمالیوں کی جوابدہی سے ڈرتے ہیں۔ اگر اعمال کی جوابدہی کا ڈر نہ ہوتا تو ایسے شد و مد کے ساتھ آخرت کا انکار نہ کرتے) قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۔ (اے پیغمبر تم ان لوگوں سے کہو کہ ملک الموت جو تم لوگوں پر تعینات ہے (وہی) تمہاری روحوں کو قبض کرتا ہے پھر (تم سب) اپنے پروردگار کی طرف لوٹا کر لائے جاتے ہو (بالکل فنا نہیں ہو جاتے) بعض حکما اور انکے تابعین کا زعم ہے کہ کل کائنات ایک سراب ہے یعنی ایک چٹیل میدان میں چمکتا اور جھلکتا ہوا ریت جس کو پیاسا دور سے پانی خیال کرتا ہے اور اصلیت میں کچھ نہیں ہوتا۔ اسکو فارسی میں سراب کہتے ہیں۔ انکے اعتقاد میں یہ یونیورس صرف اضغاث احلام اور خواب و خیال ہے حقیقتہً کوئی شے موجود نہیں جنت و دوزخ سب ملاؤں کے ڈھکوسلے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کا رد اسطرح فرماتا ہے۔ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۔ ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو چیزیں ان دونوں کے درمیان ہیں انکو بیکار نہیں پیدا کیا۔ یہ ان لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں۔ اور دوزخ کے

اختیار) سے کافروں کے حال پر (ٹیاہی) افسوس ہے۔ (ص ۳۰۔ پارہ ۲۳۔ رکوع ۲ آیت ۱)

دوسرے مقام پر یوں مذکور ہے أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۝ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ (لوگو) کیا تم ایسا خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو (یونہی) بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم کو ہماری طرف پھر لوٹ کر آنا نہیں تو خدا (جو) بادشاہ برحق ہے، بے فائدہ کام کرنے سے) بالاتر ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہی) عرش بزرگ کا مالک ہے۔ (المومنون پارہ ۱۸۔ رکوع ۶)

جب یہ ثابت ہوا کہ انسان دیگر حیوانات کی طرح فنا ہونے والا نہیں اور نہ کائنات بقول ملحدوں کا صرف مراثہ اور سراب ہے تو یہ بتلانا باقی رہا کہ خدا کس طرح مرجع ہے اور بعد موت لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ اور وہ کس طرح بسر کریں گے؟ اس بارے میں خدا تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ ۝ وَأَنتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ ۝ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ ۝ فَلَوْلَا إِن كُنتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ۝ تَرْجِعُونَهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ۝ وَأَمَّا إِن كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۝ فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۝ وَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ ۝ وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ ۝ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ تو بھلا جب جان بدن سے کھنچ کر گلے میں آپہنچے۔ اور تم اُس وقت (پڑے) دیکھا کرو (اور کچھ نہ کرسکو) اور (موت تو جب آئے گی تب ہی آئے گی) ہم تو اُس سے تم سے زیادہ نزدیک ہیں مگر تم کو دکھائی نہیں دیتا (ہاں) تو اگر تم غیر مذنبین[1] ہو (اور خود اختیاری کے دعوے میں سچے ہو تو جان (رکے گلے میں آ پہنچی) اس کو (بدن میں) لوٹا کیوں نہیں لاتے پھر (مرنے والا) اگر با خدا لوگوں کے (مقربوں میں سے ہے تو (اسکے لیئے) آرام اور آسائش ہے۔ اور (با فراغت) نعمتوں اور مزے کی بہشت ہے۔ اور اگر (وہ) داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے تو (اس سے) کہا جائے گا کہ ایک شخص داہنے ہاتھ والوں میں سے تجھ پر سلام۔ اور اگر جھٹلانے والوں (اور) گمراہوں میں سے ہے تو کھولتے پانی کی ضیافت ہے۔ اور آخر کار جہنم میں داخل دینا۔ بیشک (آخرت کا) یہ احال

[1] جو کسی کے قابو میں نہ ہو۔

جو بیان کیا گیا) بالکل سچ (اور) یقینی ہے تو (اے پیغمبرؐ) اپنے پروردگار عالی شان کے نام کی تسبیح (و تقدیس) کرتے رہو۔

پس معلوم ہوا کہ بلحاظ حال آخرت لوگ تین گروہ میں منقسم ہونگے۔ اول سابقین جو مقربین کہلاتے ہیں۔ دوم اصحاب الیمین جنکو اعمالنامے داہنے ہاتھ میں دیے جائینگے۔ سوم اصحاب الشمال جن کو صحائف اعمال بائیں ہاتھ میں دیے جائینگے۔ اگر انسان حالت طبعی پر ہو تو وہ حیوان مطلق کی طرح حلال و حرام اور شرم و حیا کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ ان کا غایت مقصود اور مبلغ علم یہی ناکارہ دنیا ہوتی ہے۔ اور مرض حرص و طمع میں مبتلا رہتے ہیں انکو دنیا کی حرص و طمع ہر ناشایستہ حرکت تک پہنچا دیتی ہے۔ جھوٹ وہ بولتے ہیں بہتان وہ باندھتے ہیں۔ لوگوں کی پردہ دری میں وہ گھس پڑتے ہیں۔ جھوٹی قسمیں وہ کھا لیتے ہیں۔ طوفان و بہتان وہ جوڑ بیٹھتے ہیں۔ خلق آزاری کا ارتکاب وہ کر گزرتے ہیں کسی کے سچے دوست نہیں۔ اپنی خواہشات اور اغراض کے غلام ہوتے ہیں۔ یہی لوگ اصحاب الشمال ہوتے ہیں۔ جن میں تمام بے دین ملحد، دہریئے، زندیق، جاہل اور وحشی لوگ شامل ہیں۔ ان لوگوں کے نفوس امارہ بالسوء ہوتے ہیں۔ خدا پناہ دے۔ یہ لوگ کھانے پینے اور خواہشات نفسانی پورا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں جانتے جن کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَیَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل (بھی) کیے بلاشبہ انکو اللہ بہشت کے (باغوں میں لیجا داخل کرے گا جنکے تلے نہریں (پڑی) بہ رہی ہوں گی اور جو لوگ منکر ہیں (دنیا میں بے فکری کے ساتھ) مست ہیں اور جس طرح چارپائے کھاتے (رہتے) ہیں یہ بھی (اناپ شناپ) کھاتے (رہتے) ہیں اور (آخری) ٹھکانا دوزخ ہے۔

جو لوگ دینی علم سے نابلد ہیں۔ صرف سن سنا کر صانع کے قائل ہوئے ہیں اور کچھ تعظیم و تکریم بھی بجا لاتے ہیں۔ وہ صرف تقلیدی مومن اور مسلم کہلاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے قلوب تو قائل مگر نفوس بدستور منکر اور سرکش رہتے یہ لوگ کبائر سے احتراز نہیں کرتے

ہیں انکے نفوس کو سولہ کہتے ہیں یعنی انکو برے کام نیک معلوم ہوتے ہیں۔ اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا انہیں کے حق میں ہے۔ یہ لوگ اگرچہ آخرکار نجات پائینگے مگر عذاب سے مامون نہیں۔ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ میں انہیں کی طرف اشارہ ہے اہل کبائر کے سوا دیگر نیک مومن اور مسلم اور عابد و زاہد کبائر کا ارتکاب تو نہیں کرتے مگر انکے قلوب نفس اور شیطان کا آماجگاہ بنتے ہیں۔ شیطان برے کام کا وسوسہ ڈالتا ہے اور ضمیر نیک کام کرنے کا الہام کرتا ہے جن کو شرع کی زبان میں لمۂ شیطانی اور لمۂ رحمانی کہتے ہیں۔ یہ لوگ اخلاق رذیلہ مثل عجب و غرور و پندار اور ریا سے نہیں بچ سکتے ہیں انکے نفوس کو لوامہ کہتے ہیں اور یہی اصحاب الیمین کہلاتے ہیں جب سالک بعض معارف اور حقائق کو پاسکا اور بعض کو نہ پاسکا اور پشیمان ہوکر عجز و نیاز کرتا رہا اور محبت کا غلبہ ہوا اسوقت اسکو عاشق کہتے ہیں۔ اس حال میں سالک سخت پریشان ہوکر تجلی و حلول میں تمیز نہیں کرسکتا اور انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی کہنے لگتا ہے

گوید آنکس درین مقام فضول ۔ کہ تجلی نداند از حلول

یہ لوگ بفحوائے [illegible] مرفوع القلم ہوتے ہیں لیکن انکا کرنا دیوانوں اور مجانین کا ہوتا ہے جب انسان مرتبہ عشق سے نکل جاتا ہے اور مرتبہ عبدیت اور ہوتا ہے تب محمدی مقام پر پہنچ جاتا ہے اسوقت اسکو کامل کہتے ہیں عارف اور عاشق اور ولی اور نبی کا نفس مطمئنہ اور راضیہ و مرضیہ کہلاتا ہے یہی مقربین ہیں۔ یہ لوگ موتوا قبل ان تموتوا کا حکم رکھتے ہیں مرنے کے ساتھ انکی قیامت قائم ہوجاتی ہے اور مقربین کے ساتھ ہی قرب الٰہی اور بہشت وغیرہ سے متمتع ہوتے ہیں۔ اصحاب یمین اور اصحاب الشمال بھی خوشی و رنج کو محسوس کرتے ہیں مگر ظلی اور مثالی صورت سے حقیقی صورت سے نہیں انکی مثال ایسی سمجھنی چاہئے جیسے کہ طلبا سکول یا کالج امتحان میں شامل ہوتے ہیں اور بعد امتحان کے صاحب طلبا بھی اپنے حال کو سمجھ جاتے ہیں اور ناکامیاب بھی حال کو جان لیتے ہیں۔ ہرایک فرق خوشی اور رنج کو محسوس کرلیتا ہے مگر یہ خوشی اور رنج نتیجہ معلوم ہونے کی خوشی یا رنج سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اچھی چیز یا حالت کے انتظار کو شوق اور اسکے برعکس کو غم کہتے ہیں۔ اسیطرح اچھی چیز کی موجودگی اور احساس لذت کو انس اور بری چیز کی موجودگی

کے لئے کو مصیبت کہتے ہیں۔ شوق اُس سے زیادہ لذیذ اور غم مصیبت سے زیادہ تلخ ہوتا ہے اکالانتظار اشد من الموت مشہور ہے۔ یہی انسان کی بانی گرفی ہے۔ یہ نہ ناول ہو نہ افسانہ ہے۔ بلکہ واقعہ اور حقیقت ہی۔ ہر ایک آدمی کا فرض ہے کہ وہ فکر کرے کہ آیا اس کا کیا حال ہے۔ کیا وہ منکرین اور مکذبین سے ہی یا وہ اہل کبائر سے ہی یا وہ صرف مومن اور مسلم ہے یا وہ عابد اور زاہد یا عارف اور عاشق یا ولی یا نبی ہے یا مرتبۂ محمدی تک پہنچا ہوا ہے۔ یہ ہر ایک حال اللہ تعالیٰ کی مشیت سے متعلق ہے۔ اور اسی کو تقدیر کہتے ہیں مسئلہ تقدیر کی بابت لوگ تین گروہ ہوگئے ہیں ایک فریق کہتا ہے کہ سب کچھ خدا کرتا ہی انسان محض مجبور ہے۔ اسکو جبریہ کہتے ہیں۔ دوسرے فریق کا قول ہے کہ نیکی بدی انسان خود پیدا کرتا ہی۔ خدا تعالیٰ کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ تیسرے فرقہ کا بیان ہے کہ نیکی بدی کا خالق تو خدا ہے مگر بندہ اپنے ارادہ اور قصد سے نیک یا بد کام اختیار کرتا ہی۔ اگر بندہ نیک کام کا ارادہ کرے تو نیک کام کی توفیق دیجاتی ہے۔ اگر بد کام کا ارادہ کرے تو اسمیں چھوڑا جاتا ہے انا عند ظن عبدی بی کا معاملہ ہی۔ دوم فرقہ کو قدریہ سوم فرقہ کو سنیہ کہتے ہیں۔ اب ہر شخص اپنے اعتقاد کے مطابق عمل کر سکتا ہے۔ قطعہ

حساب کار خود امروز کن کہ فرصت ہست ‏ زخیر و شر بنگر تا چہاست حاصل تو

اگر بنقد نکوئی تو نگری خوش باش ‏ وگرنہ غیر بدی نیست وائے بر دل تو

ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علیٰ کل شیء قدیر

خاکسار رحمت اللہ کاکاخیل اویسی

از میاں گڑھی ضلع پشاور

ایک کا خاتمہ دوسری کا آغاز ۔ سیر الحبیب اس پرچہ میں ختم ہوگئی۔ ہم صفحے آخری مضمون کی لوح ہم ٹائٹل کے کہیں لگے ملینگے۔ آئندہ اسکی قائم مقامی ہمارے محترم دوست مولوی محمد شفیع الدین خانصاحب ایم آر اے ایس مرادآبادی کی کتاب "مشاہیر مشائخ ہند" کریگی جسکا سلسلہ انشاء اللہ بعد عید شروع ہو جائیگا۔ ایڈیٹر

مخافۃ اللہ

مخافۃ اللہ کے ثمرات عفت، ورع و تقوےٰ ہیں اور یہی سعادت کے تخم ہیں اس واسطے کہ آدمی آخرت کی راہ چل ہی نہیں سکتا جب تک شہوات کو خیرباد کہکر صبر اختیار نہ کرے۔ اور شہوات کو جلاکر بھسم کردینے والی آتش مخافۃ اللہ کے سوا اور کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی۔ اسی بنا پر حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے کہ راس الحکمۃ مخافۃ اللہ۔

حق سبحانہ و تعالیٰ نے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت، رحمت، علم اور رضوان کو تین آیتوں میں جمع کیا ہے جو ذیل میں درج ہیں:۔

(۱) ھدًی و رحمۃ للذین ھم لربھم یرھبون (پ ۹ س الاعراف ع ۹/۱۹) ان لوگوں کے لیے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں کافی ہدایت اور وافی رحمت ہے۔

(۲) انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤا (پ ۲۲ س فاطر ع ۱۶/۱۱) خدا سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو اسکے آثار قدرت کا علم رکھتے ہیں۔

(۳) رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ (پ ۳۰ س البینۃ ع ۱/۲۱) اللہ ان سے خوش اور یہ اس سے خوش۔ یہ ان کے لیے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا رہے۔

مخافۃ اللہ کے درجات متفاوت ہوتے ہیں۔ مخافۃ اللہ اگر شہوات سے باز رکھے تو اسپر عفت کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اگر حرام سے باز رکھے تو اسکو ورع سے تعبیر کرتے ہیں اگر شبہات سے یا ایسے حلال سے باز رکھے جس میں حرام کا شبہ ہو تو اسکا نام تقوےٰ ہے اور اگر سوا آخرت کے ہر چیز سے باز رکھے تو اسکو صدق کہتے ہیں۔ عفت، ورع، تقوےٰ کے تحت میں اور یہ تینوں صدق کے نیچے ہیں۔

بعض آدمی اس حالت پر جس میں آنسو نکل پڑتے ہیں پھر آدمی آنسو پونچھکر اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھکر غفلت میں پڑ جاتا ہے مخافۃ اللہ کا اطلاق کرتے ہیں

خوب یاد رکھنا چاہیے کہ یہ مخافۃ اللہ نہیں بلکہ صرف رقت زمانی ہے۔ غور کرو اگر ایک شخص کسی چیز کا خوف رکھتا ہے تو اس سے احتراز و اجتناب کرتا ہے۔ اگر کسی شخص کی آستین میں سانپ ہو۔ کیا وہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پڑھکر چپ ہو رہیگا! نہیں بلکہ جب تک اُسکو اپنی آستین سے دور نہیں کر لے گا اُسکو چین نہیں آنے کا۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ بندہ خائف کون ہے؟ فرمایا وہ شخص جو اپنے تئیں اُس بیمار کی طرح رکھے جو موت کے خوف سے تمام خواہشوں سے حذر کرتا ہے۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص خدا سے ڈرتا ہے۔ اس سے سب چیزیں ڈرتی ہیں اور جو خدا سے نہیں ڈرتا اُسے خدا سب چیزوں سے ڈراتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ جو قرآن کریم میں ہے والذین یؤتون ما اٰتوا وقلوبہم وجلۃ (پ ۱۸ سورہ المؤمنون ع ۴) یعنی کام کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں۔ یہ کام چوری اور زنا ہے آپ نے فرمایا نہیں وہ کام روزہ نماز صدقہ ہے کہ کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ مبادا قبول نہو۔

جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی آدمی کا امور عقبے میں چستی کے ساتھ مصروف ہونا اس بات کی نشانی ہے کہ اس آدمی کے دل میں خدا تعالے کے عذاب کا خوف ہے۔ وللہ در من قال ؎

خوف و خشیت خاص دانایاں بود	ہر کہ دانا نیست کے ترساں بود؟
ترسگاری رستگاری آورد	ہر کہ درد آرد خوش درماں بود

نورالدین از گوجرانوالہ

قلمی معاونین کرام کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اپنے مضامین حتی الوسع صاف و خوشخط لکھا کریں۔ نیز کاغذ کے ایک طرف۔ اور اسکا بھی خیال رہے کہ جسقدر کوئی تحریر مفید و دلچسپ ہوگی اتنی ہی جلد بشکریہ و مسرت شائع کی جائے گی۔ (ایڈیٹر)

نثر

میرا عہدِ اوّلین

حقیقی سرشاریوں، اور کامل محویتوں سے معمور، ابدی و سرمدی لذتوں سے بھرپور تھا: اک زمانہ تھا، راحت وقتی، سکونِ مطلق تھا۔ علائق زمانی، مکانی جبکہ نہ تھے، جبکہ فکرِ این و آں نہ تھی، خموشی شکل، اک زمانہ تھا! کہ میں کنزِ عدم میں فضائے بیدائے خیال تھا!

کیسا مبارک، مسعود تھا وہ دن، اس دن و رات سے پہلے، تاریکی شب سے ناآشنا روشنی سحر سے بےخبر، نورِ غیر ملتبس کیسا عجیب تھا وہ دن، اس دن و رات سے پہلے، جبکہ میں رنج و غم زیاں سے آزاد، طلب و جستجو سود سے فارغ، بزمِ الست کی شرکتوں سے مست و مدہوش کن صحبتوں کی شرکتوں سے محظوظ تھا: مسرور تھا!!

وہ وحدت کے عہد اولین میں، حسینِ ماسوائے، اور حیات تو کے عہد اولین میں وجوب و امکان سے قبل، تقسیمِ این و آں سے قبل۔ جبکہ الفاظ میں معنی نہ تھے، نہ سمجھ سے خالی تھی، حس میں ادراک نہ تھا، ہاں جب تحریرِ مطالب پیرایۂ رموز کات نہ تھے، اور قلمِ موشگاف رہن بستہ تھا، ہر حرفِ ساکن و معنی سے خالی تھا: تفریق و اتحاد سے لاعلم تنظیم و تسلیل سے ناآشنا، نقطۂ وحدت کے رازِ مخفی میں، منشائے کن، اور لطائفِ ہو میں آسودہ تھا!!

جمالِ یکتائی، خود تماشا، خود تماشائی جبکہ منت کشِ دیدہ و دیدار نہ تھا۔ تب جلوہ آرائیوں میں ملفوف تھا، آئینہ برداریوں میں مشغول نہ تھا۔

عالمِ نور کی تجلی زائیاں جبکہ کیفِ عریانی سے مست و بےخبر تھیں، سکونِ حسن عالمِ طلب مستقل اضطراب شعاستاں تھا، بےروک و بےحجاب جلوہ ریزیاں تھیں، ہوس سینِ عالمِ ہستی کی شرمندۂ احساس آرائی نہ تھا، میں نہیں جانتا کون میں نہ محوِ ذات تھا!

جبکہ ذات خود خود نمائی تھی اور حجابِ غیریت نہ تھا۔ حقیقت بےپردہ تھی، لطفِ یگانگی حاصل تھا اور حجابِ غیریت نہ تھا، زمان و مکان ہیچ تھے: تمام اعیانِ جہاں بےچون و چرا تھے۔

رازِ انداز سے دور تھا تمیز امتیاز سے محروم تھی۔ ہاں جبکہ وہم وگمان نہ تھا، کہیں سے کہیں کا نشان دینے والا گمان نہ تھا۔ میں حقیقتِ معصوم سے مالوف تھا!

لوحِ ناآشنا، نقوش پردہ خفا میں محفوظ تھی؛ حیاتِ تحریرِ خطِ تقدیر سے لاعلم تھی حجابِ اول میں روپوش تھی، سب سادہ رنگ و نقوش ناآگاہ تھا؛ جبکہ سادگی عینِ حقیقت اور بے رنگی ذات معمول تھی، تو میں نقطہ نگاریں میں جلوہ آرا تھا!

پھر جبکہ سکون مائل بہ جنبش ہوا، جبکہ سکوت متوجہ بہ حرکت ہوا، تو کچھ نقش و نگار کسی کی بھی سمجھ میں نہ آنیوالے نقش و نگار بنے۔ میں — کون میں؟ آنکھ بند کرکے۔ سانس ٹھیرا کے یہ سوچ لینے کے بعد وہ میں — کون۔ بخشش بے انداز پر اتر آیا — ہاں اُسوقت میں آپ پیشِ نظر تھا!،

آہ اب کہ نہ میں وہ میں ہوں، اور نہ وہ میں کہہ سکتا ہوں، اک دوسرے سے جدا، درد فراق اور رنج ہجر سہنے کے لیئے جدا ہیں؛ تفریق تحمیل جائز؛ دوئی روا۔ اک دوسرے سے جدا ہیں۔ تمیز مابین ظاہر ہوگئی؛ اُس میں مجھ میں فرق ڈالنے والی، بُعد دکھانے والی امتیاز و تمیز مابین ظاہر ہوگئی؛ غیبی و علمی، ذوقی و وجدانی سلسلے قائم ہوگئے۔ بے نشان صفتیں عین ذات بن گئیں؛ خود بخود سمجھ میں آجانیکے واسطے کرامات بن گئیں۔ انجماد و روانی جداگانہ ہوگئے میل ملاپ افسانہ ہوگئے۔

رسم و آئین مرتب ہوئے۔ یہ طریقے ملنے کے اب ہوئے؛ عالم اجساد میں ڈھونڈنا عذاب ہے، آہ تو نہیں۔ یہ اضطراب ہے!

اپنے آپ بادشاہ اپنی مرضی کے حاکم۔ یہ کیوں عالم ممکنات میں موجیں بڑھیں اور سمیٹ رہیں آغوشِ ساحل میں آگئیں! —— —— !

آب و تاب کی زندگی۔ چمک و نور کی زندگی ظلمات میں تڑپتی، خبر نہیں کیا چاہتی ہے تڑپتی ہے! عالم مثال کی، محسوس نظر آنے والے، عالمِ مثال کی رنگارنگی، بوقلمون منظری، کتنی بھی خوش آیندہ ہو۔ برزخ مثالی، عالمِ ارواح و اجسام کی درمیانی خوش نظارگی اور اُسکی لطافتیں کتنی بھی دل آویز ہوں، آنکھوں سے دیکھکر، کانوں سے سُنکر، دل میں اتر جانے والے تاثرات دل آویز

ہوں مگر نقشِ اول نہ بھولنے والا تیری بزمِ احدیت کا متوالا۔ وہ جو ازل کے دن کرشمہ ہوئی تھی پہنچنے والا تجھے نہ بھولنے والا تو یہ سب ہیچ سمجھتا ہے۔ ہاں وہ پیکرِ مجاز ترکیبِ مجاز و انداز تخاطب سے مزین پیکرِ مجاز، تیری رعنائی بھی خوب اور دلربائی بھی خوب۔ مگر اے یار۔ حاشا۔ اپنا تو جی الجھتا ہے!

آہ وہ نغمۂ حقیقت سے وہ رباب دل کی چھیڑ سے محروم ہو۔ آہ وہ انگشت نغمہ سازِ حقیقت کی چھیڑ سے ساکت ہو۔ آہ جو دل رازِ عصمت سے محروم رہ گیا ہو۔ وہ اس قابل نہیں جو تیری عطا چاہے:

ہاں او سازِ زندگی بہم۔ نغمۂ راز چھیڑ، تا حقیقت مرتسم ہو۔ اسرار و نکات حل ہوں اور مہجور کے غم و افکار مقبولِ دربار ہوں +

تلیقی دہلوی

ریاضِ شفق

اس نئے انداز اور خاص رنگ کے مجموعہ میں اردو شاعری کے وہ بے شمار نمونے دیئے گئے ہیں جنہیں دیکھتے ہی ناظرین کے دل مثل آئینے کے اور زبانیں تعریف میں کھل جائیں گی۔ مولانا شفق رضوی عماد پوری جن کی اکثر نظام المشائخ الناظر۔ نقاد وغیرہ رسالوں اور پسندیدہ اخباروں میں چھپ کر مقبول عام ہوتی رہی ہیں۔ ان کا وہ کلام بھی اس کتاب میں شامل ہے جو خاص اسکے لئے خزانۂ امانت میں محفوظ تھا۔ مختصر حالات زندگی و خاص واقعات شاعری کے ساتھ خاص خاص موقع کے کلام بھی دیئے گئے ہیں جیسے متعلق نثر یا نوٹ میں شامل کیا گیا ہے۔ مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ کاغذ ولایتی چھپائی نفیس قیمت علاوہ محصول

محمد اسمٰعیل ذبیح تلمیذ مولانا شفق رضوی عماد پوری رفیع گنج ضلع گیا

تصوف اسلام کا جزو لاینفک ہے

سب جانتے ہیں کہ ہوا، پانی، غذا مایۂ زندگی ہیں۔ ہوا کی ہر وقت ضرورت ہے تو حکمت الٰہی نے بالکل عام کر دی۔ دوسرے نمبر پر پانی کی ضرورت ہے تو مشکل حصول نہیں، ہاں تغذیہ ہماری لذت پذیر طبیعتوں نے معاملہ بڑھا دیا ورنہ حبوب، شجر، بقول، نباتات، اثمار درختاں غذا ہی ہیں ؎

ہر چہ ہست از قامت ناساز و بے اندام ماست
ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

پانی نعمائے الٰہی سے ایک نعمت عظمیٰ ہے، اغذیہ ادویہ اسکی معاونت پر ترتیب نشو و نما پاتے ہیں۔ اور خود جاندار چیزیں اسکی بدولت زندہ و پائدار ہیں۔ حکیم قدیم لایزال و لم یزل فرماتا ہے من الماء کل شئ حی۔ پس یہی پانی ہے جو برستا ہے اور دہقان اپنی جھولیوں میں بیج بھر کے لاتا [illegible] زمین کے سپرد کرے پھر بیج بویا جاتا ہے، اور پانی اسکو گلا کر اسکے اندر سے ایک شاخ حیات پیدا کرتا ہے، ابتدا میں وہ ایک نہایت ضعیف و حقیر وجود ہوتا ہے جسکو ہوا کی حرکت ہلا دیتی ہے اور پانی کا زور زمین پر جھکا دیتا ہے۔ مگر آفتاب اپنی شعاعوں سے اسے گرم کرتا اور زمین اپنی بخشش کو اسکے لیے کھول دیتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ بڑھتا ہے اور پھیلتا ہے، زمین کے اندر اسکے ریشے دور دور تک چلے جاتے ہیں، اسکی شاخیں اور ڈالیاں قوت و استواری کے نشہ میں جھومنے لگتی ہیں جسکو صاحبانِ بصارت و بصیرت دیکھکے بے اختیار بول اٹھتے ہیں "فتبارک اللہ احسن الخالقین"۔ غرض پانی مایۂ زندگی ہے اور موالید ثلاثہ کا [illegible] وجود و حیات!

جس طرح حیاتِ عالم آب و گل کے لیے ہوا، پانی، غذا ضروری [illegible]
واسطے بھی النعمۃ ثلاثہ لازمی [illegible] مثلاً اسلام کو ایک شجر قرار دیجیے [illegible]
(شریعت) بمنزلہ ہوا، تصفیہ دل و تزکیہ نفس (تصوف) بمنزلہ آب [illegible]
(معرفت) بمنزلہ غذا!
مانا کہ ہوا کا پہلا نمبر ہے۔ اور ایمان کے زندہ [illegible]

... دیوں ... برے آید مفرح ذات" مگر یہ کون دعوے کر سکتا ہے کہ نشو ونما اور تازگی و ارتقا کے لئے
اپنی خاصیت و اثر نہیں؛

سچ یہ ہے کہ اسلام مجموعہ ہے شریعت اور طریقت کا۔ اور معرفت اسکا ثمر۔ شیبہ ماخلاصہ
... میں مشہور ہے کہ منزل اسلام میں شریعت پہلا قدم ہے۔ اور میرے نزدیک یہ بالکل سچ ہے

موجب جلوہ بزاہد بدر دراو درست — رند کاندک عشق درکا آورد بیطا ... را

حکیم ابونصر فارابی کا قول ہے" تمام السعادۃ بمکارم الاخلاق۔ کمال تمام الشجرۃ بالثمرۃ"
ہم اسپر کہہ سکتے ہیں کہ "کمال اسلام کا تصوف ہی ہے"

شریعت کالب لباب اقرار توحید، اعتراف نبوت، تسلیم اوامر و نواہی ہے۔ اگر غور سے
دیکھا جائے تو یہ بھی ایک مشق ہے ... لو لگانے کی، جس کی اگلی منزل تصوف ہے۔ مبارک
ہیں وہ لوگ ... اسی مشق کے زور پر وصال دوست کی استعداد حاصل کر لیتے ہیں۔ اللھم ارزقنا

... جہاں اہل اسلام میں اور تفرقہ اندازیاں ہیں انہی میں یہ بھی ہے کہ لوگ تصوف کو
... سے الگ سمجھتے ہیں مگر واللہ کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے ... بالفرض میاں بھی یہ
... اسلام میں رہتا گیا ہے، اسلام نہ ہوا ایک قانون تمدن کا مجموعہ ٹھیرا۔ افسوس
... در میں کوئی ایسی دلچسپ مثال سے

جیسے آجائے انگوٹھی میں نگیں :

جیسے اگر ... ہاں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جیسے علم طب میں دو فن ہیں ایک علمی دوسرا عملی۔ علم وہ
... الاشیاء سے واقف و ماہر ہو۔ عمل یہ کہ علاج کر سکے اور علم کی علت
... شریعت اور تصوف کی تقسیم ہے ... شریعت ... ملت غائی تصوف

... جیسے نیم حکیم ... نیم ملا ... ویسے ہی صوفی
... صاف نہیں دیکھا ...
... لوگوں سے بیزار ہے
... ستے

آنکھ

اے پیاری آنکھ! آج میں چاہتا ہوں کہ کچھ تیری خوبیاں بیان کروں، مگر تیری بدولت اپنے قلم سے لکھوں۔ مگر لکھوں تو کیا لکھوں تجھے ہی دیکھ کے لکھ سکتا ہوں تو تو وہ چیز ہے کہ تمام دنیا کی چیزیں۔ ارض و سما۔ کوہ و دریا۔ شمس و قمر۔ حجر و شجر۔ باغ و میدان۔ جنگل و بیابان۔ سب کی سمائی تجھ میں دیکھتا ہوں۔ کروڑوں کوسوں کی چیز کا تو ذرا سی دیر میں ادراک کر لیتی ہے۔ میلوں کا میدان تیرے احاطۂ رسائی میں نظر آتا ہے۔ پھر طرہ یہ ہے کہ آناً فاناً سب قریب بعید کی چیز دیکھی اور فوراً اُسکا فوٹو لیا۔ اور حس مشترک کے سامنے پیش کیا۔ اور خزانہ خیال میں وہ منطبع ہو کر قوت متخیلہ نے اس میں کام کر کے قوت حافظہ کو دیدیا۔ اب تجھے بند کر لیا۔ اور جتنی چیزیں ہم نے دیکھی تھیں سب سامنے نظر آ رہی ہیں۔ بڑے بڑے شہر اُنکی گلیاں۔ سڑکیں۔ بڑی بڑی مسجدیں۔ نہریں ریلیں۔ سب کا تماشہ دیکھ رہے ہیں اے میری پیاری آنکھ! خدا نے تجھ میں عجیب صنعت ودیعت فرمائی ہے۔ تیرے ذریعہ سے ہمارے سارے کام ہوتے ہیں۔ اچھے بُرے کام کی تمیز نیک و بد کی دیکھ بھال تیرے ہی ذریعہ سے ہوتی ہے۔ میں تیری قدرت اور تیری باریک بینیاں کہاں تک بیان کروں تو کیا ہے۔ ایک نمونہ قدرت ہے۔ ساری دنیا کی لذت و فرحت تجھی سے ہے۔ محبوبوں کے حسن اور اُنکی چشم بیمار کا نظارہ تیرے ہی ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ تیری ہی بدولت المجاز قنطرة الحقیقة۔ کا لطف آتا ہے۔ تیرے ہی ذریعہ بفحوائے کونوا مع الصادقین تصور شیخ سے قلب میں یکسوئی اور خدا کی محبت پیدا ہوتی ہے تو ہی تمام کارخانہ دنیا کی سیر کراتی ہے اور ہم اُسے دیکھکر خدا کی قدرت معلوم کرتے ہیں۔ اسی لئے ہمارے اجسام کے حصۂ اعلیٰ میں تجھے نصب بھی کیا گیا۔ اگر یہ کام ہم تجھ سے نہ لیں تو جناب باری کا وعید صریح موجود ہے کہ من کان فی هذه اعمى فهو فی الآخرة اعمى۔ یعنی جو دنیا میں رہ کر اندھا رہا اور اس عالم کی نیرنگیاں دیکھکر اُسنے کچھ بصیرت حاصل نہ کی۔ اور خدائے وحدہ لاشریک کو نہ پہچانا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا۔ اللہ اکبر۔ اے میری آنکھ! تو تو بڑے مرتبہ والی نکلی تمام دنیا و آخرت کی بہبودی کا بس تو ہی آلہ ہے اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ آنکھوں والے تجھے کھولکر بھی دیکھتے ہیں اور

نہ اسنے بھی۔ پھر تیرے بند کرنے سے جو لطف حاصل ہوتا ہے وہ تیرے کھلنے میں نہیں۔ کیا اچھا کسی نے کہا ہے ؎

اُلٹی ہی راہ چلتے ہیں دارگانِ عشق — آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لیے

تمام عالم امر اور عالم خلق کے انوار و برکات اور ان میں تمیز تیرے ہی بند کرنے کے دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے اور جب یکسوئی ہو جائے تو پھر تجھے بند کریں یا کھولیں تو ہر طرح سے کام دیتی ہے اور اصل یہ ہے کہ جس غرض سے تو ہمیں عنایت ہوئی وہی کام تجھ سے لینا ہمارا فرض ہے ورنہ ایک وعید تو قیامت میں اندھے اُٹھنے کی سن ہی چکے ہیں۔ دوسری یہ موجود۔ کہ ہم حیوانوں سے بھی زیادہ گمراہ قرار دیے جاتے ہیں لَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا یعنی انکی آنکھیں تو ہیں۔ مگر ان سے دیکھتے نہیں۔ کیا معنی؟ کہ جو دیکھنے کا حق ہے وہ ادا نہیں کرتے۔ انہی لوگوں کی بابت ارشاد ہوا ہے اولٰئک ہم الغٰفلون۔ یعنی یہ لوگ غافل ہیں جو حیوانوں سے بھی بدتر ہیں۔ اور بات یہی ہے کہ تجھے پیدا ہی اسلئے کیا ہے کہ تو محبوب حقیقی کی جلوہ آرائیاں دیکھے اور اُسکے عشق میں سرشار رہے۔ ورنہ اگر یہ کام تو نے نہ کیا تو تیرا وجود ہی کس کام کا۔ اس دنیا کی نیرنگیاں تو ضرور غفلت میں ڈالنے والی ہیں مگر آنکھوں والوں کی صحبت میں رہکر یہ غفلت رفع ہو جاتی ہے۔ پھر تو بقول مولانا نیاز احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ؎

اگرچہ میں سرِّ بتاں دیکھتا ہوں — وہ جلوۂ حق عیاں دیکھتا ہوں
ازل سے ابد تک جو کثرت ہے پیدا — سو وحدت کا دریا رواں دیکھتا ہوں
نیاز اب کہوں کس سے رازِ حقیقت — یہ عالم سراپا گماں دیکھتا ہوں

غرض قدرت کا نمونہ جس طرح تو ہے۔ بڑی ضرورت ہے کہ قدرت کے کارخانہ پر تو بنظرِ عبرت نظر کرے۔ بقول مولانا نیاز احمد رح ؎

جدھر دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں — خدا ہی کا جلوہ عیاں دیکھتا ہوں

اگر تیرا دیکھنا ایسا دیکھنا ہے تو واقعی اسے حقیقی دیکھنا کہیں گے ورنہ نہیں۔

اے میری پیاری آنکھ تیری خوبیاں بیان کرنے سے زبان و قلم قاصر ہے اب میں تجھے بند کرکے تیری خوبیاں دیکھتا ہوں کیونکہ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

چشم بند و گوش بند و لب ببند گر نہ بینی نور حق برما بخند

بڑی ضرورت ہے کہ تیری حفاظت کیجائے۔ اسیوجہ سے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کہیں خلاف شرع نظر اتفاقاً پڑ جائے تو معاف ہے لیکن دوبارہ نہ دیکھنا چاہیئے۔ مجھے اسوقت ایک واقعہ یاد آگیا۔ وہ یہ ہے کہ حضرت مولانا میرزا مظہر جانجاناں سید حبیب اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ ابتدائی تعلیم کیحالت میں بعذانہ حضرت سید نور محمد بدایونی رح کے حلقہ میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک روز یار لوگوں نے ایک نہایت خوبصورت طوائف کو اُبھارا کہ ایسی تدبیر کرو کہ میرزا صاحب تمہاری طرف متوجہ ہو جائیں۔ اُسنے کہا کہ یہ کونسی بڑی بات ہے۔ یہ تو میرے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ بس اسنے یہ تدبیر کی کہ اول خوب آراستہ ہوئی۔ عمدہ لباس پہنا۔ زیور سے اپنے حسن کو دوبالا کیا۔ اور کرسی پر آبیٹھی۔ جب حضرت میرزا صاحبؒ مکان کے نیچے آئے۔ اِسنے دھم سے اپنا پیر زمین پر دے ملا۔ چھنا کا جو ہوا تو حضرت میرزا صاحبؒ کی نظر اوپر اٹھی۔ چونکہ وہ بہت حسین تھی اور آپ بھی عاشق مزاج تھے۔ آپنے قدم آگے بڑھائے۔ حسن وعشق کی کشش نے یہ کام کیا کہ ایک بار پھر حضرت میرزا صاحبؒ نے اُسکی طرف دیکھا اور جلدی جلدی قدم بڑھا کر وہاں سے چلدیئے۔ جسوقت حضرت سید نور محمد بدایونی رح کے دربار میں حاضر ہوئے ہیں تو آپنے دور سے ہی دیکھکر فرمایا۔ میرزا۔ آج تو تم سے زنا کی بو آتی ہے۔ یہ میں جانتا ہوں کہ تم متقی ضرور ہو۔ مگر کہیں نظر بد ضرور پڑی ہے۔ جس کی بابت حدیث شریف میں آیا ہے العین یزنی۔ یعنی آنکھ بھی زنا کرتی ہے۔ آؤ حلقہ میں بیٹھو۔ پھر آپنے توجہ دی اور ظلمت کو صاف کر دیا۔ اے میری آنکھ اگر تیری حفاظت نکیجائے تو بڑے بڑے روحانی نقصان اُٹھانے پڑتے ہیں۔ اسیواسطے مرد وزن دونوں کو حکم ہے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ آجکل کے زمانہ میں آنکھوں کو بھی آزاد کہا جاتا ہے جسکے نقصانات مردوں اور عورتوں سب کو اٹھانے پڑتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنی آنکھوں کی حفاظت کریں۔ وما علینا الا البلاغ۔

حکیم فرید احمد عباسی نقشبندی از بھیکم پور

طاعونی بستی

سیوہارہ آجکل مبتلائے مصائب ہے۔ طاعون کا زور ہے۔ مرنے والے مرتے ہیں اور زندوں میں شور ہے، جس محلہ میں جایئے۔ سنسان ہے۔ قصبہ کیا ہی بیابان ہے۔ ریگ کے ذرے بھی منتشر ہیں، تھوڑی سی مردم شماری اور اُسپر یہ موت کی گرم بازاری آج ہیں تو کل ہماری باری سیکڑوں گھر بے چراغ ہوئے، بچے یتیم۔ اور عورتوں کا سہاگ لٹا جو بچے ہیں وہ سسکتے ہیں ایک دوسرے کا منہ تکتے ہیں، بہت سے بھاگے۔ لیکن موت کی دوڑ انسے تیز تھی۔ جہاں پہنچے وہیں گلا جا دبایا۔ جائیں تو کہاں جائیں؟ کیونکر جان بچائیں ملک تو اُسی مالک کا ہی۔ یہ دیکھکر میں نے اپنے اک دوست کو یہ حال لکھا۔ اور مشورہ طلب کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ" اس طاعونی بستی میں آپ کیوں ٹھیرے ہوئے ہیں اسکو چھوڑ دیجئے اور پھر خدا تعلیٰ سے رحم کی دعا کیجئے۔ ع

"بتوکل زانوئے اشتر بہ بند"

میرے دوست نے خوب لکھا۔ بستی کو چھوڑ جاؤں۔ لیکن یہ نہ لکھا کہ کہاں جاؤں، اور بستی والوں کو کس پر چھوڑوں۔ اور کہاں لیجاؤں، یہاں تک تو جو کچھ لکھا اور لکھا حق بجانب تھا یا شاید نہیں۔ لیکن ع

"بر توکل زانوئے اشتر بہ بند"

کے ارشاد نے مزا دیدیا مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میرے دوست توکل کے معنی سے بیخبر تو نہیں۔ کیونکر بتلاؤں ؎

چوں عمر در گذشت در ویشی بہ | چوں کار قسمت است کم کوشی بہ
چوں ترس حیات ست نمد پوشی بہ | چوں گفتہ نوشتہ ہست خاموشی بہ

توکل کے یہ معنی ہیں کہ اپنے تمام کاموں کو خدا کے سپرد کردے۔ اور دنیاوی اسباب کو چھوڑ کر صرف خدا کی جانب پھر جایئے۔ صاحب مصباح الہدایۃ فرماتے ہیں:۔

کہ مراد از توکل تفویض امرست با تدبیر وکیل علی الاطلاق واعتماد بر کفالت وکیل ارزاق۔"
لیکن یہ ہر شخص کا کام نہیں۔ امید و آرزو کی دنیا سے یہ مقام بہت دور ہے۔ اسکے لیئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ کریم کے کرم پر کامل اعتماد ہو اور یہ کام ایمان والوں کا ہی ہے۔

وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مؤمنین

اگر ایمان سے مراد محض اللہ کو واحد سمجھنا اور اُسکی قدرت پر یقین رکھنا ہے تو جناب ابلیس کو تو وہ بھی مانتے ہیں۔ جن سے آپ لوگوں کو بچنے کی ہدایت کرتے ہیں، حضرت شیخ سری سقطیؒ فرماتے ہیں:-

التوکل علی الانخلاع من الاحوال والقوۃ

حضرت حمدون قصار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

التوکل ھو الاعتصام باللہ تعالیٰ

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا کہ تلاش معاش کے لیئے باہر جانا چاہتا ہوں۔ آپ کیا فرماتے ہیں ارشاد ہوا "اگر رزق دینے والا تم کو بھول گیا ہو تو ضرور جاؤ۔"
کتنا بڑا ظلم ہے کہ ایک معمولی انسان کی بات کا ہم کو یقین ہوتا ہے۔ اور اُسکے وعدے پر جو دو۔ تین۔ پانچ۔ دس۔ انتہا ہزار دو ہزار لاکھ دو لاکھ پر منتہی ہوتا ہے۔ ہم نہایت جاں فشانی سے ایک ماہ تک اُسکے بتائے ہوئے کام کو کرتے ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں کہ بعد اختتام وقت معاوضہ ملنا ضروری ہے۔ ایک مُلّا جو بچوں کو روزانہ دونوں وقت سبق دیتا ہے جب اُس سے دریافت کروگے کہ اسکو محنت کا معاوضہ کیا ملنے والا ہے۔ تو وہ صرف صد پانچ یا سات روپیہ بتائے گا۔ یہ اُس کام کا معاوضہ ہے جسکے لیئے اُس نے اپنی آزادی کو کھو دیا۔ اُس نے اپنے دماغ۔ آنکھ۔ دل۔ زبان غرض کہ تمام اعضا سے ایک مہینے تک کام لیا ہے +

لیکن اگر اسکو ڈرایا جائے کہ مہینہ بھر کے بعد تم کو بلا معاوضہ کے علحدہ نہ کردیا جائے تو وہ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ایک انسان کا وعدہ۔ ایک جاہل ظالم اور سرکش ہستی کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہو سکتا۔ لیکن کیا کبھی ایک لمحہ کے لیئے اُسکے

دل میں یہ بھی خیال گزرا ہے کہ خدا کا وعدہ جس نے ہم کو پیدا کیا۔ جس نے ہر حالت میں ہماری نگرانی کی۔ جو کہ ہر روز اور ہر رات جبکہ ہم خود بھی اپنے سے غافل ہو جاتے ہیں بچاتا اور حفاظت کرتا ہے۔ نا قابلِ اعتماد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُس نے فرمایا ہے :۔

و فی السماء رزقکم و ما توعدون

آپ یقین کیجئے کہ نہیں۔ یعنی اُسکو خدا کی بات کا یقین نہیں ہے۔ پھر کیا حال ہوگا ایسے لوگوں کا جو خدا کے وعدوں کو غلط سمجھے ہوئے ہیں اور ظاہری سہاروں کے برتے پر دنیاوی اسباب کے بھروسہ پر اپنی زندگی کا دارو مدار رکھتے ہیں :

مرزا غالب سے کسی نے کہا۔ مرزا یار ہم حیدر آباد جاتے ہیں۔ دلی میں ملازمت نہیں ملتی اپنے کسی دوست سے کوئی پیام کہنا ہو تو کہدو :

مرزا بولے۔ ہاں بھائی وہاں کے خدا سے ہمارا سلام کہدینا۔ اُسنے کہا دیوانے تو نہیں ہو۔ یہاں اور وہاں کا خدا کیا ؟ جواب دیا۔ اگر یہاں اور وہاں کے خدا میں کوئی فرق نہیں تو یہاں سے جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اُسی خدا سے یہاں مانگو :

حضرت جنید رح کے ارشاد پر سائل نے عرض کی۔ کہ اگر حکم ہو تو گھر میں بیٹھ رہوں فرمایا نہیں۔ خدا کا امتحان نہ کرو۔ اس لئے کہ امتحان لینے والے کو اُسکے دربار سے سوائے حرماں نصیبی کے اور کچھ نہیں ملتا :

اس نے کہا حیلہ، جواب دیا۔ ترکِ حیلہ :

شیخ قطب الدین دمشقی رح رسالہ مکیہ میں فرماتے ہیں :۔

ثم التوکل علی اللہ تعالیٰ وھو الاعتماد علی اللہ تعالیٰ فی الوعد والوعید وازالۃ الطمع عن سواہ

مجمع السلوک میں ہے کہ تین نشانیاں جس میں ہوں وہ متوکل ہو۔ اوّل کسی سے سوال نہ کرے۔ اور نہ دل میں کسی سے طمع رکھے۔ کیونکہ الطمع ام الخبائث۔ دوسرے بے طلب ملے تو انکار نہ کرے ؎

بے طلب دیں تو مزا اُس میں سوا ملتا ہے
وہ گدا جس میں نہ ہو خوئے سوال اچھا ہے

تیسرا یہ کہ لے تو اسکو جمع نہ کرے ؛

حضرت بایزید بسطامی رح سے کسی نے سوال کیا۔ آپ کو کھانے کیلئے کہاں سے ملتا ہے؟ فرمایا جبکہ مولا کتے اور سور کی نگرانی کرتا ہے۔ اور انکو رزق پہنچاتا ہے تو کیا اسکو بایزید کا خیال نہ ہوگا؟ +

غرض کہ توکل کا نام لے دینا آسان ہے، اور اسکی حالت واقعی کو طاری کرنا مشکل ہے۔ میں نے دل سے پوچھا تیری کیا رائے ہے؟ آیا اس بستی سے بھاگ جاؤں یا اسی میں رہوں۔ زبان بولی خدا کا شکر کرو۔ وہ جس حال میں رکھے بہتر ہے، لیکن دل کی حرکت زبان کے خلاف تھی۔ وہ کہتا تھا کہ میں اس سے بچنا چاہتا ہوں۔ طاعون سے مرنا منظور نہیں۔ دل اور زبان کی کشمکش سے میں گھبرا گیا۔ اور اس پریشانی کے عالم میں جنگل کی طرف چلا گیا۔ خیال یہ تھا کہ باغوں کی ہوا، اور جنگل کی سیر سے طبیعت بہلے گی، اور گھبراہٹ دور ہو جائے گی،

لیکن آہ۔ وہاں تو کچھ اور ہی سماں تھا۔ تازی تازی قبروں کا لا متناہی سلسلہ ہے۔ کوئی کسی کے جوان بیٹے کی ہے۔ جس نے نوجوانی کے عالم میں ماں باپ کو زندہ درگور کر دیا۔ کوئی کسی کی محبوبہ شریک زندگی کا حسرت بھرا مزار ہے۔ کسی نے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر خاموشی کی نیند اختیار کی ہے۔ غرضکہ اس شہر خموشاں میں جس طرف نظر گئی ایک نیا ہی عالم پایا۔ جب اس نظارہ سے عاری ہوا تو وہی مصرعہ دوست کا زبان پر جاری ہوا ع

برتوکل زانوئے اشتر بہ بند

کیسا آنا۔ کہاں کا جانا۔ موت ایک بہانہ ہے۔ طاعون کے روپ میں جلوہ دکھائے یا ہیضہ جیسے بلا کو مرض میں وار لگائے۔ وار میں تلوار سے گھائل کر لے۔ یا جلاد کی تلوار کی دھار سے سر کٹوائے۔ آگ میں جلائے۔ یا پانی میں ڈبائے۔ غرض کہ ہر آن وہر لحظہ نئی صورت میں آتا ہے۔ اور حکم کے موافق اپنوں کو کھینچ لے جاتا ہے، شریعت بھی یہی کہتی ہے کہ طاعونی بستی سے باہر نہ جا، طریقت بھی یہی کہتی ہے کہ بلا ہو، وبا ہو۔ اس سے بھاگ کہاں کیسا۔ جس کی بلا ہے اس سے پناہ مانگ۔ اور ایک جگہ سے جنبش نہ کر، حقیقت بتلاتی ہے کہ

ہر دم بلباس دگر آں یار برآمد

سرمد نے جلاد کو دیکھکر کہا تھا کہ تو بہر صورتے کہ مے آئی من ترا مے شناسم۔
شان جلال سے گریز کیوں۔ جمال اور جلال دونوں کی بہاریں دیکھ، نوعاشق یکجائی کا
لطف اٹھا۔ اور مگن رہ۔ بلا میں جانانہ بلا میں بیٹھکر تماشا دیکھتا،

طب کہتی ہے اچھی ہوا سے بُری ہوا میں جائے گا تو مبتلائے مرض ہو جائے گا۔
اور بُری سے اچھی میں جائے گا۔ تب بھی طبیعت کو منقلب پائے گا۔ سکون میں فراہمی ورنہ
ہر جگہ قضا ہے۔ تسکین پیدا کر اور خدا کے ذکر اور فکر میں جی لگا اور آگاہ ہو کہ اللہ ہی کے
ذکر سے قلب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے +

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

یہ سارے دکھ اور درد اُسی وقت ستائیں گے۔ جب تو اُس کی یاد سے غافل ہوگا۔ ورنہ کیسا
مرض اور کیسا مریض۔ سب میں اُسی کی بہار ہے۔ بندہ مجبور ولاچار ہے!

موت اور طاعون اُسی کی پیدا کردہ ہستی ہے اور تو بھی اُسیکا ہے۔ پھر اپنی چیز سے
اپنی چیز کو بلائے تو شکایت کیسی اور شکوہ کیوں۔ ع

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

خشک و تر۔ خیر و شر۔ بلا و با۔ بخار اور طاعون جو کچھ ہے اُسی سے ہے۔ دریا جوش میں
آتا ہے بخارات کو اڑاتا ہے۔ بخارات نام کماتا ہے۔ منجمد کرتا ہے۔ ابر کے نام سے پکارنے
کا حکم دیتا ہے۔ ٹپکتا ہے۔ بارش کہلاتا ہے۔ بہتا ہے پرنالا اور نالیاں بن جاتی ہیں۔ صفت
جلالی ہوں یا جمالی۔ عکس ذات ہیں، صفات کی رنگا رنگی ذات کے کھیل ہیں۔ اور خود تماشا دیکھتی
ہے۔ صفات سے مختلف قسم کا کام لیا جاتا ہے اور اصل مرکز پر تو ڈالتا ہے +

البتہ فرائض سے غافل نہ ہو۔ وہاں کوئی چیز کام نہ آئے گی۔ مگر عمل کر تا ابد ابد خواہد بُود
آخر جملہ اللہ ھُو +

مقبول احمد نظامی فطرتی سیوہاروی

میں کہوں میں تو کہے میں کے چھری گردن پر

خاکی پیکر۔ متحرک تصویر۔ او مٹی کے بولتے ہوئے کھلونے ٹوٹ جا۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پس خاک بن خاک۔ تاکہ جنس اپنی جنس سے نجائے میل اپنے میل سے ہو ملے۔ حقیقت سے ناآشنا انسان۔ ایک ٹوٹی ہوئی قبر شکستہ و منہدم لحد کے قریب تو آ۔ جھک تو سہی دیکھ تو لے! آہ۔ اسپر تو باسی پھول پڑے ہیں۔ مگر کس نے دھرے ہیں؟ کیوں یہاں پڑے کیوں ہے؟ پریشانی۔ حیرانی۔ مایوسی اُداسی۔ عبرت۔ وحشت۔ گھبراہٹ کے ساتوں آسمان کیا فرش لحد کے اوپر ہی بنائے جاتے ہیں؟ حسرت کیا سچ مچ تم ہی حسرت ہو۔ کیا یہیں تمہارا مسکن ہے۔ ارمان ارمان! تو یہاں کہاں۔ تیرا نشیمن تو دل عاشق تھا۔ اُف یہ آوارہ پن غضب کا ایسا چلن۔ کیوں کیوں قبر کا مونہ کیوں کھولتے ہو۔ سمجھا سمجھا۔ مُردے کو زندہ کروگے۔ تم ابن مریم ہو۔ اچھا اسے جلاؤ۔ میں پوچھوں گا کہ تم کیوں خاموش ہو۔ پھر سوال کرونگا کہ ہماری دنیا سے تمہاری دنیا کیسی ہے۔ ہمارے ہاں کے دومی غالیچے جگمگاتے ہوئے برقی لیمپ موٹر گاڑی ہوائی جہاز کے مقابلے میں تمہارے پاس کیا سامان ہے۔ میں دریافت کرونگا کہ تم ہماری طرح ماتحت ہو۔ یا وہاں سیلف گورنمنٹ (حکومت خود اختیاری) ہے۔ کھل گیا قبر کا دہانہ کھل گیا۔ دیکھنے دو۔ کچھ پوچھنا ہے۔ مگر یہاں کیا ہے۔ نہ نعش ہے نہ کفن ہے۔ ہاں مٹی کا ایک تودہ ہے اور بس۔ کیا یہی ہماری حقیقت ہے۔ اسی پر یہ بے بنیاد پر ہم نے سیکڑوں فرعون بنا ڈالے لاکھوں کروڑوں شداد پیدا کر دیئے۔ ہستی۔ انسانی ہستی ایک خواب ہے یا سحاب ہے یا بجلی کی چمک ہے۔ یا جھوٹی نری کی دمک ہے۔ لُو لگ گئی مر گئے۔ آگ لگی جل گئے۔ نہانے گئے ڈوب گئے اس کے بعد حقیقت یہ ہے کہ مٹی کے تھے اور مٹی میں مل گئے۔ منہا خلقنکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃً اُخری۔۔۔ کیا حماقت ہے کہ طاقت نہیں۔ لیکن طاقتور سے نبرد آزما ہیں۔ نوچو اپنے ہی بھائی کی بوٹی نوچو۔ پیو اپنے ہی عزیزوں کا خون پیو۔ کیونکہ تم میں انانیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔ خودسری تمہارا اصولی شیوہ ہے۔ خودبینی تمہاری فطرت

کا مذاق مذموم بنی ہوئی ہے سمان گاؤ تمہیں دیگرے خست کا تاثر گا سے جاؤ۔ پھر تم اور پھلنے نشاط سے فاسل ہو جاؤ گے۔ میں بھی کچھ سوال سے جملہ میں جو خدائی دعوے کرنے والوں کی سیرت سیاہ میں بیانات پر چسپاں ہو گئے۔ لیکن اس کی فتنے ایک خوفناک منزل ہے۔ فرعون بھی اسی راستہ سے گیا تھا۔ نمرود بھی اسی دشت پر خار سے دو چار ہوا تھا۔ شیطان کو اسی راہ میں ایک گرانبہا طوق ملا تھا۔ تم بھی جاتے ہو تو جاؤ۔ روکنے والے اپنا فرض ادا کر چکے۔ سمجھانے والے سمجھا چکے۔ انکا یہ خیال بالکل صحیح ہے ؎

جو دل قمار خانے میں بت سے لگا چکے وہ کعبتین چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے

میں پھر کہوں گا کہ تم خاک سے بنے ہو تو خاکساری اختیار کرو۔ تمہاری مٹی کی ذری میں ایسا پیچ و خم دیا گیا ہے کہ جھک جاؤ۔ تم تن تن کر کے خدا کے مقابلے میں آنا چاہتے ہو لیکن خدا کی قدرت اور اس کی نشانیوں کو کبھی غور کر کے دیکھا ہے؟ افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت والی السماء کیف رفعت والی الجبال کیف نصبت والی الارض کیف سطحت پس تمہاری فرعونیت نیا آسمان پیدا کر سکتی ہے نہ نئی زمین بنا سکتی ہے۔ ہاں لعنت و ملامت تمہارے حصہ میں ابلیس سے بڑھ کر نہیں تو کم بھی نہ آئے گی۔ اور قیامت تک صدقہ جاریہ کی طرح ملتی رہے گی۔

صوفیانہ نقطۂ خیال سے یہ مسئلہ زیادہ شرح کا محتاج ہے۔ من و تو کا جھگڑا ختم ہونے نہ ہوگا لیکن تصوف کا تو اصلی منشا حیات بعد الممات کا صحیح نظارہ دنیا کو دکھلا دینا ہے۔ چنانچہ اس کی پہلی تعلیم نفس کشی یا من کا قلع قمع کرنا ہے۔ موتوا قبل ان تموتوا۔ اس دعوے پر کیا اچھا استدلال ہے ؎

اپنی ہستی مٹا کہ تو نہ رہے تیری ہستی کی رنگ و بو نہ رہے

پھر کیا ہوگا۔ ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون۔ فنا کے پردے میں حیات پوشیدہ ہے۔ سیکڑوں پامالیاں ہیں جن کی تہ میں شادابیاں چھپی ہوئی ہیں۔ ہزاروں ویرانیاں ہیں جن کے پس پردہ آبادیاں ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ خزاں کی چل چل درختوں کو بے برگ و بار کر دیتی ہے گل کے قہقہے بلبل کے چہچہے یک قلم موقوف ہو جاتے ہیں۔ بایں ہمہ تم جانتے ہو کہ ایک وقت آئیگا کہ انہیں درختوں میں سے کونپلیں پھوٹنی شروع ہو جائینگی۔ شاخیں نکلیں گی۔ پھول پھل

آنے لگیں گے۔

تم نے دیکھا ہوگا کہ خاکستر کے نیچے روشن آگ بھی مضمر ہوا کرتی ہے۔ پس مٹ جاؤ تاکہ پھر نہ مٹ سکو۔ فنا ہو جاؤ تاکہ حیات سرمدی حاصل ہو۔

چوں شگوفہ ریخت میوہ سر کند　　　چوں کہ تن بشکست جاں سر بر کند

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ۔ بل احیاء و لکن لا تشعرون

یٰس پڑھنے والو!

میوزیم میں انسانی پنجر لٹکے ہوئے دیکھے ہونگے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ان ہڈیوں کا تانا بانا جمشید کا ہو۔ ان ہی میں کیخسرو ہو۔ کیقباد ہو۔ افراسیاب ہو۔ پھر کیا تم نہیں دیکھتے کہ انکی سلطانی کا حشر ان کی ہماہمی کا نتیجہ کیسا تباہی خیز نکلا۔ ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار۔

خدائے سخن حضرت ذوق دہلوی اس نکتہ کو بتا گئے ہیں کہ بکری میں میں کرتی ہے تو اسکے گلے پر چھری چل جاتی ہے۔ لہذا تم خودی چھوڑ کر بے خود ہو جاؤ۔ تاکہ مئے وحدت کا کیف ان چیزوں کو آشکارا کر دے جسے تم ہوشیاری میں کبھی مشاہدہ نہیں کر سکتے۔

مقرب حسین دبیر حلقہ نجات کوچہ چیلان دہلی

کلماتِ سیدنا علیؓ

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

آپکے حکیمانہ اقوال وکلمات طیبات شمار وحساب سے باہر ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ (انا مدینۃ العلم وعلی بابھا) میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اُسکا دروازہ ہیں) لہٰذا آپ کی ہر معمولی سے معمولی بات میں علم و حکمت ہے۔ پھر کوئی کس طرح شمار کرے۔ تاہم راقم خاکسار حتی المقدور ناظرین کرام کے لیے آپکے کلام مبارک جمع کرتا رہے گا۔ والسلام (محمد علی)

(۷۲) بندہ کو چاہیئے کہ اپنے مالک حقیقی کے سوائے کسی سے کچھ امید نہ لگائے اور اپنے گناہوں کے سوائے کسی سے نہ ڈرا کرے۔

(۷۳) جاہل کو سیکھنے سے شرم نہ کرنا چاہیئے اور جب کسی شخص سے ایسی بات کا سوال کیا جائے جسکا اُسے علم نہیں ہے تو یہ کہنے سے کہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ شرم نہ کرے۔

(۷۴) غصہ پی جایا کرو اور کم ہنسا کرو۔

(۷۵) کہنے والے کو نہ دیکھو۔ بلکہ اُسکے قول کو دیکھو۔

(۷۶) تکبر کے ساتھ تعریف اور بے ادبی کے ساتھ شرافت نہیں ہے۔

(۷۷) صبر دو قسم کا ہوتا ہے۔ مصیبت میں صبر کرنا۔ اور نفسانی خواہشات سے اپنے تئیں روکے رکھنا۔

(۷۸) زبان ایک درندے کی مانند ہے جو کھلا چھوڑ دینے سے کاٹتا ہے۔

(۷۹) بُرے کام سے ڈرانے والا شخص تجھے گویا خوشخبری سناتا ہے۔

(۸۰) جس نے حق کو گرانا چاہا۔ وہ خود گر جاتا ہے۔

(۸۱) پرہیزگاری تمام اخلاق کی سردار ہے۔

(۸۲) دنیا دھوکا دیتی۔ اور نقصان پہنچاتی۔ اور چلی جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس (دنیا) کو نہ اپنے

دوستوں کے لیئے ثواب میں پسند فرمایا۔ اور نہ اپنے دشمنوں کے واسطے عذاب میں
اور دنیا والے ایک قافلہ کی مانند ہیں کہ ابھی وہ منزل پر پہنچکر اترنے کا ہی سامان کرتے ہیں
کہ گروہ کا سردار انہیں کوچ کردینے کا حکم دیدیتا ہے۔

(۸۳) حلم انسان کا کنبہ ہے (یعنی حلم کرنے والے کے دوست بہت ہوتے ہیں)

(۸۴) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے بعض کو اس لیئے نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ وہ ان میں سے لوگوں کو نفع پہنچائیں۔ پھر جب تک وہ اس پر عمل کرتے رہتے ہیں۔ خداوند انکے پاس وہ نعمتیں محفوظ رکھتا ہے۔ اور جب وہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے سے ہاتھ روک لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے لیکر دوسروں کے سپرد کر دیتا ہے۔

(۸۵) کسی کو ایسا عیب لگانا جو خود تجھ میں موجود ہے بہت بڑا عیب ہے۔

(۸۶) انسان دو باتوں پر کبھی اعتماد نہ کرے۔ صحت پر۔ تونگری پر۔ اس لیئے کہ وہ بھلا چنگا ہوتا ہے۔ اور ناگاہ بیمار ہوجاتا ہے۔ اور وہ دولتمند ہوتا ہے مگر ناگاہ مفلس ہوجاتا ہے۔

(۸۷) قیامت کے دن اس شخص کو بہت ہی حسرت ہوگی۔ جس نے وسیلہ حرام سے مال جمع کیا اور (اسکے مرنیکے بعد) کوئی اور شخص اسکا وارث بن گیا۔ جسنے خدا کی رضامندی میں اس مال کو خرچ کیا۔ پس وہ تو بہشت میں داخل ہوا اور وہ پہلا دوزخ میں۔

(۸۸) آپنے غالب بن صعصعہ ابی الفرزدق سے باتیں کرتے ہوئے دریافت فرمایا کہ وہ بہت سے اونٹ جو تیرے پاس تھے کیا ہوئے؟ اس نے عرض کی یا امیرالمومنین۔ خدا اور اسکے بندوں کے حقوق میں صرف ہوگئے ہیں۔ آپنے فرمایا کہ بہترین راستے میں لگے ہیں۔

(۸۹) چھوٹی مصیبتوں کو بے صبری کے باعث بڑا بنا لینے والے شخص پر خدا تعالیٰ بڑی مصیبتیں بھیجا کرتا ہے۔

(۹۰) آپنے فرمایا کہ ان (اصحاب) کا والی وہ شخص ہے جو خود بھی راستی پر چلا اور دوسروں کو بھی سیدھا چلایا۔ یہاں تک کہ دین (اسلام) مضبوط ہوگیا (یہ آپنے حضرت فاروق اعظم رض خلیفہ دوم کی تعریف میں فرمایا ہے)

(۹۱) ابن آدم کو فخر کرنا کب مناسب ہے جبکہ اسکی ابتدا نطفہ اور انتہا مردار ہے۔ نہ تو اپنے نفس کو

منزل تک پہنچا سکتا ہے۔ اور نہ موت اس سے دفع ہو سکتی ہے ٭

(۹۲) حقیقت میں جس شخص پر گناہ ظفر مند ہو گیا۔ وہ ظفر مند نہیں۔ اور جو برائی کے ذریعہ غالب آیا۔ دراصل مغلوب ہوا ٭

(۹۴) ہر ایک آدمی کے مال میں دو چیزیں شرکت رکھتی ہیں۔ اوّل وارث۔ دوّم زمانہ کے حوادث

(۹۴) گر اللہ تعالیٰ گناہوں پر عذاب کا وعدہ نہ بھی کرتا تو بھی چاہیئے تھا کہ بطور شکر اسکی نافرمانی نہ کیجاتی ٭

(۹۵) سفر کو یاد رکھنے والا شخص تیاری سفر سے غفلت نہیں کرتا ٭

(۹۶) سستی کرنے والا آدمی اپنے حقوق کو، اور غمازوں کے کہنے پر چلنے والا اپنے دوستوں کو کھو دیتا ہے ٭

(۹۷) قناعت کافی بادشاہی ہے۔ اور خوش اخلاقی عمدہ نعمت ہے ٭

(۹۸) جس شخص پر حیا کا لباس پہنایا گیا۔ لوگ اُسکے عیب نہیں دیکھ سکتے ٭

(۹۹) کسی نے آپ سے سوال کیا کہ ایمان کیا چیز ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ دل سے خدا کو پہچاننا۔ اور زبان سے اسکی توحید کا اقرار کرنا۔ اور نیز عمل نیک بجا لانا (ایمان ہے)

(۱۰۰) مخالفت سے رائے گر جاتی ہے ٭

(۱۰۲) کمی عیال بھی ایک قسم کی تونگری ہے ٭ باقی دارد

خاکسار محمد خاں از دو لہہ

خط و کتابت

محبت کو مستحکم کرتی ہے۔ تحفہ تحائف کا لین دین تعلقات کو پر لطف بناتا ہے عقلمند وہ ہیں جو اس سلسلہ میں دائمی شادمانی پیدا کریں۔ جسکی سرمدی لازوال خوشی ذکر الٰہی میں ہے۔ آپ خدا والوں کا مشہور و معروف رسالہ **نظام المشائخ** دوستوں کو تحفہ دیجیئے بزرگوں کی نذر کیجیئے عزیزوں کو انعام دیجیئے۔ نظام المشائخ روحانی تسلی و تسکین کا ماہواری پیام ہے جو ہر چاند کی ۷ تاریخ کو کم از کم ۴۸ صفحوں پر سیدی مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی سرپرستی اور ملا محمد الواحدی کی ایڈیٹری میں دہلی سے شائع ہوتا ہے قیمت مع محصولڈاک قسم اول ۴؎ قسم دوم ۲؎ قسم سوم ۱؎ پنجشنبہی ۱؎ علی الترتیب نمونہ کے لیے ۲ کے ٹکٹ بھیجکر منیجر نظام المشائخ دہلی سے طلب فرمایئے ٭

منزلِ پُرخار کا گلاب

مسافر عدم نے اپنی فطری خواہش کے موافق ایک ایسی منزل کی سیرانی جسکا سنے اپنے اصلی مسکن کو چھوڑنے کا تہیہ کرلیا۔ جہاں جھاڑ دار سیدانوں خاردار جھاڑیوں۔ بھیانک مہیب غاروں بسنسان چٹیل صحراؤں سیاہ اور بلند خوفناک پہاڑوں کے سوائے اور کچھ نہ تھا اور اسپطرح یہ ہی کہ توشۂ سفر ندارد۔ حواس خمسہ موجود تھے۔ خواہشات فطرتی اور جذبات قدرتی سے خالی نہ تھا۔ عقل تمیز ادراک۔ فہم نطق۔ بصارت۔ سماعت غرض تمام چیزیں تھیں۔ مگر اب تک کچھ ایسے استغنار کے تہ خانوں میں پوشیدہ تھیں کہ اُنسے عمل کرنی نہ ہو سکتا اور خواب آلودہ جسم کی مانند بے کار۔ رستہ کی پُر پیچ جھٹیوں اور اونچ نیچ سے انجان قزاقوں اور چوروں کی ہستی سے بیخبر بلیات ارضی وسماوی سے نابلد۔ مشکلات سفر ناتجربہ کاری کے پردے میں نہاں۔ صعوبات غربت ناآشنائی کے حجاب میں پنہاں۔ تطاول رہزنگار کے ہتکھنڈوں سے بیفکر۔ بے سروسامانی ایسی کہ سوائے جامۂ عریانی کے ایک چیتھڑا بھی پاس نہیں۔ لیکن شوق اور طلب تمنا اور آرزو کی وسیع چادر دوش پر ڈالے تمام عالم کے ڈھکنے کو تیار۔ دونوں طرف ارمان اور دونوں کا انجام پشیمانی۔ ادہر شوق۔ اُدہر ضرورت۔ بغیر منزل مقصود کے بے چین۔ اور منزل بغیر اُسکے ویران۔ ضرورت کا یہ حال کہ تمام اشیائے عالم اور موجودات اپنے خلقی جوہروں کو آغوش میں چھپائے چشم براہ۔ شجر اپنی سرسبز شاخیں پھیلائے کسی تھکے ہوئے مسافر کے انتظار میں گھرا سایہ بن بن کر خاک آلودہ۔ پہل پہول اپنی پیکاری پر افسوس کناں رنجیدہ انحطاط۔ معدنی جواہرات اپنی چمکیلی ناز آفریں صورتوں کو خاک میں چھپائے اسکے انتظار میں جلوہ ریزی کے لیے تیار۔ دریائے مدنی آغوش موج میں اسکی تمنا میں سیلاب ازغلطاں۔ پانی اپنی قدرتی روانی کے ساتھ اسی کی آرزو میں گریہ کناں ہوائیں اونچے سروں میں اسکے اشتیاق کے راگ میں نغمہ زن۔ سمندر کا جوش وخروش سوکھی ہوا بارش کا زور۔ بادش کے تار آندھیوں اور طوفانوں کے غبار۔ اپنی اپنی جگہ اسکے شوق میں بیقرار۔

غرض بیچارہ ہزار ہا الیہ ثلاثہ کے اجسام ابھی روحِ انسانی کے دلدادہ تھے۔ خود اسکا یہ حال کہ باوجود اُن تمام بے سروسامانیوں کے چلنے کی ٹھہرادی۔ تو اب کون سی چیز مزاحم تھی۔ کون سنگِ راہ ہوتا؟ دستِ قدرت نے بھی بڑھکر تھپکی دی۔ حضرت گروبیاں خدائی فوجدار بنکر راہ میں کھڑے ہونے کو تھے کہ "مَالَا تَعلَمُون" کا تازیانہ ایسا پڑا کہ یہ جراءت نہ ہوئی آخرکار یہ بھی ٹھٹک کر رہ گئے۔ مگر ایک صاحب غرضیکہ کرو دی پڑے۔ اور اب داستکی زمان مِن الکافرین کا جامۂ لعنت پہنکر راندۂ درگاہ ہوئے۔ منزلِ پُرخار کا یہ پہلا کانٹا تھا جو اِس بن میں بویا گیا جس نے بڑھکر سب کو خارزار بنا دیا ؂

اپنے انجام سے انجان اور غریب الدیارہستی آخر ہوئے کس بتے پر سفر کی ٹھیرائی۔ کیوں اِس مسکن سے جس میں سوائے یکسانیت کے کوئی تبدیلی نہ تھی جو صبح و شام کے اثرات سے مبرا تھی۔ جو حوادثِ روزگار کے دستِ تعدی سے بالاتر تھی۔ جو غضبِ جولیپ مندی مشق ستم سے علٰحدہ تھی۔ جسمیں ضروریاتِ فطرتی ولوازماتِ زندگی و مرضیات جسمی ناپید تھے۔ آرام اور چین کی آب و ہوا چھوڑکر سرزمین تفکر کی ٹھیرائی۔ اِسکا جواب کیا ہوسکتا تھا؟ جب مقربانِ درگاہ عزت و جلال کی تنبیہ و تہدید کی گئی تو بیچارہ انسان مشت خاک حقِ عبودیت کی پہچان ہی میں گم ارہا۔ بتا نا کیا۔ سوائے اسکے کہ جوشِ نشۂ مے ازل میں پکار اُٹھا ؂

تھا بیابانِ عدم اپنا مقام   الفتِ صوت یہاں لائی مجھے

یہ آواز اُسوقت نکلی جب مسافرِ عدم منزلِ پُرخار کی حد پر کھڑا تھا اور پیش نظر وہ دل لبھانے والا سبزہ تھا جو سبزۂ بیگانہ ہوکر صیاد قدیم کے جال میں پھنسانے والا تھا۔ نئی شے دیکھکر دلمیں دھڑکن ہوئی۔ قدم ڈگمگائے۔ دماغ چکرایا۔ جسم لڑکھڑایا۔ بےخودی میں آگے پیچھے کچھ خیال نہ رہا۔ قدم سبزہ پر جا پڑا۔ آنکھ کھلی تو روتے پایا۔ اور کچھ نہ تھا۔ مناظرِ عالم پیش نظر تھے۔ مگر قوتِ ممیزہ جواب دے چکی تھی۔ پہچان کیا ہوتی۔ عقل تو ابھی حجابِ عدم میں تھی۔ مگر ہاں سب سے پہلی خواہش جو معلوم ہوئی۔ وہ اشتہا تھی۔ آہ! شکم میں ایک آگ لگی جس نے تڑپا دیا۔ ضرورت محسوس ہوئی کہ اُس کو پُر کیا جائے۔ نطق نہ تھا۔ حرکات کا استعمال نہ آتا تھا۔ رونے لگے۔ بےبسی اور بےچارگی

بیداری ہستی مجبوری اور معذوری کے سوا اور کیا تھا۔ ہر چیز دست تقدیر میں پائی گئی۔ اور تکمیل ضروریات مدعی کے ہاتھوں میں۔ یہ منزل پرخار کی محرومات تھی۔ اسے دیکھ کر بے ساختہ دل سے آواز نکلی۔ ضمیر نے صدا دی۔ ساتھ پاؤں پکار اٹھے ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا — آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

تنزلات ذات تو جب ہی سے شروع ہو گئے تھے جبکہ مسافر عدم نے کنج آزادی کو چھوڑ کر منزل پرخار کی شیرازی تھی۔ اب اس کی اصل صورت نمائی کا زمانہ آگیا۔ آہ۔ حجاب عدم مرضیات اور خواہشات انسانی کی اپنی آغوش میں لئے ہوئے پردہ پوشی کر رہا تھا۔ یہ سب عدم میں مجمل رہے تھے۔ مگر شوق اظہار قدرت۔ تمنائے تخلیق صفات آخر "کاف و نون" کے پر جوش نہ رکنے والے الفاظ کے ساتھ عالم آب و گل کی صورت میں پیدا ہوا۔ اور تمام مخلوقات رکھنے والے کو اپنی صفات سے متصف کر کے حلیہ تخلیق سے آراستہ کر دیا۔ اور مسافر عدم کو وہ صورت عطا فرمائی جیسے رگ و ریشہ میں اپنی جلوہ نمائیاں فرمائیں اور "امر ربی" کی لازوال خصوصیات سے پیراستہ فرما کر "فی الارض خلیفہ" کے فخریہ الفاظ سے مخاطب کیا۔ صورت کی تقدیم کے بعد ہی بادی النظر میں جدائی کا سامان ہونے والا تھا وعدہ وعید ہونے لگے۔ اور آخر کار "الست بربکم" کے محبت بھرے الفاظ کے جواب میں "بلیٰ" کا ادب بھرا ہوا کلمہ کہلوا لیا۔ اور کہدیا کہ ٭٭٭ بھولنا نہیں۔ آہ۔ نہ پوچھو۔ منزل پرخار کے سبز باغ اور ٹھنڈی ہوائیں اپنا اثر فوراً تو نہ کر سکیں۔ مگر رفتہ رفتہ وہ زمانہ بھی آگیا کہ کان نمک نے نمک بنا دیا۔ اور یہاں دل کے بہلانے والی تصویروں نے آخر نا تجربہ کار دل کو مٹھی میں پکڑ لیا۔ اور جیسا چاہا کر ڈالا۔ کہلوا لیا مسافر عدم اب اپنی موہوم ہستی کو لئے ہوئے چند روز بے بسی اور بے کسی کے عالم میں اپنے استاد ازل کے دیئے ہوئے سبق کا آموختہ پھیرنے میں رہا۔ مگر وہ دن بھی آگیا جب بادہ دیرینہ کا نشہ رفتہ رفتہ ہرن ہونے لگا۔ آب و ہوا نے جسم کے رگ و پے میں سرایت کی۔ اثرات ہمسائیگی نے اپنا سایہ ڈالا۔ ہمنشینوں نے اپنے جمال کی پرتو فگنی شروع کی یہانتک کہ قطرہ سے چشمہ اور چشمہ سے دریا ہوا اور دریا ہوتے ہی کثافت اور گدلاپن شروع ہو گیا

صاف و شفاف زمینوں میں سے گزر کر آبادیوں کے گڑھے اور میلے بدبودار رستوں میں بہنے لگا۔ ہر طرح کے اثرات کا تختہ مشق بننے لگا۔ گرمی و سردی محسوس ہونے لگی۔ کبھی منجمد ہو کر سنگ دلی کا تماشا دکھاتا۔ کبھی خشک ہو کر بخل و امساک کا نقشہ کھینچتا۔ کبھی زور شور میں آ کر ظلم و ستم کی تصویر بنا تا۔ ہاں بعض اوقات حد اعتدال میں رہ کر ہمدردی سخاوت کے سامان بھی مہیا کرتا۔ مگر یہ بھی چند روزہ۔ غرض مسافر عدم اپنی تمام ان صفات کو کھو کر جو اس کے جوہر اصلی تھیں۔ عالم آب و گل کے تماشوں میں ایسا منہمک ہوا کہ سب جوہر خاک آلودہ ہو گئے۔ ؎

بڑھتے بڑھتے اثر صدق و صفا کچھ نہ رہا آخری حد میں تلچھٹ کے سوا کچھ نہ رہا

اب وہ پُرشوق چشم تماشا جو ایک مدت تک عرصۂ ہستی کے دل لبھانے والے لہو و لعب میں مشغول رہ چکی تھی۔ صرصر تنبیہ کی شدید موجوں سے بند ہونے لگی۔ لیکن یہ تماشا کچھ ایسا نہ تھا جو یکایک دل سے محو ہو جاتا۔ اول تو فرط شوق و ازدیاد تمنا نے ایسا مست بنایا تھا کہ پلک مارنا بھی بھول گئی تھی۔ اب چشم نعش میں یہ کام ہی کیا۔ اور رفتہ رفتہ آنکھیں بند ہونے لگیں۔ کوئی خواب نہ تھا جس کی تعبیر ہوتی یا اصلیت سے دور ہوتا۔ یہ تو جہان ہی دوسرا تھا۔ ہر چیز اصلی اور حقیقی تھی۔ لیکن اپنی ذات اور صفات کے اندر مسافر ہستی نے بڑا بھاری فرق دیکھا۔ تمناؤں میں وسعت آرزوؤں میں جوش۔ دل میں ولولہ سینہ میں اُمنگ۔ اعضا میں دوران خون کے ساتھ طاقت اور زور۔ ہنگامہ پہلو میں شور۔ لب کسی شے کے مس کرنے کے آرزومند۔ چشم شوق کسی کے نظارہ کی متمنی۔ سر کسی کے قدموں کے سجدہ کے لیے بیقرار جبین کسی کے آستانہ کی جبہ سائی کے لیے تیار۔ جوئندہ یابندہ۔ آخر یہ گوہر بھی ڈھونڈ نکالا عروس ہستی کے جمال بے نقاب پر نگاہ پڑ گئی۔ بیقرار ہو گیا۔ شعلہ حسن نے رخت ہوش و صبر پھونک ڈالا۔ اور دم کے دم میں اپنا غلام بنا لیا۔ اور سوائے حکایت دوست کے اور کچھ یاد نہ رہا۔ اور بیقراری میں پکار اُٹھا ؎

عشق میں تیرے کوہ غم سر پہ لیا جو ہو سو ہو جام نشاط بے خودی اب تو پیا جو ہو سو ہو

لیکن جام نشاط قاطع حیات نکلا۔ بیخودی تو پہلے ہی سے تھی۔ اب پراگندگی تک نوبت پہنچی

اور جوشِ وحشت میں سب قول و قرار کو بھول منزل پُرخار کے اصلی میدان میں آ نکلا۔ فوراً پنجۂ قضا و قدر نے جکڑ لیا۔ ایک بیڑی پاؤں میں ڈالکر زندانِ میدان پرخار کے دروازہ پر پاسبانی کے لیئے بٹھا دیا۔ جہاں سخت اور گرم ہوائیں جسم کی کھال کو جلاتی ہیں۔ گرد و غبار اُڑ اُڑ کے صورت کو بگاڑتا رہا۔ پاسبانی کرتے کرتے آنکھیں پتھرا گئیں۔ آزادی کی فکر کرتے کرتے عقل چکرا گئی۔ یہ منزلِ پُرخار کا تیسرا مرحلہ تھا۔ شروع ہی میں پا بجولاں ہوکر ہتکڑی اور بیڑی کے سزاوار ٹھیرے۔ مگر رفتہ رفتہ ایسے جکڑ گئے کہ اُٹھنا محال ہو گیا۔ محافظانِ قضا و قدر نے کمزور اور ضعیف قیدی سمجھکر پاسبانی سے علیحدہ کرکے کسی دوسرے مقام پر بھیجدیا جو منزل پُرخار کے مرحلہ چہارم کی شروعات تھی۔ لیکن اتنا ضرور تھا کہ نشۂ بادۂ وحشت جو جمالِ یار کی میناسے اُنکے حصہ میں آیا تھا۔ موجود تھا۔ جس نے ان تکالیف میں ضرور کمی کی اور بعض اوقات تو خمیازہ کشی نے پرانا مزا یاد دلا کر سب کچھ بُھلا دیا ؎

چوں تجلی کرد اوصافِ قدیم — بس بسوزد وصف حادث را کلیم

اب جو قدم بڑھاکر مسافرِ عدم نے میدان کا نظارہ کیا تو عجب سماں نظر آیا۔ وہ جسکو باغ سمجھ رہا تھا۔ عمرِ رفتہ کا داغ نکلا۔ وہ جسکو چشمۂ آب جان رہا تھا۔ ریگ رواں صورت سراب نکلا۔ رستہ کے دونوں طرف مہیب غار۔ تاریک اور خوفناک پہاڑ۔ خس و خاشاک۔ خار اور جھاڑ نظر پڑے۔ خود وہ پگڈنڈی جسپر جارہا تھا کانٹوں سے بھری تھی۔ ضعیف اور خستہ پاؤں جنکی کھال امتدادِ زمانہ نے کمزور کردی تھی شکار خار ہوگئے۔ لہو کی نہر جاری ہوگئی۔ ہونٹ پیاس کے مارے خشک ہوگئے۔ قریب تھا کہ لڑکھڑا کر گرے۔ دور سے ایک چشمہ دکھائی دیا۔ بے اختیار اُسکی طرف دوڑا لیکن دھوکا کھایا۔ کیونکہ سنگ سفید کا خزانہ تھا۔ ہاں مگر اُس اُجڑے باغ میں ایک گلاب کا درخت نظر پڑا جسپر صرف ایک پھول تھا۔ پھول اُس مسافر کی خستہ حالت دیکھکر مسکرایا۔ چند قطرات شبنم ٹپکے۔ مسافر نے پیاس بجھائی۔ مگر تعجب تو یہ تھا کہ وہ پیاس جو سمندر سے بھی نہ بجھتی۔ ان شبنم کے قطروں سے کیونکر بجھ گئی۔ گلاب کا پھول پھر مسکرایا۔ اور زبان گوہربار سے یوں گویا ہوا ؎

حرف میں لفظ میں کہاں ہستی ذوق و شوق ہے — معنی کو دیکھ تو ذرا نام تو دامِ یار ہے
دین و ایماں ہیں بہنس عاشق کی کچھ خبر نہیں — آگے خودی سے بڑھ کے چل دیکھ تو کیا دیار ہے

حقیقت پر نگاہ ڈال۔ تو قبل تولید و ترکیب وجود کے خود معہ دم نظر آئے گا۔ پاس عالم میں آیا۔ عدم سے وجود میں آیا۔ فرضی خواہشات کا غلام بنکر تاب و تواں صورت و شکل عقل خرد سب کچھ مراتب لیکر خود ہی سب کچھ بن بیٹھا۔ کاش بھید کو سمجھ لیتا۔ اور جانتا کہ عبد اور معبود کیا ہے قول و قرار نہ بھولتا۔ اور جانتا میں کچھ بھی نہیں۔ نام اور صورت کے پردے میں جمال یار کو ظاہر کرنا منظور تھا۔ ورنہ تو کیا اور تیری ہستی کیا۔ جا اور اُسکے سوا دلمیں اور کسیکا خطرہ نہ لا۔ اُسی کو چاہ اور ایسا چاہ کہ سوائے اُسکے سب فنا ہو جائے ع

تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کیا تجھکو نہیں معلوم کہ طالب کا منتہا اور بحر فنا میں غوطہ لگانا کوئی شے بصورت وجود نہیں بلکہ یہ صورت فانیہ ایک پرتو ہے مرتبہ احدیت کی جلوہ نمائی کا جو ایک جسم خاکی کے روپ میں دلستاں بنی ہے۔ مت بگاڑ۔ سنوار اور خوب سنوار۔ اور لائق ہدیہ جانا کر۔ یہی منزل فنا جو منزل پنہار کا انجام ہے۔ خوش نصیب وہ ہستی جسکا یہ انجام ہو۔ لاکھ حیات اور ہزار ثبات اسپر صدقہ کرئے مگر صورت وصلے کو پالے۔

مسافر عدم نے ایک بڑی تسکین اپنی تفتہ دل و جگر میں پائی۔ اور گلاب کی بلائیں لینے کو جھکا جھکتے ہی نہ معلوم کیا جلوہ دیکھا۔ کہ اُسنے ایک ہُو کا نعرہ مارا۔ پھر **خواجہ** رح کے گُن گاتا اور اجمیری داتا اجمیری اتا گاتا ہوا اپنے اصلی مسکن کو روانہ ہو گیا۔ **غزل**

کیا جلوہ دکھا دیا خواجہ	دل سے سب کچھ بھلا دیا خواجہ
جس کو بھولا ہوا تھا مدت سے	سیدھا رستہ بتا دیا خواجہ
اپنے در پر کبھی بُلا لیجے	ہے غریبوں کا مدعا خواجہ
دست رحمت سے ہو عطا مجھکو	مرض ہجر کی دوا خواجہ
نفس و شیطاں کی یورشوں میں اب	ہے خدا کا ہی آسرا خواجہ
ہند میں باب سرِ ذاتِ حق	آپ کے فیض سے کھلا خواجہ
راہ مولے سے بھولے بھٹکوں کو	ذات والا ہے رہنما خواجہ
کاش وہ دن خدا نصیب کرے	میرا سر ہو در آپ کا خواجہ

له حضرت خواجہ رح کا وجود پاک ہی باغ توحید کی آبیاری کے لیئے رونق افروز ہند ہوا تھا۔ لیکن آپکو وزات باسی غلو کا بیتوا مشرکیہ و بسوانے کو۔ ہمارے کرم فرما سعادت ان باتوں کا خیال رکھا کریں۔ (زاہد بیگ)

اکرموا عزیز قوم ذل

یہ ایک فرمانِ رسالت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ "کوئی معزز شخص ذلیل ہو جائے تو اس کی عزت کرو"۔ انقلابات عالم نے صدہا ایسے واقعات پیش کیے ہیں جو باعث عبرت ہیں اور جن کو دیکھ کے بڑے بڑے سنگدل لوگوں کے دل تھرا اُٹھے ہیں۔ مگر افسوس ہمارے دل ایسے سخت ہو گئے ہیں کہ ہمیں کسی چیز سے عبرت نہیں ہوتی۔ ہم خاندان تیموریہ کی بیسیوں یادگاروں اور اگلے دولتمند گھرانوں کے بہت سے باقیات الصالحات کو حد سے زیادہ تباہی و مفلوک الحالی اور انتہا سے گزری ذلت و مسکنت میں دیکھتے ہیں اور دل نہیں پسیجتا +

اگر سلطنت اُن کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور سطوت و جبروت نے اُن کا ساتھ چھوڑ دیا تو کیا قوم میں بھی اتنی قوت نہیں ہے کہ اپنی تاریخ کے ان بوسیدہ و کرم خوردہ تبرکات کو عزت سے نہیں تو حفاظت ہی سے رکھے۔ موجودہ گورنمنٹ کو الزام دینا یا ایسے ستم کشوں کا بار برٹش گورنمنٹ کے سر ڈالنا حماقت ہے۔ کیونکہ سلطنت پر اُنکے کوئی حقوق نہیں۔ مگر ہم پر اُنکے حقوق ہیں۔ در اصل یہ ہماری قومی زندگی کی موتیں ہیں۔ اور ہماری قومی زندگی ہی فیصلہ کر سکتی ہے کہ ان یادگاروں کو اچھی طرح رکھیں یا بُری طرح۔ سچ یہ ہے کہ ہم میں ایسی نفسی نفسی پڑ گئی ہے کہ قومی زندگی باقی ہی نہیں رہی۔ ورنہ کیا ممکن تھا کہ ہمارے تاجدارانِ سلف کی نسل یوں غارت ہو؟ اور آغوش سلطنت میں پلے ہوؤں کی اولاد دردر دریوزہ گری کرے؟ ہرگز نہیں۔ ہم بدنظمی اور بے اصولی کے ساتھ صدہا فیاضیاں کر رہے ہیں۔ اور کسی ایسے قومی فنڈ کا قائم ہو جانا دشوار نہ تھا کہ ملوک سلف کی نسل عزت سے رکھی جائے۔ اور اسکی اولاد کو اچھی تعلیم و تربیت دیکے سنبھالا جائے مگر اپنے ذاتی اغراض پر قومی مقاصد کو قربان کر دیا ہے۔ اور اپنی نفس پروری کے آگے اسکی مطلق پروا نہیں کرتے کہ ہماری قومی عزت کس طرح خاک میں مل رہی ہے۔ اور ہمارے ناموران سلف کی نسل کا کیا حال ہے +

مگر ہم ہمیشہ ایسے بے خبر نہ تھے جب تک واقعات کا ہم پر اثر ہوتا تھا اور قومی فلاح اور قومی وقار کو شخصی جذبات پر ہم قربان نہیں کیا کرتے تھے +

جب بنی امیہ کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس بدنصیب خاندان کے تمام لوگ چن چن کے مارڈالے گئے۔ نئی خلافت عباسیہ کے دو تاجدار کامرانی و اطمینان سے حکومت کر کے دنیا سے رخصت بھی ہو چکے اور بنی اُمیہ کا مشرق میں کہیں نام و نشان نہ تھا تو تیسرے عباسی خلیفہ مہدی کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ اسکی لونڈی خیزران (جسے خاص محل کا رتبہ حاصل تھا سارے حرم کی مالک اور ولیعہد سلطنت کی ماں تھی) ایک دن محل میں شان و شوکت سے بیٹھی حکومت کر رہی تھی کہ ایک لونڈی نے آ کے ادب سے عرض کیا کہ "خدا ملکۂ عالم کو سلامت رکھے ڈیوڑھی پر ایک حسین عورت کھڑی ہے اسبار یابی کی امیدوار ہے۔ ہزار پوچھا۔ نہ اپنا نام و نشان بتاتی ہے نہ نسب و خاندان کا پتہ دیتی ہے اور نہ یہ کہتی ہے کہ غرض کیا ہے۔" عبداللہ بن عباسؓ کی پرپوتی زینب بنت سلیمان جو خاتونان بنی عباس میں صاحب ذہن سمجھی مانی جاتی تھیں پاس بیٹھی تھیں۔ خیزران نے اُن سے کہا "تم اس عورت کے بارے میں کیا کہتی ہو! آنے دوں یا نہ آنے دوں"؟ زینب نے کہا۔ بلوائیے۔ کوئی مفید ہی بات ہوگی' اس مشورے کے مطابق لونڈی کو حکم دیا گیا کہ 'جاؤ بلا لاؤ"۔

چند منٹ گزرے ہونگے کہ اس لونڈی کیساتھ ایک نہایت ہی حسین صاحب جمال مگر فلاکت زدہ اور شکستہ حال عورت شریف زادیوں کے انداز سے آئی۔ مگر خیزران کا سامنا ہوتے ہی دروازے کے دونوں پٹوں کے درمیان ہی ٹھٹک کے کھڑی ہو گئی۔ اور وہیں سے کہا "اے ملکۂ عالم آپ کی خدمت میں آداب عرض کر کے التماس ہے کہ میں آخری تاجدار بنی امیہ مروان بن محمدؐ کی بیٹی مزنہ ہوں۔ یہ نام سنتے ہی جیسے خیزران کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اور جھنجلا کے کہا "تیرے لئے نہ مرحبا ہے اور نہ سلام کا جواب۔ خدا تجھے غارت کرے۔ وہ گھڑی بھی تجھے یاد ہے جب ابراہیم بن محمد عباسی کی لاش بے گور و کفن پڑی تھی۔ اور بنی عباس کی بوڑھی عورتوں نے تیری خدمت میں حاضر ہو کے اتنی التجا کی تھی کہ اپنے باپ سے سفارش کر کے اُنکے دفن کی اجازت دلوا دے۔ لیکن بجائے ترس کھانے کے تو غصے سے اُنہیں مارنے کو دوڑی۔ اُنہیں گالیاں دیں اور اپنے محل سے نکلوا دیا؟ خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ اُسنے اپنی نعمت تجھ سے چھین لی۔ اور تجھے ذلیل و خوار کر کے اس حالت کو پہنچا دیا۔ خیزران کی زبان سے یہ طیش کا جواب اور یہ کلمات غیظ و غضب سن کے مزنہ نے بجائے اسکے کہ ڈرے یا کچھ مرعوب ہو۔ زور سے ایک قہقہہ لگایا۔ اور بولی "بہن آپے سے باہر نہ ہو۔ اچھا یہ تو

بتاؤ کہ میری اس بدسلوکی پر خدا نے مجھے جو ایذائیں دی ہیں۔ اُن میں سے تمہیں کونسی سزا پسند ہے جو میرا ہی سا سلوک تم بھی میرے ساتھ کر رہی ہو؟ تم جو کچھ کہتی ہو سچ ہے۔ خدا کی قسم میں نے یہی کیا تھا۔ اور اُسکی سزا یہ ملی کہ خدا مجھے ذلیل و خوار اور ننگا بھوکا کرکے تمہارے پاس لایا ہے کہ جو سلوک چاہو کرو۔ اُس وقت تم نے میرے اس سلوک پر جو صبر و شکر کیا تھا۔ اسکا انعام تمہیں یہ ملا کہ ملکہ عالم ہو اور میں تمہارے سامنے عاجز و خوار بنی کھڑی ہوں" اتنا کہتے ہی مزنہ نے کہا "لو بہن خدا حافظ جاتے ہیں"۔ اور پیٹھ پھیر کے چلی کہ جھپٹ کے محل سے نکل جائے +

اُس کی ان باتوں کا خیزران کے دل پر کچھ ایسا اثر پڑا تھا کہ بے تحاشا دوڑی۔ لپک کے روکا اور چاہا کہ گلے لگائے۔ مگر مزنہ نے دونوں ہاتھوں سے الگ کر کے کہا "میں اس قابل ہی نہیں ہوں کہ تم سی ملکہ مجھے گلے لگائے۔ چیتھڑے لگائے ہوں۔ اور ان کپڑوں میں ایسی تعفن آرہی کہ آپ کا دماغ خراب ہو جائے گا"۔ یہ سن کے خیزران نے لونڈیوں کو حکم دیا کہ فوراً انہیں حمام میں لے جا کے غسل کراؤ۔ اور اسکے بعد پُرتکلف جوڑا پہنا کے اور عطر میں بسا کے لے آؤ +

یہ کہکے خیزران چلی آئی۔ اور محل کی لونڈیوں نے نہایت ہی تعظیم و تکریم سے مزنہ کو نہلایا کپڑے پہنائے عطر لگایا۔ اور خوب بنا چنا کے لے آئیں۔ صورت دیکھتے ہی خیزران اُسکے سینے سے لپٹ گئی۔ پھر اپنے برابر مسند پر جہاں خود خلیفہ مہدی آکے بیٹھا کرتا تھا بٹھایا۔ اور پوچھا۔ "دسترخوان بچھواؤں"۔ مزنہ نے صاف صاف کہا "آپ پوچھتی کیا ہیں؟ شاید مجھ سے زیادہ بھوکا سارے اس محل میں کوئی نہ ہوگا"۔ فوراً دسترخوان بچھا۔ قسم قسم کے کھانے لائے چن دیئے گئے اور مزنہ نے خوب سیر ہو کے کھایا۔ خواصوں نے ہاتھ دُھلوائے۔ اور جب ہر طرح کی خاطرداریوں سے فراغت ہولی۔ تو خیزران نے کہا "اب بہن بتاؤ تمہارا خبرگیراں کون ہے"؟ بولی "خبرگیراں! جو کچھ قرابت ہے اسی گھر سے ہے۔ اسکے سوا میں ساری دنیا میں کوئی عزیز قریب نہیں رکھتی"۔ یہ جواب سن کر خیزران بولی "تو پھر تم یہیں رہو۔ چلو میں اپنے محل تمہیں دکھاتی ہوں۔ ان میں سے جو محل پسند آئے لیلو۔ اور اُسمیں رہو" +

اس تجویز کے مطابق خیزران نے اسے اپنے سارے محل دکھائے۔ جن میں سے ایک خوب

وسیع اور پرفضا قصر اس نے پسند کیا۔ خیزران نے وہیں کھڑے کھڑے فرنیچر سے اسے خوب آراستہ کرایا۔ اور ہر طرح کا سامان زندگی فراہم کرا کے کہا۔ "لو بی بی تم یہاں آرام سے رہو سہو۔ آج سے مجھ میں تم میں بہناپا ہو گیا۔ جب تک جیتے ہیں ساتھ نہ چھوڑیں گے۔" مزنہ نے شکریہ ادا کیا۔ اور خیزران اسے وہاں چھوڑ کے اپنے محل میں آئی۔ پھر دل میں کہنے لگی "کبھی اس عورت کی جو کچھ شان و شوکت تھی۔ تھی۔ لیکن زمانہ نے سرد مہری کی۔ اور دل شکستہ ہو گئی۔ اب اس کے دل کی کلفت صرف دولت سے دور ہو سکتی ہے۔" یہ خیال کرتے ہی پانچ لاکھ درہم اسکے پاس بھجوا دیے۔

خیزران ان کاموں سے فارغ ہو کے بیٹھی ہی تھی کہ اسکا صاحب تاج و تخت شوہر خلیفہ مہدی آ گیا۔ اور حالات پوچھنے لگا۔ خیزران نے مسکرا کے کہا۔ "آج عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک لونڈی دوڑتی ہوئی آئی۔ اور کہا کہ کوئی عورت اندر آنا چاہتی ہے۔ میں نے بلوا لیا۔ کیا دیکھتی ہوں کہ ایک جوان اور خوب رو مگر نہایت ہی شکستہ حال عورت ہے۔ آتے ہی اس نے مجھے ملکہ عالم کے لقب سے خطاب کر کے سلام کیا۔ اور بتایا کہ مروان بن محمد کی بیٹی مزنہ ہے۔ نام سنتے ہی میں مارے غصہ کے آپے سے باہر ہو گئی۔ خوب گالیاں دیں اور کہا "وہ وقت یاد کرو کہ ابراہیم بن محمد کی لاش پڑی تھی۔ اور عباسی گھرانے کی بوڑھیوں نے تجھ سے تجہیز و تکفین کی اجازت دلوانے کی درخواست کی تو تو انہیں مارنے کو دوڑی۔ خوب ہوا جو خدا نے تجھے اس دہاڑے کو پہنچایا۔" یہ سن کے وہ قہقہہ مار کے ہنسی اور کہا۔ میں نے بیشک یہی کیا تھا۔ اور خدا سے اس کا بدلہ بھی پایا۔ اب کیا تم بھی خدا سے ایسا ہی بدلہ لینا چاہتی ہو جو میرے ساتھ یہ سلوک کر رہی ہو؟" یہ کہہ کے وہ واپس چلی۔"

خیزران یہیں تک کہنے پائی تھی کہ مہدی کو زیادہ سننے کی تاب نہ رہی۔ بات کاٹ کے بولا "افسوس! خدا نے تمہیں ان نعمتوں پر شکر گزار ہونے کا موقع دیا تھا۔ مگر تم نے وہ موقع ہاتھ سے کھو دیا۔ میرے دل میں تمہاری اسقدر جگہ نہ ہوتی تو قسم کھا کے کہتا ہوں کہ تمہاری اس حرکت پر پھر کبھی زندگی بھر تم سے بات نہ کرتا۔"

خیزران نے کہا۔ "امیر المومنین آپ سنیں تو سہی۔ میں نے یہ سن کر اس سے بے انتہا معذرت کی۔ روک کے اسے حمام میں نہلوایا۔ اچھے کپڑے پہنائے۔ عطر لگایا۔ کھلایا پلایا۔ پھر راضی کر کے اس سے بہناپا کر لیا۔ اور اپنے سارے محل دکھا کے جس محل کو اس نے پسند کیا اسکے حوالے کیا۔ اسکو

آراستہ اور ضروری سامان سے مرتب کردیا۔ یہ وعدہ کرکے آئی کہ اب زندگی بھر تمہارا ساتھ نہ چھوڑونگی اور یہاں آتے ہی خرچ کے لیے اُسکے پاس پانچ لاکھ درہم بھیجدیئے ؟

یہ سُن کے مہدی بہت خوش ہوا۔ خیزران کے حسن سلوک کی تعریف کی اور اپنے ایک خادم کو بلا کے حکم دیا کہ "اسی وقت جا کے اشرفیوں کے سو توڑے میری طرف سے بھی اُسے دے آؤ میرا سلام کہو۔ اور کہو کہ تمہاری خدمت کرنے کی وجہ سے جس قدر خوش میں آج ہوا ہوں کبھی زندگی بھر نہ ہوا تھا۔" کہنا تمہاری قدر و منزلت کرنا امیر المومنین پر واجب ہوگیا ہے اور اگر تمہارے ناراض ہونے کا اندیشہ نہوتا تو وہ خود تمہارے سلام کو حاضر ہوتے۔ یہ پیام سنتے ہی مزنہ خود چلی آئی۔ ادب سے سلام کیا۔ خیزران کے احسانات بیان کرکے اُسکی محبت و شرافت کی تعریف کی۔ اور بولی۔ "میں بھلا حضور سے کیا ناراض ہونگی؟ میری حیثیت ہی کیا ہے؟ محل کی لونڈیوں میں سے ایک میں بھی ہوں" مہدی اسپر بہت خوش ہوا۔ اور مزنہ اپنے نئے قصر میں واپس گئی۔ اسکے بعد مزنہ ہمیشہ خیزران ہی کے ساتھ رہی۔ یہاں تک کہ مہدی کے سفر آخرت کے بعد اُسکے پہلے بیٹے ہادی کے عہد خلافت میں بھی اُسی سے وابستہ تھی۔ پھر جب خیزران کے دوسرے اقبالمند فرزند ہارون رشید کا عہد شروع ہوا تو رشید بھی مزنہ کی بڑی خاطر داشت کرتا تھا۔ جو پاس خاطر تمام عباسیہ اور ہاشمیہ خاتونوں کا تھا وہی اُسکا بھی تھا۔ اور خلافت رشید کے اوائل میں جب مزنہ کا انتقال ہوا تو رشید اسکے جنازے پر زار و قطار رویا۔ اور شاہانہ کروفر سے جنازے کو قبرستان میں لے گیا۔ آہ۔ خدا کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے میں کبھی ہمارا یہ سلوک دشمنوں کے ساتھ تھا کاش اب اتنا نہیں تو اسکا عشر عشیر دوستوں ہی کے ساتھ ہوتا۔ مگر نہیں۔ اب ہم نفس کے بندے ہیں۔ صرف اپنے نفس کو دیکھتے ہیں۔ اور نہیں پتہ لگتا کہ ہم میں اور بہائم میں کیا فرق رہ گیا ہے ؟

شرر لکھنوی (ماخوذ از خطیب دہلی)

تَفَکَّرُوْا فِیْ صِفَاتِ اللہِ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِ اللہِ

ترجمہ: فکر کرو خدا تعالیٰ کی صفات اور نشانوں کے متعلق فکر و تدبر اور گفتگو کرو۔ لیکن اس کی ذات پاک میں فکر اور گفتگو مت کرو کیونکہ تم

کنہ او را جز او نداند کس   علم اوصاف او ست مار ا بس

اُس کے اوصاف اور انعام بے شمار ہیں جو احاطۂ فہم و تصور میں نہیں آسکتے۔ پھر ایسے ذات مستجمع الصفات کی کیا بات ہے۔ جواہر الحقائق میں مرقوم ہے وحدت سے احدیت اور واحدیت پیدا ہوئی یعنی ایک پن اور ایک ہونا۔ ایک سے ظاہر ہوا۔ وحدت عددی نہیں ہے جو مقابل کثرت کے آتی ہے بلکہ لاتعین ہے۔ اور احدیت تعین اول ہے جسکو دائرۃ الوجود کہتے ہیں۔ اور وحدیت ظہور اسکا جس میں کثرت داخل ہو وہ مُظہر ہو اور یہ مظہر ہے اور ظہور ذات مع الاسماء کو قوس احدیت علم مجرد مع الاعتبارات ہے۔ اسکو قوس فوقانی کہتے ہیں اور قوس وحدیت علم مجرد مع الاعتبارات ہے۔ اسکو قوس تحتانی کہتے ہیں۔ اور مراتب سبعہ میں سے پہلا مرتبہ علم کا ہے اور مراتب سبعہ کو امہات الصفات کہتے ہیں۔ جو حیات وجود علم ارادہ۔ قدرت سمع بصر کلام ہیں۔ اور علم کے معنی دانستن یعنی سمجھنا ہے۔ لکھنا پڑھنا بولنا یہ علم نہیں بلکہ علم کے لوازمات و آلات ہیں وہ قائم بالذات ہے اور یہ قائم بغیرہ۔ اور درمیان دو قوس کے برزخ محمدی اور حقیقت احمدی ہے۔ کہ انا من نور اللہ وکل شیءٍ من نوری اسپر دلیل ہے یعنی میں خدا کے نور سے پیدا ہوا اور تمام شئے میرے نور سے پیدا ہوئی۔ خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ اور وسیلہ اور برزخ حضرت خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے اور اس مقام کو تعین ثانی بھی کہتے ہیں کہ ایک جانب وحدت کیطرف اور دوسری جانب کثرت کی طرف ہے۔ دوسرا درجہ وجود مطلق ہے کہ تمام موجودات پرتو سے لطف وجود مطلق کے قائم ہے چنانچہ وجود دھوپ اور روشنی کا وجود آفتاب سے قائم ہے لاموجود الا اللہ کا مقام یہی ہے کہ وجود کثرت محسوس ہے۔ اور وجود وحدت معقول ہے۔ یعنی نظر نہیں آتا تیسرا مرتبہ

ارادت خلق یعنی پیدا کرنا۔ اور اول ارادہ ہے اور بعدہٗ فعل۔ چوتھا قدرت کہ جو ارادہ کرتا وہ فعل اور کام کرنے کی قدرت رکھتا ہو پانچواں سمع یعنی سُننا۔ چھٹا بصر یعنی دیکھنا۔ ساتواں کلام یعنی بولنا۔ یہ ساتوں امہات صفات ہیں۔ اور ننانوے صفات اسمار الحسنیٰ میں ہیں۔ وہ صفات اس ذات پاک کی قدیم ہیں۔ سالک کو ہوش در دم اور نظر بر قدم رکھنے کی بڑی تاکید ہے قولہ تعالیٰ واللہ خلقکم وما تعملون یعنی خدا نے تم کو پیدا کیا اور جو کچھ عمل تم کرتے ہو بعضے لوگ صوفیوں کے کلام کو سمجھتے نہیں اور جہالت سے کہتے ہیں کہ جو کچھ برا بھلا ہم کرتے ہیں یا ہوتے ہیں وہ سب اسی کی طرف سے ہے۔ پھر بدعمل کی سزا کسواسطے ملتی ہے۔ اس کا جواب خوب اچھی طرح سمجھنا چاہیئے۔ یہ جبریہ اور قدریہ کا مشہور مسئلہ علم عقائد و کلام کی کتابوں میں مذکور ہے۔ خلاصہ اسکا یہ ہے۔ قولہ تعالیٰ ولا یظلم ربک احدا۔ یعنی پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے۔ رب جو کرے سو ظلم نہیں۔ سب جہان اسکا مال ہے۔ پر ظاہر میں جو نظر آوے وہ بھی نہیں کرتا ہے گناہ دوزخ میں نہیں ڈالتا۔ اور نیکی ضائع نہیں کرتا۔ اور جو کوئی کہے گناہ میں ہمارا اختیار ہے۔ سو یہ بات معقول نہیں۔ اپنے دل سے پوچھ لے۔ جب گناہ کو دوڑتا ہے اپنے قصد سے دوڑتا ہے۔ اور جو کوئی کہے۔ اسی نے دیا۔ سو قصد دونوں طرف لگ سکتا ہے خواہ کرنا خواہ نہ کرنا۔ اور کوئی کہے اُسی نے ایک طرف لگا دیا۔ سو بندے کی دریافت سے باہر ہے۔ بندے سے دوسرا بندہ جو معاملہ کرتا ہے۔ اُسکی سمجھ پر بندہ بھی اُس کرنے والیکو پکڑیگا جو اُس سے معاملہ کرتا ہے یہ کوئی نہیں کہیگا کہ اُسکا کیا قصور ہے اللہ نے کر دیا۔ قاتل کو قتل کرنے کا اور چور کو سزا دینے حکم کیا ہے ۵

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

محمد صدیق از عدن

ذکرِ جمیل

تجھ سے آگاہ قلب ہے گوہر — تجھ سے غافل ہے سنگ سے بھی بتر
مبتدی کے لیے ہے قبلی تو — منتہی کے لیے ہے سِرّی تو
ذکرِ خالق ہے ایک گوہر تو — حورِ دل کے لیے ہے زیور تو
سچ ہے تو ایک فیض کی ہے نہر — نورِ پاکِ بدیع کی ہے بھر
فکر میں باعثِ تسلی ہے — طورِ دل کے لیے تجلی ہے
ہر نبی نے تجھے سراہا ہے — باعثِ فضلِ حق بتایا ہے
قلبِ ذاکر کا باعثِ تسکیں — جانِ مومن کا موجبِ تزئیں
تو ہی تو خضر ہے لدنی کا — تو ہی ہے جامِ ذاتِ باقی کا
قفلِ دل کی کلید ہے تو ہی — روزِ مومن کی عید ہے تو ہی
قلب کی آنکھ کی نظر ہے تو — فلکِ روح کا قمر ہے تو
شغل تیرا جو ایک چلہ کرے — کھلیں سینے میں چشمے حکمت کے
میری رگ رگ میں جوش ہو تیرا — میرے سر میں خروش ہو تیرا
عینِ ذاتِ حسن لیے عالی سیر — ذاتِ قدوس کا نہیں تو غیر
ذکرِ حق تجھ میں محو ہو جاؤں — جلوۂ ذاتِ کبریا پاؤں
ذکرِ ذاکر میں تو جو ہو مخفی — تو ہو طرزِ عمل سے حق راضی
نورِ ظاہر کی نہر ہے اِک تو — فیضِ باطن کی لہر ہے اِک تو
ازلی فیض کا ہے بانی تو — ابدی فیض کا ہے پانی تو
جذبِ دل تجھ سے ہوتا ہے پیدا — فکر ہے تیرے نام پر شیدا
ذکرِ رازق تو ہے غذا دل کی — ذکرِ خالق تو ہے دوا دل کی
جب ترا نور کرتا ہے غلبا — جان کو مہر ہے بنا دیتا

دلِ اہلِ صفا ترا مسکن — جانِ قدوسیاں ترا معدن
نہیں پوشیدہ ہے ترا رتبہ — رتبہ مذکور سے عیاں ہے ترا
تیری عادت ہو بیٹھتے اُٹھتے — چشمے کھلجائیں نور بے چوں کے
مطرب جاں نہ تجھ سے ہو غافل — ساز تیرا ہوا رغنونِ دل
قلب ہے تیرے نور سے روشن — جان ہے تیرے فیض سے گلشن
گلشنِ دل کی رنگ و بو ہے تو — بلبلِ دل کی گفتگو ہے تو
تیری کثرت سے قلب ہے اکسیر — ہے تری یاد میں عجب تاثیر
سبزۂ قلب کی لہک ہے تو — بلبلِ روح کی چہک ہے تو
بلبلِ قلب کا ہے تو گلِ تر — طائرِ جاں کا تو ہے بازو پر
مطمئن تیری ذات سے ہو قلب — مقتدر تیری بات سے ہے قلب
دلِ بے جاں کی جان تو ہے مگر — تجھ سے پڑتا ہے دشمنوں پہ اثر
دلِ اہلِ صفا کا تو دمساز — اور اہلِ وفا کا محرم راز
تخمِ ایماں کو تو اگاتا ہے — ثمرِ معرفت کھلاتا ہے
مےَ عرفاں کا ہے تو ہی ساغر — تو ہی تو عارفوں کا ہے رہبر
سرورِ ایمانِ انبیا ہے تو — گل و ریحانِ اصفیا ہے تو
تو محبت کا بیج بوتا ہے — تجھ سے دل باغ باغ ہوتا ہے
ذکر سے قلب کو حلاوت ہو — فکر سے ذہن کو ذکاوت ہو
ذکرِ حق نور جان کا رہبر ہے — واقعی میں یہ سب سے بہتر ہے
یہ ہے مصباح نور کے گھر کا — یہ تو ہے طاق کعبہ کے در کا
فیض کے ابر کی ہوا ہے یہ — باعثِ فیضِ کبریا ہے یہ
حکم قرآں میں اسکا اکثر ہے — اُذْکُرُوا اللہ حکم اکبر ہے
جان کا کھیت سبز ہو جائے — خشک سالی کا داغ دہو جائے
قلب میں آگ یہ لگاتا ہے — غیر کی فکر کو جلاتا ہے

اسکی کثرت سے باعثِ رحمت
اسکی عادت سے باعثِ عزت

دور ہو اسکے فضل سے غفلت
اس سے ہے قلب کو طمانیت

اس کی کثرت ہو یاد ہو اُس کی
نہ رہے دل میں اور کچھ باقی

ذکر ہی قلب کی عبادت ہے
ذکر ہی جان کی طہارت ہے

دل مومن چمن ہے گل ہے یہ
جام اگر قلب ہے تو مُل ہے یہ

نسبتِ ذکر کر عطا یا رب
ماسوا اس کے ہوا ہیں سب

بہرِ سلطان ذکر جاری کر
تجھ سے اب اپنا فضل بس کر

سنو قلب میں طراوت ہو
بارشِ نور کی زراعت ہو

گر نہو ذکر قلب ہے بیکار
گر نہ ہو ذکر جان ہے بیزار

خضر کا جام ذکرِ باری ہے
یہ طریقہ ازل سے جاری ہے

دل کو ہے ذکر حق سے اطمینان
جسم کے واسطے ہے جیسے جان

کعبۂ جاں کا ذکر زمزم ہے
قبلۂ دل کا ذکر ہمدم ہے

ذوالمنن سے حکیم کی یہ دعا
قلب ہو تیرے نور کا چشما

محمد عبدالحکیم خاں جونس ریاست پٹیالہ

تخمیس نعتیہ

زمانہ پھر گیا ہے چرخ برہم
تلے جور و جفا پر ہیں یہ اظلم

کوئی پرساں نہیں جائیں کہاں ہم
ز مہجوری برآمد جان عالم

ترحم یا نبی اللہ ترحم

نہیں مونس کوئی جز حسرت و غم
نہ حامی ہے کوئی اپنا نہ ہمدم

اور اسیر درد فرقت کیا کہیں ہم
ز مہجوری برآمد جان عالم

ترحم یا نبی اللہ ترحم

سُنگھا دیجے وہ خوشبو بھینی بھینی — شکیبِ جانِ مضطر جس نے چھینی
پسند آئی ہے کیوں خلوت گزینی — نہ آخر رحمۃٌ للعالمینی
زمحروماں چرا فارغ نشینی

سرت گردم پئے آں مہ جبینی — پئے ناز و ادائے نازنینی
چرا بر حالِ زارِ ما نہ بینی — نہ آخر رحمۃٌ للعالمینی
زمحروماں چرا فارغ نشینی

بجھائے لاکھ اُسے چشمِ گہر ریز — رہے گی آتشِ سوزِ جگر تیز
مسیحا کیوں ہے بیمار سے پرہیز — زخاک اے لالہ سیراب برخیز
چو نرگس خواب چند از خواب برخیز

یہی ہے سوزِ الفت کی نشانی — کہ مثلِ شمع دل ہو پانی پانی
ذرا سُن کر شبِ غم کی کہانی — بروں آور سر از بردِ یمانی
کہ روئے تست صبحِ زندگانی

سُنگھا کر بوئے زلفِ عنبر افشاں — دکھا کر جلوۂ سروِ خراماں
چمک کر صورتِ مہرِ درخشاں — شبِ تاریکِ ما را روز گرداں
زروئیت روزِ ما فیروز گرداں

نہ قاصد ہے نہ کاغذ ہی نہ خامہ — بھلا کس طرح لکھیں پھر پیامہ
کنورِ الشمس مصباح الغمامہ — بہ تن پوشش عنبر بوئے جامہ
بہ سر بربند کافوری عمامہ

گلے میں ڈال کر طوقِ غلامی — کھڑے ہیں ہندی رومی شامی
جگر میں درد لب پر نامِ نامی — بشوقت جاں بلب آمد تمامی
فقم فدیا حبیبی کہ تنامی

بدہ دست کرم افتادگاں را — مکن رسوا اسیرانِ جہاں را
بمحشر میکشی نہ عاصیاں را — فرود آویز از سر گیسواں را

فگن سایہ بپا سرو جہاں را

مقید ساز مرغان جہاں را　　بدام آور ہمہ ہوشیاں را
بصید افگن کمند جانستاں را　　ز روی آنچہ از سر گیسواں را

فگن سایہ بپا سرو رواں را

بہانے سے کی پانی سے جوشن گن　　کیا ہے بلبلوں نے قصہ گلبن
تصدق میں کسی کے ہے یہی دھن　　ادیم طائفی نعلین پا کن

شراک از رشتہ جانہائے ما کن

خدایا از غم فرقت رہا کن　　قدم رنجہ سوئے اہل وفا کن
قیامت از خرام دلربا کن　　ادیم طائفی نعلین پا کن

شراک از رشتہ جانہائے ما کن

رہے پنہاں کوئی پردے میں ہر چند　　نگاہ شوق رہتی ہے کہیں بند
نئی سوجھی زمیں کا بن کے پیوند　　جہانے دیدہ کردہ فرش راہند

چو فرش اقبال پابوس تو خواہند

خدا را اندکے رنج وہ دم نہ　　بسقف کعبہ معصب علم نہ
ہمیں وقت است احسان بر امم نہ　　ز حجرہ پائے در صحن حرم نہ

بفرق خاک رہ بوساں قدم نہ

رخت بنما بمرگ آمادگاں را　　رہا فرما ز غم آزادگاں را
ببیں برباد سیئے بربادگاں را　　بدہ دستے ز پا افتادگاں را

بکن دلداریئے دلدادگاں را

بھڑکتی ہے جگر میں آتش غم　　بجھا دیجے پلا کر آب زمزم
خبر لیجے مرے مولا چلا دم　　اگرچہ غرق دریائے گناہم

فتادہ خشک لب بر خاک راہم

غبہ گردوں حشم عالم پناہے　　فتادہ در محبت یک سیاہے

رہے ہم نا باین گم کردہ راہے — توابرِ رحمتی آں بہ کہ گاہے
کنی برحال لب خشکاں نگاہے

کوئی سوزِ دروں کب تک نباہے — دوائے دردِ دل کیونکر چاہے
کہاں تک یوں تپ غم میں کراہے — توابرِ رحمتی آں بہ کہ گاہے
کنی برحال لب خشکاں نگاہے

بھنور میں پھنس گیا ہے بیڑا ہمارا — نہیں ہے ڈوبتوں کو اب سہارا
مقدر کر چکا ہم سے کنارا — قضائے افگند از راہ ما را
خدا را ناخدا درگاہ ما را

ببیں حالِ ولی خستہ جاں را — سوئے طیبہ بخواں ایں ناتواں را
جہاں تاریک و تنگ ہست عاصیاں را — بدہ دستے زپا افتادگاں را
بکن دلداریے دلدادگاں را

ولی کیا ہے۔ یہاں ہر سلامی — کھڑے ہیں سیکڑوں افراد نامی
یہ کہتے ہیں بندگان گرامی — بکن اہتمامت کار جامی
طفیلِ دیگراں یابد تمامی

ولی فتحپوری

میلادِ سرور ﷺ

سراسر نور کا عالم زمیں سے آسماں تک ہے — بلند آواز گی صلِّ علیٰ کی لامکاں تک ہے
بلحاظِ قربِ وحدت میں ملائک رہ گئے پیچھے — تعالی اللہ انساں کے شرف کی حد کہاں تک ہے
نسیمِ فیضِ سرور سے بہارِ جاودانی ہے — خزاں کی کائنات اس باغ میں نامِ خزاں تک ہے
عیاں ہیں کارنامے اس قدر حسنِ تعلق کے — کہ خوانِ لطف کی توسیع پہنائے جہاں تک ہے
صلائے دشمناں اک لازمہ ہے خوانِ احساں کا — کب انداز کرم محدود بزم دوستاں تک ہے

نہ کیونکر غیر کو اپنا بنائے شانِ محبوبی — کہ شہرہ خلق بے حد کا مخالف کی زبان تک ہے
تجھے برداشت غیروں کے ستم خود جانِ اطہر پر — نہایت اس تحمل کی بھلا حد بیان تک ہے
محمد مصطفےٰ! واللہ فیض عام سے تیرے — اخوت کا اثر محمل نشین و ساربان تک ہے
ملی تجھ سے حیاتِ اجتماعی اہلِ عالم کو — کسی گلے کی خوش حالی کا اِک گلہ بان تک ہے
مساوی ہو گئے آقا غلام آہستہ آہستہ — یہ اعجازِ اثر اندازہ حسنِ بیان تک ہے
دیا حق نے خطاب رحمۃ للعالمین تجھکو — برات کثرتِ مہمل بساطِ میزبان تک ہے
ترو تازہ ہے تیرہ سو برس سے گلشن ملت — وگرنہ ہر چمن سرسبز و جودِ باغبان تک ہے
مبارک زاہدوں کو ہو ہوائے گلشن فردوس — ہماری آرزو کا منتہےٰ اس آستان تک ہے
غمِ آب و گل سے الفتِ بطحا و یثرب سے — وفورِ شوق کی تاثیر عزم آستان تک ہے
عزیز آرائش دل چاہیے داغِ غم ہجر — کہ لطفِ زینتِ گلشن بہار بے خزاں تک ہے

عزیز قدوسی امرتسری

صوفی و فلسفی

لگا کہنے صوفی سے اک فلسفی — غنیمت ہے ذات بزرگ آپ کی
تصوف کا منشا یہی ہے اگر — نہیں ترک دنیا سے در پردہ گر
تو اس ترک کو دور ہی سے سلام — ہمیں سب ہے ترکِ دنیا سے کام
یہ دنیا اگر ہے متاعِ قلیل — تو کیا ان کے نفس میں ہم ذلیل
نہ زہد و ریاضت نہ طاعت سے ہے — جو دنیا میں عزت ہے دولت سے ہے
نہ کہیئے کہ دنیا ہے خواب و خیال — کہ ہے آخرت اک خیالِ محال
یہ انسان جب ہو چکا ہے خاک — تو بس ہو گیا اس کا جھگڑا ہی پاک
جو ہیں قائل گور و منکر نکیر — فقط پیٹتے ہیں پرانی لکیر
قیامت تو کیا جانے ہے کتنی دور؟ — خدا جانے کب ہوگا شور نشور
کہا صوفی با صفا نے کہ آہ — کیا حبِ دنیا نے دل کو سیاہ؟

سمجھتا ہے جو دارِ فانی کو گھر — اُسے خاک ہو آخرت کی خبر
طلسمی ہیں دنیا کے نقش و نگار — ذرا دیکھ نیرنگ لیل و نہار
بدلتا ہے رنگ سپہر کہن — ہے پامال دورِ خزاں ہر چمن
یہ کہتا ہے شام و سحر انقلاب — کہ ہستی فانی ہے شکل سراب
جو بند آنکھیں ہونگی کھلیگا یہ حال — کہ ممکن کو سمجھا تھا تو نے محال
نہیں ہے جو تو قائل بعث و نشر — بہت مر کے پچھتائے گا روزِ حشر
لحد میں بتا دینگے منکر نکیر — کہ پہنچا جہاں کا تھا تیرا خمیر
کہاں تک نہ چھوڑے گا دنیا کو تو — جو مرنا ہے کر یاد عقبےٰ کو تو
قیامت کو سمجھے ہوئے ہی جو دور — فقط فہم کا ہے یہ تیرے قصور
قیامت تو وہ ہے بپا آج کل — کہ دم لینے پاتی نہیں ہے اجل
سمندر ہے اک موجہ آتشیں — نگلنے لگتی ہے لاشے زمیں
جو کس بل میں تھے فخر بہرام گور — ہوئے جاتے ہیں لقمۂ خاک گور
رہا ہے نہ رہجائے گا یاں کوئی — کہ فانی ہیں سب اور باقی وہی
تصوف کا ہے صاف یہ مسئلہ — بقا میں فنا ہے فنا میں بقا
نہ سمجھے گا لیکن یہ اسرار تو — کہ ہے غافل خواب پندار تو
پڑھادوں تجھے اک سبق اے عزیز — کہ انسان و حیوں میں کرے تمیز
جو چوپایوں کی طرح ہو کر ہلاک — ہوئی روح بھی صورتِ جسم خاک
بتائے ہمیں یہ ترا فلسفہ — رہا فرق انسان و حیواں میں کیا
نہ ہو یاد تجھ کو تو میں دوں بتا — مقولہ ہے سعدیؒ شیراز کا

"چو انساں نداند بجز خورد و خواب
کدامش فضیلت بود بر دواب"

(ماخوذ از خطیب)

شفق رضوی عماد پوری

تازہ نعتیں اور غزلیں

(۱)

(از جناب منشی عبد الرحمن صاحب تپندہ)

آنکھ سے دیکھے اگر روئے حبیبؐ آفتاب ... شرم سے گھٹ کر بنے مشعلِ خستہ آفتاب
سر کو سجدہ میں لیا کرتے ہیں با ادبِ شفق ... جھانکتا ہے اس سمت مختار کا در آفتاب
جو مئے عشقِ نبیؐ پیتے ہیں انکی بزم میں ... سیکڑوں مینائے گردوں اور ساغر آفتاب
یہ ہی سوزش ہے فراقِ شمعِ دیں میں ہے عجب ... عاشقی میں کب سے پروانے کے گھر آفتاب
ظلمتِ کفر و شرک کا نور رسالت ہوگئی ... جبکہ دنیا میں ہوا دین کا منور آفتاب
نقشِ پائے احمدِ مختار کی اللہ رے شان ... سجدے کرتا ہے ہمیشہ سر جھکا کر آفتاب
عارضِ پرنورِ شاہِ دیں کا صدقہ ہے اسے ... صبح سے تا شام پھرتا ہے کھلے سر آفتاب
دیکھکر پیشانیٔ احمد قمر حیراں ہوا ... عارضِ پرنور سے ہو کیوں نہ ششدر آفتاب
نورِ شمعِ لم یزل ہے احمدِ مرسل کا نور ... شکلِ پروانہ فدا ہو کیوں نہ اُس پر آفتاب
دیکھ پائے گر جلالِ مصطفائی ایک ذرا ... صورتِ خاکِ سیہ بنجائے جلکر آفتاب
جو کہ ہیں محوِ رخِ پُرنورِ شاہِ کائنات ... دیکھتے ہیں کب وہ اپنی آنکھ اٹھاکر آفتاب
مہربانی سے پیمبر بینوا کو تو بچا ... جب سوا نیزے پہ آئے روزِ محشر آفتاب

(۲)

(از جناب حاجی سید شاہ فضل الرحمن صاحب شیدا سی ناظم منشی ...)

دیکھتا ہوں میں خدائی میں جدھر یا مصطفےٰ ... آپ کا ہے نور ہر سو جلوہ گر یا مصطفےٰ
گر نہ ہوتے آپ پھر ہوتی کہاں یہ کائنات ... آسماں ہوتا نہ یہ شمس و قمر یا مصطفےٰ
بس لگا ہے جنکی آنکھوں میں جمالِ احمدی ... ڈالے پھر کس چیز پر اپنی نظر یا مصطفےٰ
آپ شاہِ حسن ہیں اور ہم ہیں سائل بھیک کے ... حسن کا صدقہ ادھر بھی اک نظر یا مصطفےٰ

جس نے پایا آپ کو اُسنے خدا کو پالیا
ہیں اگرچہ آپ ظاہر میں بشر یا مصطفٰے

ہے خدا کے بعد آپ ہی کی بزرگی بالیقیں
نعت ہی یہ آپ کی بس مختصر یا مصطفٰے

ہے عطا حق کی تو قاسم آپ ہیں اُسکے مگر
ساری قسمت آپ ہی کے ہاتھ پر یا مصطفٰے

جب ازل سے ابر دامِ اقدس کے ہم سب ہیں لئے
اب کہاں پھر جائیں اسکو چھوڑ کر یا مصطفٰے

آپکے صدقہ میں کیا کیا نعمتیں ہمکو ملیں
دین و دنیا جنت اور اُسکے ثمر یا مصطفٰے

میں بھی سر سے چلتا آ پہنچوں مدینہ میں حضور
جذبۂ عالی کا گر ہووے اثر یا مصطفٰے

شافع روزِ جزا جب آپ ہیں کیا خوف ہے
گو وہ منزل ہی کٹھن اور پُرخطر یا مصطفٰے

فضل رحمٰن سے تو فاضل کو بھی یہ امید ہے
آپ کی مجھ پر ہے ہر دم نظر یا مصطفٰے

(۳)

(از حضرت مولانا محمد شمس الدین صاحب چشتی مدظلہٗ)

ریاضِ خلد ہی روضہ معین الدین چشتی کا
درِ فردوس دروازہ معین الدین چشتی کا

کمالِ موسوی حاصل ہی ہر زوار کو اس جا
تجلی طور ہے جلوہ معین الدین چشتی کا

در دُربار و الاکیوں نہ مسجودِ خلائق ہو
اتم الفقر ہے رتبہ معین الدین چشتی کا

گدائے چشتیہ کیونکر نہ محسودِ ملائک ہو
مثالِ ہی غیرتِ سدرہ معین الدین چشتی کا

عجائب شانِ محبوبی عیاں ہی روئے انور سے
دلِ عالم ہی متوالا معین الدین چشتی کا

ترے ایوانِ جنت کو کروں کیا لیکے ای رضواں
کفایت ہی مجھے تکیہ معین الدین چشتی کا

زمینِ شعر میں تب بے مثال شمس تاباں ہو
بنا ہوں جب سے میں ذرہ معین الدین چشتی کا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دیباچہ

ہر جا گزرم ز فرش تا عرش ہر سو نگرم ز پست و بالا
سرتاسر بارگاہ امکان در تا در کارگاہ اشیاء
ذرات شہود مست و ہشیار او را ہمہ خوب و زشت و زیبا
ہر یک بہ طلاقتے کہ دارند گویند کہ لا الٰہ الا

اینہا بیت مفلس قوم

مولانا محمد قاسم فرشتہ کی تاریخ ہندوستان جیسی مستند کتاب ہے۔ اسکی بابت زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہندوستان کے متعلق یورپین علماء بالخصوص انگریزوں نے جس قدر تاریخیں مرتب کی ہیں انمیں اکثر و بیشتر تاریخ فرشتہ سے ماخوذ ہیں۔ مولانا ممدوح نے جلد دوم کے بارھویں مقالہ میں ہندوستان کے چند بزرگ مشائخ کا تذکرہ بھی لکھا ہے۔ یہ مقدس حضرات خاندان چشتیہ و سہروردیہ کے پیشرو پیرانِ طریقت ہیں جہاں تک خیال ہے مولانا کو انہیں دونوں خاندانوں سے زیادہ عقیدت معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ قادریہ و نقشبندیہ کو چھوڑ دیتے۔ دیباچہ میں وہ لکھتے ہیں "اگر عمر نے وفا کی تو اور بزرگوں کے حالات بھی لکھونگا۔ فی الحال یہی کافی ہیں۔ اگر ناظرین کو لعد حالات کی ضرورت ہو تو کتاب الانوار مولفہ شیخ معین الدین بیجاپوری ملاحظہ کریں" میں نے جب ان حالات کو دیکھا تو خیال پیدا ہوا کہ اردو میں ترجمہ کردوں تاکہ اسی حیلہ سے بڑوں کی کچھ ہمنشینی میسر آجاسے۔

حضرت مولانا جامی رح نفحات الانس میں ارشاد فرماتے ہیں "قیامت کے دن خدائے برتر والے بندہ شرمسار سے فرمایگا کہ فلاں عارف یا فلاں بزرگ تیرے محلہ میں رہتا تھا۔ اسکو جانتا ہے وہ شرمندگی میں جواب دیگا۔ اللہ تعالیٰ تب ارشاد فرمائے گا کہ ہم نے اسکے طفیل میں تجھے بخشدیا"

شنیدم کہ در روز امید و بیم بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

مولانا میر عراقی رح فرماتے ہیں:- کوشش کرو کہ بزرگان دین کی دوستی حاصل ہو جائے۔ اگر یہ میسر نہ ہو سکی تو جوہات ان کی زبانِ فیض ترجمان سے سُنو گرہ میں باندھ لو ؎

"تا نا لبم از ذکر تو خاموش مباد — یادِ تو ز خاطرم فراموش مباد
ہر جا ز شا لب حدیثے گزرد — ذاتِ وجود من بجز گوش مباد"

پس ہر مسلمان کو چاہیئے کہ بزرگوں کی صحبت جانے۔ اللہ تعالیٰ نے انکو مراتب اعلیٰ عنایت فرمائے ہیں۔ دنیا انہیں کے دم قدم سے ہے +

جس طرح اس عالم میں حکام کے مراتب ہیں۔ ویسے ہی بزرگانِ دین بھی علیحدہ علیحدہ مناصب رکھتے اور اُنہیں کے موافق اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔ صوفیائے کرام ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اولیاء اللہ کے چار درجے ہیں۔ صغرٰے۔ کبرٰے۔ وسطیٰ۔ عقلی۔ چاروں درجوں کے بزرگ تمام عالم میں تین ہزار چھپن ۳۰۵۶ سے کم نہیں ہوتے۔ اس تعداد کو حسب ذیل مراتب پر تقسیم کیا ہے +

ابطال	ابدال	سیاح	اوتاد	قطب الارشاد	قطب الاقطاب +
۳۰۰۰	۴۰	۷	۵	۳	۱

جس بزرگ کا ان میں سے انتقال ہو جاتا ہے۔ بجائے اسکے اسکا ماتحت ترقی دے کر مقرر کر دیا جاتا ہے۔ اسکی مثال یوں سمجھو کہ اگر قطب الاقطاب کا وقت آگیا تو اقطاب ثلاثہ میں سے کوئی صاحب مقرر کیے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح درجہ بدرجہ ترقی ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ آخر میں مومنین کے درمیان سے کوئی نیک کار کمتر درجہ پر تقرر پاتا ہے +

حضرات ناظرین سے التجا ہے کہ بعد ملاحظہ کتاب عاصی مترجم۔ اور مولانا محمد الواحدی صاحب ایڈیٹر و مالک نظام المشائخ دہلی کے حق میں دعائے خیر فرمائیں +

مراد آباد — العبد المذنب
(ممالک متحدہ) — محمد شفیع الدین ستر اللہ عیوبہ

مشاہیر مشائخ ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعۂ اوّل خاندانِ چشت

حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین محمد حسن سنجری چشتی رح

آں شہنشاہ جہانِ معرفت ذاتِ او بیروں ز ادراک وصفت
خسروِ ملکِ فنا بے تخت و تاج از خود و از غیر خود بے احتیاج
غرق بحرِ عشق از صدق و صفا از خودی بیگانہ با حق آشنا
کرد مرغِ ہمتش ز اوجِ کمال بیضۂ افلاک را در زیر بال
اختر برجِ سپہر لم یزل گوہرِ درجِ کمال بے بدل
آں معینِ دینِ ملت منبطیر فارغ از دنیا بملکِ دیں امیر

سلطان سریر سرمد خواجۂ راستین معین الدین محمد قدس سرہٗ پیشوائے مشائخ ہند سجستان[1] میں پیدا ہوئے اور خراسان[2] میں نشو و نما پائی۔ آپکے والد ماجد خواجہ غیاث الدین رح نہایت بزرگ اور صاحب فلاح و صلاح تھے۔ انکے انتقال کے وقت حضرت خواجہ صاحبؒ کی عمر پندرہ سال کی تھی۔ ایک باغ اور ایک چکی میراث پدری میں حاصل ہوئے۔ یہ کل کائنات تھی جو حضور خواجہ

[1] ایران کا ایک صوبہ ہے ۱۲ [2] یہ بھی ایران کا ایک صوبہ ہے ۱۲

صاحب رہنے پائی۔ اُس جوار میں ایک مجذوب بزرگ خواجہ ابراہیم قندوزی رح رہتے تھے ایک دن وہ سیر کنان حضرت خواجہ صاحب رح کے باغ میں بھی تشریف لے آئے۔ مقدس باغبان اُس وقت درختوں کو پانی دے رہا تھا۔ بزرگ مجذوب کو دیکھکر ہاتھوں کو بوسہ دیا اور نہایت ادب سے ایک خوشۂ انگور پیش کیا۔ مجذوب صاحب نے خوشی سے قبول فرما کر تناول فرمایا۔ اور خواجہ صاحب رح کو اپنے پاس سے ذراسی کھلی چبا کر عنایت فرمائی وہ کھلی کیا تھی؟ اسرار الٰہی کا خزانہ اور فیض نامتناہی کا منبع تھی۔ خواجہ صاحب کا دل اسکو کھاتے ہی دنیا سے سیر ہو گیا اور باغ وغیرہ کو فروخت کر کے فقیروں کو دیدیا۔ اب خدا بتلانے والے کی تلاش میں چلے۔ دل آتش عشق سے جل رہا تھا۔ اور جب تک اُسپر مرشد کامل پانی نہ ڈالتا ٹھنڈا نہ ہوتا۔ تو تک سمرقند[۱] بخارا میں حفظ قرآن مجید و کسب علوم ظاہری کرتے رہے۔ اسکے بعد عراق تشریف لیگئے جب قصبۂ ہارون[۲] میں پہنچے تو حضرت شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو گئے۔ اب دل میں ٹھنڈک پڑی۔ وہ آگ جس نے جسم کو جلا رکھا تھا سرد ہوئی اور پیر کامل کی رہنمائی و توجہ سے جملہ مراحل طے ہو گئے۔ یہاں ڈھائی سال قیام رہا۔

حضرت عثمان ہارونی رح مشائخ کبار سے تھے۔ اور حضرت خواجہ صاحبؒ کو سعادتمند ملاحظہ فرما کر توجہ دیتے تھے۔ اُن کا شجرہ یہ ہے:-

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح مرید حضرت حاجی شریف زندنی رح مرید حضرت خواجہ مودود چشتی رح مرید حضرت خواجہ ناصر الدین چشتی رح مرید حضرت یوسف چشتی رح مرید حضرت ناصر الدین ابو محمد چشتی رح مرید حضرت خواجہ ناصر الدین احمد چشتی رح مرید حضرت خواجہ اسحٰق شامی المعروف بہ چشتی[۳] رح مرید حضرت ممشاد دینوری رح مرید حضرت خواجہ ہبیرہ بصری رح مرید حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی رح مرید حضرت خواجہ سلطان ابراہیم ادہم رح مرید حضرت خواجہ فضیل عیاض رح مرید حضرت خواجہ حبیب عجمی رح مرید حضرت خواجہ حسن بصری رح مرید امیر المومنین و امام المتقین علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ و السلام مرید حضرت خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم۔

---

[۱] یہ دونوں شہر توابع ایران سے تھے مگر اب روس کے پاس ہیں ۱۲ [۲] ہارون نواح نیشاپور میں ہے،
[۳] چشت نواح ہرات میں ایک موضع ہے حضرت خواجہ اسحٰق شامی رحمۃ اللہ یہاں تشریف فرما رہے اسوجہ سے آپکے سلسلہ کا نام چشتیہ پڑ گیا ۱۲

آخرکار خواجہ صاحبؒ حضرت شیخ عثمان ہارونی رح سے خرقۂ خلافت حاصل کرکے بغداد کی طرف روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں سنجار پہنچے۔ اس زمانہ میں حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رح قصبہ جبل[51] میں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت شیخ بہت بڑے صاحب کمال و عالی منزلت بزرگ تھے۔ بغداد جبل سے سات منزل کی راہ پر ہے۔ یہاں پر حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رح کا قیام تھا۔ لیکن حضرت خواجہ صاحبؒ کی ان سے ملاقات نہ[52] ہوئی +

شیخ اوحد الدین کرمانی رحمہ اللہ اور حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رح نے بھی حضرت خواجہ صاحب سے فیوض حاصل کیے۔ ہمدان میں شیخ یوسف ہمدانی رح سے ملاقات ہوئی۔ اور یہاں سے تبریز[53] کی جانب روانہ ہوئے۔ اس جگہ شیخ ابو سعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے حضرت شیخ رح شیخ جلال الدین تبریزی رحمہ اللہ کے پیر و مرشد اور ایسے عالی مرتبت بزرگ تھے کہ مثل شیخ جلال الدین رح کے ستر مردانِ کامل کا گروہ رکھتے تھے +

حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ بحوالہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔ خواجہ صاحبؒ کو ابتدا ءً عجب ریاضت و مجاہدہ تھا کہ سات دن کے بعد ایک روٹی جو کی جسکا وزن پانچ مثقال سے زیادہ نہ ہوتا تھا۔ پانی میں تر کرکے روزہ افطار فرماتے تھے عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا کرنا تو معمولی بات ہے۔ ایک درویش سے زیادہ اپنی خدمت کے واسطے نہ رکھتے تھے۔ اور ہمیشہ سفر میں وقت گذارتے تھے" +

حضرت شیخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔ "حضرت خواجہ صاحبؒ کی پوشش ایک دوتائی تھی۔ اگر وہ کسی جگہ سے پھٹ جاتی تو دستِ مبارک سے جو کوئی پیوند کپڑا مل جاتا۔ لیکر لگا لیتے۔ ایسا ہی حال نعل بند کا بھی تھا" +

جب خواجہ صاحبؒ اصفہان پہنچے تو شیخ محمود اصفہانی رح سے اکثر صحبت رہتی تھی۔ اس زمانے میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح اصفہان ہی میں تشریف رکھتے۔ اور شیخ

۵۱ جبل شام میں کوہ جودی کے پاس واقع ہے نہایت معتدل و خوشگوار مقام ہے" ۵۲ بعض تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ خواجہ صاحبؒ اور غوث الثقلینؓ کی ملاقات ہوئی۔ لیکن فرشتہ کا قول صحیح ہے" ۵۳ ہمدان و تبریز ایران کے شہر ہیں اس تذکرہ میں جسقدر شہروں کا ذکر آئے گا وہ ایشیا کے ہیں۔ ناظرین اس امر کا خیال رکھیں"

سے بیعت ہونا چاہتے تھے۔ لیکن انکا ہاتھ تو قسام ازل نے حضرت خواجہ صاحب رح کے دست حق پرست کے سپرد کیا تھا۔ اس لیے خواجہ بختیار رح نے آپ حضرت خواجہ صاحبؒ کو بجائے فسخ عزیمت کر کے آپ سے بیعت کر لی۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے وہ دوتائی آپ کو مرحمت فرمائی۔ اور یہ تبرک سلسلہ بسلسلہ حضرت بابا فریدالدین گنجشکر۔ حضرت سلطان نظام الدین اولیا رح حضرت شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی رح تک پہنچا ؛

اصفہان سے خرقانؔ تشریف لائے اور دو برس قیام فرما کر استرآباد روانہ ہوئے۔ یہاں شیخ ناصرالدین استرآبادیؔ رح سے ملاقات ہوئی۔ آپکا سلسلہ دو واسطوں سے حضرت صیفورؒ اور حضرت شیخ بایزید بسطامی رح سے ملتا تھا حضرت خواجہ صاحب نے شیخ رح کی صحبت سے فیوض بے انتہا حاصل کیے۔ آخر کار رخصت ہو کر ہرات کی جانب تشریف لائے۔ جہاں پر آپکے شہرہ کا شہرہ ہوا اور اژدحام خلائق سے پریشان ہو کر سبزوار کی جانب تشریف لے گئے یہاں کا حاکم سید یادگار محمدؔ نامی نہایت بدمزاج اور فاسق تھا۔ تعصب میں اسکو اسقدر غلو تھا کہ جس شخص کا نام ابوبکرؓ عمرؓ یا عثمانؓ ہوتا وہ نہایت ایذا پاتا۔ اصحاب کبار رض کیجانب اس کا گمان بہت ہی خراب تھا۔ اتفاق سے اسکا ایک باغ پرفضا جس میں نہایت صفائی و لطافت کے ساتھ حوض بھی موجود تھا۔ بیرون شہر بنا ہوا تھا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ سبزوار میں وارد ہوئے۔ اور اسی باغ میں قیام فرمایا۔ آپنے غسل فرما کر حوض کے کنارے نماز ادا کی اور تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہوئے۔ اس وقت بے اختیار ایک اردو شاعر کا شعر یاد آیا ؎

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال ۔۔۔ کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری ملجائے

کہاں حضرت خواجہ صاحب رح کا قیام اور کہاں یادگار محمد کی آمد اور وہ بھی اسیوقت لیکن قدرت کا قلم مہربانی کی روشنائی سے یہ وقت انکی توبہ کا لکھ چکا تھا ؛

حضرت خواجہ صاحبؒ تلاوت میں مشغول تھے کہ اسکے آنے کی شہرت ہوئی اور حضرت رح کا خادم درویش جو یہ حالات سن چکا تھا لرزاں و ترساں حضرت رح کے سامنے آیا۔ آپنے اس کے اضطراب کو ملاحظہ فرما کر حکم دیا کہ تم فلاں درخت کے نیچے بیٹھکر خدائے تعالیٰ کی قدرت کا تماشا دیکھو۔ اور ہرگز نہ ڈرو۔ درویش حسب الحکم چلا گیا۔ اور فراشوں نے آکر حوض کے کنارے فرش

سلہ یہ دوتائی اب کچھوچھہ کی خانقاہ میں ہے اور نیاز مند سید شاہ سلطان الحق صاحب سجادہ نشین کے توسل سے اسکی زیارت ...

پاکر نہ حاکم صاحب کے واسطے بچھا دیا یادگار محمد بھی وہاں آئے۔ اور حضرت خواجہ صاحبؒ
کو تلاوت کتاب اللہ فرما رہے تھے [illegible] ہوگئے۔ فرمانے لگے کہ یہ نقیہ میاں کیوں آیا۔ قدرت
سے کہیں دیکھو۔ بلاشک وہ قادر مطلق ہے اسکے بس میں ہے کہ اسی دیر میں کیا سے کیا
کردے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے نظر اٹھا کر یادگار محمد کی جانب نگاہ کی اور اسکا یہ نتیجہ ہوا
کہ مثل مرگی کی طرح منہ سے کف جاری ہوگیا اور تمام جسم میں تشنج پیدا ہوا اور بیہوشی طاری
ہوگئی۔ اسکے مصاحبین اور [illegible] لیکن حضرت خواجہ صاحب کے قدموں پر گر پڑے
اور التجا کی کہ اسکا قصور معاف فرمایا جائے حضرت نے [illegible]
پانی اس حوض میں سے [illegible] پر چھڑک دو۔ چنانچہ اس [illegible] سے یادگار محمد
ہوش میں آگیا۔ اور حضرت کے قدموں پر [illegible] سے توبہ [illegible] حضرت خواجہ
صاحبؒ نے محبت سے دست حق پرست [illegible] سلطان ابو سعید مرزا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب [illegible] کے بعد
سے [illegible] زیادہ رکھو [illegible]
[illegible] تائب ہوئے [illegible]

[illegible] قلب سیاہ [illegible] صحبت درویشان است

یادگار محمد نے حضرت کو [illegible] آپ کی صحبت سے استفادہ عظیم حاصل کیا۔ زنگ
و آلائش دنیا اسکے دل سے [illegible] جو کچھ مال [illegible] فراہم کیا تھا سب بحکم
حضرت ممدوح فقرا و مساکین کو تقسیم کردیا [illegible] بھی نہیں کیا بلکہ تمام سامان دنیاوی
علیحدہ کردیا۔ اور حضرت شیخ کی خدمت میں رکر [illegible] حاصل کیا آپنے اس جوانکی [illegible]
اسکو دی۔ اور وہی یادگار محمد جو فسق و فجور میں مشہور تھا تصوف و معرفت میں معروف ہوکر
رحمۃ اللہ علیہ کہلایا۔ تعالیٰ شانہ۔

سبزوار سے آپ قلعہ شادمان کیطرف تشریف لے گئے۔ وہاں سے [illegible] اور شیخ احمد [illegible]
کی صحبت میں جو اس زمانہ کے عظیم الشان بزرگ تھے کچھ دن رہے یہاں پر ایک صاحب حکیم
ضیاء الدین بڑے قابل فلسفی اور علوم عقلیہ کے ماہر کامل رہتے تھے انکے شاگرد بھی بہت تھے

عمدہ ایسا عمدہ کتب خانہ تھا کہ اُس زمانہ میں اُسکی نظیر نہ تھی - لیکن تصوف کی جانب حکیم صاحب کو کچھ التفات نہ تھا - اور ہمیشہ یہ فرماتے تھے کہ تصوف مسلوب العقل لوگوں کی بکواس و ہذیان ہے نہ اسمیں دنیا کا فائدہ اور نہ دین کا - قاعدہ ہے کہ فلسفیوں کا دماغ نکات الٰہیہ تک پہنچتا ہی نہیں یہاں وہ عقل کے بندے ہوتے ہیں - اور اس کوچہ میں عقل کا کچھ کام نہیں ظاہر جب وہ جھلو باطن کی خبر ملے - پس حکیم ضیاء الدین اگر ایسا کہتے تھے تو بے جا نہ تھا +

اب یہاں پر یادگار محمد کا ساواقعہ پھر پیش آتا ہے - قضاو قدر نے حکیم صاحب کی ہدایت کو خواجہ صاحبؒ کی تشریف آوری پر دور کرنا منحصر کیا تھا - کیفیت ملاحظہ فرمائیے کہ حکیم صاحب کا ایک باغ پر فضا اور اُسی میں مدرسہ تھا - جہاں وہ بیٹھکر درس فلسفہ دیتے تھے - اور اسی باغ میں حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قیام فرمایا حضرت موصوفؒ کی عادت تھی کہ ہمیشہ ایک دو دستے تیروں کے مع کمان و چقماق و نمکدان ساتھ رکھتے تھے - وہ اس ضرورت سے کہ اگر آبادی سے باہر قیام ہو تو کسی حلال جانور کا شکار فرماکر روزہ افطار فرمالیویں - اتفاق سے حضرت نے ایک کلنگ کا شکار فرمایا تھا - اور خادم بیٹھا ہوا کباب بنارہا تھا - حضرت ممدوح رح عبادت میں مشغول تھے - اسی اثنا میں حکیم صاحب کا گزر ہوا - وہاں رعب الٰہی جلوہ افگن تھا - حکیم صاحب مرعوب ہوکر سلام کرکے بیٹھ گئے - حضرت خواجہ صاحبؒ بھی عبادت سے فارغ ہوئے اور خادم کباب سامنے لایا - آپنے بسم اللہ کہکر ایک ران حکیم صاحب کو دی - وہ گوشت کیا تھا ایک چھری تھی جسنے سینہ پر سے تمام زنگ کو فلسفہ و معقولات کی چھیل دیا اور حکیم صاحب بے ہوش ہوگئے - حضرت ممدوح نے تھوڑا سا گوشت تناول فرماکر اُنکے مُنہ میں ڈالا - ہوش آیا تو نیا رنگ تھا - نئی دنیا تھی - اللہ اللہ - معرفت کا دریائے بیکران موجیں مارتا ہوا سامنے تھا نسیم تصوف کے جھونکے دل و دماغ کو معطر کررہے تھے - ایک آن میں کایا پلٹ ہوگئی جسطرح حضرت شمس تبریزی رح نے حضرت مولانا روم رح کو قائل کردیا تھا - وہی حالت حکیم ضیاء الدین کی بھی ہوئی - تمام کتب فلسفہ دریا میں غرق کردیں اور مع تمام شاگردوں کے حلقہ مریدان میں آگئے +

بلخ میں بھی ہجوم خلائق نے چین نہ لینے دیا تو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا حکیم ضیاء الدین رح کو خرقہ خلافت عطا فرماکر غزنین میں تشریف لائے - یہاں شمس العارفین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم

الحمد للہ والمنۃ کہ از تالیف

سیرۃ الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

حصہ اول

مولفہ جناب مولوی حافظ محمد عبد التواب صاحب مولوی ۔ عالم ۔ فاضل مدرس

عربی ۔ گورنمنٹ ہائی سکول پٹنہ

پہلی دفعہ ١٣٣٣ ہجری میں

ملا محمد الواحدی نے اپنے

مطبع انصاری دہلی میں چھاپہ کر شائع کیا

فہرست مضامین حصہ اول کتاب سیرۃ الحبیب

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱	حمد و ثنا	۲۷	نماز	۴۲	سردار عتبہ کی تقریر
۲	نسب نامہ	۔	تبلیغ	۴۴	کفار کی دھمکی
۳	آنحضرتؐ کے اجداد	۲۹	عشرہ مبشرہ میں سے پانچ	۴۵	حضرت حمزہؓ کا مسلمان ہونا
۱۰	حمل مبارک		کا مسلمان ہونا۔	۴۶	اسلام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
۱۱	ولادت باسعادت	۔	آپ کا پہاڑی کا وعظ	۴۸	کعبہ میں نماز پڑھنے کی صورت
۱۳	ایوان کسریٰ ۔	۳۰	ایذا دہی کفار	۴۹	عہد نامہ قریش
۱۴	رضاعت	۳۲	ابولہب کا زخمی کرنا۔	۵۰	شعب ابوطالب
۱۵	قصہ بی بی دائی حلیمہؓ	۳۳	آپ کے گلا گھونٹنے کی تجویز	۵۱	وفات ابوطالب
۱۷	شق صدر	۔	حضرت ابوبکرؓ کا کفار کے	۵۲	آپکی رسالت و نبوت کی تصدیق
۱۹	تربیت		ہاتھ سے ایذا پانا۔	۵۳	وفات بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ
۔	انتقال عبدالمطلب	۳۴	قریش اہل مکہ کے مسلمانوں سے	۵۴	عام الحزن
۲۰	سفر شام بار اول		مصائب	۵۵	طائف میں دعوت اسلام
۔	سفر شام بار دوم	۳۷	ہجرت حبشہ	۵۶	زید بن حارثہؓ کی ہمت
۲۱	نکاح	۔	کفار کا تعاقب	۵۷	آنحضورؐ کی پُر درد دعا
۲۲	تعمیر کعبہ	۳۸	نجاشی کے دربار میں حاضری	۵۹	عداس غلام کا تذکرہ
۲۳	نبوت و بعثت	۔	حضرت جعفر بن ابی طالبؓ	۶۰	جنات کا مسلمان ہونا
۔	نزول وحی		کی تقریر	۶۲	آنحضرتؐ کا مکہ میں دوبارہ تشریف
۲۴	نزول قرآن شریف	۳۹	نجاشی کا زار و قطار رونا		لانا۔
۲۵	بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ کی تسلی و	۴۰	بے نیل مرام کفار کی واپسی	۶۳	عقبہ اولیٰ اہل مدینہ میں تبلیغ
	تسکین۔	۔	فریب دینے کی تدابیر	۶۵	مصعب بن عمیرؓ
۔	ورقہ بن نوفل کی گواہی	۴۱	آپ کا عتبہ کو قرآن شریف	۔	اسید بن حضیر کا اسلام
۲۶	وضو		سنانا	۶۶	سعد بن معاذ کا مسلمان ہونا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
٦٢	خطبہ ثانیہ	٨٣	منکرین معراج کے شبہات کا ازالہ	٩٨	شرح صدر
٦٥	نقشہائے مدینہ	٨٩	واقعات معراج شریف	٩٩	اذان
٦٦	حضرت خالد کا مسلمان ہونا	٩٠	عالم برزخ و عالم مثال	١٠٣	عرض مؤلف
٧٠	معراج الحبیب	٩٣	جنت	١٠٧	قطعہ تاریخ طبع کتاب ہذا
٧٩	تاریخ معراج	٩٤	دوزخ	١٠٨	صحت نامہ حصہ اول کتاب
٨٠	آیت اسریٰ کی تفسیر	٩٥	بیت المقدس		سیرۃ الحبیب (صلی اللہ
٨٢	معراج جسمانی کے دلائل	٩٦	انبیاء علیہم السلام سے ملاقات		علیہ وسلم)

درود وسلام

از عالی جناب مخدوم و مکرم قبلہ مولانا مولوی قلمی زین العابدین احمد صاحب فرجاد کوتانوی

مظہر نور جلال الٰہی صلی اللہ علیہ وسلم ــــ مظہر شان جمال کماہی صلی اللہ علیہ وسلم
رحمت عالم فخر دو عالم شافع محشر قاسم کوثر ــــ منبع فیض نامتناہی صلی اللہ علیہ وسلم
استغنا از غیر خدا شد معنی الفقر فخرش ــــ فقر ازیں گیرد بشاہی صلی اللہ علیہ وسلم
لمعۂ جلوۂ حق آئینہ قاصد تو قصہ دیرینہ ــــ خواب شب تعبیر پگاہی صلی اللہ علیہ وسلم
نعت اول مختتم آخر احمد مرسل حامد داور ــــ مثبت حق و نافی لاہی صلی اللہ علیہ وسلم
منبع حکمت کلام ہیبت احمد عرش پیام محبت ــــ ہست دلیل الاجاہی صلی اللہ علیہ وسلم
مطلع صبح مقطع کثرت مہر نبوت ختم رسالت ــــ آمر ناہی امر و نواہی صلی اللہ علیہ وسلم
جسم مطہر شاہد وحدت قامت پاک انگشت شہادت ــــ سر تا پا توحید الٰہی صلی اللہ علیہ وسلم
امت عاصی روز قیامت بینانہ بر سعد شفاعت ــــ آنکہ تو او را پشت و پناہی صلی اللہ علیہ وسلم
اے فرجاد ز ہر رو گنہاں چند بنالی شاہ نگاہا ــــ درود بکن گر جنت خواہی صلی اللہ علیہ وسلم

فرجاد کوتانوی

نعت شریف

مندرجہ ذیل مختصر مرحومہ مخلصہ بعفت خواہر حضرت فرجاد کوتانوی کی آخری غزل جو مرض الموت میں لکھی گئی اور مؤلف سیرۃ الحبیب کو عنایت فرمائی گئی۔ (صفحہ آئندہ ملاحظہ ہو)

حصولِ مدعا یارب کبھی مجکو میسر ہو — کہ میں ہمرہ ہوں اور شوقِ مدینہ میں بجا ہو
اگر بیتِ رسول اللہ تک ہمت سے جا پہنچوں — حبیبِ حق کا سنگِ آستاں ہو اور مرا سر ہو
الٰہی شبنم و خورشید کا سا حال ہو میرا — مجھے مرقد رہِ مدینہ میں میسر ہو
الٰہی نامۂ اعمال جب سب کے ہاتھوں میں — حبیبِ کبریا میرا شفیعِ روزِ محشر ہو
بھرا ہے دل میں میرے شوقِ نعتِ احمدِ عربی — نہ کیونکر نعرۂ صل علیٰ ہر دم زباں پر ہو

... عفت عفی عنہا

مدح الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

(از قبلہ حضرت مولٰنا مولوی قاضی احتشام الدین احمد صاحب ندیم و احتشام ظلہ العالی)

قبلہ ہے آستانہ مرا مہر و ماہ کا — مداح ہوں جمال حبیبِ اِلٰہ کا
انساں سے کیا بیان ہو اس شاہِ دیں پناہ کا — جبریل اک پیادہ ہو جسکی سپاہ کا
ہوتا ہوں آج نعتِ نبی میں غزل سرا — پانی وضو کو چاہیے زمزم کے چاہ کا
دیکھو قلم کو لے چلے قدسیانِ عرش — رحمت سے آپ کی یہ بڑھا رتبہ کاہ کا
ظلمت سے وہ نکل گیا جو اِسمیں پھنس گیا — کیا معجزہ ہے آپ کی زلفِ سیاہ کا
منظور یاں ہوا تو وہاں بھی ہوا قبول — تھا یا اثر رسولِ خدا کی نگاہ کا
پہنچے کہاں کہ عرش سے بھی آگے بڑھ گئے — اللہ رے مرتبہ ترے عاشق کی آہ کا
مژدہ ہو عاصیوں کو درود و درود پاک — تریاق ہے سمومِ صفِ گناہ کا
ہے یہ خیال زلف و رخِ یار پر اثر — جس پہ ہمیں گمان ہے شام و پگاہ کا
مضمونِ نعت ہی میں تگاپوئے فکر ہے — اچھا پتہ ملا مجھے جنت کی راہ کا
کیا خوف تجکو روزِ قیامت کا احتشام — ہے آسرا جنابِ رسالت پناہ کا

ندیم و احتشام کوتانوی

اطلاع

جناب مؤلف کی اجازت کے بغیر آئندہ اس کتاب کو کوئی نہیں چھاپ سکتا خاکسار کو صدی میں اِسکی اشاعت کا ایک ہی دفعہ حق ملا تھا ۔ محمد الواحدی

آپ نے باری تعالیٰ سے عرض کیا۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَذَّبْتَ الْاُمَمَ بَعْضَھُمْ بِالْحِجَارَۃِ وَبَعْضَھُمْ بِالْخَسْفِ وَبَعْضَھُمْ بِالْمَسْخِ فَمَا اَنْتَ فَاعِلٌ بِاُمَّتِیْ ،

اے اللہ تو نے پہلی امتوں میں سے بعض کو تو نے پتھروں کا عذاب دیا اور کسی کو خسف زمین میں دھنسنے کا، اور کسی امت کو صورتوں کے بگاڑنے کا عذاب دیا۔ اب میری امت سے تو کیا معاملہ فرمانے گا! ۔

(علامہ ابن مرزوق)

اسکے جواب میں باریتعالیٰ عزاسمہٗ نے ارشاد فرمایا۔

اُنْزِلُ عَلَیْھِمُ الرَّحْمَۃَ وَاُبَدِّلُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنَاتٍ وَمَنْ دَعَانِیْ مِنْھُمْ لَبَّیْتُہٗ وَمَنْ سَاَلَنِیْ اَعْطَیْتُہٗ وَمَنْ تَوَکَّلَ عَلَیَّ کَفَیْتُہٗ ۔ وَفِی الدُّنْیَا اَسْتُرُ عَلَی الْعُصَاۃِ وَفِی الْاٰخِرَۃِ اُشَفِّعُکَ فِیْھِمْ وَلَوْلَا اَنَّ الْحَبِیْبَ یُحِبُّ مُعَاتَبَۃَ حَبِیْبِہٖ لَمَا حَاسَبْتُ اُمَّتَکَ ۔ (شرح سعد)

میں ان پر رحمت نازل کروں گا۔ اور ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دوں گا۔ اور ان میں سے جو مجھکو پکارے گا اسکے لیے میں حاضر ہوں گا اور جو مجھ سے سوال کرے گا۔ میں اُسکو دوں گا اور جو مجھپر بھروسا کرے گا۔ میں اُس کو کفایت کروں گا۔ گنہگاروں کی دنیا میں ستر پوشی کروں گا۔ اور آخرت میں انکے حق میں آپ کی شفاعت قبول کروں گا اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ حبیب اپنے دوست کے عتاب کو پسند کرتا ہے تو البتہ میں آپ کی امت کا حساب ہی نہ لیتا۔

جب حضور علیہ التحیۃ والتسلیم نے واپسی کا ارادہ کیا تو آپ نے باریتعالیٰ سے عرض کیا کہ جب کوئی سفر سے اپنے وطن واپس آتا ہے تو دوستوں کے لیے

کچھ تحفہ لے جایا کرتا ہے۔ میری امت کا تحفہ کیا ہے۔

باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک وہ زندہ ہیں میں انکے لیے ہوں اور جب وہ مر جائیں۔ تب بھی میں ہی انکے لیے ہوں۔ قبر میں بھی انکے لیئے میں ہی چین و آرام کا باعث ہوں۔ اور قیامت کے دن میں بھی میں ہی انکے لیے باعثِ سکون و تسلی ہوں۔

پس اس سے بڑھ کر مسلمانوں کے لیئے اور کیا خوش قسمتی ہوسکتی ہے مَنْ لَهُ الْمَوْلٰى فَلَهُ الْكُلُّ۔ جب خدا ہر امر میں ہمارا معاون و مددگار ہے تو ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے سارے کام اللہ تعالیٰ عزّ شانہٗ کی رضا مندی پر چھوڑ دیں۔ بیت

سپردم بہ تو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ	میری نمازیں اور میری تمام عبادت اور میرا
وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ	جینا اور میرا مرنا (سب کچھ) اللہ ہی کیلئے
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝	ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔

(الانعام ع ۲۰ پ)

تمت بالخیر

لفـ
عرضِ مؤ

قارئین کرام و ناظرین عظام! اب آپ حضرات سے نہایت عاجزانہ استدعا ہے کہ مؤلف خادم کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ فقیر کو اپنی اور اپنے حبیب صلے اللہ

علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری کی توفیق عطا فرمائے + اور میری اس ناچیز خدمت کو قبول فرمائے آمین۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۝

خدا کے فضل و کرم سے سیرۃ الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم حصہ اول تمام ہوئی۔ اسی ذاتِ واحد خالق کون و مکان سے امید واثق ہے کہ سیرۃ الحبیب حصہ دوم جس میں آنحضور صلعم کے عادات و جملہ اخلاق۔ سفر مدینہ۔ غزوات۔ جنگ بدر غزوہ اُحد۔ فتح مکہ۔ صلح حدیبیہ۔ عروج اسلام۔ الغرض ہجرت سے لیکر وفات تک کے تمام حالات مرقوم ہیں۔ مقبول انام ہوگی۔ والسلام علی من اتبع الھدٰے +

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ +

خاکسار بندۂ ناچیز بارگاہ رسالت مآب

عبدالتواب

بن محمد الہ یار خاں غفر لہما المنان

جلالپوری۔ رائے بریلی۔ از رہتک

۲۶- ربیع الاول ۱۳۳۳ھ

قطعہ تاریخ طبع سیرۃ الحبیب حصہ اول از عالیجناب مولوی قاضی زین العابدین صاحب فرجاد کوتانوی مجسٹریٹ درجہ دوم رہتک

عبد تواب عالم و فاضل	بر رہ فکر او گہرہا سفت
مرحبا شیوۂ فصاحت او	کہ بقرطاس گلشنے بشگفت
حبذا مایۂ بلاغت او	ہر بیان ہست با معانی جفت
نامہ سیرۃ الحبیب نگاشت	از فرازیں جہاں رود شنفت
بس نصیبش ز ف جاو	مراتِ سیرت حبیب گفت

۱۳ ـــ ۳۳

نوٹ۔ اس کتاب کے جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں۔ دستخط شدہ نسخے صرف عطائے حق بیع اور جائز خریداری کی دلیل ہیں +

صحت نامہ حصہ اول سیرۃ الحبیب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۴	الحمد	[illegible]	۳۰	۱۳	جیر بنا	جنبنا
″	۱۱	ذوالفضل	ذوالفضل	۳۲	۱۸	المتربصین	المتربصین
۲	۸	آیند	آیندہ	۳۵	۲	یاان	یاآل
۶	۳	ہم	اہم	۳۹	۸	وقرنی	وقرنی
″	″	قبائل	قبائل	۴۱	۲	اکثرہم	اکثرہم
″	۸	القرش	القرش	″	۵	بیننا	بیننا
″	۱۱	بقول	بقول	″	۶	عملونہ	عملونہ
۷	۲	خیلۃ	خیلۃ	″	۸	ولکن نرحمی	یرحمی
۹	۱۵	شاہ ولی	شاہ ولی اللہ	۴۲	۱۷	ضعفۃ	صبغۃ
۱۰	۳	کذب	کذب	۴۷	۹	بجھر	بجمر
″	″	عدنان	عدنان	۵۸	۸	یوم عقبہ احد	یوم احد
۱۲	۶	بی بی	بی بی آمنہ	۷۱	۱	والنجم	والنجم
۱۳	۵	غیر منتعم	غیر منتشم	۸۰	۱۴	والشھید	والشہید
۱۴	″	رضاعت	رضاعت	۸۳	۱	الی سدرۃ	الی سدرۃ
″	۶	ماحدہ	ماجدہ	″	۳	فی الیقظۃ	فی الیقظۃ
″	۸	فریب	ذویب	″	۱۱	کما	لمّا
۱۹	۱۶	بیس کی	بیس برس کی	″	″	یکون	یکون نقمۃ
۲۲	۶	کی ۳۵	کی عمر ۳۵	۸۶	۵	نہیں موت ہے	نہیں ہوتے
۲۵	۱۲	کہ کہہ	کو کہہ	۹۱	۱	الحبیب	الحبیب
۲۶	۵	خبر	خبر	۹۳	۱۶	من توکل	من توکل
″	۸	جذعا	جذعا	۹۶	۱۲	قلت	قلت له
″	۱۳	یندرکنی	یدرکنی	″	۱۴	قوم میں کی	قوم کی
″	۱۵	تورق	توفی	۱۰۰	۱۵	عماذی	عمادی
۲۷	۴	پھر	بھر	۱۰۱	حاشیہ ۲	پاؤں	چھتون
۲۸	۸	ازواجہم	ازواجہم	۱۰۳	۱۳	سینہ تو	نبیذ تو
۳۰	۶	عنک	عناب			تمت بالخیر	
″	۸	عنک	عنک				

۷۸۶ هوالکل یا مسبب

کلید دیدار

یعنی

مصورِ فطرت مولائے سخن حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی

تصنیفات اور دیگر نامور حضرات کی

کتابوں کی فہرست

پیرزادہ سید محمد صادق چشتی کارکن حلقۃ المشائخ دہلی نے

مولوی محمد انوار صاحب ہاشمی پرنٹر کے اہتمام سے
عصر جدید پریس شہر میرٹھ میں چھپوا کر شائع کی

مفت

سنہ ۱۹۱۵ء

فہرست کتب خواجہ صاحب

نام کتاب	مضمون	قیمت
روزنامچہ سفر مصر و شام و حجاز	مصور فطرت و مولائے سخن حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کا وہ مشہور و معروف سفرنامہ جس میں حضرت ممدوح نے مصر و شام و حجاز وغیرہ کے عجیب و غریب حالات تفصیل کے ساتھ قلمبند فرمائے ہیں۔ طرز تحریر نرالا۔ انداز بیان انوکھا۔ اردو میں آج تک ایسی پرلطف عبارت اور دلچسپ معلومات کا سفرنامہ نہیں شائع ہوا۔ غرض بلاد اسلامیہ کی سچی تصویر ہے تقریباً تیس فوٹو عکسی ہیں جن میں فرعون کی لاش اور حضرت یوسف کی قبر بھی ہے آخر میں وہ مخفی اعمال اور نسخہ کیمیا درج ہیں جو حضرت خواجہ صاحب کو مشائخ سے اس سفر میں [illegible] حاصل ہوئے۔ نہایت خوشنما چھپا ہے حجم ۱۴۰ صفحہ۔ قیمت با تصویر ہر صرف - - - - - - - - - " بلا تصویر - - - - - - - - -	عہ ۸/
دفتر دوم	یعنی اعمال حزب البحر جو حضرت خواجہ صاحب کو ہندوستان کے نامور مشائخ سے اور بیت المقدس دمشق مدینہ منورہ مراکو وغیرہ کے شہرہ آفاق عاملوں سے دستیاب ہوئے قیمت	۸/
روزنامچہ سفر ہندوستان	بمبئی کے قابل دید نظارے۔ مندر سومنات کی سیر احمد آباد گجرات و کاٹھیاواڑ کے اولیائے کرام کے مزارات آغاخانی و امام شاہی مخفی تحریک کے [illegible] ۱۲۰ صفحہ قیمت	۸/
غدر دہلی کے افسانے	ہر فسانہ عبرت و حسرت کی سچی تصویر ہے ۱۸۵۷ء کے وہ دردناک واقعات جو بادشاہ دہلی اور لٹنے والے کی عورتوں وغیرہ کو پیش آئے حضرت خواجہ صاحب نے خود انہیں لوگوں کی زبانی جن پر یہ حالتیں گزریں سنکر اپنی مشہور طرز تحریر میں لکھے ہیں پڑھنے والا دنیائے انقلاب کا حال پڑھکر بیتاب ہو جاتا ہے۔ خدا سے ڈرنے اور دولت کے انجام کار سوچنے کیلئے اس کتاب سے بڑھکر کوئی ناصح نہیں مل سکتا۔ قیمت - - - - - - - -	۴

نام کتاب	قیمت
اُردو دعائیں یہ وہ دعائیں ہیں جو حضرت خواجہ صاحب مظلہٗ نے پیغمبری اشارہ سے اُردو میں بنائیں عجیب چیز ہیں ہر مرد عورت چھوٹے بڑے کو حرز جان بنانی چاہئیں چھوٹے سائز پر نہایت خوشنما چھپی ہیں قیمت صرف	۴ر
رسولؐ کی عیدی امت کے بچوں کے لئے حضرت خواجہ صاحب نے یہ عیدی مرتب فرمائی ہے چھوٹے سائز پر بہت خوبصورت چھپی ہے قیمت	۲ر
شیخ سنوسی خواجہ صاحب مدظلہٗ کے وہ مشہور معروف رسالے ہیں جن میں آیندہ زمانہ کے انقلابات کی نسبت چونکا دینے والی پیشین گوئیاں درج ہیں اور جو مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکے ہیں۔ اور جنکو انڈیا آفس لنڈن میں ڈپٹی کمشنر دہلی کی معرفت منگایا گیا اور جو کئی مرتبہ چھپکر ہاتھوں ہاتھ ہندوستان کے ہر گوشے میں پھیل چکے ہیں۔ یہ رسالے	

نام کتاب	قیمت
پانچ حصوں میں ہیں جنکی تفصیل حسب ذیل ہے	
ظہور حضرت امام مہدی آخرالزمان جس میں مصر بیت المقدس دمشق وغیرہ فتح ہونے بزرگ مشائخ کی خبریں شہنشاہ انگلستان کے مسلمان ہونے کی پیشین گوئی اسلام و اہل اسلام کا نیک انجام ہونے کی آیندہ نسبتی خیر انقلابات چند سال میں ہونے والے ہندوستانی مسلمانوں کا ضروری پروگرام برٹش گورنمنٹ ایک ضروری مشورہ دیا گیا ہے قیمت صرف	۴ر
کتاب الامر جس میں زرتشتی عیسائی ہندو ہسپانی اور مذاہب کی مستند کتابوں سے حضرت امام مہدی کے ظہور کی بشارتیں حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیثوں سے بادشاہ کابل کے عروج و خروج کا ثبوت اور شہنشاہ جارج پنجم کے اسلامی اوصاف انگریزی پارلیمنٹ کو دعوت اسلام آیندہ ہونیوالی سائنس کی ایجادوں کا ذکر حضرت امام مہدی کے انصار ہونے کے فرائض وغیرہ درج ہیں قیمت	۴ر

فیضانِ سنوسی

جسمیں حضرت شاہ نعمت اللہ ولی رہ کے مکمل قصیدے۔ فرانس کے نئے ظاہر ہونیوالے مسیح کا ذکر۔ انگریزی ولایت کے مسلم شہسوار اور مرنے والے بزرگ کی عجیب غریب پیشینگوئیوں کا خلاصہ۔ حیدرآباد کی ایک نہایت پوشیدہ قلمی کتاب کا وہ حصہ جسمیں انقلابات آیندہ کا بیان ہے۔ قیمت کم کردی اب صرف ۔۔ ۵ر

تین پر ایک

جسمیں آیات و احادیث سے جنگ یورپ اور اسکے انجام کو ثابت کیا گیا ہے قیصر جرمنی کے خانگی بھید۔ اور دکن کی قلمی کتاب سے آیندہ کی نسبت پُر اسرار اقتباس کیا گیا ہے قیمت ۲ر

ناگفتہ بہ

جسمیں شیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن عربی کی ایک نایاب کتاب کا اقتباس ہے جس سے موجودہ اور آیندہ زمانہ کے انقلابات کا پورا پتہ چلتا ہے مع تین مخفی ارشادات کے ۲ر

جرمنی خلافت

اس کتاب میں جرمن کے منصوبۂ خلافت کے راز کا انکشاف اور آیندہ زمانہ کی عجیب و غریب کیفیت حیدرآبادی کتاب کا اعجاب خلاصہ قیمت ۵ر

جرمن نامہ

جس میں ملک جرمن اور شاہ جرمن کے مخفی حالات قیصر کی پرائیویٹ زندگی اور دلچسپ معلومات ہیں قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳ر

اسلام کا انجام

دیار مصر کے شیخ المشائخ کی شہرہ آفاق کتاب المستقبل الاسلام کا اردو ترجمہ۔ فلسفیانہ استدلال۔ اسلام کے نیک انجام کا ثبوت ہے ۴ر

اسرار

بابی فرقہ کے بانی بہاء اللہ آفندی کی وہ زبردست کتاب جس میں رموز تصوف کو حیرت خیز طریقہ سے بیان کیا اُردو ترجمہ مع اصل متن فارسی کے قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴ر

سترہویں نامہ

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر سوانح عمری۔ سترہویں شریف کے حالات حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کا خاندانی تذکرہ قیمت ۳ر

دل کی مراد

ہر شخص کے کام کی کتاب ہے اور دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت صرف ۔ ۔ ۱ر

حضرت خواجہ صاحب کا میگزین

کمی کا میدان جنگ۔ قیمت ۱/
فلسفۂ شہادت۔ قیمت ۱/
مصر کا اعلان جنگ۔ قیمت ۱/
توپ خانہ۔ قیمت ۱/
دکھیا شہزادی۔ قیمت ۰/
فرام قبلہ ٹو شملہ۔ قیمت ۰/
بم۔ قیمت ۰/
بندوق۔ قیمت ۰/
جرمن شہزادہ کی لاش۔ قیمت ۰/
ہمارے رسول کی عادتیں قیمت ۰/
ڈیلی یادداشت قیمت ۰/
ہوائی جہاز۔ قیمت ۰/

فرانسیسی درویش

مشہور فاتح نپولین بونا پارٹ کے عاشق
مقبرے قیمت ۳/

حالاتِ خضر

حضرت خضر علیہ السلام کے دلچسپ حالاتِ
زندگی قیمت ۲/

ایڈیٹر کا حشر

مصنفہ مولوی ظفر علیخاں صاحب ایڈیٹر زمیندار قیمت ۱/

چند دن بعد کیا ہوگا

اسمیں وہ باتیں ہیں جنکا پڑھنا ہر مسلمان کو
ضروری ہے قیمت ۲/

اسلام کی برکتیں

لفظ لفظ مقدس دین کی تصویر جوش
و خروش کا سیلاب قیمت ۳/

شکوہ و فریاد

ڈاکٹر اقبال و مولانا سیماب کی مقبول نظم قیمت ۳/

سرمایۂ شہید

مصنفہ مولانا ابو الکلام آزاد ایڈیٹر الہلال قیمت ۳/

بیان خسرو

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی سوانحعمری
اور انکے کلام پر محققانہ ریویو مصنفہ شمس العلما
مولانا شبلی نعمانی مرحوم قیمت ۸/

بزم فرید

حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا
محبوب الٰہی رح کی مشہور معروف کتاب راحۃ القلوب
کا اردو ترجمہ قیمت ۹/

انتخاب نظام المشائخ

جسکے شروع میں حضرت خواجہ صاحب کی
عکسی تصویر ہے قیمت ۱۲/

انتخاب توحید

میرٹھ کے مشہور معروف اخبار توحید
کی ببیلی اور دستانی کارگزاریوں کی یادگار
یہی کتاب انتخاب توحید ہی جسکے پڑھنے
سے مُردہ جسموں میں جان پڑجاتی ہے زیادہ
تعریف فضول ہی قیمت ۱۲ر

جنگ طرابلس

عرف خون ناحق جس میں درماندہ مسلمانوں کی
مظلومیت و بیکسی اور بلقانی مظالم کی درد ناک
تصویر ہے۔ ایسی خوشنما چھپی ہے کہ ہندوستان
کی بہتر سے بہتر مطبوعات بھی اسکا مقابلہ
نہیں کرسکتیں تقطیع کلاں قیمت صرف عہ

آئینۂ قیامت

یعنی شہادت نامہ بطرز جدید نہایت سلیس
عبارت قیمت صرف ۴ر

شمائم امدادیہ

جسمیں حضرت مولٰنا حاجی شاہ امداد اللہ
صاحب مہاجر مکی رح کی سوانحعمری اور ملفوظات
ہیں حجم ۴۲۴ صفحے قیمت ۱۲ر

جاماسپ نامہ

حکیم جاماسپ کی مشہور کتاب جاماسپی کا اردو ترجمہ ۳ر

مسٹر محمد علی کا مقدمہ

ڈیٹر کامریڈ نے رسالہ موسومہ مقدونیہ
میں آؤ اور ہماری مدد کرو" کی ضبطی خلاف
ہائیکورٹ کلکتہ میں اپیل دائر کیا تھا جسکی
سماعت تین ججوں کے سامنے ہوئی تھی
اس مقدمہ کی اہم نوعیت اور فاضل ججوں کی
منصفانہ اور بے لاگ اظہار رائے نے اخباری دنیا
میں سنسنی ڈالدی تھی۔ رسالہ بعنوان بالا
اسی دلچسپ مقدمہ کی معنی خیز کیفیت ہی قیمت ۲ر

تائید الاسلام

عبدالغفور عرف دھرمپال نے مرتد ہوکر
اسلام پر جو اعتراضات کیئے تھے۔ اس
رسالہ میں انکا محققانہ اور دندان شکن
جواب ہے۔ اہل علم کو اس رسالہ کے دیکھنے
سے عجیب لطف حاصل ہوتا ہی قیمت ۴ر

تنقید لطیف بر خیالات ظریف

محمد ظریف ایم اے کے ملحدانہ خیالات کا
مدلل رد ہے۔ جدید تعلیم یافتوں کو ضرور
پڑھنا چاہیئے۔ قیمت صرف ... ... عہ

کشف بائین خانہ عقل

معجزہ علم سماوی میں لاجواب کتاب ہے قیمت ۸ر

آئینہ ذیل

ہندو ویدانت کا دلچسپ خلاصہ۔ ایک مشہور ہندو بزرگ کے حالات باتصویر اور عارفانہ اور مزیدار مقولے ہیں قیمت ۸ر

تحقیق السماع

اس رسالہ میں احادیث سے گانا سننے کے جواز کو ثابت کیا ہے لکھائی چھپائی اچھی قیمت صرف ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴ر

حقیقۃ السماع

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی کے بھائی ابو الفتوح شہاب الدین احمد بن محمد الغزالی کی معرکۃ الآرا کتاب کا اردو ترجمہ ۲ر

فضائل غوثیہ

تذکرہ حالات و کرامات حضرت غوث الاعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ قیمت ۔ ۔ ۔ ۲ر

جمال غوثیہ

جس میں جناب غوث الاعظم کے اٹھاون روحانی الہامات اور بارہ کلمات قدسی مندرج ہیں۔ نہایت عجب کتاب ہے۔ قیمت ۔ ۔ ۴ر

ہمارا طرز حکومت

ایک دلچسپ اور مفید مضمون قیمت صرف ۲ر

نغمہ کبریٰ

جس میں حضرت صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات ہیں قیمت صرف ۔ ۔ ۔ ۴ر

حیات غوثیہ

حضرت غوث الاعظم کے حالات زندگی ۲ر

ذکر محبوب

حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کے حالات زندگی قیمت ۲ر

فرید بابا

حضرت شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر کے حالات زندگی قیمت صرف ۔ ۔ ۔ ۔ ۲ر

لوح ہمزاد

تسخیر ہمزاد کے علاوہ اور بھی ہر قسم کے اعمال اس کتاب میں درج ہیں قیمت ہر حصہ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴ر

سورہ اخلاص

یعنی مجموعہ اعمال مجربہ قل ہو اللہ شریف مع اعمال اللہ الصمد و چہل کاف با عمل مع طریقہ زکوٰۃ وغیرہ قیمت صرف ۔ ۴ر

حیات خسرو

یعنی حضرت امیر خسرو رح کی سوانح عمری قیمت عہ/

سورۂ مزمل
مجموعۂ اعمال مجربہ سورۂ مزمل شریف مع موکلات و طریقہ ہائے زکوٰۃ نہایت مستند قیمت ۴ر

آیۃ الکرسی
مجموعۂ اعمال مجربہ آیۃ الکرسی آیۂ کریمہ مع نادعلی باموکل مع طریقۂ زکوٰۃ وغیرہ قیمت ۲ر

سورۂ یٰسین
مجموعۂ اعمال مجربہ سورۂ یٰسین شریف باموکل مع طریقۂ زکوٰۃ وغیرہ قیمت صرف ... ۲ر

سورۂ فاتحہ
مجموعۂ اعمال مجربہ سورۂ فاتحہ و سورۂ مزمل و سورۂ یٰسین شریف وغیرہ قیمت ۳ر

التفرقہ بین الاسلام والزندقہ
تصنیف حجۃ الاسلام امام غزالی رح کی جامع مانع کتاب کا نہایت سلیس بامحاورہ ترجمہ ۸ر

شواہد نظامی
یہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رح کی بڑی سوانح عمری ہے جس میں آپکے سلسلہ آبائی و بیگانہ سلسلہ طریقت کے حالات علم تصوف کے اصول اولیاء اللہ کے اقسام غوث و قطب ابدال وغیرہ کے حالات اوراد و وظائف و دیگر امور تصوف درج ہیں قیمت صرف ... عہ

سوانح عمری
حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی رح قیمت ۰ر

تقدیس القرآن
ایک زندیق کے اعتراضات کے جوابات قیمت ۱ر

کشف الحقیقت
تفسیر آیہ ساقا مصنفہ خواجہ غلام الحسنین صاحب پانی پتی۔ قیمت صرف ... ۲

عطر مجربات
جس میں مجرب مستند نسخہ جات کتب طبی و طب ڈاکٹری سے بعد تجربہ و تحقیق کے جمع کئے گئے ہیں قیمت ... عا

گلدستہ مجربات
قابل دید کتاب ہے قیمت صرف ... ۱۰ر

کلیات اکبر
جناب مولانا سید اکبر حسین صاحب جج الہ آبادی کا پورا کلام قیمت صرف ... ۶ہ

یہ سب کتابیں پیرزادہ سید محمد صادق کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے منگایئے

نوٹ - اِنکے علاوہ بھی ہر قسم کی اعلیٰ - فارسی - عربی - انگریزی - ہندی - گورمکھی کتابیں - قرآن مجید چھوٹے بڑے مترجم غیر مترجم ہمارے ہاں دستیاب ہو سکتے ہیں ۔

اس گرمی کے موسم میں یہ چار دوائیاں ایک گھر کے سچے دوست ہیں

ایک تندرستی ہزار نعمت

ڈاکٹر ایس کے برمن کا بنایا ہوا اپن ہیر - یہ اندرونی اور بیرونی ہر قسم کے درد کو دور کرنیکے لئے ایک لاجواب دوا - موچ - چوٹ گٹھیا کے سبب جوڑوں یا گانٹھوں میں درد ہو - ریاح - سردی کی وجہ سے کمر - کولہا پنجہ - گردن وغیرہ میں درد ہو تو اسکے مالش سے فوراً ہی دور ہوجاتا ہے - دانت ... کے درد کو بھی یہ فائدہ کرتا ہے قیمت فی شیشی ۱۲ محصولڈاک ۵ ٹکٹ

ڈاکٹر ایس کے برمن ... تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

اڑھائی سو صفحہ کی کتابیں مفت

رسالہ طریقت کے خریداروں ہی کو مل سکتی ہیں۔ اس عہد میں صوفیانہ مذاق کے سلسلے سے اپنی جدت طرازی کی وجہ سے پرچے اور نئے فیشن سے بزرگوں میں جس رسالہ نے مقبولیت حاصل کی ہے صوفیانہ مضامین اور واقعات اور ہندوستان کے عرسوں کے حالات خاص طور پر لکھے جاتے ہیں اور اس طریقت کے عنوان سے شائع ہوتا ہے ... طریقت کا ذکر بھی ... طریقت کی ... پیشگی قیمت ... بزرگان دین کی سوانحعمریاں جلد مجلد ... صفحہ ... مفت ملتی ہیں اور ہر رسالہ کی تاریخ پر تقسیم سوانحعمری حضرت ... حضرت علی مخدوم ہجویری ... ہندوستان میں سب سے پہلے اسلام کے تبلیغ میں ... حضرت خواجہ معین الدین اجمیری اور حضرت بابا فرید شکر گنج ... مفصل سوانحعمری قریباً پونے دو سو صفحہ پر چھپ گئی ہے **قیمت** ۱۲ و ۱۰

المشتہر مینجر رسالہ طریقت لاہور

القمر

ملک کے تمام برگزیدہ بزرگوں کی رائے ہے کہ صحیفہ القمر ہندوستان بھر میں اپنی شان کا یکتا و خوشگوار رسالہ ہے +

اللہ اللہ کیسے اسرار روحانیت کے گلدستے ... شگفتہ ہیں +

یہ خزانہ تصوف کا معدن ہے ...

مشاہیر اہل قلم کے مضامین سے مزین شائع ہوتا ہے

سالانہ بھر کا چندہ صرف عہ

ششماہی ۱۲ر نمونہ ۲ر

کا پتہ

مینجر القمر دہلی

آنکھوں کا سچا علاج

اناڑی اور جاہل دوا فروشوں نے ہزاروں نسخے اور انجن کے اشتہارات سے عرصہ تک دو

آنکھ کی تشریح سے اصلا واقف نہیں ہیں انہیں خبر ہی نہیں کہ آنکھ میں کس قدر طبقے ہیں کتنی رطوبتیں ہیں جن سے مل کر

چیز ہے نور آنکھ میں کہاں سے آتا ہے کیونکر پیدا ہوتا ہے شبہ جنینہ کیا چیز ہے جس سے پانی اترتا ہے

کتاب میں پڑھ کر ہاتھ سے یہ کام کیا اسلئے رہی سہی حالت مریضوں کی بگڑ گئی ایسے ہی آشوب سے خوف ناک بے

تمیزی میں کسی دوا کا اشتہار دینا اپنا اور اپنی دوا کا وقار کھوتا ہے مگر میں جانتا ہوں کہ ابھی دنیا میں علم و ہنر

کے قدردان باقی ہیں زمانہ عقل سلیم سے خالی نہیں ہے اور یہی دواؤں کی حاجت ہے اسلئے محض عرض

کرتا ہوں کہ یہ دوا مجھے جناب حاذق الملک حکیم محمد عبدالمجید خان صاحب دہلوی مرحوم و مغفور نے

بتائی تھی میں اپنے مطب میں تیس برس سے برابر آزما رہا ہوں آنکھوں میں پانی اترنے کو جسے نزول الماء

کہتے ہیں اور ہندی میں موتیا بند کہتے ہیں اس کو بس مفید ہے جب آنکھوں کے سامنے جھنگے اڑتے دکھائی

دیں سمجھ لیجئے کہ پانی اترنے والا ہے یہ دوا منگائیے اور استعمال فرمائیے پانی ہو گا اور آنکھ

صاف ہو جائے گی۔

قیمت دوا فی ماشہ ایک روپیہ ہر ایک مریض کے لئے ایک ماشہ دوا کافی ہوگی محصول بذمہ خریدار

پتہ حکیم سید ناصر نذیر فراق دہلوی سوداگراں محلہ دولتمند خاں مکان میر صاحب

نرخنامہ اشتہارات نظام المشائخ

مقدار	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
ربع صفحہ	عہ؍	[illegible]	للعہ؍	کعہ؍
نصف	عـٰ؍	ـہ؍	لعہ؍	صعہ؍
پورا صفحہ	للعہ؍	عـہ	اسعـہ	سـہ؍

الوٹ متفرق غیر مستقل اشتہارات کی اجرت ۲؍ فی سطر کے حساب سے ہوگی تخفیف کی گنجائش نہیں،

مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

دہلی کے شفاخانہ طب یونانی کے خاص مجربات — دواخانہ نورتن دہلی

[illegible] ... آج کل [illegible] ... ملکوں اور ملکوں میں اپنی یونانی کا [illegible] ہو چکا ہے ... خاص شہرت حاصل کر چکا ہے اصل غرض یہ ہے کہ دواخانہ نورتن [illegible] ... کرتا ہے جو بعد تجربہ کے بے مثل ہونیکا کافی ثبوت دیتے ہیں ... مستند معالج شریف الدولہ جناب حکیم محمد احسن اللہ خاں صاحب کے [illegible] +

نوٹ — ہر ایک ترکیب استعمال و شفاخانہ کی فہرست مفت منگا لیجئے +

۱	طلائے حیات	[illegible] کو بہت جلد دور کر دیتا ہے ... اور رگوں کو مضبوط کرتا ہے ... بے نظیر ہے	[illegible]
۲	حب مقوی	سستی کو دور کرتی ہیں اور قوت باہ پیدا کرتی ہیں ... اعضائے تناسل جو ضعف پیدا ہوتا ہے [illegible] قیمت	[illegible]
۳	حب ممسک	[illegible] پیدا کرتی ہیں ... پیدا کرنے میں لاجواب ہیں قیمت	[illegible]
۴	حب سوزاک	سوزاک کو جلد کھو دیتی ہیں ... کو بند کر کے مثانہ صاف کرتی ہیں	[illegible]
۵	حب جریان	جریان کو نفع دیتی ہیں منی کو گاڑھا کرتی ہے ... کو روکتی ہیں	[illegible]
۶	حب آتشک	تمام سوداوی امراض خصوصاً آتشک ... کو بہت جلد دور کرتی ہیں قیمت	[illegible]
۷	مرہم [illegible]	بدن پر سوزش جو فساد خون کی وجہ سے ہو جاتی ہے جلد دور کر دیتا ہے ... کا سب سے عمدہ اور بہترین علاج ہے قیمت	[illegible]
۸	دندان مسنون	یہ منجن دانتوں کو مضبوط اور ... کو جاری رکھتا ہے مسوڑوں میں سے جو خون آتا ہے اسکو بند کر دیتا ہے ..... قیمت	[illegible]
۹	سرمہ مقوی بصر	اس سرمہ کے فوائد بے انتہا ہیں بینائی کو قوی کرتا ہے ... اور ... آنکھوں میں روشنی و ٹھنڈک بخشتا ہے قیمت فی شیشی	[illegible]

پتہ — حکیم محمد یعقوب خان مالک دواخانہ نورتن فراش خانہ دہلی

رسالہ ... لاہور

اچھی خبر

دوستوں کو یہ مژدہ سنادو

کم استطاعت بھائیوں کی مراد بر آئی

ہم نے بارھویں جلد کے پہلے نمبر سے نظام المشائخ کا ایک سستا ایڈیشن نکالنا شروع کیا ہے

جس کا چندہ سالانہ عہ رکھا ہے!

مضامین وہی! ضخامت وہی لکھائی چھپائی وہی۔ ایک صرف کاغذ میں ذرا فرق ہوگا

اس شان کا! اتنا حجیم!! ایسا عمدہ پرچہ ان دو اموں!!!

کہیں نہیں مل سکتا!!!

دو آنے میں ہر مہینے اسّی صفحے

شائقین تصوف اور فدائیان مذہب کو نظام المشائخ جاری کرانے میں ہرگز تامل نہ ہونا چاہئے

المعلن

منیجر رسالہ نظام المشائخ دھلی

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۲۱

جلد ۷ نمبر ۸

شعبان ۱۳۳۳ھ

قسم اوسط

قسم اوسط

نظام المشائخ

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پرچہ

مذہب، اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ
جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان
نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی
وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ایک روپیہ ششماہی ۱۲ آنہ

مقام اشاعت دار السلطنت دہلی۔ کوچہ چیلاں

مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

اچھی خبر

دوستوں کو یہ مژدہ سُنا دو

کم استطاعت بھائیوں کی مراد بر آئی

ہم نے بارھویں جلد کے پہلے نمبر سے نظام المشائخ کا ایک بہت سستا ایڈیشن نکالنا شروع کیا ہے

جس کا چندہ سالانہ عہ رکھا ہے

مضامین وہی ۔ ضخامت وہی ۔ لکھائی چھپائی وہی ۔ ایک صرف کاغذ میں ذرا فرق ہوگا

اِس شان کا! اتنا حجیم!!! ایسا عمدہ پرچہ ان داموں

کہیں نہیں مل سکتا!!!

دو۲ آنے میں ہر مہینے اسّی ۸۰ صفحے

شائقین تصوف اور فدائیان مذہب کو اب نظام المشائخ جاری کرانے میں ہرگز تامل نہ ہونا چاہیے

المعلن

مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

نظام المشائخ

جلد ۱۳ بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ نمبر ۲

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	فہرست ہذا	اڈیٹر	الف
۲	ہمارے معاونین	منیجر	ب
۳	علم تصوف کی تعریف	جناب مولانا محمد مظہر صاحب گنگوہی	۱
۴	مجاہدہ و صدق حمد کی فضیلت	جناب مولوی حاجی محب اللہ صاحب کاکا خیل	۱۰
۵	الارادۃ	جناب مولوی حکیم محمد اسرار الحق صاحب امروہی	۲۰
۶	بصائر حِکم	جناب ابوالبرکات مولوی فضل شاہ صاحب سجادہ نشین جلالپور شریف	۲۷
۷	شعر ہیلک کا بھی کوئی آسرا رہتا تو کیا ہوتا	مولائے سخن جناب لال، خواجہ حسن نظامی صاحب	۳۱
۸	عجائب القلب	صوفی	۳۶
۹	کیا پایا!	جناب افتخار اسد صاحب صدیقی	۴۵
۱۰	کسی کی تڑپا دینے والی آواز	جناب عطا آفندی اکبر آبادی	۵۰
۱۱	دیباچہ غذائے روح	جناب مولوی مفتی سید محمد حنیف صاحب چشتی صابری	۵۲
۱۲	تضمین غزل مولانا قدسی رح	جناب شیخ شیر محمد صاحب شیر ظفروال	۵۴
۱۳	تضمین غزل شمس تبریز رح	جناب مولوی حکیم محمد اسرار الحق صاحب امروہی	۵۶
۱۴	خطاب بخواجہ اویس قرنی رح	مرسلہ جناب تاج الدین صاحب از لاہور	۵۸
۱۵	تازہ نعتیں اور غزلیں	جناب رضا - جناب ارج وغیرہ	۶۳
۱۶	مشاہیر مشائخ ہند	جناب مولانا محمد شفیع الدین صاحب ایم آر۔ اے ایس مراد آبادی	۶۵
۱۷	اشتہارات	مختلف اصحاب	۷۳

ہمارے معاونین!

جنہوں نے اس مہینے نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں سعی فرمائی۔ انکے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں
جناب ماسٹر حمزہ خانصاحب ملکہ پور (۱) جناب محمد حسین صاحب انسپکٹر تحصیل سرگودھا (۱) جناب نواب خان صاحب (۱) جناب منشی سید مقبول حسین صاحب محاسب خزانہ دار (۱) جناب قربان علی صاحب گڈھ مکتسر (۱) جناب فیروزالدین صاحب گڈھ مکتسر (۱) جناب مولوی حشمت علی صاحب قادری پٹیالہ (۱) جناب منشی عبدالحمید صاحب کاتب بی (۱) جناب عبدالکریم حاجی آدم صاحب بلگامی (۱) جناب مولوی عبدالحفیظ صاحب القادری ضلع بیربہوم (۱) جناب سید بہاول شاہ صاحب گیلانی مدرس اول کھکھ کنگرہ جالندھر (۱)

جو خود خریدار ہوئے

(۱) جناب محمد اسحاق صاحب سب اوورسیر
(۲) جناب محمد ابراہیم صاحب دکن
(۳) جناب منشی محبت اللہ صاحب سرانوالی
(۴) جناب آنریری سکریٹری صاحب مسلم کلب امین آباد لکھنو
(۵) جناب پیرزادہ علاءالدین صاحب مہم ضلع رہتک
(۶) جناب محمد محب خان و مصطفٰے خانصاحب سوداگر
(۷) جناب نواب علی صاحب گنہ بندوبست
(۸) جناب سعیدالرحمن صاحب ڈاکخانہ بھوانی
(۹) جناب میاں احمد صاحب اغظ ڈیرہ مبارک ہالیپوٹہ
(۱۰) جناب محمد جمال الدین صاحب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ ضلع چھندواڑہ۔
(۱۱) جناب پردیسی جی برہمچاری صاحب فتحپور سوہ
(۱۲) جناب میر اسلم خانصاحب جنرل کنٹریکٹر برڈ لاج ناگپور۔ سی۔ پی۔
(۲۷) جناب خواجہ ابو محمد صاحب قصبہ نسانیہ

(۱۳) جناب محمد غضنفرالدین صاحب حیدرآباد دکن
(۱۴) جناب مرزا غلام حیدر صاحب اعزازی نوٹس ممبلیوس لی
(۱۵) جناب حاجی محمد عبدالغنی صاحب قریشی بدایوں
(۱۶) جناب حافظ موسٰی صاحب سکریٹری انجمن خادم الاسلام
(۱۷) جناب منشی سید امیر شاہ صاحب تہانی بیگ
(۱۸) جناب شیخ جلال نغم احمد صاحب سکندرآباد
(۱۹) جناب سوداگر محمد عبدالعظیم صاحب اینڈ برادرس
(۲۰) جناب اللہ دتا صاحب گارڈ سرسہ ضلع حصار
(۲۱) جناب سلطان صاحب کاردار احاطہ بمبئی۔
(۲۲) جناب مولوی عمردراز صاحب نظامی ریاست بہاولپور
(۲۳) جناب عبداللہ صاحب رسیر گنجیر بیکانیر
(۲۴) جناب سید حسین صاحب آنور ڈاکخانہ سیلم
(۲۵) جناب مولوی دین محمد صاحب حنفی شہر جہلم
(۲۶) سیٹھ یوسف حاجی محمد صاحب بنگلور
(۲۸) جناب علی گوہر صاحب کلرک کوہاٹ۔

۲۹ . . . میرعسکر صاحب موضع مجھو۔

شکرگزار واحدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

نظام المشائخ

علم تصوف کی تعریف

فن التصوف ما ادی بیانہ　　متحیر فیہ الامام الرازی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

پیارے دوستو! **علم تصوف** ایک ایسا پاک اور مقدس علم ہے کہ جسکی حقیقت یا تعریف بیان کرنیکے لیے ایک میرے جیسے غریقِ بحرِ غفلت۔ سگِ مردارِ دنیا کا کام نہیں بلکہ میرا زبان کھولنا بھی ایک طرح کی بے ادبی ہے۔ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ کی مضبوط زنجیر پاؤں میں جکڑی نظر آتی ہے۔ کیونکہ یہ اُن پاک وجودوں کا کام ہے جو اِسکی حقیقت سے کلی ماہر ہوتے ہیں جنکو اِس بحر نا پیدا کنار کی غواصی کا پورا تجربہ ہو۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ جو معدودے چند ایسے پاک نفس بزرگ موجود ہیں وہ اپنے اشغال و اذکار میں ایسے مشغول و مصروف ہیں کہ تحریر اور خصوصًا اردو تحریر کی طرف اُنکو بہت کم توجہ ہے۔ لہٰذا آج یہ زمانہ ہے کہ جبتک اردو زبان میں کوئی مضمون

تو بیان کیا جائے تب تک عوام الناس بالخصوص انگریزی تعلیم یافتہ احباب زیادہ تر توجہ ہی نہیں کرتے۔ اور قاعدہ کلیہ ہے کہ اگر کسی چیز کی محبت کسی کے دل میں بٹھانی ہو تو اسکی تعریف کیجائے۔ تعریف ایسی شئے ہے کہ خواہ نخواہ جس کی تعریف کیجائے طبیعت اسکی طرف مائل ہوجاتی ہے۔ لہٰذا میں نے اپنی استطاعت اور حوصلہ اور لیاقت سے بڑھ کر اس مضمون کے بیان کرنے میں جرأت کی ہے۔ باکمال اصحاب سے استدعا ہے کہ گو میں اپنی ژولیدہ بیانی اور ٹوٹی پھوٹی تحریر سے علم تصوف کی پوری حقیقت نہ بیان کرسکوں۔ تاہم ممکن ہے کہ کسی قدر خیال اس علم کا ان سامعین یا ناظرین کے دلوں میں پیدا کرسکوں جن کو اس علم سے مس ہی نہیں۔ میری لغزش کی اصلاح فرماکر مجھے طعن و تشنیع سے معاف رکھا جائے۔

زمانہ سابقہ اور حال کا موازنہ کیا جائے تو بہ نسبت زمانہ سابقہ کے ایک بات نئی یہ دکھائی دیتی ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے خیالات کو وحی یا الہام سمجھ بیٹھا ہے۔ اور اُسے اُس خیال سے نکالکر دوسرے خیال میں لانا بہت دشوار ہوگیا ہے۔ ہمارے نوجوان تعلیم یافتہ دوستوں کی طبائع کسی نئے علم کیطرف متوجہ ہوتے ہی سب سے اول اُسکی ڈیفینیشن (تعریف) معلوم کرنے کے لیے بہت جلد بازی کرتی اور اس بات کی شائق ہوتی ہیں کہ چند مختصر اور جامع الفاظ میں اس علم کی تمام کیفیت کماحقہٗ واضح ہوجائے۔ لیکن افسوس ہے کہ اول تو میں اس علم میں ایسا کمال ہی نہیں رکھتا کہ علم تصوف کی کوئی ایسی تعریف اپنی طرف سے بناکر چند مختصر جملوں میں بیان کردوں۔ دوسرے جہاں تک مجھے اس علم کی کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اُن میں بھی کوئی ایسی مختصر اور جامع و متفق علیہ تعریف نگاہ سے نہیں گزری جسکو یہاں بیان کردیا جائے۔

ہاں اتنا ضرور ہے کہ اس علم کے مستند فضلاء و کملاء نے مختلف موقعوں پر کسی سائل کے جواب میں یا وعظ و تقریر میں مناسب حال یا مناسب وقت میں علم تصوف یا صوفیوں کی کیفیت لوگوں کے ذہن نشین کرنیکے لیے بالکل مختصر اور تعریفی فقرات استعمال کیے ہیں۔ مزید برآں ایک مشکل در مشکل یہ بھی ہے کہ وہ تمام اقوال آجتک ایک جگہ کسی کتاب یا رسالہ میں جمع نہیں کیے گئے۔ بلکہ ہر ایک بزرگ کے حالات یا ملفوظات یا تصنیفات میں مختلف مواقع پر متفرق طور پر وہ اقوال مندرج ہیں۔ جن کا اُن تمام مقامات سے تلاش و تفتیش کرکے نکالنا

اور ایک جگہ جمع کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ تاہم خاکسار نے مختلف کتب تصوف سے ایسے چند اقوال چھانٹ کر نکالے ہیں جو محض تصوف اور صوفیوں سے متعلق ہیں۔

پیارے دوستو! یہ بھی واضح ہے کہ تصوف کے کسی مسئلہ کے متعلق اگر ذیل میں مشائخ اور صوفیوں سے کبھی سوال کیا گیا تو تقریباً سب ہی اس ایک خاص مسئلہ کی نسبت بظاہر مختلف قسم کے جوابات حاصل ہوئے ہیں۔ اصلی وجہ سوائے اسکے اور کوئی نہیں کہ سائلوں یا مخاطبوں یا سامعین کے مختلف ہونے کی وجہ سے انکے فہم اور سمجھ اور عقل اور مذاق کے مطابق مختلف قسم کے جوابات دیے گئے ہیں اور بعض دفعہ خود متکلموں یا جواب دینے والوں کے درجوں اور منزلوں میں تفاوت ہونے کی وجہ سے جواب دینے والوں نے اپنی اپنی سمجھ اور ادراک کے مطابق جوابات دیے۔ یعنی جس مسئلہ کے متعلق سوال کیا گیا اس مسئلہ میں جس حد تک انکے فہم کی رسائی تھی یا جسقدر حقیقت اس مسئلہ کی ان پر منکشف ہو چکی تھی اسی حد تک انہوں نے اسکا جواب دیدیا۔ بایں ہمہ یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ خواہ جوابات کے الفاظ اور عبارات میں کتنا ہی تفاوت ہو اس علم کی حقیقی سمجھ رکھنے والے اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ دراصل مقصود تمام جواب دینے والوں کا ایک ہی اصول پر مبنی ہے اور اصل مطلب سب کا ایک ہی ہے۔ اگر ذرا غور سے کام لیا جائے تو بخوبی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ فرق صرف اتنا ہے کہ ہر ایک نے اپنی اپنی قوت بیانیہ اور اپنے یا اپنے مخاطب کے ادراک اور فہم اور مذاق کے مطابق الفاظ و عبارات کسیقدر مختلف استعمال کیے ہیں۔

علی ہذا اس علم کی حقیقت کہ علم تصوف کیا ہے؟ اور صوفی کسکو کہتے ہیں؟ مختلف صوفیائے کرام رح نے بظاہر مختلف طور پر بیان کی ہے۔ بلکہ بعض دفعہ ایک ایک صاحب نے بھی مختلف موقعوں پر مختلف الفاظ استعمال کیے ہیں۔ مگر جسکو تصوف کی چاشنی یا اس علم سے مذاق ہو وہ اگر نفس مضمون کو بنظر تعمق دیکھے تو کوئی مغائرت نہ پائیگا کیونکہ مقصود سب جوابات کا ایک ہی ہے۔ مثلاً

۱۔ جب حضرت **ذوالنون مصری** رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ صوفیہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے اسکے جواب میں فرمایا۔

هم قوم آثروا الله عزوجل علیٰ کل شئ ۔ یعنی وہ لوگ ہیں جنھوں نے خدائے پاک کو ساری چیزوں پر
فاثرہم اللہ عزوجل علیٰ کل شئ، پر منتخب کیا ہے اور خدائے پاک نے انکو ساری چیزوں سے
چن لیا ہے یعنی اپنا مقبول بنالیا ہے۔

پھر ایک موقع پر آپ سے سوال کیا گیا ہے کہ "صوفی کسکو کہتے ہیں"؟ تو آپنے فرمایا کہ:۔
"صوفی مرویست کہ خدائے تعالیٰ را بر ہمہ چیز گزیند"۔ صوفی وہ ہے جو خدائے عزوجل کو ساری چیزوں پر اختیار کرے۔

۲۔ عوارف المعارف کے باب پنجم میں حضرت ممدوح الصدر سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے ملک شام کے سواحل میں ایک عورت دیکھی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں سے آتی ہو۔ اُسنے جواب دیا کہ میں ایسے لوگوں کے ہاں سے آتی ہوں جو (حظِّ نفس کے واسطے) اپنی کمر کو اپنے بستروں سے نہیں لگاتے۔ اور اپنی خوابگاہوں میں نہیں سوتے ہیں" دوبارہ میں نے اُسکو کہا کہ "اب آپ کہاں جائیں گی"؟ کہا کہ "میں ایسے لوگوں کے پاس جاؤنگی جن کی یہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ ۔ تعریف ہے۔ مطلب یہ کہ میں ایسے لوگوں کے پاس جاؤنگی جنکو تجارت اور خرید و فروخت سودا سلف لینا اور دینا (معاملاتِ دنیاوی) اپنے مولیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرتے ہیں۔ میں نے پھر کہا کچھ اور بھی اُن کی تعریف کیجئے تو اُسنے بکمال شوق یہ شعر پڑھے ؎

قوم ھمومھم باللہ قد علقت — فما لھم ھمم تسمو الی احد
فمطلب القوم مولاھم وسیدھم — یا حسن مطلبھم للواحد الصمد
ما ان تنازعھم دنیا ولا شرف — من المطاعم واللذات والولد
ولا للبس ثیاب فائق انق — ولا لروح سرور حل فی بلد
الا مسارعۃ فی اثر منزلۃ — قد قارب الخطو فیھا باعد الابد
فھم رھائن غدران واودیۃ — وفی الشوامخ تلقاھم مع العدد

(یعنی) وہ ایسی قوم ہے کہ اُنکے ارادے اور ہمتیں اللہ پاک ہی کے ساتھ متعلق ہیں۔ اور انکی ہمتیں ایسی نہیں جو اور کسی کی طرف راغب ہوں۔ وہ ایسی قوم ہیں کہ اُن کا سارا مطلب اور

مقصد اللہ ہی ہے جو ان کا مولا اور سید و سردار ہے اور واحد و صمد ہے۔ یہ کیا ایمان کا مطلب ہے۔ نہ دنیا انکو کسی زمانہ میں ڈالتی ہے۔ نہ اچھے کھانوں اور نہ دنوں اور اولاد سے نہ اچھی پوشاک پہننے سے نہ اور کسی خوشی و آرام سے جو شہر میں آنے سے ہو اُن کو کچھ شرف ہے گر ہاں وہ اپنے مرتبہ اور منزل میں تیزی سے بڑھے چلے جا رہے ہیں۔ اُن کے قدم اُنکی منزل مقصود کے نزدیک اور پہلی منزل سے دور ہمیشہ کے لیے ہوتے جاتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جو چشموں اور سیل گاہوں میں بسے ہوئے ہیں۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر آپ ایسے بہت لوگوں سے ملیں گے +

۳۔ حضرت **رابعہ بصری** رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ:۔

لَيْسَ بِصَادِقٍ فِي دَعْوَاهُ مَنْ لَمْ يَنْسَ أَلَمَ الضَّرْبِ فِي مُشَاهَدَةِ مَوْلَاهُ +

(یعنی) وہ صوفی اپنے دعوے میں سچا نہیں کہ جو اپنے مطلوب کے مشاہدہ میں ضرب کے الم (دکھ) کو بھول نہیں جاتا +

۴۔ تذکرۃ الاولیا میں ہے کہ حضرت **ذوالنون مصری** رح نے فرمایا:۔

الصوفی اذا نطق بان نطقه من الحقائق واذا سکت نطق عنه الجوارح بقطع العلائق +

صوفی وہ ہے جو کچھ وہ کلام کرے وہ کلام اُسکے حال کی حقیقت ہو یعنی حال موثر اقوال نہ ہو اور جب چپکا ہو رہے تو اسکا معاملہ اُسکے حال کا بیان کرنے والا ہو اور اسکا حال تعلقات کے قطع کرنے کا گواہ ہو +

۵۔ حضرت **عبداللہ تستری** رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ صوفی کون ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ:۔

صوفی آن ست کہ صاف بود از کدر و پُر شود از فکر و در قرب خدا منقطع شود از بشر و یکسان شود در چشم او خاک و زر +

صوفی وہ ہے کہ تمام کدورتوں سے صاف ہو جائے اور فکر سے پُر ہو جائے۔ اور خدا کے پاک کے قرب میں (اوصاف) بشریت سے منقطع ہو جائے اوسکی نظر میں مٹی اور سونا یکساں دکھائی دے +

یہ جو سنگِ در پہ ترے سایہ دار بیٹھے ہیں — وہ لاتِ دولتِ دنیا پہ مار بیٹھے ہیں

کسی اور موقع پر حضرت ممدوح الصدر نے تصوف کی تعریف بدیں الفاظ فرمائی کہ:-

"تصوف اندک خوردن است و با خدا آرام گرفتن و از خلق گریختن"۔ — تصوف کم کھانے اور خدائے پاک کے ساتھ آرام پکڑنے (یعنی خدا تعالیٰ کے ذکر کے بغیر تسکین نہ ہونے) اور دنیا کے لوگوں سے بھاگنے کا نام ہے۔

۶ — حضرت **فضیل** بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقع پر فرمایا کہ:-

"اصل تصوف راضی بودن است از حق تعالیٰ ہرچہ کند"۔ — یعنی تصوف کی اصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جو کچھ اُس سے سلوک کرے اس پر راضی رہے۔

اور دوسرے موقع پر فرمایا کہ:-

"حقیقت تصوف آن است کہ بغیر اللہ امید ندارد و از غیر اللہ نترسد"۔ — یعنی اللہ کے سوائے کسی سے کسی طرح کی امید نہ رکھے اور خدا کے سوائے کسی اور سے نہ ڈرے۔

۷ — حضرت **معروف کرخی** رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کی تعریف میں فرمایا ہے کہ:-

"تصوف گرفتن حقائق و گفتن بدقائق و نومید شدن از آنچہ ہست در دست خلائق"۔ — تصوف حقائق کا پانا اور پکڑنا اور دقائق کا کہنا اور جو کچھ خلائق کے ہاتھ میں ہے اس کی طرف نظر نہ کرنا اور اس سے ناامید ہو جانا ہے۔

دوسرا پیارا قول آپ کا صوفی کی تعریف میں یہ ہے کہ:-

"صوفی این جا مہمان است تقاضائے مہمان بر میزبان جفا است۔ مہمان باادب بود نہ متقاضی"۔ — صوفی اس مہمان خانۂ عالم میں مہمان ہے، مہمان کا تقاضا میزبان پر سراسر بے ادبی ہے، مہمان باادب وہی ہے جو منتظر ہو متقاضی نہ ہو۔

مطلب یہ کہ خدائے پاک نے اس دنیا میں جو مہمان خانہ ہے اس میں طرح طرح کے الوانِ نعمت اور اقسامِ دولت ہر ایک کے لیے احکام، آثار سے مہیا اور تیار کیے ہیں۔ مہمان کا تقاضا میزبان سے کہ لاؤ قورمہ کھلاؤ اور ابھی لاؤ اور یہ دو وہ دو۔ جفا اور سراسر بے ادبی ہے بلکہ میزبان جانی مہربانی ست وہ اسی پر مطمئن ہو۔ اسی مضمون میں عاشق نامی مولانا جامی رح کی ایک رباعی ہے ؎

سہل است تو ام در صفِ اسبابِ ارادت — بنشستہ بہر چیز کہ آید ز تو راضی
بنہادہ بخوانِ کرمت دیدۂ امید — انعامِ ترا منتظر و نے متقاضی

۸ - حضرت **ابو حفص حدّاد** رحمۃ اللہ علیہ نے اس علم کی تعریف اس مختصر جملے میں ادا فرمائی ہے کہ:-

"تصوف ہمہ ادب است"۔
تصوف ہمہ ادب کا نام ہے۔

۹ - حضرت **جنید بغدادی** رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقع پر تصوف کی یہ تعریف کی ہے کہ:-

"صوفی آنست کہ دل او چوں ابراہیم سلامت یافتہ باشد از دوستیِ دنیا۔ و بجا آرندۂ فرمانِ خدا بود۔ و تسلیم او چوں تسلیم اسمٰعیلؑ و اندوہ او چوں اندوہ داؤدؑ و فقر او چوں فقر عیسٰیؑ و صبر او چوں صبر ایوبؑ۔ و شوق او چوں شوق موسٰیؑ در وقت مناجات و اخلاص او چوں اخلاص محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام"

صوفی وہ ہے کہ اس کا دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح دنیا کی دوستی سے سلامت ہو اور خدائے پاک کے فرمان بجا لانے والا ہو۔ اور اس کی تسلیم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی سی ہو۔ اور اس کا اندوہ مثل اندوہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہو۔ اور اس کا فقر حضرت عیسٰے علیہ السلام کی مانند ہو۔ اور صابر حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح ہو۔ اور شوق میں حضرت موسٰی علیہ السلام کی مانند مناجات کے وقت ہو اور اس کا اخلاص حضرت سرورِ عالم محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی مانند ہو۔ تب صوفی ہے وَاِلّا۔ فلا۔

اور ایک دوسرے موقع پر آپ نے صرف یہ چند مختصر الفاظ صوفی کی تعریف میں فرمائے کہ:-

"صوفی چوں زمین باشد کہ ہمہ پلیدی بروے افگنند و ہمہ نیکوئی از وے بیروں آید"۔

صوفی زمین کی مثال ہے کہ تمام لوگ اس پر پلیدی پھینکتے ہیں۔ اور اس کے بدلے میں نیکی ہی آتی ہے۔ یعنی اس سے طرح طرح کی نعمتیں از غلہ میوہ جات وغیرہ نکلتی ہیں۔

۸

۹ مطلب یہ کہ صوفی سے کوئی ہزار برائی کرے وہ نیکی ہی کرے گا۔ کسی کا قول ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

ما عادتِ خود بہانہ جوئی نکنیم — با خلقِ خدا بجز نکوئی نکنیم
آنہا کہ بجائے ما بدیہا کردند — گر دست رسد بجز نکوئی نکنیم

تیسرے موقع پر صوفیوں کی تعریف میں یوں ارشاد فرمایا کہ:-

"صوفیان قومے اند قائم بخداوند۔ چنانچہ ایشاں را نداند الا خداوند تعالیٰ"

صوفیہ ایک ایسی قوم ہیں جو خدائے پاک کے ساتھ قائم ہیں اور انکو سوائے خداوند تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

مطابق حدیث قدسی۔ اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُہُمْ غَیْرِیْ یعنی میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہیں۔ میرے سوا انکو کوئی نہیں جانتا۔

پھر کسی موقع پر آپ نے تصوف کی تعریف ان الفاظ میں ادا فرمائی کہ:-

"تصوف از صفا است۔ ہر کہ گزیدہ شود از ماسوا صوفی است"

تصوف صفا سے ماخوذ ہے۔ جو کوئی ماسوا سے ترک اختیار کرے صوفی ہے۔

اور دوسرے کسی مقام پر آپنے یہی مضمون ان الفاظ میں ادا فرمایا کہ:-

"تصوف آنست کہ ترا خداوند تعالیٰ از خود بمیراند و بخود زندہ کند۔"

تصوف یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ تیری ہستی فنا کردے اور اپنی ہستی کے ساتھ زندہ کردے یعنی حیات ابدی عطا فرمائے۔

تیسرے موقع پر آپنے تصوف کی تعریف یوں بیان فرمائی کہ:-

"تصوف آن بود کہ با خدا باشی بے علاقہ۔"

تصوف وہ ہے کہ تو سارے (نفسانی) علاقے قطع کرکے خدائے پاک کے ساتھ ہو رہے۔

چوتھے موقع پر آپنے تصوف کی یوں تفصیل فرمائی کہ:-

"تصوف صافی کردن دل است از مراجعت خلق و مفارقت از طبیعت و فرو میراندن بشریت و دور بودن از دواعیٔ نفسانی۔"

خلقت کی التفات سے دل صاف کرنے اور طبیعت سے مفارقت کرنے اور اوصاف بشریت نکال دینے اور خواہشات نفسانی سے دور ہونے کو

فرود آمدن در صفاتِ روحانی و بلند شدن بعلوم حقیقی۔ و بکار داشتن آنچہ اولیٰ تر باشد بالله۔ و نصیحت کردن جملہ امت۔ و وفا بجا آوردن و متابعت پیغمبر در شریعت"

روحانی صفات کے حاصل ہو جانے اور علوم حقیقی کے ساتھ بلند ہونے اور جو عمل خدا تعالیٰ کی طرف بلند کرنے والا ہو اُسے کار بند ہونے تمام امت کو نصیحت کرنے اور وفا بجا لانے اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے اتباع کرنے کا نام تصوف ہے۔

خلاصہ یہ کہ صوفی وہ ہے جس میں مندرجہ بالا ساری صفتیں پائی جائیں۔

پانچویں موقع پر آپ نے فرمایا کہ:-

"این راہ کسے را باید کہ کتاب خدا بر دستِ راست گیرد و سنتِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم بر دستِ چپ۔ و در روشنائی این ہر دو شمع میرود۔ تا نہ در مغاکِ شبہت افتد و نہ ظلمتِ بدعت"۔

(یعنی) جو شخص اس راستہ (تصوف و سلوک) کو طے کرنے لگے اُسے چاہیئے کہ دائیں ہاتھ میں کتاب اللہ اور بائیں ہاتھ پر سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑے۔ اور ان دونوں شمعوں کی روشنی میں سیدھا چلا جائے تاکہ شبہات کے گڑھے اور بدعت کے اندھیرے میں نہ گر پڑے۔

۱۰۔ حضرت **ابراہیم ادہم** رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اگر تو صوفی بننا چاہتا ہے تو ان باتوں کو مضبوط پکڑ لے:-

"یک ذرہ در دنیا و آخرت رغبت مکن۔ و روئے بخدائے تعالیٰ آر بکلیت و خود را از ماسوائے اللہ فارغ گرداں و طعام حلال خور"۔

(یعنی) دنیا و آخرت میں ایک ذرہ بھر بھی رغبت نہ کر اور اپنی توجہ کو بالکل خدا کی طرف کر کے اپنے آپ کو ماسوی اللہ (کے خیال) سے پاک کرلے۔ اور حلال روزی کھایا کر (بس تو صوفی اور ولی ہے)۔

(باقی آئندہ)

مجاہدہ و جدوجہد کی فضیلت

خداتعالی فرماتا ہے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۔ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ۝ اور جن لوگوں نے ہمارے دین (کے کام) میں کوششیں کیں ہم (بھی) انکو ضرور اپنے قرب کے راستے دکھائینگے۔ اور کچھ شک نہیں کہ اللہ ان لوگوں کا ساتھی ہے جو (خلوص دل سے) نیک عمل کرتے ہیں +

دوسری جگہ مذکور ہے۔ وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۔ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝ اور (جو خدا کے لیے) محنت اٹھاتا ہے تو وہ اپنے ہی بھلے کے لیے محنت اُٹھاتا ہے (ورنہ) خدا تو (دنیا جہان کے سب) لوگوں سے بے نیاز ہے +

مجاہدہ کی اور آیات بھی ہیں مگر میں انکو بخوف طوالت قلمانداز کرتا ہوں اب یہ بات ظاہر کرنی ہے کہ مجاہدہ یا جہاد کسے کہتے ہیں۔ اور اسکی ضرورت یا فضیلت کیوں قابل تسلیم ہے جاننا چاہیئے کہ موجودات دو طرح کی ہیں۔ ایک خالق جو موجود برحق ہے ؎

موجود بحق واحد اول باشد ۔ باقی ہمہ موہوم و مخیل باشد

ہر چیز جز او کہ آید اندر نظرت ۔ نقش دومین چشم احول باشد

دوم مخلوق۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ مخلوقات اٹھارہ ہزار قسم ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ اسی ہزار قسم ہیں۔ اور وہ کل دو عالم پر منقسم ہیں غیب و شہادت یا غیب و شہادت یا ملکوت و ملک یا آخرت و دنیا۔ عالم غیب سے عقول اور ملائک اور جنات اور مجموعہ و شیاطین اور ارواح خبیثہ۔ اور عالم شہادت سے آسمان اور سورج اور چاند اور سیارے و ستارے و عناصر اور جمادات اور نباتات اور حیوانات مراد ہیں اور ان تمام کو عالم کبیر کہتے ہیں +

علاوہ ازیں ایک اور مخلوق ہے جو ان تمام اشیاء کا جامع ہے اسکو انسان اور اسی کو عالم صغیر کہتے ہیں۔ موجودات میں اعلی درجہ خالق (اللہ تعالی) کا ہے۔ اور مخلوقات میں ادنی درجہ جمادات کا۔ اس سے اعلی نباتات پھر حیوانات درجہ بدرجہ۔ سب سے اعلی ملائک ہیں۔ اگرچہ بعض

علماء نباتات کے قائل ہیں کہ ترقی جمادات سے شروع ہوتی ہے اس طرح کہ پہلے جمادات پھر نباتات پھر حیوانات پھر انسان وغیرہ میں ہوتے تبدیل ہوتی ہے گویا یہ ارتقا [illegible] ہے یہ اولیاء کے قائل نہیں۔ یہ صرف انسان ہی ہے کہ اپنے اختیار سے اپنے آپ کو جو چاہے بنا سکتا ہے۔ اگر پتھر بنا چاہے تو وہ پتھر جیسے [illegible] پتھر کی مانند [illegible] میں پڑے رہتے ہیں۔ [illegible] بالکل [illegible] کچھ نہیں کرتے۔ جاہل لوگ ان کو ولی اور ان کی جمادیت کو کرامت تصور کرتے ہیں۔

بعض لوگ درختوں کی طرح [illegible] اور [illegible] میں پڑے رہتے ہیں [illegible] عمر بھر [illegible] میں [illegible] کرتے ہیں۔ بعض لوگ پانی [illegible] جیسے [illegible] وغیرہ۔ بعض مکھی یا دیگر بعض حیوان بن جاتے ہیں اور غیروں سے [illegible] پڑے رہتے ہیں جیسے [illegible] اہل طامع گدا [illegible] میں [illegible] رہتے ہیں [illegible] بعض [illegible] کی مورت [illegible] بن جاتے ہیں [illegible] بعض [illegible] اور [illegible] ہوتے ہیں۔ اور [illegible] جیسے ہندوستان کی [illegible] بعض بے شرمی اور بے حیائی میں بندر اور خنزیر [illegible] بن جاتے ہیں اور [illegible] حرکات حیوانی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جیسے [illegible] بعض اقوام بعض [illegible] اور بھیڑیا اور لومڑ [illegible] اور دیگر درندہ بن جاتے ہیں جیسے چور [illegible] وغیرہ ہیں۔ بعض گھوڑے [illegible] بعض [illegible] کی طرح [illegible] ہیں جیسے قلی اور عام مزدوری پیشہ لوگ۔ بعض شیاطین بن جاتے ہیں جیسے [illegible] اور جاہل [illegible] بعض [illegible] ہوتے ہیں کہ جو کھانے پینے اور مباشرت [illegible] نہیں کرتے۔ جیسا کہ سلسلۃ الذہب میں مذکور ہے

خواجہ را بین از صباح تا شام
دارد اندیشہ شراب و طعام
شکم از خوش دلی و خوش حالی
گاہ پر می کند گہی خالی
فارغ از خلد و ایمن از دوزخ
جائے او مزبلہ ست یا مطبخ

بعض اپنے آپ کو انسان حقیقی بنا لیتے ہیں۔ وہ نیک اور جوانمرد ہوتے ہیں۔ تمام عمر لوگوں کی کارگزاری میں بسر کرتے ہیں اور جو انسان حقیقی کے کام ہیں وہ بجا لاتے ہیں۔ جیسے تعلیم و تدریس و ترشید یا اور کوئی رفاہ عام افعال مثل تعمیر مساجد و معابد و شفاخانجات و مکاتب و مدارس یا دیگر نیک نامی کے کاموں میں بقدر طاقت سعی کرتے ہیں۔ بعض فرشتہ صفت ہوتے ہیں۔ بعض خدائی صفت اختیار کرتے ہیں اور خیر محض بجاتے ہیں ان کے تمام افعال غرض یا ریا و نمود سے خالی ہوتے ہیں۔ غرضیکہ جو اختلاف انسان کے مراتب اور مدارج میں واقع ہوا ہے وہ کسی عالم میں نہیں۔ نہ ملک ارواح نہ جنات نہ سباع نہ بہائم نہ پرندوں نہ کسی دیگر بری یا بحری جانداروں میں۔ ایک انسان دوسرے انسان سے مشابہ نہیں نہ شکل و شباہت میں اور نہ خلق و عادت میں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۙ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو لوگوں کو ایک ہی جماعت کر دیتا۔ لیکن لوگ ہمیشہ (آپس میں) اختلاف کرتے رہینگے مگر جس پر تمہارا پروردگار فضل کرے اور اسی سبب تو ان کو پیدا کیا ہے اور اسی اختلاف سے تمہارے پروردگار کا (وہ) فرمودہ پورا ہو کر رہیگا۔ ہم (آپ) جنات اور (کیا) بنی آدم سب سے دوزخ بھر دینگے۔ (ہود پ۱۲) +

انسان کے سوائے کسی اور مخلوق کو مجاہدہ اور ریاضت کا حکم نہیں ورنہ ان میں سے کسی کو مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ فرشتوں کو اس لئے مجاہدہ کی ضرورت نہیں کہ وہ فی عمل مختار نہیں صرف امر کے تابع ہیں۔ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔ جو حکم خدا دے اسکی نافرمانی نہیں کرتے۔ اور جو انکو حکم دیا جاتا ہے اسے کم و کاست اسکی تعمیل کرتے ہیں +

شیاطین اسلئے مجاہدہ نہیں کرتے کہ وہ خدا کے فضل سے مایوس ہو چکے ہیں۔ آسمان اور دیگر اجرام فلکی اسلئے مجاہدہ سے مستغنی ہیں کہ انکو شعور نہیں۔ حیوانات اسلئے کہ وہ نہ ابدی ہیں اور نہ مکلف ہیں۔ یہ صرف انسان ہی ہے۔ جس کا کل وارو مدار مجاہدہ اکتساب خیر اور سعی پر

ہے۔ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ انسان کو اتنا ہی ملیگا جتنی اس نے کوشش کی۔ اور یہ کہ کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ۔ ہر نفس اپنے عمال کے بدلے گرو ہے۔ انسان اگر چاہے تو اپنی غفلت اور پستی سے جمادات اور نباتات اور حیوانات کے درجہ میں ہے جیسا کہ فرمایا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ عصر کے وقت کی قسم کہ انسان گھاٹے میں ہے مگر وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ایک دوسرے کو دین حق کی پیروی کی ہدایت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو مصیبت میں صبر کی ہدایت کرتے رہے۔ اور اگر چاہے تو درجہ بدرجہ ترقی مقام لاہوت تک پہنچکر اکمل کا مرتبہ حاصل کرے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ فتوح الغیب میں فرماتے ہیں اَلْمُؤْمِنُ اِذَا عَمِلَ صَالِحًا انْقَلَبَ نَفْسُهٗ قَلْبًا ثُمَّ انْقَلَبَ قَلْبُهٗ سِرًّا ثُمَّ انْقَلَبَ سِرُّهٗ فَصَارَ فَنَاءً ثُمَّ انْقَلَبَ الْفَنَاءُ وُجُوْدًا۔ مومن جب نیک عمل کرتا ہے تو اسکا نفس قلب ہو جاتا ہے اور اسکا قلب سر ہو جاتا ہے اور سر فانی ہو کر باقی ہو جاتا ہے۔ اور مرتبہ الٰہی حاصل کرتا ہے۔ جسکو مولانا روم نے اس طرح ادا فرمایا ہے

مثنوی

مردم از حیوانی و آدم شدم — از چہ ترسم کز مردن کم شدم
حملہ دیگر بمیرم از بشر — تا برآرم از ملائک پر و سر
از ملک ہم بایدم جستن ز جو — کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
بار دیگر از ملک قرباں شوم — آنچہ اندر وہم ناید آں شوم
پس عدم گردم عدم چوں ارغنوں — گویدم کہ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

غرضکہ انسان مجاہدہ سے ترقی کرسکتا ہے۔ اور اگر جد و مجاہدہ نکرے تو حشرات الارض میں شمار ہوگا حکمائے متقدمین مثل فیثاغورث اور سقراط اور افلاطون اور متاخرین مثل ارسطالیس اور دیگر حکما کلہم اس بات پر متفق ہیں کہ انسان کی سعادت فضائل اربعہ یعنی حکمت اور شجاعت

اور عفت اور عدالت کے حصول پر منحصر ہے۔ فضائل کو مکارم اخلاق اور اخلاق فاضلہ بھی کہتے ہیں۔ قوت علمی جب درجۂ اعتدال پر ہو تو اُس سے اکتساب حقائق اور معارف یقینی کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس سے فضیلت حکمت پیدا ہوتی ہے۔ اور جب قوت غضبی درجۂ اعتدال میں ہو تو وہ قوت علمی کے تابع ہو جاتی ہے اور اُسکی متابعت میں فضیلت شجاعت پیدا ہوتی ہے اور جب قوت شہوانی درجۂ اعتدال میں ہو تو وہ قوت علمی کے تابع ہو کر اُسکی تبعیت میں عفت پیدا ہو جاتی ہے اور حکمت شجاعت اور عفت کے ملاپ سے عدالت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۔ ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے معجزے دیکر بھیجا۔ اور اُنکی معرفت کتابیں اُتاریں اور (نیز ہم نے) ترازو (کا رواج) دیا تاکہ لوگ (دینی دنیاوی دونوں طرح کے معاملات میں) انصاف پر قائم رہیں۔ اور لوہا پیدا کیا کہ (ہتیاروں کے کام میں لایا جائے تو) اسمیں بڑا خطرہ ہے اور (اسمیں) لوگوں کے (بہتیرے) فائدے (بھی) ہیں اور (اس خطرناک لوہے کے پیدا کرنے سے) ایک غرض یہ بھی ہے کہ اللہ (تم میں سے) ان لوگوں کو معلوم کرے جنہوں نے (اللہ کو) دیکھا نہیں۔ اور پھر اللہ اور اُسکے رسولوں کی مدد کو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بیشک اللہ زور آور (اور) زبردست ہے +

معجزوں سے قوت علمی اور کتاب سے شریعت اور حکمت اور میزان سے عدالت مراد ہے اور حدید سے شجاعت کی طرف اشارہ ہے۔ اور عام لوگوں کو یہ حکم ہے کہ دفع فساد میں اللہ اور امام وقت کی مدد کیا کریں۔ غرض تمام مخلوق بمقابلہ انسان کے بڑے آرام میں ہے۔ انسان کے ذمے بڑے حقوق ہیں۔ خدا کے حقوق والدین کے۔ رشتہ داروں کے۔ میاں بی بی کے۔ ہمسایوں کے قوم کے۔ حاکم وقت کے۔ اہل معاملہ کے۔ اگر ان تمام حقوق پر نظر کیجائے تو واقع میں انسان بڑے سخت شکنجے میں کسا ہوا ہے۔ اور چونکہ وہ ابدی ہے زیادہ خطرہ آخرت کاکی مطلب یہ کہ ایک دم بھی انسان غم واندوہ سے خالی نہیں اور بغیر جہد و مجاہدہ کوئی فضیلت حاصل

نہیں کر سکتا۔ حکمت سے فضیلت روحانی اور شجاعت اور عفت سے فضیلت نفسانی اور عدالت سے فضیلت تمدنی مراد ہے اور کوئی فضیلت بغیر جد کے حاصل نہیں کی جا سکتی جسکی تفصیل یہ ہے۔ علم جب درجہ اعتدال پر ہو تو اسکو حکمت کہتے ہیں۔ اسکی سات شاخیں ہیں۔ (۱) ذکا (۲) سرعت فہم (۳) صفائی ذہن (۴) سہولت تعلم (۵) حسن تعقل (۶) تحفظ (۷) تذکر۔

حصول علم و حکمت کے لیے جو مجاہدہ کیا جاتا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ جب بچہ پیدا ہوتا اور اسکی عمر چار پانچ برس کو پہنچ جاتی ہے۔ اگر والدین عالم ہیں تو گھر میں تعلیم دیجاتی ورنہ کسی مکتب میں بھیجا جاتا ہے۔ مکتب میں اگر میاںجی سخت طبیعت اور کرخت ہو تو کبھی نازک رخساروں کو طمانچوں سے لال کر دیتا ہے۔ کبھی گھٹنوں کے بل جھکواتا کبھی کان پکڑواتا ہے اور اگر بچہ کے والدین نادار ہوں تو تمام روز اس سے پانی بھرواتا یا گھر کی کوئی اور خدمت اس سے لیتا ہے۔ اور اگر صاحب استطاعت ہوں تو اس پر فرمائشوں کی بوچھاڑ ہوتی ہے۔ کبھی پیسے طلب کرتا ہے کبھی دیگر ما یحتاج خانہ اس سے مانگتا ہے۔ غرضکہ ذلیل سامان اور ایندھن تک اس سے وصول کرنے کی کوشش کی جاتی ہے خدا خدا کرکے میاں جی سے چار پانچ سال کے بعد خلاصی ملتی ہے۔ پھر کسی درسگاہ قومی یا سرکاری میں داخل ہوتا ہے۔ اور وہاں سات آٹھ سال تک امتحانات سہ ماہی اور ششماہی اور سالانہ کی محنتیں جھیلنی پڑتی ہیں۔ آٹھ دس سال کے بعد اگر درسگاہ سے کامیاب ہو کر نکلا تو کسی دارالعلوم میں داخل ہوتا ہے یا کسی اور ملک میں بغرض تکمیل تعلیم چلا جاتا ہے۔ غرض کہ بیس پچیس سال کی محنت کے بعد اکثر لڑکے تو کسی مرض کا شکار ہو کر مر جاتے ہیں۔ بعض بسبب کم بختی یا بدانتظامی یا کسی اور وجہ سے ناقص و ناکام رہکر والدین کے لیے وبال جان بن جاتے ہیں۔ غرض کہ فی ہزار ایک آدمی عالم اور حکیم بن سکتا ہوگا۔ بلکہ اس سے بھی کم قیاس کرنا چاہیے اور یہ تمام واقعات کسی ہوشیار آدمی سے پوشیدہ نہیں زیادہ لکھنا موجب طوالت ہوگا۔

دوئم فضیلت نفسانی۔ وہ شجاعت اور عفت ہے۔ شجاعت کی گیارہ شاخیں ہیں۔
(۱) بزرگی نفس (۲) دلیری (۳) بلند ہمتی (۴) ثبات (۵) حلم (۶) سکون (۷) شہامت (۸) تحمل (۹) تواضع (۱۰) حمیت (۱۱) رقت۔

عفت کی بارہ شاخیں ہیں۔ (۱) حیا۔ (۲) رفق (۳) نزاہت (۴) مسالمت (۵) دعت (۶) صبر (۷) قناعت (۸) وقار (۹) ورع (۱۰) انتظام (۱۱) حریت (۱۲) سخاوت ؛

سخاوت کی چھ قسمیں ہیں (۱) کرم (۲) ایثار (۳) نبل (۴) مواسات (۵) سماحت (۶) مسامحت ؛

فضیلت نفسانی کے لیئے جہاد نفس ضروری ہے اور وہ اسطرح ہے کہ انسان کے بدن کی ترکیب عناصر اربعہ آگ۔ پانی۔ ہوا۔ مٹی سے ہی۔ اگر جاذکے عناصر اربعہ میں اعتدال نہ رکھا جاے تو سرے سے بدن کی ترکیب ہی نہ ہوسکے۔ اور بعد ترکیب اگر ان کی باہمی نسبت کو قائم نہ رکھا جائے تو۔ برہم ہوجائے جس کی بابت سعدی رح نے فرمایا ہے **قطعہ**

چندروزے بوند باہم خوش مخالف و سرکش
جان شیریں برآید از قالب گر زیں چہار شد غالب

عناصر کے فعل و انفعال سے چار امزجہ حرارت و برودت۔ رطوبت و یبوست پیدا ہوتے ہیں اگر امزجہ میں اعتدال کا خیال نہ رکھا جائے تو گوناگون بیماریاں پیدا ہوکر زندگی وبال ہوجے امزجہ سے اخلاط پیدا ہوتی ہیں۔ خون و صفرا۔ بلغم و سودا۔ اخلاط میں بھی اعتدال ضروری ہے ورنہ امراض جسمانی پیدا ہوجاتے ہیں۔ اخلاط سے ارواح و گوشت و پوست و رگ و ریشہ و عصبہ و استخوان و اعضا پیدا ہوتے ہیں۔ روح حیوانی ایک لطیف بخار ہے جو خون سے قلب میں پیدا ہوتا ہے۔ اور بذریعہ شرائین کل بدن میں منتشر ہوجاتا ہے۔ یہی بخار جب جگر میں پہنچتا ہے تو اسکو روح طبعی اور جب دماغ میں پہنچتا ہے تو اسکو روح نفسانی کہتے ہیں۔ روح طبعی سے قوت غاذیہ۔ اور اسکے چار خادم ہاضمہ۔ دافعہ۔ اور جاذبہ و ماسکہ پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ہاضمہ وغیرہ میں اعتدال ملحوظ نہ رہے تو قسم قسم کی بیماریاں پیدا ہونیکا خطرہ ہے۔ روح نفسانی سے قوت غضبیہ اور حواس عشرہ پیدا ہوتے ہیں۔ اگر روح نفسانی کا اعتدال نہ رکھا جائے تو قوت غضبیہ میں افراط و تفریط اور حواس میں فتور پیدا ہوجاتا ہے ؛

روح حیوانی سے قوت اکل و شرب اور مباشرت پیدا ہوتی ہے جسکو قوت شہوانی کہتے ہیں

یہ قوت اگر افراط میں ہو تو صوفیائے کرام نفس امارہ کہتے ہیں۔ اگر اسکو جہاد سے مغلوب اور تابع کیا جائے تو بڑی بڑی خرابیاں پیدا کرتی ہے۔ اور اسکا برا اثر تمام اعضا اور تمام حواس پر پہنچتا ہے یعنی شرمگاہ اور زبان اور کان اور آنکھ اور ہاتھ اور پاؤں اور شکم اور تمام بدن اور خیالات اور حافظہ اور قوت فکر وغیرہ سب پر کوئی شے ایسی برے اثر سے نہیں بچتی اور ہر سب کے ساتھ جہاد کرنا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۝ اے مخاطب جس بات کا تجکو علم (یقینی) نہیں (اٹکل پچو) اسکے پیچھے نہ ہولیا کر کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان سب سے قیامت کے دن پوچھ گچھ ہوگی۔ دوسری جگہ مذکور ہے۔ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ۝ خدا آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے۔ اور ان بھیدوں کو بھی جو لوگوں کے سینوں میں پوشیدہ ہیں۔

تیسری جگہ یہ ذکر ہے۔ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَإِن تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللَّهُ ۖ فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے اور جو تمہارے دل میں ہے اگر اسکو ظاہر کرو یا اسکو چھپاؤ۔ اللہ تم سے اسکا حساب لے گا۔ پھر جسکو چاہے بخشے اور جسکو چاہے عذاب دے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ شرمگاہ کے ساتھ جہاد یہ ہے کہ زنا اور لواطت نہ کرے۔ زبان کے ساتھ مجاہدہ یہ ہے کہ کفر نہ بکے اور جھوٹ نہ بولے کسی کی غیبت اور چغلی نہ کرے نہ کسی کے ساتھ تمسخر کرے نہ گالی دے نہ فحش بکے۔ نہ لعن وطعن کرے نہ نوحہ اور شور و شر کرے نہ مزاح و جدل و خصومت کرے۔ نہ کسی کا راز کھولے نہ باطل امور میں لگا رہے نہ کسی سے کچھ مانگے نہ بے کار سوالات کیا کرے۔ نہ دورخی بات کرے نہ بری بات کا حکم کرے نہ غلیظ کلام بولے نہ کسی کو بددعا دے کان کے ساتھ جہاد یہ ہے کہ جو بات سننے کے لائق نہیں اسکو نہ سنے۔ اور جب تک نفس امارہ مطمئنہ نہ ہوا ہو کسی قسم کا گانا نہ سنے۔ اور عورت کا گانا سننا تو کسی صورت میں روا نہیں۔ آنکھوں کے ساتھ جنگ کرنا یہ ہے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کرے اور کسی کی شرمگاہ کی طرف

نہ دیکھے۔ اور نہ کسی کی طرف بنظر حقارت نظر کرے۔ ہاتھ کے ساتھ جہاد یہ ہے کہ ناحق
کسی حیوان یا انسان کو نہ مارے نہ کسیکو قتل یا زخمی کرے نہ چوری یا خیانت کا مال اُٹھاوے
نہ دیوانہ اور نابالغ کا مال لیوے۔ نہ حیض اور جنابت میں مصحف یا دینی کتاب کو ہاتھ لگاوے
نہ کسی مال کو ہلاک یا غرق کرے۔ اور نہ کبوتر اور بٹیر اور مرغ کو ہاتھ میں پالے۔ اور شریف کام
بائیں ہاتھ سے اور رذیل کام دائیں ہاتھ سے نہ کرے۔ پاؤں کے ساتھ جہاد یہ ہو کہ معصیت
کی جگہ میں نہ جاوے۔ اور نہ کسی دعوت میں بلا طلب شامل ہو۔ اور کسیکو بے گناہ پاؤں سے نہ
مارے۔ نہ کوئی مال پاؤں سے ٹھکرائے شکم کے ساتھ جہاد یہ ہے کہ حرام مال نہ کھاوے۔
تمام بدن کے ساتھ جنگ کا حق یہ ہے کہ بیگانہ عورت سے بوس و کنار نہ کرے نہ ناچے اور نہ
کودے۔ حواس باطنی کے ساتھ جہاد یہ کہ بُرے خیالات دل میں پیدا نہ کرے نہ انکو یاد رکھے
غرض کہ قوت شہوت کے ساتھ جہاد فرض عین ہے اور اسکو جہاد اکبر اور اسی کو جہادِ نفس
بھی کہتے ہیں۔ شہوات کی افراط سے بڑے نقصان پیدا ہوتے ہیں۔ ایک تو جسمانی بیماریاں
پیدا ہوتی ہے جیسے سوزاک اور آتشک اور جذام وغیرہم۔ دوم اسکا بُرا اثر قلب پر پڑتا ہے
اور اس سے قلبی بیماریاں مثل کفر اور کبر اور اسراف وغیرہ پیدا ہوتی ہیں جو روح کو بگاڑتی
ہیں۔ اور اس سبب سے انسان کو دنیا اور آخرت دونوں میں سخت عذاب ہوتا ہے جسکو صوفیائے
کرام عذاب فراق اور اہلِ شرع دوزخ سے تعبیر کرتے ہیں۔ صوفیائے عظام بہ نسبت دیگر
جہادوں کے اس جہاد کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔ اور یہ جہاد بہت ضروری ہے۔ اب رہا یہ
مسئلہ کہ سلطنت بدن میں مجاہدین کون ہیں۔ اور معاندین کون ہیں۔ روح انسانی جوامر
ربی اور خلیفہ حق ہے وہ مجاہد اور عقل اسکا وزیر اور حکمت اور شجاعت اور عفت اور
عدالت اسکے ہتیار ہیں۔ اور نفس آمارہ اسکا معاند اور شیطان نفس آمارہ کا وزیر اور جہالت
اور جہل اور تہور اور جبن اور فسق و فجور اور ظلم نفس آمارہ کے ہتیار اگر خلیفہ حق کو غلبہ
حاصل ہو جائے تو اعضا مثل ہاتھ پاؤں اور قوے اور حواس اسکے تابع ہو جاتے
ہیں۔ اور بدن پر حکومت روح انسانی کی ہو جاتی ہے۔ اور نفس آمارہ مطیع ہو کر سلطنت
ہو جاتا ہے اور اگر نفس آمارہ غالب ہو جائے تو سلطنت بدن پر حکومت پا کر روح

انسان کو مغلوب کر دیتا ہے۔ اور عقل و قلب اور اعضا و قوٰے اور حواس تمام نفس امارہ کے تابع ہو جاتے ہیں۔ اگر غلبہ روح انسانی کا ہو تو یہ سعادت تام ہے اور اگر نفس امارہ کا ہو تو یہ شقاوت تام ہے۔ اور اگر برابر برابر ہوں تب بھی خیر ہے۔

تیسری فضیلت بدنی ہے اور وہ عدالت ہے۔ عدالت کی بارہ شاخیں ہیں (۱) صداقت (۲) الفت (۳) وفا (۴) شفقت (۵) صلۂ رحم (۶) مکافات (۷) حسن شرکت (۸) حسن قضا (۹) تودد (۱۰) تسلیم (۱۱) توکل (۱۲) عبادت۔ عدالت یا عدل سے نظام کے لیے امام عادل یا بادشاہ دادگر یا منصف گورنمنٹ مجاہد ہوتا ہے اور حکما و علما و فضلا اسکے مشیر۔ انصاف و عدل اسکے ہتیار۔ فوج و پولیس اور توپ تفنگ اسکے معاون ہوتے ہیں۔ چور و راہزن و باغی اور بدچلن اور خائن اور بدمعاملہ اسکے معاندین ہوتے ہیں۔ اور شیطان و بدمعاش معاندین کے وزیر۔ اگر غلبہ حکومت کو ہو تو رعایا برایا آسودہ اور ملک میں صلح و امن۔ اور معاندین کو غلبہ ہو تو رعایا برایا تنگ حال ملک میں لوٹ مار اور خونریزی اور فساد ہوتا ہے۔ اور بادشاہ یا حکومت کو حفظ امن کے لیے جو جنگ و جدل کرنا ہوتا ہے۔ سب جانتے ہیں۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی خیر و برکت دے اور آخرت میں بھی۔ اور ہمکو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

(حاجی) محمد اللہ کاکاخیل اویسی

۶۔ شعبان سے ۱۶۔ شعبان ۱۳۳۳ھ تک

خطیب کا چندہ نظام المشائخ کے خریداروں کے لیے بجائے ۱؎ سالانہ کے صرف ۱؎ روپے سالانہ اور بجائے ۲؎ ششماہی کے ۱؎ ششماہی رہیگا۔ خط لکھنے میں جلدی کیجیے اور اس اعلان کا حوالہ دیجیے ورنہ رعایت نہ کیجائے گی۔ حضرت خواجہ حسن **نظامی** صاحب کے مضامین دیکھنے منظور ہوں تو وہ اب خطیب کے سوا قریبًا کہیں نہیں ہوتے۔ آپکو خطیب کا فورًا خریدار بنجانا چاہیے۔

مینیجر خطیب و نظام المشائخ دہلی

۱۹۵۶

الارادت

ناظرین! آپنے صوفی مشرب حضرات کی زبان سے اور صوفیہ" علیہم الرضوان کی کتابوں میں **ارادت** اور **ارادتمند** کے الفاظ تو بار بار دیکھے ۔ سُنے ہونگے۔ لیکن شاید اس لفظ کے مفہوم و معانی پر غور نہ فرمایا ہوگا ۔ ارادہ لغتاً تو کسی شئے کی طرف توجہ کرنیکا نام ہے۔ لیکن حضرات صوفیہ کے یہاں خاص **توجہ الی اللہ** کے معانی میں مستعمل ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ لا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ اصحاب صفہ علیہم الرضوان کے بارے میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی ہے۔ یہاں ہمیں وہ قصہ مفصل بیان کرنا ضروری نہیں ہے۔ صرف یہ دکھلانا ہے کہ صوفیہ نے اپنی اصطلاح میں لفظ ارادت کو توجہ الی اللہ کے ساتھ اس آیہ کریمہ کے موافق مخصوص فرمایا ہے۔ جس میں خدائے پاک نے حضرات اصحاب صفہ "نفر از جماعت صحابہ" رضی اللہ عنہم کی صفت میں یریدون وجہہ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں ؎

اسی لفظ ارادت سے مرید مشتق ہے۔ اور اسی سے مراد ماخوذ۔ جو شخص متوجہ الی اللہ ہوتا ہے اسکو مرید کہتے ہیں۔ اور جو نائب ذات والاصفات مظہر اتم جناب ہادی السبیل ختمی مآب علیہ التحیات والتسلیم ہوکر مریدوں کو خدا کی راہ (طریقت) کی تعلیم دے اُسکا نام مراد رکھتے ہیں ؎

اگرچہ فی الحقیقت مراد و مقصود و نہایۃ و مرام' طالب مرید کا خدا کی ذات ہی۔ جیسا کہ "یریدون وجہہ" اسپر شاہد قوی ہے۔ لیکن چونکہ ایک اجنبی اور بے شناخت مسافر کا کسی راہِ دور و دراز سے بسلامت گزر کر مقصدِ اصلی اور نہایۃ مرام تک پہنچنا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن کے قریب ہے۔ خصوصًا بندہ کو خدا کی طلب کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ رات کو دن کی تلاش یا ظلمت کو نور کی جستجو۔ ایسی دشوار گزار راہ میں بغیر ہادیِ راہ و رہنمائے طریقت کے چلنا فضول اور قدم رکھنا لایعنی۔ اس لیئے مقصدِ اول طالب خدا کا مرشدِ راہ ہوتا ہے۔ اور اسیکو اُس کو

مراد اور انکو مرید کہتے ہیں اور جو نسبت مراد و مرید میں قائم ہوتی ہے۔ اُسکا نام ارادت رکھا جاتا ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں بزرگ کا مرید و طالب اور ارادتمند ہے +

بعض ذی علم حضرات کو اسمیں تامل ہوتا ہے کہ جب ہر بندہ خدا کے ساتھ یکساں علاقہ رکھتا ہے اور اُس محبوب حقیقی کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری طرف آہستہ چلتا ہے۔ میں اسکی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ جو ایک بالشت آتا ہے میں ایک گز چلتا ہوں۔ وہ خود ہادی مطلق و رہنمائے حقیقی ہے۔ پھر مرشد و ہادی راہ کی ضرورت کیوں اور کیا ہے۔ لیکن جب خدائی سنت و طریق تعلیم و دعوت الی اللہ کو غور سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدائے پاک نے ابتدائے آفرینش سے برابر اپنی طرف متوجہ کرنے کا طریقہ یہی اختیار فرمایا ہے کہ انہیں بندوں میں سے ایک پاک نفس و مطہر روح بزرگ کو برگزیدہ فرمالیا۔ اور اپنے احکام اوامر و نواہی بذریعہ وحی یا الہام اُسپر نازل فرماکر نبوت و رسالت یا ولایت و قربت سے سرفراز فرمایا۔ اس خاص بندہ نے تمام بنی نوع کو یا خاص اس شہر یا ملک کے باشندوں کو خدا کی طرف دعوت دی سیکڑوں تکالیف و مصائب دشمنانِ خدا کے ہاتھوں سے اُٹھائے۔ تب سالہا سال میں کچھ بندے خدا تک پہنچے۔

سالہا باید کہ تا یک مرد صاحبدل شود　　بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

جو انسان اُنکے مطیع و منقاد ہوئے۔ درجات اعلی پر نازل ہوئے۔ اور جو اُنکی راہ سے منحرف ہوئے اُنکے منکر ہوئے وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ اُنہیں منکرین انبیا میں سے بعض کفار و مشرکین کا یہ قول و اعتراض بھی تھا کہ یہ نبی (برحق) بھی انسان ہے اور ہم بھی انسان۔ خدا کے دربار میں سب کو برابر تعلق ہے۔ انکو ہمپر کیا فوقیت حاصل ہے۔ اور خدا و بندہ کے درمیان کسی دوسرے بندہ کے وسیلہ کی کیا حاجت ہے +

الغرض خدا کی طرف توجہ و ارادت کا درست ہونا اور خدا کے راستے پر چلنا خدا تک پہنچنا۔ تینوں امور میں خدا کے برگزیدہ و مقبول بندوں کی وساطت و ہدایت ہمیشہ سے ہمیشہ تک ضروری اور لازمی ہے۔ وہ خاص بندۂ خدا جو مرشد و ہادی مخلوق و طالبانِ خدا کا ہوتا ہے اُسکی اطاعت اور اسکی نافرمانی خدا کی نافرمانی۔ اُسکی بیعت خدا کی بیعت اُسکی

نصرت و امداد خدا کی نصرت و امداد. خود خدائے پاک نے مقرر فرمائی ہے. دیکھو ارشاد باری عز
من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ جس نے خدا کے رسولؐ کی فرمانبرداری کی اُس نے خدا
کی اطاعت کی +

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔ ید اللہ فوق ایدیہم = یا ایہا الذین
امنوا کونوا انصار اللہ +

غرض جس طرح وہ خدا کی ذات و صفات کے مظہر اتم ہیں اسی طرح اُنکی عقیدت و اطاعت
و ارادت خدا کی عقیدت میں شامل و داخل ہے حتیٰ کہ ایمان و اسلام میں جس طرح خدا کی وحدانیت
و الوہیت کا اقرار لسانی و تصدیق قلبی مشروط ہے۔ اسی طرح نبی و رسول کی رسالت کا اقرار و
تصدیق لازم و ضروری ہے۔ جس وقت کوئی بندہ خدا کی طرف متوجہ ہو کر زبان و قلب سے کہے اشہد
ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ " تو اس کلمہ کا دوسرا جزو " و اشہد ان محمد اعبدہ
و رسولہ " بھی کہنا اوسکا لازم ہے۔ ورنہ اسلام ندارد اور ایمان موقوف۔ اقرار الوہیت و
تصدیق رسالت کے بعد مرید مسافر۔ اسلام راستہ اور نبی رہنما و ہادی قرار پاتے ہیں چنانچہ مسافر
پر فرض ہے کہ جس رستہ سے مقصد کی طرف جانا چاہے اور جس ہادی کی تعلیم پر اس راہ سے
گزرے۔ اُس مرشد برحق کا اتباع و پیروی بدرجہ اتم کرے۔ ورنہ سیدھے سیدھے پہنچنا
محال۔ لہذا حکم ہوا کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اگر تم خدا
کی طرف متوجہ ہوتے ہو اور اُسکو محبوب رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ خدا تم کو بھی محبوب بنالیگا
اسیوجہ سے مدار تکمیل ایمان و ترقی درجات احسان اتباع سنت نبوی صلعم قرار پایا +

تیرہ سو سالہ اسلامی دنیا میں جسقدر حضرات اولوالعزم و مشاہیر صلحاء و اولیاء مقربان
بارگاہ الٰہی ہوئے یا ہونگے اُنکے مدارج علیہ میں افضلیت و مفضولیت بیشی و کمی اسی اتباع
نبوی صلعم کی کمی بیشی پر موقوف ہے۔ یوں اگرچہ دنیا میں بہت سے انسان دوسرے انسانوں
کے متبع و پیرو ہوتے ہیں۔ اور پیروی و اطاعت کے مختلف اسباب و وجوہ ہوا کرتے ہیں
مثلاً محکوم حاکم کی۔ غلام مولیٰ کی۔ زوجہ شوہر کی۔ خورد بزرگ کی۔ شاگرد استاد کی اور کمزور
زبردست کی اطاعت کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ تمام فرمانبرداریاں خود طبیعت کے خلاف مزاج

ہوتی ہیں یا اس تابع کو خاص دلچسپی اس اتباع سے نہیں ہوتی۔ یہی سبب ہے اکثر یہ اتباع تصری و رقمی ہوا کرتے ہیں۔ جس وقت وہ وجہ بیرونی معدوم ہوئی اتباع مفقود ہوا۔

البتہ ایسا اتباع جس میں متبع کو حظِ وافر و لطف مزید حاصل ہو جس قدر بیرونی کیا جائے شوقِ اتباع ترقی کرتا جائے۔ جیسے عاشق کا معشوق سے یا محب کا محبوب سے ہے

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن دل بدستِ دگرے دادن حیراں بودن

اسی بنا پر مرشدِ کل ہادی الامم المبعوث الی کافۃ الخلق جناب فخر بنی آدم صلعم نے ارشاد فرمایا

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ و الدنیا و ما فیہا

او کما قال صلعم۔ یعنی کوئی شخص تم میں سے کامل مومن جب تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ مجھ کو اولاد و مال۔ زن و فرزند۔ دنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب نہ رکھے جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں حضور کو اپنے نفس سے زیادہ محبوب نہیں رکھتا ارشاد ہوا کہ تمہارے ایمان کی تکمیل نہیں ہوئی۔ بس اتنا فرمانا تھا کہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رتبہ فدائی ہوگئی۔ اور آپ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اب میں حضور کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہوں حضور نے ارشاد فرمایا تو اب تیرا ایمان بھی کامل ہو گیا۔

غرضکہ اصلِ ایمان اور مدارِ وصولِ الی اللہ ہادیِ راہ و مرشدِ طریق کی الفت و عشق ہی اس لیے کہ یہی ذریعہ ہے اتباع کامل کا جو شریعت و طریقت میں ضروری و لابدی ہے۔

علاوہ ان واضح وجوہ و اقوال و احادیثِ نبوی صلعم کے حضرات پیشروانِ اسلام صحابہ کرام کے حالات اور واقعات صاف بتلا رہے ہیں کہ ارادت کس شے کا نام ہے۔ ہمیں تو کسی کو کلام نہیں ہو سکتا کہ یہ سب حضرات عاشقانِ خدا تھے۔ اور خدا کے سوا کسی دوسرے کو محبت یا انس یا توجہ میں شریک نہیں کرتے تھے لیکن ایسے ہی جس طرح کا عشق و جوش محبت جناب ختمی مآب صلعم کی ذات والا صفات سے ان حضرات کو حاصل تھا محتاجِ بیان نہیں ہے۔

ایک عاشقِ رسول حضرت بلال تھے کہ سخت سے سخت زحمتیں برداشت فرماتے تھے لیکن نامِ پاک احمد صلعم کا وظیفہ ترک نہ کرتے تھے آپ فرماتے ہیں کہ شبِ چہار دہم میں

کبھی حضورؐ کے رخ انور کو دیکھتا تھا۔ اور کبھی ماہ نالمتاب کے چہرہ کو۔ چاند کا چہرہ بمقابلہ حضورؐ کے رخسار کے جھائیں دار نظر آتا تھا۔ الغرض جسکو دیکھو عشق احمدی میں متوالا اور الفت محمدی میں سرمست نظر آتا ہے +

حضور فخر دو عالم صلعم کی ذات والا صفات سے تو عشق و محبت ہونا ضروری تھا۔ مگر خدائی ارشاد قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودة فی القربیٰ - نے اہل بیت اطہار و رشتہ داران جناب سرور عالم کا عشق و محبت بھی ضروری فرمادیا۔ یہی طریقہ سلوک و ارادت کا قرار پایا کہ ہر طالب خدا مرشد و ہادیِ راہ خدا کا، کامل متبع و پیرو، عاشق و محب، انکی اولاد و سجادہ و رشتہ داران حتےٰ کہ احباب و حاضران دربار، اُس قصبہ و دیار، بلکہ اُس شہر کے جانوروں تک سے محبت رکھے۔ اور اُنکی تعظیم و محبت اپنا فرض راہ تصور کرے۔ وہاں کا جانور نہ مارے۔ وہاں کے باشندوں کو معزز و مکرم جانے۔ جس طرح صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ارادت کے مقام میں کمال حاصل فرمایا تھا۔ اسی طرح اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ نے اُس مرتبہ میں سوخ دکھلایا

حضرت امنا امام الاعظم جناب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں درج ہے کہ ایک روز تعلیم دینیات کے وقت آپ بار بار کھڑے ہوتے تھے۔ تلامذہ میں سے کسی نے عرض کیا کہ خلاف معمول آج جناب کیوں بار بار قیام فرماتے ہیں؟ آپنے فرمایا کہ درِ تعلیم گاہ سامنے کچھ لڑکے کھیل میں مشغول ہیں۔ اُن میں ایک صاحبزادہ سید اولاد جناب فاطمہ زہرا بھی ہے۔ جو وقت وہ میرے سامنے آتا ہے میں اُسکی تعظیم پر مجبور ہوتا ہوں +

حضرات! ایک امام وقت مجتہد و فقیہ زمانہ کا یہ عمل ارادت کی اعلےٰ درجہ کی حقیقت بیان کرتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ جناب سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین قدس سرہٗ نے ارادت کا ثبوت اپنے عمل سے پیش فرمایا ہے۔ ایک دفعہ آپ کی خانقاہ میں محفل سماع منعقد تھی اور بہت سے حاضرین اور خدام جمع تھے۔ آپ بھی بار بار قیام فرماتے تھے۔ جناب امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے عرض کیا کہ خسرو تیرے بل بل جائے یہ آج کیا سانحہ ہے کہ حضور بار بار قیام فرماتے ہیں؟ سبحان اللہ۔ اُس مرید مطلق و مراد برحق نے ارشاد فرمایا کہ خسرو! میں نے اپنے مرشد و ہادی جناب شیخ الاسلام خواجہ گنج شکر قدس سرہٗ

سے کوچہ میں ایک کتا دیکھا تھا۔ آج اُسی شکل و صورت کا ایک کتا اپنے خانقاہ کے سامنے بیٹھا ہوا پایا۔ میں مرید اُسکی مشابہت کی وجہ سے تعظیم کو کھڑا ہوتا ہوں ؎

دریغاں بادہا خوردند و رفتند ۔ تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند

یہ ہے ارادت حقیقی اور تعظیم مرشد جس نے ان بندگوارون کو عموماً اہل اسلام سے ممتاز بنا کر کسیکو امام اعظم اور کسیکو سلطان المشائخ و محبوب الٰہی کا خطاب دلایا۔ اسی ارادت کے بارے میں لسان الغیب حضرت حافظ شیرازی رح فرماتے ہیں ؎

تا ز میخانہ و مے نام و نشان خواہد بود ۔ سر ما خاک رہ پیر مغان خواہد بود
بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود ۔ سالہا سجدہ صاحب نظران خواہد بود

حضرت مولانائے رومؒ کا ارشاد ہے ؎

چوں گرفتی پیر ہن تسلیم شو ۔ ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو
زرم گوید سخت گوید خوش بگیر ۔ تا کنی بر جملہ میرانت امیر

یہ اطاعت محض اسی بنا پر ہے کہ وہ مرشد راہ جناب ہادی الامم صلعم کے قدم بقدم ہے۔ گویا پیر کی اطاعت و محبت بعینہ جناب رسول مقبول صلعم کی الفت و فرمانبرداری ہے و من یطع الرسول فقد اطاع اللہ حکم ناطق قرآنی موجود۔ گویا پیر کی فرمانبرداری خدا کی اطاعت ہے۔ حضرت مولانا فرماتے ہیں ؎

خواجہ را در خواجہ خود محو داں ۔ خود مبین و خود مداں و خود مخواں
پیر و حق را زاحولی ہر کہ دو دید ۔ او مرید است فی الحقیقت نے مرید
چوں تو کردی ذات پیری اقبول ۔ ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسولؐ

لیکن آج وہ زمانہ آگیا ہے کہ نہ اس قسم کے مرید نہ ویسے اولو العزم پیران طریقت۔ فی زمانہ بجز اسکے کہ جس طرح ہم بذریعہ علم حدیث اقوال و افعال و احوال جناب رسالت مآب صلعم سے مستفید ہو کر حضرات محدثین علیہم الرحمۃ والرضوان کے زیر بار احسان ہیں۔ اسی طرح ان ہی اقوال اور افعال نبوی صلعم کی تفاصیل کے واسطے اولیائے اُمت و پیران سلسلہ کے ملفوظات و حالات سے فائدہ حاصل کریں۔ اور ان بزرگواروں کے استقلال و عبادات و معاملات توکل و صبر و رضا

قناعت و عزلت کے سوانح دیکھکر سبق حاصل کریں۔ اس غرض کے پورا کرنے کو عاجز خاکپائے
صوفیہ کرام نے ارادہ کیا ہے کہ ایک رسالہ **الہادی** نام ماہوار خانقاہ حضرت زبدۃ الاولیاء
قدوۃ العرفاء صاحب انوار آزادی جناب خواجہ عبدالہادی قدس سرہٗ امروہوی سرتاج سلسلہ
علیہ چشتیہ صابریہ ہادویہ کی طرف سے شائع کیا جائے۔ جس میں ان جناب موصوف الصدر کے
وہ ملفوظات جو شاہ نزہت علی صاحب بریلوی خلیفہ و مرید آنحضرت کے مؤلفہ ہیں اور جناب
شاہ سید عضدالدین صاحب قدس سرہٗ کی کتاب مقاصد العارفین اور جناب شاہ عبدالباری
صاحب امروہوی کے رسائل و حالات خاص طور پر درج ہوں۔ اور عام مضامین تصوف بھی جو
مفید ہوں درج کئے جایا کریں۔ اور اسپر باوجودیکہ یہ رسالہ تین جزو سے کم نہوگا۔ اور کاغذ لکھائی
و چھپائی عمدہ ہوگی۔ کل دو روپے آٹھ آنے ہدیہ ہوگا۔ فقط اسکی اشاعت میں اسیقدر دیر ہے کہ
شائقین فیض یافتگان سلسلۂ علیہ ہادویہ اسکی خریداری منظور فرماکر جلد سے جلد عاجز کو
مطلع کریں۔ وما علینا الا البلاغ۔

حکیم محمد اسرارالحق صدیقی ہادوی از امروہہ

مشاہیر مشائخ ہند

جس کا سلسلہ گزشتہ اشاعت سے سیرۃ الحبیب کے اختتام کے بعد شروع کیا گیا ہے
انشاءاللہ ایک ایسی مفید و قابل قدر کتاب ہوگی جس کی ضرورت طبقۂ صوفیاء میں عرصہ سے
محسوس ہو رہی تھی۔ جناب مولوی محمد شفیع الدین خاں صاحب ایم آر اے ایس مراد آبادی
کی طبع رسا اور آپ کا حسن انتخاب ہی اس امر کی کافی ضمانت تھی کہ جو کچھ آپ ہدیۂ ناظرین
کرام فرمائینگے ضرور لائق داد ہوگا۔ مگر ایک ہی نمبر نکلنے پر اس نے خریداران رسالہ سے جو
خراج تحسین وصول کرنا شروع کر دیا ہے۔ وہ کتاب کی عمدگی اور مقبولیت کا مزید ثبوت ہے
اسوقت تک جو خطوط اسکی تعریف و توصیف میں موصول ہوئے ہیں۔ انپر قیاس کرکے ہمیں امید ہے
کہ خدا چاہے تو یہ کتاب بھی سیرۃ الحبیب سے کچھ کم پسند نہ کیجائیگی۔ و باللہ التوفیق۔

(ایڈیٹر)

بصائر و حِکَم

اسلام کے مقررہ قوانین ایسے مطابق عقل واقع ہوئے ہیں کہ ہمارے معترضین خواہ بغض و عناد سے کتنے ہی پادر ہوا اور فضول اعتراض کیوں نہ تراشتے رہیں مگر آخر کار انہیں اسلامی احکام کی پیروی کرنیکے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا ۔

صدق و حق لاکھ پردے میں رہے مگر اسکا دلکش حسن ضرور ہی عالم آشکارا ہو کر لوگوں سے خراجِ تحسین وصول کرتا رہتا ہے ۔

ہمارے نبی امی (روحی فداہ) نے جبرئیل امین (علیہ السلام) کی وساطت سے عالم الغیب والشہادۃ کے زیرِ تعلیم رہکر جو دقائق و حقائق دنیا کے سامنے پیش کئے ہیں وہ ایک زین فطرت کی جو داغ بیل ڈالی ہے ۔ گو زمانہ نے اس تیرہ سو سال کے عرصہ میں کئی ایک پلٹے کھائے خیالات و رسوم عادات و اخلاق میں متعدبہ اختلافات ظہور پذیر ہوئے ، موجودہ تہذیب تمدن اور گزشتہ طرزِ معاشرت میں کوسوں کا فرق پڑا ۔ لیکن ایک باخبر انسان اب بھی دنیا کی نجات ۔ دنیا والوں کے فوز و فلاح اور سکانِ ارض کی بہبودی کا راز اسی ایک امی و یتیم (صلعم) کے ارشادات و احکام کی پیروی میں مرکوز و مضمر دیکھیگا جسے حاسد لوگ جادوگر اور دیوانہ ایسے خسیس اور حقیر ناموں سے موسوم کرتے تھے ۔ مگر ہمارے معبودِ حقیقی نے اپنے برگزیدہ اور منظورِ نظر رسول مخبرِ صادق (صلے اللہ علیہ وسلم) کی باتوں کو وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی کے معیار میں لا کر آپ کی صداقت اور راست گفتاری پر ایک مہر ثبت کردی ۔

وہ زمانہ تو جاہلیت کا تھا ، لوگ علوم و فنون سے بے بہرہ تھے اور ہمیشہ جہالت اور ضلالت میں منہمک رہنے کی وجہ سے انہیں اسلام کے عقائد و خیالات ایک نئی اور نرالی صورت میں نظر آئے ۔ ان کی متجسس نگاہوں نے انسانی مسلمہ عادت جدت پسندی کے اقتضاء سے چھان بین تو کی مگر اسلام جیسے بااصول اور جہان بھر کے مجموعہ محاسن مذہب کی حقیقت کو

انکی ظاہر بین آنکھیں مشاہدہ نہ کر سکیں۔ اور انکے سہل گیر عقول اسلامی نکات و رموز کے سمجھنے سے قاصر رہیں اور ایک بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر بہت سے تحقیق حق کے مقابلہ پر اتر آئے۔ آخر الامر الحق یعلو ولا یعلیٰ حق کی فتح اور باطل کی شکست ہوئی اور نبی امی ربانی نے دوامی اپنے تجویز کردہ قوانین و دفعات پر عمل پیرا ہونے سے وہی عرب کے باشندے جو بے علمی کے خطرناک گڑھے میں پڑ کر دنیا و مافیہا سے بےخبر اور تہذیب و شائستگی کی صورت تک سے ناآشنا محض تھے۔ دنیا کی مہذب ترین اقوام کے استاد بنے۔ اور موجودہ انصاف پسند مہذبانِ یورپ و دانایانِ فرنگ کو ان کی شاگردی پر فخر و ناز ہے +

خیر وہ تو ایک تاریک زمانہ تھا اور وحشیانہ حرکات و عادات جو طبیعت میں راسخ ہو گئی تھیں۔ اُنکے ازالہ کے لیئے عرصہ درکار تھا۔ اور جوں جوں عرب کے گنوار مذہب اسلام کے فوائد و برکات سے آگاہ ہوئے وہ اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تابعدار اور جان نثار گرویدہ احسان اور رہینِ منت ہوتے گئے۔ مگر غضب تو یہ ہے کہ آجکل کے علم بردارانِ تہذیب و تمدن جو اپنے علمی کمالات و اکتشافات ایجادات و اختراعات کے آگے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے (اور ایک حد تک انکے یہ فخریہ دعاوی قابل تسلیم بھی ہیں) محض تعصب اور ہٹ دھرمی کی بنا پر اسلامی ارکان پر تمسخر اڑاتے ہیں۔ اور بعض مادہ پرست تو یہاں تک بڑھے ہیں کہ اسلام بجائے خود رہا۔ نفس مذہب ہی کو ایک ڈھکوسلا اور انسانی خانہ ساخت بتاتے ہیں۔ اور صرف اپنی ناقص عقول سے کام لیکر خدا کے وجود سے بھی قریبًا منکر ہیں۔ اور ایک مادہ کو ہی مختلف الانواع ہیئتوں اور صورتوں میں مبتدل و متشکل مانتے ہیں +

مگر ہمیں یہاں اُن دہریہ اور بے دینوں سے بحث نہیں۔ ہمارا روئے سخن اُن پیروانِ دینِ مسیحی اور رہروانِ مسلک عیسوی کی طرف ہے جو خواہ اپنے مذہب کے احکام کی پورے طور پر تعمیل نہیں کرتے۔ الّا انسانیت کے اعلےٰ اوصاف سے متصف ہونے میں مذہب کو بہت کچھ دخیل سمجھتے ہیں۔ اور بعض بعض اپنے دین کو دوسرے ادیان پر ترجیح دینے کے لیئے اپنے قیمتی اوقات کا کوئی نہ کوئی حصہ بھی وقف کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں +

ترک مَینوشی

متمدن یورپ کے عقائد میں شراب خوری کوئی عیب ہی نہیں۔ یورپ کے شہروں میں شراب
کی بکری اس کثرت اور افراط سے ہوتی ہے جسکے صرف محاصل کی آمدنی کروڑوں پونڈ تک جا پہنچتی
ہے۔ سوسائٹی کی محفل منعقد ہونے نہیں پاتی۔ کوئی دعوت پرلطف نہیں سمجھی جاتی جس میں اس
ام الخبائث کے دور نہ چلتے ہوں۔ اور یورپ کے تہذیب یافتہ جن کی ہیں بھی اسکا استعمال
کیا جاتا ہے۔ ایک ایک دن میں دس دس بارہ بارہ جام شراب کے چڑھا جاتے ہوں۔ بعض بعض
ڈاکٹروں نے انہیں کثرت مے خوری سے منع بھی کیا۔ دل و دماغ پھیپھڑہ و آلات معدہ پر برا اثر
منشی و مسکر مواد باطنی تباہ کن و مہلک ہے اور مخرب اخلاق کا جو غیر خوش کن اثر پڑتا ہے۔ اس کے
نقائص وغیرہ سے آگاہ کیا مگر یہ صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانے میں۔ کوئی فرد واحد
اس کا مرتکب ہوتا تو بھی اسے روکنا آسان تھا۔ یہاں تو غریب سے لیکر امیر تک اور مزدور سے لیکر پارلیمنٹ
کے ممبر تک ایک ہی نشہ کی ترنگ میں غرق ہوئے پڑے ہے ۔

یورپ کی اس آزادانہ و بیباکانہ بادہ خواری کا اثر صرف وہاں تک محدود نہ رہا مفتوحہ ممالک
پر بھی بالواسطہ پڑا۔ اور ہمارا ہندوستان بھی اس اندھا دھند اور بیجا تقلید میں کسی سے پیچھے
نہ رہا۔ اور یہاں بھی بادہ صہبا کے دور چلنے لگے۔ جب حیرانی تھی کہ اسلام تو اس دخت رز کو
نہایت حقارت اور تنفر کی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ اور مجموعہ قوانین قدرت (قرآن کریم)
میں جا بجا اسکی ممانعت آئی ہے۔ اور شارع علیہ السلام نے اس ام الخبائث کے مضرات اور قباحت
اور استدلال سے بیان فرمائے ہیں کہ کسی انکار اور تاویل کی گنجائش نہیں رہی۔ اور شارب خمر
پر شریعت غرا کے رو سے حد بھی مقرر کی گئی ہے۔ لیکن آجکل کچھ اور ہی رنگ ڈھنگ ہے۔ ایک
رند خرابات سے لیکر حضرت قاضی تک کی پگڑی بھی میخواروں کی محفل میں اچھلتی نظر آتی ہے
آخر قدرت کے مقررہ قانون کی حکومت کا وقت آیا اور متمدن یورپ نے امن کے فرشتہ کو
تہ تیغ کر کے حرب و قتال۔ جنگ و جدال کی بنیاد ڈالی۔ اور دیکھتے دیکھتے کرہ ارض آتشیں آلات
حرب کے طفیل آگ اور دھوئیں سے تیرہ و تار ہو گیا۔ اور خون کی ندیاں ہر طرف بہ نکلیں۔ اب ہر ایک
سلطنت کو اپنی مملکت کے تحفظ و بقا کے لیے فریق مخالف سے بڑھ کر آلات حرب و ضرب
کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ کیونکہ آجکل فتح و شکست کا سارا دارومدار اسلحہ کی قوت و کثرت

پر ہے۔ اور جسکے پاس اثر در دہاں توپوں کی افراط اور بندوقوں۔ مشین گنوں اور دستی بموں کا ذخیرہ کافی ہوگا۔ وہی اپنے حریف کو شکست دے سکیگا۔ ازمنۂ ماضیہ کا تہور و شجاعت زور و ہمت اب کسی کام کا نہیں۔ غرض اب ارباب حل و عقد کی توجہ اگر ایک طرف عساکر و افواج کے اجتماع و فراہمی اور انکی خوراک کے سامان بہم پہنچانے کی طرف مبذول ہو رہی ہے تو دوسری طرف آلات حرب کی تیاری میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ عالمگیر دار و گیر کی وجہ سے جہاں صنعتی و تجارتی دکانیں اور کارخانے بند پڑے ہیں وہاں اسلحہ کی ورکشاپیں بلحاظ کارکنوں اور مزدوروں کی بیشی کے پہلے سے کہیں زیادہ آباد اور بارونق نظر آتی ہیں +

مگر اس شراب خانہ خراب کی لت کچھ ایسی پڑ گئی ہے کہ مزدوری پیشہ جماعتیں بھی مخمور ہو کر اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی میں کوتاہی کرنے لگیں۔ اور مدبرانِ انگلستان کو اسکا چارہ کار صرف یہی نظر آیا کہ شراب نوشی کا قرار واقعی استیصال و انسداد کیا جائے۔ یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ اور سارے ملک کی مسلمہ عادت و رواج کو توڑنا بہت کچھ اہمیت رکھتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے حکمت عملی سے کام لیکر پہلے شاہ انگلستان ہز مجسٹی خاص سے توبہ کرائی۔ اور ملک معظم نے ترک مے نوشی کا پر زور اعلان کر دیا اور رفتہ رفتہ اور بھی بہت سے امرا و وزرا حتے کہ مزدوری پیشہ افراد بھی اس اعلان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ اور جس غرض کے لیے یہ سلسلہ جنبانی کی گئی تھی۔ اُس میں معتد بہ کامیابی ہوئی۔ علی ہذا القیاس روس اور فرانس کے اصحاب بست و کشاد بھی اس ام الخبائث نے جو کچھ رکاوٹیں اور مزاحمتیں انکی رفتار ترقی میں ڈال رکھی ہیں۔ ان کے دور کرنے کے لیے ہمہ تن ساعی ہیں۔ اور عملی طور پر شراب کے برخلاف جدوجہد شروع ہو گئی ہے ہمیں اس سے سروکار نہیں کہ ترک مینوشی کا مسودہ ہنگامی طور پر طے پایا ہے یا ہمیشہ کے لیے اس کا استیصال کیا جائے گا۔ ہم تو صرف اسلامی نقطۂ خیال سے دین حق کی فتح اور مخالفین و معاندین اسلام کی بعد از خرابی اس کے احکام کی تعمیل میں سرنگوں ہونے اور اسکے بغیر کوئی راہِ فرار نہ دیکھنے کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔ اور اسلام کی صداقت پر اس مثال کو بطور حجت و برہان پیش کرتے ہیں + ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الالباب +

(باقی) فقیر فضل شاہ از جلالپور شریف

غریبوں کا بھی کوئی آسرا
ہوتا
تو کیا ہوتا؟

اگر ہو۔ تو خدا ہوتا۔ جس نے سورج کی روشنی۔ دریا کا پانی۔ ہوا۔ آگ۔ مٹی۔ سب کو برابر دی تھی۔ امیر غریب۔ چھوٹے بڑے کا امتیاز نہ کیا تھا۔ مگر اس نے اپنے وجود کو مخفی کر لیا۔ مخلوق کا سہارا اور آسرا بنا۔ مگر پردے کے پیچھے رہ کر۔ نظروں سے پوشیدہ ہو کر۔ اسے بت بنا تھا ظاہری ذریعہ پر مٹنے والا۔

اس لیئے کشمکش ہونے لگی۔ کوئی بڑا بن گیا کوئی چھوٹا رہ گیا۔ کسی نے اتنی دولت پائی جس کی تھاہ نظر نہ آئی۔ کوئی رات کی روٹی کو ترسا۔ اگرچہ رزق کا مینہ گھر گھر برسا۔

میں نے اپنے ملک پر نگاہ دوڑائی تو ایک عالمگیر بے قراری سامنے آئی۔ کوئی نائی کہلاتا تھا۔ پاؤں دباتا۔ فولن سر پر اٹھاتا۔ حجامت بناتا۔ کمین کہلاتا۔ کوئی قصائی تھا صورت آدمی کی رکھتا تھا۔ مگر ذات میں ہیٹا مشہور تھا۔ کوئی چمار تھا۔ چوہڑا تھا۔ کھٹ بنا تھا۔ غرض بڑے اور چھوٹوں کی بھیڑ تھی۔

پوچھا بھئی۔ انسانوں میں یہ فرق کیسا؟ جواب ملا۔ قدرت کا یہی دستور ہے۔ کسیکو سنواتی ہے کسیکو بگاڑتی ہے۔

خدا نے پکارا نہیں۔ تمہاری تکلیفیں خود تمہارے ہاتھوں میں ہیں۔ محنت کرو تو بڑے بنوگے میرے قبلہ میں کسب و کرم کی پوچھ ہے۔

نائی نے کہا۔ اے خدا۔ آج عربی میں یہ حکم سنتا ہے اور کل سنسکرت میں منوجی کی زبانی یہ حکم بھجوایا تھا کہ برہمن میرا سر ہے اس لیئے علم و عقل کا کام وہ کریں۔ چھتری میرے بازو میں

جنگ اور حکمرانیاں انکے حصہ کی۔ ویش ہیر اشکم ہیں۔ لین دین۔ کاروبار اِنکے ذمہ۔ شودر سیدھے پاؤں ہیں۔ خدمت چاکری اِن کا کام +

خود ہی ذات پات کی قید لگاتا ہے۔ پھر نئے نئے حکم تبدیلی کے سُناتا ہے۔ خدا نے اپنے عربی بندے سے کہلوایا۔ نہیں تمہاری سمجھ کا پھیر تھا۔ میں نے کام بانٹے تھے۔ ذات تقسیم نہیں کی۔ تم سب ایک ہو۔ بشرطیکہ نیک ہو۔ بد میرے ملک میں سب سے چھوٹا۔ نیک سب سے بڑا +

یہ باتیں سنکر ایک خاکروب گری میں جھاڑو دیتے دیتے ذرا سیدھا کھڑا ہوا۔ پسینہ میں غرق آنکھوں کو آسمان کی جانب اُٹھایا۔ اور کہا۔ یہ تو بتا۔ ہمارا آسرا کون ہے صبح سے دوپہر ہو گئی۔ غلاظت اُٹھائی۔ جھاڑو دی۔ کمیٹی کے جمعدار کے ڈنڈے کھاتے۔ گالیاں سُنیں۔ اب گھر جاتا ہوں میلی کوٹھڑی میں پڑنا ہوگا۔ جھوٹے ٹکڑے۔ سڑی بسی دال کھانے کو ملے گی۔ گرم پانی پینے میں آئیگا اُدھر دیکھ۔ یہ امیر ہیں۔ رات بھر بجلی کے پنکھوں میں سوئے۔ آٹھ بجے جاگے۔ انگڑائی لی آنکھیں ملیں۔ نوکروں کو صلواتیں سنائیں۔ ناشتہ کیا۔ بیت الخلا گئے۔ نہائے۔ پھر آراستہ کمرے میں آئے۔ شطرنج کا دور ہوا۔ کھانا کھایا۔ گانا سُنا۔ سو گئے۔ شام کو ہوا خوری کے لیے موٹر آئی۔ نیند و منگائی۔ غرض کوئی گھڑی محنت و تکلیف کی نہ پائی +

ایک وہ، ایک میں۔ دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہے +

خاکروب کا شکوہ ختم نہ ہوا تھا کہ سامنے بیگاری چمار آیا۔ سر پر بوجھ۔ دھوپ میں ننگے پاؤں۔ ساتھ میں سپاہی۔ جلدی چلنے کا تقاضا۔ اُس نے دیکھا کہ خاکروب اور خدا میں گفتگو درپیش ہے تو اُس نے بھی آہ کی صدا میں آمین پکاری۔ اور کہا۔ ہے میرے باری ہے میرے باری۔ دو وقت سے بچے بھوکے ہیں۔ اندھی ماں بخار میں بلبلا رہی ہے۔ گھر سے روزی کی تلاش میں چلا تھا کہ اِس فرشتہ کے ہاتھ میں پڑا۔ اِس نے طمانچے بھی مارے۔ بُرا بھلا بھی کہا۔ اور جانور کی طرح ہانک کر خبر نہیں کہاں لے چلا +

اتنے میں ایک برقعے والی پاس سے گزری۔ دامنوں میں سیکڑوں پیوند۔ ٹوٹی ہوئی جوتی بغل میں ٹوپیوں کی پنجی۔ بازار گئی تھی۔ بیوپاری نے خریدنے سے انکار کیا۔ اور کہا مندا ہے لڑائی کے موسم میں کسی چیز کی نکاسی نہیں۔ حیران پریشان گھر چلی ہے۔ یتیم بچوں کی بھوک۔ اپنی بیکسی کا

خیال کرتی ہے۔ آنکھوں میں آنسو اُبلے چلے آتے ہیں۔

ورنہ بادیوں کو دیکھکر وہ بھی پروردگار کی ذاتی دست گذار ہو گئی۔

جب عرضیاں گزریں تو عدالت آسمانی نے بغیر تحقیق جاری کیے دروازہ کھولا اور کہا بیچ سے بادیوں نے سر تکلیف کے بعد راحت سے میرے دفتر میں اپنے عیش بھی لکھے جاتے پر اور غریبوں سے حساب بھی نہ لئے ذرّے ذرّے اور تنکے تنکے پر غور ہوتی ہے۔ اس دنیا میں بھی عوض ہماسے امانت کے واسطے نا معروف کی فراہمی ہوتی ہے۔ بے انصافی نہ ہوگی جسکو یہاں نہیں ملا وہاں ملیگا جو یہاں پایا اُسکو وہاں کچھ نہیں۔

فریادیوں نے کہا ہم محنت و مفلسی کی شکایت نہیں شکوہ اسکا ہے کہ امیر ہم کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں۔ پاس نہیں بٹھاتے۔ بات نہیں کرتے آدمی نہیں سمجھتے ستاتے ہیں دھکاتے ہیں۔ اور بعض ہمارے ساتھ کتّے سے بد تر برتاؤ کرتے ہیں۔

یہ سنکر آسمان رونے لگا۔ ہوا سہم کر دم بخود ہو گئی۔ فرشتوں نے کہا اشارہ پاتے ہی دوزخ کے انگارے برساتے۔ دوزخ بھی جوش میں بھری ہوئی سانپ بچھو ڈس دینے پر آمادہ کیا جنت نے دروازے بند کیئے ایسے امیروں پر حرام ہے ہمارے نظارے۔ آسمان چاہتا ہے جب مسیح نے غیرت خداوندی کو جوش میں دیکھا تو وہ بھی تھرّا گئے گرچہ ممنون کہ انکی امت کی کثیر فوج جلال کی دور تک نظر آئی جس نے ہزاروں غریبوں کو سہارا دیا تھا۔ تاہم وہ ڈرے کہیں آج ہی یہ سوال نہ ہو جائے کہ کیسا ہی تم نے ان سے کہا تھا کہ مجھے خدا کا بیٹا کہنا۔ اُس وقت کیا جواب دونگا شرم کے مارے گردن جھک جائے گی۔ غریب پروری کی۔ مگر خدا نے یکتائی راستہ سے بھٹکا دیا۔

زمین پر جب غضب الٰہی کی شعاعیں نمودار ہوئیں۔ بصیرت والے گھبرا گئے۔ امیروں اور خود سروں مغروروں پر دہشت چھانے لگی کلیجہ پر ہاتھ رکھکر غریبوں کی تکلیف محسوس کرنے لگے۔

یکایک حجاز سے برقابی خبر آئی۔ ایک بڑے سلطان نے ہمت بندھائی۔ لکھا تھا مجبوروں کا آسرا میں ہوں۔ لاچاروں بے سہاروں کا سہارا میں ہوں۔ ایک غریب عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھی روٹی کھاتی تھی۔ خدا نے بادشاہ بنایا۔ مگر میں نے رعیت کی طرح وقت گزارا۔ مسکینوں میں رہا مسکین بنا۔ اور مسکینوں میں حشر کی تمنا کی۔

تو تم میرے ہو۔ تم چمار ہو یا بھنگی۔ نائی ہو یا قصائی۔ کُنجڑے ہو یا جلاہے۔ پھٹے حال ہو مفلس کنگال ہو۔ مگر میرے دل کی ٹھنڈک اور فرزند نونہال ہو۔ تم کو گلے لگاؤں۔ پیار کروں۔ نہلاؤں پاؤں دباؤں۔ پنکھا جھلوں۔ آپ پیچھے کھاؤں۔ پہلے تمہیں کھلاؤں۔

اے خدا کو ایک مانو۔ اُس کی مرضی پر چلو۔ پھر تم میرے راج دُلارے ہو۔ آنکھوں کے تارے ہو۔ روپیہ پیسہ کیا چیز ہے۔ مجکو ایمان عزیز ہے۔ ایمان عزیز ہے کہتا حسن نظامی ہے۔ کہتا ہر عبدکی غلامی ہے ذات پات کی قید اٹھاؤ۔ مغل۔ سید۔ پٹھان کا نام مٹاؤ۔ کمینوں کو۔ اچھوتوں کو پاس بلاؤ۔ بیٹیاں دو۔ ساتھ کھلاؤ۔ اُن کا آسرا بنوگے تو خدا کو پاؤگے۔ ورنہ ہاتھ ملتے قبر میں جاؤگے۔

حسن نظامی نے گردن جھکائی۔ اپنے مالک۔ اپنے داتا کی مرضی سرآنکھوں پر اٹھائی۔ پہلے خاکروب کے قدم لیئے۔ اُس کی کوٹھری میں خس تر بچھایا۔ اور ساتھ بیٹھکر جھوٹی روٹی اور باسی دال کا نوالہ کھایا میرا بھائی میرا بھائی کہکر جی بڑھایا۔ پھر بیگاری چمار کے گھر پہنچا۔ اپنا کھانا اُسکے بچوں کو بانٹا۔ اُسکی نابینا ماں کو دوا پلائی۔ اور جب تک اُسکا لال بیگار سے اُلٹا نہ پھرا۔ اسکا جی بیمار چماری کو پنکھا جھلنے اور پاؤں دبانے سے نہ بھرا۔

بُرتھے والی عورت کا گھر یاد تھا۔ لوگوں سے کہا۔ اِسکی ٹوپیاں خریدو۔ شریف ہی۔ خیرات نہ لےگی۔ اِسکا دل نہ ٹوٹے۔ ایسی مدد کرو۔

جہاں پناہ۔ ہز میجسٹی۔ امپرر دوجہاں۔ خاقان الانس والجان۔ سلطان العرب والعجم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گورنمنٹ ناظر غیب تھی۔ اِس نیت کی کارگزاری سے مسرور ہوئی۔ سبز نشان انعام میں بھجوایا۔ اور فرمایا۔ اِسکو کھڑا کرو۔ اور غریبوں سے کہو۔ یہ ہی تمہارا آسرا ہے۔ یہ ہے تمہارا سہارا۔ یہ ہے تمہارا ٹھکانا۔ اِسکے نیچے آؤ۔ پھر کوئی تم کو ذلیل وحقیر نہ کہہ سکیگا کسیکو پاس بٹھانے۔ ساتھ کھلانے سے عار نہ ہوگا۔

یہ جھنڈا وحدت کا ہے۔ یہاں دوئی نہیں۔ سوائے یہاں کے اور کہیں یک سوئی نہیں ہے۔

کوئی ہے جو حسن نظامی کیطرح اس حکم پر ایمان لائے۔ اور بھنگی چماروں کیساتھ کھانا

ہمانے کو آمادہ ہو جاسے جس کو انکار ہوگا۔ قہر خدا کا منزاوار ہوگا۔ زمین اسکو نگل جانے کی قدرت رکھی چھین جائے گی۔ عزت اسکی مٹ جائے گی۔ وہ بد سے بدسوا ہوگا۔ یہ سب سنے پیچھے سے کیا ہوگا +

کہو۔ انسان کا جسم اندہ نہیں۔ **اگر ظاہری ناپاکی** نہ ہو۔ تو ہر ولد آدم پاک ہو۔ شاہ و گدا مساوی بحکم شہ لولاک ہے۔ غریب کے آگے جھکو۔ متکبر امیر کے سامنے اکڑو۔ ٹوٹے دل کو جوڑو سنگین دل کو توڑو +

جب غریبوں کا یہ آ۔ا۔ پیدا ہو جائے گا۔ پھر دیکھنا۔ مسلمانوں کے تمدن۔ سیاست وغیرہ میں انقلابی مزا آئے گا۔ اور اسوقت اس سوال کا جواب سمجھ میں آ جائے گا اگر غریبوں کا بھی کوئی اسرا ہوتا تو کیا ہوتا۔ جب علم منبر کے نیچے کا ہر بہادر بتائے گا کہ یہ ہوتا۔ یہ ہوتا۔ یہ ہوتا +

(خطیب) حسن نظامی

روزنامہ سفر مصر و شام و حجاز

معمور فطرت و مولائے سخن حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کا وہ مقبول خاص و عام سفرنامہ جس میں حضرت ممدوح نے مصر و شام و حجاز وغیرہ کے عجیب و غریب حالات تفصیل کے ساتھ قلمبند فرمائے ہیں۔ طرز تحریر نرالا۔ انداز بیان انوکھا۔ اردو میں ایسی پُرلطف عبارت اور دلچسپ معلومات کا سفرنامہ شائع نہیں ہوا۔ غرض بلاد اسلامیہ کی سچی تصویر ہے۔ تقریباً تیس فوٹو عکسی ہیں جن میں فرعون کی لاش اور حضرت یوسفؑ کی تصاویر عجیب چیز ہیں۔ آخر میں وہ مخفی اعمال اور نسخہ کیمیا و تعویذات ہیں جو حضرت خواجہ صاحب کو ممتاز مشائخ سے اس سفر میں حاصل ہوئے ہیں ولایتی کاغذ پر نہایت خوشنما چھپا ہے۔ حجم ۲۱۶ صفحہ قیمت بالتصویر صرف عہ بلا تصویر عہ +

تسخیر مہر و قہر یعنی اعمال حزب البحر جو حضرت خواجہ صاحب کو ہندوستان کے نامور مشائخ سے اور مصر۔ بیت المقدس۔ دمشق۔ مدینہ منورہ مراکو وغیرہ کے شہرہ آفاق عاملوں سے دستیاب ہوئے ہیں قیمت ۸ر

روزنامچہ ہندوستان - بمبئی کے نظارے۔ سومنات کی سیر۔ احمد آباد گجرات و کا نہیاواڑ کے اولیائے کرام کے مزارات۔ آغا خانی و امام شاہی مخفی تحریکوں سے تذکرے ضخامت ۱۲۰ صفحہ قیمت ۸ر

(منیجر نظام المشائخ دہلی سے منگائیے)

٦ش

عجائب القلب

ان لوگوں کا ذکر نہیں، نہ اُن حضرات سے مخاطبہ جنکو اسوقت زندگی کی مادی ہستی کے سوا اور کسی طرف توجہ نہیں ہوئی۔ کیونکہ اُنکے لیے کسی ایسی حقیقت کا انکشاف جسکا وجود ہی اُنکے نزدیک نہیں ہے، یا اگر ہے تو اپنے مشاغل محویہ میں اُسکو یکسر محو کر چکے ہیں، ایسا ہی ہے۔ جیسا اسوقت ہمارے سامنے کوئی یہ کہے کہ ایک زمانہ وہ آنیوالا ہے۔ جب خود انسان بلا کسی آلہ پرواز کے سامنے جو سما میں اُڑنے لگیگا۔ ممکن ہے کہ یہ صحیح ہو اور اسکی صحت کے خلاف ہمارے پاس کوئی کمزور سے کمزور دلیل بھی نہ ہو۔ لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ شخص جسکو ظاہری اصول حرکت و سکون بھی نہیں معلوم وہ علم جرِ ثقیل کے ایسے مہتم بالشان مسئلہ پر کسی لکچر یا خطبہ کا سننا کیونکر گوارا کرے گا۔ اسی طرح وہ حضرات جنہوں نے روحانیت سے کبھی سروکار نہیں رکھا اور جنہیں یہ کبھی نہیں معلوم ہوا کہ انسان بلا کسی امداد مادیت کے بجائے خود ایک مستقل تماشہ گاہ اک مرکز نیر نجات، اک طلسم آباد وجود، اک کارگاہ تصور و خیال ہے، وہ ایک لمحہ کے لیے بھی کسی ایسے ذکر سے دلچسپی نہیں لے سکتے، جو اُنکے داعیات طبائع کے خلاف ہو۔ اسی لیے میں نے لکھا کہ میرا مخاطبہ ایسے حضرات سے نہیں ہے۔ اب غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ گروہ نکل گیا تو پھر ہمارا مخاطبہ کس سے ہونا چاہیئے۔ اور کس سے ہو سکتا ہے۔ ہونا چاہیئے۔ تو اس طبقہ سے جس سے دنیا کی عمر کا کوئی حصہ اسوقت تک خالی نہیں رہا۔ اور اب بھی خالی نہیں ہے۔ یعنی گروہ صوفیہ لیکن افسوس معلوم ہوتا ہے کہ مادیات کے مقابلہ میں اس طبقہ کو جیسی شکست ہوئی ہے ناقابل بیان ہے اور ہونی بھی چاہیئے تھی۔ کیونکہ حقیقتاً مادیت کا مدمقابل اگر کوئی ہو سکتا تھا۔ تو وہ یہی طبقہ اور اسی طبقہ کا درس تھا اور ضرورت تھی کہ وہ اپنے حریف کے مقابلہ میں اُنہیں تدابیر سے کام لیتا جو ہمیشہ اُس نے اس گروہ کی شکست کے لیے اختیار کیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دشمن غالب آگیا۔ اس لیے کہ اُسے حقیر سمجھا گیا۔ حریف بڑھ گیا۔ اس لیے کہ اُسکا انسداد نہیں کیا گیا۔ اور انسداد کیا کیا جاتا جبکہ خود وہ حقیقت ہی ہم سے گم ہو گئی۔ پھر اگر آج ہم دیکھتے ہیں کہ طبقہ متصوفین اسدرجہ بدنام

ونا کارہ ہے تو اسکا الزام کسی دوسرے پر نہیں ہے۔ کیونکہ حقیقتاً وہ ایسا ہی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس گروہ میں کوئی ایسا اہل پیدا ہی نہیں ہوا یا اب نہیں ہے جسکو صحیح معنی میں حامل و کاشف کہہ سکیں، لیکن اسمیں کلام نہیں کہ ایسے افراد کا اگر فقدان کلی نہیں ہے، تو انکی اکثریت بھی نہیں ہے میں عرصے سے ارادہ کر رہا تھا کہ کوئی سلسلہ متعلق نفس معتقدات ایسا شروع کروں جسمیں زیادہ تر صوفیانہ مذاق سے بحث کیجائے اور بتایا جائے کہ اصل فلسفہ و حکمت صرف تصوف ہی ہے۔ لیکن وہ ارادہ قوت سے فعل میں نہیں آیا۔ اور اب میں اسے شروع کرتا ہوں۔ اور بلا لحاظ اسکے کہ حضرات صوفیہ اسکو درست سمجھیں یا نادرست اسکی ابتدا کرتا ہوں۔ میں اس سلسلہ میں روح، عقل، معاش، معاد، وجود باری، معجزات، حقیقت جنت و دوزخ، عذاب قبر وغیرہ تمام مسائل پر گفتگو کروں گا۔ ممکن ہے ارباب تحقیق زیادہ روشنی ڈالنے کی کوشش کریں۔ اور اس طرح میں بھی دال علی الخیر ہونے کا ثواب حاصل کروں۔ آج کا موضوع سخن عجائب القلب ہے، غالباً عنوان کا مفہوم کوئی پیچیدہ نہیں ہے اور اسلیئے شاید اسکی ضرورت نہیں ہے کہ میں اسپر بحث کروں۔ یوں تو سارا عالم عجائب خود عجیب و غریب ہے۔ اور اسکی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اپنے اندر مستقل سامان حیرت نہ رکھتی ہو۔ لیکن اسمیں شک نہیں کہ عجائب القلب ان سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہیں اور لطف یہ ہے کہ دنیا ان سے غافل و لاپرواہ ہے۔ اکثر نہیں جانتے کہ صحیفہ قدرت کا وہ زرین صفحہ جس میں خصوصیت کے ساتھ نوع انسانی کا تذکرہ ہے حاصل کائنات ہے۔ وَلِلّٰہِ دَرُّ مَا قَالَ ؎

ستم است گر ہوست کشد کہ بسیر سرو و سمن درآ　　تو ز غنچہ کم نہ دمیدہ در دل کشا بچمن درآ

پھر دل کو یہ شرف حاصل ہے تو کیوں؟ اسکے دو اسباب ہیں۔ ایک تو از روئے علم کے ہے اور دوسرا از روئے قدرت کے ہے۔ پھر جو سبب از روئے علم کے ہے۔ ایک تو وہ ہے جسکو ساری دنیا جانتی ہے۔ اور دوسرا وہ جسکو ہر شخص نہیں جانتا جو ظاہر ہے اور جسکو سب جانتے ہیں وہ تو یہ ہے کہ قلب کو تمام علوم و صنعات و صنائع کی قوت حاصل ہے، یعنی اس تمام علوم وغیرہ کو حاصل کر سکتا ہے جان سکتا ہے جیسے ہندسہ و حساب و طب و نجوم وغیرہ۔ وہ ایک لحظہ میں تمام عالم کی مساحت کر سکتا ہے، ہر ستارہ کی مقدار جان سکتا ہے۔ دریا میں مچھلی، ہوا میں طیور، جنگل میں وحوش کو مسخر کر سکتا ہے۔ اور یہ وہ علوم ہیں جو حواس خمسہ سامعہ، باصرہ، ذائقہ، لامسہ، شامہ کے ذریعے

سے حاصل ہوتے ہیں۔ مگر اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ بات ہے کہ قلب و قوائے فلکیہ کے درمیان ایک خاص تعلق قائم ہے جو عالم محسوسات و عالم جسمانی سے جداگانہ ایک چیز ہے جسکو عالم ملکوت و عالم روحانی کہتے ہیں۔ پھر جو شخص اس خاص تعلق کو جانتا ہے اور اسکو سمجھنے لگتا ہے وہ جسوقت اپنے حواس ظاہری کی کشاکش سے عارضی طور سے فارغ ہوکر سو جاتا ہے معلوم کرتا ہے کہ وہ تعلق جو اُسکے قلب اور عالم ملکوت کے درمیان قائم ہے۔ ایک مستقل خزینہ معلومات ہے اور وہ چیز جو لوح محفوظ، تقدیر الٰہی، مقدرات فطرت میں درج و مستتر ہے اُسپر روشن ہو جاتی ہے کیونکہ اگر لوح محفوظ مثل اک ایسے آئینہ کے ہے کہ جس میں تمام موجودات کی صورت مرتسم ہے تو قلب ایک دوسرا آئینہ اُسکے مقابل ہے جس میں اُس آئینہ کا سارا عکس پڑتا ہے۔ اور وہ تمام صورتیں جو اسمیں مرتسم ہیں۔ اِسمیں منعکس ہو جاتی ہیں۔ لیکن ہاں اس بات کے لیے ضرورت اسی کی ہے کہ محسوسات نظر انداز کردیئے جائیں۔ اور میلان طبع عالم جسمانی سے ہٹا لیا جائے علاوہ اسکے یوں دیکھئے کہ بسا اوقات اک خیال دلمیں پیدا ہوتا ہے جسکے پیدا ہونے کا سبب ہمارے حواس ظاہری کا کوئی فعل نہیں ہوتا بلکہ اک نامعلوم و غیر محسوس طریقہ سے ایک علم ہوتا ہے اور وہ بجنسہٖ صحیح ہوتا ہے، پھر یہ کیا چیز ہے، وہ کیا سبب ہے جس نے اِس علم و خیال کو دل میں جگہ دی؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام علوم محسوسات ہی کے ذریعہ سے حاصل نہیں ہوتے، بلکہ کوئی ذریعہ نہانی اور بھی ہے۔ مگر یہ خیال کرنا کہ یہ علم تو روح کو اُسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب وہ مجرد عن المادہ ہو جسم کی قید سے آزاد ہو صحیح نہیں، بلکہ اسی عالم آب و گل میں ریاضت نفس مجاہدہ، کسب اخلاق وغیرہ کرنے سے وہ بات پیدا ہو سکتی ہے۔ لذات حسیہ کا ترک۔ مطاعم سے پرہیز مناسب، اخلاق بد سے اجتناب، خلوت پسندی، حواس ظاہری تعطیل، تدبر و غور یہی سب ذرائع حصول ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم کا فرمانا ذوبت فی الارض فاریت مشارقہا ومغاربھا۔ اور اللہ کا قول وکذلک نری ابرٰھیم ملکوت السمٰوٰت والارض اسی حال کے اعتبار سے ہے۔ اور تمام انبیاء کے علوم اس لحاظ سے ہیں نہ کہ بطریقہ محسوسات پھر انبیاء ہی پر اسکا انحصار نہیں ہے بلکہ ہر انسان کی فطرت کا اقتضا یہی ہے اچھے ربا کہ ملکی اصل فطرت تو یہی چاہتی ہے کہ اُس سے آئینہ بن سکے۔ مگر کیا ہر پارۂ آہن آئینہ ہے جسقدر زیادہ

زنگار سے آلودہ ہے اسیقدر اپنے اقتضائے فطرت سے بعید ہے۔ بس اسی سے جو شخص معاصی مشاغل دنیا میں زیادہ آلودہ ہے یہ اہلیت و شائستگی اسکی گھٹتی جاتی ہے۔ اب جو لوگ من یہ مٹ گئے ہیں۔ اور جنپر غلبہ حقانیت ہو گیا ہے۔ اگر مخلوق کی رفاہ و صلاحیت اُن کے سپرد ہے اور وہ اُس طرف لوگوں کو بلاتے ہیں تو وہ پیغمبر ہیں۔ اور انکی یہ حالت معجزہ ہے۔ اور اگر وہ دعوتِ خلق میں مشغول نہیں ہیں تو وہ ولی ہیں۔ اور اُن کا یہ حال کرامت کہا جاتا ہے قلب کی یہ صورت تو باعتبار علم کے ہوئی اب باعتبار قدرت کے دیکھنا چاہیے۔ ایک جسم انسان ہے اور دوسری وہ قوت ہے جو جسم و تمام جوارح سے کام لیتی ہے۔ پھر وہ قوت متعلق بہ قلب ہے کہ سارا جسم اسکا مسخر ہے۔ پہلے اس قوت کو حرکت ہوتی ہے اور پھر تمام اعضاء اُسی کی خواہش کے مطابق کام کرنے لگتے ہیں۔ مثلاً غصہ کی صورت دل میں پیدا ہوئی تو اُسکا یہ اثر ہوتا ہے کہ عروق مفت اندام کشادہ ہو جاتے ہیں۔ جب غلبہ شہوت پیدا ہوتا ہے تو ہوا پیدا ہوتی ہے۔ اور عضو مخصوص سے کام لیتی ہے۔ جب گرسنگی محسوس ہوتی ہے تو وہ قوت جو زبان کے نیچے ہے اپنی خدمت کے لیے بیدار ہو جاتی ہے۔ اور نوالہ تر کرنے کے لیے لعاب اس سے پیدا ہونے لگتا ہے۔ غرضکہ دل کا تصرف جسم پر تمام و کمال ہے۔ لیکن یہاں ایک نکتہ قابل غور اور ہے اور وہ یہ کہ جس طرح قلب کا تصرف اپنے جسم پر ہے۔ اسی طرح اگر قلب باعتبار اپنے جذبات و اکتسابات کے زیادہ قوی و زیادہ شریف ہے تو اُسکا دوسرے اجسام پر بھی ویسا ہی تصرف ہو سکتا ہے۔ چنانچہ سحر، فسون، عمل مسمریزم جس کو انگریزی میں (Hypnotism) بھی کہتے ہیں۔ سب اسی قوت کے کرشمے ہیں۔ اور یہ سب تاثیر نفس میں داخل ہیں۔ لیکن اگر کسی شخص میں یہ کیفیت پیدا ہوگئی ہے اور اسکے قلب کی نسبت ایسی زبردست ہے تو وہ اگر داعی خلق ہے تو اُسکی یہ کیفیات معجزہ میں داخل ہونگی۔ اگر داعی خلق نہیں ہے تو کرامت سمجھی جاینگی۔ اگر کسی کار خیر میں یہ قوت صرف ہوگی تو وہ نتیجہ ولایت ہے۔ اور کسی بُرے کام میں صرف ہوگی تو وہ از قبیل سحر و ساحری۔ جب کسی ذات میں یہ حس روحانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ کیفیات وجدانی وہ محسوس کرنے لگتی ہے تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انکشاف معاملات اُسپر حالت بیداری میں ہونے لگتا ہے۔ اور وہ واقعات مستقبلہ کو

یوں دیکھنے لگتا ہے۔گویا وہ چشم سر سے ملاحظہ کر رہا ہے۔دوسرے یہ کہ جس طرح عوام کے نفس کا اثر صرف انہیں کے اجسام تک محدود ہے۔اس طرح ایسی شخص کی کیفیات صرف اسکے جسم سے متعلق نہیں ہوتی۔بلکہ انکا اثر دوسرے اجسام پر بھی اسی انداز سے ہوتا ہے۔اور وہ سب اسکے حیطۂ اثر میں ہوجاتے ہیں۔تیسرے یہ کہ اور لوگوں کو علوم کسب و تعلم سے حاصل ہوتے ہیں اور وہ اسکا محتاج نہیں ہوتا۔بلکہ ایک خاص فیضان کے زیر اثر وہ تمام علوم کا ماہر ہوجاتا ہے اور اسکو علم لدنی کہتے ہیں۔جیساکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے و اٰتینا ہ من لدنا علماً۔چنانچہ ہمارے رسول اکرم صلعم میں یہ تینوں کیفیات موجود تہیں۔اور اسقدر مکمل و اکمل تہیں کہ اسکی نظیر آفرینش نے کبھی پیدا نہیں کی اور نہ کر سکتی ہے۔اسمیں کلام نہیں کہ تکوین کا اصل مدعا کسب علم ہے۔اور مقتضاے فطرت سوائے اسکے اور کچھ نہیں۔لیکن تحصیل علم میں انسانی طبائع بہت متفاوت واقع ہوئے ہیں۔بعض کو کسب و تعلیم کی بے انتہا ضرورت ہے۔بعض کو نہیں۔بعض کثرت معلومات کی وجہ سے ان لوگوں سے برتر ہیں۔جن کی معلومات اسقدر کثیر نہیں ہیں۔بعض شرافت معلومات کے اعتبار سے اُن لوگوں سے فائق ہیں جنکی معلومات نسبتاً خسیس مادی ہیں بعض کو قلیل زمانہ اور تھوڑی فرصت کی ضرورت ہے۔بعض کے لیے بہت زیادہ وقت و فرصت درکار ہے اور اس اعتبار سے علماء و حکماء و اولیاء اور انبیاءؑ کے درجات ہیں۔جن میں نبی کا درجہ سب سے زیادہ ہے کہ وہ بہت قلیل زمانہ میں تمام یا اکثر حقائق سے آگاہ ہوجاتا ہے۔اور اکتساب و تعلیم سے بے نیاز ہوتا ہے۔اور یہ وہ سعادت ہے جو انسان کو بارگاہ الٰہی سے نزدیک کردیتی ہے۔اور قرب حقیقی حاصل ہوجاتا ہے (لیکن یہ قرب حقیقی صنفتاً ہے۔اس میں مکانی مسافت کا مفہوم شامل نہیں ہے) پھر اس سعادت کے ذرائع کسی خاص متنفس کے لیے محدود نہیں ہیں بلکہ ذات باری کا جود و کرم اور یہ رحمتِ فطرت عام اور سب کے لیے عام ہے۔مگر فرق یہ ہے کہ جس قدر جس کی استعداد ہوتی ہے۔اُسیقدر اُس سے مستفید و مستفیض ہوتا ہے۔اور بقدر علائق دنیاوی اس سے بُعد حاصل ہوتا جاتا ہے۔یعنی جسقدر اخلاق ذمیمہ کی کدورت نفس انسانی میں ہوتی ہے اتنی ہی معرفت الٰہی سے کسب فیضان کی اہلیت محو و فنا ہوتی جاتی ہے۔بقول شخصے ؎

ازدل بروں کنم غم دنیا و آخرت یا خانہ جائے رخت یا خیالِ دوست

اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لو لا ان الشیاطین یحومون علی قلوب بنی آدم لینظرون الی ملکوت السماء (یعنی اگر وسوسات شہوانی نوع انسان کے قلوب پر مستولی و غالب نہ ہو جائیں تو وہ عالم ملکوت کو دیکھے) قلب کی مثال بالکل آئینہ کی سی ہے کہ آثار محمودہ سے نور و جلا حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ حقائق امور کی کنہ اُس پہ روشن ہونے لگتی ہے۔ اور آثار مذمومہ سے سیاہ و تاریک ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ قاطبۃً مابین انوار الٰہیہ و نفس ایک حجاب ہو جاتا ہے۔ اور وہ لذائذ روحانی سے محروم ہو جاتا ہے جو بعض دیگر لوگوں کو حاصل ہوتے۔ چنانچہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ قلب اوپر جو یہ نقوش ہو جاتے ہیں خواہ برے ہوں یا بھلے، وہ بالکل مستحکم و ناقابل محو ہیں یہ بالکل ممکن ہے کہ آج ہم اپنی قلبی حالت اچھی پاتے ہیں۔ لیکن وہ چند دن کے بعد ہمارے افعال ذمیمہ کی وجہ سے جاتی رہے جس طرح آج ہم اپنے نفس کی تاریکی کو محسوس کریں اسکے مٹانے کی کوشش کریں۔ اور توبہ و استغفار سے تھوڑے زمانہ میں اُس تاریکی کو دور کر سکیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اتبع السیئۃ الحسنۃ یمحہا۔ اور خدا کا قول ہے ان الحسنات یذھبن السیئات۔ اس بحث کے دوران میں ہم نے علم لدنی کا تذکرہ کیا ہے لہٰذا ہم اسکو وضاحت سے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ علم لدنی و علم الکتابی میں کیا فرق ہے۔ اور انبیاء کے علم اور علماء و اولیاء و حکماء کے علم میں کیا تفاوت ہے۔ قلب کی حالت باعتبار علم و بنسبت مراتب ایمان تین مرتبے رکھتی ہے ایک تو تقلید محض ہے۔ جیسے عوام کا ایمان کہ اسمیں حقیقت کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ صرف عادت اور سوسائٹی کا اثر ہے دوسرے متکلمین کا ایمان ہے کہ اُس میں تھوڑا سا استدلال بھی شامل ہو اور اُسکا رتبہ بھی قریب قریب وہی ہے جو عوام کے ایمان کا ہے۔ زیادہ فرق نہیں ہے۔ تیسرا مرتبہ عارفوں کے ایمان کا ہے جو حقیقتاً مشاہدہ ہے نور یقین کے ساتھ اور ان تینوں مراتب کو اس مثال سے سمجھنا چاہیے کہ ایک شخص جسکی نسبت جھوٹ بولنے کا گمان نہیں ہے اور وہ کذب کے ساتھ کبھی متہم نہیں ہوا ایک مکان کے اندر زید کے ہونے کی خبر دیتا ہے، خواہ مخواہ چونکہ طبیعت عادی ہو گئی ہے ایسے اخبار کے یقین کر لینے پر اس بات ہی اعتبار کر لیا جاتا ہے۔ یہ تقلید

تو عوام کے ایمان کی ہے جسکو بالکل تقلیدی حالت کہنا چاہیے۔دوسرا درجہ یہ ہے کہ زید کے اندر ہونے کی خبر ملی ہو۔ اور پس پردہ زید کی آواز بھی سن لی ہو۔ اس صورت میں زید کے اندر ہونے کا زیادہ یقین ہوگا۔ کیونکہ سماع آواز سے استدلال بھی کیا جا سکتا ہے، لیکن اسمیں غلطی کا ہونا بھی ممکن ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ زید نہو کوئی دوسرا ہو۔ اور اسکی آواز بالکل زید کی آواز کی طرح ہو۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ خود اندر جاکر زید کو دیکھ لیا جائے اور اُسکو پہچان لیا جائے یہ معرفت حقیقی اور یہ ہے مشاہدہ یقینی۔ اور یہ وہ درجہ ہے جو مقربین اور صدیقین کو حاصل ہے؛ لیکن پھر ان میں بھی مدارج ہیں جیسے کوئی زید کو رات کیوقت دیکھے۔ کوئی دن کو دیکھے، کوئی دور سے دیکھے اور کوئی نزدیک سے، پھر کثرتِ معلومات کے لحاظ سے بھی تفاوت ہے کہ کسی کو گھر کے اندر صرف زید کے ہونیکا علم ہے، دوسرے کو علاوہ زید کے خالد و عمر و بکر کے ہونے کا بھی علم ہے، کوئی اُسکے اندر ہونیکے اسباب و اغراض سے بھی آگاہ، کوئی اس سے واقف نہیں ہے۔ اب علماء و اولیا کے علم کا فرق ارباب صوفیہ نے یوں ظاہر کیا ہے کہ قلب کے دو دروازے ہیں۔ یعنی دو پہلو ہیں۔ ایک متعلق بعالم جسمانی ہے۔ دوسرا متعلق بعالم ملکوت ہے۔ ایک کا تعلق حواس خمسۂ ظاہری سے ہے۔ دوسرے کا لوح محفوظ یعنی مقدرات آلٰہیہ سے ہے، ایک کسب علوم میں سعی و عمل کو کام میں لاتا ہے۔ اور مقصود اُس سے صرف ہی کسب و اکتساب ہوتا ہے۔ دوسرے کا مقصود تصفیۂ قلوب، تطہیر نفس و تصقیل روح ہے اور اسکی مثال یہ ہے کہ اہل روم و اہل چین ایک بادشاہ کے پاس گئے۔ اور اُنپر حسن صناعت و کمال نقش کا دعوے کیا۔ اہل روم کا یہ دعوے تھا کہ دنیا میں کوئی اُنسے بہتر نقاش و مصور نہیں، اہل چین یہ کہتے تھے کہ ہم قابل ترجیح ہیں۔ بادشاہ نے اُنکا امتحان لینا چاہا۔ اور ایک مکان کی دو مقابل دیواروں پر اُن سے نقش و نگار بنانے کو کہا اور بیچ میں پردہ ڈال دیا گیا۔ اہل روم نے بہت سے رنگ لیے اور اپنی دیوار کی طرف نقش و نگار بنانے چلے، اور اہل چین یونہی خالی ہاتھ بغیر کسی سامان رنگ آمیزی کے چلے۔ لوگوں نے کہا کہ تم کوئی اسباب نقش نہیں لیجاتے کیا کروگے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ تمہیں اس سے کیا واسطہ۔ غرضکہ اہل روم نے اپنی دیوار پر عجیب و غریب صورتیں اور نقش و نگار تیار کیے۔ اور اہل چین نے کوئی نقش نہیں بنایا صرف

دیوار کو مجلی اور صیقل سے روشن کر دیا۔ جب اہل روم فارغ ہو گئے تو اہل چین نے کہا کہ ہم بھی فارغ ہیں۔ بادشاہ کو حیرت ہوئی اور دریافت کیا کہ تم نے بنایا ہی کیا ہو گا۔ انھوں نے کہا خیر اس سے کیا واسطہ۔ آپ درمیان سے پردہ اٹھوا لیجئے۔ چنانچہ پردہ اٹھایا گیا۔ لیکن بادشاہ کیسا متحیر و متعجب ہوا جب اس نے دیکھا کہ اہل روم نے جو جو نقوش اپنی دیوار پر بنائے تھے وہ سب اہل روم کی دیوار پر بھی تھے بلکہ ان سے زیادہ روشن و واضح تھے۔ غرضکہ اب سمجھ میں آسکتا ہے کہ اولیاء کا انداز اکتساب کیا ہے۔ اور علماء کس طرح کسب علم و اخذ معلومات کرتے ہیں۔ بہرحال اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قلب انسانی ایک عجیب و غریب جو بلحاظ کمال فطرت سے اور اسکی بوالعجبیاں بیشمار و غیر محدود ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ لوگوں نے بالکل اپنی توجہ اس طرف سے ہٹالی اور خدا کی اس دی ہوئی نعمت کو جو اصل نعمائے الٰہیہ سے ہے بالکل نظر انداز کر دیا۔ بہرحال وہ لوگ جن کے دماغ معلومات جدیدہ و اکتشافات مغربیہ سے لبریز ہیں قلب کا یہ حال سنکر ہنسیں گے۔ کیونکہ انکے نزدیک قلب سوائے اسکے کہ تقسیم خون جسم و تمام شرائین میں کرے اور کیا کر سکتا ہے۔ مگر انکو اسقدر جلد فیصلہ نہ کر لینا چاہیئے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک بھی جس قلب کو وہ مقسم دم سمجھتے ہیں وہ ایسا ہی ہے لیکن اگر ذرا وہ غور کرینگے تو معلوم ہو جائیگا کہ ہمارا مقصود اس مضغہ گوشت سے نہیں ہے جو سینہ کے اندر لٹک رہا ہے اور متحرک ہے۔ بلکہ ہماری مراد نفس انسانی سے ہے۔ خواہ اسکا تعلق دماغ سے ہو یا قلب سے، روح سے ہو یا جسم سے۔ اگر انکے نزدیک نفس انسانی جسکو انگریزی میں (mind) کہتے ہیں متعلق بہ قلب نہیں ہے بلکہ متعلق بہ دماغ ہے تو وہ اسکو سمجھ لیں۔ لیکن اس سے انکار نہ کریں کہ وہ مخزن عجائب و معدن غرائب ہے کیونکہ اس انکار سے حقیقتاً بہت سی ایسی باتوں کا بطلان ہو جائیگا جو انکے نزدیک بھی مشاہدات و تجربات زندگی میں داخل ہیں جیسے عمل مسمریزم وغیرہ۔ اب اس کے بعد صرف ایک مسئلہ یہ رہجاتا ہے کہ آخر اس انجلائے قلب یا نفس سے نفع کیا ہے۔ اور وہ لوگ جو ایسا نہیں کرتے انکو اس دنیا میں کیا نقصان ہے۔ سو اسکے متعلق ہم صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کہ اگر تصفیہ نفس کی ضرورت انکے نزدیک نہیں ہے تو علوم ظاہری ہی کے اکتساب کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ شخص جو جاہل محض ہے اور ان علوم سے بالکل ناآشنا و بیگانہ ہے وہ بھی اپنی زندگی کسی نہ کسی طرح بسر کرتا ہے اور

عمر طبعی پہنچکر سب کی طرح فنا ہوجاتا ہے۔ اگر اسکے جواب میں یہ کہا جاتے کہ حقیقی لطف دنیا کا اسکو حاصل نہیں ہوسکتا۔ جب تک وہ علوم سے آگاہ نہو۔ اور مادیات سے فائدہ نہ اُٹھائے، تو ہم بھی اُنکے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ تاوقتیکہ تصفیۂ نفس و تزکیۂ اخلاق نہ کیا جائے آپ بھی نہیں جان سکتے کہ حقیقی لطف و راحت کس چیز کا نام ہے۔ بات یہ ہے کہ وجدانی امور کی کیفیات کسی طرح الفاظ میں نہیں آسکتی۔ اور سوائے اسکے کہ ہم اُنکو استعارات و تشبیہات کی زبان میں ادا کریں اور کیا کرسکتے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ سچی خوشی وہ حقیقی لذت جو روحانی کلفسابات کا نتیجہ ہے وہ چیز ہے جو اصل نشاط و سرمایہ عشرت ہے۔ اور اس لئے وہ لوگ جو اس کا درس عملی طور سے دیکھتے ہیں۔ اچھی طرح اس حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں۔ اور یہی خیال تھا جس نے مراقبہ، بیعت توبہ و سلوک، حلقۂ مشائخ وغیرہ کی بنیاد ڈالی۔ وہ لوگ جنہوں نے ایسا کیا تھا کوئی ساحر و فسوں گر نہ تھے۔ نہ طالب دنیا و جاہ و ثروت تھے۔ بلکہ وہ صرف دنیا کو اُس رنگ کا یاد دلانا چاہتے تھے جسکو دنیا بھلا بیٹھی تھی۔ اور جسکا فراموش کردینا حقیقتاً فطرت و نظام فطرت سے روگردانی کرنا تھا۔

صوفی

"کیا پایا"

فتنہ و فساد پایا، بغض و عناد پایا، اور ملک و ملت میں ظلم و جور پایا۔ غلط طور پایا چودھویں صدی کی خلقت میں،

رنگا رنگی دیکھی اور بے رنگی دیکھی بازار وحدت کے مول تول میں کیف پایا حال میں اور مزا نہ پایا قول میں،

چھیڑ چھاڑ دیکھی، مارا مار دیکھی، نام نہاد شریعت والوں میں، کفر کے فتوے دیکھے۔ گالیوں کی بوچھاڑ دیکھی۔ ان کے رسالوں میں،

راحت و اطمینان پایا۔ امن و امان پایا یادِ الٰہی میں ذلت و ملالت دیکھی دل کی تاریکی اور تباہی میں،

کیا پایا

خلقت اسباب ظاہری کے گھمنڈ پر نازاں ہے۔ خدا سے بیزاری ہے۔ دنیا اور دنیا کے کاموں میں سرشاری ہے، اسی لیے مصائب کا ہجوم ہے۔ جس طرف سنو صدائے ہو کا سنسانی ہے۔ حیرانی ہے۔ سرگردانی ہے۔ اور یہ جو کچھ ہے نتیجہ بے ایمانی ہے۔

بھائی، بھائی کے خون کا پیاسا ہے، باپ بیٹے ایک دوسرے سے بیزار ہیں انسان نہیں انسان خوار ہیں،

بہن، بہن سے نفور ہے۔ اس خیال سے قلب ناصبور ہے کہ بندہ لاچار ہے مجبور ہے۔ کس سے کہے۔ کسکو سمجھائے۔ اور سمجھائے بھی تو کیا پائے،

کیا پایا

رعب و دبدبہ پایا۔ قوت پائی۔ روشنی پائی۔ خدا کے ذکر میں۔ اسکے فکر میں۔ جو خدا سے ڈرا۔ اسکو کوئی نہیں ڈرا سکتا، جو خدا کا ہوا اسکو کوئی نہیں مٹا سکتا۔

میرا قلب مضطر تھا۔ بیقرار تھا۔ خوف سے لرزاں و ترساں تھا۔ لیکن آج جبکہ ذکر

فکر میں جی لگایا تو اپنے کو ایسا قوی پایا کہ رات کا اندھیرا دریا کی روانی جنگل کی سنسانی پہاڑوں کے خوفناک درے۔ موسلا دھار بارش، غرضکہ آسمان وزمین کے تمام خطروں سے محفوظ ہے۔

کیا پایا

خدا کی امداد پائی، خدا کی یاد میں، برکت ورحمت پائی بخشش پائی فتح ونصرت پائی راز فطرت وقدرت سے وابستگی پائی۔ خلق سے بیگانگی ہوئی۔ خالق سے یگانگی ہوئی۔ مردانگی آئی۔ شیطان کی رہزنی سے امان پائی۔ صبر وقرار آیا۔ یار آیا بیمار کے لئے شفا لایا خزاں رسیدہ نے مژدہ بہار پایا،

کیا پایا

مکروریا پائی۔ بلا اور وبا پائی۔ نام کے ملاؤں میں۔ دکاندار فقیروں میں۔ رزق کی تلاش میں انہماک ہے۔ ہر طرف اسی کی تاک جھانک ہے۔ خدا کی آڑ پکڑی ہے خلقت کے بہلانے کی پگڑی ہے۔ ورنہ عصا ہے نہ لکڑی ہے۔ سب کا سب جالا ہے اور مکڑی ہے جس طرح وہ باریک جال بناتی ہے اور مکھی کو دھوکے سے پھانس لیجاتی ہے۔ اسی طرح یہ بے پیر ہیں۔ جاہ وشہرت کے اسیر ہیں۔ امیروں کے دروازے کے فقیر ہیں،

بئس الفقیر علی باب الامیر کا دھیان نہیں وہ پہلی سی آن بان نہیں اب میں رام پور ہو یا بریلی۔ سہارنپور ہو یا دہلی۔ زبان سے یا رزاق یا رزاق کا ورد ہے۔ لیکن دل سرد ہے۔ رئیسوں کی خوشامد دستور العمل ہے اسی کا یہ پھل ہے کہ کوڑی کے تین ہیں بھینس کے آگے بین ہیں،

کیا دیکھا

درگاہوں کے پیرزادے دیکھے۔ پدرم سلطان بود کہنے والے بزرگ زادے دیکھے۔ پیسے کا دربار دیکھا۔ چہار جانب آزار دیکھا۔ ستانا ہی ستانا ہے۔ جاروب کشی کا فقط بہانا ہے بزرگوں کی آڑ خلقت کی بھیڑ بھاڑ ہے۔ ہر ایک اسی مرض میں گرفتار ہے۔ رونا بھول گئے۔ بے رقت ہنستے ہیں۔ ایک دوسرے پر آوازے کستے ہیں، اس میں پیر جلال الدین ہوں یا جمال الدین قتال

کوئی امیرزادہ ہو یا گیہوں ڈھونے والا حمال،

اُنکو یاد دلاؤ کہ "ناگہر تیرا ناگہ ہے! چڑیاں رین بسیرا" آج نہ کل ہماری باری ہے
نہ رہیگا نہ شوہ، نہ تو نہ میں نہ یہ نہ وہ اللہ حق کی بے تکلی ہے [illegible] یں کوئی زکی ہے
تو یہ خدائی جھرے۔ تمہارا تہہ ہے سب ہے۔ اسی میں بہبود ہے کہ خاموشی سے اپنا اپنا کام
کرو۔ بزرگوں کا نام روشن کرو۔ بڑے بڑے بادشاہ کیا ہوتے۔ گردش فلکی سے مٹے۔ جن کے
تنگ نوبت نقارے بجتے تھے انجام میں یہ نوبت ہوئی کہ دفن ہونے کو جگہ بھی نہ ملی [illegible]
دیا [illegible] بیکس پردہ دنیا سے اُٹھے۔ فلک نیلگوں شامیانہ شمع مزار کے روشن کرنیکا سامان کسی نے
پھول بھی نہ چڑھائے۔ جن کی محبت پر نازاں تھا وہ تقسیم وراثت کی فکر میں رہے مرنیوالے
نے تنہائی سے ظلم سہتے،

کیا دیکھا

چیخ و پکار دیکھی۔ جوتی پیزار دیکھی۔ مرتے دیکھا۔ جان سے گزرتے دیکھا۔ زبان سے
دودھ کی نہریں بہاتے ہیں۔ لیکن عزیزوں کو زہر ملاکر ٹھنڈا ٹھنڈا سُلاتے ہیں۔ ذرا دیکھنا
اہلِ مستانہ ادا کو۔ آنکھوں میں خمار ہے۔ گویا بادۂ وحدت سے چور ہیں۔ کسی کو کیا خبر کہ یہ
حضرات ایک دوسرے کے لیے بند و لنگو ہیں۔ عدالت کے پیادے ہیں۔ اچھے بزرگ
ادے ہیں۔ خلقت کو دھوکے میں ڈالا ہے۔ فقیری کو سمجھا منہ کا نوالا ہے۔ شاید مولانا کا
قول بھولے ؎ اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
مخلوق کو چاہیے کہ وہ پس بہر دستے نباید داد دست
نفی کا لا بھولے۔ قانون کے لا پر بھولے یا لا کی صدا لگائی۔ مکر سے کھلے خیر منانی،
بجائے [illegible] بابا بطن کے یا بطون کا دور ہے، ناحق کا زور و شور ہے، ظاہری صورت بنائے
ہیں باطن کو دیکھکر نہیں شرماتے ہیں،
دل کے معاملات سے واسطہ نہیں۔ عدالت کے واسطہ سے طالب نجات ہیں سب پیر
بناہیں مجسم کرامات ہیں،

تصوف کے بیان سے روح کو درد آشنا پایا۔ معانی کچھ نہ سمجھا پر قیامت کا مزا لیا
بستی میں پستی پائی۔ برباد ہستی پائی۔ جدھر دیکھو نقش زوال ہے۔ پھر بھی قیل وقال کا وہی
رنگ ہے۔ غفلت سے اور زنگ ہے۔ زبو فی کسے سناؤں۔ جو مجھے دکھایا گیا ہے کسے دکھاؤں
قیامت کا قرب پاتا ہوں۔ اپنے اعمال بد کو دیکھکر شرماتا ہوں۔ احمد کے دامن میں پناہ ہے
وہ بارگاہ فلک پایگاہ ہے۔ اپنی نجات شفاعت پر نگاہ ہے۔ ہمارے گناہ ہوا کا خیال
نہیں یہی ایک شکل ہے جو محال نہیں۔ نہ ہمارے لیے کہیں ٹھکانہ نہیں۔ کسی طرح
جنت میں گزر نہیں۔ الحذر الحذر ازجملہ عصیاں الحذر۔ یا شاہ دو عالم۔ مدار وحدت
السیف والعلم۔ دافع البلا والالم*

کیا پایا

صدق وصفا پائی۔ ایمان وحیا پائی۔ لطف وعطا پائی۔ جود وسخا پائی۔ نام والوں میں
نہیں کام والوں میں۔ چام والوں میں نہیں بام والوں میں۔ جال والوں میں نہیں لال والوں میں
چال والوں میں نہیں کمال والوں میں۔

کیا پایا

سب کچھ پایا مسلمانوں نے قرآن میں۔ رسول کے فرمان میں۔ انکی آن بان میں۔ قیال وقال میں
حال وقال میں۔

کیا پایا

اپنے رسول میں۔ شان جلال پائی۔ جمال پایا۔ عفو وکرم پایا۔ لطف اتم پایا۔ حق نما پایا۔ ہادی راہ
ہدے پایا۔ غرضکہ محمدؐ واحمدؐ کا بھید نہ ملا پر نہ ملا۔ اور ملا تو یہ ملا کہ پردہ میم کو اٹھایا۔ خدا کو پایا

کچھ نہ پایا

راہ خدا سے ہٹ کر۔ رسولؐ کی جماعت سے کٹ کر۔

کچھ نہ پایا

افتخار میں اور اُسکے بیان میں۔ کہنا ہی کہنا ہے۔ عمل کا نام نہیں۔ ان باتوں کا اچھا انجام نہیں
افتخار نام ہے تو کام بھی باعث افتخار ہوں۔ مزا اسی میں ہے ورنہ مکان خالی از مکین ہے
چارطرف قضا ہے اور اُسکا شور وشین ہے۔ اچھن اچھن کی پکار ہے اور اچھن صدا سے فرار ہے

چاہیئے کہ ہوشیار رہو۔ بہت غفلت رہی بیچ بیچ اچھن سے بنے۔ اُسکو بتاؤ کہ اے انسان خدا کو مان اور اپنی قدر پہچان ٭

رین اندھیری۔ بدلی کالی۔ دشمن سر پر ہاتھ پکڑ بھگوان۔ میں قربان۔ ہو پیراں۔ میں سب جہان تو ذیشان۔ میرا میاں کر سلطان۔ بڑا ہے تیرا نام حق کی صدا کے صدقے جاؤں نفس کو کاٹوں: زخم لگاؤں۔ نمک کو چھڑکوں، دھوم مچاؤں۔ نزع کی سختی جاے واللہ لب پر جائے سبحان اللہ۔ اللہ اللہ اللہ اللہ۔ مولی مولی ابھی سن۔ دیر نہ کر اب دینے میں سانس رکا ہے سینہ میں۔ آمین ٭

راقم فتح اللہ صدیقی۔ عرف اچھن
کیپٹن محمڈن یونین کلب۔ شیرکوٹ

۱۹۲۶ء

کسی کی تڑپا دینے والی آواز

اور

ایک مہجور

دھوپ بالکل چھپ گئی، جھٹپٹا شروع ہو گیا، ٹھنڈی ہوا چلنے لگی، ہوا میں اُڑنے والے بسیرا لینے کے لیے اونچے اونچے درختوں کی پھننگوں پر آ آ کر بیٹھ رہے ہیں اور اپنی اپنی بولیوں میں کسی کی دن بھر کی دی ہوئی نعمتوں کا شکریہ ادا کر رہے ہیں گو اُن کے اس قدر زور زور سے شکر کرنے سے ایک شور بپا ہے کہ کان پڑی آواز سُنائی نہیں دیتی۔ لیکن آہ! خاموشی اور تاریکی کا سکہ بیٹھتا ہی جاتا ہے۔ فنا کا نقشہ کھنچ رہا ہے۔ اور یاس و حسرت ہر طرف چھائی ہوئی ہے۔ اس وقت دل کی کچھ عجیب کیفیت ہے کسی کی یاد کا آنا اور اپنی مجبوری پر مجبور رہنا زندہ درگور ہونے سے کم نہیں۔ آہ:

اگر آزاد ہوتا اُن کے قدموں تک پہنچ جاتا　　کروں کیا سلسلہ پیدا کہ پابندِ سلاسل ہوں

اُف! یہ کس حرماں نصیب کی درد بھری آواز کانوں میں آئی، اس عبرت نما آہ!۔ اس حسرت افزا وقت میں جبکہ دن رات سے جدا ہو رہا ہے۔ ع "وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے"۔ جیسے وحشت خیز مصرعہ کی آواز ایک مہجور کے دل کے زخموں پر نمک کا کام کیوں نہ کر جائے

آہ! اس تڑپا دینے والی آواز نے نغمے سے دلبر نہیں نہیں: ناشاد دل پر بھی اثر نہیں کیا۔ وہ روح جو ازل سے کسی کی مشتاق تھی، ازل سے کسی کا کلمہ پڑھ چکی تھی، ازل سے کسی پر نثار ہو چکی تھی، بے چین ہو گئی، اور آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر پڑے آہ!

"دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں"

روئیے روئیے۔ اے چشم حسرت زدہ! روئیے۔ خوب دل بھر کے روئیے۔ "وہ جو بیچتے

تھے وہ اے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے"۔

اے مصیبت کیش دل! اے غمگین دل!! اے ارمان بھرے دل!!! تو بھی رو لے ہاں ہاں اسی چشم حسرت زدہ کے ساتھ جو اپنے پیارے کی جدائی میں اپنے محبوب کے فراق میں نالہ کناں ہے۔ اے بےچین دل! رو لے، اے بیتاب دل!! رو لے۔ اے ارمانو! تم بھی اپنے مرجھائے ہوئے دل کے ساتھ، پژمردہ دل کے ساتھ رو لو! کچھ تو غبار نکلے۔ اور اے حسرت محبوس! تو بھی اپنے ہم جنس ارمانوں کے ماتم میں شریک ہو جا، اچھا آنسو بہا، کچھ تو بھڑاس نکلے۔

"وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے"۔

اے صبر! میرے پاس نہ آ، اے قرار مجھے اپنی صورت نہ دکھا۔ اور اے تسکین میرے سامنے سے دور ہو، جاؤ، جاؤ، تم سب جاؤ، مجھے آ آ کر نہ بہلاؤ۔ مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ مجھے رونے دو۔

ارمان نکل جائیں کچھ عاشق مضطر کے   آنسو نہ رہے پونچھو رو لینے دو جی بھر کے

اف! عاشق! نہیں، عاشق نہیں، غلام۔ خادم۔ بدبخت۔ بدقسمت۔ مجبور۔ رنجور۔ حقیر۔ فقیر ذلیل و خوار۔ عاشق نہیں۔ عاشق اور معشوق سے جدا ممکن نہیں۔ معشوق کی جدائی میں ایک لمحہ عاشق کا رہنا محال ہے۔

کاش اے طائر روح! تو سمندر پار ہوتا۔ کبھی نخلستان والے کھجور کے درختوں پر بیٹھ کر کسی کے سبز قبہ کا نظارہ کر کے آنکھیں ٹھنڈی کرتا، کبھی نیچے اترتا اور جالیوں میں جھانک جھانک کر اپنی حسرت نکالتا، اور کبھی ان اونچے اونچے مناروں پر اڑتا۔ اور کبھی نیلے والے سبز گنبد پر نثار ہوتا۔

آہ! اے طائر روح! آنکھیں بند کر اور دیکھ
وہ کیسا بستان ہے، وہ منارے ہیں
اور وہ کیسا سبز قبہ ہے، جا اور نثار ہو جا۔

عطا آفندی اکبرآبادی

دیباچہ غذائے روح

غذائے روح راقم الحروف کی ایک ناچیز تالیف ہے جس میں جواز سماع پر ایک سیر کن پرلطف بااصول بحث کی ہے۔ ناممکن التردید دلائل سے کام لیا گیا ہے اور حرمت سماع کی بااصول تردید کی گئی ہے۔ اقوال فقہاء پر ایک دلچسپ قابل دید مضمون لکھا گیا ہے بحیثیت مجموعی یہ کتاب صوفی مشرب اصحاب کیلئے ایک نایاب تحفہ ہے اردو زبان میں اس جامعیت سے اس مسئلہ پر کسی نے قلم نہیں اٹھایا۔

بنام آنکہ او ہر پردہ ساز — کند با نغمۂ جاں سوز آواز
کہ تا صد بسمل عشقم بہ نغمہ — نمک ریزد بزخمش تا بزخمہ
مغنی را صدائے نغمہ دادہ — اثر در نغمۂ او خود نہادہ
صدائے نغمۂ طوطی و بلبل — ز مستانش برآید شور قلقل
فلک رقصاں شدہ اندر ہوایش — سرایدچنگ و عود و نے ثنایش
بگفتہ مطرب ایں شیریں ترانہ — نباشد بہ ز عشق او فسانہ

الٰہی ذرۂ دردے عطا کن — ز حب غیر خود دل را صفا کن
دل پُر درد و لب ذاکر مرا دہ — شرار عشق اندر سینہ ام نہ
بدہ آتش کہ سوزد خرمن ما — شرارے افگند در گلشن ما
ہوائے غیر از دل دور سازد — دلم را خانۂ پر نور سازد
ز عشق خود مرا افسردگی دہ — ز رنج خود مرا پژمردگی دہ
خیال غیر و غیریت فنا کن — صفا ایں خانہ را از ماسوا کن
بدہ عقل جنوں آہنگ مارا — بنہ در راہ عصیاں سنگ مارا
نجاتم دہ ز وہم خود پرستی — شود یکساں نظر در اوج و پستی

طلبگارِ سبق شوق ہستم — اسیرِ نغمۂ پُر ذوق ہستم
بکن محو از دلِ ما ماسوے را — مرا اسبِ سوئے توحید بنما
فروزاں کن چراغِ عشق در رہ — رساں در منزلِ انّی انا اللہ
بحقِ آنکہ او مطلوب تو شد — محمد مصطفیٰ محبوب تر شد

چو پیش از ماں نہاں عالم نشانے — چہ گویم با تو پنہاں آستانے
بغیب الغیب بودہ آرمیدہ — شیونات و مظاہر را ندیدہ
صفات و ذات بے امتیازے — نہ بد محمود با آنجا ایازے
نبودہ حُسن را رنگے ادائے — نشانے بود لیکن بے نشانے
بکنجے بود گنجے اوفتادہ — گلے از رنگ و بوئے بود سادہ
تصور را دراں عالم گذر نے — خرد را ہیچ زیں راہے خبر نے
نگارِ حسن را شد ایں خیالے — کہ در آئینہ بیند جمالے
محمدؐ ذات را آئینہ آمد — احد را گشت مظہر ذاتِ احمدؐ

محمدؐ چشمۂ فیضِ الٰہی — زنورِ اوست از مہ تا بماہی
محمدؐ سرور و سردارِ عالم — محمدؐ باعثِ غمخوارِ عالم
ضمیرش مخزنِ اسرار آمد — جبینش مطلعِ انوار آمد
درش شد قبلۂ کعبہ پرستاں — فلک شد فرش پا اندازِ ایواں

بدرگاہِ تو من اے فخرِ آدم — تپاں دل آمدہ با چشمِ پُرنم
اغثنی یا رسول اللہ اغثنی — بہ بیں حالِ من و اندوہگینی

؎ ان اشعار کی نسبت حضرت مخدوم الملۃ قبلہ قاری شاہ سلیمان صاحب پھلواروی لکھتے ہیں کہ یہ اشعار پڑھکر مجھے وجد آگیا۔ دیر تک سوز و گداز کی کیفیت رہی ۱۲

ز یثرب مہرِ عالمتاب بر خیز | ز گلشن اے گلِ شاداب بر خیز
دلم پر داغ شد اے لالہ رویت | چو نرگس چشم من ہر دم بسویت
لبت مائی نطق را شد نشانی | جمالِ پاک شرح من رآنی
جمال شئے تو مظہر نشاں | جبین پاک تو چوں صبح خنداں
ز ہجرانت طپیدم مثل بسمل | منم معذور، دور استم ز منزل
دلے دارم ز شوقِ وصل غلطاں | لبے دارم ز ذکرت شاد و فرحاں
ز رحمت سوئے ما گاہے نظر کن | شب تاریک ہجراں را سحر کن
کہ مرہم بر زبان زخم سعید | محمدؐ یا محمدؐ یا محمدؐ

(مفتی) سید محمد حنیف چشتی نکودر

تضمین بر غزل مولانا قدسیؒ

بے وضو نام بھی لیتا ہے ترا بے ادبی | میں تو کیا شان تری دیکھ کے کہتے ہیں نبیؐ
حبذا اصلِ علےٰ مفخرِ والا حسبی | مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

حسن کی حد ہے کہ عاشق ہوا ربِ اکرم | جلوۂ رخ سے منور ہیں ہوئے دونوں عالم
تابِ نظارہ نہیں چشم کو یوسف کی قسم | منِ بیدل بجمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی

تو ہی مسجودِ ملائک تو ہی مقصودِ خدا | پیشتر خلقتِ کونین سے ہی نور ترا
بنی آدمؑ سے مگر فخر ہے تو آدم کا | نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

رہ نہ جائے مرا کشکول میانِ ظلمات | ساقیا ہیں تری محفل میں سبھی و نجی فرات
خضرؑ و الیاسؑ و مسیحا کی زباں پہ ہے یہ بات | ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات

حکم فرما کہ ز مہ میگزرد تشنہ لبی

بر سماوات براق تو چہ بیباک گزشت　　　　ہم بیک جست ازیں دائرہ خاک گزشت
سخن چہ گویم کہ سخن از حد ادراک گزشت　　　　شب معراج عروج تو ز افلاک گزشت

بمقامے کہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

کس طرف روز وصال آپ ہوئے عازم گشت　　　　بیٹھے جالے ہوئے تھے عرش بریں پر دو دشت
کاش یہ رتبہ ہیں جیسے مجھے یاد گشت　　　　شب معراج عروج تو ز افلاک گزشت

بمقامے کہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

تجھ پہ اور آل پہ تیری ہو درود اور سلام　　　　دل بدن ہوئے پہلے تیرا پائیں سلام
میٹھے بولوں کا اثر خاک عرب میں ہے مدام　　　　نخل بستان مدینہ ز تو سرسبز مدام

زاں شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں لقبی

جمع ہیں در پہ ترے حور و ملک جن و بشر　　　　قطب ابدال امام و ولی و پیغمبر
عرض مطلب کی ملے بار تو کہدوں رو کر　　　　چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر

اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

ہو گئی مدت ہجراں سے مری حالت ابتر　　　　دل شکستہ جگر افگار ہوں با دیدۂ تر
در ترا چھوڑ کے فریاد کو اب جاؤں کدھر　　　　چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر

اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

آہ پنجاب میں ہوتی ہے مری عمر بسر　　　　بخت برگشتہ نہ اب تک کبھی آیا مدینہ پر
جو ترے روضۂ اقدس پہ کہوں میں آ کر　　　　چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر

اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

ظلمت کفر سے پہلے یہ عرب تھا معمور　　　　بھیجکر تجھکو منور کیا توحید کا نور
تو تھا محبوب ترا پاس تھا حق کو بھی ضرور　　　　ذات پاک تو چو در ملک عرب کرد ظہور

زاں سبب آمد قرآں بزبان عربی

ہر زباں پر تھا بے تجھے علم لدنی سے عبور　　　　التجا کرتے تھے جن و ملک و وحش و طیور

بول بالا عربی کا تھا خدا کو منظور — ذات پاک تو دریں ملک کیے ظہور

زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

شیر پھلا کے بھی ہوں حرص کا کتا ہر دم — تیر زندان ہوس میں نہیں بھرتا ہے شکم

طلب جیفۂ دنیا نے کیا ناک میں دم — نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم

زانکہ نسبت بسگِ کوئے تو شد بے ادبی

گرچہ گزری ہے گناہوں میں سبھی شام و پگاہ — ہے تری ذاتِ مقدس پہ بھروسا یا شاہ

نزع میں گر نامدد حشر میں ہو نا تو پناہ — عاصیانیم زما نیکیٔ اعمال مخواہ

سوئے ما روئے شفاعت بکن از بے سببی

کشت ہستی تپش ہجر سے جاتی ہے جھلکی — عین باران کرم ہے نظرِ لطف تری

شیر اب جان سے جاتا ہوا کہتا ہے یہی — سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی

آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی

شیخ شیر محمد شیر از ظفروال

تضمین

برغزل جناب شیر بیشۂ توحید عرفان قلندر بے بدل مست لم یزل حضرت شمس تبریز قدس سرہ العزیز

از بنائے ہر دو عالم مقصد اعلیٰ توئی — در یتیم توحید و عرفاں گوہر یکتا توئی

آدم و نوح و آدم مقصد عیسیٰ توئی — یا رسول اللہ حبیب خالق یکتا توئی

برگزیدہ ذو الجلال پاک بے ہمتا توئی

در جہانِ حسن و خوبی صورتِ زیبا توئی — در لباس آدمی نورِ احد پیدا توئی

نو بہار باغِ ہستی اے گلِ رعنا توئی — یا رسول اللہ حبیب خالق یکتا توئی

برگزیدہ ذو الجلال پاک بے ہمتا توئی

انقلاب معنی ست عالم مقصد مصطفے توئی تا بہار کنت کنزا مورد طہ توئی
رحمۃ للعالمین و شافع فردا توئی یا رسول اللہ حبیب خالق یکتا توئی

برگزیدہ ذو الجلال پاک بے ہمتا توئی

نور پاکت سید اگشتہ عیاں از نور ذات در وجودت شد ودیعت ہم را جملہ صفات
از طفیل نام پاکت یافتہ آدم نجات نازنین حضرت حق عہد بر بدو کائنات

نور چشم انبیاء چشم و چراغ ما توئی

چوں تو آمد ت پردے پیدا نہ شد در شش جہات از وجاے مغفرت خالی بودے در جہات
ہم چناں در مکرامت دائمی بعد از وفات نازنین حضرت حق صمد بر کائنات

نور چشم انبیاء چشم و چراغ ما توئی

کردا یزد از دو عالم ذات پاکت انتخاب زاں سبب بردہ خدا بر عرش از فرش تراب
تا کہ حوران و ملک گردند جملہ فیضیاب در شب معراج بودہ جبرئیل اندر کاب

پا نہادہ بر سر یر گنبد خضرا توئی

انبیاء ہستند انجم ذات تو چوں آفتاب کیست کو گشتہ نہ از فیض تمامت فیضیاب
از طفیل تو نہ شد بر کافراں نازل عذاب در شب معراج بودہ جبرئیل اندر کاب

پا نہادہ بر سر یر گنبد خضرا توئی

در جہاں حسن و خوبی خط و قامت لا جواب در ہوائے دید رویت عالمے گشتہ خراب
از خیال زلف و چشم عاشقاں در پیچ و تاب در شب معراج بودہ جبرئیل اندر کاب

پا نہادہ بر سر یر گنبد خضرا توئی

یا رسول اللہ توئی درمان قلب دردمند از گنہگاران ہست ایں تغافل تا بچند
دشمنانت سیدا غارت گر دین و دل اند یا رسول اللہ تو دانی امتانت عاجز اند

عاجزاں را رہنما و جملہ را ماوے توئی

رتبۂ عالیت شاہا از بلندی ہا بلند عاصیان امتت تا کے درین نقص و گزند

ز چہ آمد سید ایں خواری امت پسند — یا رسول اللہ تو دانی امتانت عاجزاند
عاجزاں را رہنما و جملہ را ماوٰے توئی

یک نگاہ لطف سوئے عاصیاں بہر خدا — رحمۃ للعالمینی یا محمد مصطفےٰ
شوق عاصی تلملے در ہند باشد مبتلا — شمس تبریزی چہ داند نعت تو پیغمبرا
مصطفےٰ و مجتبےٰ و سید اعلےٰ توئی

گفت حق مزمل و یٰسین و طٰہٰ ہل اتےٰ — ہست وصف زلف تو واللیل و رویت والضحیٰ
شوق بیچارہ چہ گوید وصف تو اے سرورا — شمس تبریزی چہ داند نعت تو پیغمبرا
مصطفےٰ و مجتبےٰ و سید اعلےٰ توئی

حکیم اسرار الحق غفرلہ صدیقی قادری صابری

خطاب بخواجہ اویس قرنی رح

مہ کمال کی منزل ہے بارگاہ تیری — ہے بحر عشق و محبت قرارگاہ تیری
وہ نار عشق کی سینے میں تیرے مضمر ہے — کہ جسکا سوز تری آہ لب سے ظاہر ہے
چراغ طور تری بزم دل میں روشن ہے — غم فراق کے داغوں سے سینہ گلشن ہے
سحاب رحمت مولےٰ جو موتی برسائے
تو تیری کشت تمنا ہری بھری ہو جائے

نگاہ ریزش ابر بہار ہے تجھ پہ — نسیم گلشن رحمت نثار ہے تجھ پر
ہے سر پہ ظل الٰہی ترے کرم گستر — خدا کا نور برستا ہے تیرے چہرے پر
ہزار شوق سے ہے سیر باغ رعنائی
ترے جمال محبت فزا کا شیدائی

وہ گھر میں جلوہ نما تیرے ماہ کامل ہے — شگفتہ جس سے ہوا تیرا غنچۂ دل ہے
شب وصال ہے معراج کی شرح گویا — ترے کمال کی چشم بلال ہے جویا

تبارک اللہ زہے فیض فضل رحمانی
کہ تو مقرب آں بارگاہ سلطانی

جہانیں زلف سیاہ تیری مشک افشاں ہے   کہ ڈوبا عطر میں باد صبا کا داماں ہے
نسیم گلشن حسن و جمال آتی ہے   تری ہی زلف معنبر کا گیت گاتی ہے

شمیم مشک ختن مست ناز تیری ہے
ہوائے ملک یمن وقف راز تیری ہے

الگ جو خدمت اقدس سے تو رہا ہے دور   مگر ہے فیض حضوری سے دل ترا معمور
کھلی ہوئی جو تری آنکھ ہو بصیرت کی   تو رہنما ہے تری شمع حسن سیرت کی
کمال خوبی اعمال تیرا یاور ہے   فروغ نیر اقبال تیرا رہبر ہے

رہا تو خدمت مادر میں۔ دور حضرت سے
اگرچہ کام لیا تو نے آہ وحسرت سے

فراق یار میں تھی چشم اگرچہ ششدر   لگی ہوئی تھی رخ خوبرو پہ تیری نظر
تلاش یار میں پھرتا رہا بیاباں میں   تمام عمر گزاری دیار حرماں میں
برنگ بلبل شیدائے گلشن عرفاں   ہمیشہ کام رہا تجھکو با صدائے فغاں

سہارا تیری جبین نیاز مندی کا
بجائے رحمت عالم کا آستانہ ہوا

ولیک بزم محبت کا تیری وہ نقشا   تغیرات زمانہ نے بس بدل ڈالا
تماشا اور دکھایا یہ دست قدرت نے   چھپایا مہر نبوت کو ابر رحمت نے
کہا یہ قافلہ سالار ملک معنی سے   کہ تیرے سوز محبت کا امتحان کرے
تو اسکو سنتے ہی تقدیر نے یہ خندہ کیا   کہ میرے سامنے تدبیر کا ہے کام ہی کیا

جو رنگ اپنا قضا و قدر دکھاتی ہے
تو عقل ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتی ہے

الٰہی خیر ہو۔ وقت نزول آفت ہے   کہ سارا عالم اسباب غرق حیرت ہے۔

مبادا ہم سے وہ بیزار بندہ پرور ہو　　تو عیشِ مایۂ بیدار دل کدہ ہو
وہ رشتہ عمرِ رواں کا نہ چھوٹ جائے کہیں　　طلسم خانۂ ہستی نہ ٹوٹ جائے کہیں
اگر زمانۂ نیرنگ ساز مہلت دے
تو بہرہ وں نامۂ اعمال کو سعادت دے

مگر جو گوشِ سماعت میں تیرے پہنچی خبر　　کیا حبیبِ خدا نے ہی اس جہاں سے سفر
جنوں نے ایک نیا جوش پیو قالب میں　　یہی تو رشتہ ہے مطلوب لو دطالب میں
کہ اُسکے جوشِ جنوں زور جب پکڑتا ہے　　تو دل سنبھالے سے یہ کب بھلا سنبھلتا ہے
جو ماہِ شرف سپہر کمال مخفی ہو
تو بندہ کس طرح حق کی رضا پہ راضی ہو

کسی کو صدمہ الٰہی کبھی نہ یہ پہنچے　　کوئی یہ بات کسی دل جلے سے نہ پوچھے
کہ کیا ہے فرقتِ جاناں میں حال تیرا ہو　　کیا سلوک ہی گردوں نے تیرے ساتھ میں کیا
جواب دینا ہے مشکل اگرچہ اسکے لیے　　زبانِ حال سے شاید یہ اسکا دل کہہ دے
الٰہی! اُجڑے چمن میں بھی پھر بہار آئے
کبھی یہ نخلِ تمنا مرا ہرا ہو جائے

وہ سروِ گلشنِ فضل و کمال ہو جائے　　وہ نور دیدۂ حسن و جمال ہو جائے
وہ ابرِ رحمتِ پروردگار آ جائے　　وہ مستِ بادۂ الفت نگار آ جائے
مبادا طالع بیدار اپنا سو جائے
کہیں یہ جوشِ محبت فزوں نہ ہو جائے

نگاہِ شوق سے آ دیکھ مرد ظاہر میں　　کہ تو رموزِ حقیقت سے آشنا ہی نہیں
ترے خیال میں آسان کام ہے گویا　　مشاہدۂ جمالِ عزیزِ مصر لقا
مگر بصدقِ یقیں دیدۂ بصیرت ہو
مثالِ ذرہ فنا نورِ آفتاب میں ہو　　کہ رازِ قبلۂ توحید تجھ پہ ظاہر ہو
نہ جھگڑے طے ہوا تا حال نکتہ دانی کا　　بکھیڑا دور کرو جلد زندگانی کا

خودی کے ہوتے تو ممکن وصالِ یار نہیں
مگر تو محسنِ بیخود کا رازدار نہیں

جو دل میں عشقِ الٰہی کا شوق غالب ہو — تو بندۂ شاہدِ عرفانِ حق کا طالب ہو
جو دل تقربِ مولیٰ کی طرف مائل ہو — تو نورِ حق کی زیارت کا شرف حاصل ہو

صدائے صدقِ مقالاتِ بو المعالی ہے
کہ غایتِ رہِ الفت خدمتِ نبی ہے

ہمیشہ نظرِ کرم میرے حال پر ہولے — ترے ہی تیرِ نظر کا نشانہ دل ہو مرا
تلاشِ مایۂ آسودگی نہیں مجھکو — خیالِ دولتِ فرداوگی نہیں مجھکو

مرا کہ فتنۂ عشقِ حبیبِ مطلوب ست
علی الدوام ز شوقِ جمالِ محبوب است

کرے اسیر کوئی مجکو لاکھ بندوں میں — تلاش تیری کرونگا خدا کے بندوں میں
چلا ہوں گھر سے نکلکر میں اب تو صحرا کو — کہ دیکھوں جاکے کہیں تیرے نقشِ پا کو

چھپائے مجکو جو دامن میں برقعۂ نوری
تو درمیان سے اٹھ جائے پردۂ دوری

دلِ حزیں جو تری رہ میں ٹوٹ جاتا ہے — وہ فکرِ دیر و حرم سے بھی چھوٹ جاتا ہے
خیالِ دوریٔ منزل رہیگا دل میں مکیں — بجائے کچھ بھی جو تاثیرِ جذبِ دل میں نہیں

ہزار حیف کہ دیدارِ دلربا نہ ہوا
درِ نشاطِ حصولِ مراد وا نہ ہوا

نگاہِ لطف کن اے مستِ بادۂ عرفاں — ہزار جان سے میں تیرے عشق کے قرباں
ہے شہرہ آپکے خلقِ عظیم کا ہر سو — جہان میں پیدا نہوگا پھر آپسا خوش خو

حدیثِ عشق رسالت مآب ازلی ہے
بقائے ذکرِ جمیل حیاتِ ابدی ہے

پرانا قصہ یہ کیوں چھیڑ لے محلِ حیرت — رلادیا ہے مجھے یادِ جنگِ احد نے

جوایک گوہر یکدانہ آپ کا ٹوٹا — تو بے خودی نے ترا باغ بیخزاں لوٹا

کمالِ صدق محبت تری نشانی ہے
جمالِ مصر سعادت تری کہانی ہے

مگر بتا تا ذرا تو نے اے مرے مولیٰ — کہاں سے رفق و مدارات کا سبق سیکھا
یہ رتبۂ عالی ہے سرکار ربّ العزت کی — سر نیاز پہ دستار ہو فضیلت کی
امینِ گنجِ رسول کریم یثرب سے — تو لیکے بار امانت کو تیرے گھر پہنچے
عطا ضمیر حقیقت شناس تجکو ہوا — امینِ گنجِ فضیلت تو بن گیا آقا

چو حق تعالےٰ بسوے تو نظر رحمت کرد
کلیدِ گنجِ حقیقت بہ تو کرامت کرد

ہوا شراب حقیقی کے جب نشے میں چور — تو دل سے تیرے ہوئے فکر فاقہ مستی دور
خدا کو سونپ دیا گنجِ معرفت تو نے — اور اختیار کیا گنجِ عافیت تو نے
وہاں پہ تجکو تو دار السرور کی سوجھی — کہ ہوئے سوزِ غمِ امت اسمیں پنہاں تھی

تری طرح بھی کوئی فکرِ عاقبت میں رہے
سحاب عشق کی آغوش عاطفت میں رہے

اسی کو مہر و محبت کا کام کہتے ہیں — اسی کو برکتِ ماہِ تمام کہتے ہیں
اسی کو چشمۂ فیضان عام کہتے ہیں — اسی کو عاشقِ خیر الانام کہتے ہیں

تجھے اے طالبِ دیدارِ حق کیا غم ہے
ابھی تو عرصۂ محشر میں ہُو کا عالم ہے

عبث نہ جانِ جہل تیرا تلملانا تھا — خدا کے پیارے کی امت کا بخشوانا تھا
اٹھائے ہاتھ دعا کے لیئے جو حضرت نے — تو کھولا بابِ اجابت کو ملک رحمت نے

پھر اپنے جوہرِ ذاتی کو بس دکھا کے رہے
بہت سی امتِ عاصی کو بخشوا کے رہے

تری بھلائی کا ممنون اک زمانہ ہے — نہیں چھپائیے قابل ترا فسانہ ہے

تجھی پہ ختم بس اخفائے زہد و ایماں ہے +
اسی میں تیری پیشانی کا راز پنہاں ہے +
کہ دلپذیر یہ مفہوم ربِّ اِنِّی ہے +
کلیم حلقہ بگوش اویس قرنی ہے +

مرسلہ طالب الدین از لاہور

تازہ نعتیں اور غزلیں

(۱) جناب محمد رضا صاحب صدیقی الہ آبادی از علیگڑھ

عاشق ہوں میں خال و خطِ رخسارِ نبیؐ کا
ہے داغ قمر کو مری اس خوش نظری کا

کیا جانئے باطن میں ہے کیا حال سیہ کا
دیوانو یہ موقع نہیں نادان ہنسی کا

یہ راز ہے خورشید کی اس جلوہ گری کا
دھویا ہوا خاکستر کفِ پائے نبیؐ کا

ہے ابرِ کرامت مرے عصیاں کی سیاہی
ہوں عاشق سودا زدہ گیسوئے نبیؐ کا

کہتا ہے کہ ہوں دیدۂ گریاں کے مقابل
اس ابر کی ہمچشمی پہ موقع ہے ہنسی کا

پھر پی گئی آنسو جو ہوئی چشم لبالب
یہ ڈھنگ نرالا ہے مری بادہ کشی کا

ہے ساغرِ مے دیدۂ گریاں جو ہمارا
اعجاز ہے یہ ساقیِ کوثر کی ہنسی کا

مرتا ہوں جو طیبہ میں تو تم کون ہو ناصح
مستوں پہ بھلا زور بھی چلتا ہے کسی کا

اٹھتے ہیں مری سمت کو خود شیشہ و ساغر
اعجاز تو دیکھو یہ مری بادہ کشی کا

کیا ڈھونڈتی ہے سینہ میں لے برقِ تجلی
گھر چھوڑ کے دل چل دیا طیبہ میں کبھی کا

راحت مری ہر خار کے ہے نوکِ زباں پر
ہے دشت میں شہرہ مری ایذا طلبی کا

زرقہ میں کبھی غرق ہوں زمزم سے کبھی تر
کیا طرفہ تماشا ہے مری بادہ کشی کا

چل نعت سے اے خامہ ذرا سوئے مناقب
لازم ہے وسیلہ کوئی درگاہِ نبیؐ کا

بندہ ہوں میں اس قطبِ جہاں ابنِ علیؓ کا
جو قبلۂ حاجات ہے ہر غوث و ولی کا

نورِ نظر و مردمکِ دیدۂ زہرہ
فرزند جگر گوشۂ رسولِ عربی کا

وہ سروِ رواں زینتِ گلزارِ حسینی
بلبل ہے چہکتا ہوا باغِ حسنی کا

ساغر میں ہے اسکے مے دو آتشہ لبریز
ساقی ہے وہ مستانہ حسینی حسنی کا

مستِ مے بغداد کو خورشید قیامت
ساغر نظر آتا ہے شرابِ عنبی کا

آتی ہے رضا گوش سے بھی ہو کی آواز
محبوب ہے اللہ کو کیا وصف کسی کا

(۲) جناب حافظ محمد یعقوب صاحب اَوج گیاوی شاگرد حضرت کوثر خیرآبادی

جب سے ہم نے رُخِ پُرنور کا جلوا دیکھا — چار سو جلوہ نما تیرا تماشا دیکھا
حرم و دیر میں اے شمعِ شبستانِ جمال — تیرے ہی حُسنِ دل افروز کا جلوا دیکھا
جلوۂ دید نے کھوئے خرد و ہوش و حواس — نہیں معلوم کہ اِن آنکھوں نے کیا کیا دیکھا
گلشنِ دہر کے ہر پھول میں ہر پتے میں — تیری نیرنگیٔ قدرت کا تماشا دیکھا
تشنہ کامانِ محبت کو کہاں صبر و قرار — ہو کے سیراب انہیں اور بھی پیاسا دیکھا
عاصیوں کا صفِ محشر میں ہوا بیڑا پار — جوشِ پر رحم و کرم کا ترے دریا دیکھا
دل کو تڑپانے لگا ساقیٔ کوثر کا خیال — دستِ ساقی میں جہاں ساغر و مینا دیکھا
جلوۂ دید کی طاقت نہ رہی موسیٰ کو — طُور پر جب رُخِ پُرنور کا جلوا دیکھا
شہرہ ہر سو ہے تری انجمن آرائی کا — حسن میں ناز و ادا میں تجھے یکتا دیکھا
کس قدر منزلِ مقصود سے بھٹکا انساں — چھوڑ کر راہِ خدا طالبِ دنیا دیکھا
دیکھنا ہم کو دکھانا تھا جو اُن کو منظور — خود تماشا بنے عالم نے تماشا دیکھا
رنگِ قدرت کے عیاں جلوے ہیں ہر سو لیکن — شکلِ نکہت تجھے پنہاں گلِ رعنا دیکھا
کفر و دیں چھوڑ کے پہنچے حرمِ ناز میں ہم — بھول کر بھی کبھی کعبہ نہ کلیسا دیکھا
جاں بلب حسرتِ دیدار میں ہے اَوجِ حزیں — مثلِ موسیٰ اُسے مشتاقِ تجلی دیکھا

(۳) جناب عبد المجید صاحب صدیقی لاڑکانہ سندھ

ہے سبک آئینہ خانہ اور سبک تر آئینہ — عکسِ روئے یار گویا آئینہ در آئینہ
حق نے دکھلائے ہیں جلوے کیسے کیسے شاندار — رکھ دیا قدرت نما آنکھوں کے اندر آئینہ
خال و خط اچھے بُرے سب ہمیں آتے ہیں نظر — قلبِ انساں کیا ہے گویا اک منور آئینہ
منزلِ الفت بہت دشوار ہے چلتے تو ہو — ہو بھی اس قابل ذرا دیکھو تو لیکر آئینہ
آ کے چمکا اس میں عکسِ نورِ رب العالمیں — تھا رسولِ ہاشمی کا جسمِ اطہر آئینہ
پڑ نہ جائیں چھائیاں اس پہ بُرے افعال سے — ہو نہ جائے دل کا صدیقی مکدر آئینہ

عبدالواحد رحمہ پیر و مرشد شیخ نظام الدین ابواللیث رحمہ سے ملاقات ہوئی اور غزنین سے لاہور کو ارادہ روانہ ہوئے۔ یہاں سے دہلی تشریف لائے۔ خلائق کا انبوہ دہلی میں سب سے زیادہ ہوا غرض متنفر ہو کر آپ اجمیر شریف چلے گئے۔ اجمیر شریف کا قیام ۵۶۱ھ ہجری میں تھا۔

تاریخ داں اصحاب جانتے ہیں کہ یہاں پہنچکر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اشاعت اسلام میں کیا حصہ لیا۔ اور توحید کو کیسا پھیلایا۔ کثیر التعداد لوگوں کو مسلمان کیا۔ اور بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کے سب سے پہلے اسلامی منادی آپ ہی ہیں۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے منصب کو آپ اور آپ کے مقدس و بزرگ جانشینوں نے پورے طور پر نبھایا آج ہندوستان میں شجر اسلام نہ سلطان محمود غزنوی رح کی تلوار کے زور سے بارآور ہے اور نہ سلطان شہاب الدین غوری رح کے حملوں سے۔ نہ صرف حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے تناور ہے۔ اجمیر شریف میں اب تک یہ کشش ہے کہ لاکھوں آدمی ہر عقیدہ اور ہر مذہب کے ہر سال زیارت کر جاتے اور زبانِ حال سے حضرت مولانا شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ غزل پڑھتے ہیں۔

غزل

خواجۂ خواجگاں معین الدین — فخر کون و مکاں معین الدین
سرِّ حق را بیاں معین الدین — بے نشاں را نشاں معین الدین
مظہرِ جلوہ گاہ نورِ قِدم — آفتابِ جہاں معین الدین
مرشد و رہنمائے اہلِ صفا — ہادیِ انس و جاں معین الدین
عاشقاں را دلیلِ راہ یقیں — سدِ راہِ گماں معین الدینا
خواجۂ لامکان و قدس مقام — آسماں آستاں معین الدینا
قربِ حق اے نیاز گر خواہی — ساز وردِ زباں معین الدین

اجمیر شریف میں سید السادات سید حسن مشہدی مشہور خنگ سوار (شیعہ مذہب) داروغۂ شہر سلطان قطب الدین ایبک کی جانب سے تھے۔ سید صاحب علیہ صلاح و تقویٰ سے آراستہ اور اولیاء اللہ کی خدمت گذاری فخر سمجھتے تھے۔ انکو حضرت خواجہ صاحب رح کی تشریف آوری نعمتِ غیر مترقبہ ہوگئی اور حضرت رحمہ اللہ کی صحبت میں رہکر استفادۂ باطنی حاصل کرنے لگے خواجہ

صاحبؒ دو مرتبہ اپنے عزیز مرید حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحؒ کو دیکھنے دہلی تشریف لائے اور یہ زمانہ سلطان شمس الدین التمش کا تھا۔ دوسری مرتبہ جب آپ دہلی سے تشریف لیگئے تو بحکم حضور رسول اللہ صلعم عقد نکاح کیا۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ سید وجیہ الدین محمد مشہدی خنگ سوار (عم سید حسن صاحب خنگ سوار) کی ایک حسین۔ خوبرو دختر تھی۔ جب وہ سن بلوغ کو پہنچی تو سید وجیہ الدین محمد نے خواب میں امام ہمام حضرت جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ انکی لڑکی کے نکاح کے واسطے حضرت خواجہ معین الدین چشتی (رحمۃ اللہ علیہ) سلطان الہند کی بابت ارشاد فرماتے ہیں اور اُسکے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جناب رسالت مآب صلعم کا بھی یہی ایما ہے۔ سید وجیہ الدین محمد نے یہ واقعہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا۔ آپنے فرمایا کہ اب عمر شادی کی نہیں ہے لیکن ارشادات بزرگان کی تعمیل واجب ہے۔ غرض آپ متاہل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو صاحبزادے بھی عنایت فرمائے[1]۔ نکاح کے سات برس بعد ماہ رجب ۶۳۳ھ میں بعمر ستانوے ۹۷ سال عالم بقا کی طرف کوچ کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شہنشاہ جلال الدین اکبر کو مزار مبارک سے نہایت اعتقاد تھا۔ اور بہت مرتبہ پا پیادہ زیارت کو گیا۔ اسکا لاڈلا بیٹا۔ جہانگیر خاندان چشت کے بزرگ حضرت خواجہ سلیم چشتی رح کی دعا سے پیدا ہوا تھا۔

حاجی محمد قندھاری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح حضرت خواجہ صاحب رح کو دیکھنے دہلی میں تشریف لائے تھے اور سلطان شمس الدین التمش خواجہ صاحب (عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ) سے بیعت[2] بھی تھا۔"

حضرت سُلطان العارفین خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

آں نہنگِ محیطِ نورِ خدائی غرقہ لجۂ حضورِ خدائی
رفتہ در لامکاں ز ہستی خویش کرد اظہار حق پرستی خویش

[1] افسوس ہے کہ حضرت رح کی اولاد کے نام معلوم نہ ہوسکے۔
[2] واقعہ غلط ہے۔ سلطان شمس الدین التمش حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح سے بیعت تھا۔ حاجی صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے اور غالباً ہم نام ہونے سے مرشد بھی بدل گئے۔

شدہ از جاں بہ لامکاں واصل — کہ بہر دم ہزار جاں حاصل
بخدا محو در خفی و جلی — قطب دیں بختیار شیخ ولی
اندۂ جاوداں ز فیضِ عمیم — کشتۂ زخم خنجر تسلیم
سینۂ عارفاں از و گلشن — دیدۂ عاشقاں از و روشن

حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وطن مبارک قصبہ اوش[1] ہے۔ آپکے والد ماجد مولانا کمال الدین صاحب رح ایک باکمال بزرگ تھے۔ ڈیڑھ برس کی عمر تھی کہ سایۂ پدری سر پر سے اٹھ گیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ جو حلیۂ عفت و زیور عصمت سے آراستہ تھیں۔ آپ کی پرورش و پرداخت میں مشغول ہوئیں۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی رح خیر المجالس[2] میں تحریر فرماتے ہیں۔ "جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک شخص پرہیزگار کی ہمراہ جو پڑوس میں رہتا تھا۔ طباق چھواروں کا ساتھ کرکے ہدایت فرمائی کہ آپ کو کسی نیک اور بزرگ معلم کے سپرد کردے جب وہ صاحب چلے تو راستہ میں ایک پیر روشن ضمیر سے دوچار ہوئے۔ بزرگ نے دریافت فرمایا کہ یہ صاحبزادہ کسکا ہے۔ پڑوسی نے جواب دیا اس کا والد ایک صاحب کمال بزرگ تھا اب میں حسب الہدایت اسکی والدہ کے کسی نیک معلم کی خدمت میں لیے جا رہا ہوں۔ بزرگ نے کہا اسکو میرے سپرد کرو۔ میں انشاءاللہ تعالیٰ ایسے استاد کے پاس لیجاؤں گا جسکی برکت سے فیوض ظاہری و باطنی حاصل ہونگے۔ پڑوسی راضی ہو گیا۔ اور وہ بزرگ خواجہ صاحب کو لیکر مولانا ابو حفص رح کی خدمت میں پہنچے۔ اور فرمایا یہ صاحبزادہ منجملہ بزرگان دین ہے ستون اسلام کو مستحکم کرے گا۔ دین محمدی اسکی وجہ سے اشاعت پائے گا۔ آپ نظر شفقت سے تعلیم دیجیے گا یہ فرماکر وہ بزرگ رخصت ہوئے۔ مولانا ابو حفص رح نے حضرت قطب صاحب سے دریافت فرمایا کہ یہ بزرگ آپ کو کہاں سے مل گئے۔ آپنے جواب دیا۔ راستہ میں۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام تھے۔ الحمدللہ کہ انکی دستگیری سے آپ ہم تک پہنچے۔ حضرت قطب صاحب نے مولانا ابو حفص رح کی خدمت میں رہکر حفظ القرآن کے علاوہ آداب شریعت سیکھے اور ظاہری و باطنی علوم میں کافی استفادہ حاصل کیا۔"

[1] قصبہ اوش ماوراءالنہر کے قریب ہے۔ [2] خیر المجالس تصوف میں بڑے پایہ کی کتاب ہے ہندوستان میں طبع ہو کر دستیاب ہو گئی ہے

جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی سلطان الہند رحمۃ اللہ علیہ اصفہان ہوئے تو حضرت قطب صاحب کی عمر بیس سال کی تھی ۔ اور آپ جمیع علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ پیر کامل کی تلاش میں تھے حضرت سلطان الہند رہ کی تشریف آوری اور آپ کی بیعت کا ایک ہی وقت قدرت کی طرف سے مقرر ہوا تھا ۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی صحبت بابرکت میں رہکر سعادت دارین حاصل کی بعد ہندوستان میں دہلی کی ولایت ملی ۔ الحمد للہ کہ پیر اور مرید ایک ہی ملک میں ہمیشہ جدا فیض آثار سے مشرف ہوتے رہے ۔

حضرت قطب صاحبؒ دن رات میں ڈھائی سو رکعت نماز ادا فرماتے تھے ۔ اور تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے ۔ حضرت سلطان الاولیا شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قصبہ اودش میں آپ کا ایک مرید خواجہ رئیس احمد تھا ۔ اُس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک محل نہایت رفیع الشان و بلند ہے اور اُسکے چاروں طرف ہزارہا لوگ کھڑے ہوئے ہیں ایک بزرگ نورانی صورت باہر سے لوگوں کے پیام لیجاتے اور اندر سے جواب لاتے ہیں ۔ رئیس احمد نے دریافت کیا کہ یہ صاحب کون ہیں ۔ معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ جلیل القدر و باختصاص اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے یہ ہی ہیں ۔ یہ معلوم ہوتے ہی رئیس احمد نے حضرت عبداللہ رضؓ سے عرض کیا کہ غلام کی جانب سے بھی استدعاء دیدار پر انوار التماس فرما دیجئے ۔ حضرت ممدوح تشریف لے گئے اور جواب لائے کہ ارشاد نبوی ہے کہ ابھی ہمارے دیکھنے کی تجھے قدرت و لیاقت نہیں ہے ۔ جا اور ہمارا اسلام حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچا کر کہنا کہ ہر شب جو تحفہ تم بھیجا کرتے تھے وہ تین راتوں سے نہیں پہنچا ۔"

رئیس احمد بیدار ہوا ۔ اور فوراً یہ ماجرا حضرت قطب صاحبؒ کی خدمت میں جا کر گزارش کیا ۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کا ارادہ سفر سنکر ایک نیک اور پاک باز صاحبزادی کے ساتھ نکاح کر دیا تھا ۔ اس وجہ سے تین راتوں تک آپ درود شریف نہ پڑھ سکے

سلہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ الحدیث ہیں اور آپ کی روایت ثقہ و معتبر شمار کی جاتی ہے اصحاب رسولؐ میں کبیر السن صاحب الرائے مشہور تھے معلم اسلام میں بلند پایہ رکھتے ہیں ؟

سلہ جب حضرت قطب صاحب کو یہ ماجرا معلوم ہوا تو اس بات کے دوست او وصل کے عاشق پر ایک خاص اثر ہوا۔ اولیائے کرام خوب جانتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد اور وہ بھی توسل کیا معنی رکھتا ہے۔ فوراً بی بی کو طلاق دی اور بغداد کی سمت روانہ ہوگئے۔ وہاں کے عارفین سے ملاقات کرکے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رح و حضرت شیخ اوحد الدین کرمانی رح کی خدمت میں چند روز رہکر استفادہ حاصل کیا۔ اس عرصہ میں حضرت شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ دوبارہ خراسان سے بغداد تشریف لائے۔ اور یہ فرمایا کہ حضرت سلطان الہند غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ خراسان سے ہندستان تشریف لے گئے۔ یہ شفیق کی خبر سنتے ہی آتش شوق بھڑک اٹھی۔ اور نہایت بیقرار ہوکر ہندوستان کی طرف چلے۔ حضرت سلطان الہند رح سے قدمبوسی حاصل ہوئی۔ اور دونوں بزرگ سیر کنان ملتان میں پہنچے۔ یہاں حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چند روز قیام کیا۔ حضرت بابا فرید الدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جگہ حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی اور اس قدر بیقرار ہوئے کہ سلسلہ بیعت میں منسلک ہوکر حلقۂ ارادت گلے میں ڈالا۔

اس زمانہ میں ترکوں نے خطا و ختن کیجانب سے ملتان پر حملہ کیا۔ اور چاروں طرف سے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ سلطان ناصر الدین قباچہ حاکم ملتان حضرت قطب صاحب رح سے طالب امداد ہوا۔ آپ نے ایک پتھر منگا کر سلطان کو دیا۔ اور فرمایا کہ بعد مغرب کمان میں جوڑ کر برج حصار سے ترکوں کی فوج کی طرف نشانہ لگانا۔ اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھنا۔ سلطان نے ایسا ہی کیا اور اسی رات سارے ترک غائب ہوگئے۔ خدا معلوم انہیں زمین کھا گئی یا آسمان۔ اسکے بعد حضرت جلال الدین تبریزی رح غزنیں تشریف لے گئے۔ اور حضرت قطب صاحب بھی۔ سلطان ناصر الدین قباچہ نے ہر چند تضرع و زاری کی اور ملتان کے قیام پر اصرار کیا مگر آپنے فرمایا کہ یہ مقام عالم الغیب نے حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رح کے واسطے مقدر کیا ہے۔ اسکے علاوہ بلا اجازت حضرت سلطان الہند رح ہم نہیں رہ سکتے۔ الغرض حضرت قطب صاحب رح لاہور ہوتے ہوئے دہلی تشریف لائے اور کیلوکھری سلہ میں قیام فرمایا۔ اثنائے قیام میں آتش دیدار حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی رح

سلہ کیلوکھری نواح دہلی میں ایک موضع تھا یہاں پانی کی بہتایت اور سبزہ کی کثرت تھی۔

عقیدت ہوئی۔ اور ایک عریضہ بہ طلب اجازت قدمبوسی اجمیر شریف ارسال کیا۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ قرب روحانی کو بُعد مکانی مانع نہیں ہے۔ ہم خود انشاء اللہ تعالیٰ تھوڑے دنوں میں اُس طرف آئیں گے۔

سلطان شمس الدین التمش[1] نے حضرت خواجہ صاحب رح کی تشریف آوری کو غنیمت سمجھا۔ اور عرض کیا کہ اگر حضور والا شہر میں تشریف لا کر قیام پذیر ہوں تو عوام الناس کی آتش دیدار سوزی سے حضرت نے پانی کی کمیابی کا عذر فرمایا۔

دوران قیام میں شیخ الاسلام دہلی مولانا شیخ جمال الدین محمد بسطامی رح اور شیخ محمد عطا رحمۃ معروف خواجہ حمید الدین ناگوری برابر حاضر خدمت رہتے تھے۔

سلطان شمس الدین چاہتا تھا کہ ہفتہ میں دو مرتبہ حاضر خدمت ہوا کرے۔ اسکے علاوہ خلق اللہ کثرت سے حضرت قطب صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھی۔ انہیں وجوہات سے سلطان نے حضرت رح کو دوبارہ شہر میں تشریف لانے کی تکلیف دی۔ اس مرتبہ ایسا اصرار قوی اور عاجزی بیحد کی کہ آپ مجبور ہو گئے۔ اور شہر کے قریب مسجد عز الدین میں قیام فرمایا۔ اس جگہ شیخ بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ خدمت مبارک میں حاضر ہوئے۔ اور بیعت ہو کر تمامی عمر آپ کی صحبت میں بسر کر دی۔ بارک اللہ۔

مولانا جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ اور منصب شیخ الاسلام خالی ہوا۔ سلطان نے حضرت خواجہ صاحب رح کو قبول فرمانے کی تکلیف دی۔ لیکن آپ نے عذر فرمایا تو شیخ نجم الدین صغریٰ شیخ الاسلام مقرر ہوئے۔ لوگ بکثرت حضرت قطب صاحب کی زیارت کو جاتے تھے اور یہ ذوق روز بروز بڑھتا ہی جاتا تھا۔ یہ بات شیخ نجم الدین صغریٰ کو ناگوار گزرتی تھی۔ اتفاق سے انہیں دنوں حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے۔ حضرت قطب صاحبؒ کی موجودگی ہی کیا کم تھی کہ حضرت سلطان الہند رح کی تشریف آوری نے سارے شہر دہلی کو مسجد

[1] التمش خاندان غلامان کا دیندار اور عظیم الشان بادشاہ گزرا ہے۔ اسے فقراء کے ساتھ عقیدت تھی۔ اور حضرت قطب صاحبؒ سے بیعت بھی تھا۔ اس بادشاہ نے عالی شان مساجد تعمیر کرائی ہیں منجملہ انکے ایک میرٹھ میں ہے۔ جس میں نماز جمعہ ہوتی ہے۔ اور سلطان کا نام کندہ کیا ہوا ہے۔

درجہ ہو کا طرف کبھی یا حضرت قطب صاحب رہ کی سمت گیا تھا جس جگہ کے پاس
کرسکے وہ خود پاس تھا۔ مرض طلب دیدار فرصت آتا سے آنکھیں روشن ہوتی تھیں لیکن حضرت
سلطان الہند صاحبؒ اژدہام خلائق سے بہت گھبراتے تھے۔ اور حضرت قطب صاحب کو بھی منع
فرمادیا تھا کہ سلطان شمس الدین التمش کو اطلاع نہ کریں۔ ان بزرگوں کی موجودگی اسی وجہ
سے شیخ نجم الدین صاحب بہت ناراض ہوئے۔ اور اسی وجہ سے حضرت سلطان الہند رہ کو نہایت
کو بھی نہ آئے۔ لیکن حضرت خواجہ صاحب چونکہ شیخ صاحب کو خراسان سے جانتے تھے اور
مراسم ملاقات اسی زمانہ سے تھیں۔ لہذا خود ملنے تشریف لے گئے۔ شیخ صاحب اُن دنوں
مزدوروں سے ایک مکان بنوا رہے تھے۔ جب خواجہ صاحبؒ پہنچے تو بوجہ کمصت استقبال معمولی
کیا۔ اور نیچے بیٹھ کر گفتگو کی۔ حضرت سلطان الہندؒ نے فرمایا "نجم الدین! تمہارا کیا حال ہے؟ فرمایا
میں اسعد تغیر۔ شاید شیخ الاسلامی کے عہدے نے تم کو بدل دیا۔" شیخ یہ سنکر بہت پشیمان ہوا
اور جناب معافی چاہی۔ لیکن اسعد ضرور کہا کہ میں بھی ایک مخلص ہوں اور حضرت قطب الدین
بختیار کاکی وہ بھی مرید ہیں۔ مگر میری شیخ الاسلامی کو ان کے مقابلہ میں کوئی شخص برگ تر کے
عوض بھی نہیں خریدتا۔ حضرت سلطان الہند رہ یہ کلام شکایت سنکر متبسم ہوئے اور فرمایا "فکر
مت کرو۔ ہم قطب الدین کو اپنے ہمراہ اجمیر شریف لیجائینگے"۔

ہرچند شیخ یا حضرت کے واسطے مصر ہوئے مگر خواجہ صاحبؒ نے قبول نہ فرمایا۔ اُنہیں دنوں میں
حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رہ عراق۔ خراسان۔ ماوراء النہر اور حجاز شریف کی سیاحت کے بعد
حضرت قطب صاحبؒ کی خدمت میں رہتے تھے۔ حضرت بابا صاحبؒ نے اپنے پیر و مرشد کے
توسل سے حضرت سلطان الہند رہ کی قدمبوسی حاصل کی۔ آپ نے فرمایا "بابا بختیار۔ تم نے شاہباز
عظیم القدر کو قید کیا ہے جو سوائے سدرۃ المنتہیٰ کے اور کہیں آشیانہ نہیں رکھتا۔ فرید وہ
شمع ہے جس سے درویشوں کا خاندان روشن ہوگا۔" بلاشک یہ ارشاد عالی حرف بحرف پورا
ہوا۔ تھوڑے سے عرصہ کے بعد حضرت سلطان الہند رحمۃ اللہ علیہ مع حضرت خواجہ قطب الدین
بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے چلے۔ جب اہالیان دہلی نے خبر روانگی سنی۔ سرہند تک دہلی
تعداد کے ہمراہ ساتھ چلے۔ کوئی محلہ ایسا نہ تھا جہاں سے ماتم کی آواز نہ آتی ہو جملہ علماء

[illegible] جناب حضرت سلطان المشائخ [illegible]
[illegible] کو ارشاد فرمایا کہ بابا قطب الدین! لوگ تمہاری جدائی سے سخت پریشان ہیں اگر
[illegible] تو خدا کو علم ہے کہ کیا حالت ہو۔ ہمیں ان لوگوں کی خرابی و خستہ حالی منظور نہیں
تم اسی شہر میں بود و باش اختیار کرو۔ ہم تمہیں خدا کی حفظ و امان میں چھوڑتے ہیں۔ دہلی
والوں کی مراد بر آئی۔ اور سلطان شمس الدین التمش تو گویا از سر نو زندہ ہو گیا سب لوگ خوشی خوشی
حضرت قطب صاحبؒ کو لائے اور پہلے کی طرح دولت پا بوسی سے فیضیاب ہونے لگے۔

دہلی میں حضرت خواجہ صاحبؒ نے عقد کیا اور دو صاحبزادے شیخ احمدؒ و شیخ محمدؒ
پیدا ہوئے۔ شیخ محمدؒ کا انتقال سات برس کی عمر میں ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت قطب صاحبؒ کو کاکی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جب آپ دہلی میں سکونت پذیر ہوئے
تو عام طور پر کسی شخص سے کچھ نذر قبول نہ فرماتے تھے۔ البتہ خصوصیت کے احباب کچھ لے لیتے
تھے۔ مگر اسکا بھی یہ حال تھا کہ فوراً فقراء اور مساکین میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ آپکے ہمسایہ میں
ایک بقال شرف الدین نامی رہتا تھا۔ اسکی بی بی رابطہ ہمسائیگی کے سبب سے آپکے یہاں آیا کرتی
تھی۔ بسا اوقات آپکے دولت سرائے میں دو دو دن تک کچھ سامان خورد و نوش بہ ظاہر میسر نہ آتا
تھا تو خاتون محل اس بی بی سے کبھی قرض لے لیتی تھیں لیکن خواجہ صاحبؒ کو اسکی خبر نہ تھی جب
کہیں سے فتوحات ہوتی تو یہ قرض ادا کر دیتیں۔ ایک دن اس تنگ دل بی بی نے خاتون محل سے
کہا اگر میں موجود نہ ہوں اور حاجت روائی نہ کروں تو تم اور تمہارے متعلقین سب فاقہ کشی سے ہلاک
ہو جائیں۔ خاتون کو یہ امر ناگوار گزرا۔ اور وقتِ مناسب میں حضرت خواجہ صاحبؒ سے اظہار عرض
کیا۔ حضرت رح بہت متاثر ہوئے اور مراقبہ کرکے فرمایا کہ بسم اللہ کرکے حجرہ کے طاق سے کاک[1]
جسقدر بھی ضرورت ہو لے لیا کرو۔ اور آئندہ کسی سے بھی قرض نہ لینا۔ چنانچہ خاتون محل ایسا ہی
کیا کرتی تھیں۔ اور جسقدر مہمان آتے سب کی تواضع انہیں سے ہوتی۔ اولیائے کرام کو [illegible]

[1] ہندوستان میں کاک نانِ تنک (ناں یک) کو کہتے ہیں لیکن میرے خیال ناقص میں میٹھی روٹی کا نام ہے
جسکو بگاڑ کر انگریزی لفظ کیک (   ) بنا لیا گیا ہے۔ اب تک آپکے مزار مبارک پر روٹیاں سفر میں اہل
مجامعین کو تقسیم ہوتی ہیں۔ حجاز مقدس میں کاک میٹھی روٹی کو کہتے ہیں۔

دربار اکبری

مصنفہ مولانا [illegible]

[illegible] ہندوستان کا جس جلال الدین اکبر شہنشاہ ہندوستان [illegible] ہمیشہ [illegible] ایسی [illegible] کے مصنف تھے۔ [illegible] مذہب اور تجربہ [illegible] پیش [illegible] ہوئی تصویریں [illegible] دربار اکبری [illegible] اور [illegible]

شہنشاہ اکبر

[illegible] خلوت و جلوت [illegible] دربار [illegible] تمام [illegible] تحقیق تعریف [illegible] حقایق [illegible] قیمت [illegible]

ایسٹ اینڈ ویسٹ ٹریڈنگ کمپنی دہلی



ڈیزی مکھی مار

ہمیشہ کام دیتا ہے یہ ایک نفیس خوشنما [illegible] جو ہر طرف [illegible] ہے

اور [illegible] مصنوعی پھول جیسے ہوتے ہیں۔ مکھیاں [illegible] کھنچی چلی آتی ہیں۔ اور [illegible] ہلاک ہوجاتی ہیں قیمت ایک روپیہ

ایسٹ اینڈ ویسٹ ٹریڈنگ کمپنی دہلی

نرخ نامہ اشتہارات رسالہ نظام المشائخ

مقدار	ایکبار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
⅛ صفحہ	عہ	۸ر	للعہ	لعہ
½	۵	۵صہ	لعہ	۵ع
پورا صفحہ	للعہ	۵ع	پہ	۵۳

نوٹ متفرق و غیر مستقل اشتہارات کی اجرت ۲ر فی سطر کے حساب سے ہوگی تخفیف کی گنجایش نہیں۔

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

نظرے خوش گذرے

آپ نے امروہے کا نام ہزاروں بار سنا ہوگا لیکن وہاں کے کسی طبیب کے مجربات کا اشتہار نہ دیکھا ہوگا۔ یہ بھی اشتہار نہیں اشتہار ہے۔ یہ وہ مجربات ہیں جو امروہہ کے ایک معززومشہور خاندان کے پشتہا پشت سے سینہ بسینہ چلے آتے ہیں۔ ایک بار منگا کر دیکھئے ہمارے بیان کی تصدیق ہو جائیگی۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید۔

طلائے مجلوق مشہور ہے خود کردہ را علاج نیست یہ طلا اپنی ساختہ پرداختہ جملہ خرابیاں دو ہفتہ میں دور کر دیتا ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ تولہ

طلائے خاص شکل یہ علاوہ خرابیوں کے دور کرنیکے باہ کو قوت دیتا ہے عمر کے اقتضا سے جو ضعف ہو گیا ہو۔ اس کو جلد زائل کرتا ہے۔ قیمت دو روپیہ تولہ

حب اسرار اعلے درجہ کی مسک ہیں۔ نقصان کسی طرح کا ہو تو ہم ذمہ وار ہیں مسکرات کا جزو نہیں یہ گولیاں اس بارہ میں بے نظیر ہیں۔ قیمت ۲ر فی گولی۔

قبض کی اکسیر۔ قبض جس قدر عام بیماری ہے قدرت نے ویسی ہی سستی دوا تیار کرادی ایک رتی خوراک رات کو کھائیے صبح کو قبض ندارد۔ قیمت ایک روپیہ تولہ۔

اکسیر المعدہ معدہ کی جملہ قوتوں کو قوی کرتی ہے قبض دور اور اسہال کو بند کرتی ہے۔ ہر حال وہر مزاج میں مفید ہے۔ قیمت ار تولہ۔

سفوف جریان کی اس زمانہ میں وبا ہے۔ ایک بار اس دوا کو کھا دیکھئے۔ پھر دیکھیں جریان کس طرح نہیں جاتا۔ قیمت ۳ر تولہ

حب مقوی اگر کچھ بھی قوت باقی ہو تو ایک ہفتہ میں بس گنی نہ ہو جائے تو ہمیں لکھنا قیمت ۱۲ر تولہ

مسہل ڈاکٹری مسہلوں کی مقدار سے بھی کم کھائیے اور یونانی مسہل کا فائدہ لیجئے۔ قیمت ۴ر خوراک

ذیابیطس کی دوا۔ ایک رتی کھائیے اور منوں فائدہ حاصل کیجئے۔ بہت بار تجربہ ہو چکا ہے قیمت ۱۲ر تولہ

اگر آپ کو مرض ناگوار ہے تو جلدی منگائیے پتہ یہ ہے

امروہا ضلع مرادآباد حکیم محمد اسرار الحق صدیقی میونسپل کمشنر امروہا

عالم پاک کی خاک
چٹکی میں بیڑے پار

چند دنوں سے ایک اشتہار ان صفحات پر خاک کی چٹکی کے عنوان سے چھپ رہا ہے۔ لوگوں نے سمجھا ہوگا کہ یہ بھی اشتہار کی جدت ہے۔ مگر جن لوگوں نے اس کو منگایا اور استعمال کیا ان کی تعریفوں نے ڈاک بھر دی۔ سچ ہے خالق جہان جب کہ اس بے اثری کے زمانہ میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو خاک کی چٹکی سے مرضوں کے دکھ درد دور کر سکتے ہیں۔ اطلاعوں سے پایا جاتا ہے کہ اس چٹکی نے برسوں کے قبض کو دور کر دیا ہے۔ [illegible] بہت شگفتہ ہو رہے ہیں۔ خوش ہو ہو کر ہمتیں بلند و بالا کر دیں۔ موذی مرض جس نے جن لوگوں کو زندہ در گور کر رکھا تھا اب وہ اپنی برس میں نئے قسم کے دلچسپ اور مزے لیتے ہیں۔ اس [illegible] سے خدا نے ان کو نجات دی۔ معدے کے درد ہمارے [illegible] میں کہ [illegible] کھانے نمک استعمال کیجئے [illegible] کا لکا ہاجوڑا گولی کا فائدہ نہیں ہوا۔ ہم بہت عرصے کے [illegible] کھانے کا مزہ بھی جاتا رہا تھا۔ لیکن اس چٹکی نے مسیحا کا کام کیا۔ سات دن کے اندر بھوک کا یہ عالم ہو گیا کہ چار چار دفعہ رات دن میں کھاتے ہیں اور سب ہضم ہو جاتا ہے۔ روکھی سوکھی روٹی بھی قورمہ کا مزہ دیتی ہے۔ جگر کے مریض لکھتے ہیں کہ خدا درویشوں کا بول بالا کرے موت کے منہ سے نکال لیا جگر نے زندگی خراب کر رکھی تھی۔ بدن میں خون کا نام نہ رہا تھا۔ جو کھاتے تھے۔ انگ کو نہیں لگتا تھا خدا جانے کہاں غائب ہو جاتا تھا۔ جو شخص صورت دیکھتا یہ کہتا میاں کیا حال ہے۔ تپ تو نہیں ہے تمہاری تو دن بدن حالت ہی خراب ہوتی جاتی ہے۔ جب سے اس چٹکی کا استعمال کیا ہے ہاتھ پاؤں میں چستی اور پھرتی آگئی ہے۔ چہرہ پر سرخی آچلی ہے۔ ہم تو ایسی اکسیر دوا کو ہمیشہ استعمال رکھیں گے۔ ان سب تعریفوں اور کامیابیوں کو معلوم کرکے ہم نے خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ یہ سب اسی کی کارسازیاں ہیں۔ بندہ ہر حال میں بندہ ہے۔ اس نے اپنی قدرت سے کہا ولایت والے جن دواؤں کی مٹھیاں بھر بھر کے روپے لیتے ہیں ہندوستان میں خدا کے بندے چند پیسوں میں ان سے بڑھ کر دوا دیتے ہیں۔ آج کو اگر یہ دوا کسی یورپین کے پاس ہوتی تو لاکھوں کروڑوں روپیہ کما لیتا۔ اور دوا کو اپنے نام پیٹنٹ کرا [illegible] مگر ہم تو [illegible] مخلوق کے فائدے کے لیے اسے ویسے ہی کم داموں پر فروخت کرتے رہیں گے۔ اس دوا میں اس سے زیادہ تاثیر ہے۔ جو [illegible] اپنی مراد کو پہنچتے ہیں۔ جن لوگوں نے اسے ہمیشہ استعمال میں رکھنے کا ارادہ کیا ہے یقیناً ان کو اس سے بہت فائدہ ہوگا۔ اور کبھی ان کو کسی قسم کی شکایت نہ ہوگی۔ آٹھ دن کی دوا ایک روپیہ میں۔ اور چالیس دن کی دوا پانچ روپیہ میں ؎

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ و خطیب دہلی

اعلان عام

[illegible]

مجموعہ ملفوظات خواجگان چشت اردو

یہ کتاب تھوڑے ہی عرصہ میں چار مرتبہ طبع ہو کر سرمۂ چشم اہل عقیدت ہو چکی ہے اور چار ہزار سے زیادہ جلدیں نکل چکی ہیں۔ اسمیں حضرات خواجگان چشت کے ملفوظات ہیں جنکے نام نامی یہ ہیں حضرت خواجہ ہارونی خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔ حضرت بابا فرید الدین گنجشکر۔ حضرت سلطان المشائخ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہم یہ وہ نایاب مجموعہ ہے۔ جو اپنی خوبی مضامین میں اور نفع رسانی میں شہرت رکھتا ہے۔ لہذا بابرکت و مفید کتاب ہی قیمت عہ

مناقب الحبیب یعنی مکمل سوانحمری حضرت خواجہ معین حسن سنجری اجمیری علیہ الرحمتہ اگرچہ سوانحمریاں حضرت خواجہ صاحب کی بہت سی چھوٹی بڑی چھپ چکی ہیں۔ مگر کتاب ہذا کے خصوصیات سب پر فائق ہیں۔ اول تو یہ کتاب ایک خاندانی بزرگ صاحب تصنیف کثیرہ حضرت حاجی خواجہ نجم الدین صاحب شاہ ولایت فتحپور و خلیفہ خاص حضرت شاہ ولایت فتحپور و خلیفہ خاص حضرت شاہ سلیمان صاحب تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ہے دویم اکثر سوانحمریاں میں ایک ہی مشہور حالات خواجہ صاحب کو دوہرایا گیا ہے۔ اسمیں یہ بات نہیں۔ بلکہ کتنے ہی واقعات عجیب اور انکی اولاد و احفاد کا ذکر بالکل جدید ہے اور ہر ایک بیان کو بحوالہ کتب درج کیا ہے جو صاحب مفصل اور صحیح حالات حضرت خواجہ صاحب کے دیکھنے کی مشتاق ہوں وہ اسے ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ قیمت صرف دس آنے۔

عشرہ کاملہ اصل کتاب عربی زبان میں حضرت شیخ فانی فی اللہ باقی باللہ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رضی اللہ کی تصنیف ہے جس کو آپ نے اعتکاف عشرہ میں تصنیف فرمایا ہے یہ مختصر کتاب جمیع مسائل تصوف پر حاوی ہے۔ باوجود اس خوبی کے قیمت چھہ آنے ۶؍

اصول السماع از حضرت مولانا فخر الدین صاحب زرادی خلیفہ حضرت محبوب الٰہی سلطان الاولیاء نظام الدین قدس سرہ العزیز مسئلہ سماع میں نہایت تحقیق سے لائی گئی ہے مستند کتاب ہے۔ بین السطور میں ترجمہ اردو ہے۔ قیمت چار آنے ۴؍

المشتہر نظام الدین تاجر کتب چاندنی چوک دہلی

اہلِ اسلام کے لیئے سچی رعایت کی خوشخبری

قابلِ زیارت حمائل شریف مترجم مجلد حنا شدہ

پانچ روپیہ کے بجاے ایک روپیہ آٹھ آنے ہدیہ کر دیئے

صرف یکم شعبان ۱۳۳۲ھ سے ماہ رمضان المبارک تک

طرفہ صنعت - حرفوں کی خوشنمائی موتی کی آب سے دوبالا - چھپائی ایسی جیسے ایک مشاق استاد کے ہاتھ سے ترشے ہوئے نگینے - کاغذ صاف چکنا ولایتی - صحت کا یہ عالم کہ اک اک نقطہ کی ذمہ داری - طرفہ یہ کہ ہر اسم اللہ کا حسن تحریر جداگانہ - جلد چاندی سونے کی بیلوں و جال سے مزین - پھول پتی کی بہار قابلِ دید - لیکن بقول شخصے

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

آپ ان لفظوں کے مزے نہ لیں بلکہ اصلیت کے جوہر دیکھیں - ناممکن اور قطعی ناممکن ہے تمام ہندوستان میں ایسی رعایت کیساتھ یہ ہدیہ گوہر شہوار آپ کو مل سکے - ہم صرف گرانبہا تحفہ آپکے مبارک ہاتھوں تک پہنچا سکتے ہیں - فقط اسلیئے کہ اس عظیم الشان ثواب میں سے کچھ حصہ لیں جو حضرات منگا چکے ہیں وہ شہادت دیتے ہیں - اس امر کی کہ ہم نے اس رعایتی اعلان سے نہ صرف ثواب میں شرکت کی ہے بلکہ دیندار مسلمانوں کو ایسا فائدہ پہنچایا ہے جسکی نظیر ہندوستان کیا تمام دنیا میں نہیں ملسکتی - ان تمام امور پر مستزاد یہ ہے کہ جو صاحب اپنا نام جلد کی پشت سنہری یا روپہلی حرفوں میں تحریر کرانا چاہیں تو بغیر کسی اجرت کے تعمیل ارشاد کیجائے گی - اگر حمائل شریف حسب تحریر ہذا نہو تو فوراً واپس کر دیجئے جہاں ایک حمائل شریف پہنچی وہاں سے بیسیوں فرمائشیں آئیں - جہانتک ممکن ہو جلدی فرمایش روانہ فرمائیے اور اپنے احباب کو بھی خبر کر کے ثواب میں حصہ لیجیے ورنہ بعد رعایت ختم ہونیکے ایسا موقع ہاتھ نہ آئیگا - کفِ افسوس ملنا پڑیگا - محصولڈاک بذمہ خریدار -

ملنے کا پتہ

میسرز شیخ عبد الحمید و عبد الرشید فراشخانہ دہلی سے طلب کیجیے

تین پر ایک

حصہ چہارم شیخ سنوسی

مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب

قیمت پا آنے

ناگفتہ بہ

حصہ پنجم شیخ سنوسی

مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب

قیمت چار آنے

اور شیخ سنوسی کا پہلا، دوسرا، تیسرا حصہ فوراً منگائیے جن میں آیندہ زمانہ کے
انقلابات اور موجودہ جنگ کے پُر اسرار انجام کے حالات ہیں

مختصر فہرست تصانیف حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی یہ ہے

سفرنامہ مصر و شام و حجاز باتصویر	ے ر	فلسفۂ شہادت	ا ر
ایضاً ایضاً بلا تصویر	عہ ر	خواجہ حسن نظامی کا توپ خانہ	ا ر
روزنامچہ خواجہ حسن نظامی	۸	" بم دو پیسے بندوق دو پیسے	۔/
تسخیر ہمزاد یعنی اعمال حزب البحر	۸ ر	ہوائی جہاز دو پیسے۔ جرمن شہزادہ کی لاش	۔/
پیغمبری اشارہ کی اردو دعائیں	۴ ر	محمد کا اعلان جنگ	ا ر
غدر دہلی کے افسانے باتصویر	۴ ر	دل کی راہ	۱ /
رسول کی بیٹی	۲ ر	اسرار	۴ ر
مختصر سوانح عمری حضرت امیر خسرو رح	۳ ر	آئیڈیل یعنی ہندو ویدانت کی کتاب	۸/
انتخاب اخبار توحید شہید	عہ ر	لکھی کا میدان جنگ	۔/

یہ سب کتابیں کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے منگائیے

"یہ بزم فرید کے اصل ایڈیشن کی نقل ہے۔ بالکل ایسا ہی کاغذ، ایسی ہی لکھائی، ایسی ہی چھپائی دیکھئے گا"

بزم فرید

۱۳۳۱ھ

ملک المشائخ حضرت بابا فرید الدین گنجشکر قدس اللہ سرہ کے اعمال و اقوال کا مجموعہ

کل صوفی اور غیر صوفی مسلمانوں کے پاس رہنے کے لائق کتاب

جسے

سلطان الاولیا محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی

میں راحت القلوب کے نام سے ترتیب دیا تھا

اب

ملا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ

و مترجم جام اسپ نامہ، انوار التحقیق وغیرہ نے اسکو سلیس اور با محاورہ اردو

کا لباس پہنایا اور خادم الفقرا سید منظور احمد عبادی نے مترجم موصوف کے

درویش پریس دہلی میں چھپوا کے

دفتر نظام المشائخ دہلی سے شائع کیا

(قیمت فی جلد مع محصولڈاک ۹ ر بذریعہ وی پی ۱۰ ر)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۲۱

دنیا کی آبادی میں جو روحانی حصہ ہے وہ مشرب لوگوں کا ہے

رمضان ۱۳۳۰ھ

نظام المشائخ

روحانی تسلی و تسکین کا ماہواری پرچہ

مذہب، اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ
جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان
نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی
وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقراء محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک صرف للعہ

مقام اشاعت دار السلطنت دہلی۔ کوچہ چیلاں

مطبوعہ علوی پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

نظام المشائخ

جلد ۱۳ | بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ | نمبر ۳

فہرست مضامین

شمارہ	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	مدیح خیر المرسلین	حضرتِ محسن کاکوروی	۱
۲	علم تصوف کی تعریف	جناب مولانا مولوی محمد عظیم صاحب گھروی	۵
۳	آلی ایم اے میں ہتر	مولائے سخن حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	۱۸
۴	ایمان اور اعمال صالحہ	جناب مولانا حاجی وحید اللہ صاحب کوکاخیل پیسی	۲۴
۵	عشق	جناب مولوی نواب علی صاحب برقی پرنسپل مدرسۃ الہیات کانپور	۳۰
۶	تکبر شرک ہے	جناب حکیم غلام غوث صاحب بہاولپوری	۴۷
۷	کشتۂ فراق	یادگار میر درد جناب مولوی حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی	۵۱
۸	واردات	جناب مولوی مقبول احمد صاحب نظامی سیوہاروی	۵۷
۹	ارمغانِ طور	جناب مولوی غلام محمد صاحب طور ایم اے	۵۹
۱۰	آئینۂ ہستی	جناب مولوی حافظ محمد یعقوب صاحب آوج گیاوی	۶۲
۱۱	آہنگ جنوں	بلبل کشمیر جناب پنڈت جواہر ناتھ صاحب ساقی	۶۳
۱۲	بادشاہ کی ڈیوڑھی پر صدا	جناب کپتان احمد خاں صاحب تاباں	۶۳
۱۳	جسے دیکھو وہ دیوانہ ہے محبوب الٰہی کا	جناب بابو عبد الرحمن صاحب حیا بدایونی	۶۴
۱۴	مشاہیر مشائخ ہند	جناب مولوی محمد شفیع الدین خانصاحب مرادآبادی	۶۵
۱۵	اشتہارات	مشتہرین صاحبان	۷۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

نظام المشائخ

مدیح خیر المرسلین ؐ

(حضرت محسن کاکوروی)

طبقۂ شعراء میں نعت گو "پوچ گو" مشہور ہے۔ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ چونکہ اصناف سخن میں نعت گوئی مشکل ترین صنف ہے اور ہر کہ و مہ کے بس کی نہیں۔ لہٰذا اکثر قادر الکلام شعراء اس مشکل و مقدس میدان میں آتے ہوئے گھبراتے ہیں۔ باقی جو نیچے طبقے کے شاعر ہوتے ہیں، عموماً اسی صنف کو اختیار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی چیز آسان نہیں۔ کیونکہ نہ وہ اس صنف کی مشکلات کو سمجھتے ہیں۔ اور نہ اسکی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے جو کچھ جی چاہتا ہے بک جاتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ فارسی و اردو میں قادر الکلام و سخن سنج شعراء اس کوچہ میں گامزن نہیں ہوئے۔ سوائے چند لوگوں کے مثلاً جامی و عرفی اور اردو میں شہیدی و محسن۔ آج ہم ناظرین کرام کے سامنے حضرت محسن کاکوروی

کے مشہور قصیدہ کا انتقاط پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت محسن کا درجہ اس صنف میں کتنا بلند ہے۔ حقیقت میں محسن مرحوم نے اردو نعت گوئی کو معراج کمال تک پہنچا دیا۔ میر انیس و مرزا دبیر جس طرح مرثیہ میں بے مثل ہوئے ہیں۔ اگر نعت میں ہم حضرت محسن کو پیش کریں تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ اگرچہ موجد نہیں تاہم تکمیل انہیں کے ہاتھوں ہوئی۔ جیسے انیس و دبیر کہ موجد مرثیہ نہ تھے مگر فن مرثیہ گوئی کو معراجِ ترقی پر اس درجہ تک پہنچا دیا کہ اس سے زیادہ ترقی ناممکن ہوگئی ◆

(ایڈیٹر)

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل　　برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل
گھر میں اشنان کریں سرو قدانِ گوکل　　جا کے جمنا پہ نہانا بھی ہے اک طول امل
خبر اڑتی ہوئی آئی ہے مہابن میں ابھی　　کہ چلے آتے ہیں تیرتھ کو ہوا پر بادل
کالے کوسوں نظر آتی ہیں گھٹائیں کالی　　ہند کیا ساری خدائی میں بتوں کا ہے عمل
نہ کھلا آٹھ پہر میں کبھی دو چار گھڑی　　پندرہ روز ہوئے پانی کو منگل منگل
دیکھئے ہوگا سری کرشن کا کیونکر درشن　　سینۂ تنگ میں دل گوپیوں کا ہے بیکل
راکھیاں لیکے سلونوں کی برہمن نکلیں　　تار بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی پل
اب کے میلا تھا ہنڈولے کا بھی گرداب بلا　　نہ بچا کوئی محافہ نہ کوئی رتھ نہ بہل
تہ و بالا کئے دیتے ہیں ہوا کے جھونکے　　بیڑے بھادوں کے نکلتے ہیں بھرے گنگا جل
شاہد کفر ہے مکھڑے سے اٹھائے گھونگھٹ　　چشم کافر میں لگائے ہوئے کافر کاجل
جوگیا بھیس کئے چرخ لگائے ہے بھبوت　　یا کہ بیراگی ہے پربت پہ بچھائے کمل
وہ دھواں دھار گھٹا ہے کہ نظر آئے نہ شمع　　گرچہ پروانہ بھی ڈھونڈھے اسے لیکر مشعل
جگنو پھرتے ہیں جو گلبن میں تو آتی ہے نظر　　مصحف گل کے حواشی پہ طلائی جدول
میری آنکھوں میں سماتا نہیں یہ جوش و خروش　　کسی بیدرد کو دکھلائے کرشما بادل
دل بیتاب کی ادنیٰ سی چمک ہے بجلی　　چشم پرآب کا ہے ایک کرشما بادل
تپش دل کا اڑایا ہوا نقشہ بجلی　　چشم پرآب کا دھویا ہوا خاکا بادل

اپنی کم ظرفیوں سے لاکھ فلک پر چڑھ جائے
میری آنکھوں کا ہے اترا ہوا صدقا بادل

کچھ ہنسی کھیل نہیں جوشش گریہ کا ضبط
یہ مرا دل ہے یہ میرا ہے کلیجا بادل

اک ذرا دیکھئے کیفیت معراج سخن
ہاتھ میں جام زحل شیشۂ مہ زیر بغل

گرتے پڑتے ہوئے مستانہ کہاں رکھا پاؤں
کہ تصور بھی وہاں جانے سے سہمے جل

یعنی اس نور کے میدان میں پہنچا کہ جہاں
خرمن برق تجلی کا لقب ہے بادل

تار باران مسلسل ہے ملائک کا درود
ہے تسبیح خداوند جہاں عز و جل

کہیں طوبے کہیں کوثر کہیں فردوس بریں
کہیں بہتی ہوئی نہر لبن و نہر عسل

کہیں جبریل حکومت پہ کہیں اسرافیل
کہیں رضواں کا کہیں ساقی کوثر کا عمل

عاشق جلوہ طلبگار کہیں چشم قبول
ناز معشوق کے پردے میں کہیں حسن عمل

گل نیرنگی معلق سے لہکتے گلزار
بے نیازی کے نواحیں سے مہکتے جنگل

گل خوش رنگ رسول مدنی عربی
زیب دامان ابد طرۂ دستار ازل

نہ کوئی اسکا مشابہ ہے نہ ہمسر نہ نظیر
نہ کوئی اسکا مماثل نہ مقابل نہ بدل

اوج رفعت کا قمر نخل دو عالم کا ثمر
بحر وحدت کا گہر چشمۂ کثرت کا کنول

مہر توحید کی ضو اوج شرف کا مہ نو
شمع ایجاد کی لو بزم رسالت کا کنول

مرجع روح امیں زیب دہ عرش بریں
حامی دین متیں ناسخ ادیان و ملل

ہفت اقلیم ولایت میں شہ عالیجاہ
چار اطراف ہدایت میں نبی مرسل

سجدۂ شکر میں ہے ناصیۂ عرش بریں
خاک سے پائے مقدس میں لگا کر صندل

لطف سے تیرے ہوئی شوکت ایماں محکم
قہر سے سلطنت کفر ہوئی مستاصل

جس طرف ہاتھ بڑھیں کفر کے ہٹجائیں قدم
جس جگہ پاؤں رکھے سجدہ کریں لات و ہبل

ہے حقیقت کو مجاز آپ کا حیرت کا مقام
بے نیازی کو نیاز آپ کا نازش کا محل

ہو سکا ہے کہیں محبوب خدا غیر خدا
اک ذرا دیکھ سمجھ کر مری چشم احول

سب سے اعلے تری سرکار ہے سب سے افضل
میرے ایمان مفصل کا یہی ہے مجمل

ہے تمنا کہ رہے نعت سے تیرے خالی
نہ مرا شعر نہ قطعہ نہ قصیدہ نہ غزل

دین و دنیا میں کسیکا نہ سہارا ہو مجھے — صرف تیرا ہو بھروسہ تری قوت ترا بل
آرزو ہے کہ ترا دھیان رہے تا دمِ مرگ — شکل تیری نظر آئے مجھے جب آئے اجل
روح سے میری کہیں پیار سے یوں عزرائیلؑ — کہ مری جان نبی کو جو چلتی ہے تو چل
دمِ مُردن یہ اشارہ ہو شفاعت کا تری — فکر فردا کا نہ کر دیکھ لیا جائے گا کل
یاد آئینۂ رخسار سے حیرت ہو مجھے — گوشۂ قبر نظر آئے مجھے شیش محل
میزباں بنکے نکیرین کہیں گھر ہے ترا — نہ اُٹھانا کوئی تکلیف نہ ہونا بیکل
میری شامت سے ہو آراستہ گیسوئے سیاہ — عارضِ شاہدِ محشر ہو اگر حُسنِ عمل
کہیں جبریلؑ اشارے سے کہ ہاں بسم اللہ — سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل

علم تصوف کی تعریف

(گزشتہ سے پیوستہ)

۱۱- عاشق نامی حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے صوفیوں کی تعریف اس غزل میں فرمائی ہے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ غزل

جبذا قومے کہ دید حق بود دیدار شاں　　محو باشد در شہود حق غیاب سر شاں
جملہ در کہف فنا از ہستی خود خفتہ اند　　لیک پندارند خواب آلودگاں بیدار شاں
گرچہ اندایند خورشید جمال خود تجلی　　مشرق و مغرب گرفتہ پرتو انوار شاں
از خدا خواہند ستر ذات خود در ذات او　　ایں بود باعث براحت ستر استغفار شاں
ریختہ باران عرفاں از سحاب مکرمت　　شستہ نقش حرف غیر از صفحہ پندار شاں
ہر یکے را با خود از سودائے دل بازار ہا　　ز آتش شوق و محبت گرمی بازار شاں
یک دم از طوف رہ دیوار شاں منشیں کہ ہست　　صد کشائش از در و صد بستگی از دیوار شاں
کار شاں جز نفی ذات و وصف و فعل خویش نیست　　اے خدا چہ بود کہ جامی را کنی در کار شاں

۱۲- حضرت خواجہ ابو محمد مرتعش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک موقع پر تصوف کی تعریف یوں فرمائی کہ "تصوف حسن خلق است"۔ تصوف حسن خلق کا نام ہے۔ اور دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا کہ "تصوف حالتے است کہ غائب گرداند صاحب آں را از گفتگو و مے برد تا بخدا۔ و از انجا بیروں گرداند۔ تا خدا بماند۔ او نیست شود"۔ تصوف ایک حالت ہے کہ جب یہ وہ (حالت) طاری ہو اسکو گفتگو سے غائب کر دیتی ہے۔ اور خدا تعالے تک لیجاتی ہے۔ اور وہاں اسوقت واپس لاتی ہے کہ وہ (شخص) نیست ہو جائے اور خدا۔ے تعالی ہی رہجاتے۔ مطلب یہ کہ فنا فی اللہ ہو جاتے ہے +

اور ایک تیسرے موقع پر تصوف کو ایک مذہب قرار دیکر یوں فرمایا کہ "ایں مذہبے است کہ جد او باہزل آمیختہ نگردانید"۔ یہ ایک مذہب ہے کہ جس کی راستی کو ناراستی

کے ساتھ ملاوٹ نہو۔

۱۳۔ حضرت ابو محمد رویم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "تصوف مبنی است بر سہ خصلت تعلق ساختن با فقر و افتقار۔ محقق شدن ببذل و ایثار۔ ترک کردن اعتراض و اختیار" تصوف تین خصلتوں پر مبنی ہے (۱) فقر و افتقار کے ساتھ تعلق کرنا۔ (۲) بذل و ایثار کے ساتھ متصف ہونا۔ (۳) اعتراض و اختیار کو ترک کر دینا۔

۱۴۔ حضرت عمرو بن عثمان مکی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کی تعریف یوں فرمائی ہے کہ "تصوف آنست کہ بندہ در ہر وقت مشغول بچیزے بود کہ در آں وقت اولیٰ تر بود" تصوف وہ ہے کہ بندہ ہر وقت میں ایسی چیز کے ساتھ مشغول ہو جو اس وقت میں سب سے اولیٰ تر ہو" یعنی خدائے پاک کی یاد۔

۱۵۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی کی تعریف میں فرمایا کہ "صوفی آن است کہ دل صاف دارد با خدا" صوفی وہ ہے کہ خدا کے ساتھ دل صاف رکھے۔ یعنی دل میں ماسوے اللہ کو جگہ نہ دے۔

۱۶۔ حضرت ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ نے کھلے کھلے لفظوں میں تفصیل فرمائی کہ "تصوف نہ علوم است نہ رسوم۔ اگر علوم بودے بہ تعلم حاصل شدے۔ و اگر رسوم بودے بمجاہدہ بدست آمدے۔ بلکہ اخلاق است کہ تخلقوا باخلاق اللہ و بخلق خدا بیرون آمدن نہ برسوم دست دہد نہ بعلوم" تصوف نہ علوم ہے نہ رسوم کیونکہ اگر علم ہوتا تو پڑھنے سے حاصل ہو جاتا۔ اور اگر رسوم ہوتا تو مجاہدہ کے ساتھ حاصل ہو جاتا بلکہ (تصوف نام) اخلاق (کا) ہے۔ یعنی خدائے پاک کے خلق کے ساتھ ہر ایک سے پیش آنا۔ یہ (تصوف) نہ رسوم سے ہاتھ آتا ہے نہ علوم سے حاصل ہوتا ہے۔

نیز حضرت ممدوح الصدر نے ایک اور موقع پر تصوف کی تعریف یوں فرمائی ہے کہ "تصوف ترک جملہ نصیب ہائے نفس است برائے نصیب حق" تصوف تمام حظوظ نفسانیہ کو محض خدا کی رضا جوئی کے واسطے ترک کرنے کا نام ہے۔

ایک اور موقع پر یوں فرمایا کہ "تصوف آزادی است و جوانمردی و ترک تکلف است

و سخاوت و دشمنی دنیا است و دوستی مولیٰ۔" تصوف آزادی اور جوانمردی اور تکلف کے ترک کرنے اور سخاوت کے اختیار کرنے۔ اور دنیا سے دشمنی اور خدائے پاک سے دوستی کرنے کا نام ہے +

۱۷۔ حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ سلوک (تصوف) تیرے نزدیک کیا ہے؟ خدائے تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی۔ اے بایزید طلّق نفسك ثلثاً ثم قل الله۔ چلے اپنے نفس کو تین طلاق دے اور پھر ہماری بات کر +

۱۸۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کا خلاصہ ایک مرید خاص سے خلوتِ خاص میں یوں فرمایا کہ "خلاصہ علوم متداولہ تفسیر حدیث و فقہ است و خلاصہ آنہا علم تصوف است۔ و موضوع ایں علم بحث وجود است کہ میگویند در جمیع مراتب الٰہی و کونی نیست الّا یک وجود ظاہر بصور علمیہ خود۔ ایں مبحث بغایت مشکل و دقیق است کہ مفصل و مجمل در آں خوض کردن موجب ضلالت و زندقہ است۔ چہ در ایں عالم سگ و خوک و امثال آں از حیواناتِ خسیسہ و انواع نجاسات و قاذورات بسیار است اطلاق وجود بر اینہا کردن در نہایت قباحت و شناعت۔ و مستثنیٰ ساختن آنہا موجب خرم قاعدہ و خلاف اصطلاح ایں طائفہ است۔ پس واجب بر اذکیا آنکہ بتصفیہ مرأتِ حقیقت خود از نقوش کونیہ مشغول شوند و ازاں شغلے بامرے دیگر نپردازند۔ تا وقتیکہ بواسطہ تزکیہ و تصفیہ محل پرتو نورِ وجود بر لطیفہ مدرکہ تابد و ایں معنی چنانچہ ہست رو نماید"۔ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ علوم متداولہ کا خلاصہ علم تفسیر اور حدیث اور فقہ ہے۔ اور ان تینوں کا خلاصہ علم تصوف ہے۔ اور اس علم کا موضوع وجود کی بحث ہے کہتے ہیں کہ تمام مراتب الٰہی و کونی میں سوائے ایک وجود کے جو خود ہی صور علمیہ میں ظاہر ہے دوسرا کوئی وجود نہیں یہ بحث نہایت مشکل اور باریک ہے کہ اسکے مفصل اور مجمل سمجھنے۔ اس میں غور و خوض کرنے میں ضلالت اور زندقہ کا ڈر ہے۔ کیونکہ اس جہان میں کتے اور سوٴر اور انکی طرح اور کئی حیوانات خسیسہ اور نجاست اور قاذورات کی انواع سے بہت ہیں۔ وجود کا اطلاق ان پر کرنا پرلے

ودبجے کی قباحت و شناعت ہی اور ستثنے کرنا حزم کا موجب اور قاعدہ اور اصطلاح کے برخلاف ہی بس اذکیا۔ سکے لیے واجب ہے کہ وہ اپنی حقیقت کے آئینہ کو نقوش کونیہ سے صاف کرنے میں مشغول ہوجائیں۔ اور اس شغل کے سوا کسی دوسرے امر کی طرف بالکل مشغول نہوں۔ جب تک کہ بواسطۂ تزکیہ اور تصفیۂ نور وجود کا پردہ لطیف ہوکر پرنہ چمکنے لگے۔ اور یہ معنی جیسے کہ ہیں اسپر کھل نہ جائیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علم تصوف علم شریعت کا مغز ہے۔ اور علاوہ جتنے قول اس سے پہلے نقل کیے گئے ہیں وہ ایک طرح سے سب اسکے موید ہیں۔ بعض کم فہموں نے علم تصوف کو علم شریعت سے الگ سمجھا ہے۔ انہوں نے غلطی کھائی ہے بلکہ اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ ہم نے تصوف کا ابھی تک ایک حرف بھی نہیں پڑھا۔

نیز یہ بھی واضح رہے کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار بڑے صاحب کمال جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ کی مجلس میں ایک صاحب بیگانہ جامہ پہنکر آئے۔ انکے آنیکے تھوڑی دیر بعد حضرت خواجہ نے فرمایا۔ بیگانگی کی بو آتی ہے بلکہ اُس شخص کو بالخصوص فرمایا کہ تجھ سے ہی بیگانہ کی بو آتی ہے۔ تونے لباس بیگانہ پہن رکھا ہے۔ وہ عزیز وہاں سے اُٹھا۔ اور اُن بیگانہ کپڑوں کو اپنے بدن سے اتار کر پھینک آیا۔

ایک اور موقع پر موضع کاشاں میں آپ نے ایک فقیر کو مخاطب کرکے مندرجہ ذیل اشعار میں اسی مضمون کو ادا فرمایا کہ۔ ع

تو مباش اصلاً کمال اینست و بس — رو دراو گم شو وصال این است و بس
اے کمان و تیرہا پرساختہ — صید نزدیک و تو دور انداختہ
نحن اقرب گفت من حبل الورید — تو فگندہ تیر فکرت را بعید

۱۹۔ حضرت ابو عبد اللہ محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی کہ "صوفی آن است کہ صافی شود از بلاہا۔ وغائب شود از جملہ عطاہا" صوفی وہ ہے جو تمام بلاؤں سے صاف ہوجائے۔ اور (خدائے پاک کی) سب عطاؤں میں غائب ہوجائے۔

۲۰۔ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "ان طریق المحبۃ اتباعہ صلی اللہ علیہ وسلم قولاً و فعلاً" یعنی محبت کا طریق تصوف و سلوک صرف یہی ہے کہ ہر ایک قول اور فعل میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جائے ۔

۲۱۔ حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ کا قول صوفیوں کے بارہ میں یہ ہے کہ "صوفی آنست ہر سخنیکہ گوید شنوندہ آں خدارا بیند" صوفی وہ ہے کہ جب کلام کرے تو سننے والے کو معرفت الٰہی حاصل ہو جائے یعنی ہر بات میں خدا تعالےٰ کا ادب ملحوظ رکھے ۔

ایک دوسرے موقع پر آپنے صوفی کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی کہ "صوفی روزے است کہ او را بآفتاب حاجت نیست و شبے است کہ بہ ماہ و ستارہ اش حاجت نیست" صوفی ایک روز روشن کی مثال ہے جسکو آفتاب کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ایک رات کی مثال ہے جسکو چاند اور ستاروں کی حاجت نہیں ہو ۔

ایک تیسرے موقع پر اسی بارہ میں آپنے فرمایا کہ "صوفی تنے است مردہ و دلے است آسودہ و جانے است سوختہ" صوفی جسم مردہ اور دل آسودہ اور جان سوختہ کا نام ہے ۔

اور حضرت ممدوح الصدر کی نسبت روایت ہے کہ ایک دفعہ اپنے دوستوں کے ہمراہ سات دن کے فاقے سے تھے۔ ایک شخص خانقاہ میں کھانا لیکر آیا۔ اور اس نے کہا کہ "نیاز صوفیاں آوردہ ام" یہ کھانا میں صوفیوں کی نیاز لایا ہوں۔ آپنے اپنے دوستوں کیطرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ "ہر کہ از شما نسبتِ تصوف درست کردہ باشد بگیرد و من زہرہ ندارم تا دمِ صوفیت زنم" آپنے فرمایا کہ تم میں سے جس کسی نے تصوف کی نسبت درست کی ہوئی ہے۔ یہ کھانا لے لے۔ میں یہ قابلیت نہیں رکھتا کہ میں اپنے صوفی ہونے کا دم بھروں ۔

۲۲۔ حضرت منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کو جب سولی پر چڑھانے لگے تو حضرت

شبلی رحمۃ اللہ علیہ بھی سامنے کھڑے تھے۔ انہوں نے اُس وقت حضرت منصور حلاج سے پوچھا کہ "ما التصوف یا حلاج؟" اے حلاج تصوف کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ "کمترین آں این است کہ مے بینید" سب سے کم درجہ یہ ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ حضرت شبلی رح نے پھر سوال کیا کہ "بلند تر کدام است؟" اسکا اعلیٰ درجہ کونسا ہے؟ منصور نے جواب دیا کہ "شمارا بداں راہ نیست" تم کو وہاں تک رسائی ہی نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کوئی سہل امر نہیں ہے۔

۲۳۔ حضرت ابو عبداللہ بردعی رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی کی تعریف میں یہ مختصر جملہ فرمایا کہ "صوفی بخداوند بود"۔ صوفی کے تمام ارادے خدائے پاک کے ساتھ ہوتے ہیں۔

۲۴۔ حضرت ابوالحسن بوشنگی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کی صرف یہ مجمل تعریف فرما دی کہ "تصوف کوتاہی امل است و مداومت بر عمل"۔ تصوف کوتاہی امل (امید) اور مداومت بر عمل کا نام ہے۔

۲۵۔ حضرت عبداللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ تصوف کے بارے میں یہ ہے کہ "تصوف صبر است در تحتِ مجاریٔ اقتدار و فرا گرفتن ملک جبار"۔ تصوف مجاریٔ اقتدار کے نیچے صبر کرنے اور ملک جبار کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا نام ہے۔

۲۶۔ حضرت خواجہ ابو حمزہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی کی شناخت کے لیے یہ محک قرار دیا کہ "علامت صوفیٔ صادق آنست کہ بعد از عز خوار شود۔ و علامت صوفیٔ کاذب آنست کہ برخلاف ایں شود"۔ سچے صوفی کی علامت یہ ہے کہ عزت کے مراتب حاصل ہونے کے بعد خواری پسند کرے۔ اور جھوٹے صوفی کی علامت یہ ہے کہ وہ اسکے مخالف ہو۔

۲۷۔ حضرت ابو علی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے "الولی ھو الفانی فی حالِ والباقی فی مشاھدۃ الحق لم یکن لہ عن نفسہ اخبار ولا مع غیر اللہ قرار"۔ ولی (صوفیٔ کامل) وہ ہے جو اپنے حال میں فانی ہو اور مشاہدہ حق میں باقی ہو۔ ممکن نہو کہ اپنی خبر دے سکے اور خدائے پاک کے سوا آرام نہ پائے۔ رح ب ۹

تا نگردی بے خبر از جسم و جاں   کے خبر یابی نشان بے نشاں

۲۸۔ حضرت ابو علی رود باری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کو مختلف پیرایوں میں بیان فرمایا ہے۔ ایک موقع پر فرمایا کہ "تصوف صفت قربت بعد انکہ صدمت بُعد" پھر فرمایا کہ "تصوف معتکف بودن بردر دوست و آستانۂ او بالیں کردن اگرچہ میراندت" تصوف نام ہے اپنے دوست (خدائے تعالیٰ) کے دروازے پر معتکف ہونے اور اسکے استانہ کو بالیں کرنے کا۔ اگرچہ وہ دھتکار ہی بتائے۔

پھر فرمایا کہ "تصوف عصائے حرارت"۔ تصوف سرار کا عصا ہے۔ اسی طرح صوفی کی تعریف آپ نے مختلف الفاظ میں فرمائی۔ ایک موقع پر فرمایا کہ "صوفی آن ست کہ صاف باشد بر صفا۔ و بچشاند نفس را طعم جفا۔ و بیندازد دنیا را پس قفا و سلوک کند بطریق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم"۔ صوفی وہ ہے کہ صفائی پر صاف ہو۔ اور نفس کو جفا کے لقمے چکھائے اور دنیا کو پس پشت ڈالدے۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے طریق پر چلے۔

اور دوسرے موقع پر یوں فرمایا کہ "صوفی آنست کہ پس از پنج روز گرسنگی نالد و اگر بنالد اورا بابازار فرستند و کسب فرمایند"۔ صوفی وہ ہے کہ پانچ دن کے فاقے سے رونے لگ جائے۔ اور اگر رونے لگے تو اسکو بازار بھیجدیں تاکہ وہ محنت مزدوری کرکے اپنے فاقے کو دور کرے۔

۲۹۔ حضرت خواجہ ممتاز دینوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول تصوف کے بارے میں یہ ہے کہ "تصوف صفائی اسرار است و عمل کردن برضائے جبار۔ و صحبت داشتن باخلق بے اختیار"۔ تصوف نام ہے اسرار کی صفائی اور خدائے تعالیٰ کی رضا پر عمل کرنے اور خلقت سے بے اختیار صحبت رکھنے کا۔

۳۰۔ حضرت خواجہ ابو عمر نجیب رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ تصوف کی نسبت یہ ہے کہ "تصوف صبر کردن است در تحت امر و نہی برضائے حق تعالیٰ"۔ تصوف خدائے تعالیٰ کے امر و نہی کے تحت میں صبر کرنے کا نام ہے۔

۳۱- حضرت خواجہ ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی کی تعریف یہ فرمائی کہ "صوفی آنست کہ سخن از اعتبار گوید"۔ صوفی وہ ہے جو اعتبار سے سخن کہے۔

۳۲- حضرت خواجہ ابو جعفر خالدی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ تصوف کی نسبت یہ ہے کہ "تصوف طرح نفس است در عبودیت و بیروں آمدن از بشریت و نظر کردن بخدا بکلیت"۔ تصوف عبودیت میں نفس کو ڈالنے اور بشریت (کے اوصاف) سے باہر آنے۔ اور خدا تعالےٰ کی طرف کلیہ نظر کرنے کا نام ہے۔

۳۳- حضرت ابو محمد جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہما نے صوفی کی تعریف میں فرمایا کہ "من عرف اللہ اعرض عما سواہ"۔ جس نے اللہ پاک کو پہچان لیا۔ اُس نے اُس کے ماسوا سے منہ پھیر لیا۔ سچ ہے ؎

آنکس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند — فرزند و عیال و خانماں راچہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی — دیوانۂ تو ہر دو جہاں راچہ کند

۳۴- اور حضرت خواجہ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ صوفی نبود تا وقتیکہ جملہ خلائق را عیال خود نہ بیند یعنی بار ہمہ کشد"۔ اُس وقت تک صوفی نہیں ہوتا جب تک کہ تمام خلقت کو اپنا عیال نہ سمجھے۔ یعنی سب کا بوجھ نہ اُٹھائے۔

پھر فرمایا کہ "صوفی آنست کہ منقطع بود بدو سرا با خدا و بجز خدا نہ بیند"۔ صوفی وہ ہے، جو دونوں جہان میں خدا کے ساتھ سارے علاقے قطع کرکے ملجائے۔ اور سوائے خدا کے کچھ نہ دیکھے۔

پھر فرمایا کہ "صوفیان اطفال حق اند در کنار حق"۔ صوفی خدائے تعالیٰ کی کنار لطف میں بچوں کی مانند ہیں۔ مطلب یہ کہ اللہ پاک کو انکی بہبودی منظور ہے جیسی ماں باپ کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے۔

حضرت ممدوح الصدر نے تصوف کی تعریف بھی مختلف الفاظ میں بیان فرمائی۔ ایک موقع پر فرمایا کہ "تصوف این است کہ چناں باشی کہ نبودی"۔ تصوف یہ ہے کہ تو ایسا ہو جائے کہ گویا تو نیست ہے۔ دوسرے موقع پر فرمایا کہ "تصوف شرک است از بہر آنکہ تصوف صیانت

دل است از غیر - وغیر نیست جز تو ۔" تصوف غیر کی محبت سے دل کے نگاہ رکھنے کا نام ہے۔ اور غیر تیری اپنی ہی ذات ہے + اور تیسرے موقع پر یوں فرمایا کہ " تصوف فنائے ناسوتی است وظہور لاہوتی ہست ۔" تصوف فنائے ناسوتی اور ظہور لاہوتی کا نام ہے +

اور چوتھے موقع پر فرمایا کہ " تصوف ضبطِ حواس ہست و مراعات انفاس "۔ تصوف حواس ظاہری کے کھو دینے اور اپنے سانسوں کی رعایت رکھنے کا نام ہے۔ تاکہ کوئی دم یا سانس بجز ذکر خدا رائگاں نہ جائے +

اور پانچویں موقع پر فرمایا کہ تصوف عصمت است از دیدن کون "۔ تصوف جہان کی چیزوں سے محبت اور تعلقات قطع کرنے کا نام ہے +

اور چھٹے موقع پر فرمایا کہ " تصوف برقے ہست سوزندہ "۔ تصوف ایک بجلی جلا دینے والی ہے ۔ جو تمام خواہشات نفسانی کو جلا کر فنا کر دیتی ہے +

اور ساتویں موقع پر فرمایا کہ " تصوف نشستن ہست در حضرت اللہ بے غم " تصوف خدا تعالےٰ کے حضور میں بے غم بیٹھنے کا نام ہے +

۳۵ ۔ حضرت خواجہ ابو الحسن حصیری رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت آپ کا مذہب کیا ہے ؟ جواب دیا کہ " مذہب ابو حنیفہ داشتم ۔ آنگاہ بمذہب شافعی شدم اکنوں بخود بچیزے مشغولم کہ از ہیچ مذہبم یاد نے آید "۔ میں امام اعظم ابو حنیفہ رح کا مذہب رکھتا تھا ۔ پھر مذہب شافعی رح کا پیرو ہو گیا اور اب ایک ایسی چیز کے ساتھ مشغول ہوں کہ مجھے کوئی مذہب یاد تک نہیں رہا ۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا حضرت ! وہ کیا چیز ہے ؟ آپنے فرمایا کہ وہ تصوف ہے ۔ لوگوں نے مکرر عرض کی کہ " تصوف کسکو کہتے ہیں " ؟ آپنے جواب دیا کہ " آنکہ در ہر دو جہاں بدون او با ہیچ آرام نگیرد ۔ دنیا سایہ "۔ تصوف وہ ہے کہ (بندہ) دونوں جہان میں سوائے اُس (خدا تعالے) کے کسی چیز سے آرام نہ پکڑے اور قرار نہ پائے۔

ایک اور موقع پر اسی مضمون کو آپنے اِن الفاظ میں ادا فرمایا کہ " تصوف صفائی دل است از کدورات مخالفات "۔ تصوف مخالفہ کدورات سے دل کی صفائی کا نام ہے +

صوفی کی تعریف ایک موقع پر تو آپنے یوں فرمائی کہ " صوفی آنست کہ او را موجود

نیا بند۔ بعد از عدم خویش۔ ومعدوم نہ بینند بعد از وجود خویش" صوفی وہ ہے کہ جب وہ عدم ہوجائے تو موجود نہ ہو اور جب موجود ہوجائے تو معدوم نہ ہو۔ مطلب یہ کہ جب اُسکے اوصافِ بشریت مرجائیں تو پھر کبھی عود نہ کریں۔ اور جب اسمیں اخلاق و اوصاف الٰہیہ جلوہ گر ہوں تو فنا نہ ہوں۔ یعنی ہمیشہ قائم بامد رہے۔ اور دوسرے موقع پر صوفی کی تعریف میں فرمایا کہ "صوفی آنست کہ وجد او وجود اوست وصفات او حجاب اوست یعنی من عرف نفسہ فقد عرف ربہ"۔ صوفی وہ ہے کہ وجد اُسکا وجود ہے اور اُس کی صفات اُسکا حجاب ہے۔ یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو بھی پہچان لیا۔

۳۶۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا "شریعت را سہ جزو است علم وعمل واخلاص۔ تا ایں ہرسہ جزو متحقق نشود شریعت متحقق نشود وچوں شریعت متحقق شد رضائے حق سبحانہ وتعالیٰ حاصل گشت۔ وطریقت وحقیقت کہ صوفیاں بہ آں ممتاز گشتہ اند ہر دو خادم شریعت اند در تکمیل جزو ثالث کہ اخلاص است۔ پس مقصود از تحصیل آں ہر دو تکمیل شریعت است نہ امر دیگر ورائے شریعت"۔ شریعت کے تین جزو ہیں (۱) علم (۲) عمل (۳) اخلاص۔ جب تک یہ تینوں حصے متحقق نہونگے شریعت کا تحقق ہی نہوگا۔ اور جب شریعت متحقق ہوگی تو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہوجائے گی۔ اور طریقت اور حقیقت جن کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہوئے ہیں یہ دونوں تیسرے حصے کے کامل کرنے میں جس کا نام اخلاص ہے شریعت کے خادم ہے۔ پس ان دونوں (طریقت وحقیقت) کے حاصل کرنیسے اصل مقصود شریعت ہی کی تکمیل ہے نہ شریعت کے سوا کوئی دوسری بات ٭

۳۷۔ حضرت عارف باللہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک حالت میں کہ خواب وبیداری کے درمیان میں ہوتی ہے۔ حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو واقعہ میں دیکھا اور پوچھا کہ یارسول اللہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک صوفی کون ہے؟ آپنے فرمایا "مَن استھلک ذاتہ فی ذاتہ وصفاتہ فی صفاتہ" جو اپنی ذات وصفات کو خداوند تعالیٰ کی ذات وصفات میں فنا کردے ٭

۳۸۔ حضرت خواجہ ابوالحسین سروالی الفقیہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کی تعریف

یوں فرمائی کہ "تصوف افراد و انفراد یعنی ترک مخلوقات است و کفایت ساختن ہمت بجائے حق" تصوف افراد و انفراد یعنی مخلوقات سے تعلق قطع کر کے محض خدا تعالےٰ کے لیے کمر ہمت باندھنا ہے +

اور ایک موقع پر صوفی کی تعریف آپ نے بدیں الفاظ فرمائی کہ "صوفی از مقامات و احوال درگزشتہ است آں ہمہ زیر قدم وے است و ہمہ در حال وے جمع" صوفی مقامات اور احوال سے گزرا ہوا ہے۔ یہ سارے (مقامات و احوال) اُس کے قدموں کے نیچے ہیں۔ اور اسکے حال میں جمع ہیں۔ اور دوسرے موقع پر یوں فرمایا کہ "صوفیاں باوارادت باشند نہ باوراد" صوفی صاحب واردات ہوتا ہے نہ صاحب اوراد +

۳۹۔ حضرت خواجہ ابو اسحاق گازرونی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ تصوف کے بارے میں یہ ہے کہ تصوف کارے سخت است۔ گدائی باید کرد و گرسنگی باید کشید و جفائے برہنگی و خواری باید کشید" تصوف ایک بہت بڑا سخت کام ہے جس میں گدائی کرنی پڑتی ہے اور بھوک کے صدمے سہنے پڑتے ہیں۔ ننگا رہنے کی سختی اُٹھانی پڑتی ہے اور خواری دیکھنی پڑتی ہے +

۴۰۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی بخاری قدس سرہٗ سے سوال کیا گیا کہ تصوف اور سلوک کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا "تا معرفت اجمالی تفصیلی گردد و استدلالی کشفی شود" (صوفی اُس وقت ہوتا ہے کہ اسکی) معرفت اجمالی تفصیلی ہو جائے (یعنی جو شریعت میں بالاجمال روحانی حالات بتائے جاتے ہیں وہ مفصل معلوم ہو جائیں) اور جو امر عقلی و نقلی دلیل سے سمجھا جاتا ہے وہ کشفی طور سے مشاہدہ میں آجائے +

۴۱۔ حضرت ابو العباس نہاوندی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی کہ "آخر درویشی اول تصوف است" یعنی درویشی کی انتہا تصوف کی ابتدا ہے۔ پھر فرمایا کہ "تصوف پنہاں داشتن احوال است و جان بذل کردن بر برادران" تصوف اپنے حال کے پوشیدہ رکھنے اور اپنے بھائیوں پر جان قربان کرنے کا نام ہے +

۴۲۔ اکثر بزرگوں نے فرمایا ہے کہ صوفی کی تعریف یہ ہے کہ اُسے لوگوں کا بُرا یا بھلا

کہنا یکساں معلوم ہو اور بُرا بھلا معلوم ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ ابھی تک اُس کے دماغ میں تصوف کی بو سنی نہیں پہنچی۔ چنانچہ حضرت خسرو رحمۃ کا قول ہے ؎

گر از دشنام رنجی شوی از مدح خوش طفلی ... ولے مرد آں زماں باشی کہ ہر دو گردت یکساں

۴۳۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ من تصوف ولم یتفقہ فقد تزندق ولم تفقہ ولم یتصوف فقد تفسق ومن جمع بینہما فقد تحقق۔ یعنی جو کوئی صوفی ہوا اور فقیہ نہ بنا وہ زندیق ہے۔ اور جو فقیہ بنا اور تصوف نہ سیکھا۔ وہ بلاشبہ زاہد خشک مُلّا ہے۔ اور جس نے دونوں کو سیکھا وہ بلاشبہ محقق ہے (کیونکہ اس نے شریعت کے تمام پہلوؤں کو پورا کیا اور کمال تک پہنچایا ہے)۔

۴۴۔ حضرت شیخ نجم اللہ صدیقی مہمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "التصوف شہود الربوبیۃ مع تصحیح العبودیۃ"۔ یعنی تصوف یہ ہے کہ ربوبیت کا شہود مع تصحیح عبودیت کے ہے۔ حضرت ابو الفضل حسن سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے عبودیت کی تشریح ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ عبودیت کی حقیقت دو چیزیں ہیں۔ ایک تو اپنے آپ کو نہایت محتاج جاننا حق تعالیٰ کا۔ اور یہ اصل عبودیت ہے۔ دوسرے پوری پوری پیروی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ اور یہ وہ ہے کہ نفس کو اس میں کچھ بھی راحت نصیب نہیں ہے (تذکرۃ الاولیاء)۔

۴۵۔ غرضیکہ تصوف اور صوفیوں کی تعریف میں اسی قسم کے بہت سے اقوال بہت سے بزرگوں نے فرمائے ہیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت شیخ ابو سعید بن ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقع پر فرمایا کہ "ہفت صد تن از شیخ طریقت در ماہیت تصوف سخن گفتہ اند۔ تمام ترین و بہترین ہمہ اقوال این است کہ التصوف صرف الوقت بما ہو اولیٰ بہ"۔ سات سو بزرگانِ اہل طریقت نے تصوف کی ماہیت میں حسب مراتب (اپنے اپنے مذاق اور فہم اور ادراک اور حال کے مطابق) کلمات فرمائے ہیں منجملہ ان سب کے قول بہتر اور اچھا یہ ہے کہ تصوف وقت کا صرف کرنا ہے۔ اس چیز میں جو سب سے اولیٰ ہو (یعنی یادِ خدا)۔ اور اسی مضمون کو ایک اور بزرگ نے نظم میں یوں موزون کیا ہے کہ ع

صوفی ابن الوقت باشد اے عزیز

یعنی اے عزیز صوفی ابن الوقت یعنی وقت کی قدر جاننے والا ہوتا ہے مگر اعلیٰ صوفی ابو الوقت ہوتا ہے۔ ابن الوقت تو ادنےٰ اور اوسط درجہ ہے۔

چونکہ اب مضمون طویل ہوگیا ہے۔ لہٰذا صرف انہیں چند اقوال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ خدا کرے کہ طالبانِ صادق اِن اقوال کو پڑھکر عمل کرکے صوفی بننے کی کوشش کریں اور صوفی ہونے کے مدعی اپنے حال کو اِن اقوال کے مطابق بنائیں تاکہ کوئی نقص انکی طرف عائد نہو۔ اور منکرین تصوف اس علم کے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

عبد الاثیم محمد عظیم عفا اللہ عنہ از گکھڑ ضلع گوجرانوالہ

۱۹۲۶ء

آئی ایم اے مہتر

ہندؤں میں ذلیل۔ مسلمانوں میں رسوا۔ دیکھنے میں آدمی۔ سمجھنے میں کوڑا۔ میں ہوں ایک چوہڑا۔

مجکو بھنگی کہتے ہیں۔ خاکروب بھی میرا نام ہے۔ حلال خور اور مہتر بھی کہا جاتا ہے۔

میں اپنی بپتا کیا سناؤں۔ دل کے داغ کسکو دکھاؤں۔ خاک پاک ہوں۔ اُمتی شہِ لولاکؐ ہوں۔ مگر انسان کی ہر آنکھ نے پتلی سے اتار دی۔ پھر اس پاکیزہ سبھا میں زبان کھولنے کا کیا چارہ ہے۔

میں سرکاری مہتر کا بیٹا دربار ی حلالخور ہوں۔ منگلو میری ماں تھی۔ غدر ۵۷ء میں پندرہ سال کا تھا۔ قلعہ دہلی کی سب بہار دیکھی ہے۔ باوا جان کا میں ہی اکلوتا لاڈلا تھا۔ اُنکو میری چاہت تھی مجکو اُنکی چاہت تھی۔ اماں کا ریچ میں نام تھا۔ دراصل میں اپنے باپکا گلفام تھا۔

ایک دن کا ذکر، ابا نے پگڑی باندھی۔ کمر میں پٹکا لپیٹا۔ بغل میں جھاڑو لی میرا ہاتھ پکڑا گھر سے چلے۔ قلعہ پہنچے۔ اُسدن جشن نوروز کی دُھوم تھی۔ دربار ہو چکا تھا سب امیر گھروں کو واپس جا رہے تھے۔ حکیم احسن اللہ خاں کی سواری نظر آئی۔ ابا نے تسلیم کو گردن جھکائی۔ دعاؤں کی صدا لگائی۔ میں بھی جُھک گیا۔ ابا کی دیکھا دیکھی آداب بجا لایا۔ وزارت پناہ نے سواری روک لی۔ اور پوچھا سرکاری اچھا تو ہے؟

ابا نے کہا۔ قبلۂ عالم کی جان و مال کو دعا دیتا ہوں۔ خدا ان جوڑوں گھوڑوں کو آباد رکھے۔ غلام کی عزت کو چار چاند لگائے کہ کھڑے ہو کر دو بول فرمائے۔ پھر یہ شعر پڑھا؎

تواضع ز گردن فرازاں نکوست　　گدا گر تواضع کند خوے اوست

حکیم صاحب نے تبسم فرمایا۔ سواری آگے بڑھی۔ سامنے سے ایک سقہ آتا تھا۔ بولا۔ سرکاری

خوش آمدید۔ مگر اتنی دیر کہاں لگائی۔ دربار برخواست ہو چکا جہاں پناہ محل میں سدھارے۔ ابا نے کہا۔ مرشدی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ آنکھ لگ گئی تھی۔ دیر میں جاگا۔ بیدار ہوا تو سیدھا ادھر بھاگا۔

سقہ نے کہا چہ خوش۔ آپ بھی شہزادوں کی طرح آرام فرماتے ہیں۔ مارے کیوں شامت آئی ہے۔ بھول گیا ابراہیم ادہم کی لونڈی کا حال۔ بھلا تو ایک مفلس کنگال اور اتنی دیر تک سوتا رہا۔ نوکری کا ذرا خیال نہ کیا۔

ابا نے کہا ظلِ سبحانی کے سایہ میں دن عید ہے۔ رات شب برات۔ جہان پناہ اس امن چین کے زمانہ میں بھی پاؤں پھیلا کر نہ سوئیں تو پھر کونسا زمانہ انکے عیش کا آئیگا۔

آگے بڑھے شہزادہ عالم پناہ میرزا جواں بخت کی ڈیوڑھی پر پہنچے اندر سے ایک مولوی صاحب نکل رہے تھے۔ ابا نے انکو بھی جھک کر سلام کیا۔ مولانا نے فرمایا۔ کیوں بے سرکاری کل شام کو تو کہاں رہا۔ ہمارے ہاں نہ آیا۔ ابا نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی۔ شریعت پناہ واقف ہیں مجھ اس غلام زادے سے بیحد محبت ہے کل خدا اسکا پنڈا گرم ہو گیا تھا۔ خانہ زاد کی جان پر بن گئی۔ اور ساری رات آنکھوں میں کٹ گئی۔ مولانا بولے۔ ہاں بھئی اولاد بڑی نعمت ہے۔ ابا نے کہا۔ جی نعمت بھی ہے اور فتنہ بھی۔ مجھے حضور کی صحبت میں اس آیت شریف کے سننے کا بار بار موقع ملا ہے کہ۔

اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ

مولانا نے ہنسکر کہا۔ ارے تو تو بڑا فاضل بن گیا۔ فارسی کے اشعار پڑھتے پڑھتے آیتیں بھی پڑھنے لگا۔ ابا نے کہا ع اے صبا این ہمہ آوردۂ تست ۔ یہ سب حضور کی جوتیوں کا صدقہ ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔

مولانا نے میرا نام پوچھا اور فرمایا۔ اسکا اسم سرکار میں لکھا گیا یا نہیں۔ ابا نے کہا جی نہیں۔ اب حضور اشارہ فرمائینگے تو ہوگا۔ بغیر آپکے ارشاد کے کیا ہو سکتا تھا مولانا نے وعدہ فرمایا کہ ہم سعی کرینگے۔

ڈیوڑھی کے اندر دیوان خانہ میں شہزادہ عالم پناہ میرزا جواں بخت بہادر مصاحبین کے

جھُرمٹ میں تشریف فرماتھے۔ آپنے فرشی سلام عرض کیا۔ اور بہت دیر گردن جھکائے ہوئے دعا دیتے رہے +

چوبدار نے آواز دی۔ دعا قبول ہو۔ جواں بخت بہادر نے نظر اٹھائی اور مسکراکر ہم دونوں کو دیکھا۔ والد نے شعر پڑھا ؎

بندہ حسن بصدزباں گفت کہ بندۂ توام تو بزبانِ خود بگو بندہ نواز کیستی

شہزادہ عالم پناہ نے مصاحب سے خطاب کیا۔ یہ بہت شائستہ حلالخور ہے۔ اسکی جانب اسکی شستہ مزاجی سے مسرور ہوتے ہیں۔ مصاحب نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کیوں نہیں صاحب عالم کی سرکار میں جو خاک ربائی کرے گا۔ اسکا طرہ وقار عرش نشیں ہوگا +

اتنے میں اشارہ ہوا اور چوبدار نے ایک پگڑی اور ایک اشرفی جشن کا انعام لاکر دیا اور پانچ روپیہ میرے ہاتھ پر رکھے۔ ہم دونوں دعائیں دیتے گھر کو آئے +

اب مجکو بھی شوق ہوا کہ اچھی صحبتوں میں والد کے ہمراہ جایا کروں۔ حضرت سید عسکری مشہور بزرگ تھے۔ جہاں پناہ کو اُنسے خاص ارادت تھی۔ میں اُنکے ہاں حاضر ہونے لگا۔ عصر کے بعد حضرت کے خاص الخاص مریدین جمع ہوتے تھے۔ میں بھی جوتیوں کے پاس جا بیٹھتا اور حضرت کے ارشاد کو سنا کرتا +

ایک روز ہمارے لال بیگ کا ذکر تھا۔ فرمایا۔ یہ مہتر درحقیقت مسلمان ہیں۔ اِن کی سب رسمیں مسلمانوں کی ہیں۔ جب موت کا وقت آتا ہے۔ خدا رسول کو یاد کرتے ہیں۔ مرجاتے ہیں تو جنازہ پڑھتے کلمہ کا ذکر کرتے ہوئے قبرستان لیجاتے ہیں۔ نکاح کے وقت البتہ ہندوؤں کی رسومات ادا ہوتی ہیں +

اس کے بعد کچھ اسرارِ تصوف بیان فرمائے جنکو سُن کر میرے دل پر بڑا اثر ہوا۔ گھر آیا تو دل و دماغ میں وہی کلمات چھائے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں سوگیا۔ خواب میں دیکھا کہ لال بیگ لال جوڑا پہنے کھڑے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ ہم سب مدینے کے غلام ہیں۔ ہمارے آقا مدینے میں آرام فرماتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی چاہیتی بیوی حضرت عائشہ رضہ کا خطاب حمیرا رکھا تھا۔ جسکے معنی لال کے ہیں۔ اسمیں اشارہ تھا کہ وہ لال کو

پسند کرتے ہیں۔ اُن کی ایک چادر تھی جسکا نام بردِ یمانی تھا۔ اِس چادر میں بھی سُرخ لکیریں تھیں۔ لال رنگ کی پسندیدگی میں میری خاطر منظور تھی۔ پس تم کو بھی چاہیئے کہ میری طرح اُبھر ایمان لاؤ۔ کہ دین اصل یہی دین ہے۔ باقی سب میں غیریت کے جھگڑے ہیں ❊

دربارى: تو میرا مقبول ہے۔ جا حضرت حسن عسکری کی خدمت میں۔ اور اُن کے ہاتھ پر اسلام قبول کر ❊

آنکھ کھلی تو دل باغ باغ تھا۔ شام کو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو سارا قصہ بیان کیا۔ آپنے فرمایا اچھا جاؤ۔ غسل کرکے اور نیا لباس پہنکے آؤ۔ میں نے ویسا ہی کیا۔ آپنے کلمہ کی تلقین کی۔ اپنے ہاتھ سے شربت پلایا۔ پھر گلے لگایا۔ اور دیر تک دل سے دل ملائے رہے ❊

اسوقت میرا عجب عالم تھا۔ آنکھوں میں آنسو۔ دل میں بے قراری۔ ہاتھ پاؤں میں رعشہ۔ چند روز حضرت کے بتائے ہوئے ذکر اذکار کرتا رہا۔ ابا کو میرے حال کی خبر تھی مگر اُنہوں نے کبھی اسمیں دخل نہ دیا ❊

حضرت سید عسکری کا حکم تھا کہ اپنا پیشہ نہ چھوڑو۔ جو کرتے ہو کرتے رہو۔ قسمت کی خوبی دیکھیئے۔ مجکو مسلمان ہوئے چند ہی روز گزرے تھے کہ غدر پڑ گیا۔ غدر کے دوران میں والد نے قضا کی۔ اور میں مارا مارا بلند شہر پہنچا۔ اور اپنے ماموں کے ہاں رہنے لگا۔ پیر کے حکم کے موافق خاکروبی کا پیشہ نہ چھوڑا تھا۔ برابر اِس کام میں مشغول تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے میں ایک لالہ صاحب کے ہاں جھاڑو دے رہا تھا کہ مجکو موری میں کوئی چیز چمکتی ہوئی نظر آئی۔ ہاتھ بڑھا کر اُٹھائی۔ ایک نگینہ تھا جسپر کچھ نقوش کندہ تھے۔ گھر آیا۔ دھو کر اپنے بازو پر باندھ لیا ❊

دوسرے دن صبحکو گھر سے نکلا تو ایک مست سامنے نظر آئے۔ اُنہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور ایک قبرستان میں لے چلے۔ میں چپ چاپ سیدھا اُنکے ہمراہ ہو لیا۔ قبرستان میں جاکر اُن مجذوب نے مجھ سے کہا ❊

دربارى: ان بارہ قبروں کو گن۔ میں نے شمار کیا۔ بارہ تھیں۔ پھر فرمایا۔ جو نقش تیرے

بازو پر ہے۔ بارہ امام کی تاثیر ہے۔ اور یہ بارہ قبروں انکے قاصد ہیں ٭

مجذوب صاحب کی بات سمجھ میں نہ آئی۔ ڈر کے مارے خاموش کھڑا رہا۔ اسوقت انہوں نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔ اور کہا:۔

سب گریبان چاک کیئے جائینگے۔ پھر دامن پھاڑ ڈالا۔ اور کہا سب دامن کاٹے جائینگے پھر کہا۔ قبریں شق ہونگی۔ مُردے زندہ ہونگے۔ دربادی اپنے نقش کی حفاظت کرے

میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کی۔ اسکا مطلب سمجھا دیئے۔ فرمایا۔ مہتروں کی بہتری کا وقت آیا۔ تو یہ پیام اُن تک پہنچا۔ جو بے خبر ہیں۔ کل سے آج نزدیک ہے۔ اور آج سے کل قریب ہے ٭

جن کو پنچ اور کمین کہتے ہیں۔ اُن کی خوشی اور ترقی کا حکم فرشتوں نے لکھ لیا ہے۔ سب اسلام کا جھنڈا اٹھائینگے۔ علیؑ علیؑ کا نعرہ لگائینگے ٭

میں نے کہا۔ سُنا تو یہ ہے کہ "ہر کو بھجے سو ہر کا ہو"۔ کیسا اسلام۔ کہاں کا کفر۔ اس کی وحدت پر ایمان ہو تو ہر جان کا بیڑا پار ہو ٭

شیخ۔ سید۔ مغل۔ پٹھان کی تفریق ایک بھول ہے۔ یہ آدمی چمن وحدت کا ایک پھول ہے۔ مجذوب خاک اڑانے لگے۔ میں گھر آیا۔ ممانی کو سارا حال سنایا۔ وہ بولیں۔ آج میں نے خواب میں یہی ماجرا دیکھا۔ خبر نہیں خدا کو کیا منظور ہے۔ ان فقیروں کی باتیں خدا ہی جانتا ہے کہ وہ کیا کہتے ہیں اور خدا کے حکم سے کیا سُناتے ہیں۔ اسکو خدا جانے یا وہ ٭

چند روز کے بعد دہلی آنا ہوا۔ یہاں اُس زمانہ میں علماء اس مسئلہ پر بحث کر رہے تھے کہ قبروں کے مُردے سُنتے ہیں یا نہیں۔ گڑھیا پر ایک مولوی صاحب رہتے تھے۔ اُن کا دعوے تھا کہ نہیں سنتے۔ مہندوراؤ کے باڑے میں ایک عالم تھے وہ مردوں کا سُننا ثابت کرتے تھے۔ میں نے دو جمعوں میں ہر عالم کا وعظ سُنا۔ مگر تسلی کسی بیان سے نہ ہوئی۔ کبھی خیال آتا کہ سنتے ہیں۔ کبھی خیال آتا کہ نہیں سُنتے ٭

اسی اثنا میں ایک رات حضرت شیخ کلیم اللہؒ جہان آبادی کے مزار پر شب باشی کا اتفاق ہوا۔ آدھی رات کو ایک برقع پوش عورت آئی۔ اور مزار کے پہلو میں مراقب ہو کر

بیٹھ گئی۔ میں اُسکو دیکھتا رہا۔ اور اپنا وظیفہ پڑھتا رہا۔ تھوڑی دیر میں ایک دوسری عورت آئی۔ اور پہلی عورت کے پاس بیٹھ گئی +

پہلی عورت نے مراقبہ ختم کرکے کہا۔ کیوں بوا دیکھا قبروں کا فیض۔ دوسری نے جواب دیا۔ سچ کہا تھا نعمت علی نے۔ میں نے تو ریل بھی چلتی دیکھی +

یہ باتیں کرکے عورتیں چلنے لگیں۔ میں اُٹھا اور دور سے پکار کر کہا۔ مجھکو مُردوں اور قبروں کا بھید بتلاتی جاؤ۔ عورتیں پہلے تو کچھ جھجکی ہوئیں۔ اسکے بعد اُنہوں نے کہا۔ بحث فضول ہے۔ جن کو مردہ سمجھا جاتا ہے وہ زندہ ہیں۔ پھر ان کا سننا مُردوں کا سننا نہیں زندوں کا سُننا ہے۔ تم خود دیکھ لو۔ سُن لو۔ گیارہ بار درود پڑھو۔ بائیں جانب گردن کو خم کرکے مزار کے پاس بیٹھ جاؤ۔ اور دیکھو +

یہ کہکر عورتیں چلی گئیں۔ اور میں نے اُنکے کہنے پر عمل کیا گردن جھکاتے ہی عجب تماشہ نظر آیا +

دیکھا نہ میں ہوں۔ نہ مزار۔ نہ مراقبہ کا خیال۔ بلکہ ایک وسیع دالان ہے۔ جہاں ایک بزرگ آنکھوں میں آنسو بھرے بیٹھے ہیں۔ اور سوائے انکے مکان میں اور کوئی نہیں +

میں نے عرض کی۔ حضور آبدیدہ کیوں ہیں۔ ٹھنڈا سانس کھینچکر کہا۔ خدا کے بندوں کی تکلیف دیکھکر۔ میں نے کہا کون لوگ تکلیف میں ہیں۔ ارشاد ہوا۔ غریب اور مفلس۔ اُنکا کوئی پرسان حال نہیں۔ سب نظر حقارت سے اُنکو دیکھتے ہیں۔ دولت والوں کی ہر جگہ قدر ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ ذات الٰہی اِس سے ناراض ہے۔ اور اُس کے قہر میں جوش آرہا ہے عنقریب ایک ہیبتناک عذاب آنے والا ہے۔ اسکے خیال سے غمگین ہوں کہ بے شمار آدمی اِس عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں +

میں نے ہاتھ جوڑکر عرض کی تو پھر اسکا کچھ علاج بھی ہے۔ فرمایا۔ سزا تو ایک دفعہ ملکر رہیگی۔ اسکے بعد اگر لوگوں نے اپنے اعمال ٹھیک کرلیے۔ اور سب ادنیٰ آدمیوں کو اپنا بھائی سمجھا۔ تو خیر ورنہ جڑ بنیاد سے اکھاڑکر پھینک دیے جائینگے +

اتنے میں ایک شخص سربریدہ سامنے آیا۔ یعنی اُسکے جسم پر سر نہ تھا۔ بزرگ نے

ایمان اور اعمالِ صالحہ کی فضیلت

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۟ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۭ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۧ

ترجمہ ۔ انجیر (میوے) اور زیتون (درخت) اور طور سینین (پہاڑ) اور اس شہر (مکہ) کی قسم جس میں (ہر طرح کا) امن ہے کہ ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا پھر ہم نے اسکو کمتر سے کمتر مخلوق کے درجے میں لوٹا دیا ۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل (بھی) کیے اُنکے لیے اجر ہے بے انتہا ۔ تو (اے پیغمبر اب) کون ہے جو (ان سب باتوں کے معلوم کیئے) پیچھے (روز) جزا کے بارے میں تم کو جھوٹا سمجھے ۔ کیا خدا احکم الحاکمین نہیں ہے ؟ *

انسانی ساخت کی بابت کسی اہل عقل کو کلام نہیں کہ وہ ہر طرح سے اتم و اکمل ہے۔ فرشتہ نورانی ہے مگر وہ روح مجرد ہے ۔ اور چیز وہ اچھی ہوتی ہے کہ اُسمیں ہر رنگ کا خد و خال پایا جائے ۔ نور و ظلمت دونوں رکھتی ہو ۔ مخلوق میں عرش سب سے بڑا مانا جاتا ہے اور اسپر خاص تجلی ہے مگر قلب انسانی اس سے بہتر ہے کہ اسکو تجلی ربی سے حظ حاصل ہے اور عرش کو یہ بات میسر نہیں ۔ نیز قلب کو تجلی کرنے والے کا شعور ہے اور عرش کو متجلی کا شعور نہیں ۔ آسمان اور ستارے بڑے بڑے اجرام ہیں مگر اُنکو ہیئت وحدانی اور جامعیت حاصل نہیں ۔ چاند کی خوب صورتی مشہور ہے ۔ مگر خوب صورت اور نیک سیرت آدمی کے چہرے کے برابر اسمیں چمک دمک نہیں ۔ سرو صنوبر بلحاظ قد و قامت کے ضرب المثل ہیں ۔ مگر ایک جوان رعنا کے قد رعنا کی برابری نہیں کر سکتے ۔ شیر سب سے رعب دار حیوان مانا جاتا ہے

گر ایک بارعب جلیل القدر ریش و بروت والا انسان ہیبت و جلال میں شیر ببر سے کہیں زیادہ ہے۔ اسی قیاس پر سب مخلوقات کو تصور کرنا چاہیئے۔ انسان کا مادّی بدن تو سفلی ہے۔ اور روح، قلب اور سِر علوی ہیں۔ روح بمنزلہ سوار۔ بدن بمنزلہ سواری۔ اور علم و معرفت بنی نوع کا شکار یا مطلوب ہے۔ روح بدن سے ملنے کے وقت بالکل سادہ لوح۔ علم و معرفت سے خالی مگر بالقوۃ حصولِ کمالات و حقائق کے لیئے مستعد ہوتی ہے۔۔ واری اسکی سرکش، کھاؤ اڑاؤ۔ اور روح اسکی طبیعت سے ناواقف ہے۔ اس لیئے سواری روح کو رات دن اپنی خدمت میں مصروف رکھکر اس کا اپنا مطلب جو علم اور معرفت ہے۔ بالکل بھلا دیتی ہے۔ وہ اس طرح روح حیوان مطلق ہوجاتی ہے۔ اور بجز کھانے پینے کے اور کچھ کام نہیں جانتی بلکہ کبھی کبھی عادات و اخلاق میں کتے اور خنزیر سے بھی بدتر ہوجاتی ہے۔ بیت

گہ عار برد سگ ز ناپاکی ما　　گہ رشک خورد فرشتہ بر پاکی ما

اس حالت کو حالت طبعی کہتے ہیں۔ اور یہ انسان کی بدترین حالت ہے۔ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰافِلِیْنَ۔ میں اسی حالت کی طرف اشارہ ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کیئے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور انکو آخرت میں بے انتہا اجر ہوگا۔ باقی تمام لوگ جو طبعی حالت پر مرینگے۔ فراق کے دوزخ میں ہونگے۔ کیونکہ انہوں نے اپنا مطلب جو علم و معرفت ہے حاصل نہیں کیا۔ ایمان کے معنی دل سے گرویدہ ہونے اور رغبت کرنیکے ہیں یعنی خدا کے ہونے کا دل سے یقین اس حد تک ہو کہ اسکی ہستی مطلق میں کیسا ہی کوئی شک ڈالے لیکن اُسکے دل میں جو خدا کا جمیع صفات کے ساتھ ہونا سمایا ہے۔ اس میں کسی طرح کا وہم و شک پیدا نہو۔ اور اس طرح کے ماننے کو یقین کہتے ہیں جسکے مدارج تین ہیں

اوّل۔ عِلْمُ الْیَقِیْن۔ اُسے کہتے ہیں کہ کوئی چیز اس طرح جانی جائے کہ اسمیں کسی طرح کا شک و شبہ نہو مثلاً یہ جاننا کہ سنکھیا کھانے یا گلا گھٹ جانے سے آدمی مرجاتا ہے جو بدیہی امر ہے۔ ایسے جاننے سے جو یقین ہوا ہو وہ علم الیقین ہے۔

دوسرے۔ عین الیقین وہ ہے کہ کسی امر کو اپنی آنکھوں سے اسی طرح دیکھے جیسا اسکا حال معلوم تھا۔ مثلاً یہ امر دیکھنا کہ کوئی شخص سنکھیا کھانے یا گلا گھٹنے سے مر گیا اُس کے

دیکھنے سے جو یقین ہوا ہو وہ عین الیقین ہے +

تیسرے۔ حق الیقین۔ وہ ہے کہ کسی امر کو جیسا کہ وہ جانتا تھا یا دیکھتا تھا اسکو اپنے اوپر آزمایا۔ مثلاً سنکھیا کھا کر یا اپنی گردن کاٹ کر خود ہلاک ہو جانا۔ یہ حق الیقین ہے۔ یہ درجہ یقین کا سب سے بڑھکر ہے۔ اسمیں شک و شبہ کی گنجایش نہیں ہے۔ سو خدا تعالیٰ پر ایمان و فنا ایسے یقین کے ساتھ ہونا چاہیے (۲۱) سفیان بن عبداللہؓ نے رسول مقبولؐ سے دریافت کیا کہ آپ مجکو اسلام میں ایسی بات بتادیں کہ آپکے پیچھے دوسرے سے دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے جس پر آپنے فرمایا کہ قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ۔ اور پھر اسپر قائم رہ (۲۲) ایمان سے بڑھکر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ مگر ایمان کو فضیلت جب ہے کہ اسکے ساتھ اعمال صالحہ بھی ہوں۔ اگر اعمال صالحہ نہوں تو ایمان انسان کو صرف خلود نار سے بچا سکتا ہے۔ مدارج انسانی کی ترقی کے لیئے کافی نہیں۔ پھر اعمال صالحہ کے بھی تین درجات ہیں۔ اول۔ اہل معاملہ کے اعمال صالحہ ہیں۔ وہ نماز پڑہنا۔ روزہ رکھنا۔ زکوٰۃ دینا۔ حج و عمرہ ادا کرنا۔ اوامر کا امتثال۔ نواہی کا اجتناب۔ قضا و قدر الٰہی پر راضی ہونا۔ اور دیگر بیع و شرا اور حلال و حرام و مباح کو جاننا اور انپر کاربند ہونا۔ جیسا کہ کنز الدقائق اور شرح وقایہ اور ہدایہ اور دیگر کتب فتاوے میں عمل مذکور ہیں۔ دوسرے۔ اہل مجاہدہ کے اعمال صالحہ ہیں۔ یعنی اہل معاملہ جیسے کام کرنا۔ اور انکے علاوہ اخلاق کی تبدیلی میں بھی کوشش کرنا یعنی کبر و تذلل و عجب و غضب و حقد و حسد و بخل و اسراف و ریا کو ترک کرنا۔ اور اسکی جگہ تواضع اور اخلاص اور شجاعت اور سخاوت وغیرہ اختیار کرنا۔ جسکے لیئے احیاء العلوم کی جلد ثالث و رابع کا پڑہنا کافی ہو تیسرے۔ اہل سلوک کے اعمال صالحہ ہیں وہ یہ کہ اہل معاملہ اور اہل مجاہدہ والے کام بھی کرنا اور علاوہ ان کے دیگر مسافت بھی طے کرنا۔ جسکے چار اصول اور دس منازل ہیں۔ اصول یہ ہیں۔ قلۃ الطعام و قلۃ المنام و قلۃ الکلام و حمل الایذاء الانام۔ کم کھانا۔ کم سونا۔ کم بولنا۔ اور لوگوں کی ایذا کا برداشت کرنا + منازل میں سے اول منزل توبہ ہے۔ اہل سلوک کی توبہ یہ ہے کہ بالکل خدا کی طرف رجوع کرے اور ماسوے اللہ کو دل سے نکال ڈالے۔ اور اپنی ہستی کو بالکل فنا کرے جسکو مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا سے تعبیر

کہتے ہیں۔ اور خلاف شریعت کوئی کام نہ کرے **نظم**

توبہ چوں باشد پشیماں آمدن ۔ بردرِ حق ز مسلماں آمدن
عام را توبہ ز فعلِ بد بود ۔ خاص را توبہ ز دیدِ خود بود
خدمتے از سر گرفتن با نیاز ۔ با حقیقت روے کردن از مجاز

دوسری منزل زہد ہے۔ وہ یہ کہ دنیا اور اہل دنیا اور مال و متاع اور زن و فرزند کے ساتھ محبت دلی نہ رکھے اور سب سے مستغنی ہوجاوے۔ نہ یہ کہ اپنے آپ کو مفلس اور قلاش بناوے مال کے نہ ہونے کا نام نہیں۔ زہد دنیا سے دل کا فارغ ہونا ہے اور یہ کہ لذات دنیا وعقبیٰ دونوں کو بالکل دل میں جگہ نہ دے۔ یہ حقیقی زہد ہے۔ **بیت**

ہر آنکو در نیاز و ہر دو عالم ۔ نگردد جز بہ خاص محرم

تیسری منزل توکل ہے۔ وہ یہ ہے کہ اسباب اور وسائل سے دل تعلق نہ رکھے۔ اور صرف خدا پر بھروسہ رکھے۔ اور یہ اعتقاد کرنا کہ ہر کام خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ توکل کے تین مدارج ہیں۔ اول درجہ یہ ہے کہ خدا پر اعتماد رکھے جیسا کہ موکل وکیل پر رکھتا ہے۔ دوم درجہ خدا پر ایسا اعتماد رکھنا ہے جیسا کہ بچے کو اپنی ماں پر اعتماد ہوتا ہے۔ اسکو تسلیم کہتے ہیں۔ سوم درجہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو بالکل خدا کے حوالہ کردے جیسا کہ میت غسال کے اور گیند بلے کے سامنے ہوتی ہے اور اسکو تفویض کہتے ہیں۔

چوتھی منزل قناعت ہے۔ قناعت کی حقیقت یہ ہے کہ موت سے پہلے تمام مرادات دنیاوی اور اخروی سے قانع ہوجانا۔ اور اپنے باطن میں دوست حقیقی کے سوا غیر کو دخل نہ دینا۔ **بیت**

حاذ اللہ کہ من زیں پس بہر اغیار بنشینم ۔ مرا چوں گل بدست آمد چرا با خار بنشینم
چہ باشد بازیرِ دولت کہ من از خواب برخیزم ۔ چرا لب بستہ بر دنیا چو تو بیمار بنشینم

پانچویں منزل عزلت ہے۔ عزلت یہ ہے کہ اپنے باطن کو مرنے سے پہلے دوست کے سوا تمام اشیا سے روکدے۔ عزلت دو قسم ہے۔ عزلت زنانہ اور عزلت مردانہ۔ عزلت زنانہ یہ ہے کہ بدن درون خانہ اور قلب برون خانہ۔ عزلت مردانہ یہ ہے کہ ظاہر لوگوں

کے درمیان اور باطن میں دوست کے ساتھ **بیت**

اے دوستاں تعلقِ باطن زمن مپرس ‏‏ من درمیان جمع ودلم جائے دیگر است

چھٹی منزل ذکر ہے۔ ذکر کے معنی نہ صرف لسان سے نفی اثبات کرنا بلکہ قلب سے نفی ماسوی اللہ کا کرنا۔ اور اثبات الا اللہ کرنا **بیت**

تاکہ باشد یاد غیرے در حساب ‏‏ ذکر مولیٰ از تو باشد در حجاب

گر ہمہ عالم ثواب تو بود ‏‏ تا تو باشی از عذاب تو بود

گر شوی چوں خاک در رہ پائمال ‏‏ تا ابد جاں را بدست آری کمال

تا بود یک ذرہ از ہستی بجائے ‏‏ کفر باشد گر نہی در عشق پائے

تا تو با خویشی عدو بینی ہمہ ‏‏ چوں تو ئی فانی احد بینی ہمہ

ساتویں منزل توجہ ہے۔ توجہ یہ ہے کہ سوائے مطلوب حقیقی کے کسی مقام یا رتبہ کی طرف توجہ نکرے۔ نہ مال نہ متاع نہ ثواب نہ عقاب نہ ولایت و نبوت اور نہ کرامت و خرق عادت۔ غرض کہ بجز ذات حق کسی چیز کو نہ چاہے۔ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے نقل کرتے ہیں کہ اُن کو ارشاد باری ہوا کہ تم کو ایسے عالم میں منتقل کروں جہاں تمہیں مرتبۂ نبوت محمدیہ ملے۔ بایزید بسطامی صاحب نے عرض کیا کہ الٰہ العالمین! مجکو تیرے سوا کچھ نہیں چاہیئے مجھے تو ہی بس ہے۔ اسپر فرمان ہوا کہ میرے جوار میں رہ +

آٹھویں منزل صبر ہے۔ جب آدمی پر کوئی مصیبت آوے اور وہ کوشش کرتا ہے کہ شور و غوغا نہ کروں تو اسکو تصبر کہتے ہیں۔ اور جب داعیہ حق کو داعیہ ہوا اور طبیعت پر ترجیح دیوے تو اُسکو صبر کہتے ہیں۔ اگر شہوت شکم یا شرمگاہ میں صبر ہو تو اسکو عفت کہتے ہیں اور مکروہ کے احتمال میں صبر ہو تو اسکو مطلق صبر کہتے ہیں۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ مطلق صبر کا ضد جزع و فزع ہے۔ مال و دولت کی فراوانی میں صبر کیا جائے۔ اور خلاف شرع کام اس سے سرزد نہو تو اسکو ضبط نفس کہتے ہیں جسکا عکس بطر ہے۔ جنگ میں صبر کو شجاعت کہتے ہیں۔ ضد اسکی بزدلی ہے۔ غصہ میں صبر کو حلم کہتے ہیں۔ عکس اسکا تہور ہے۔ حوادث زمانہ میں صبر کو کتمان راز اور اُسکی ضد کو اظہار راز کہتے ہیں۔ فضولی عیش میں صبر کو زہد اور

اس کی ضد کو حرص کہتے ہیں۔ کمی مال و متاع پر صبر کو قناعت اسکی ضد کو شرہ کہتے ہیں صبر کے برابر کوئی خلق نہیں۔ خدا تعالے فرماتا ہے اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جاتا ہے۔

نویں منزل مراقبہ ہے۔ مراقبہ کی حقیقت یہ ہے کہ ظاہری اور باطنی آنکھوں کو محبوب حقیقی کے انتظار میں رکھنا اور اپنی قوت اور حول سے باہر ہونا۔ اور تزکیہ نفس و تصفیہ قلب میں مصروف اور مواہب الہی کے کھلنے کا امیدوار رہنا۔ میدان دبستی میں قدم ہمت رکھنا اور منازل فراق کو قطع کرکے حجاب کی گودڑی کو پس پشت ڈالنا اور اپنے آپ کو خدا کے سپرد کرکے اُسکے ساتھ مشغول ہونا اور قالب کی موت کو انوار مشاہدہ سے زندہ کرنا اور کل کا کل خدا کا ہو جانا۔

دسویں منزل رضا ہے۔ جب آدمی پر کوئی مصیبت آوے اور قلب اجرائے قضا و قدر کے ماتحت سکون و آرام محسوس کرے تو اسکو رضا کہتے ہیں۔ اور جب حق کے فعل میں گم اور محو ہو اور خلق سے نابود ہو جائے تو اُسکو فنا کہتے ہیں۔ اور جب زبان سے اقرار اور دل سے اعتراف کرے کہ سب نعمت خدا کی طرف سے ہے۔ اور تمام اعضا و قویٰ کو مولیٰ کی اطاعت میں مصروف کرے تو اسکو شکر کہتے ہیں۔ غرض کہ جو کوئی خدا پر ایمان لاوے۔ اور معاملات اور مجاہدات اور سلوک سے نفس کا تزکیہ اور قلب کا تصفیہ اور روح اور سر کا تخلیہ کرے تو وہ شخص اسفل سافلین سے اعلیٰ علیین میں داخل ہوتا ہے اور اُسے صوفی کہتے ہیں۔ یہ لوگ دنیا و مافیہا سے کچھ غرض نہیں رکھتے ہیں۔ رات دن خدا سے مشغول ہوتے ہیں جیسا کہ انکے حق میں کہا گیا ہے نظم

جامے ز دست ساقی باقی چو در کشند — جامہ دریدہ نعرۂ قَالُوْا بَلٰی زنند
کروبیاں بنالہ در آیند نیم شب — چوں بیدلاں
قومے کہ سرد و کون بیک جو نمے خرند — ایشاں دم از محبت دنیا کجا زنند؟
آنہا کہ دل بملک فنا در نمے دہند — میخ عمل بدامن ہمت چہ در زنند
وانہا کہ شور عشق ندارند شوق یار — در روز حشر نعرۂ واحسرتا زنند

با عاشقان ز ملک سلیمان سخن مگو کیشان نفس زعالم نامستنے زنند

خلاصہ یہ ہے کہ انسان بلحاظ مدارج پانچ مراتب پر منقسم ہے۔ اول وہ لوگ ہیں جو بصورت انسان اور بمعنی چوپایہ ہیں جو کھانے پینے اور خواہشات بہیمی کو پورا کرنے کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ نہ خدا کا یقین رکھتے ہیں اور نہ کوئی عمل صالحہ عقلی یا شرعی بجالاتے ہیں قرآن کریم میں اسفل سافلین انہی لوگوں سے متعلق آیا ہے۔ جو ہمیشہ ہمیشہ فراق کے دوزخ میں رہیں گے۔ خدا پناہ دے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۔ اور ہم نے بہتیرے جن اور انسان جہنم ہی کے لیئے پیدا کیئے ہیں۔ ان کے دل تو ہیں (مگر) ان سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے اور ان کی آنکھیں بھی ہیں (مگر) ان سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے۔ اور انکے کان بھی ہیں (مگر) ان سے سننے کا کام نہیں لیتے (غرض) یہ لوگ چارپایوں کی مثل ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔ یہی لوگ ہیں جو (دین سے بالکل بے خبر ہیں)۔

دوم۔ وہ لوگ ہیں جو ایمان تقلیدی رکھتے ہیں۔ اور کچھ نہ کچھ عمل صالحہ بھی کرتے ہیں مگر اکثر حالات میں نمبر اول کی مانند ہوتے ہیں۔ علماء معتزلہ انکو اہل النار سے جانتے ہیں مگر علماء اہل سنت انکو ناجی جانتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

سوم۔ وہ لوگ ہیں جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ اوامر بجالاتے ہیں اور نواہی سے پرہیز کرتے ہیں۔ انکے لیئے آخرت میں اجر بے انتہا ہے۔ گویا مزدور ہیں۔ اس لیئے یہ بھی خسران میں ہونگے۔ جیساکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۔ عصر (کے وقت) کی قسم کہ آدمی گھاٹے میں ہے مگر وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل (بھی) کیئے اور ایک دوسرے کو حق کی ہدایت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (مصیبت میں) صبر کرنے کی وصیت کرتے رہے۔ گویا اہل منازلہ اہل مجاہدہ کی نسبت خسران میں ہیں

چہارم۔ وہ لوگ ہیں جو اپنے خالق پر ایمان رکھتے ہیں۔ ماموربہ بجالاتے ہیں منہی عنہ سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور اخلاق کی درستی کرتے ہیں۔ انکو اہل مجاہدہ کہتے ہیں یہی اہل فلاح کہلاتے ہیں۔ اور یہ لوگ جنت الفردوس کے مالک ہونگے۔ جیساکہ خداتعالیٰ فرماتا ہے:-

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۘ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ ایمان والے (اپنی مراد کو) پہنچ گئے (اور یہ) وہ (لوگ) ہیں جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں۔ اور وہ جو لغو باتوں کی طرف رخ نہیں کرتے۔ اور وہ جو زکوٰۃ دیتے اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیبیوں یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈیوں) سے کہ (ان میں) انپر کچھ الزام نہیں۔ لیکن جو اسکے علاوہ کے طلبگار رہوں تو وہی لوگ حد (شرع) سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس ملحوظ رکھتے اور وہ جو اپنی نمازوں کے پابند ہیں یہی لوگ (آدم کے اصلی) وارث ہیں جو بہشت بریں کی میراث پائینگے (اور) وہ اسمیں ہمیشہ رہیں گے۔

یہ لوگ بھی اہل فوز میں سے نہونگے۔ صرف جنت کے وارث ہوں گے کہ اکثر اَهْلُ الْجَنَّةِ بُلْهٌ۔ یعنی اکثر جنت والے سادہ لوگ ہونگے۔

پنجم وہ لوگ ہیں۔ جن کا ایمان حق الیقین کے درجہ کو پہنچا ہو۔ معاملہ اور مجاہدہ میں راسخ العمل ہوں۔ اصول و منازل سلوک کو طے کیا ہو۔ اور اسفل سافلین سے اعلےٰ علیین تک پہنچ گئے ہوں۔ انکے لیے دنیا میں شہود اور آخرت میں رَوح و ریحان اور جنت نعیم ہوگا یہ لوگ متقین اور مقربین کہلاتے ہیں۔ جیساکہ خداتعالیٰ فرماتا ہے:- اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۙ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۔ جو لوگ پرہیزگار ہیں

وہ بہشت کے باغوں اور نہروں میں سچی (عزت کی) جگہ میں بادشاہ (دوجہان) قادر مطلق کے مقرب ہونگے +

اب رہا یہ مسئلہ کہ حصول ایمان اور تعمیل معاملہ اور تکمیل مجاہدہ اور اتمام سلوک کس شرع اور طریقہ سے کرنا چاہئیے۔ سو واضح ہو کہ بلحاظ طلب لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک طالب دنیا دوم طالب عقبیٰ سوم طالب مولیٰ۔ جو صرف طالب دنیا ہیں وہ بمنزلہ اموات ہیں اور جو طالب عقبیٰ ہیں وہ بیمار ہیں۔ اور جو طالب مولیٰ ہیں وہ زندہ اور صحیح و سالم ہیں۔ طالب دنیا تو کسی شمار میں نہیں اور نہ اُن کا کوئی رستہ ہے۔ جیساکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا۔ (اے پیغمبر) جو شخص ہماری یاد سے روگردانی کرے اور دنیا کی زندگی کے سوا اسکو (کسی اور بات سے) غرض نہو تم ایسے شخص کی ذرا بھی پروا نکرو۔ انہی لوگوں کو شرع کی اصطلاح میں کافر کہتے ہیں یہی اسفل سافلین اور یہی اہل نار کہلاتے ہیں۔ یہی لوگ نوع انسان کا کثیر حصہ ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اولاد آدم علیہ السلام کے ہزار آدمیوں میں سے نوسو ننانوے ۹۹۹ دوزخ میں جائینگے اور ایک آدمی بہشت میں جاوے گا۔ خدا پناہ دے +

دوم۔ اہل عقبےٰ ہیں وہ بمنزلہ بیمار کے ہیں۔ اُنکی بیماری جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہے علاوہ دیگر روحانی بیماریوں کے انکو تعصب قومی اور تعصب مذہبی کی بیماری بھی ہوتی ہے اُنکے رستے بیشمار ہیں۔ کوئی کہتے ہیں کہ ہم یہودی ہیں۔ کوئی کہتے ہیں کہ ہم عیسائی ہیں کوئی مسلمان ہیں کوئی مجوسی۔ بعض سناتن دھرمی۔ بعض آریہ سماجی۔ علیٰ ہذا بدھ سکھ برہمو وغیرہ۔ پھر اسی پر بس نہیں۔ ہر مذہب والوں میں سیکڑوں فرقہ بندیاں ہیں جو ایک دوسرے کی تکذیب اور تردید کرتی ہیں +

ہر ایک مذہب والے اپنے آپ کو سیدھے رستے پر اور دوسروں کو راہ خطا پر یقین کرتے ہیں قَالَتِ الْیَھُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰی لَیْسَتِ الْیَھُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ وَّھُمْ یَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِھِمْ فَاللّٰہُ یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝

یہود کہتے ہیں نصارے کا مذہب کچھ نہیں اور نصارے کہتے ہیں۔ یہود کا مذہب کچھ نہیں۔ حالانکہ وہ (دونوں فریق) کتاب (الٰہی) کے پڑھنے والے ہیں۔ اسی طرح اُنہی کی سی باتیں وہ (مشرکین عرب) بھی کہا کرتے ہیں جو (خدا کے حکم احکام کچھ بھی نہیں جانتے تو جس بات میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ ان میں اس کا فیصلہ کر دے گا +

اب ہم بجائے یہود کے ہنود اور بجائے نصارے کے مسلمان کہہ سکتے ہیں حالانکہ دلیل کسی کے پاس کچھ بھی نہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اور یہود کہتے ہیں کہ یہود کے سوا اور نصارے کہتے ہیں کہ نصارے کے سوا جنت میں کوئی نہیں جانے پائے گا۔ یہ اُنکے (اپنے) خیالی پلاؤ ہیں (اے پیغمبر) ان لوگوں سے کہو اگر سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔ بلکہ واقعی بات تو یہ ہے کہ جس نے خدا کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور نیکوکار بھی ہے۔ اسکے لیے اسکا اجر اسکے پروردگار کے ہاں (موجود) ہے۔ اور آخرت میں ایسے لوگوں پر نہ (کسی قسم کا) غم (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہونگے +

غرض کہ جنت واجر ایمان وعمل صالحہ پر منحصر ہے خواہ کوئی کسی مذہب کا ہو

سوم طالب مولے ہیں۔ وہ احیاء اور تندرست ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ کیا (ایک شخص) جو (پہلے) مردہ تھا۔ پھر ہم نے اسکو زندہ کیا اور اُسکو ایک نور عطا فرمایا جسکی مدد سے وہ لوگوں میں (خاصی طرح) چلتا پھرتا ہے (کیا) وہ اس جیسا ہو سکتا ہے۔ جس کا حال یہ ہے کہ اندھیروں میں (گھرا) پڑا ہے + طالب مولیٰ ابتدا میں طبیعت کی قبر کے اندھیرے میں پڑا ہوتا ہے۔ پھر ایمان

اور عرفان کے نور سے زندہ ہو جاتا ہے تو کیا وہ اس آدمی کے برابر ہو سکتا ہے کہ جو بدستور طبیعت کے اندھیرے میں پڑا ہو۔ کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہی حال طالب مولی کا ہے۔ اسفل سافلین سے اعلےٰ علیین تک انکی ترقی کے منازل ہیں۔ وہ یہودیوں کی طرح یہ نہیں کہتے وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَ یَکْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (قرآن) جو خدا نے اتارا ہے اُس پر ایمان لے آؤ تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اسی (کتاب) پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر اُتری اُسکے علاوہ نہیں مانتے حالانکہ وہ (قرآن) سچا ہے اور جو کتاب اُن کے پاس ہے۔ اسکی تصدیق بھی کرتا ہے ؛

وہ یہ نہیں کہتے کہ ہم صرف محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مانتے ہیں اور تنہا قرآن پر عمل کرتے ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم تمام انبیاء کے احکام کو مانتے ہیں۔ اور تمام کتب سابقہ کی تعظیم اور توقیر کرتے ہیں۔ ہم موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی عزت کرتے ہیں۔ ہم وید اور ژند اور وستا کی تعلیم سے متاثر ہوتے ہیں۔ ہم کبھی مہاتما بدھ یا زرتشت صاحب یا کرشن جی یا دیگر پیغمبر یا اوتار کی بے ادبی نہیں کرتے۔ وہ رسول اکرم کی اس حدیث پر عمل کرتے ہیں کہ حکمت مومن کی کھوئی ہوئی شے ہے۔ جہاں بھی وہ اسے ملے مومن اسکا مستحق ہے وہ شمس تبریز علیہ الرحمۃ کے ہمزبان ہو کر کہتے ہیں بیت

چہ تدبیر اے مسلماناں کہ من خود را نمی دانم ۔۔۔ نہ ترسا و یہودیم نہ گبرم نے مسلمانم

وہ اپنے نام نہیں دھرتے کہ ہم آریہ یا سناتن یا برہمو سماج وغیرہ ہیں وہ کسی کے ساتھ تعصب قومی یا تعصب مذہبی یا کسی طرح کا یہ نہیں رکھتے۔ وہ سمجھے ہوئے ہیں کہ موجود حق ایک ہی۔ باقی مخلوق موجود مطلق کے اظلال اور مظاہر ہیں۔ وہ دوئی کو مطلق دخل نہیں دیتے۔ نہ وہ احول ہیں۔ اور نہ باود ہیں کہ غیر کو دشمن جانیں ؎

تا تو با خویشی عدو بینی ہمہ ۔۔۔ چوں تو ئی فانی احد بینی ہمہ

؎

دوئی را چوں بدر کردم یکے دیدم دو عالم را ۔۔۔ یکے بینم یکے دانم یکے جویم یکے خوانم

جو شخص اس مرتبہ کو پہنچے۔ وہ فرق نہیں کرتا۔ اور در اصل مومن اور مسلم ہے خواہ لوگ اسکا کچھ ہی نام رکھیں۔ خواہ مسلمان کہیں خواہ عیسائی یا موسائی یا ہندو یا سکھ۔ غرض جب تک ایمان نہ لایا جائے۔ اور نیک اعمال نہ کیے جائیں۔ اور اخلاق کی درستی نہ کی جائے۔ اور مسائل سلوک طے نہ کیے جائیں۔ اس مرتبہ تک پہنچنا غیر ممکن اور محال ہے۔ اور اس مرتبہ تک پہنچنے کے لیے تین رستے ہیں اوّل انبیاء کا رستہ ہے یہی وسیع اور سیدھا رستہ ہے یہی صراط مستقیم ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۔ (دین کے رستے دو قسم کے ہیں ایک) سیدھا رستہ جو (سیدھا) خدا تک (پہنچتا) ہے اور بعض ٹیڑھے (ٹیڑھے) اور خدا چاہتا تو تم سب کو سیدھا ہی رستہ دکھاتا۔

دوّم۔ حکماے اشراقیین اور مشائیین اور رواقیین اور حکماے فلاسفہ کا رستہ ہے۔ جسکا بانی مبانی یونان میں سقراط اور افلاطون اور ارسطو وغیرہم اور ہندوستان میں حکیم بششٹ اور مصنفان وید اور دیگر حکماے نامدار۔ اور چین میں مہاتما بدھ۔ اور حکیم کنفیوشش۔ اور ایران میں حکیم زرتشت اور جاماسپ ہیں۔

سوّم۔ اُن لوگوں کا رستہ ہے جن کی تصنیفات میں بعض عنصر حکمت اور بعض شریعت کا ہوتا ہے۔ جیسے سکھوں کا مذہب یا مسلمانوں میں بابی اور اسماعیلیہ فرقہ بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو نہ انبیاء کے تابع نہ حکما کے۔ صرف اپنی طبیعت کی درستی کرکے خدا کے قائل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ بعض علوم اور معارف فطرتی ہیں۔ جاہل سے جاہل بھی خدا کی ہستی اور اسکی ربوبیت اور اپنی عبودیت کا اقرار کرتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۔ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) پوچھو کہ اگر تم (ایسی ہی سوجھ بوجھ رکھنے اور جاننے والے ہو تو (بھلا اتنی بات تو بتاؤ کہ) زمین اور جو کچھ اسمیں ہے (یہ تمام کارخانہ) کس کا ہے۔ وہ فوراً یہی جواب دینگے کہ اللہ کا (ان سے) کہو کہ پھر تم کیوں غور نہیں کرتے۔ اور اسی طرح اگر ان سے پوچھو کہ ساتوں آسمان اور عرش کا رب کون ہے تو

وہ کہیں گے کہ اللہ۔ یا پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے پیدا کیے ہیں تو کہیں گے کہ اللہ نے
مگر چونکہ روح طبیعت کی قید اور بری تعلیم میں ہوتی ہے اور نفسانی خواہشوں اور جسمانی
عشرتوں سے کمزور ہو جاتی ہے۔ اس لیے اپنی عبودیت بھول جاتی ہے مگر کسی تکلیف
یا مصیبت میں جب انسان مبتلا ہوتا ہے تو پھر روح کو خدا ہی یاد آتا ہے۔ لاکھوں آدمی
بغیر متابعت نبی یا حکیم یا اتالیق یا مرشد کے صرف اپنی طبیعت کی درستی کر کے اہل اللہ
ہو گئے ہیں جیسے خواجہ خضرؑ یا حضرت الیاسؑ یا جو رسول اللہؐ کی بعثت کے زمانہ میں
ہزار ہا ایسے لوگ موجود تھے۔ اور انکو موحدین کہتے ہیں۔ گویا خدا کا راستہ یا شریعت سے
یا حکمت سے یا عقل سے سوجھتا ہے اور شریعت اور حکمت اور عقل میں کچھ فرق نہیں ہوتا
جو امر مشروع ہوتا ہے وہ معقول ہوتا ہے . . . . اور جو معقول ہوتا ہے
وہ مشروع ہوتا ہے۔ مگر چونکہ عقل قلب کے تابع ہوتی ہے۔ اور جب قلب بسبب اخلاق رذیلہ
بگڑ جاتا ہے تو وہ بری باتوں کو محسوس نہیں کرتا۔ اسلیئے عقل بھی اسکی مزاحمت نہیں کرتی
جیسا کہ ڈوم ڈھاریوں وغیرہ کو کبھی عقل ملامت نہیں کرتی کہ ان کا یہ فعل برا ہے۔ اور شریعت
چونکہ نیک اور بد سب لوگوں کے لیئے یکساں ہے۔ اس لیئے شریعت کی ضرورت ہوتی ہے
باقی والسلام۔ اگر در خانہ کس است اشارہ بس است *

(حاجی) مہت اللہ کاکاخیل اویسی رئیس مبارکپوری

۶- رمضان سے ۱۶ رمضان تک

خطیب کا چندہ نظام المشائخ قسم اول و قسم دوم[1] کے خریداروں کیلئے بجائے ۴؍
سالانہ کے صرف ۲؍ روپے سالانہ اور بجائے ۲؍ ششماہی کے ۱؍ ششماہی رہیگا۔ خط لکھنے میں
جلدی کیجیے اور اس اعلان کا حوالہ دیجیے ورنہ رعایت نہ کیجائے گی۔ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب
کے مضامین دیکھنے منظور ہوں تو وہ اب خطیب کے سوا قریباً کہیں نہیں ہوتے۔ آپ کو خطیب کا
فوراً خریدار بن جانا چاہیے * **منیجر** خطیب و نظام المشائخ دہلی

[1] قسم سوم نہیں ۱۲

۱۹۲۶ء

عشق

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ ۔ ترجمہ بعض لوگ خدا کے شریک بنا کر انسے ویسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی خدا سے. لیکن ایمان والے ہر چیز سے زیادہ خدا ہی کو چاہتے ہیں۔

اس آیت میں ایمان کا ایک صاف معیار پیش کیا گیا ہے کہ ایمان وا وہی ہے جسے ہر چیز سے بڑھکر خدا کے ساتھ محبت ہو ؎

اُسی کے عشق کا دم بھرو تم   اُسی کی طلب میں جیو کر مرو تم

اور اگر دل میں ماسوے اللہ کی محبت زیادہ ہے اور چناں وچنیں میں گرفتاری ہے تو شرک خفی سے نجات نہیں ؎

این باید آں باید از شرک خفی زائد   آزاد بود مومن از وسوسہ چون و چن

حقیقت محبت

اس بلیغ کلام میں جو اسرار اور معارف مخفی ہیں۔ انکی حقیقت تو خدا ہی جانتا ہے۔ جو کچھ میرے فہم ناقص میں آتا ہے اُسے پیش کیے دیتا ہوں۔ آیت موصوفہ میں محبت کا ذکر ہے۔ اس لیئے ضروری ہے کہ محبت کی حقیقت آپکے سامنے بیان کیجائے۔ اگرچہ کون دل ہے جس میں اس پھانس کی کھٹک نہیں اور کون جگر ہے جس میں اس درد کی کسک نہیں ؎

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے   سب اُسی زلف کے اسیر ہوئے

حضرات محبت ایک عالمگیر جذبہ اور ہمہ گیر کشش ہے جو کائنات کے ہر ہر ذرہ میں جاری و ساری ہے۔ ادنے درجہ اسکا اُنس اور اعلے درجہ عشق ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ عشق نار ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ عشق نور ہے جسکا ہر چیز میں کم و بیش ظہور ہے ؎

عشق است بسکہ در دو جہاں جلوہ میکند   گاہ از لباس شاہ و گہ از کسوت گدا

کہنے والے بیخودی میں یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ "العشق ھو اللہ ھو اللہ"۔

مگر حقیقت اب بھی روپوش ہے +

سنیئے اور غور سے سنیئے ۔ جب حسنِ ازل نقابِ وحدت میں مخفی تھا۔ جب یہلائے قدم کا جلوۂ یکتا نظارہ سوز تھا۔ یعنی نورِ توحید کوس لمن الملک بجا رہا تھا تو کچھ نہ تھا مگر ایک ضو!۔ یہ دَور نہ جانے کیسا تھا۔ اور کب تک رہا۔ لیکن جب اُس حسن مخفی نے اپنی روشناسی چاہی تو بازارِ محبت میں تماشائیوں کی کیا کمی تھی ۔ نیستی حسن ہستی کی آئینہ بردار بنی۔ اور جو پہلی چمک اس آفتابِ حُسن ازل کی عدم پر ظاہر ہوئی۔ اُس نے نورِ محمدیؐ کا سا عاشق پیدا کر دیا۔ اِس لیئے کہ حسن یکتا کے لیئے ایک ہی کامل عاشق ہونا مناسب تھا ؎

در ازل پرتوِ حسنت ز تجلی دم زد   عشق پیدا شد و آتش بہمہ عالم زد

حسن سے عشق ہوا ۔ عشق میں حسن کے انوار و اظلال تھے ۔ آئینہ میں آفتاب حقیقت کی کرنیں تھیں ۔ اس لیئے قدرتًہ یہ اپنی اصل کی طرف مائل اور منجذب تھا۔ اِسی اصل کی طرف میلان اور انجذاب کو عشق کہتے ہیں۔ بقول مولنا رومؒ ؎

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش   باز جوید روزگارِ وصل خویش

جناب! یہ نثر کی شاعری نہیں ہے نہ استعارات کی نمائش۔ نہ خشک فلسفہ ۔ میں اس حقیقت کو عقل دین کی روشنی میں دیکھ رہا ہوں ۔ اور واقعات بھی اسکی تائید کرتے ہیں ۔ قرآن پاک بہتر مفسر قرآن ہے ۔ ذرا پڑھیئے آیۂ مشہورہ "انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوٰت والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقنا منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلومًا جھولا" وہ کونسی امانت تھی جسکو کوئی نہ اٹھا سکا۔ مگر "قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند" مفسرین اس امانت کی تفسیر میں مختلف القول ہیں ۔ کوئی اسکو امانت عقل کہتا ہے ۔ کوئی امانت احکام بتاتا ہے ۔ حقیقت والے اسکو امانت عشق کہتے ہیں ۔ مگر یہ سب الفاظ کا پھیر ہے ۔ غور سے دیکھیئے ۔ عشق عین عقل اور عقل عین عشق ہے ۔ جب محبت کامل پیدا ہوتی ہے ۔ اسیوقت دین کی عقل آتی ہے ۔ صحابہؓ اسیلئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عقل دین حاصل ہونے کی دعا کرتے تھے ۔ اور اسی حالت میں احکام بھی دلی رغبت سے خضوع و خشوع کے ساتھ ادا ہوتے ہیں ۔ اطاعت محبوب اور اطاعت آقا میں جو فرق ہے اِسے کون نہیں جانتا۔ اسی

تفسیر کی تائید میں حدیث قدسی سے بھی ہوتی ہے "کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق" - میں خزانہ مخفی تھا۔ مجھے یہ منظور ہوا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے نیست کو ہست کر دیا۔ کسی عاشق نے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے ؎

چوں ہست جنب نظارہ دامنگیر   گشت مطلق بدام قید اسیر

اب کوئی شک نہیں رہا کہ عالم مظہر عشق و محبت ہے۔ اس لیئے کہ "والخلق کلھم من نوری" بھی ہماری سرکار کا ارشاد ہے اور نورِ عشق کا محل اول نورِ نبوت عقل کل۔ روح الکائنات ظل وحدت و علوِ اول یعنی حقیقت محمدیہ ہے جسکے توسط سے سوز و سازِ عشق و نیاز نے فتنہ ہائے خوابیدہ عالم

عالم از شورِ شرِ عشق خبر ہیچ نداشت   فتنہ انگیزِ جہان غمزۂ جادوئے تو بود

نورِ محمدی محبِ اول تھا۔ لیکن فرطِ محبت سے محبوب ہو گیا عشق حسن بنکر چمکا۔ نیاز ناز ہو گیا۔ کون عاشق کسکا عشق کون معشوق۔ آہ ؎

یہی تو ہے شعلۂ تجلی جو دشت ایمن سے تنگ ہو کر   جب اس نے اپنی نمود چاہی کھلا محمدؐ پہ رنگ ہو کر

اب آیئے ذرا واقعات کی طرف اور دیکھیئے۔ علمی تجربات عشق کے متعلق کیا کہتے ہیں سائنس کا مشہور مسئلہ ہے کہ ہر جسم ایک خاص طاقت کشش سے ہر جسم کو کھینچتا ہے۔ ڈھیلا بلندی سے اس لیئے گرتا ہے کہ زمین کی کشش مرکزی اسے اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور خود بھی اسکی طرف کھنچتی ہے مگر اسکا جذب بوجہ زیادتی جسامت کے محسوس نہیں ہوتا۔ زمین و دیگر سیاروں کے جھرمٹ میں آفتاب کے گرد کشش شمسی کی وجہ سے رقص کر رہی ہے۔ آفتاب ان سیاروں کی برات لیئے ہوئے دوسرے آفتاب کے گرد چکر لگا رہا ہے وعلی ہذا۔ اور شموس دوسرے آفتابوں پر بالا گردان ہو رہے ہیں جو بوجہ بُعد مسافت کہکشاں کے تارے سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور یہ نظام آخر ایک حد پر ختم ہو جاتا ہے۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ آخری آفتاب کا ستارہ کس کے جمال جہاں آرا کے بدولت گردش میں آیا ہے۔ سائنس اسکے جواب میں چپ ہے۔ مگر حقیقت شناس کہیں گے کہ وہ آفتابِ حسنِ ازل ہے۔ جس کے انوار ظلیت نے ان انوارِ علویہ و اجسام سماویہ میں جلوہ آرائی کی ہے ؎

اسیکا پھیلا ہے نور سارا کہاں کا خورشید عالم آرا   گرا ہوا ہی کوئی ستارہ لباسِ زرتار مہ جبیں کا

مسئلہ تجاذب ذرات وجذب اجسام اُس انجذاب عام کا بیّن ثبوت ہے جو کائنات میں عمل پیرا ہے۔ اگر کشش کے پھیلے ہوئے جال کو سمیٹئے تو آخر میں ایک سرچشمۂ جذب قرار پاتا ہے۔ یہ وہی ذات احدیت ہے جو اپنی بیرنگی اور بے صورتی میں تمام مادیات اور کل روحانیات کو اپنی طرف منجذب رکھتی ہے ؎

آسماں گوید زمیں را مرحبا | باتو ام چوں آہن و آہن ربا
دور گردوں را ز موج عشق داں | گر نبودے عشق بفسردے جہاں

چھوٹے ہوئے ہیں تجھ سے پر دل بندھے ہوئے ہیں | ملنے سے بھی۔ واہ رے چھپنا محال تیرا

شبہہ اور اُسکا ازالہ

کسی کو شاید یہ شک ہو کہ اس اصول پر لازم ہے کہ ہر چیز اور خصوصًا ہر انسان خدا کا عاشق ہو مگر یہ تو واقعات کی مخالفت ہے اسلیے میں اس شبہہ کو بھی دور کر دینا چاہتا ہوں۔ بیشک خدا کا عشق تو جسے خدا دے اُسکو ملتا ہے۔

اسرار محبت را ہر دل نہ بود قابل | دُر نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے

عام طور پر ہم لوگ مشرکین کی طرح دل کے صنم خانہ میں جو بت ہیں اُنہی پر جان دیتے ہیں اور حرص وہوا کے بندے ہیں۔ قرآن پاک ہمیں لوگوں کی بابت کہتا ہے "افرایت من اتخذ الٰھہٗ ھواہٗ۔" کیا نہیں دیکھتا ہے تو جس نے اپنی خواہشوں کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔ مگر یہ نفس اور شیطان کا مغالطہ اور ابلہ فریبی ہے جو نور عشق سے اپنی فطرت میں بہت دور واقع ہوئے ہیں۔ یا وہ تاریک آئینہ ہیں جس میں آفتاب محبت کی کرنیں کالعدم ہو گئی ہیں۔ روح انسانی کا فطری جذبہ کسی باقی ذات اور حقیقی ہستی کا متلاشی ہے اور اپنی اصل کی طرف منجذب مگر نفس اُس سے کہتا ہے کہ اُسے فانی اور نمائشی ہستیوں میں تلاش کرا اور نفع عاجل سے بہرہ مند ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کی محبت کسی ایک کے ساتھ ہمیشہ قائم نہیں رہتی۔ ایک کو چھوڑتا ہے دوسرے کو پکڑتا ہے۔ یہاں تک کہ موت اُسکی جستجو کا خاتمہ کر دیتی ہے لیکن اُس سے اس انجذاب فطرت کا انکار نہیں ہو سکتا جو اسکے ضمیر میں پنہاں ہے۔ اور جب کبھی ظاہر ہو جاتا ہے تو اُسے بادۂ ازل سے مست کر دیتا ہے اور صہبائے الست کے تشنہ کو پھر تازہ کر دیتا ہے۔ یہ مست بے بود ہستیوں کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔ یہ مستی کے دولت

دولت کائنات کو جوتی کی نوک سے ٹھکرا دیتے ہیں ۵

زعشقت کار چوں منصور بادار گردم ندار آخرت نے دار دنیا در نظر دارم

ضرورت عشق اس شبہہ کو دور کرتے ہوئے میں اب یہ بھی روشنی ڈالنی چاہتا ہوں کہ عشق و محبت کی انسان کو کیا ضرورت ہے۔ جناب۔ انسان کو عشق کی ایسی ضرورت ہے۔ جیسے جسم کو جان کی۔ اور جان کو ایمان کی ایمان کو احکام کی اور احکام کو محبت کی اور محبت کامل کا نام عشق ہے۔ اس لیے انسان کو عشق کی ضرورت ہے ۵

گفتیم و السلام علیٰ تاج الہدیٰ جامی رہ ہدیٰ بخدا غیر عشق نیست

صراط عشق اس ضرورت کا بھی مجھے احساس ہے کہ عشق کی صراط مستقیم سے بھی کچھ بحث کروں اس لیے کہ تکمیل انسانی و تہذیب روحانی کے طریقے مختلف مشہور ہیں۔ اور ہر طریقہ غلطی سے سیدھا سمجھا جاتا ہے۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ جس صراط مستقیم کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور جس معتدل روش کی آرزو ہر نماز میں کی جاتی ہے وہ کونسی ہے۔ حضرات۔ قرآن پاک کو سامنے رکھیے اور فطرت کی آنکھ سے دیکھیے تو صراط مستقیم ہی صراط عشق و محبت ہے۔ شروع میں دکھایا گیا ہے کہ محبت خلقت عالم کا سنگ بنیاد اور نظم کائنات کا وسیلہ ہے۔ لہٰذا تکمیل انسانیت کے لیے خضر عشق کو رہبر۔ جذبہ کامل کو رہنما اور نور نبوت کو وسیلہ اور ذریعہ ہونا چاہیے ۵

توان رفت جز در پئے مصطفیٰ محال است سعدی کہ راہ صفا
کسانیکہ زیں راہ برگشتہ اند بگشتند و بسیار سرگشتہ اند

جب یہ قانون قدرت اور اصول فطرت ہے کہ جس طرح تنزل ہوتا ہے۔ اسی طرح ترقی ہوتی ہے۔ تو ماننا پڑے گا کہ منازل سلوک و مدارج عرفان اسی نور سے طے ہونگے جسکو لیکر وہ عالم ناسوت میں آیا ہے اور جو اسکی فطرت میں پوشیدہ ہے۔ لیکن اب یہ سوال ہوگا کہ نور نبوت کہاں ہے تو اس کا جواب نہایت صاف ہے کہ "جہاں آپ ہیں"۔ اس اجمال کی تفصیل بھی سن لیجیے کہ نور نبوت سے نہ عالم امر خالی ہے نہ عالم خلق۔ گو عالم ارواح

اسکا ابتدائی مظہر ہے۔ مگر عالم اجسام بھی اسیکے اظلال سے موجود اور قائم ہے۔ بلاشبہ نبوت بند ہو چکی۔ مگر فیض نبوت ہمیشہ کے لیئے جاری ہے۔ وہ نور جس طرح اسوقت زندہ تہا جب حضرت آدم علیہ السلام "بین الماء والطین" تھے۔ جب نینوا کا بت شکن "لا احب الآفلین" کہنے کی وجہ سے سر بفلک شعلوں میں پھینک دیا گیا تھا۔ مگر خلت کے چھینٹوں نے اُسے بجھا کر دنیا میں بنائے توحید قائم کردی تھی۔ جب وادی ایمن کی برق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے "فاخلع نعلیک" کہہ رہی تھی۔ اور جب مسیحی تجلی اپنے حواریین میں ایک نئی زندگی پیدا کر رہی تھی۔ اور جب آفتاب تکمیل کوہ بوقبیس سے اونچا ہو کر سارے عالم کی آنکھوں کو چندھیا رہا تھا۔ اِسی طرح اب بھی زندہ ہے اور ابد تک زندہ رہیگا ؎

اُسی کی شوخی شرار میں ہے اُسی کی گرمی چنار میں ہے
وہ آب ہر سبزہ زار میں وہ لالہ ہر کوہسار میں ہے

لیکن یہ اُسکی عام جلوہ گری ہے۔ اور اگر خاص جلوہ گری دیکھنا ہے تو اُن سینوں میں دیکھیے جن میں وہ آفتاب حقیقت "الم نشرح لک صدرک" پکار رہا ہے۔ خصوصیت کا سبب یہ ہے کہ وہ پاک ارواح بدو فطرت میں اُس نور کے اظلال سے بحکم الٰہی قریب تھیں اور اس عالم میں آکر بھی اُسی ربانی جذبہ اور فطری ولولے نے انکو زیادہ قریب کردیا۔

آثارِ عشق

ابھی تک میرا بیان معما اور چیستان سا معلوم ہوتا ہے مگر اب میں کچھ زیادہ کھلنا چاہتا ہوں اگرچہ خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی فتوٰے ہے ؎ "با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی + تا بیخبر بمیرد در درد خود پرستی + مگر کیا کروں ضرورت کچھ نہ کچھ کہنے پر مجبور کرتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے "واعتصموا بحبل اللہ جمیعا" سب ملکر خدا کی رسّی کو مضبوط تھام لو۔ ایک ظاہر بین اس رسّی کو جو چاہے خیال کرے مگر حقائق شناس جانتے ہیں کہ وہ زنجیر عشق محمدی ہے ؎

خلاص حافظ ازاں زلف تابدار مباد　　که بستگان کمند تو رستگارانند

یا امام غزالی رح کی اصطلاح میں وہ نور نبوت ہی۔ جسکے پاس یہ نور خاص طور سے موجود ہی وہی سیدھی راہ پر ہے۔ لیکن اب بھی نہیں کھلتا کہ یہ نور کسکے پاس ہی۔ اور کون آنحضو

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چال پر ہے۔ حضرات! تو نبوت کی سب سے زیادہ جلی اور واضح علامت ایک جذبۂ بے خودی ہے۔ جسکے پاس یہ نور گھڑی دو گھڑی کے لیے آجاتا ہے اسے مجنوں بنا دیتا ہے ؎

در رہ منزل لیلےٰ کہ خطرہاست بجاں
شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

یہی خاص قوت طالب و مطلوب کو ایک جان دو قالب کر دیتی ہے۔ جیسا کہ حضرت عطار کا ارشاد ہے ؎

انا لیلیٰ بگو اگر مردی
ورنہ چوں ابلہاں بہ پیچ مپو

یہ لباس تقوے اور ردائے نبوت جس عارف کامل کے زیب بدن ہوتی ہے وہ اسی چادر سے اپنے چاہنے والے کو بھی چھپا لیتا ہے ؎

ندائے اتم مرسل ہوش لے عاشق
صلائے عشق شنو بزمہ روح بلالؓ

لیکن اسکے بعد ہوتا کیا ہے۔ یہ سر خدا ہے اور پردے کی بات ہے جو در پردہ کہی جاتی ہے کیا زبان کیا کہوں کہ کبھی ہائے ہے کبھی وائے ہے۔ کبھی آہ ہے کبھی نالہ ہے کبھی بیہوشی ہے کبھی جانکنی ہے اور کبھی موت ہے ؎

قفس ہے روح کا اس جامہ تن سے جدا ہونا
لباس تنگ ہو اترے گا آخر دھجیاں ہوکر

جنہیں زندگی میں مرنا نہیں آتا وہ چاہے نہ مانیں اور اسکو بھی استعارہ سمجھیں مگر جسے مرنے کی آرزو ہو وہ دیکھ سکتا ہے کہ زندگی میں یوں مرتے ہیں۔ اور ایک دفعہ نہیں ہر روز مرتے ہیں ع "یک بار ہیر دہر کسے بیچارہ جامی بارہا" یہ تو دبستان نبوت کی ابجد تھی ع دیکھیے آگے ہوتا ہے کیا"۔ جب روح اس جسم کثیف کو چھوڑ دیتی ہے۔ اس وقت عشق کی آگ اور بھڑکتی ہے۔ اور عارف کامل کا ظل نبوت اسقدر اسکو تیز اور مشتعل کر دیتا ہے کہ روح حیوانی کی ناجائز خواہشات اور بیہودہ تحریکات بھی جلکر راکھ کا ڈھیر ہو جاتی ہیں اور روح انسانی پاک صاف ہوکر جیسی آئی تھی اور جہاں سے آئی تھی وہیں باطمینان پہنچ جاتی ہے " یَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي " اے مطمئن نفس خوشی خوشی اپنے خدا کی

طرف لوٹ آ اور اُس کے بندوں میں ملجا ۔ اور اُسکی جنت میں داخل ہو جا ۵

ہر کرا جامہ زعشق چاک شد   او زحرص و عیب کلی پاک شد

اس فنائے قلبی و تخیلی کے ساتھ وہ تمام بُت ٹوٹ جاتے ہیں جو دل کے صنم خانہ میں خدائی کا دم بھر رہے تھے ۔ اور حرص و ہوا ۔ بغض و نفاق ۔ حسد و کینہ ۔ غرور و غصہ ۔ ظلم جاہ کے سانپ اور اژدہے مرجاتے ہیں جو باطن نفس میں مخفی تھے اسوقت کچھ نہیں رہتا مگر حریت و بے خودی ۵

ما ہستیم تحیتہ ، خموشی   آفاق ہمہ بگفتگو ہست

خبر تحیر عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی   نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا جو رہی تو بیخبری رہی
شہ بیخودی نے عطا کیا مجھے اب لباس برہنگی   نہ خرد کی بخیہ گری رہی نہ جنوں کی پردہ دری رہی
چلی سمت غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا   مگر ایک نہال غم جسے دل کہیں وہ ہری رہی

آہ جب تک ایسی کامل فنا مرنے سے پہلے عاشق کو حاصل نہ ہو تو اُسکا عشق خام اور سودائے ناتمام ہے ۔ اسے حیات ابدی اور بقائے سرمدی کی امید نہیں ہو سکتی ۵

ہیچ کس را تا نہ گردد او فنا   نیست رہ در بارگاہ کبریا

جب تک تاریک پردوں سے جو شہوت اور غضب نے ڈال رکھے ہیں روح انسانی نہ نکل جائے نجات حقیقی اور خلاص کامل کی توقع بے سود ہے کیونکہ ۵

سلوک راہ عشق از خود رہائی ہست   نہ طے منزل نہ قطع مقامات

اصلی چیز صفا ہے اور وہ اگر نہیں تو نہ فنا ہے نہ بقا ہے ۔ سب اوہام باطلہ اور لایعنی تخیلات ہیں ۔ اسیکا قرآن پاک میں بھی اشارہ ہے " لا یذوقون فیہا الموت الا الموتۃ الاولی " کہ کفار دنیا میں ایک ہی موت کا مزہ چکھتے ہیں ۔ جب کفار کی یہ حالت ہے تو ایمانداروں کی کیا شان ہونا چاہیئے ۔ اُنکی شان یہی ہے کہ " موتوا قبل ان تموتوا " مگر وہ موت جو خباثتوں اور کدورتوں کو فنا کرکے اعتدال اور تہذیب پیدا کردے ۵

تا نفس مزکی زمنا ہی نہ شود   دل آئینہ نور الٰہی نہ شود

اس فنا کے بعد عاشق کی روح اب براہ راست نور نبوت یعنی عقل کلی میں گم ہو جاتی ہے

اور عشق کی شان صورت طوفان اختیار کر لیتی ہے۔ معارف آلہیہ اور اسرار مخفیہ عقل و دین کی روشنی میں اُس پر کھلنے لگتے ہیں بیشک ؎

جاہل کفر و عاقل دین است　　　عیب جز آن و عیب گو این است
عقل دیں مرزا نکو کاری است　　　گر بیانی نہ سر بسر ی کاری است

یہاں تک کہ پھر ایک دَور اور اس پر آتا ہے کہ عارف پر تجلیات افعال و صفات کا اتنا غلبہ ہو جاتا ہے کہ اسے کچھ نظر نہیں آتا۔ بجز حق اُس وقت وہ مطابق حدیث رسول کریم خدا کی آنکھوں سے دیکھتا ہے خدا کے کانوں سے سنتا ہے۔ یہاں تک کہ منصور بنکر دار پر چڑھ جاتا ہے۔ سبحانی ما اعظم شانی کا ڈنکا خراسان میں بجاتا ہے۔ مولانا رومؒ کی طرح یہ پکار اُٹھتا ہے ؎

جملہ معشوق است و عاشق پردۂ　　　زندہ معشوق است و عاشق مردۂ

جب صرف معشوق رہجاتا ہی تو عشق بھی ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ عشق ایک نسبت ہی جو عاشق و معشوق دو چیزوں کو چاہتی ہے۔ اسی حالت پر فائز ہوکر یہ کہا گیا ہی کہ العشق ھو الله ھو الله ھو الله

نتیجہ عشق حضرات! عالم طور پر عارفان الٰہی کا یہی انتہائی نقطہ ترقی اور یہی معراج کمال ہی کہ صرف معشوق باقی رہ جائے نہ عاشق رہے نہ عشق۔ لیکن کمال انسانی کی حدا ان سے بھی اعلیٰ و ارفع ہے وہ یہ ہے کہ یہ وحدت علمی اور اتحاد شہودی جو نتیجہ کمال بے خودی ہے مٹ کر حقیقت اپنی اصلی حالت میں منکشف ہو کائنات ظل صفات ہی۔ نور نبوت نور توحید کا پرتو ہے۔ کائنات کو عین خدا سمجھنا نتیجہ بیخودی تھا۔ اس لیے جب چہرۂ حقیقت سے نقاب اُٹھتی ہے تو خدا خدا ہے اور بندہ بندہ اور یہ کچھ تعجب نہیں اسلیے کہ ؎

انتہائے نشہ میں آتا ہے ہوش　　　ہوشیاری انتہائے نشہ ہے

بیخودی میں خودی۔ بے ہوشی میں ہوش۔ بے تعلقی میں تعلق ہی کمال انسانی ہے مگر یہ نبوت کی سرحد ہے یہ رسالت کی اقلیم ہے یہ ولایت کی دنیا سے بہت اعلےٰ و ارفع ہے۔ زمانہ جب بہت سے پہلے کہا جاتا ہے۔ دنیا جب بہتیرے دور طے کر لیتی ہے تو ایک قطب الارشاد

مجدد اعظم مصلح اکبر منظر عالم پر نمایاں ہوتا ہے۔ عالم اسکے نور روحانیت سے بھر جاتا ہے دنیا اسکے فیض سے منور ہو جاتی ہے۔ اسکا قدم حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوتا ہے۔ وہ جذبات۔ سیرت اور کمالات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل نمونہ ہوتا ہے۔ اور ہر زمانہ میں اس مجدد اعظم کی نسبت مرکز سے مخصوص نفوس قدسیہ ہوتے ہیں جو انا اللہ و انا الحق کو پیچھے چھوڑ آتے ہیں۔ اور طوق غلامی گردن میں ڈالے ہوئے محمداً عبدہٗ و رسولہ کا بہترین نمونہ ہوتے ہیں۔ مجسم شکستگی سراپا نیاز۔ ہمہ تن بندگی۔ سراپا رضا جسپر انکی نظر پڑ جائے اسمیں رنگ خشوع پیدا ہو جائے اور اسکی نماز میں ایک قسم کا خضوع ہو جائے جیسا کہ صحابہ کبار رضؓ میں تھا جسپر وہ اپنا سایہ ڈال دے۔ وہ خدائے پاک کا غلام اور دو جہان کی غلامی سے آزاد ہو جائے اور بزبانِ حال یہ کہنے لگے ؎

اگرم ہلاک جوئی وگرم تباہ خواہی ۔۔۔ سر بندگی بہ طاعت بنہم کہ بادشاہی

خاکسار برق

رحمانی تجلیاں

اس غم و الم کے زمانہ میں اگر رحمانی تجلیاں دیکھنی اور تشفی و تسکین حاصل کرنی ہو تو لسان العصر وجدان الملتہ خان بہادر مولانا سید اکبر حسین صاحب ریٹائرڈ سشن جج کا کلیات پڑھیئے۔ جسکے دونوں ضخیم حصے چھپ کر تیار ہیں۔ قیمت ہر دو حصص ہے مع محصولڈاک ہے۔ کون ہے جو ہے ایسی مفید اور دل و محفل کو گرما دینے والی چیز پر قربان نہ کر دے۔ جلد منگائیے ۔

المشتہر منیجر خطیب و نظام المشائخ ۔ دھلی

تکبر شرک ہے

تکبر، کبر سے ہے بمعنی "بزرگی دکھانا، گردن کشی کرنا" اور اصطلاح میں اپنے برابر کسی کو نہ سمجھنا،

گناہوں کا سنگ بنیاد تکبر سے پڑا ہے، شیطان تکبر کی بدولت راندۂ درگاہ ہوا

تکبر عزازیل را خوار کرد   بزندان لعنت گرفتار کرد

نمرود ـ شداد ـ فرعون ـ قارون کے سر پر بھی تکبر کا بھوت چڑھا اور ذلت کے گڑھے میں ڈھکیل دے رہا ہے

مرا و را رسد کبریا و منی   کہ ملکش قدیم است و ذاتش غنی

ہر چند شرک کا مقابلہ کوئی گناہ نہیں کر سکتا۔ "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ" اللہ تعالیٰ کبھی معاف کرتا نہیں (یہ گناہ) کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرایا جائے،

نظر غائر سے دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ شرک اور تکبر کا درجہ برابر ہے بلکہ تکبر "بدتر"،

جو شرک مشہور ہے اُسمیں غیر کو خدا بنایا جاتا ہے جیسے پتھر، آگ، پانی، پیپل وغیرہ اور تکبر میں اپنے آپ کو خدا ٹھیرانا پڑتا ہے۔ اسکی مثال یہ ہے کہ مشرک بمنزلہ رعیت نمرود ہے اور متکبر بمنزلہ نمرود۔

جس قوم کو ہم لوگ مشرک کہتے ہیں، واقعی وہ شرک میں مبتلا بھی ہیں، لیکن کیا ہم اس سے بری اور پاک صاف ہیں؟ ہرگز نہیں! چیچک پوجتے ہیں، اغنیاء کے آگے جھکتے ہیں۔ درختوں کی منتیں مانتے ہیں،

بلکہ ہم جو دراصل شرک مٹانے کے لئے آئے اُن سے زیادہ شرک میں گرفتار ہو گئے، غیر قوم میں اتنا تکبر نہ ہوگا جتنا ہماری ذات اقدس میں ہے۔ لڑکیوں کا ہم بیاہ نہیں کرتے کہ ہمسر نہیں ملتا۔ ایک دسترخوان پر باہم کھانا نہیں کھاتے کہ ہمرتبہ نہیں ملتے، السلام علیکم سے

چڑہتے ہیں کہ کم رتبہ آدمی نے اپنے تئیں کیا سمجھ رکھا ہے جو منہ چڑھ کے مخاطب کرنے کو تیار ہوگیا، نماز باجماعت میں اس لیئے شامل نہیں ہوتے کہ اس میں رذیل و شریف کا امتیاز نہیں، ذرا سوچ کر فرمایئے یہ "تکبر" شرک نہیں تو کیا ہے ؟ اللھم احفظنا من شرہ "مساوات" کا لفظ زبانوں پر چڑھ گیا ہے، اور ہر موقع و محل پر استعمال بھی کیا جاتا ہے مگر عملی حالت پر نظر ڈالیئے تو نام و نشان باقی ہے اور وجود نہیں۔ "خودداری" اور "تعصب" اسقدر اسپر غالب آگئے ہیں کہ مساوات کو سر اٹھانے نہیں دیتے اسکا دور دورہ ہونا تو "ہنوز دلی دور" کا مصداق ہے ، ؛

سیدھے راستے پر چلانے والے دو گروہ خیال کیئے جاتے ہیں (۱) "لیڈر" (۲) "علماء" ہمارے لیڈر مقتدر، مساوات پھیلانا چاہتے ہیں ، لکچر دیتے ہیں ۔ ریزولیوشن پاس کرتے ہیں مگر چونکہ خود "خودداری" میں پھنسے ہوئے ہیں اثر نہیں ہوتا ؛ ع

"او خویشتن گم است کرا رہبری کند"

علمائے کرام "تکبر" کو مٹانا چاہتے ہیں ۔ آیت ۔ حدیث ۔ اقوال صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پیش کرتے ہیں ۔ تفسیریں لکھتے ہیں ، مگر خود تصلب یا تعصب میں مبتلا ہیں لہذا اثرے ندارد ؎

خانہ شرع خراب است کہ ارباب صلاح ۔۔۔ در عمارت گری گنبد دستار خودند

آدمی کیلیے دو منزلیں ہیں ۔ دنیا اور عقبیٰ ۔ یعنی اس جہان میں مہذب ہو کے رہنا ۔ اور آخرت میں نجات حاصل کرنا ۔ اور دونوں عہدوں پر یہی دو گروہ مقرر ہیں ۔ لیڈر ۔ علماء تقسیم اچھی ہے ۔ مگر ان کی اپنی حالت مستحق صلاح و علاج ع "اب کسے رہنما کرے کوئی" ؛

ہاں اسی دنیا کے ایک گوشہ میں "صوفیہ صافیہ" کی جماعت بھی ہے جسکی تعلیم نفس کشی ، فروتنی ، عجز ، انکسار ، اور معیار کمال فنا ہے ۔ پہلا سبق یہ کہ ؎

کمتر از کم شو اگر داری خبر ۔۔۔ ایں طریق کاملان است اے پسر

ہم انکے نطق زبان میں وہ اثر، وہ جذب، وہ کشش، وہ برکت پاتے ہیں کہ ادھر بات منہ سے

نکلی۔ تو ہر طبیعت اور عادات میں انقلاب عظیم ڈالدیا ؎

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی — کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے

آخر اس جماعت کے بااثر ہونے کی وجہ کیا ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ ظاہری بادشاہ بھی نہیں کہ بزور حکومت اثر پھیلاتے ہوں، بلکہ گوشہ نشین، کنارہ کش، تنہائی پسند، فقیر ہیں۔ لفاظی فصاحت، بلاغت، انشا، کا حربہ بھی انکے ہاتھ میں نہیں کہ لال سے تامل کر لیتے ہوں بلکہ مناظرہ سے گریزاں، جھگڑے سے نفور ہیں۔ سب سے زیادہ تعجب میں ڈالنے والی یہ بات کہ عیش کیطرف بلانے والے بھی نہیں۔ بلکہ سر مصائب آلام، ترک عیش و آرام ع

حیرت اندر حیرت است اے یار من

ہاں سمجھ میں آگیا۔ لیڈر۔ او مولوی ع

چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند

ان کا ظاہر و باطن یکساں نہیں۔ جو زبان سے کہتے ہیں ہاتھ سے نہیں کر دکھاتے۔ مگر جماعت صوفیہ اندر اور باہر ایک ہی رنگ میں ہے۔ انکے منہ سے جو نکلتا ہے وہ دل سے آتا ہے اور دل میں بیٹھ جاتا ہے۔ لطف یہ کہ جیسا اور مذاہب میں اختلاف ہے وہ یہاں بالکل نہیں ہے۔ یہاں تک کہ دوست دشمن سب برابر ہیں ع

قدر ایں بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی

صوفیہ صافیہ نے "تصوف" کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے:۔ "التصوف هو التخلق باخلاق الله تعالى"۔ تصوف خدا کے اخلاق سے متصف بننے کو کہتے ہیں جو عین شیوہ عشاق ہے۔

خدا کے عفو۔ رحم۔ جود۔ سخا۔ کرم، کی مانند یہاں بھی کوئی امتیاز دوست و دشمن کا نہیں ؎

شنیدم کہ مردان راہ خدا — دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام — کہ با دوستانت خلافست جنگ

جس جماعت کی یہ حالت، یہ عادت اور یہ طبیعت ہو تکبر وہاں کیونکر پھٹکنے پائے گا۔ کیونکہ

تکبر بزرگی دکھانے کو کہتے ہیں۔ اور اس جماعت کو بزرگی اور برتری دکھانے کا موقع ہی کیا ہے جبکہ اپنی ہستی ہی فنا کر چکے ہوں +

اپنی ہستی کو کسی کی ہستی میں بالکل ملا کے آزاد۔ فارغ ہو جاتے ہیں ع

فارغم از کبر و کینہ و نہ ہوا

یہی تو ہیں کہ شیطان کو بھی تکبر سے منع کر کے ہدایت کرتے ہیں سہ

سجدہ آدم سے پھر نا ہے شیطان شاید اس پردے میں خدا ہووے

مگر تصوف یہی ہی کہ درستی اخلاق کی مشق کریں اور یہانتک کریں کہ متشکل اخلاق الٰہی ہو جائیں تو پھر اسمیں کیا کلام ہوسکتا ہے کہ العلماء ورثۃ الانبیاء یہی جماعت ہے اور نیابت نبوت، "تصوف" +

اوہو! میں اپنے موضوع سے بہت دور نکل گیا۔ "ہاں تکبر شرک اکبر ہے"۔ ابو جہل بھی اسی میں (حنظل) رہا۔ ورنہ اسلام کی صداقت کو بارہا دیکھ چکا تھا اور آزما چکا تھا +

دنیا میں مذہبی و تمدنی و اخلاقی و سیاسی جسقدر گناہ۔ عصیان۔ فروگزاشتیں۔ جرم ہیں سب کا بیج تکبر ہے۔ حسد۔ نفاق۔ تعصب۔ اختلاف۔ عداوت۔ قتل۔ غارت یہ سب تکبر کے ثمرات ہیں۔ فتاوے عالمگیری۔ تعزیرات ہند۔ اسی مرض کی شرح اسباب و العلامات، اور قانون شفا، و علاج الامراض ہیں۔ یا یہ سمجھئے کہ اس مرض کے لیے "مولوی" بمنزلہ طبیب یونانی' اور لیڈر بمنزلہ ڈاکٹر ہیں۔ اور انکے وعظ و لکچر' طب اکبر' و رفیق بیماران' لیکن با ینہمہ ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی + اب صرف روحانی وسائل مثل دعا۔ توجہ۔ رجوع الی اللہ۔ تعویذ اور گنڈے آزمانے باقی رہ گئے ہیں آؤ! یہ آخر الحیل علاج بھی کر دیکھیں دل گواہی دیتا ہے کہ و فیہ شفاء (اسمیں شفا ہے) + ع

بیا کیں داور یہا را بہ پیش داور اندازیم

اسکے عامل آپکو سٹیجوں اور منبروں پر نہیں ملیں گے بلکہ گوشوں میں۔ انکی علامت دراز جبہ و دستار یا سوٹ و پتلون نہیں بلکہ خاکستری پیرہن اور دریدہ کلاہ و بوسیدہ پاجامہ ہے ع مخاطب اندکے نازک مزاج است + سخن کم گو کہ کم گفتن علاج است + والسلام علی من اتبع الہدیٰ

(حکیم) غلام غوث بہاولپوری از ریاست خیرپور

کشتۂ فراق

بجوم غم سے اُسپر تنگ ہے عرصہ بیاباں کا
بلالے وادیٔ فرقت سے لیلےٰ اپنے مجنوں کو

اندھیری رات کے مزے عاشقوں کے دل سے پوچھو. اگر وصال میسر نہیں ہوتا تو تاریکی میں محبوب کا تصور خوب بندھتا ہی اور بیقرار دل لیلےٰ کی خیالی تصویر سے بات چیت کرکے اپنے دلکی بھڑاس نکال لیتا ہی۔ مدینہ شریف کی پاک چار دیواری اور اُسکے اندر چھوٹی بڑی عمارتیں اسوقت رات کے سیاہ غلاف میں چھپی ہوئی ہیں مگر اہل علم کی نگاہیں اندھیرے اُجالے میں یکسی مستقبل کے سین بے تکان دیکھتی ہیں۔ ایک چھوٹے سے مکان میں انگنائی کے اندر ایک چار پائی بچھی ہوئی ہے. اور اُسکے نرم بچھونے پر ایک نازنین ماہ جبین غافل و غش پڑی سو رہی ہی۔ اول تو نیند ہی ایسی بلا ہے جسمیں آدمی کو اپنے تن بدن کی سُدھ نہیں رہتی۔ پھر جوانی کی نیند غضب کی گہری نیند ہوتی ہے۔ کلوروفارم بھی اتنا بے خبر نہیں کرتی جتنی کم سنی کی نیند اس نازنین کو اسوقت اپنے آپے کا ہوش نہیں ہے۔ اسکی چار پائی سے چند قدم کے فاصلہ پر ایک اور چار پائی بچھی ہوئی ہے اور اُسپر ایک نوجوان عرب لیٹا ہوا کروٹیں بدل رہا ہی وہ بہت بےچین ہے وہ بہت بیقرار ہی۔ آخر اُس سے ضبط نہوا۔ اور وہ اُس پری جمال نازنین نیندکی متوالی کیطرف اسطرح بڑہا جس طرح پروانہ شمع کی طرف جاتا ہے. وہ ہولے سے اُسکے پلنگ کی پٹی پر بیٹھ گیا۔ اور اُسنے ایک ذوق شوق کے عالم میں اپنے دونوں ہاتھ نازنین کے سینہ پر رکھ دیے یا فتنہ کو جگا دیا۔ وہ نازنین اُسی آن میں تڑپ کر اُٹھی اور کہنے لگی مُوئی مردوے تو کون ہے ؟ +

مرد۔ اے بی اتنی گھبراتی کیوں ہو۔ میں ہوں تمہارا دیور ثعلبہ انصاری ! +

نازنین۔ اچھا تم اپنے بچھونے پر سے اُٹھکر میرے پلنگ پر کیوں آئے اور تمنے میرے سینہ پر ہاتھ کیوں رکھا ؟ +

ثعلبہ انصاری۔ اے میرے بھائی ابن عبد الرحمن مہاجر کی پیاری بیوی ! میرا دل تیری

حسن و ادا پر آگیا ہے۔ میری جان تجھپر قربان ہوئی جاتی ہے ۔

ابن عبدالرحمٰن کی بیوی۔ ھُئی ہُوئی۔ تو مجھپر عاشق ہوگیا۔ تیری نیت بگڑگئی اے ثعلبہ تو جانتا نہیں مدینہ والوں نے مکہ جاکر رسول اللہ کی خوشامد کی۔ برسوں آپکے سامنے گڑگڑائے۔ اسوقت حضور مدینہ میں تشریف لائے اور آپکے ساتھ ہم لوگ بھی اپنا گھربار چھوڑکر یہاں چلے آئے۔ اهستم نے بی مروت کا حق ادا کردیا۔ جان سے مال سے دھن سے دولت سے مہاجروں کے ساتھ دریغ نہ کیا۔ انصار نے مہاجروں کو اپنا بھائی بنالیا۔ روپیہ پیسہ مکان باغ اجاڑہ جو کچھ اُنکے پلہ تھا وہ آدھا ادھا اُنہیں بانٹ دیا۔ یہاں تک کہ اگر مہاجر بھائی رنڈوا یا کنوارا تھا۔ اور انصاری بھائی کے پاس دو بیویاں تھیں تو ایک بیوی کو طلاق دیکر مہاجر کے حوالہ کردی خدا تمہاری الگ تعریف کرتا ہی۔ رسولؐ الگ صفت ثنا کرتے ہیں۔ آج سارے انصار سارے مہاجر حضورؐ کے ہمرکاب سفر کو گئے ہیں۔ میرا خاوند تجھے بھائی سمجھکر گھر کے کام کاج کے لیئے چھوڑ گیا ہے۔ اور تو اُسکے پیچھے انصاری ہوکے یہ غضب ڈھانا چاہتا ہی۔ کسی کے کیئے گہی گڑھے کسی کے کیئے پتھر پڑے تو مسلمان نہیں ہے یا تجھے خدا کا خوف نہیں ہی۔ کیا تجھے مرنا نہیں ہے"۔ اِن باتوں سے ایمان دار انصاری کا کلیجہ کانپ گیا۔ وہ تھرا اُٹھا اور اُس نے دوڑکر اپنا سر ابن عبدالرحمٰن کی بیوی کے پاؤں پہ دہر دیا۔ اور بلبلاکر کہنے لگا۔ اچھی میری بھاوج خدا کے لیئے میرا قصور معاف کردے ۔

ابن عبدالرحمٰن کی بیوی۔ میں نے کہدیا ہی۔ مجھے یہ چوچلا پسند نہیں ہے تو اپنے ہوتوں سوتوں کے پاؤں پر گر۔ یا اُس بے نیاز کے آگے ناک رگڑ۔ جسکا تو نے قصور کیا ہے۔ ثعلبہ انصاری مہاجرہ کے ڈرانے سے لرزگیا۔ اُسپر شرمندگی چھائی اور وہ گھر کا دروازہ چوپٹ کھولکر کسی طرف چلا گیا ۔

حضور صلعم سفر کرکے اصل خیر سے مدینہ تشریف لے آئے۔ اور شہر کے باشندے حضور انورؐ کی قدمبوسی کے لیئے حاضر ہوئے۔ مگر ثعلبہ نہ آیا ۔

حضور انورؐ۔ ثعلبہ کہاں ہی؟

ابن عبدالرحمٰن "سنا ہے وہ جنگل میں دھکّے کھاتا پھرتا ہے" اور اسکے آگے جو اپنی بیوی سے سنا تھا وہ حضور کی خدمت میں ابن عبدالرحمٰن نے عرض کیا اور حضور سنکر خاموش ہو گئے

ثعلبہ سے خطا ضرور ہوئی۔ مگر وہ خطا سے زیادہ شرمندہ تھا۔ اسے بھی یہ خبر پہنچ گئی کہ حضور والا تشریف لے آئے ہیں وہ بیقرار ہو گیا۔ مگر ڈر کے مارے اسکا حوصلہ نہ پڑتا تھا کہ وہ ایک دم سے آپکے حضور میں حاضر ہوتا۔ اسواسطے وہ حضرت کے یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے پاس آکر آپ سے سفارش کا طالب ہوا +

حضرت ابوبکر صدیق۔ نہیں بابا میری تابِ طاقت نہیں ہے جو تمہیں ساتھ لیکر رسول اللہ کی جناب میں حاضر ہوں حضرت ابوبکر رضؓ کا یہ سوکھا جواب سنکر ثعلبہ روتا ہوا حضرت عمر رضؓ کے پاس آکر اپنا بیدول کہنے لگا +

حضرت عمر رضؓ۔ اللہ رے تیری ڈھٹائی چوری اور سرزوری میں تیری شکل دیکھنے کا بھی روادار نہیں۔ سفارش تو اور چیز ہے۔ تو اسوقت میرے آگے سے اٹھ جا۔ ثعلبہ ایک مایوسی کے ساتھ حضرت عمر رضؓ کے مکان سے چلدیا اور حضرت عثمان رضؓ کے حضور میں اپنا دکھڑا رونے لگا +

حضرت عثمان رضؓ۔ ثعلبہ تم نے صرف اتنا گناہ کیا ہے کہ ایک پارسا پاکباز عورت کے سینہ پر ہاتھ دھر دیا ہے مگر میری حیا اجازت نہیں دیتی کہ میں سرنگوں ہو کر پیغمبر علیہ السلام کے آگے تیرے بارہ میں کچھ کہوں۔ ثعلبہ کو حضرت امیرالمومنین مولیٰ علی رضؓ کے کرم کا بڑا آسرا تھا۔ آپکے آگے بھی رویا پیٹا مگر آپ کا جواب اسکے لیئے یہ تھا۔

علی مولیٰ رضؓ۔ ثعلبہ گناہ کوئی چھوٹا نہیں ہوتا۔ تو نے بڑا غضب کیا ہے۔ تیرے لیئے یہی مناسب ہے کہ تو رسول اللہ کی خدمت میں اکیلا جائے اور جو کچھ گزری ہے وہ عرض کرے آگے یا نصیب یا مقدر۔ مولیٰ علی رضؓ کے فرمانے سے ثعلبہ کے دھڑکتے دل کو کچھ تسکین ہوئی اور وہ آنکھیں بند کر کے ہاتھ باندھکر دربار نبوت میں حاضر ہوا۔ مگر وہاں سے جو جواب ملا۔ اُسے سُن کر ثعلبہ کیا تمام مدینہ کانپ گیا۔ اور الغیاث الغیاث کی ہر طرف سے صدائیں آنے لگیں +

حضور والا نے تعلبہ تم مدینہ سے نکل جاؤ۔ تم سے گناہ عظیم ہوا ہے۔ ایسا نہو تمہاری
نحوست سے ہم بے گناہ بھی مارے جائیں آسمانی غضب سب کو ملیا میٹ کر ڈالے۔ کم
نصیب ثعلبہ نے پچھاڑ کھائی اور جب اُسے ہوش ہوا تو وہ مدینہ سے نکلکر جنگل کو بھاگا
اسکی ایک چیخ آسمان اور ایک زمین میں تھی۔ وہ گیکر کے ایک پیڑ کے نیچے اوندھے منہ
جا پڑا۔ اور مایوسی۔ ناامیدی کے مارے روتے روتے اسکی ہچکی بندھ گئی۔ اُسے سجدہ میں
پڑے پڑے سات دن گزر گئے۔ اور وہ کہہ رہا تھا۔ بار آلہا! جب تیرے رسول نے مجھپر
ہاتھ نہ دھرا تو بھلا تو میری کب سُنیگا۔ اب میں کیا کروں۔ اہل اسرار کہتے ہیں۔ محب اور
محبوب میں یہ صلاح ہو چکی ہے کہ اُمت پر جب کبھی تم گرم ہو گے تو ہم نرم ہو جائیں گے
اور جب تم نرم ہو گے۔ ہم گرم ہو جائینگے۔ نہیں یہ لاڈلی امت ہماری تمہاری نہیں سُنیگی
اور جو نہ کرنا ہوگا وہ کر گزرے گی۔ اسلیئے حضرت جبرئیل خدا کا سلام اور یہ پیغام لیکر آن
پہنچے۔ کہ اے حبیب۔ جب آپ ہی اپنی اُمت کو مایوس کر دینگے تو یہ کس کی ہو کر رہے گی
ثعلبہ جنگل میں پڑا پڑا اسی طرح آہ وزاری کر رہا ہے۔ اُسے بلوائیے اور اُسکی خطا معاف
فرمائیے +

حضور ثعلبہ کے لیئے خود بے چین تھے۔ مگر ناز محبوبی کہہ رہا تھا۔ جب تک خدا نہ
فرمائیگا۔ ثعلبہ کا نام بھی نہ لونگا۔ وحی کے آتے ہی صحابہ کو ارشاد ہوا کہ ثعلبہ کو ڈھونڈھکر
لاؤ۔ صحابہ اُسکی تلاش و جستجو میں نکل کھڑے ہوئے اور اُنہیں معلوم ہوا کہ ثعلبہ کا سر
سجدہ میں ہے اور اسکے سینہ کا جوش و خروش پہاڑوں میں گونج رہا ہے۔ اُسکی آہ وزاری
سُنکر صحرا کے چرند و پرند بھی شور و فریاد کر رہے ہیں۔ کیا مہاجر کیا انصار سب ثعلبہ کی
جدائی میں پریشان ہو رہے تھے۔ اُسے اس بے کسی میں دیکھکر چیخ اُٹھے اور ان عاشقوں
کے شور و فریاد نے آسمان پر فرشتوں کے کلیجے ہلا دیئے۔ دو چار شخصوں نے ثعلبہ کو زبردستی
سجدہ سے اُٹھایا اور بخشش کا مژدہ سنایا۔ ثعلبہ نے سات دن سے کھایا پیا نہ تھا ضعف
کی وجہ سے اُسکی آنکھیں بیٹھ گئی تھیں۔ اُسکے بدن کا خون خشک ہو گیا تھا۔ مگر یہ خبر سُن کر
اُسکے اوسان ٹھکانے ہوئے +

اصحاب ۔ اب دیر کیوں کرتے ہو چلو اور حضورؐ کی زیارت سے آنکھیں روشن کرو ۔

ثعلبہ (روکر) مجھے شرم آتی ہے ۔ میں روسیاہ دربار نبوت میں کیونکر حاضر ہوں؟ ۔

اصحاب ۔ یارب تو کریمی و رسول تو کریم ۔ صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم ۔ جھجکو نہیں ہمارے ساتھ چلے چلو ۔

ثعلبہ اتنا بڑا گناہ کرکے میں بید ہڑک حضور میں ہرگز نہ جاؤں گا ۔ ہم تم یہاں سے چلکر مدینہ کے دروازہ میں جا بیٹھیں جسوقت مغرب کی اذان ہو اُس وقت تم تو آگے آگے اور میں پیچھے پیچھے چلوں جب حضور والا نماز کے لیے ہاتھ باندھ لیں تو میں پچھلی صف میں کھڑا ہو کر نماز ادا کروں فرضوں کے بعد حضور سنت اور نفل پڑھیں گے ۔ اسمیں خوب اندھیرا ہو جائے گا ۔ اُسوقت میں حضور کے سامنے پیش کیا جاؤں تاکہ مجھ گناہگار نافرمان کا منہ حضور کو دکھائی نہ دے ۔

ثعلبہ انصاری کی آمد آمد سنکر مدینہ کی عورت اور مرد ایک اشتیاق کے عالم میں مسجد نبویؐ کے چاروں طرف کھڑے ہوئے تھے ۔ اور ثعلبہ کے انتظار میں آنکھیں بچھا رہے تھے مگر سب سے زیادہ بیقرار ثعلبہ انصاری کی لڑکی حمسانہ تھی جسکی ماں مر چکی تھی ۔ وہ باپ کے فراق میں دو مہینے سے رو رہی تھی اور مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی ۔ جو مسجد نبوی سے اذان کی صدا بلند ہوئی ۔ اور بلال رضؓ کے دلکش لہجہ نے عرش بریں کو ہلا دیا ۔ اذان کے بعد تکبیر ہوئی مسجد نبوی آدمیوں سے بھر رہی تھی ۔ اور خدا کا حبیبؐ نیچی قبا پہنے سر پر عمامہ باندھے مصلے پر قبلہ رو کھڑا تھا ۔ اِدہر حضورؐ نے ہاتھ باندھے ۔ اُدہر ثعلبہ چپکے سے آہستہ سے پچھلی صف میں ملگیا ۔ جب رسول اللہ صلعم نے باریک اور پیاری آواز میں الحمد پڑہی تو ثعلبہ گناہگار کا بدن کانپنے لگا ۔ اور جب حضورؐ نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ۔ الھٰکم التکاثر تو ثعلبہ انصاری نے ایک نعرہ اس زور سے مارا کہ مدینہ کے گلی کوچہ تھرا اُٹھے اور وہ نعرہ کے ساتھ تڑپ کر زمین پر گرا ۔ اور گرتے ہی اُسکی جان فنا تھی ۔ پانچ برس کی جان حمسانہ اپنے باپ کی لاش سے لپٹ کر کہنے لگی ۔ ہائے میرے ابا جان ! تم نے اپنی حمسانہ کو کس پر چھوڑا ۔ بیکس اور نامراد لڑکی کے بیان سے زمین کانپ گئی ۔ حضورؐ نے نماز ختم کرکے

خمسانہ کو گود میں اٹھاکر کہا۔ اے لڑکی! بیشک تیرا باپ مرگیا۔ مگر محمدؐ ابھی جیتا ہے تجھے اسی طرح پالیگا جس طرح فاطمہؓ کو پالا ہے۔ اب محمدؐ تیرا باپ ہے اور فاطمہؓ تیری بڑی بہن ہے۔ وہ تجھے اپنی آنکھوں کا تارہ بناکر پاس رکھیگی خمسانہ کی سسکیوں نے ثعلبہ کی موت سے حضور کی دل گداز باتوں نے سننے والوں کے دل ہلا دیئے۔ سارے مدینہ میں کہرام مچ گیا۔ شور و بکا ساتویں آسمان تک پہنچا۔ کیا نیک بندے تھے جنسے کوئی ذرا سی لغزش ہو جاتی تھی تو انکے کلیجے پھٹ جاتے تھے پتے پانی ہوکر بہہ جاتے تھے۔ اور ہم کیا ڈھیٹھ اور نٹ کھٹ لوگ ہیں۔ دن رات بڑے بڑے گناہ کرتے ہیں لیکن نہیں ڈرتے اے خمسانہ کو بیٹی بنانے والے رحیم اور کریم نبیؐ؟ اس وقت آپ کی ساری امت خمسانہ کی طرح بے کس اور بے وارث ہوگئی ہے تو اسے اپنی گودی میں اٹھالے! اسکے الجھے ہوئے بالوں میں اپنے نازنین ہاتھوں سے کنگھی کر۔ اسکے بھولے بھالے چہرے پر سے میل کچیل دھو دے؟ اے ابر رحمت برس۔ اور ایسا برس کہ جل تھل بھر جائیں۔ ایسا برس کہ اجڑے چمن لہلہا اٹھیں۔ ہاں ہاں برس اور ایسا برس کہ سوکھے دھانوں پانی پڑجائے۔ برس اور موسلا دھار برس۔ برس اور چھاجوں برس۔ برسا اور موتی برسا۔ ہن برسا۔ اے آمنہؓ کے سپوتؐ۔ اے عبد اللہؓ کے لالؐ۔ اے عبد المطلب کی آنکھوں کے تارے۔ اے ہاشمی۔ اے مطلبی۔ فراق دہائی دے رہا ہے خمسانہ کے ننھے سے دل کی دھڑکن کا صدقہ۔ ثعلبہ انصاری کے پارہ پارہ کلیجہ کا صدقہ دلکو دل سے ملادے۔ مجھے میرے یار سے ملادے ؞

فقیر حقیر ناصر نذیر فراق

از دہلی محلہ رودگران مندرا اداد تمند خاں مکان میر ظریف صاحب

۱۹۴۶

واردات

اُمڈے بادل کالے کالے — بہ نکلیں گے سب پرنالے
نین میں آنسو بھر بھر آئے — کیسے پور سمن ملائے
قطرہ قطرہ نہر بنیں گے — رفتہ رفتہ بحر بنیں گے
موسل دھار گرے گا پانی — دھرتی ساری ہوگی دھانی
دریا بحر سمندر چشمے — تال تلیّے اور سرچشمے
جل سے تھل بھرپور ہوئے ہیں — چشمے سب بلّور ہوئے ہیں
سبزہ زار بنے گا پربت — پیدا ہوگا شہد اور شربت
پتّا پتّا ڈالی ڈالی — بوٹی بوٹی بالی بالی
پھول بنفشی زرد کپاسی — نیلے اودے اور عباسی
پنکھڑی شاخ کلی اور ڈنڈی — آنکھیں ہوں گی اُن سے ٹھنڈی
دیدہ تر ہوں دامن تر ہوں — بے دم ہوں میں اور بے پر ہوں
مسلم! تو مایوس نہ ہونا — جان کو اپنی مفت نہ کھونا
صبح ہوئی تاریکی بھاگی — ہم بندوں کی قسمت جاگی
اے سارے سنسار کے داتا — بے پر اور پردار کے داتا
سورج چاند چمکتے تارے — اختر انجم سب سیّارے
پنچھی سارے اور پکھیرو — مچھلی جھینگے جھینگر ٹیرو
مکھی مچھر پسّو بھنگا — سیپی موتی کوڑی گھونگا
سارس قمری مرغ پپیہا — طوطا مینا تیتر بیّا
شکرے شاہیں بطّی بحری — باز کبوتر مور شتیری
باہم مل کر شام سویرے — سب رٹتے ہیں نام کو تیرے
تجھ پر قرباں تجھ پر واری — سو باری میں بل بل ہاری

پاس ہے تو انفاس میں دم دم   کس کا بَیری کہاں کا ہمدم
اے آکاش اور دھرتی والے   نیک اور بد کے بھرتی والے
بگڑے کاج بنانے والے   نیّا پار لگانے والے
رات سے دن دکھلانیوالے   دن سے رات بنانے والے
اے ڈھارس بندھوانیوالے   اُدْعُوْنِیْ فرمانے والے
میرے صاحب میرے آقا   میرے والی میرے داتا
بخشش تیری عام ہے گھر گھر   صبح سے تا شام ہی گھر گھر
مندر مسجد اور گوردوارا   گیا ہی کیا ٹھاکر دوارا
جاکر میں نے گرجا دیکھا   تیرا جلوہ ہر جا دیکھا
سب میں تو اور سب سے جدا ہے   کہنے کو تو ایک خدا ہے
اے قادر اے قدرت والے   میرے مالک عزت والے
سب سے برتر نام ہے تیرا   سب سے بڑھ کر کام ہے تیرا
مد رحمت کی جوش میں آئے   تیرا غافل ہوش میں آئے
چمکا مجھ بدبخت کا تارا   دونوں جگ میں کر نستارا
بن درشن میں کبتک ترسوں   بادل سا میں کبتک برسوں
صدقہ اپنے عز و علا کا   صدقہ اپنی حمد و ثنا کا
واسطے اُسکے یا متعالی   اُمّت کا ہے جو رکھوالی
دینے میں کیا دیر ہے تجکو   آس میں گزرے برسوں مجکو
بھر دے چھنیل میرا بھر دے   اچھی دولت اچھا گھر دے
چنگے ہوں رنجور ہمارے   بھر دے تو ناسور ہمارے
کر دے کرپا اب تو ہمپر   پھریں بھٹکتے کب تک در در
زخموں پر کافور لگا دے   رفتہ رفتہ سب کو شفا دے
بوجھ اُٹھائے سر سے بھاری   چنگے ہوں سب نر اور ناری

نیت ثابت منزل آساں | کردے مشکل سیدھی آساں
دشمن سب شرمائیں ہم سے | ہنستے گھر بس جائیں ہمارے
اندر باہر آگے پیچھے | دائیں بائیں اوپر نیچے
تو ہی محافظ رہنا اپنا | ناصر تو ہی اپنا رہنا
سکھ سے رکھ دیس میں مجھ کو | آسودہ کر دیس میں ہم کو
ہو ہیستم سے ہیبت ہماری | دشمن پر ہو ہیبت ہماری
پریم نگر کا شاہ بنادے | مجھ کو بھی جسم جلوہ بنادے
داسی کو لاموت میں جانے | جوت میں اپنی جوت ملادے

نیناں امرتا کی پھلجھڑی

ارمغانِ طور

بحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

(انا نور من نور اللہ والخلق من نوری۔ حدیث شریف)

ابرِ غم ویرانۂ امکاں پہ تھا چھایا ہوا | خود اندھیرا زیست سے اپنی تھا اکتایا ہوا
ایک سناٹے کا عالم تھا خموشی تھی بپا | آنے بادونا روگل، پنہاں ابھی تھے۔ کچھ نہ تھا
منظرِ وحشت تھا۔ سونا تھا۔ بیابانِ ازل | آشنا روئیدگی سے تھا نہ میلانِ ازل

تھیں نہ اشیاء اور نہ تھا ان میں مذاقِ زندگی
تھا نگاہوں سے ابھی پنہاں براقِ زندگی

ایک بیک تاریک بادل کا لفافہ پھٹ گیا | یعنی روئے شاہدِ قدرت سے پردہ ہٹ گیا
نورِ ذاتِ بیچگوں خلوت میں عریاں ہو گیا | دم کے دم میں انجمن کا ساز و ساماں ہو گیا

نورِ احمد رونما نورِ احد سے ہو گیا
میم کے پردے میں آ کر نازنیں خود ہو گیا

لمعہ افگن جب ہوا خورشیدِ نورِ مصطفےٰ | مرحبا صلِ علی! ہر شے نے کُن نے کہا

غنچۂ کن سے گلِ گلزارِ گیتی کھل پڑے　　اللہ اللہ کیا صدا تھی جو جمادی ہل پڑے
بحر و بر، خورشید و مہ، ارض و فلک پیدا ہوئے　　آدمی، حیواں، شجر، حور و ملک پیدا ہوئے

کون سی شئے وجہِ تخلیقِ بنی آدم ہوئی ؟
موجبِ پیدائشِ ہژدہ ہزار عالم ہوئی ؟

ماجرا صبحِ ازل کا ہمنشیں! کیونکر کہوں　　آسماں کی بات میں اہلِ زمیں کیونکر کہوں
کیا کہوں تجھ سے ہوئی کیونکر نمودِ زندگی　　کس طرح پر ہے وجودِ ہست و بودِ زندگی
ذاتِ مطلق کو نمایش عشق کی منظور تھی　　پردۂ سِرِّ ازل میں بات یہ مستور تھی
الفتِ محبوب کے اظہار میں ہستی ہوئی　　اور تعیینِ جہات و رفعت و پستی ہوئی
عشق سے موجود یہ اسم و مسمّیٰ ہو گئے　　اہلِ جاں و ذاتِ بیجان و مجرّے ہو گئے

حسن و عشق و حزن اس الفت کی کیفیات ہیں
نور آشامِ رموزِ حق یہی لمعات ہیں

اے حسینِ دو جہاں! اے طالبِ مطلوبِ حق!　　اے حسینِ دو جہاں! اے راغبِ مرغوبِ حق!
اے کہ تو ہر دو سرا کا باعثِ ایجاد ہے!　　اے کہ تو کون و مکاں کا موجبِ بنیاد ہے!
اے کہ تو سر تا بپا نورِ خدائے پاک ہے!　　اے کہ تو مسند نشینِ منصبِ لولاک ہے!
اے کہ تو ہے مشعلِ تابندۂ انوارِ حق!　　اے کہ تو ہی خازنِ گنجینۂ اسرارِ حق!
اے کہ تیری ذات ہی شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ!　　اے کہ تیری ذات ہی نور الہدیٰ کہف الوریٰ!
اے کہ تیری ذات ہی تاجِ سرِ صاحب دلاں!　　اے کہ تیری ذات ہی اکلیلِ فرقِ عارفاں!
اے کہ تیری ذات ہی سر لشکرِ پیغمبراں!　　اے کہ تیری ذات ہی سرخیلِ جمعِ عاشقاں!
اے کہ تیری ذات ہی ماہِ شب افروزِ جہاں!　　اے کہ تیری ذات ہی مہرِ سپہرِ لامکاں!
اے کہ تیری ذات ہی قندیلِ بزمِ کن فکاں!　　اے کہ تیری ذات ہی شمعِ سرِ میدانِ جاں!
اے کہ تیری ذات ہی بادہ گسارِ جامِ لا!　　اے کہ تیری ذات ہی ماحیِ نقشِ ماسوا!
اے کہ تیری ذات ہی شہبازِ کوہِ الّا!　　اے کہ تیری ذات ہی شاہینِ مرغانِ سما!
اے کہ تیری ذات ہی دانندۂ رازِ جلی!　　اے کہ تیری ذات ہی علّامِ اسرارِ خفی!

اے کہ تیری ذات ہے نغمہ زنِ سازِ دنیٰ!　　اے کہ تیری ذات ہے آئینۂ شانِ خدا!

خوب حق تو نے ادا حق کی رسالت کا کیا
ہاں اچھا تو نے پیمانِ اطاعت کا کیا

تیرے نعروں سے بنائے شرک متزلزل ہوئی　　گر کے پیوندِ زمیں اصنام کی منزل ہوئی
تیرے ذرّے سے گمرہی کفر کا ایواں گرا　　ہاتھ سے انساں کے جامِ بادۂ بطلاں گرا
تیری آہِ گرم سے خاشاک اور خس جل گیا　　یعنی خرمن گاہِ اوہام و وساوس جل گیا
تو سبق آموزِ جگ میں حرفِ وحدت کا ہوا　　طے ہدایت سے تری عرفان کا رستہ ہوا
ماسوائے حق کو تو نے خوب مستاصل کیا　　جان کو جان آفریں کی ذات سے واصل کیا
یوں ہوا تجھ سے طلسمِ موہوم راسب ہوا　　جس طرح خورشید سے فق رنگ روئے شب ہوا
تیری برکت سے ہوئی تجدیدِ پیمانِ ازل　　نقشِ لوحِ دل ہوا مضمونِ فرمانِ ازل
راہِ دوراں میں تو شمعِ رہنمائی دھر گیا　　نام روشن ملتِ بیضا کا جگ میں کر گیا
کشتِ خشکِ دہر کو سیراب تو نے کر دیا　　کیا سخا تھی موتیوں سے منہ خزف کا بھر دیا
چشمۂ فیضان جاری تیرا صبح و شام ہے　　ایک عالم تیرے میخانہ کا دُرد آشام ہے

تا ابد خمخانۂ عرفاں کا تو ساقی رہے!
غم دلِ مسلم میں تیرے عشق کا باقی رہے!

جب تلک یا رب! چراغِ مہر و مہ میں نور ہے　　جب تلک ظلمت ربائی نور کا دستور ہے
جب تلک فانوسِ تن میں شمعِ جاں مستور ہے　　روح کا ساغر شرابِ عشق سے معمور ہے
استعارہ کفر کا جب تک شبِ دیجور ہے　　استعارہ نورِ ایماں کا ضیائے طور ہے

بول بالا دہر میں نامِ محمدؐ کا رہے!
دَور جاری بزم میں جامِ محمدؐ کا رہے!

غلام محمد طور ایم اے پروفیسر مرے کالج سیالکوٹ

آئینۂ ہستی

واہ کیا ہے شان تیری اے مرے پروردگار
قدرتوں پر جان صدقے رحمتوں پر دل نثار

کیسی پیاری صورتیں تونے بنائیں دلفریب
باغ عالم میں تری گلکاریاں ہیں آشکار

قطرۂ ناچیز کو دریائے بے پایاں کیا
ایک مشتِ خاک کو تونے یہ بخشا افتخار

کیسے کیسے تونے انساں خلق میں پیدا کیے
ناتوکش۔ محتاج مفلس ہیں تو کوئی تاجدار

اک پھٹے کمبل میں کوئی بیخود و سرشار ہے
ہے کسی کے زیبِ سرتاج و کلاہ زرنگار

بیکس و ناچار ہے افلاس کے ہاتھوں کوئی
مال و زر رکھتا ہے اپنے پاس کوئی بیشمار

دیکھکر نیرنگیٔ عالم کی حالت چار سو
انقلاب وہر سے ہم ہو رہے ہیں بے قرار

حال دنیا نے کیا ہے دیکھو برسیں پامال
کیوں نہ چہرے سے ہجوم و یاس و غم ہو آشکار

گلشن ہستی میں یوں شبنم کو گریاں دیکھکر
حضرتِ غالب کا پڑھتا ہوں میں مطلع بار بار

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہوگئیں

[illegible]

آہنگِ جنوں

طالبِ ذوق تماشا گام فرسائے جنوں
کر رہے ہیں شوق میں تحقیق آوائے جنوں

جاذب حیرت آخر یوں ہم ہیں تماشائے جنوں
جو کوئی دیکھے وہ ہو مجنون لیلائے جنوں

کچھ خبر تجکو نہیں اے محو سودائے جنوں
ہے نگاہِ عشق وہ بے جا کار فرمائے جنوں

ہم ہیں اہلِ جذب اسم با مسمائے جنوں
کر دیا شوریدگی نے بے سر و پائے جنوں

ننگ تمکیں تقاضیٔ حاجات ہیں وہ نہو
پھر گریباں گیر ہے میر تقاضائے جنوں

ہاں بیا سر حلقۂ موئینہ پوشاں ہاں بیا
تیرے قامت پر ہی موزوں ہے یہ دیبائے جنوں

نسبتِ عشقِ ازل نے ہوش بیگانہ کیا
حسن شید اکیوں نہوں ہوں میں تو لائے جنوں

دیکھتا ہے وہ مرے داغِ نمایاں کی بہار
شاہد رو پوش سے آئینہ پیدائے جنوں

خاکسارِ عشق ہم ہیں پردہ دارِ ضبطِ راز — اختیاری ہے ہمیں تسلیمِ مجبورئ جنوں
محرمِ صحرا نورداں سالک سادہ نہیں — ربعِ مسکوں سے الگ ہیں ہم اقصائے جنوں
خانۂ ہجر سے اک گونہ فرصت مل گئی — بن گیا منظر گلفامِ رعنائے جنوں
بحرِ توحیدِ عیانی کے سفینے ہیں آشنا — یہ کہیں پایاب ہو سکتا ہے دریائے جنوں
جذبِ قلبی بن گیا آخر کو شانِ التفات — ہو گیا ظاہر مرا آہنگ سودائے جنوں
ساغر و مینا کی صورت میں شہود و غیب ہیں — تو نہیں محتاجِ ظرفِ بادہ پیمائے جنوں
عشوۂ پیکر شوخ نے آشفتہ ایسا کیا — منظرِ چینِ جبیں ہے نقش سیمائے جنوں
جو ہیں محرومِ لقا وہ باب جذب کب ہیں — کھل سکے بے کیف کو تشریفِ زیبائے جنوں
اے جنونِ عشق میں حسن تعرف کی ضیا — وہ نظر تیری نہیں ہے ناشناسائے جنوں
شاہدِ مستور نے کیوں ہم کو بے پردہ کیا — شش جہت میں دیکھ لو برپا ہے غوغائے جنوں
انفس و آفاق میں رنگِ تعین محو ہے — دیکھ اے بالغ نظر شایانِ پیدائے جنوں
یہ کرشمہ بوالعجب یا للعجب کیسا ہوا — کیا دکھاتا ہے تماشہ حیرت افزائے جنوں
یوسفِ دیدار نے آوارہ مصری کیا — رابطہ دل کا بنا شکلِ زلیخائے جنوں
صبحِ روشن تنگئ تمکینِ تسلی عاقبت — ہمنفس برسوں رہیں شب ہائے یلدائے جنوں
ہم کو استیلائے جذبی نے کیا ہے منجذب — تو ہے کیوں خاموش اے محو تماشائے جنوں
سائلِ رنگیں بیاں کا شوقِ غالب دیکھ کر — بن گئے ذوقِ نظر ہم پیکر آرائے جنوں
بلبلِ کشمیر ہم حسنِ سلوکِ عشق سے — ہو گئے شوریدۂ نیرنگ صہبائے جنوں
ساقئ مجذوب کیا ہے آج کیوں بے کیف ہے — طالبِ جامِ تعشق مست مینائے جنوں

عریانِ خرابات ساقی دہلوی

بادشاہ کی ڈیوڑھی پر ایک محتاج کی صدا

تصویرِ خیال جن و بشر سلطان الہند غریب نواز — یہ سر ہی مرا یہ آپ کا در سلطان الہند غریب نواز
ابھرے پھر کھلوں کہاں؟ پھر کہاں مرادیں ملیں کہاں؟ — گلیوں میں پھرونگا خاک بسر سلطان الہند غریب نواز

ہوں دونوں جہاں سے بیگانہ جلوؤں کا تمہارے دیوانہ
قربان ادہر بھی ایک نظر سلطان الہند غریب نواز

دیکھی ہے بہار دیر بہت بتخانہ میں کی ہے سیر بہت
اب دیدہ تمہارے ہی بستر سلطان الہند غریب نواز

ہوں دُرد کش ہر پیمانہ مدت سے گدائے میخانہ
بتدر پلا دے اک ساغر سلطان الہند غریب نواز

رحمت کی گھٹائیں چھا جائیں پھر تو بہاریں آجائیں
ہو نخل تمنا بار آور سلطان الہند غریب نواز

یہ جسم نحیف و زار کہاں اور آتش ہجر بار کہاں
اس آگ نے پھونکے قلب و جگر سلطان الہند غریب نواز

پھر تیس میں ہر دم آتیں ہیں مرے داغ جگر سے بھول ابھر
اب خشک ہوئے یہ دیدۂ تر سلطان الہند غریب نواز

بخشش کی ذرا امید نہ تھی تاباں کی حمایت آپنے کی
ہے ناز اسے اب غربت پر سلطان الہند غریب نواز

[illegible]

جسے دیکھو وہ دیوانہ ہے محبوب الٰہیؒ کا

مرادیدہ جلو خانہ ہے محبوب الٰہیؒ کا
مرا دل ہے کہ کاشانہ ہی محبوب الٰہیؒ کا

کرشمہ ناز غمزہ دلبری شوخی ہے سب کی
ہر اک انداز جانانہ ہے محبوب الٰہیؒ کا

حسینوں کے جو چہرہ پر جھلک جاتا ہی رہ رہ کر
یہ جلوہ بیحجابانہ ہے محبوب الٰہیؒ کا

ہر اک محبوب میں وہ شان محبوبی دکھاتے ہیں
یہ خلاق دیدانہ ہے محبوب الٰہیؒ کا

بہکتے ہی نہیں ہر گز نظامی مے کے متوالے
کہ عالی ظرف پیمانہ ہی محبوب الٰہیؒ کا

جہاں توحید کی مے جسمیں فخر الدین ساقی ہیں
وہ میخانہ ہے پیمانہ ہی محبوب الٰہیؒ کا

ہمارا دین و ایماں جنکی ہر گردش پہ قرباں ہے
کچھ ایسا دور پیمانہ ہی محبوب الٰہیؒ کا

جو شیشے سے سجدہ میں تو ساغر طوف کرتے ہیں
یہ کعبہ ہی کہ میخانہ ہے محبوب الٰہیؒ کا

ہر اک صورت میں اپنی شکل چھپ چھپکر دکھاتے ہیں
یہ اک انداز جانانہ ہی محبوب الٰہیؒ کا

جو شمع بزم کثرت شمع وحدت اسکو کہتے ہیں
جسے دیکھو وہ پروانہ ہے محبوب الٰہیؒ کا

وہ کہدیتا ہے اکثر ستر وحدت جوش مستی میں
حیا بیخود ہے مستانہ ہی محبوب الٰہیؒ کا

حیا بدایونی

کی کوئی کمی نہیں۔ لیکن وہ اس مُردار کو مُنہ نہیں لگاتے۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رح حضرت خواجہ فرید الدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اوش سے ایک قصبہ میں تشریف لائے۔ وہاں سنا کہ یہاں ایک مسجد ہے جو شخص دوگانہ پڑھکر آخر شب میں فلاں دعا پڑھے تو حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگی۔ حضرت خواجہ صاحب تشریف لے گئے۔ اور آخر شب میں دعا پڑھی۔ لیکن کوئی شخص ظاہر نہوا۔ آپ مایوس ہوکر دروازہ مسجد پر آئے تو ایک مرد نورانی چہرہ سے دوچار ہوئے۔ انہوں نے پوچھا۔ آپ یہاں کیا کرتے رہے۔ آپنے فرمایا حضرت خواجہ خضر ع سے ملاقات کی خواہش ہے۔ پیر مرد نے کہا آپ کو دنیا چاہیے۔ فرمایا نہیں۔ پھر کہا آپ صیادی رجال پھیلانا کرتے ہیں۔ فرمایا نہیں۔ پیر مرد کہنے لگے آخر پھر کیوں حضرت خضر ع کی خواہش ہے۔ وہ بھی مثل آپکے سرگردان ہیں۔ یہاں ایک شخص صالح ہے کہ حضرت خضر ع سات مرتبہ اسکی ملاقات کو گئے۔ مگر وہ عبادت میں ایسا مشغول ہے کہ بار نہ پایا۔ دونوں بزرگ یہی گفتگو کررہے تھے کہ ایک صاحب گوشۂ مسجد سے ظاہر ہو۔ پیر مرد نے انکی جانب متوجہ ہوکر کہا۔ حضرت قطب صاحب نہ دنیا چاہتے ہیں اور نہ مکاری پھیلاتے ہیں۔ مگر آپ کی ملاقات کے خواہاں ہیں۔ اب خواجہ صاحب کو معلوم ہوا کہ مرد اول رجال الغیب میں سے تھے اور دوسرے صاحب حضرت خضر ع ہیں۔"

سلطان شمس الدین التمش کے دل میں مدت سے آرزو تھی کہ ایک تالاب بنایا جائے جس سے خلائق دہلی کو کمی آب کی شکایت نہ رہے۔ ایک شب خواب میں آنحضرت رسول مقبول صلعم کو دیکھا کہ آپ گھوڑے پر سوار ارشاد فرماتے ہیں کہ سلطان! اگر تالاب بنانے کا ارادہ ہے تو اس جگہ جہاں ہم ایستادہ ہیں، بنانا۔ سلطان بیدار ہوکر نہایت مسرور ہوا اور حضرت خواجہ صاحب رح کی خدمت میں عرض کرایا کہ جناب رسالتمآب صلعم نے جس جگہ بنار تالاب کے واسطے حکم دیا ہے میں جاتا ہوں۔ حضرت بھی تشریف لائیں لیکن آپ وہاں قبل سے موجود تھے۔ سلطان نے دست بوسی کی۔ اور اس جگہ پر اللہ کی شان کہ سُمِ اسپ کا نشان موجود تھا۔ تالاب تعمیر کرانا شروع کیا۔ نشانِ سُم سے پانی بھی جاری تھا

وہاں ایک صفہ اور گنبد تعمیر کرادیا[۹۱]

ماوراء النہر کا مشہور شاعر ناصری وطن سے آکر حضرت خواجہ صاحبؒ کی دولتسرائے پر مقیم ہوا۔ بوجہ ہموطنی حضرت ممدوح اُس سے بہ محبت پیش آئے۔ ناصری نے ایک قصیدہ سلطان التمش کی شان میں لکھا تھا جس کا یہ مطلع ہے ؎

اے فتنہ از نہیب تو زنہار خواستہ تیغِ تو مال و فیل ز کفار خواستہ

اُسنے حضرت خواجہ صاحب سے عرض کیا کہ اسکے صلہ میں مالامال ہو جاؤں۔ آپ دعا فرمایئے حضرتؒ نے سورۂ فاتحہ پڑھکر فرمایا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ ناصری دربار میں حاضر ہوا۔ لیکن اُسوقت سلطان اور طرف متوجہ تھا۔ قصیدہ کی جانب دھیان نہ دیا۔ ناصری کھڑا ہوا گیا۔ اور حضرت خواجہ صاحب رح کو لایا۔ آپنے فرمایا۔ اچھا پڑھو ؎

اے فتنہ از نہیب تو زنہار خواستہ تیغِ تو مال و فیل ز کفار خواستہ

شاعر نے دیکھا کہ باوجود مشغولی کے سلطان کو یہ مطلع یاد رہا تو خوش ہو کر سارا قصیدہ سُنایا۔ سلطان بہت محظوظ ہوا اور دوبارہ پڑھوا کر سُنا۔ حکم دیا کہ اس میں ترپن اشعار ہیں۔ لہٰذا ترپن ہزار تنگہ نقرئی ناصری کو انعام دیئے جائیں۔ وہ یہ سب روپیہ لیکر حضرت خواجہ صاحب رح کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضرت کی طفیل سے یہ مال ملا ہے۔ امیدوار ہوں کہ قبول فرمایا جائے۔ آپنے فرمایا یہ تمہارے ہی واسطے ہے

ایک دفعہ حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ خواجہ قطب الدین سجستانی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں تشریف لے گئے۔ اُس وقت محفل سماع برپا تھی۔ اور قوال یہ غزل گا رہا تھا[۹۲]

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

خواجہ صاحب رح یہ سُنتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ خواجہ حمید الدین ناگوری رح اور شیخ بدرالدین

---

[۹۱] یہ تالاب اب تک جاری ہے اور کثیر برکات اسی سے متعلق ہیں۔ حضرت امیر خسرو دہلوی رح نے اپنی مثنوی قران السعدین میں اس کی تعریف فرمائی ہے۔ اکثر مشائخ اس کی سیر میں حضرت قطب صاحب یہاں مشغول عبادت رہے ہیں۔ یہیں پر ابوسعید دمشقی رجل الغیب نے حضرت خواجہ صاحب کو سلام کیا تھا۔ اور غائب ہو گئے تھے ۱۲ [۹۲] تنگہ کی بابت اختلاف ہے کہ اُسکا کیا وزن تھا مگر کثرت رائے یہ ہے کہ مہر کے برابر ہے ۱۲ [۹۳]۔ مولانا احمد جام رحمۃ اللہ علیہ کی یہ غزل ہے۔ مولانا احمد صاحب رح خاندان چشتیہ کے بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ حضرت غوث الاعظم کے زمانہ میں بغداد شریف ہی دارد ہوئے تھے ۱۲

غزنوی رہ حاضر خدمت تھے۔ یہ دونوں بندگان حضرت رہ کو اپنے مکان میں لائے مع قوالوں کو بلاکر اسی غزل کی تکرار کرائی خواجہ صاحبؒ تین رات دن تک اسی حالت میں رہے اور شب دوشنبہ ۱۴۔ ربیع الاول سنہ ۶۳۳ہجری کو آپ کی حالت زیادہ دگرگوں ہوئی حضرت حمیدالدین رہ کے زانو پر سرِ مبارک اور شیخ بدرالدین رہ کی آغوش میں قدم مبارک تھے یہ کیفیت ملاحظہ فرماکر شیخ حمیدالدین رہ نے عرض کیا کہ حضور کی حالت دگرگوں ہے۔ خلافت و سجادہ نشینی کے واسطے کیا ارشاد ہوتا ہے۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ خرقۂ خلافت جو حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے عطا ہوا ہے مع نعلین چوبی و مصلے خاص و عصا حضرت بابا فرید صاحب رہ کو پہنچایا جاوے کہ وہی اسکے حقدار ہیں۔ اسوقت آپ کی اولادؓ اور بڑے بڑے مشائخ موجود تھے۔ لیکن یہ نعمت من جانب اللہ حضرت بابا صاحب رہ کے واسطے مقدر ہوچکی تھی۔ اِسقدر ارشاد کے بعد آپنے جان جاں آفرین کے سپرد کی اور سارے مشتاقین کو داغ مفارقت دوامی دے گئے۔ اِنّا للہ وانا الیہ راجعون +

حضرت بابا صاحب اُسوقت ہانسی میں تشریف رکھتے تھے۔ بوقت رحلت آپکے کشف سے معلوم ہوا تو فوراً روانہ دہلی ہوئے۔ اِدھر اِن حضرات نے اِس سانحہ جانکاہ کی اطلاع ایک قاصد کے ہاتھ روانہ کی تھی۔ وہ بھی نصف راہ میں مل گیا۔ جسوقت حضرت بابا صاحب رہ کو یہ خط ملا۔ بہت جلد دہلی تشریف لائے۔ اور مزار مبارک حضرت قطب صاحبؒ پر حاضر ہوکر لوازمِ زیارت ادا کیے۔ اُسوقت شیخ حمیدالدین ناگوریؒ و شیخ بدرالدین غزنویؒ نے تبرکات حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں پیش فرمائے۔ آپنے اُسی مصلے پر دوگانہ پڑھا۔ اور حضرت قطب صاحبؒ کے دولت خانہ پر تشریف لیجاکر متعلقین کو صبر کی ہدایت فرمائی۔ ایک ہفتہ قیام فرمایا اِس کے بعد تشریف لیگئے +

حضرت شیخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عید کے دن بعد نماز حضرت قطب صاحبؒ اُس جگہ جہاں آپکا مزار مبارک ہے تشریف لائے اور فرمایا یہاں سے بوئے محبت آتی ہے چنانچہ آپنے اُس زمین کو خرید فرماکر قبر شریف کے واسطے محفوظ رکھا۔ بعد انتقال وہیں دفن

شیخ المشائخ حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنجشکر رح

گل گلزار انوارِ معانی | دُرِ دریائے گنج لامکانی
مے وحدت زجامِ عشق خوردہ | قدم در عالمِ لاہوت بُردہ
بملکِ فقر شاہنشاہِ مقصود | فرید الدین ملت شیخ مسعود

حضرت باباصاحبؒ کے جدامجد فرخ شاہ کابل کے بادشاہ تھے۔ آپکے والدماجد شیخ کمال الدین سلیمان رح ملتان میں بعہد سلطان شہاب الدین غوری تشریف لائے۔ اور شاہ نے عنایت فرماکر قصبہ کھوتوال[۱] بطور جاگیر عطا فرمایا۔ شیخ کمال الدین نے یہیں پر خواجہ وجیہ الدین خجندی کی دختر سے نکاح کیا۔ اور اُس عفیفہ سے تین صاحبزادے پیدا ہوئے۔ فرید الدین محمود فرید الدین مسعود۔ نجیب الدین معروف بہ متوکل +

حضرت[۲] باباصاحب رح کا سنہ ولادت ۵۸۴ھ ہجری ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نہایت پارسا اور نیک تھیں۔ نقل ہے کہ ایک چور آپکے مکان میں گھس آیا۔ اور بی بی صاحبہ نماز تہجد میں مشغول تھیں۔ جب آپ کی نگاہ اُسپر پڑی نابینا ہوگیا۔ آخر توبہ کی اور اسی خاندان کی خدمت گزاری میں عمر بسر کردی۔ اُسکی قبر موضع کھوتوال میں ہے۔ جہاں حضرت باباصاحبؒ کے والد ماجد شیخ کمال الدین رح اور برادر بزرگ کے مزارات ہیں۔ اُس چور کا نام عبداللہ تھا۔ اور لوگ اب تک اُسکے مزار سے بطفیل خاندان باباصاحب فیض پاتے ہیں۔ الحمدللہ

حضرت باباصاحب کا سِن اٹھارہ سال کا تھا۔ اور آپ مسجد قبۃ الاسلام ملتان میں مولانا منہاج الدین صاحب سے کتاب نافع ترمذی پڑھتے اور حفظ کلام کرکے روزانہ ایک مرتبہ ختم کرتے تھے۔ اُسی مسجد میں قیام بھی تھا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی زیارت نصیب ہوئی۔ ایک نظر میں حالت دگرگوں ہوگئی۔ فوراً قدمبوسی کی۔ حضرت قطب صاحب نے فرمایا تمہاری بغل میں کونسی کتاب ہے۔ عرض کی کتاب نافع۔ جواب دیا انشاءاللہ یہ نافع ہوگی۔ حضرت باباصاحبؒ حضرت قطب صاحبؒ کی خدمت بابرکت میں

[۱] یہ قصبہ نواح ملتان میں ہے ۱۲ [۲] حضرت باباصاحبؒ کے ملفوظات حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین نے راحت القلوب کے نام سے جمع کئے ہیں جن کا سلیس و بامحاورہ اردو ترجمہ ہمارے کرم مولانا ... صاحب ... نے کردیا ہے

بسر کرنے لگے۔ جب آپ دہلی کیطرف روانہ ہونے لگے تو حضرت بابا صاحبؒ بھی ساتھ ہوئے۔ حضرت قطب صاحبؒ نے فرمایا۔ "بابا فرید اس ترک وتجرید سے قبل کچھ دنوں علوم ظاہری کی تحصیل میں صرف کرو۔ اور اسکے بعد دہلی آکر ہمارے پاس رہو کیونکہ زاہد بے علم مسخرہ شیطان ہوتا ہے"۔ حضرت قطب صاحبؒ غایت محبت سے تین منزل ہمراہ تشریف لے گئے۔ اسکے بعد رخصت ہوکر حسب الحکم قندھار جاکر پانچ برس تحصیل علوم میں مشغول رہے۔ اور حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ حضرت شیخ سیف الدین خضریؒ حضرت شیخ سعید الدین حمویؒ حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ حضرت شیخ اوحدالدین کرمانیؒ حضرت شیخ فریدالدین

محمد عطارؒ سے استفادہ حاصل کیا۔ ہر ایک بزرگ نے شفقت فرماکر کمالات سے سرفراز فرمایا۔ الحمد للہ

حضرت شیخ خضری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ "اے فرزند جب تو سب سے بیگانہ ہوگا تو خدا سے یگانہ ہوگا"۔ ؎

تا خانۂ دل خالی از اغیار نیابی ۔۔۔ بام و درِ خانہ پُر از یار نیابی

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ و حضرت شیخ سعید الدین حموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "اے فرزند۔ درویشی پردہ پوشی کا نام ہے نہ خرقہ پوشی کا۔ خرقہ اُسی کا حق ہے جو مسلمانوں کے عیوب کو پوشیدہ کرے"۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ "برادر۔ جبتک اس راہ میں دل سے نہ چلیگا قدم سیدھا نہ پڑے گا۔ آنکھ نہ چوکے ورنہ قربیت حاصل نہ ہوگی"۔

حضرت بابا صاحبؒ خود ارشاد فرماتے ہیں ؎

گیرم کہ بہ شب نماز بسیار کنی ۔۔۔ در روز دوائے شخص بیمار کنی
تا دل نہ کنی ز غصہ و کینہ تہی ۔۔۔ صد خرمنِ گل بر سرِ یک خار کنی

جب حضرت بابا صاحب رح فارغ التحصیل ہوکر حضرت قطب صاحب کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے تو آپ بہت محظوظ و مسرور ہوئے۔ اور دروازہ غزنین کے نزدیک ایک حجرہ تعین فرمادیا۔ اس دوران میں حضرت قطب صاحبؒ نے جملہ کمالات باطنی سے حضرت بابا صاحبؒ کے باطن کو آراستہ فرمادیا۔

حضرت قطب الدین بختیار کاکی رح کے اور بھی مریدان خاص تھے۔ مثلاً شیخ بدرالدین غزنویؒ

شیخ احمد نہروانی رح وغیرہ۔ اور یہ حضرات ہمیشہ حاضر باش رہتے تھے۔ لیکن حضرت باباصاحب دو ہفتے کے بعد حاضر ہوتے تھے۔ باوجودیکہ حضرت باباصاحبؒ گوشہ نشین رہتے تھے لیکن انبوہ خلائق آپ کو چین نہ لینے دیتا تھا۔ اور بسا اوقات اس اژدہام سے پریشان بھی ہوجاتے تھے۔ صرف پیرومرشد کی موجودگی کا عشق تھا۔ ورنہ دہلی میں کیا رکھا تھا آخر مجبور ہوکر حضرت قطب صاحبؒ نے بھی اجازت مرحمت فرمادی۔ اور آپ قصبہ ہانسی میں تشریف لے گئے۔ یہاں حضرت قطب صاحب رح کی وفات تک قیام رہا۔ اسکے بعد آپ دہلی تشریف لائے۔ اور تبرکات حاصل کرکے دولت سرائے قطب صاحبؒ پر قیام فرمایا +

ایک دن نماز جمعہ کے واسطے باہر تشریف لاتے تھے کہ ایک مجذوب سرہنگا نامی جو ہانسی میں اکثر حاضر خدمت رہتا تھا۔ دہلیز پر کھڑا رو رہا تھا۔ حضرت کو دیکھتے ہی قدموں پر لوٹ گیا۔ اور کہنے لگا " میں حضور کے دیدار فرحت آثار کے واسطے ہانسی سے آیا ہوں اور اب تاب مفارقت نہیں ہے۔ اہالیان ہانسی بھی بہت بیقرار ہیں" +

حضرت رح نے یہ سنکر افسوس کیا اور نیز ہجوم دہلی سے بھی پریشانی تھی۔ جواب میں فرمایا " جو نعمت ہمکو حضرت خواجہ قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی ہے اسکی برکت یہاں اور وہاں یکساں ہے "

یہ ارشاد فرماکر حضرت قطب صاحبؒ کی اولاد امجاد سے وداع ہوئے اور ہانسی میں تشریف لائے۔ لوگ مدت سے آرزو مند قدمبوسی تھے۔ اسقدر اژدہام ہوا کہ آپ پریشان ہوکر حضرت خواجہ جمال ہانسوی رح کو خرقہ وغیرہ عطا فرما ایسی جگہ کا ارادہ کرکے تشریف لے چلے جہاں کوئی نہ پہچانے۔ آخرکار قصبہ اجودھن[لہ] میں پہنچے۔ یہاں کے لوگ بیشتر کج خلق اور بدمزاج تھے۔ زاہد و عالم سے کچھ سروکار نہ رکھتے تھے۔ اسواسطے وہاں قیام فرماکر عبادات میں مشغول ہوئے +

حضرت شیخ نصیرالدین محمود دہلویؒ فرماتے ہیں " حضرت شیخ رح نے اجودھن میں عقد نکاح بھی فرمایا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اولاد عنایت فرمائی تو جامع مسجد کے قریب اہل و عیال کے واسطے ایک مکان تعمیر فرمایا لیکن خود مسجد میں قیام فرماتے تھے "

[لہ] اسی اجودھن کو پاک پٹن کہتے ہیں۔ اور دیپالپور کے قریب ہے ۱۲

یہاں بھی دہلی و ہانسی کی سی کیفیت ہوئی۔ خلق خدا جوق جوق قدمبوسی کو اُمڈی چلی آتی تھی۔ آپ بھی مجبور ہوگئے اور ہر شخص سے بلطف پیش آنے لگے۔ مراد مندوں کی مرادیں بفضل خدا پوری ہونے لگیں +

اجودہن میں لوگوں نے ازراہِ مخاصمت آپ کی ایذارسانی کے مختلف ذریعے سوچے لیکن بفضل خدا کچھ نہ ہوا۔ خدا کا ہاتھ جسکے سر پر ہوتا ہے اُسکا کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا
ع دشمن اگر قوی است نگہباں قوی تر است + قاضی اجودہن نے حتی الامکان تکلیف دہی میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ شہاب الدین ساحر کی لڑکی نے سحر کیا لیکن کوئی وار کارگر ہوا۔ آپنے بنظر ترحم اپنے مخالفین سے کبھی انتقام لینے کا خیال بھی نہ کیا۔ اور ہمیشہ معافی دی +

مولانا محمد قاسم فرشتہ نے حضرت شیخ رح کی کرامات کا ذکر کیا ہی لیکن وہ سب بزم فرید ترجمہ راحت القلوب میں مرقوم ہیں۔ بلکہ اُس کتاب میں جسقدر حالات حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے درج فرمائے ہیں۔ اُنکا عشر عشیر بھی مولانا فرشتہ نے نہیں لکھا۔ میں نے قصداً اُن کرامات کا ذکر حذف کر دیا ہی۔ اگر ناظرین کلی طور پر ملاحظہ فرمانا چاہیں تو بزم فرید[1] ضرور دیکھیں +

حضرت شیخ نظام الدین سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "حضرت باباصاحب رح کا وصال ۹۵ سال کی عمر میں شب پنجشنبہ ماہ محرم سنہ ۶۶۴ ہجری میں ہوا" مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حسب وصیت جامہ عطیہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان الاولیاء کو عطا فرماکر سجادہ نشینی کی خوشخبری دی۔ کاسہ و عصا حضرت شیخ رح کے فرزندوں کے پاس رہا +

تذکرۃ الاتقیا میں ذکر ہے کہ فرمان سجادہ نشینی حضرت سلطان الاولیاء رح کے حق میں حضرت باباصاحب نے تحریر فرماکر حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی کے پاس بھیجا اُنھوں نے خوش ہوکر یہ بیت اُس میں درج کی ؎

[1] کتاب ہذا نو آنے (۹ ر) میں دفتر نظام المشائخ۔ کوچہ چیلان دہلی سے مل سکتی ہے ۱۲

"یہ بزم فرید کے ٹائیٹل کی نقل ہے۔ بالکل ایسا ہی کاغذ، ایسی ہی لکھائی اسی ہی چھپائی دیکھ لیجیے گا"،

بزم فرید

۱۳۳۱ھ

ملک المشائخ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس اللہ سرہ کے اعمال و اقوال کا مجموعہ

کل صوفی اور غیر صوفی مسلمانوں کے پاس رہنے کے لائق کتاب

جسے

سلطان الاولیا محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی

میں راحت القلوب کے نام سے ترتیب دیا تھا

اب

ملا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ

و مترجم جاماسپ نامہ و انوار التحقیق وغیرہ نے اسکو سلیس اور بامحاورہ اردو

کا لباس پہنایا اور خادم الفقرا سید منظور احمد عبادی نے مترجم موصوف کے

درویش پریس دہلی میں چھپوا کے

دفتر نظام المشائخ دہلی سے شائع کیا،

(قیمت فی جلد مع محصول ڈاک ۹ ر بذریعہ وی پی ۱۰ ر)

نظام المشائخ

روحانی تسکین کا ماہوار رسالہ

مذہب، اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ
جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان
نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی
وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخکو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقراء **محمد الواحدی** دہلوی

قیمت سالانہ مع محصولڈاک ششماہی

مقام اشاعت دار السلطنت دہلی۔ کوچہ چیلان

مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

نظام المشائخ

جلد ۳ | بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۳۰ ہجری | نمبر ۸

فہرست مضامین

شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	[illegible]	جناب شہزادہ مرزا محمد اشرف صاحب گورگانی دہلوی	۱
۲	اشراق جام و خمریات	صوفی	۳۰
۳	توجہ	جناب مولوی حکیم محمد عارف صاحب حبیب [illegible] سیندھ	۳۷
۴	کلمات سیدنا علیؓ	جناب مولوی محمد خان صاحب	۴۱
۵	حکمت و موعظت	جناب مولانا شیخ نورالدین صاحب تاجر پیر گوجرانوالہ	۴۴
۶	عید الفطر	ماخوذ از خطیب	۴۹
۷	[illegible]	جناب مولوی نواب علی صاحب برق پرنسپل رسالہ آبیات کانپور	۵۲
۸	ارشاد [illegible]	جناب مولانا ابو البیان محمد رضا صاحب رضا صدیقی	۵۶
۹	تضمین بر غزل حضرت [illegible]	جناب مولانا محمد عبد الرزاق صاحب مجمی مست سخن	[illegible]
۱۰	قانون مذہب	جناب عبد المجید صاحب صدیقی	۵۸
۱۱	تازہ تحقیق از [illegible]	متعدد حضرات	۵۹
۱۲	دست سوال	[illegible]	۶۲
۱۳	مشاہیر مشائخ ہند	جناب مولوی محمد شفیع الدین خان صاحب مرادآبادی	۶۵
۱۴	اشتہارات	مختلف اشتہار دہندگان	۷۳

نمبر ۴ جلد ۱۳

بسم الله الرحمن الرحیم

نظام المشائخ

دردِ دل

ہمارے محترم دوست حضرت شہزادہ مرزا محمد اشرف صاحب (گورگانی) بی اے جن کا یہ قابل قدر مضمون ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اُن چند سلیم المذاق لوگوں میں سے ہیں جو فطرت سے صلاح و تقوٰے کا تخم اپنی طبیعتوں میں لیکر آئے ہیں۔ اور علی الخصوص اسوقت اس فطری سلامت روی اور طبعی صلاحیت کی قدر اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ اس انگریزی داں طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جسکے تمام افراد (الا ماشاءاللہ) اس مذاق سے اک تفاوتِ بعید رکھتے ہیں۔ مرزا صاحب موصوف نے اپنے جن سچے جذبات و پُرخلوص خیالات کا اظہار اس مضمون میں کیا ہے، وہ نہ صرف اس وجہ سے لائق ستایش ہیں کہ اُن سے مرزا صاحب کی مذہبیت کیطرف سے ہمکو اک نہایت خوشگوار خیال قائم کرنے کا موقع ملتا ہے بلکہ وہ

اس سبب سے بھی قابلِ نمایش ہیں کہ اگر ہم اُن پر غور و تامل کریں تو اپنی اس حیاتِ آوارہ کے لیئے انکے اندر اک دلیلِ راہ، اک شاہراہ مستقیم اور اک مامن و مستقر پا سکتے ہیں۔ جس درد و محبت سے اُنھوں نے اس مضمون میں انگریزی حضرات کو مخاطب کیا ہے وہ نہ صرف اس لیئے قابلِ تعریف ہی کہ اُس سے اُن کے خلوص کا پتہ چلتا ہے بلکہ وہ اس وجہ سے بھی طالبِ تحسین ہے کہ اُس نے ہماری عملی زندگی کا اک ایسا پروگرام پیش کیا ہے کہ اگر ہم اُسپر کاربند ہو جائیں، تو ہمارے نزدیک وہ سب باتیں آسان ہو جائیں جو آج ہمیں مشکل نظر آرہی ہیں۔ اور ہم ہر اُس چیز کو حاصل کر سکیں جسکی تمنائیں کم و بیش ہر شخص کو مضطر و بیقرار بنائے ہوئے ہیں۔

مرزا صاحب کا اس مضمون میں صرف حضرات گریجوئیٹ کو مخاطب بنانا اگر انگریزی نہ جاننے والے حضرات کے ساتھ کسی حسنِ ظن کی بنا پر نہیں ہے تو شاید اس بنا پر ضرور ہے کہ وہ سب سے پہلے اُنہیں سے خطاب کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں لیکن وہ قیمتی نصائح، وہ دل میں گھر کرنے والے الفاظ ایسے نہیں کہ اور لوگ اُس سے اپنے تئیں بے نیاز سمجھیں۔ کیونکہ میرے نزدیک وہ لوگ بہت زیادہ قابلِ بحث ہیں، جو باوصف اس دعوے کے کہ وہ مذہب کے دلدادہ ہیں، باوصف اس دلیل کے کہ مغربیت سے وہ متاثر نہیں ہوئے۔ باوصف اسکے کہ کوئی ترغیب مذہب سے انحراف پیدا کرنیوالی اُنکی مذہبیت کی آزمایش کرنیکے لیئے موجود نہیں ہی مگر مذہب سے نابلد ہیں۔ تعلیمات قرآنی سے ناواقف اور اجنبی ہیں۔ اگر انگریزی دان طبقہ ہمارے مرض کا علاج ہونے کے لیئے تیار نہیں تو اسپر صرف یہ الزام ہی کہ اُسنے ترغیبات ناجائز کا مقابلہ کیوں نہیں کیا۔ اور اُنھوں نے اک خدشہ میں پڑکر اُس سے نکلنے کی کوشش کیوں نہیں کی لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان لوگوں کے پاس کیا جواب ہے اور وہ حضرات کس طرح اس الزام کو اپنے سر سے رفع کر سکتے ہیں۔ جنھوں نے بلا کسی سبب کے بلا کسی ترغیب و اجبار کے، بغیر کسی تشویق و توقع آیندہ کے اُس چیز کو اپنے ہاتھ سے دیدیا جس کے عوض میں انہیں عطریات مغربی کی ہلکی سی ہلکی نکہت بھی

نصیب نہیں ہوئی۔ اس میں کلام نہیں کہ اس دبائے عامہ میں جسکا اثر ادنےٰ و اعلےٰ، امیر و غریب، سب پر یکساں ہے، صرف انگریزی داں طبقہ ہی اس طرف توجہ کرے تو امیدیں مایوسی کی جگہ لے سکتی ہیں۔ اور وہ طریقۂ کار ہمارے ہاتھ آسکتا ہے جس میں کامیابی کی صورتیں زیادہ یقینی و مستحکم ہیں۔ کیونکہ جس طرح بادشاہ وقت کی معاشرت اور مذہبیت کا اثر رعایا پر پڑتا ہے، اسی طرح طبقۂ اُمرا کی معاشرت اور اُنکی عادتیں اوسط و ادنےٰ طبقات میں اپنا اثر پیدا کرتی ہیں۔ اور چونکہ انگریزی حضرات اکثر صورت میں سر برآوردہ و دولتمند گروہ سے متعلق ہیں۔ اس لیئے اگر اُنکی حالتوں میں کوئی ایسا تغیر ہوا تو یہ امر یقینی ہے کہ اُسکا اثر اور لوگوں پر نہایت اچھا پڑے گا، اور اُنکو جو تاہی و کاہلی خواہشیں اپنے دلمیں لیئے ہوئے ہیں شرم آئے گی کہ جب اس فیشن کے دلدادگان اولین نے اسکو ترک کر دیا تو ہماری یہ تمنا سخت لایعنی ہے۔ اور جب اُنھوں نے مذہب کی جانب توجہ کی تو ہمارا انحراف کیا معنی رکھتا ہے۔

جو لب و لہجہ اور انداز بیان مرزا صاحب نے اختیار کیا ہے وہ بہت دلنشیں ہے۔ اور غالباً اِسکی وجہ یہی ہے کہ یہ باتیں اُنکے دل سے نکلی ہیں۔ اور اُنکو اسلام کا سچا درد ہے، کاش اگر تمام انگریزی داں حضرات انہیں خیالات کی تربیت اپنے دماغوں میں کریں اور کوشش کرکے اِسکے مطابق اپنی عملی زندگی کی اک نئی بنیاد ڈالنے کی کوشش کریں، تو بہت جلد قوم کی قوم کی کایا پلٹ سکتی ہے اور ہم اُس حقیقی شگفتگی، اُس سچی مسرت کو پھر پاسکتے ہیں جو عرصہ ہوا ہمارے دلوں اور ہماری ہستیوں سے مفقود ہو چکی ہے۔ خدا کرے مرزا صاحب کے لیئے وہ اسباب فراہم ہو جائیں کہ وہ نہایت آزادانہ طور سے خود ہی پہلے اِسکی بنیاد اس انداز سے ڈالیں جو دوسروں کے لیئے عملی نمونہ بن سکے، کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ اُن میں اک ریفارمرانہ روح موجود ہے۔ جو مذہبی شیفتگی سے معمور ہے۔

ہم نہایت شکریہ کے ساتھ اِس مضمون کو رسالہ کے صفحات لوتیں میں جگہ دیتے ہیں۔ اور ہر چند اِس نے بہت سے صفحات گھیر لئے ہیں اور غالبًا اتنے ہی صفحات پر آئندہ بھی محیط ہوگا، لیکن مضمون کی شگفتگی، اندازِ بیان کی شوخی اور زبان کی سلاست اِس طوالت کو محسوس نہ ہونے دیگی۔ اور قارئین کرام ہمیں امید ہے کہ نہایت شوق و دلچسپی سے پڑھیں گے۔ اور کوشش کرینگے کہ وہ مرزا صاحب کے جذبات کا اک گہرا نقش اپنے دلوں میں پیدا کریں +
(اڈیٹر)

میرے محترم دوست خان بہادر نواب غلام محمد حسن خاں صاحب بی اے رئیس دہلی (مرحوم و مغفور) گریجوئیٹ سوسائٹی کے واسطے ایک نہایت پاکیزہ اور قابل تقلید نمونہ تھے۔ مرحوم کی فطرتی صالحیت۔ اخلاق کی وسعت۔ ہر دلعزیزی خلوص۔ شرع میں ڈوبا ہوا تصوف۔ طہارت خیال۔ علمی مذاق۔ تاریخ و پولیٹکس کی وسیع معلومات۔ علوم جدیدہ سے عقائدِ شرعیہ کی خدمت لینے کی لیاقت۔ باوجود جاہ و ثروت کے اسلامی مسکنت۔ اتباع شریعت وغیرہ ایسی صفات تھیں جنکا مجموعہ موجودہ و آئندہ گریجوئیٹوں میں ملنا توقع کے خلاف نظر آتا ہے۔ اُن کی یاد اِس مضمون میں میری مددگار رہی ہے۔ اِس لیئے یہ مضمون اُنکی یادگار کے طور پر شائع کرتا ہوں۔ مرحوم میرے آئیڈیل کی زندہ مثال تھے۔ خدائے کریم اُس بے نظیر صالح جواں مرگ کو منزل قرب میں جگہ دے۔ رسول کریمؐ کی عنایت اُن پر ہمیشہ مبذول رکھے۔ اور اُن کی صالحیت اُن کی اولاد کو رزق فرمائے +

خاکسار
محمد اشرف بزمی (گوڑگانی) دہلوی

از بہاولپور

(دیکھو صفحہ ۵)

حامداً و مصلیاً

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمد اللہ و نحمدہٗ و نستعینہٗ

و نصلی علی خیر الکائنات نستشفعہٗ

درد دل

بخدمت باعظمت برادران ذیشان گریجویٹ صاحبان اہل اسلام سلمہم اللہ تعالیٰ و مندفہم توفیقاً حسنا

خدائے پاک و بے چون کو سجود ۔ نبیؐ پاک پر سلام و درود

بھائی گریجویٹ صاحبان ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہٗ

یہ خط ایک عاجزانہ التماس ہے ۔ بھائی کی طرف سے بھائیوں کے نام ۔ دردمند کی طرف سے ہمدردوں کے نام ۔ بے کار کی طرف سے باکاروں کے نام ۔ خاک نشین کی طرف کرسی نشینوں کے نام ۔ کمبل پوش آقا کے غلام کی طرف سے شال پوشوں کے نام ۔ دیوانہ کی طرف سے ہوشیاروں کے نام ۔ منت کرنے والے کی طرف سے ماننے والوں کے نام ٭

واللہ المستعان و علیہ التکلان و ما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء

جانِ برادر ۔ آپ سلامتی سے گریجویٹ ہیں ۔ ذہانت مسلّم ۔ لیاقت مانی ہوئی علم و اقفیت تسلیم شدہ ۔ صائب الرائی ایسی کہ باید و شاید ۔ فلسفہ کا میدان طے کر چکے ۔ سائنس کی ریگستان میں قطع مراحل کر چکے ۔ اخلاق کی کتابوں کے ورق اُلٹ چکے ۔ تاریخ کی تصاویر آپ کے نگارخانہ دلمیں آویزاں ہیں ۔ اختراع و ایجاد کے تماشے آپنے دیکھ لیے ۔ کچھ شک نہیں کہ آپ لائق ہیں ۔ فائق ہیں ۔ سب سے بڑی قابل قدر بات یہ ہے کہ آپ حق کو حق ۔ باطل کو باطل جاننے کی قابلیت رکھتے ہیں ۔ اور دونوں کے فرق کا صحیح اندازہ بھی کر سکتے ہیں ۔ علم بھی رکھتے ہیں اور یقین بھی ۔ قوت فیصلہ آپکی قابل رشک ہے ۔ ساتھ ہی مطالعہ کے بھی شوقین ہیں حتی کہ اخباروں میں اشتہارات تک پڑھ ڈالتے ہیں ۔ اس مجموعی استعداد کے ساتھ یہ خوبی بھی ہے ۔ جسکے آج کل بڑے لالے پڑے

ہوئے ہیں کہ آپ مسلمان ہیں۔کلمہ گو ہیں۔کتاب اللہ پر ایمان بھی رکھتے ہیں۔اُسکے معنی بھی شاید سمجھتے ہیں۔ الحمدللہ علی احسانہ۔ ان جملہ امور کو پیش نظر رکھکر مجکو یہ جرأت ہوتی ہے کہ میں چند منٹ آپکے آرام و تفریح کے اوقات پر دست اندازی کرکے سمع خراشی کروں اور ان صفحات پر آپ کی تیز دوڑ نظر کو اتنی دیر مشغول رکھوں جتنی دیر میں آپ ایک مصری سگرٹ کی خوشنما ہستی کو خاکستر میں منتقل کریں۔

میرا سوال جسکا جواب آپ کے کانشنس سے مانگتا ہوں۔یہ ہے کہ جس کتاب پر آپ اپنا ایمان سمجھتے ہیں۔کیا اس حیثیت سے کبھی کبھی ان ذمہ داریوں پر بھی غور فرماتے ہیں جو اُس کتاب پر ایمان لانے کی وجہ سے آپ پر عائد ہوتی ہیں۔کیا آپ کو اس بات کا پورا احساس ہے کہ اس صحیفہ کے ماننے والے پر عقائد و اعمال کے لحاظ سے کیا ماننا کیا نہ ماننا کیا کرنا کیا نہ کرنا۔لازم آتا ہے۔کیا آپ کو یہ معلوم ہے کہ الٰہیات۔نبوات۔معاش۔معاد قضا و قدر۔جزا و سزا۔معاملات وغیرہ کی نسبت کیا کیا تسلیم کرنا پڑتا ہے۔اور پھر اوامر و نواہی کی تعمیل بلا شائبہ ریب۔بلا کم و کاست۔بلا تبدیل و تاویل۔انگریزی ملازمت کی طرح پوری صحت و اوقات کی پابندی کے ساتھ اور مزید برآں پورے خلوص نیت و احساس عبودیت کے ساتھ۔بجالانی فرض عین ہے۔جب یہ سب کچھ آپ کو معلوم ہے۔اور سب کی فرضیت آپ کو تسلیم ہے تو کوئی وجہ معقول قابل پذیرائی آپ پیش کرسکتے ہیں کہ احکام الٰہی اور اُنکی بہترین تفسیر یعنی ارشادات رسول مقبولؐ کی طرف سے اتنی سرد مہری علی الاعلان اور بہا ہمی کے ساتھ کیوں ہے۔اور ترک فرض پر جو آپ کی جماعت کی ایک مشترکہ کمزوری ہے کیوں اصرار ہے۔کیا فرض مفوض کو چھوڑ دینے اور ظاہر شرع کی طرف سے روگردانی کرنے کی وجوہات سستی۔غفلت۔مصروفیت۔عدم میلان طبع اور بدتر از ہمہ بدعقیدگی کے سوا اور کچھ بھی پیش کرسکتے ہیں؟ اسکا جواب اگر جنٹلمینی سد راہ نہوئی اور جہالت کے ساتھ جہالت رفع نہ کی گئی۔تو نفی کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔کیا آپ دین اسلام کی اہمیت۔سوسائٹی کیلئے مفید ہونے اور اس فائدہ کو بذریعہ تعمیل احکام الٰہی حاصل کرنیکے اتنے بھی قائل نہیں ہیں۔جتنا تھیوسوفیکل سوسائٹی کے لیڈر مانتے ہیں۔دین الٰہی کو کسقدر

شکوہ کا مقام ہم سے پیدا ہو سکتا ہی کہ اغیار ہمارے دین کی حمایت میں قلم اٹھائیں۔ اور ہم خود اپنے دین کی اصول۔ و عملاً مخالفت کریں۔ اور پھر اپنے آپ کو مسلمان کہیں اور سمجھیں۔ اور ایسا نہ سمجھنے والوں سے ناراض ہوں۔ ہماری پوزیشن کسقدر شرمناک ہے کہ اس مقدس کتاب کو کبھی کھولکر۔ دیکھیں۔ اور حدیث نبوی کو جو اس وقت اردو میں موجود ہے۔ ایک تاریخی کتاب سمجھکر بھی نہ پڑہیں اور پڑہیں تو عیسائی مصنفین کی وہ تصانیف پڑہیں جن میں انھوں نے اسلام پر قلم اٹھائی ہے۔ شیخ عبدالحق رح شاہ ولی اللہ رح شاہ عبدالعزیز رح مجدد الف ثانی رح سے تو ہم اسلام نہ سیکھیں اور ڈیون پورٹ آڈم کی اپالوجی۔ اور مسز اینی بسنٹ کے لکچروں کو تعلیم اسلام سمجھیں۔ اگر اپنے گھر کے علما کی قلم یا زبان سے تائید اسلام کی صدا پیدا ہو تو اسکو نظر انداز کریں (گھر کی مرغی دال برابر) اور اگر یورپ کا کوئی مصنف اسلام کی اتنی بھی تعریف کردے جتنی عربی گھوڑے کی کی جاتی ہے۔ تو ہم شکریہ کے ساتھ اسپر غور کریں حالانکہ یورپ کی تعلیم یافتہ جماعت کو جیسا کچھ تعلق مذہب سے آج ہے یا آجتک رہا ہے وہ بھی آپ کو معلوم ہے۔ بعض صورتوں میں تو جنون بانیجا رسیدہ است کہ اگر یورپ کی کسوٹی پر اسلام کا سونا کھرا نکلے تو ہم قبول کرنے کو آمادہ ہیں۔ نہیں تو دین حقہ کو ایک مجموعہ قیانوسی خیالات کا سمجھنے اور اُنپر جرح و استہزا کرنے کو تیار ہیں۔ اگر تو ستوڈی سے ایک دفعہ ہی سُن لیں کہ ہر زمانہ کا مذہب اُس زمانہ کا سائنس ہی ہوتا ہے اور جدید سائنس کے مطابق جدید مذہب ہونا چاہئیے تو ہم اس لایعنی مقولہ کو وقعت دینے پر آمادہ ہیں۔ اگر کوئی عالم ہمارے سامنے کہدے کہ ان الدین عند اللہ الاسلام تو اسکا اثر ہمپر میرے کے سرمہ کے اشتہار سے زیادہ نہو۔ یہ غلامی اُس غلامی سے زیادہ بدتر ہے جو ایک زمانہ میں یونان و روم میں رائج تھی۔ اُس غلامی کی کچھ قیمت ہوتی تھی۔ اس غلامی میں ایمان تک بلاقیمت جارہا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

عقائد کی تو یہ حالت ہی۔ عملی حالت اس سے بھی زیادہ ابتر و خطرناک ہے۔ عقائد میں تو آپ کا شریک یا متبع وہی ہو گا جو آپ جیسا تعلیم یافتہ ہو۔ عوام الناس پر اس کا اثر نہیں پہنچتا۔ الحمدللہ علی احسانہ۔ لیکن ظاہر شرع کو عملاً پامال کرنے سے آپ ایک ایسی مثال

مثال علی الاعلان قائم کر رہے ہیں کہ جسکا نہونا بہتر ہے۔ اور جس کا دبال آپ کی گردن پر ہے ایک جدید پروگرام عملی زندگی کا آپ کی زندہ مثال سے تیار ہو رہا ہے۔ جس میں خدا ہے نہ رسولؐ۔ نہ تلاوتِ قرآن ہے نہ مطالعہ حدیث و سیر۔ نہ نماز ہے نہ روزہ۔ نہ حج ہے نہ زکوٰۃ۔ نہ اسلامی سادگی ہے نہ میانہ روی۔ نہ کفایت نہ ایثار۔ نہ سخاوت۔ حتیٰ کہ ڈاڑھی نہ مونچھ۔ ایک نئی قسم کی فقہ تیار ہوتی چلی جاتی ہے۔ جس میں اسلامی قیود سے آزاد کانشنس امام بنی ہوئی ہے۔ آرام۔ آسائش۔ تکلفات۔ تفریح۔ تضیع اوقات۔ خورد و نوش۔ معاملت ہر چیز میں تتبع یورپ کا فرض عین ہوگا۔ ماکولات و مشروبات میں حلت و حرمت کا کوئی دخل نہو گا۔ طہارت کے اصول بالائے طاق رکھے جائینگے۔ حفظانِ صحت کے اصول حلال و حرام۔ طاہر و غیر طاہر کا فیصلہ کرینگے۔ لباس و غذا میں ملکی ضرورت۔ موسم۔ آب و ہوا۔ سوسائٹی حیثیت کا کوئی خیال نہوگا۔ الناس علیٰ (فیشن) ملوکہم سوسائٹی کا فوٹو قرار پائے گا جبتک جیو خوش رہو۔ کھاؤ اڑاؤ مزے کرو۔ یہ اخلاقی فلسفہ رہجائینگے ؎

مے بہ مے نوشان دست بزن پائے بکوب   در خرابات نہ از بہر نماز آمدہ (صائب)

عمر خیام کی روح نے یورپ میں اپنے نام پر کلب کھلوا دیئے۔ اس قرضہ کو اتارنے کے لیئے آپ پر نیکس کی روح اپنے پر پھیلا کر سایہ کرے گی۔ روزے کو قواعد صحت کے منافی آئینگے نماز کو جدید روحانیت بے کار و غیر ضروری قرار دے گی۔ زکوٰۃ علم اقتصادی کے خلاف ہوگی حج ایک غیر مفید اور پر صعوبت سفر قرار دیا جائے گا۔ اور اوامر و نواہی سمٹ کر غالب کے دو مصرعوں میں آجائینگے ؎

لا تقربوا الصلوٰۃ۔ زنہیم بخاطر است   واز امر یاد ماندہ کلوا واشربوا مرا

اس مستقبل کی ابتدا بڑی ثابت قدمی کے ساتھ آپ نے شروع کر دی ہے۔ اس نئی اصلاح کا جھنڈا آپکے ہاتھ میں ہے۔ خدا جلدی وہ دن لائے کہ آپکے ہاتھوں ہی یہ جھنڈا سرنگوں ہو +

بھائی گریجویٹ صاحبان! جس فقہ نو ایجاد پر اس وقت آپ کی مسلمان سوسائٹی چل رہی ہے اُسپر غور کرنیسے آپ خود ان نتائج پر پہنچیں گے +

۱- کوئی فرض فرض نہیں ہے۔ ہر فرض کے ترک کرنیکے لیے تاویل نکل سکتی ہے +

۲- حدیث ایک مجموعہ روایات ہے۔ اسلیئے قابل غور نہیں۔ حالانکہ آپ خود تسلیم کرتے ہیں اور کرنا پڑے گا کہ دنیا میں کسی تاریخ کی کتاب کی اتنی چھان بین نہیں ہوئی جتنی اس فن کی ہوئی +

۳- ترک فرض و سنت کی عادت پختہ کرنی چاہیئے تاکہ ہماری زندہ مثال سے ہماری اولاد اور عوام کو بھی ایسی ہی ترغیب ہو +

۴- زکوٰۃ نصابی قابل ترک چیز ہے۔ قوم کے ساتھ جیب خاص سے ہمدردی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہر شخص اپنے حالات کا آپ ذمہ دار ہے +

۵- ایک ایسی نسل پیدا کی جائے جسکو قیود مذہبی سے کامل آزادی ہو جو علوم دینیہ سے نابلد ہو۔ جن کی علمی و اخلاقی حالت نہایت درجہ جہاز کے ملاحوں کے مشابہ ہو +

۶- معیار آسایش بلند کرنا چاہیئے۔ اسراف دلیل عزت ہے۔ عاقبت اندیشی و میانہ روی کی ضرورت نہیں +

۷- علما کی نسل منقطع ہو جائے۔ اور امت کی باگ آپکے ہاتھ میں آجائے +

۸- یورپ کی جفاکشی۔ محنت۔ غور و فکر۔ معاملہ فہمی وغیرہ خوبیوں کو نظر انداز کیا جائے اُن کے عیوب دلی فیاضی کے ساتھ اختیار کیئے جائیں۔ اور غلامانہ بے بصیرتی کے ساتھ اُنکی پیروی کی جائے +

۹- قرآن و حدیث کو طاق نسیاں میں رکھکر بلکہ اوٹ آف پرنٹ (متروک الاشاعت) کرکے بدعقیدتی کی اشاعت کی جائے۔ خدا کو دوزخ پیدا کرنے کی علت میں ظالم قرار دیا جائے۔ جنت کو بوالہوسوں کی فرودگاہ بنایا جائے۔ حساب کتاب کا بیکار محکمہ تخفیف کیا جائے۔ قیامت ناممکن ٹہیرائی جائے۔ ازلیت و ابدیت سب مادہ کو دے دی جائے +

۱۰- خدا کی طرف کسی طرح رجوع نہ کرنا چاہیئے۔ کس کا فکر عذاب و ثواب۔ جب تک جیو۔ خوش رہو + تمت بالخیر +

العظمۃ للہ ۔ کتنا بڑا شاندار مستقبل آپ نے اپنے واسطے تجویز کیا ہے ۔ صحابہ کرامؓ سے لیکر علمائے حال تک کی ساڑھے تیرہ سو برس کی کوشش کو ملیامیٹ کرنے کا بیڑا آپ نے اُٹھایا ہے ۔ ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند ۔ +

جانِ برادر ! تم نے اُس نیک ماں کا دودھ پیا تھا جو عفت وحیا ۔ دین داری محبت مادری ۔ خدا کی طاعت ۔ رسولؐ کی اطاعت ۔ شوہر کی فرمانبرداری ۔ اور اسلامی سادگی و ایثار کا ایک نہایت پاکیزہ نمونہ تھی ۔ کیا یہی اُسکا اثر ہے ؟ اگر تمہارے آبا و اجداد اُن برادریوں میں سے ہوتے جو اس وقت ہندوستان کی متواتر قحط سالیوں میں پادری صاحبان کے ہاتھ لگ گئیں ۔ اور ڈبل چین کا کوٹ پتلون پہنکر جمرو ا اور گھسیٹا سے ابراہام و جیکب بن گئیں تو ہم کو عجب آجاتا کہ نہ پہلے کچھ تھا نہ اب کچھ ہے ۔ مگر تم تو اُن واجب الاحترام بزرگوں کی اولاد ہو ۔ جن کی پیشانی پر سجدہ کا نشان تھا ۔ ہاتھ میں تسبیح تھی ۔ لب پر درود تھا رسولؐ پر فدا تھے ۔ دل میں نور اسلام تھا ۔ خدا کے بندے تھے ۔ مسلمان تھے ۔ اور آیۂ وما خلقت الجن والانس الالیعبدون ۔ ہر وقت اُنکی آنکھوں کے سامنے رہتی تھی ساتھ ہی دنیا کی بداخلاقی کی اصلاح کے لیۓ عقل و فراست اور دست و بازو رکھتے تھے ان ماں باپ کی اولاد میں سے آپ کی سوسائٹی کا پیدا ہونا قانون وراثت کے خلاف ہے ۔ البتہ اب آپ کی اولاد میں سے جیسے نفوس قدسیہ ظاہر ہوں ہو سکتے ہیں ۔ بشرطیکہ آپ نے اپنی خبر نہ لی +

حضرات ! سُنیئے ۔ اور ہوشیار ہوکر اور اپنی حالت کو پیش نظر رکھکر سُنیئے ۔ آپ اسوقت تمام ہندوستان میں جماعت علماء پر پورا غلبہ پاچکے ہیں ۔ وہ غریب ہیں آپ امیر ہیں ۔ وہ نوٹس میں نہیں آتے آپ آتے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں اور اُنکی کوئی نہیں سنتا آپ نہیں کہتے اور آپ کی سُنی جاتی ہے ۔ اُن کی شخصیت کا توجہ عامہ پر مطالبہ ساقط ہو چکا آپ کی شخصیت بے زبانی کی حالت میں وہ زبان رکھتی ہے کہ بغیر ایک لفظ مُنہ سے نکالے جوان طبائع کو اپنے سانچے میں ڈھالتی چلی جاتی ہے ۔ آپ جنٹلمین ہیں ۔ طرحدار ۔ قطعدار ۔ وضعدار ہیں ۔ صاحب حکومت ہیں خطاب یافتہ ہیں ۔ کم از کم بی اے ہیں ۔ وہ بیچارے

شمس العلما، چھوڑ ورثۃ العلما بھی نہیں۔ عوام آپ کی زیارت کرتے ہی آپ کے پیچھے نیت باندھیں گے۔ علما کو اول تو کوئی دیکھتا ہی نہیں سو دیکھتا ہے تو اُن کی سُنتا نہیں سُنتا ہے تو مانتا نہیں (الا ما رحم ربی) گویا ہندوستان کے مسلمانوں کے واسطے جو کچھ ہیں آپ ہی ہیں۔ اور آئندہ بھی آپ ہی ہوں گے۔ اور جو کچھ بنیں گے باقی بھی وہی بنیں گے یا بننے کی حرص کرینگے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ امت محمدی کی گلہ بانی آپ کس طرح کرتے ہیں بچھڑے ہوئے گلہ کو آپ کدھر لے جاتے ہیں۔ گھیر کر۔ اکٹھا کرکے۔ اپنے حجازی سردار کے دروازے پر لیجاتے ہیں۔ یا اس دروازے کو بھولکر فِی کُلِّ وَادٍ یَّهِیمُوْنَ کی سیر خود ہی فرماتے ہیں۔ اور ان غریبوں کو بھی کراتے ہیں۔ جن پر آپ کی فیشن پرستی اور دین فروشی کا اثر پڑ رہا ہے۔ قیامت میں دیکھا جائے گا کہ آپ اپنے شفیعؐ کے سامنے شرمندہ شکل سر نگوں کھڑے ہوتے ہیں یا اس خطاب کے مستحق ثابت ہوتے ہیں کہ:۔

اے میری قوت بازو۔ آ۔ اور لوائے احمدؐ کے نیچے بیٹھ۔

اللھم ارزقنا رافۃ نبیک فی یوم القیامۃ۔

عزیزان من۔ سوال یہ ہے کہ وہ کون کون سے اسباب ہیں جنسے اس خطرناک حالت کا پیدا ہونا یقینی ہوگیا ہے۔ یہ اسباب آپ خود معلوم کرسکتے ہیں۔ آپ ہی کا فرض ہے کہ معلوم کریں۔ ذرا غور کیجئے تو معلوم ہوجائے کہ آپ کا ظاہر و باطن خود آپ کی توجہ کا محتاج ہے۔ دوسرے سے کیوں کہوائیں آپ خود ہی سوچ لیں۔ لقمان کو حکمت کون سکھائے گا مگر شرط یہ ہے کہ آپ ان اسباب پر لاک۔ برکلے۔ ہیوم۔ مِل وغیرہ کے چیلے بن کر غور نہ کریں۔ بلکہ محض کامن سنس (فراست عامہ) سے قرآن کی روشنی میں کام لیں یورپ کا فلسفہ خود یورپ ہی کے واسطے کوئی معیار نہیں قائم کرسکا تو ہمارے واسطے کیا کرے گا۔ ہمارا معیار وہی ہے جو ہمارا قانون ہے۔ یعنی قرآن مجید۔ اور یہی ہمارا دستور العمل ہونا چاہیئے۔ اس دستور العمل پر سب سے پہلا عامل اور اسکا سب سے بڑا شارح وہ نفس زکی و مزکی۔ طاہر و مُطہِر تھا (صلی اللہ علیہ وسلم) جس کی زبان پاک سے اس قانون نے اشاعت پائی۔ اسلیئے ہم اپنی فراست عامہ کو کام میں لاتے وقت ملحوظ رکھیں گے کہ ہم احکام الٰہی

کی حدود اور ضابطہ نبویؐ کی سرحد سے باہر نہ نکل جائیں۔ اس اصول موضوعہ کو پیش نظر رکھکر اپنی ظاہری زندگی اور دل کی کیفیت پر غور کیجئے۔ پھر جو کچھ فکر سلیم سے نتیجہ نکلے اُسے تسلیم کیجئے۔ پہلے ظاہری زندگی کے فقط دو چار پہلو لیجئے۔ مثلاً۔

بود و باش۔ اسمیں دورنگی کا رنگ موجود ہے۔ آپ کا میلان طبع مغربی۔ مگر ایمان وعقائد مشرقی۔ مذاق مغربی مگر حیثیت و ضروریات مشرقی۔ لباس مغربی ملک و آب ہوا مشرقی۔ اکل و شرب مغربی۔ جسمانی ضروریات مشرقی۔ میاں مغربی (صاحب بہادر) بیوی مشرقی (بیگم صاحبہ) بچے نیم مسٹر۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ دورنگی ضرورت کے خلاف ہے عقل کے خلاف ہے۔ فطرت کے خلاف ہے۔ مسلم سوسائٹی کے خلاف ہے۔ اور خود آپ کی طبیعت کے خلاف ہے۔ چاہے آپ اسکو محسوس نہ کریں۔ فائدہ تو اسکا شاید آپکو ہی معلوم ہوگا۔ مگر نقصانات اسکے ہر اک کو معلوم ہو رہے ہیں۔ اور زیادہ کھُلتے جاتے ہیں سب سے بڑا ظلم جو اس روش کے اختیار کرنے میں آپ اپنے نفس اور اپنے متعلقین پر کر رہے ہیں یہ ہے کہ جو کچھ آپ کر رہے ہیں۔ فقط تقلید یورپ سے کر رہے ہیں۔ کچھ ترکی وایرانی تقلید یورپ سے فائدہ اٹھایا کچھ آپ اُٹھائینگے۔ اس تقلید سے سوائے اسکے کہ اسراف کی عادت پختہ ہو جائے اور فکر عاقبت سے سبکدوشی حاصل ہو اور کچھ نہیں ملیگا۔ آپ کی اس مثال کا اثر جو آپکے حلقہ تعلق میں دوسروں پر پڑے گا وہ بھی آپ ہی کے اعمالنامے میں درج ہوگا۔ آپکے ملک کے اہل حرفہ کا بھوکا مرنا غیر ممالک کی تجارت کا ترقی پانا۔ عادات کا تنزل۔ سادگی اور کفایت شعاری اور میانہ روی کا آپ کی قوم سے کوچ کر جانا۔ یورپ کی کمزوریوں کا آپ کی قوم میں پھیلنا۔ یہ سب کچھ آپکے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔ کیا آپ اپنے ہموطن ہندو بھائیوں کی خالص ہندوستانی زندگی پر کبھی غور فرماتے ہیں باوجود تعلیم کی ترقی کے وہ اپنے پُرانے ویدک زمانہ کی بود و باش کی طرف رجوع کرتے جاتے ہیں۔ ان کی غذا۔ اُنکی بود و باش۔ لباس۔ نشست برخاست۔ عقائد وہی ہیں جو پہلے تھے۔ جہاں ترمیم ہوئی ہے وہاں ملکی رنگ اور بھی گہرا ہو گیا ہے کفایت شعارانہ زندگی۔ تجارت۔ معاملہ فہمی سے تعلیم و دولت دونوں میں ترقی ہوتی چلی جاتی ہے۔ ان سے

مقابلہ میں اپنی لاابالی حالت کا اندازہ کیجئے اور خود ہی دل میں انصاف کیجئے۔ دنیا آپ خرچ کر بیٹھے۔ دین کا چنداں شوق نہیں۔ تو پھر آپکے پاس رہ کیا گیا۔ خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق کون بنا؟ اب فرمایئے کہ کس بات کی اکڑ رہ گئی؟

تربیت اولاد کو لیجئے۔ آپکے طبقے میں جو صاحب زیادہ صاحب حوصلہ صاحب شعور ذی مقدور ہیں۔ انکی غایت مراد یہ ہے (عام گریجویٹوں کا ذکر نہیں)۔ انکا آئیڈیل انتہا سے انتہا یہ ہے کہ ”ان کی اولاد یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کرے۔ عام واقفیت وسیع پیدا کرے۔ کسی ایک علم یا فن میں مہارت پیدا کرے۔ کیرکٹر کی بلندی حاصل ہو۔ صحت جسمانی صحیح ہو۔ معاش آبرو کے ساتھ ملے۔ پھولے۔ پھلے۔ بڑھے“ یہاں تک تو میں بھی آمین کہونگا لیکن اس پروگرام میں کہیں خدا و رسولؐ کا ذکر نہیں آیا۔ جو کچھ آپ چاہتے ہیں بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی آپ کا صاحبزادہ ایم اے۔ ایل ایل بی۔ یا بیرسٹر یا انجنیر یا ڈاکٹر یا سی ایس۔ ہو جائے۔ ہاں اگر وہ اچھا مسلمان بھی بن جائے تو اسکی دنیاوی حیثیت و مفاد میں کوئی کمی نہ آئے گی۔ بلکہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی قابلیت اسمیں زیادہ پیدا ہوگی۔ کیونکہ مغربی اور مشرقی تعلیم دونوں جب انکی ذات میں جمع ہونگی وہ خود عامۃ المسلمین سے زیادہ قریب ہیں گے۔ اگرچہ ان کی کوٹھی پر مسلمانوں کو انکے محافظ کُتّے نہ آنے دیں۔ مگر وہ خود کسی نہ کسی وقت محلہ کی مسجد میں اور ہر جمعہ کو جامع مسجد میں نظر آئینگے۔ جہاں ہر ادنےٰ و اعلےٰ ایک سطح پر ملتا ہے۔ اور حُبِ قومی اپنے اصلی معنی میں اسی جگہ پیدا ہو سکتی ہے۔ میرے اس خیال پر آپکے کان کیوں کھڑے ہو گئے۔ آپ انصاف سے فرمائیں کہ آپ نے جو پُرانی اور مذہبی تعلیم سے محروم ہیں اسوقت تک اہلِ اسلام ہند کے واسطے کیا کیا ہے؟ تجربہ سے تو یہی ثابت ہوا ہے کہ ایڈیل آدمی اسوقت تک انہیں حضرات میں پیدا ہوئے ہیں۔ جنہوں نے قدیم طرز کی تعلیم پائی تھی۔ اور قوم کی خدمت میں انہوں نے ہی کچھ کر کے دکھایا ہے۔ ملک کے لٹریچر میں انہیں کے قلم سے کچھ اضافہ ہوا ہے۔ قوم کے مجامع میں انہیں کے مونہہ سے کوئی بات ایسی نکلتی تھی کہ جو قوم کے دل میں جگہ پاتی تھی۔ آپنے (باستثنائے معدودے چند) جو انہیں پرانی روحوں کے

زیر اثر کام کرتے رہے) اسوقت تک کیا کیا ہے۔ سوائے اسکے کہ اپنا پیٹ پالا۔ اور میونسپلٹی کی سڑکیں اپنی ٹمٹموں اور فٹنوں سے توڑیں۔ اور آیندہ موٹروں سے اپنے ابنائے جنس کو کچلنے کی نیت ہے۔ اگر کوئی کام کیا تو وہ ایسا کہ اخبارات میں ایک ہفتہ سے زیادہ اسکا ذکر نہیں رہا۔ اور قوم کی تاریخ میں اُس نے کوئی جگہ نہیں پائی یہی رنگ طبیعت آپ کی اولاد کا بھی ہوگا۔ بلکہ اور بھی سونے پر سہاگا۔ بقول غالب ع

وائے گر باشد ہمیں امروز من فردائے من

صحبت جسکو آپ سوسائٹی کہتے ہیں۔ اُسپر بھی غور فرمایئے۔ کون کون حضرات آپکے ہم جلیس ہیں۔ آپ ہی جیسے ہونگے۔ ویسخرون من الذین اٰمنوا والذین اتقوا۔ جو علوم دینیہ سے بالکل نابلد ہیں۔ عاقبت کی طرف سے بالکل بے فکر ہیں۔ خالص بے وحدت ہیں۔ جن کو وقت کی صرف اتنی قدر ہے کہ یا تو تفریح میں صرف ہونا چاہیئے یا ادائے فرض منصبی میں۔ یا خدا نخواستہ مکروہات میں۔ جنکو امت محمدیہؐ کی زبون حالت دیکھکر بھی کان پر جوں نہیں چلتی۔ جن کا مبلغ علم فقط بی اے کورس اور سو پچاس ناولوں اور اخبار بینی پر محدود ہے۔ جنکو اپنے پیغمبرؐ سے اتنا تعلق بھی نہیں کہ اُس ذات اطہر مطہر کے حالات طیبہ ایک مرتبہ تو بطور اک تاریخ یا ناول کے مطالعہ فرمالیں۔ پلوٹارک پڑھا ہے۔ ڈاکٹر جانسن کی لائف پڑھی ہے۔ بونا پارٹ کی لائف پڑھی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا کی تمام جلدیں الماری میں کھڑی ہیں۔ مگر سید کونینؐ کی لائف پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ تصانیف مشاہیر یورپ سب دیکھی ہیں۔ افلاطون۔ سقراط۔ فیثا غورث۔ بطلیموس۔ سپنسر۔ کارلائل کانٹ۔ لوک۔ بنتھم۔ مل۔ ہملٹن۔ یہ۔ وہ۔ سب پڑھی ہیں۔ مگر جس کتاب کے بچپن کے بعد اب تک دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اُسکا نام قرآن ہے۔ اور جس کتاب کو کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ اسکا نام بخاری ہے۔ جن کے دل پر فلسفۂ یورپ کا رعب اسطرح بیٹھا ہے کہ اُسکے ڈر کے مارے قرآن و حدیث کو ہاتھ نہیں لگاتے کہ مبادا رہا سہا ایمان بھی جاتا رہے۔ یہی حضرات مُونہہ سے تو کہتے ہیں کہ کتاب کا مطالعہ اسکے مصنف کی صحبت ہے۔ مگر اتنا نہیں سوچتے کہ پھر حدیث کس کی صحبت ہوئی۔ (روحی لہ الفداہ) روشن خیالانِ

یوروپ کی صحبت پسند ہی۔ مگر تاریخ عالم کے سب سے بڑے رفارمر۔ سب سے بہتر فلاسفر
سب سے زیادہ کامیاب واعظ۔ سب سے بڑے ہمدرد انسان اور سب سے زیادہ برگزیدہ بندۂ خدا
(صلوات اللہ و سلامہ علیہ) کی صحبت سے بھاگتے ہیں ع

بہ بیں کہ باکہ بریدی و باکہ پیوستی

خدا کرے کہ ان صاحبوں کو معلوم ہو جاسے کہ فلسفہ کو حدیث سے وہی نسبت ہی جو گمان
کو یقین کے ساتھ ہے۔ فلسفہ نتیجہ فکر انسانی ہے۔ اسلئے مشورہ کی حیثیت رکھتی ہے
حدیث اظہار حقیقت ہے اسلئے درجہ ارشاد کا رکھتی ہے۔ فلسفہ کسی فعل کی علت غائی
و مصلحت اوسط درجہ کے عقول کی تفہیم کے لائق بناتی ہے۔ حدیث دنیا و دین کی شاہراہ
دکھاتی ہے۔ اور فطرت انسانی کے سب سے بڑے ماہر کی ذاتی کیفیات و واردات بتاتی ہے
اور محض ہماری بہبودی کے واسطے ان کے تتبع کا حکم دیتی ہے۔ فلسفہ مجموعۂ اوراق پریشان
ہے۔ حدیث ایک مکمل اخلاقی و روحانی کوڈ ہے۔ فلسفہ ایک چٹیل میدان ہے۔ جدھر چاہو
چلے جاؤ۔ حدیث ریل کی سڑک ہے۔ سیدھی ہے۔ اور بہت جلدی منزل مقصود تک
پہنچاتی ہے۔ ایک رہٹ کا چکر ہے جہاں سے چلے تھے وہیں رہے۔ دوسری شاہراہ
وحدت ہے۔ چلو کہاں تک چلتے ہو ایک فی کل واد یہیمون کا سبق دیتی ہے
دوسری ثم الینا ترجعون کی روشنی دکھاتی ہے ،، فما لکم کیف تحکمون +

برادر عزیز۔ اس آب حیات کا ایک قطرہ چکھ کر دیکھو۔ اگر زندگی جاویدی جھلک نظر
آئے تو اور پیا۔ جو قوت آپ کی وسیع اطلاع نیک اخلاقی نیک نیتی۔ ذہانت اور فطانت
پر روحانیت کی جلا ہو گی۔ کوئی تعجب نہیں کہ مسلمانوں میں ایک نسل ایسی پیدا ہو جائے
جو باخدا و بیدار مغز و بلند خصائل۔ مفید ملک و قوم ہو۔ جو ملک کے لیے سرمایۂ ناز ہو اور
اپنی زندہ مثال سے اسلام کی قابل اعتراف خدمت کرے۔ اور کچھ بعید نہیں کہ انہیں میں
سے فخر الدین رازی رح امام غزالی رح۔ محی الدین ابن عربی رح دوبارہ پیدا ہو جائیں +

بھائیو! کیا آپ کے حامی و شفیع رسول تہامی کا آپ پر اتنا بھی حق نہیں ہے کہ
گھڑی دیکھ کر دس منٹ یومیہ اس مشغلہ کو دیدیا کرو۔ اردو میں اسوقت تمام ذخیرہ تفسیر

حدیث کا موجود ہے - ذرا سی توجہ اور دقت کی ضرورت ہے - ایک طرف کی تعلیم پر اکتفا کرنا نقص تعلیم ہے - اس نقص کو رفع کرنا چاہئے - نتیجہ بہت جلدی خود بخود ظاہر ہو جائیگا *

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا *

جنٹلمین! میری سمع خراشی سے ناراض نہ ہو جانا - میری التماس مخلصانہ ہے - وہ بھائی کیا ہوا جو بھائی کی کمزوری اسکے سامنے ظاہر نہ کرے - قبل اسکے کہ میں آپکے دل محبت منزل سے دو دو باتیں کروں - ایک بات اور بھی آپ کی توجہ کیواسطے پیش کرتا ہوں - وہ یہ ہے کہ آپکے مصارف بھی آپ کی ہی توجہ کے محتاج معلوم ہوتے ہیں - ان پر نظر ثانی فرمائیے اور جو کچھ میں عرض کرتا ہوں اسپر بھی غور فرمائیے - کیا جن ضرورتوں کا نام آپنے ضرورت رکھا ہے - واقعی وہ حکم ضرورت میں آتی ہیں - مثلاً گرمی کے سوٹ - سردی کے سوٹ - مزید برآں رائڈنگ سوٹ - واکنگ سوٹ - ایوننگ سوٹ - مارننگ سوٹ - لیوی سوٹ ٹنس سوٹ - ٹریوننگ سوٹ - سلیپنگ سوٹ - حمام سوٹ - حجامت سوٹ - السٹر اوورکوٹ - اپرکوٹ - شکارکوٹ - برساتی کوٹ - ۳ درجن بوٹ - اثاثین فرنیچر فرنیچ آرائش - کھانا چار پانچ وقت - وہ بھی کئی طرح کا - پانی ولایتی - دودھ ولایتی کھانڈ ولایتی - چاء ولایتی - بسکٹ ولایتی - مٹھائی ولایتی - میوہ ولایتی - سگار ولایتی - سگرٹ ولایتی - دیاسلائی ولایتی - مسہری ولایتی - بسترہ ولایتی - کمبل ولایتی - عطر ولایتی - صابون ولایتی - برش ولایتی - دانتوں کا منجن ولایتی - خلال ولایتی - آفرین صد آفرین - قوم کے جان نثار - ملک کے فدائی جیتے رہو - کیا کیا جاوے - بغیر ان چیزوں کے انسان کا اور بالخصوص آپ جیسے نفیس طبع انسان کا گذارہ ہی نہیں ہو سکتا - بقول شخصیکہ بغیر دو گھڑیوں کے صحیح وقت معلوم ہی نہیں ہو سکتا - ساتھ ہی آپکے اہلیہ محترمہ کی زندگی کے سامان بھی آپ کی ہمنشینی کے لائق ہونے چاہئیں - بچوں کی بھی وضع طرح لباس تراش خراش ایسی ہو کہ وہ کم از کم آپکے بچے معلوم ہوں - نوکر کا بھی ٹھاٹھ سے رہنا ضروری ہے - مکان بھی اپنے حالات کے مناسب ہو - پھر دوست آشنا - ملاقاتی - دعوتیں - ٹی پارٹیاں ایٹ ہوم - پک نک - چخ چخ سارے ہی فرض کفایہ و فرض عین ادا کرنے پڑینگے *

سب کچھ منظور بشرطیکہ آپ کا دل بھی اتنا ہی شاندار۔ اتنا ہی صاف۔ آلودگیوں سے منزہ۔ نور اسلام سے منور ہو۔ اور روحانیت کی تجلیاں اُسکو روشن کر رہی ہوں ورنہ یہ زندگی قوم کش زندگی ہے۔ کوئی حسابی غلطی اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتی جتنا کہ اسراف سے پہنچ رہا ہے۔ اگر تم نے اپنی دماغی محنت کا معاوضہ اپنے اوپر اڑا دیا۔ میلان طبع یا یورپ کی تقلید پر صرف کر دیا تو کیا قوم کی خدمت کر سکو گے۔ کیا اپنے بچوں کی تعلیم پر صرف کروگے اور کیا للجار علیک حق کی تعمیل کروگے۔ کیا تم کو یہ منظور ہے کہ اعلیٰ درجہ کے بیرسٹروں کی طرح قومی چندوں کے وقت حیرت، حسرت و شرمندگی سے چمڑے والوں کا منہ دیکھا کرو۔ کہ یہ کچھ دیں تو کام چلے۔ ہم کو تو غلیپ اور گلکسن کے بلوں سے ہی فرصت نہیں۔

اے یاران عزیز۔ اے قوم کے نور بصر۔ تم اسکی اُمت سے ہو جس نے باوجود عرب کی بادشاہی کے باوصف سید الکونین ہونے کے نان جویں اور کمبل پر اکتفا کیا ؎

تہی دست سلطان پشمینہ پوش — گدائی خسرو بادشاہی فروش

یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

کسی حد تک تو اسکی پیروی کرو۔ نان جویں نہ سہی چپاتی سہی۔ کمبل نہ سہی شال سہی مگر ضرورت سے آگے تو نہ بڑھو۔ کیوں تکلفات اور نمود کے واسطے خدا کی محبت سے محروم رہتے ہو۔ واللہ لا یحب المسرفین۔ خیر الامور اوسطها۔ وخیر زاد التقوی۔ نمود ایک اعلیٰ درجہ کی بددیانتی ہے۔ اور جھوٹی زندگی میں داخل ہے۔ میانہ روی آزادی و آسایش کی ماں ہے۔

یہ تو آپ کی بیرونی زندگی تھی۔ اور ہے۔ اندرونی زندگی جس پر آپ کو بہت ناز ہے وہ بھی کسوٹی پر لگا کر دیکھنے کے لائق ہے۔ حجاب میں رواج حجاب بن رہی ہے ذرا اپنے دل کو میرے سامنے لائیے بشرطیکہ یورپ کی دستبرد سے وہ بیچارہ بچ رہا ہو۔ خیر جو کچھ باقی ہے اُسی کو لائیے۔ اور جو کچھ میں اُس سے پوچھتا جاؤں اسکا جواب دیتے جائیے۔

اے دل۔ اے میرے بھائی گریجویٹ کے دل! اگر تو خدا کو نہیں مانتا تو اپنی مادہ پرستی میں مست رہ۔ اخرج منہا فانک رجیم وان علیک لعنتی الی یوم الدین۔ اور اگر رسولؐ کو نہیں مانتا تو تو خدا کی سب سے بڑی نعمت سے محروم ہے۔ جا اور اپنے دن پورے کر۔ خسر الدنیا والآخرۃ۔ میں تجکو لائق خطاب فقط اس حالت میں سمجھتا ہوں کہ تیرا خدا کی توحید و تنزیہ پر ایمان ہو۔ اور رسول عربیؐ کی رسالت کو برحق مانتا ہو۔ اگر دونوں پر ایمان ہے تو الحمد للہ علی احسانہ۔ اب میں تجھ سے دو دو باتیں کروں گا۔ جو کچھ میں پوچھتا جاؤں اُسکا جواب دیتا جا۔ ہٹ دھرمی اور سخن پروری نہ کرنا۔ اِسمیں تیرا ہی نقصان ہے۔

پہلا سوال یہ ہے۔ کہ جب تو خدا کو خدا اور رسولؐ کو رسولؐ مانتا ہے تو لازم ہوا کہ قرآن کو بھی قرآن۔ فرمان واجب الاذعان مانے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جو کچھ اُسمیں ارشاد ہوا ہے۔ اُس سے تو فارغ ہے۔ کیا فارغ البالی اسی کا نام ہے کہ تو خدا اور رسولؐ کے احکام سے ہر وقت فارغ ہے۔ اور اُنکے ارشادات تجھ میں کسی وقت گزر نہ کریں۔ یہ تو بہت ہی بڑی فراغت ہوئی۔ اُصولی نہیں تو عملی دہریت ضرور ہوئی۔ جب تو اِن احکام کو واجب التعمیل مانتا ہے اور فرض عین جانتا ہے تو اُن کا گزر تجھ میں نہ ہونا چہ معنی دارد۔ یہ مقدس اور ضمیر کو جگانے والا ذخیرہ تجھ میں کم از کم خالی وقت میں تو موجود رہنا چاہیئے تاکہ رغبت اُس سے متاثر ہوتی رہے۔ تو جانتا ہے اے فلسفی کہ رغبت کا اثر قوت ارادی پر ہوتا ہے وہ ہمت پر اثر ڈالتا ہے۔ ہمت سے عمل ظہور میں آتا ہے۔ عمل سے تدبر و تفکر کی توفیق ہوتی ہے۔ اِسکا اثر پھر رغبت پر پڑتا ہے۔ یہ چکر جاری رہا تو ہر دور میں اسکی وسعت اور گہرائی بڑھتی جائے گی۔ یہاں تک کہ تیرے تمام قوائے عملی و عقلی پر محیط ہو جائیگا اور تجکو اسلام کے سانچے میں ڈھال دے گا۔ اگر تو اس آسمانی خزانہ سے محروم رہا تو تیری کیفیت اُس زاغ آشیاں گم کردہ کی سی ہو جائے گی۔ جسکو گھر پہنچنے سے پہلے آندھی نے آلیا ہو۔ اور وہ پریشان ہو کر بے مقصد و منتہا اپنی طاقت پرواز کو بیکار صرف کرتا پھرتا ہو۔ پس چاہیئے کہ تلاوت قرآن کے ذریعہ سے اس ذخیرہ کو اپنے میں

موجود رکھو۔ اگر دماغ اسکی محافظت کے واسطے تیار نہیں تو پہلے اسکی دوا کر۔ حکیم امت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی لاجواب کتاب طب روحانی میں نسخہ بتایا ہے کہ "دماغ کو عارضی افکار سے جسقدر جلدی ہو سکے فارغ کر"۔ دماغ سے کام لینے کی ترکیب یہی ہے۔ اس کوشش کا انعام یہ ملیگا کہ احساس صحیح پیدا ہو جائے گا۔ حتے کہ فانی کا احساس بھی فانی ہوگا۔ ور باقی کا احساس باقی ہوگا۔ اور ہمیشہ رہیگا +

ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام (باقی دارد)

خاکسار۔ محمد اشرف بزمی گورگانی۔ دہلوی

از بہاولپور

حشرِ اجسام وضرورتِ معاد

اس سے قبل ہم نے **عجائب القلب** کے عنوان سے اس مسئلہ پر بحث کی تھی کہ انسانی ہستی جو حقیقتاً روح، نفس، یا قلب سے تعبیر کی جا سکتی ہے۔ تجلیاتِ الٰہیہ و انوارِ بادہ کی مرکز ہے۔ اور اس ضمن میں ہم نے یہ بھی ظاہر کیا تھا کہ اگر انسان نے اس قوتِ پنہاں سے کام لیکر مقتضائے ربانی کو پورا نہیں کیا تو ایسا انسان کسی اعتبار سے اپنی انسانیت پر فخر نہیں کر سکتا۔ بہرحال ہمارا مدعا فی الجملہ نفس ذات انسانی کے متعلق کچھ بحث کرنا تھا، اور اسکے بعد یہ خیال تھا کہ معتقدات مذہبیہ کے متعلق لکھیں گے۔ چنانچہ آج کا موضوع سخن بلا کسی تحری و تشخص تسلسل کے ہم نے **فلسفۂ عذاب و ثواب وضرورت معاد** قرار دیا ہے۔

اس مضمون میں بہت کچھ ان معلومات سے مدد لیگئی ہے جنسے امام غزالیؒ کی تصنیفات لبریز ہیں۔ اس تقریب کے بعد ہم اصل مضمون شروع کرتے ہیں۔ فلسفۂ عذاب و ثواب کا کشف چونکہ لذت والم کی حقیقت پر نہیں ہے۔ اس لیے اس کا جاننا ضروری ہے اور ہم سب سے پہلے اسی کو لیتے ہیں۔

لذت اس کیفیت کو کہتے ہیں جو کسی ایسی چیز کے ملنے سے پیدا ہو جو طبیعت کے مطابق اور موافق ہو، اور الم کی حقیقت اس کے برعکس خلاف ہے یعنی کسی ایسی چیز کا ملجانا جو طبیعت اور ذات کے موافق وحسب منشا ہو اور اس چیز کے ملنے سے جو سرور وحظ حاصل ہو اس کو لذت کہتے ہیں۔ گویا تکمیل آرزو کا نام لذت ہے۔ اس سے الم کی حقیقت بھی اچھی طرح سمجھ میں آ سکتی ہے۔ یعنی کسی ایسی چیز کا واقع ہونا جو طبیعت اور باعتبار ذات کے منافی اور غیر مطبوع ہو، اس کیفیت کو الم سے تعبیر کرتے ہیں۔

مثلاً یوں سمجھیے کہ قوت باصرہ کی لذت اچھی صورتوں اور عمدہ مناظر سے حاصل ہوتی ہے۔ سامعہ خوش الحانی سے لذت گیر ہوتا ہے، قوۃ غضبی کو انتقام میں لطف آتا ہے،

اور عقل کو علم سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح تمام قوائے مدرکہ کی لذات کو سمجھ لیجئے اس لئے کہ ہر مدرک قوت میں لذت والم کے ادراک کی حس موجود ہے۔ اور اسکا مقتضا اور خاصہ بھی ہے کہ وہ لذت والم کی کیفیت محسوس کرے"۔

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ وہ چیز جسکو روح انسانی ادراک کرتی ہے جسقدر عالی ولطیف اور عظیم وجلیل ہوگی۔ اُسکی لذت ادراک بھی اسیقدر لطیف وقوی ہوگی۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ کوئی مدرک یعنی وہ شے جوادراک کیگئی ہے اور جسکا روح انسانی اور نفس معاد ادراک کرتاہے۔ وہ واجب الوجود کی ذات وصفات سے زیادہ لطیف واعظم نہیں۔ پس اسی لئے ذات وصفات باری تعالیٰ کی معرفت سے زیادہ کوئی لذت الطف واعظم اور بزرگ وجلیل نہیں ہوسکتی۔ اور انسان کے نفس ناطقہ کو جو لذت وسرور جمال الٰہی کے مشاہدے سے حاصل ہوتاہے وہ کسی دوسرے مدرک سے نہیں ہوتا"۔

اجسام انسانی میں جسقدر قوتیں خداوند قادر مطلق نے ودیعت رکھی ہیں وہ سب اجسام وابدان کی بربادی وتباہی کے بعد باطل ونابود ہوجاتی ہیں۔ لیکن قوت عقلی جس کو نفس ناطقہ بھی کہتے ہیں باقی رہتی ہے۔ اور اسکی قوت ادراک یعنی لذت والم کا احساس بھی قائم رہتاہے۔ اس لئے کہ نفس دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو اسکا تعلق اجسام سے ہوگا یا نہ ہوگا۔ یعنی مجرد محض ہوگا۔ اگر اسکا تعلق جسد سے ہے تو لازم ہے کہ اس کا ادراک قاصر ہو کیونکہ جب نفس ایک چیز میں مشغول ہے تو لازم ہے کہ دوسری شئے سے اُسکو حجاب ہوجائے اور اسکے ادراک سے وہ قاصر رہے۔ کیونکہ جب یہ جسم مادی مع اپنے تمام تعلقات کے اُسکا مطلق محجوب ہوگیا تو عالم علوی کے محبوبات سے جنہیں ابتک اُس نے دیکھا بھی نہیں۔ لازماً محجوب ہوگا اور آہ کہ اس فانی دنیا میں ایسے نفوس بہت ہیں جو روحانی حالات ولذات سے بیخبر ہوتے ہیں سوائے چند نفوس قدسیہ انبیاء اور محققین حکما کے۔ باور کیجئے کہ اگر ان نفوس ضعیفہ پر جو اس عالم میں ہیں ایک ذرہ عالم روحانی کی تجلیات وفروغ کا ظاہر ہوجائے تو قیامت تک ان جسمانی حالات کی طرف رُخ نہ کریں۔ اور تمام ان خوشیوں اور لذتوں کو جو اس جسم سے تعلق رکھتی ہیں حقیر وذلیل سمجھنے لگیں۔ اب ہم نفس کے اُن حالات کو بیان کرتے ہیں جو جسم کی مفارقت کے بعد

اُسپر وارد ہوتے ہیں۔ تمام علمائے اسلام کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ نفس انسانی میں کمال وزوال نہیں ہوتا۔ یعنی نہ تو وہ نقصان پذیر ہے اور نہ قبولیت کمال کی اُسمیں استعداد ہے یعنی باعتبار ارتقائے مادی کے وہ طلب کمال سے مستغنی ہے۔ اسکی تکمیل صرف دو طریق پر منحصر ہے ایک علمی دوسرے عملی۔ طریق علمی تو یہ ہے کہ حقائق حکمت کے انکشاف اور قدرت خداوندی کی دریافت میں دلائل و براہین کے ساتھ مشغول رہے۔ دلائل وقضایا کی ترتیب سے پہلے وجود باری تعالیٰ کا علم اور اسکی ذات وصفات کی معرفت حاصل کرے۔ اِسکے بعد ملائکہ مقربہ، جنکو حکما کی زبان میں عقول سے تعبیر کرتے ہیں، اِن کا علم حاصل کرے۔ پھر عام فرشتوں پر نظر کرے جنکو نفوس کہتے ہیں۔ اِسکے بعد جسمانیات پر غور کرے اور افلاک کو مع جملہ موجودات کے یقینی ترتیب برہانی سے پہچانے اِس طرح پر عمل صالح کی توفیق اور علم یقین حاصل ہو جائے گا۔ دوسرا طریقہ عملی ہے یعنی نفس کا علائق جسمانی سے مجرد کر دینا تاکہ اُسپر کوئی اثر آثار بدنی و جسمانی کا باقی نہ رہے۔ یہاں تک کہ عالم جسمانی کی مفارقت کے بعد کوئی جاذبہ مادی وجسمی ایسا باقی نہ رہے جو اِسکو مضطر رکھے اور ایک حالت میں نہ رہنے دے۔ نفس انسانی انفراق جسم کے بعد ذیل کی حالتوں میں تقسیم ہو سکتا ہے:

سادہ[۱] غیر سادہ[۲] پاک[۳] ناپاک[۴]۔ غیر سادہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔ تمام[۵] ناتمام[۶]۔ پاک اور سادہ نفس کی تعریف یہ ہے کہ اسکو نہ اس عالم سے واسطہ ہو اور نہ اُس عالم سے، اطفال و مجانین کے نفوس اسی قسم کے ہوتے ہیں کہ مفارقت اجسام کے بعد انکو لذت والم کا کچھ بھی ادراک نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ تعلقات سے بیگانہ اور بے نیاز ہوتے ہیں اور لذت و الم کو محسوس نہیں کرتے۔ دوسری قسم سادہ مگر ناپاک کی ہے جو عالم روحانی سے غافل و بیخبر ہو اور کوئی مطلوب اعلیٰ اور محبوب روحانی نہو۔ نیز عالم روحانی میں اسکے لیئے کوئی جاذبہ بھی نہو۔ بلکہ اِسکے خلاف علائق جسمانی و بدنی سے اِسکو تعلق ہو، اور جب نفس، جسم و جسد سے مفارقت اختیار کرتا ہے تو انھیں تعلقات کثیفہ کا مشتاق رہتا ہے اور چونکہ وہ تعلق ہمیشہ کے لیئے قطع ہو جاتا ہے اور اس میں اور اُسکے مطلوب میں بوجہ مفارقت جسم وجسد ایک بُعد و حجاب وارد ہو جاتا ہی اِس لیئے وہ سخت الم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ الم ایک مدت دعرصہ دراز گزر جانے کے بعد زائل ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ نفس سادہ رہجاتا ہے۔ اور لذت و الم کی کسی کیفیت سے متاثر

نہیں ہوتا۔ اب نفس کامل و پاک یعنی غیر سادہ و تمام کی کیفیت ملاحظہ کیجئے۔ اسکی حالت یہ ہوتی ہے کہ جب وہ جسم سے مفارقت کرتا ہے تو معًا عالم عقل سے اسکا رشتہ اتحاد قائم ہوجاتا ہے۔ اور اس مناسبت کے سبب سے جو اسکو جواہر روحانی کیساتھ عمل صالح اور علم یقین کی وجہ سے پیدا ہوجاتی ہے اسکو اس قدر لطیف و بزرگ لذت حاصل ہوتی ہے جس سے بڑھکر کوئی دوسری لذت نہیں ہوتی۔ اور ایک ایسی بادشاہت ملتی ہے جو ہفت اقلیم کی لذت سے زیادہ عزیز و محبوب ہوتی ہے۔ اور ہمیشہ کے لیئے مطالعہ ذات مقدس میں مستغرق ہوجاتا ہے

نفس کامل و ناپاک جب بدن سے علیٰحدہ ہوتا ہے تو سخت تکلیف سے سابقہ پڑتا ہے ایک تو مبدار اول کا نقصان، دوسرے جسم کی مفارقت۔ کہ دونوں اسکے مطلوب محبوب ہوتے ہیں، کاملیت نفس کا اقتضا تو جستجوے لذت روحانی ہے جس میں وہ بوجہ ناپاکی، ناکام رہتا ہے اور یہی حجاب باعث الم ہے۔ لیکن صفت ناپاکی اُن تعلقات کی یاد تازہ کرتی ہے جو اجسام سے اُسکو تھی اور اس سے بھی وہ بوجہ انقطاع جسم و روح محجوب کردیا گیا ہے اور اسی کا اشتیاق ہوتا ہے جو ناکامی کی حالت میں الم کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ اسیطرح یہ نفس ایک مدت دراز تک لذت کش الم رہتا ہے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ اثر جو اس عالم اجساد میں اسکو حاصل ہوا تھا زائل ہوجاتا ہے اور تعلقات جسمانی کے آرام سے مخلصی نصیب ہوتی ہے اور اقتضائے کاملیت سے لذات روحانی سے فائز المرام ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم ناطق ہے کہ ان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا۔ ثم ننجی الذین اتقوا و نذر الظلمین فیہا جثیا۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذلک لمن یشاء۔ شرک اسی کو کہتے ہیں کہ اس کی وحدانیت پر یقین نہو۔ اور دوسرے شریک ہوں۔ یہی دلیل اس امر کی ہے کہ مومن مخلد فی العذاب یعنی دائمًا عذاب میں مبتلا نہیں رہ سکتا۔ اب نفس ناتمام و پاک کی کیفیت ملاحظہ کیجئے:۔

یہ نفس ناقص ہوتا ہے یعنی اسکو حصول کمال کا شوق تو ہوا ہو لیکن اکتساب کمال میں اس درجہ تک نہ پہنچا ہو کہ مطلوب اعلیٰ کا اشتیاق پورے طور سے جاگزین ہوگیا ہو۔ اس لیئے جب وہ جسم سے مفارقت کرتا ہے تو وہ شوق باقی رہجاتا ہے۔ اور مطلوب اعلیٰ تک اسکی رسائی

نہیں ہوتی۔ اور نہ اُس سے اِس نفس کا اتصال ہوتا ہے کیونکہ اُسکا اشتیاق کمال ناقص تھا اور طبعًا ناقص تھا۔ گو صفت پاکی اُس میں موجود تھی۔ لیکن یہ بمنزلہ عرض کے تھی۔ اور جوہر تو طبعًا ناکمل و ناتمام تھا۔ اِس لیئے صعب تر آلام میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ ہمیشہ اُس میں مبتلا رہتا ہے۔ مگر ہاں وہ الم جو اِس عالم اجسام و اجساد کے تعلقات سے ہوتا ہے۔ وہ باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ وہ تھوڑا ہوتا ہے۔ اب آخری قسم نفس ناکامل و ناتمام کی رہگئی جس کا حال مفارقت جسم کے بعد بالکل ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ نفس کامل و ناپاک کا۔ اسکا الم سخت تر اور صعب تر ہوتا ہے۔ اسلیئے کہ اِس کا الم دو سببوں سے ہوتا ہے۔ اول تو اِس وجہ سے کہ عالم روحانی کی لذت سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکتا۔ دوسرے تعلق جسم کی وجہ سے جس سے وہ محروم کر دیا گیا ہے۔ لیکن وہ الم کہ بوجہ تعلق بدن کے ہوتا ہے رفتہ رفتہ کم ہوجاتا ہے لیکن زوال الم کی کوئی مدت معین نہیں کیجا سکتی۔ بلکہ وقت و زمانہ کی درازی و کوتاہی اسی اعتبار سے ہوگی۔ جس اعتبار سے کہ اسکو جسم سے تعلق رہا ہوگا۔ اور وہ الم جو بوجہ فقدان لذت روحانی کے اُسکو نصیب ہوا۔ اُس میں کبھی کمی نہوگی۔ اور چونکہ اسی کو خلود عذاب کہتے ہیں اسلیئے یہ کفار کے لیے مخصوص ہے۔ پہلے لوگو اور دانشمندان زمانہ کیا یہ واجب نہیں اور کیا یہ غیر ضروری ہے کہ اِس جوہر علوی کو درجہ عقول تک پہنچا دو جسکو لسان شرع میں ملائک مقربہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی کیا یہ بالکل بے کار ہے کہ تم اپنے نفوس کو فرشتوں کی سی سعادت کا مستحق بنا دو۔

اثبات بعث و نشر

یہ مسئلہ بھی بیحد مختلف فیہ ہے۔ اور چونکہ اسلام کا ایک مہتم بالشان مسئلہ ہے۔ اِس لیئے وہ اسپر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ اِسکے علاوہ عذاب قبر جنت و دوزخ سب اسی مسئلہ پر منحصر ہے ورنہ سب باطل ہوئے جاتے ہیں۔ اِس مسئلہ میں پہلا اختلافی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا قیامت میں نفوس کا ابدان و اجسام میں پھر عود کرنا بھی ممکن ہے یا نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ بالکل ممکن ہے اِس لیئے کہ نفس کی تاثیر بدن کے ساتھ بالکل تسخیر کی سی تاثیر ہے اور اسپر کوئی حجت ابتک قائم

نہیں ہوئی کہ نفوس بھی عود الی الابدان میں استحالہ کونسا ہے اور ان ابدان کے دوبارہ قبول ناکرنے کے عدم استعداد پر اس وقت تک کوئی دلیل قائم ہوئی۔ ضعیف عقلوں کو اس وجہ سے تعجب ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ استعداد انسانی بتدریج تھوڑی تھوڑی حاصل ہوتی ہے۔ یعنی پہلے نطفہ پھر علقہ، پھر مضغہ، یہاں تک کہ تمام خلقت کی تکمیل بتدریج ہوتی ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو قبول تسخیر کی استعداد حاصل نہ ہو۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جو چیز بتدریج ممکن ہے کہ دفعتہً بھی پیدا ہو جائے۔ مثلاً توالد بتدریج ہوتا ہے۔ اور دفعتاً بھی ممکن ہے۔ لیکن اس میں کوئی استحالہ عقل نہیں پایا جاتا کہ بغیر تدریج بھی تولد ممکن ہے بلکہ دفعتہً پیدا ہو جائے۔ بغیر ان اجتماع ذکر و انثیٰ کے مثلاً مکھی کہ گرمیوں کے موسم میں عفونت سے پیدا ہوتی ہے۔ اور دفعتہً پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات کبھی نہیں دیکھی گئی کہ وہ عفونت اپنے حال سے متغیر ہو کر مکھیوں کے پاس پہنچی ہو بلکہ وہ عفونت مستحیل ہو کر خود بخود مکھی بن جاتی ہے۔ اسی طرح بہت سے حیوانات ہیں کہ جب ان کے مادہ میں قبول صورت کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے تو فی الحال وجود میں آ جاتی ہیں۔ مثلاً چھوٹی چڑیاں، چوہے، ٹڈی، مکھی اور مینڈک وغیرہ۔ اور اسی کو خلق الساعۃ کہتے ہیں یعنی فوراً پیدا ہو جانا۔ اور نشاۃ ثانیہ اسی تولد کو کہتے ہیں کہ اجزائے اصلیہ اس میں موجود ہوں اگرچہ فی الحال متفرق اور صورت موجودہ سے منخلع ہو گئے ہوں۔ لیکن خدائے تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اسی صورت کو دوبارہ اسکے اجزاء اصلیہ کے پیدا کرے۔ اور اس میں کوئی استبعاد نہیں جبکہ وہ متولد کو متوالد اور متوالد کو متولد کر دیتا ہے۔ مثلاً اس کشتی پر غور کیجیے جو دریا میں غرق ہو جاتی ہے اور اسکے اجزا متفرق و منتشر ہو جاتے ہیں۔ اور اسکا راکب کسی ساحل یا کسی جزیرہ میں پہنچ جاتا ہے۔ پھر اس کشتی کے اجزا جمع کر کے سفینہ تیار کر لیتا ہے،

فلاسفہ کہتے ہیں کہ حشر اجساد غیر ممکن ہے۔ کیونکہ آدمی آدمی کو کھا جائے (جیسا کہ قحط شدید میں اکثر واقع ہوتا ہے) تو اس صورت میں حشر متعذر و محال ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ماکول کا بدن بوجہ غذا کے آکل کا بدن ہو جاتا ہے۔ اور دو نفوس کا ایک جسم میں عود کرنا ممکن نہیں۔ نیز یہ بھی اعتراض وارد کرتے ہیں کہ تمام انسانی و حیوانی اجسام ایک مدت دراز کے گزرنے کے بعد خاک کی صورت میں مستحیل ہو جاتے ہیں، پھر اس خاک سے زراعت ہوتی ہے پھر اسی اجزائے

خاک کے استحالہ سے نبات پیدا ہوتی ہے گویا کہ اجزائے خاک گھاس کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور وہ گھاس حیوانات کی غذا ہوتی ہے اور وہ غذا خون اور گوشت کی صورت میں مستحیل ہو جاتی ہے۔ پھر اس گوشت کو انسان کھاتے ہیں۔ اور اس سے خون و گوشت اور مادہ منویہ پیدا ہوتا ہے اور وہ گوشت و خون انسان کا جزو بدن ہو جاتا ہے۔ اور مادہ منویہ کے ذریعہ سے دوسرے انسانوں میں اسکے اجزا مستحیل ہو جاتے ہیں۔ پس اس صورت میں کہ ابدان انسانی اسقدر مختلف قالب اختیار کرتے ہیں۔ کونسی صورت معین کیجائے گی جس میں حشر ہوگا اور کیونکر ہوگا۔ فلاسفہ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ جدا شدہ نفوس کی کوئی انتہا نہیں اور ابدان اور مادہ متناہی ہیں کیونکہ زمین کی پیمائش ہو چکی ہیں۔ اسکی ایک مقدار معین ہو چکی ہے اس لیے حشر محال ہے۔ کیونکہ اگر نفوس کو مواد پر تقسیم کریں تو نفوس زیادہ ہونگے اور مادہ کم ہوگا۔ اور اس صورت میں عود نفوس الی الاجساد متعذر ہوگا۔ کیونکہ جب عود نفس کے لیے محل یعنی جسد و بدن نہوگا تو وہ عود کس چیز میں کرے گا۔ الجواب۔ ہم کہتے ہیں کہ نفوس موت کے بعد باقی رہتے ہیں۔ اور انسان بواسطہ نفس کے انسان ہے نہ کہ باعتبار اجساد و ابدان کے۔ کیونکہ بدن تغیر پذیر ہے۔ اور طفلی سے پیری تک برابر تبدیل ہوتا رہتا ہے یعنی بسبب غذا اور بسبب فربہی و لاغری ہمیشہ ابدان انسانی تحلیل ہوا کرتے ہیں اور یہ غذا اس چیز کی بدل ہوتی ہے جو بوجہ تحلیل زائل ہو گئی ہے۔ اور وہ لڑکا جو بوڑھا ہو جاتا ہے اپنی زندگی میں کئی بار امراض وغیرہ سے لاغر و فربہ ہوتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ چالیس پچاس سال کے بعد اُن اجزا میں سے ایک بھی باقی نہ رہا ہو جو رحم مادر کے انفصال کے وقت تھے، باوجود اسکے انسان وہ انسان ہے۔ پس خداوند قادر مطلق کے نزدیک یہ محال نہیں کہ وہ نفس کو وہی بدن عطا کرے یا کوئی دوسرا دے۔ اسکا دوسرا اعتراض کہ نفوس بہت ہیں اور مواد کم۔ حقیقت میں یہ اعتراض قدم عالم پر مبنی ہے۔ بہرحال اول تو ہم بھی ایسا ہی الزامی جواب دیتے ہیں کہ کونسا مہندس ہے جسنے مساحت سے ایک حد معین کر دی ہو۔ اور کسی شخص نے اجزائے ارضیہ کو قیاس کر لیا ہے؟ اور اگر بفرض محال ہم تسلیم بھی کر لیں کہ اجزاے ارضیہ کا شمار و قیاس کر لیا گیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اسپر قادر ہے کہ مواد دوسرا پیدا کرے جیسا کہ یہ مواد اُس نے پیدا کیا، +

امام غزالی رح نے کیمیائے سعادت کے عنوان میں بیان فرمایا ہے کہ نفس انسانی کی حقیقت قائم بالذات بغیر قالب کے اور موت مستلزم عدم نفس نہیں ہے بلکہ اسکے معنی قالب سے انقطاع تصرف کے ہیں اور حشر و نشر کے بھی یہ معنی نہیں ہیں کہ نفوس کو وہی قالب اولین دیئے جائیں اسلیئے کہ قالب مثل مرکب کے ہے۔ اور اگرچہ گھوڑا بدل دیا جائے مگر سواری رہتا ہے۔ جن لوگوں نے کہ شرط اول قالب کو ٹھیرالیا ہے اُن لوگوں پہ بہت سے اشکال و اعتراض وارد ہوئے اور اُنکے جوابات میں دقتیں برداشت کرنی پڑیں۔ اور پھر بھی جوابات میں ضعف باقی رہا۔ معترضین کہتے ہیں کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو کھا جائے اور اس ماکول کے اجزاء آکل کے جزو بدن ہوجائیں تو ان دونوں میں سے نفس کا کس کیطرف اعادہ کیا جائے جبکہ دونوں کے اجزاء ایک ہوگئے ہیں۔ یا اگر کوئی عضو قطع کردیا گیا اور اُسکے بعد اس شخص نے طاعت و عبادت شروع کی تو اسکو ثواب کیونکر دیا جائے آیا وہ عضو بریدہ بھی ثواب میں شریک ہوگا یا نہیں اگر نہیں تو ثواب کی حقیقت بغیر جسم درست و باکیوں کر پوری ہوسکتی ہے۔ اور اگر وہ قطع شدہ عضو بھی ثواب میں شریک ہے تو اسکے کیا معنی کہ جب وہ اعضا طاعت میں شریک نہ تھے تو جزا میں کیونکر اُن کی شرکت ہوسکتی ہے۔ حالانکہ جب یہ معلوم ہوگیا کہ اعادہ کی حقیقت یہ نہیں کہ قالب اولین کی ضرورت ہو تو یہ تمام تکلفات کی حاجت باقی نہیں رہتی۔ اثبات حشر و نشر کے بعد عذاب قبر و عذاب و ثواب دوزخ و جنت کا سوال بالکل آسان ہوجاتا ہے۔ گو ہمکو عذاب القبر کے علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ لذت والم کی بحث میں غور کرنے والے کے لیئے بہت سا سامان تحقیق موجود ہے۔ مگر ہم علیحدہ بھی ایک جدا عنوان سے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہیں۔ عذاب قبر کی دو قسمیں ہیں جسمانی و روحانی۔ جسمانی عذاب تو سب کو معلوم ہے۔ البتہ عذاب روحانی کی حقیقت سے اکثر لوگ ناآشنا ہوتے ہیں۔ البتہ اُن حضرات کے لیئے یہ مسئلہ اسقدر دشوار نہیں جو روح کی حقیقت سے واقف ہیں۔ وہ قائم بالذات ہے اور قالب سے مستغنی یعنی روح کا قیام قالب کا محتاج نہیں وہ بغیر قالب کے اپنی ذات پر قائم ہے۔ اور موت و فنائے جسم جسد کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور جیسا کہ ہم لذت والم کی بحث میں لکھ چکے ہیں کہ الم تعلقات دنیوی کی مفارقت سے ہوتا ہے۔ اسی طرح قبر کا عذاب بھی دنیا کے محبوبات و مطلوبات کی

ترک سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص بعض چیزوں سے خاص اُنس ومحبت رکھتا تھا تو قبر میں اُنکی جدائی سے متالم ہوگا۔ اور اگر دنیاوی اشیاء سے اسکو محبت نہ تھی بلکہ خدا تعالیٰ کے ذکر واشغال میں مصروف رہتا تھا کوئی دُکھ درد اور اضطراب اسکو نہ ہوگا۔ کیونکہ کسی چیز کی جدائی کا رنج اور ترک تعلق کا صدمہ اسکو نہ ہوگا۔ اس لیئے سعادت ابدی نصیب ہوگی جب یہ معلوم ہوگیا کہ عذاب قبر کا سبب دنیائے فانی کی محبت ہے تو اس عذاب میں تفاوت درجات کا ہونا لازمی ہے۔ کیونکہ جس حیثیت اور جس درجہ کی محبت اسکو دنیا سے ہوگی اسی نسبت سے عذاب بھی ہوگا۔ حضرت رسول مقبول روحی فداہ نے فرمایا کہ کفار کو قبروں میں عذاب اس طرح دیا جائے گا کہ" اژدہے اُسپر مسلط کردیئے جائینگے کہ اُنکو قیامت تک ڈستے رہیں" احمق کہا کرتے ہیں کہ ہمکو تو کبھی بھی کوئی اژدہا نظر نہ آیا۔ حالانکہ بارہا قبروں کو دیکھا مگر یہ بیوقوف اندھے ہیں۔ انکی بصیرت حقیقی زائل ہوچکی ہے۔ ان کو کیا معلوم ان اژدہوں کا وجود خارج میں نہیں ہوتا بلکہ اُسکی روح کے اندر ہوتا ہے اور موت سے پہلے اسکے وجود میں پنہاں ہوتا ہے جو مرتے ہی منودار ہو کر ڈسنے اور چیرنے پھاڑنے لگتا ہے۔ اور ایسا چیرنا پھاڑنا کہ درندے جانور اور وحشی حیوان نہیں چیر پھاڑ سکتے۔ کیونکہ انکے خونخوار پنجے اور اُنکے مہیب دانت اسقدر تیز وسخت نہیں ہوتے جسقدر ان اژدہوں کے جو خود مرنے والے کی روح میں پرورش پاتے رہے ہیں۔ یہ اژدہے اخلاق ذمیمہ کے نجس ناپاک خمیر سے پیدا ہوجاتے ہیں۔ مثلاً حسد کبر ریا۔ مکر۔ دروغ وغیرہ ان اژدہوں کی اصل طینت حب دنیا ہے۔ اگر یہ اژدہے اس کے وجود سے خارج ہوتے۔ تب بھی غنیمت تھا کہ شاید لمحہ دو لمحہ کے لیئے باز آجاتے۔ اور اس طرح ایک دو ساعت اسکو آرام ملجاتا۔ مگر آہ اس دردناکی کو کیا کیجئے کہ ان کا وجود خارج میں نہیں ہوتا۔ اور اسلیئے وہ ایک لمحہ اور ایک دقیقہ کے لیئے بھی اپنی دردناک ایذارسانی سے باز نہیں آسکتے۔ کیونکہ یہ اُسکی جان کے اندر متمکن ہوتے ہیں اور اُسکے عین صفات قائم بالذات ہیں ایسی صورت میں بھلا وہ کیونکر جدا ہوسکتے ہیں یہ بات اس مثال سے خوب اچھی طرح آپکے ذہن نشین ہوجائے گی کہ آپ کی ایک کنیزہ ہے۔ اور آپ کو بے انتہا اُس سے عشق ومحبت ہے۔ مگر کسی وجہ سے آپ اُسکو فروخت کرڈالیں مگر اُسکے عشق کی خلش باقی رہے گی

اور یہ محبت آپکے دل میں اسکی یادداشت بلکہ چہرے لگا دیا ہے گی۔ مگر یہ زخم کاریاں ہی نسبت سے ہونگی جس نسبت سے آپ کو اس کنیزک سے محبت ہوگی اگر یہ شیفتگی اس حد تک پہنچ گئی ہے اور عشق کامل کا درجہ اسے حاصل ہوگیا ہے تو اسکی جدائی سے اسی درجہ کی تکلیف آپکو محسوس ہوگی حالانکہ اسکی موجودگی میں یہ عذاب کہ تھا اور آپ اس سے غافل تھے اسی نوع کی نفس سے جو مار اژدہم وغیرہ سے تعبیر کی گئی ہے اور غور کیجئے کہ کنیزک کی موجودگی میں محبت یا عشق درد تھی مگر جدائی کے بعد عذاب ہو گئی۔ اور اب اسکو معلوم ہوا کہ اس کے اندر کیا چیز تھی اسی طرح عشق جاہ عشق مال عشق اہل و عیال وغیرہ کی جدائی اور مفارقت کے بعد باعتبار ایذا رسانی کے مار و کژدم سے بڑھ گئے۔ پس حقیقت میں ہر شخص اپنا عذاب اپنے ساتھ لیے ہوئے جاتا ہے۔ خداوند کریم نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے کہ کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم ثم لترونها عین الیقین۔ یعنی اگر تم کو علم یقین حاصل ہوتا تو تم جہنم و دوزخ کو دیکھ لیتے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا وان جہنم لمحیطۃ بالکافرین دوزخ کافروں پر محیط ہے۔ یعنی فی الحال یہ تعبیر فرمایا کہ محیط ہوگی یعنی زمانہ مستقبل پر محیط نہیں ہوگی بلکہ فی الحال محیط ہے۔ ظاہر ہے کہ جب فی الحال محیط فرمایا تو اسکے سوا اور کچھ معنی نہیں ہوسکتے کہ اسکی روح کے اندر اخلاق ذمیمہ کی ایک دوزخ پنہاں ہے جس کی وجہ سے وہ قیامت میں متالم ہوگا۔ اسی عذاب قبر کے سلسلہ میں لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ظاہر شرع تو یہ ہے کہ یہ اژدہے وغیرہ چشم سر سے نظر آئینگے۔ حالانکہ یہ روحانی اژدہے قابل دید نہیں یعنی ان کی کوئی صورت خارج میں نہیں ہوتی کہ نظر آسکیں حالانکہ وہاں نظر آنے کی بھی قید ہے جواباً کہا جاسکتا ہے کہ اگرچہ اژدہے دیدنی نہیں لیکن مردہ دیکھ سکتا ہے۔ اگرچہ عالم جسم والوں کو وہ نظر نہ آئیں اسلیئے کہ عالم اجسام والوں کو عالم مثال و عالم ارواح کی چیزیں نہیں نظر آسکتیں۔ جس طرح کہ خواب میں ایک شخص سانپ دیکھتا ہے اور اس کے پاس والے کو نظر نہیں آتا۔ حالانکہ خواب زدہ اسکے اثر سے متاثر بھی ہوتا ہے۔ معترضین کہتے ہیں کہ اگر عذاب قبر محض اسوجہ سے ہوتا ہے کہ اسکے دل میں دنیا کی محبت ہوتی ہے تو کوئی فرد بشر اس سے نجات نہیں پا سکتا کہ ہر شخص کے دل میں مال و اولاد زن و فرزند کی کچھ نہ کچھ محبت

دوستی ضرور ہوتی ہے۔ اول تو اسکا جواب یہ ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ درویش صفت ہوتے ہیں اور اُنکو دنیا میں کوئی راحت و آرام میسر نہیں ہوتا اور وہ معرفت کے آرزومند رہتے ہیں۔ لیکن علاوہ اسکے تونگر اور مالدار بھی ہوتے ہیں۔ لیکن اُنکی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک گروہ کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ اگرچہ زن و فرزند شہر و وطن کی محبت اُنکے قلوب میں ہوتی ہے مگر خدا کو وہ ان سب سے زیادہ دوست رکھتے ہیں۔ دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں کہ دنیا کو خدا سے زیادہ دوست رکھتے ہیں۔ یعنی اُنکے قلوب محبت دنیا سے اس قدر تاریک ہو جاتے ہیں کہ خدا کی محبت بالکل زائل ہو جاتی ہے۔ یہ گروہ ضرور عذاب سخت میں مبتلا ہوگا۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وان منکم الا واردھا کان علیٰ ربک حتما مقضیا یہ قوم ایک مدت تک عذاب میں مبتلا رہے گی۔ اور جب ایک عرصہ دراز گزر جائے گا تو لذت دنیا اُنکے دلوں سے زائل ہو جائے گی اور خدائے تعالیٰ کی دوستی اُنکے قلوب میں جاگزیں ہو جائیگی اور اس طرح عذاب سے نجات ملیگی۔ البتہ وہ لوگ جن کے دلوں میں مطلق خدائے تعالیٰ کی محبت نہ ہوگی۔ وہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ کیونکہ نجات کی صورت یہی ہے کہ اللہ سے محبت وانس ہو اور وہ اُنکو میسر نہیں اور سبب عذاب یعنی فراق مطلوبات دنیا وہ قائم ہے ممکن ہے کہ یہ اعتراض بھی کیا جائے کہ تمام لوگ خداوند تعالیٰ کی محبت کا دعوے کرتے ہیں۔ مگر اس کا معیار کیا ہے۔ اسکا معیار اسقدر ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنی نسبت فیصلہ کر سکتا ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ جب کوئی خواہش اسکے دل میں پیدا ہو اور خدا نے اس کو حرام و ناجائز ٹھیرا دیا ہو تو دیکھے کہ اُسکا دل خدائے تعالیٰ کے فرمان و حکم کی طرف مائل ہے یا خواہش قلب کی تکمیل کی طرف آمادہ ہے۔ اگر دل خداوند تعالیٰ کے حکم کی طرف زیادہ مائل ہے تو یقیناً خدا کو وہ دوست رکھتا ہے ورنہ اُسکا دعوے باطل ہے +

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر عذاب قبر کی حقیقت یہی ہے تو ہمکو کوئی خوف نہیں ہم کو دنیا سے کوئی علاقہ نہیں۔ اس کا عدم و وجود ہمارے نزدیک یکساں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کا دعوے کرنا غیر ممکن ہے۔ کیونکہ بہت سے لوگ ایسے دیکھے گئے ہیں کہ اُنکو اپنی عورت و کنیز سے اُنکی موجودگی میں کوئی اہم علاقہ نہ تھا۔ یعنی کوئی غیر معمولی محبت و شیفتگی نہ تھی مگر

جب طلاق دیدی یا فروخت کر ڈالا تو عشق کی پوشیدہ آگ یکایک بھڑک اٹھی اور مصائب آلام عشقیہ نے گھیر لیا۔ پس اگر یہ خواہش ہو کہ عذاب قبر سے نجات ملے۔ اور ضرور ہر شخص کی یہی خواہش ہوگی اور ہونی چاہیئے۔ تو دل سے دنیا کی محبت کم کرنی لازمی ہے۔ اور خدا وند تعالے کے ذکر کی تکرار سے دنیا کی محبت مغلوب ہو جائے گی۔ کیونکہ اخلاق ذمیمہ اور اوصاف قبیحہ کا استیصال کلی محال ہے۔ کیونکہ فطرت نے انکو لازمًا ودیعت رکھا ہے۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ وہ ضعیف و مغلوب ہو جائیں۔ اگر خدائے تعالیٰ کی محبت غالب اور دنیا کی محبت مغلوب ہوگی تو عذاب قبر سے نجات بھی ممکن ہو جائے گی۔

اب ہم لذت و الم کی بحث شروع کرتے ہیں اور یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ عقلی لذت و الم، حسّی لذت و الم سے زیادہ لطیف ہے۔ اسی لیئے حکما نے عقلی لذت و الم کو جنت و دوزخ سے تعبیر کیا ہے آدمی دو چیزوں سے مرکب ہے۔ روح و جسم۔ گو روح و جسم کے ساتھ ہی اس قسم کا تعلق ہے جسکو دوزخ و جنت کہتے ہیں۔ مگر بغیر جسم و قالب کے جو حالت اس پر باعتبار اپنی سعادت، شقاوت کے طاری ہوتی ہے۔ حقیقتًا وہی دوزخ و جنت ہے جسمانی جنت و دوزخ کا حال تو سب پر ظاہر ہے۔ لیکن روحانی جنت و دوزخ کی نسبت جو کچھ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ہم اسکو ذکر کرتے ہیں۔ حق سبحانہ نے فرمایا۔ اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین راءت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشیر۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان اللہ جنة لیس فیھا حور ولا قصور ولا عسل ولا لبن بل یتجلی ربنا فیھا ضاحکًا۔ غرضکہ یہ دونوں صفتیں بہشت روحانی کی ہیں جس شخص کا دل صاف اور آئینہ وار ہو جاتا ہے اور عالم ملکوت کا کشف اسکو حاصل ہو جاتا ہے تو ان باتوں کو وہ بالکل آشکارا دیکھنے لگتا ہے۔ بغیر کسی تقلید و سماع کے آجکل کے عام مولوی اس علم سے بیگانہ ہوتے ہیں۔ اس لیئے اس سے منکر ہو جاتے ہیں۔ انکی سمجھ میں آتا ہی نہیں کہ بغیر کالبد کے دوزخ و جنت ہو سکتی ہے۔ حالانکہ یہ اسرار و معارف ہیں۔ اور تمام محققین سلف کا یہی مذہب ہے۔ اب دوزخ کی حقیقت کو بھی اسپر قیاس کیجئے۔ فرمایا خدا نے نار اللہ الموقدة التی تطلع علی الافئدة۔ یہ آگ دل ہی پر مستولی ہوتی ہے۔ روحانی دوزخ

کی تین قسمیں ہیں۔ یعنی آتش دوزخ کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ آگ جو خواہشات دنیا کی ترک فراق کی وجہ سے ہے۔ دوسری آتش شرم و خجالت جو بسبب ارتکاب معاصی انگیز ہوتی ہے۔ تیسری آتش محرومی، یعنی وہ آگ جسکا باعث جمال خداوندی کی محرومی اور اس سے ناامید ہونا ہے۔ اور یہ آخری قسم سخت دردناک ہے۔ اور یہ تینوں جان و دل سے متعلق ہوتی ہیں کہ جسم و جسد سے ۔

یہاں پر سوال کیا جا سکتا ہے کہ آپکو کس دلیل سے معلوم ہوا جو لذت عقلی لذت حسی سے زیادہ تر اعلےٰ ہے؟ ہمارے پاس یہ دلیل ہے کہ لذت عقلی کی فضیلت دو وجہ سے ہے اول یہ کہ ملائکہ کا حال چوپایوں اور درندوں سے اشرف و اعلیٰ ہوتا ہے۔ حالانکہ ان کو لذت حسی حاصل ہے اور انکو یعنی ملائکہ کو وہ لذت حاصل ہے جو انکو اپنے کمالات اور حقائق اشیاء کے علم سے ہوتی ہے۔ اور نیز اس وجہ سے کہ وہ خداوند تعالیٰ سے قریب ہوتے ہیں خواہ یہ قربت بوجہ صفت و مرتبہ کے ہی کیوں نہو۔ کیونکہ تمام موجودات عالم کو خدا نے ایک خاص ترتیب وسایط کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اس لیئے جو باعتبار وسایط کے قریب تر ہوگا۔ اسکا مرتبہ بھی دوسرے یہ کہ آدمی لذات عقلی کو لذات حسی پر ترجیح دیتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کو اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے میں جو لطف و سرور اور لذت مسرت حاصل ہوتی ہے وہ لذات اس کو طعام و جماع میں حاصل نہیں ہوتی۔ اسی طرح بعض اوقات شاطر کو شطرنج میں وہ لطف آتا ہے کہ تمام دوسرے اشغال سے جن میں لذت حسی ہوتی ہے چھوڑ دیتا ہے۔ اور اسیطرح شجاع و بہادر آدمی اس لذت کو پسند کرتا ہے جو اسکو موت کے بعد اپنی تعریف سے حاصل ہوگی اور وہ لذات حسی کو چھوڑ کر مہالک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ان سب مثالوں سے معلوم ہوا کہ لذت عقلی لذت حسی سے شریف تر اور عالی تر ہے۔ اسی لیئے خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین۔ اسکے علاوہ عقل کی قوت ادراک۔ ادراک حس سے قوی تر ہوتی ہے۔ اسلیئے کہ حس تو صرف ظواہر اشیاء کا ادراک کرتا ہے مگر عقل تمام ظاہری و باطنی چیز کا ادراک کرتی ہے۔ اور مدرکات عقلیہ کے کوئی انتہا اور حد نہیں بخلاف حس کے کہ اسکے مدرکات متناہی اور محدود ہیں۔ اور یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ حس فنا ہو جاتی ہے

مگر نفس معدوم نہیں ہوتا اور ہمیشہ باقی رہتا ہے ۔ اور اسی لیئے ضرور ہے کہ انسان علم ظاہری کو سیکھے ۔ اور تمام علوم سے نافع تر علم خدا تعالے کی صفات و افعال کی معرفت ہے ۔ اسکے بعد فرشتگان مقرب کی معرفت کہ کیونکر وہ وجود میں آئے یعنی جواہر اولین روحانی کی معرفت جنکو حکما کی اصطلاح میں عقول اور لسان شرع میں ملائکہ مقرب کہتے ہیں ۔ اسکے بعد جواہر روحانی جو دوسرے درجہ میں واقع ہوئے ہیں جنکو حکما نے نفوس اور شرع نے عام فرشتوں سے تعبیر کیا ہے ۔ انکی شناخت اور پہچان ، پھر جواہر جسمانی کی معرفت یعنی افلاک کا علم حاصل کرنا ۔ یہاں تک کہ تمام موجودات عالم کو براہین و دلائل یقینی سے معلوم کرے ۔ اسکے علاوہ اور علوم بھی حاصل کرنے چاہئیں جو اسکے لیئے نافع ہوں ۔ انکی معرفت موقوف علیہ ہو ۔ مثلاً صرف و نحو ۔ حرفت و صنعت وغیرہ ۔ یہ بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ جس طرح عقل اول عالم روحانی کی شریف ترین مخلوق ہے ۔ اسی طرح نفس جو عقل کا مسکن ہے وہ بھی عالم عنصری میں خدائے تعالی کی عجیب و غریب حکمت کا نمونہ ہے ۔ اس نفس میں دو قسم کی قوتیں خدا نے ودیعت رکھی ہیں ۔ ایک قوۃ کا تعلق تو عالم علوی سے ہے تاکہ وہ نفوس سادیہ سے تشبہ اور اُن سے استمداد کمال کرے ۔ دوسری قوت کا تعلق عالم سفلی سے ہوتا ہے تاکہ جسم و جسد کی تربیت کرے ۔ کیونکہ جسم اسکا آلہ ہے ۔ چونکہ خدا تعالی کی معرفت تمام مخلوق پر واجب ہے ۔ اور اسکی معرفت نفس کی معرفت پر موقوف ہے ۔ اس لیئے نفس کی معرفت بھی واجب ہے ۔ اور اسی لیے ارشاد ہوا کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ۔

تحقیق ہذا المقام علی ما ورد فی ذہنی

اتنی تحریر کے پڑھنے سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ عذاب و ثواب کا مفہوم اور حقیقت دوزخ و جنت کا خاکہ اکابر علمائے اسلام کے نزدیک کیا تھا اور کیا ہونا چاہیئے وہ لوگ جو روح کو غیر فانی اور قائم بالذات مانتے ہیں (اور طبقات عالم میں اکثر گروہ ایسے ہی ہیں) انکے نزدیک اس زندگی کے ختم ہونیکے بعد ایک دوسری زندگی کا شروع ہونا ضروری ہے جو حقیقی روحانی زندگی ہے اور جو باعتبار اکتسابات دنیا و مشاغل دنیا کے مسرور یا مغموم ہوگی ۔ اس لیے

نفس قیامت کے متعلق جس سے مراد حقیقتاً اُسی روحانی زندگی کی منتظم صورت ہے کسی کو اختلاف نہیں ہے، رہا یہ امر کہ عذاب ثواب کیا چیز ہے۔ اور اس کے اصلی معنی شارع کا کیا ہے۔ اسمیں البتہ اختلاف ہے بعض اُن تصریحات کی جو کلام مجید و احادیث میں ہے تاویل کرتے ہیں۔ اور بعض اُنکی تاویل نہیں کرتے۔ اور جو صاف صاف حصے اُس سے سمجھ میں آتے ہیں وہی درست جانتے ہیں۔ اب قطع نظر اس بحث سے جو اس سے قبل گزر چکی اور جس سے امام غزالی رح وغیرہ کا یقین کرنا ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقتاً معذب روح ہو گی نہ کہ جسم، یہ دیکھنا چاہیئے کہ اگر واقعی مقصود خدا کا یہی تھا کہ وہاں صرف روحانی لذات حاصل ہو گی تو انداز بیان ایسا کیوں اختیار کیا گیا جس سے یہ اختلاف پیدا ہوا، کیا خدا اور اُسکا رسولؐ صاف صاف الفاظ میں یوں نہ کہہ سکتے تھے کہ جو کوئی اچھے کام کرے گا اُسکی روح مسرور و کامران ہو گی اور جو اعمال ذمیمہ کا مرتکب ہو گا اسکو سخت روحانی تکالیف سے سابقہ پڑیگا؟ نہیں کہہ سکتا تھا، لیکن نہیں کہا۔ پھر دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں یا تو جو بیان کیا گیا ہے وہی صحیح ہے، یا اگر وہ درست نہیں ہے تو کوئی خاص وجہ ہو گی جو یہ صورت بیان کی اختیار کی گئی۔ ہر چند یہ بہت طویل بحث ہے۔ اور اس میں ضرورت ہے کہ تمام اقوال خدا و اقوال رسولؐ کا استقصا کیا جائے اور پھر ان سب پر ایک نظر ڈالی جائے (جسکو انشاءاللہ ہم آئندہ نمبروں میں کرینگے) لیکن فی الحال ہم ایک مختصر سی بحث پر اس مضمون کو ختم کر دینا چاہتے۔ اور وہ یہ کہ جسوقت رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے اُسوقت اُس ملک کے اور اُن لوگوں کے جن سے براہ راست رسولؐ کا مخاطبہ تھا کیا حالت تھی، غالباً یہ امر پوشیدہ نہیں کہ دنیا میں جیسا سخت جہل اُسوقت ملک عرب میں تھا کہیں نہ تھا، وہاں کے لوگوں کی طبیعتیں ایسی سخت و درشت واقع ہوئی تھیں کہ ادنے سی بات پر بڑی بڑی خونریزیاں ہو جاتی تھیں اور ذرا ذرا سی مالی منفعت پر وہاں لڑائی چھڑ جاتی تھیں۔ اور لڑائیاں بھی الامان والحفیظ وہ لڑائیاں جو برسوں تک ختم نہوتی تھیں۔ سارا ملک ریگستان تھا، پانی کا قحط تھا، اونٹ اور اُسکا دودھ اُن کی ساری کائنات تھی، نہ وہ تمدن سے واقف تھے اور نہ تعیشات تمدن سے۔ اُنکے پاس دولت نہ تھی لیکن دولت کے لیئے وہ سخت حریص تھے۔ اُنکے

پاس آرام و آسایش نہ تھا۔ لیکن آرام و سکون کے لیے وہ جانیں دیتے تھے، تو کیا ایسے جاہلوں کے لیے جن کی زندگی صدیوں سے قتل و غارت اور صحرا نوردی میں بسر ہوتی ہو جنھوں نے سبزہ زاروں اور شیریں چشموں کا لطف نہ اٹھایا ہو، جنھوں نے باوصف مغلوب الشہوت ہونے کے صحرائے عرب میں حسین و جمیل عورتوں کی صورت بہت کم دیکھی ہو جنکی وحشت و درندگی کی معمولی مثال یہ ہو کہ جیسے دشمن ہو جاتیں اسکو گرم ریت یا جلتے ہوئے پتھروں پر رگڑ رگڑ کر مار ڈالنا انکے بائیں ہاتھ کا کھیل ہو۔ کیا ایسے وحشیوں، ایسے جاہلوں ایسے خونخوار فرزندانِ آدم کے سامنے اگر رسول اللہ دوزخ و جنت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے صرف یہ ظاہر کر دیتے کہ "دیکھو اگر تم اعمال بد کے مرتکب ہوگے تو تم کو سخت روحانی عذاب ہوگا۔ اور اگر تم اچھے کام کروگے تو نہایت پر لطف روحانی لذت حاصل ہوگی" تو کیا اسکا کچھ اثر ہو سکتا تھا۔ کیا یہ بات اُن کے ذہن نشین ہو سکتی تھی۔ وہ لوگ جو سرے سے روح ہی کو نہ جانتے تھے۔ کیا اس وعظ سے متاثر ہو سکتے تھے۔ اور کیا اس تبلیغ کا کوئی نفع مترتب ہو سکتا تھا۔ ہرگز نہیں۔

حکمت و موعظت کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے وہی بات کہی جائے جو فوراً سامع پر اثر کر جائے (کلموا الناس علی قدر عقولھم) کو سب جانتے ہیں پھر کیا رسول اللہ سے زیادہ کوئی حکیم و دانشمند ہو سکتا ہے جو اسکا خیال رکھتا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ایسے سخت لوگوں کے سامنے جب تک عذاب و تکلیف کی ایسی ہولناک اور دل ہلا دینے والی صورتیں نہ پیش کی جائینگی جنسے انکو خوف اور ڈر معلوم ہو اُسوقت تک کوئی اثر نہیں ہو سکتا اور جب تک ان کے سامنے لذت و لطف کی ایسی تصویر نہ کھینچی جائے جس سے وہ فوراً متاثر ہو جائیں۔ اُسوقت تک کبھی اچھے کام کی طرف تشویق و ترغیب نہیں ہو سکتی۔ پھر ایسی حالت میں رسول اللہ کا یہ فرمانا کہ دوزخ ایک دہکتے ہوئے آتشکدہ کا نام ہے جس میں سانپ اور بچھو موجود ہیں۔ اور جسمیں ماء حمیم اور زقوم کھانے پینے کو ملتا ہے۔ حقیقتاً اُس حکمت کا اظہار تھا جو کسی دوسری ذات سے ممکن نہ تھا، کیونکہ عرب والے بھی جب کسی کو تکلیف پہنچایا کرتے تھے قریب قریب اس نوع کی ہوتی تھیں۔ اور اسلیئے دوزخ کے اس بیان

کا اُنپر اثر کرنا ضروری تہا، اسی طرح جنت کی حقیقت کو یوں بیان کرنا کہ وہاں دودھ اور شہد کی نہریں ہیں۔ بکثرت میوے موجود ہیں۔ چاندی سونے کے مکانات قائم ہیں۔ حسین و جمیل عورتیں ہیں۔ عین مصلحت کی بنا پر تہا۔ کیونکہ وہ لوگ اِنہیں باتوں کے ترسے ہوئے تھے۔ اور یقیناً وہ انہیں چیزوں کو لذت و عیش کی انتہا سمجھتے تھے اسلیئے وہ اس بیان سے سمجھے کہ واقعی جنت بڑے لطف و آرام کی جگہ ہے۔ اور اسکا اثر یہ ہوا کہ وہ فوراً اُس طرف راغب ہوگئے۔ یہاں صرف ایک اعتراض ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ مذہب اسلام تو ہر قوم کے لیئے اور ہر زمانہ میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ پہر اُسکی کتاب آسمانی میں دوزخ و جنت کی حقیقت کا اس انداز سے بیان کرنا گو اُسوقت کے لیئے مناسب ہو۔ لیکن اس زمانے کے لیئے جب فلسفہ و حکمت نے بہت ترقی کرلی ہے۔ یہ بیان مناسب نہیں ہوسکتا؛ یہ درست ہے۔ لیکن جہاں رسول صلعم نے اس قسم کے اقوال سے جُہلائے عرب کو رام کیا وہاں ایسی حدیثیں بہی بیان فرمائی ہیں۔ جن سے حقیقی مفہوم جنت و دوزخ کا مستنبط ہوسکتا ہے اور اس بنا پر ایک دانشمند کے لیئے نتیجہ پر پہنچنے کے لیئے کافی اشارہ موجود ہے۔ چنانچہ مسلم کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "جو جنت میں داخل ہوگا اُسے نعمت باریتعالی کا حصہ دیا جائے گا وہ کبہی محتاج نہوگا۔ اور جنت میں وہ نعمتیں ہونگی جو نہ آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں نے سُنیں اور نہ کسی آدمی کے دل میں اُنکا خطرہ گزرا۔" اب اِسکو دیگر احادیث سے ملاکے دیکھو۔ اور سمجھو کہ اصلی مفہوم جنت و دوزخ کا کیا ہے؛

صوفی

توجہ

"توجہ" کسی کی طرف منہ کرنے کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح صوفیہ صافیہ میں یہ ایک حالت ہے کہ سب سے منہ پھیر کے ایک معاملہ کو نگاہ میں گھیر لیا جاتا ہے +

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ عمل اصفیا کے لیے مخصوص ہے یا اور بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟

ہم جہاں تک نظر اٹھا کے دیکھتے ہیں کسی فرد بشر کو توجہ سے خالی نہیں پاتے طبیب کی توجہ ازالہ مرض کی طرف ہے۔ شاعر کو مضمون اعلیٰ کی۔ فلاسفر کو تحقیق کی۔ مدبر کو انتظام کی۔ شہرت پسند کو نام کی۔ دنیا پرست کو مال کی وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ اس نظر کو اور بھی وسیع کر لیا جائے تو جانوروں میں بھی توجہ پائی جاتی ہے۔ تم نہیں دیکھتے۔ اونٹ مستی میں کھانا پینا بھول جاتا ہے۔ آپ کو کبھی بچہ دار گھوڑی پر سواری کا موقع ملا ہوگا اور اسکے بچے کو گھر باندھ کے سفر کرنے کا اتفاق بھی ہوا ہوگا۔ پھر راستہ میں کیا دیکھا۔ ذرا باگ ڈھیلی ہوئی کہ اسنے واپس لوٹنے کی کوشش کی۔ اور جہاں اترے کیا واقعہ پیش آیا کہ اسکو باندھ تو دیا مگر خیال یہی رہا کہ موقع پا کر کہیں بھاگ نہ جائے۔ کیونکہ وہ اسی تاک میں رہتی ہے۔ مانا کہ آپنے مضبوط باندھا اور نظر میں رکھا لیکن اسکے دل بہلانے اور کھلانے پلانے کا کوئی انتظام نہ کر سکے۔ گھاس آگے ہے منہ نہیں لگاتی۔ پانی کو تو دیکھتی نہیں۔ بس یہی توجہ ہے۔

وکیلوں۔ بیرسٹروں۔ طبیبوں کی کلید کامیابی توجہ ہی ہے اور اسی توجہ سے نظام جہان قائم +

خطیب مطبوعہ ۲۲ مئی کی وہ خبر کہ ایک دیسی وکیل صاحب سکنڈ کلاس میں سفر کر رہے تھے جہاں سے یہ مقدمہ کی پیروی کر کے چلے تھے۔ اس سے آگے اسٹیشن پر کوئی لیڈی صاحبہ بھی اسی درجہ میں آ بیٹھیں۔ جب ریل چل پڑی تو وکیل صاحب منی بیگ

سے پونڈ اور نوٹ وغیرہ نکالکر (جو مقدمہ کے محنتانہ میں ملے تھے انہیں) گننے لگے یہ دیکھکر لیڈی صاحبہ کے منہ میں پانی بھر آیا۔ بولی۔ تم یہ نقدی ہمکو دیدو۔ ورنہ ہم ابھی خطرہ کی زنجیر کھینچکر گاڑی ٹھیرادینگے۔ اور شور مچانے لگیں گے کہ یہ کالا آدمی ہماری عصمت خراب کرنا چاہتا ہے"۔ وہ بھی آخر وکیل تھے کچھہ دیر تک تو چپ چاپ میم کی باتیں سنتے رہے پھر جب وہ کئی دفعہ دھمکا چکی اور یہ نہ بولے تو وہ زنجیر کھینچنے لگی۔ اسپر وکیل صاحب نے لیڈی کے قریب جاکر بہروں کی سی کراری آواز میں کہا۔" خیر ہے زنجیر کیوں کھینچتی ہو۔ تم مجھہ سے کچھہ کہہ رہی تھیں۔ جسے میں نہیں سمجھا۔ میں کچھہ اونچا سنتا ہوں۔ اپنا مدعا لکھکر دو"۔ لیڈی نے جلدی سے اپنا مافی الضمیر حوالہ قلم کر کے انہیں دیا۔ انہوں نے اسے جیب میں ڈال لیا۔ اور ہنسکر بولے۔ ہاں اب شوق سے زنجیر کھینچو۔ میں بہرا نہیں ہوں۔ اب تو میم صاحبہ کو لینے کے دینے پڑے"۔

یہ کیا تھا۔ دونوں طرفوں سے توجہ۔ میم صاحبہ کی یہ توجہ کہ مال لے لوں۔ وکیل صاحب کی یہ توجہ کہ نہ دوں۔ بلکہ توجہ کو وسعت دیجئے اس تدبّر میں بھی آگئے کہ ؎

ندانم چہ سازم چہ رنگ آورم ۔۔۔ کہ تا دست او زیر سنگ آورم

آپ جانتے ہیں ہر چیز کے دو رُخ ہوتے ہیں جس ایک رُخ کی طرف آپ رخ کرینگے دوسرا رُخ خود بخود نظر انداز ہو جائے گا۔ اور یہی رجہ ہے۔ اگر دونوں رُخوں کو نظر میں رکھوگے تو وہ توجہ نہیں! تماشہ ہے۔ نظارہ ہے۔ مشاہدہ ہے۔ اسیطرح دینی کاموں سے منہ پھیر کے دنیوی کاموں میں توجہ کرنی دولتمند اور برعکس اسکے دیندار بنا سکتی ہے اور اسی فلسفہ پر کہا گیا ہے کہ "اکثر اھل الجنۃ بلہ" کیونکہ ان کی توجہ دینی کاموں کی طرف مبذول رہتی ہے اور دنیوی کام انکے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔

حکمائے یونان ہرچند کہ مادیات کی طرف ایسے جھکے ہوئے تھے کہ جیسے آپ یورپ کو دیکھتے ہو۔ مگر بایں ہمہ توجہ کے بالکل قائل تھے۔ بلکہ ثبوت میں دلائل لاتے رہے۔ انکا قول ہے کہ قوائے و حواس کا کام اور عمل ظاہر و باطن دونوں پر حاوی ہے۔ اگر ان میں سے ایک رُخ کا کام لوگے تو دوسرا رُخ ضرور ناقص ہو جائے گا۔

مثلاً شطرنج کے شغل میں بیٹھ جاؤ گے تو کھانا پینا کیا بلکہ دیگر امور ضروریات بدنی تک بھول جاؤ گے۔ اسی طرح حواس ظاہری کے معطل کرنے میں حواس باطنی روشن ہو جاتے ہیں۔ اسی دلیل پر حکما کا دعوے ہے کہ مجانین سے غیب کی باتیں سرزد ہونا اور سچ نکلنا کوئی بڑی بات نہیں۔ جنون کی وجہ سے ظاہری حواس انکے پھیکے پڑ جاتے ہیں۔ اور باطنی حواس چمک اٹھتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے حکما نے خلاف عادت امور کے ظاہر ہونے اور نبوت اور معجزوں کے وقوع میں آنے کی تصدیق کی ہے +

طرفہ ماجرا ہے کہ بغیر فعل و اثر جسمانی چیز کے توجہ ہی سے تاثیر پیدا ہو جاتی ہے جیسے بغیر گرمی کے گرمی اور بغیر سردی کے سردی محسوس ہونے لگتی ہے۔ یہاں تک کہ کسی مرض کے متعلق وہمی خیالات اُس مرض کو پیدا کر دیتے ہیں اور صحت کے خیالات تندرست کر دیتے ہیں ؎

یہ توہم کا کارخانہ ہے یاں وہی ہے جو اعتبار کیا

اور مسمریزم کی نظیر پیش نظر ہے۔ الغرض حاصل کلام یہ کہ توجہ کی نعمت عظمیٰ و عطیۂ کبریٰ سے کوئی آفریدہ محروم و بے نصیب نہیں بلکہ خمیر میں ملادی گئی ہے۔ لیکن افسوس ہے تو یہ ہے کہ اُسے بجز چند نفوس نفیس (صوفیہ صافیہ) اور لوگ کام میں کم لاتے ہیں اگر استعمال میں لائے بھی ہیں تو بے محل و موقع۔ اور یہ نقص عامل کا ہے نہ کہ عمل کا ؎

ہرچہ ہست از قامتِ ناساز و بے اندام ماست
ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

جالینوس اخیر عمر میں دواؤں سے دست کش ہو گیا تھا۔ اور ازالۂ بیماری کے لیئے صرف حسیات و جذبات کے اُبھارنے اور چمکانے یا بٹھلانے اور ضعیف مضمحل کر دینے کی طرف توجہ کرتا تھا۔ اور بغیر اس کے کہ دوا معدے میں جائے اپنا اثر و فعل دکھلائے بیماری بالکل زائل ہو جاتی۔ مثلاً جہاں گرمی پیدا کرنی ہوتی غصہ۔ خشم۔ غصہ۔ خوشی دلاتا اگر سردی کی ضرورت ہوتی۔ خجالت۔ ندامت۔ غم کے اسباب بہم پہنچاتا۔ اور طرفۃ العین میں مقصود حاصل ہو جاتا۔ جیسا کہ اب تک بھی ہچکی کے دفعیہ کا علاج ڈرانا یا کسی

فکر میں ڈال دینا مشہور ہے "۔

لیکن یہاں بھی محل استعمال کی تمیز ضروری و لازمی تھی ۔ مثلاً فالج ہے ۔ ہمکو گرمی پہنچانی ہے ۔ اس جگہ ہم خجالت ۔ یا ندامت یا غم بہم پہنچائیں تو بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا "۔

اسی طرح توجہ سے کام لینا نئی روشنی میں کسیقدر شروع ہو چلا ہے مگر بے موقع روحانیات کی طرف نہیں مادیات کی طرف ہے "۔

مانا ۔ اور بہرحال ماننا پڑیگا کہ توجہ کا مادہ ہر جاندار چیز میں موجود ہے ۔ اور سب اس سے فائدہ لے سکتے ہیں ۔ لیکن رونا اس بات کا ہے کہ تمیز استعمال نہیں ہوسکا

دل عجب نسخۂ تصوف ہے ہم نہ سمجھے بڑا تاسف ہے

(حکیم) غلام غوث ۔ از ریاست خیرپور سندھ

روزنامہ سفر مصر و شام و حجاز

مصور فطرت و مولائے سخن حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کا وہ مقبول خاص و عام سفرنامہ جس میں حضرت ممدوح نے مصر شام و حجاز وغیرہ کے عجیب و غریب حالات تفصیل کے ساتھ قلمبند فرمائے ہیں ۔ طرز تحریر نرالا ۔ انداز بیان انوکھا ۔ اردو میں ایسی پر لطف عبارت اور دلچسپ معلومات کا سفرنامہ شائع نہیں ہوا ۔ غرض بلاد اسلامیہ کی سچی تصویر ہے ۔ تقریباً ۳۰ فوٹو عکسی ہیں جنمیں فرعون کی لاش اور حضرت یوسف کی تصاویر عجیب چیز ہیں ۔ آخر میں وہ مخفی اعمال اور نسخہ کیمیا اور تعویذات ہیں جو حضرت خواجہ صاحب کو ممتاز مشائخ سے اس سفر میں حاصل ہوئے ۔ ولایتی کاغذ پر نہایت خوشخط چھپا ہے ۔ حجم ۲۱۶ صفحہ قیمت با تصویر (۲) بلا تصویر (۱)

تسخیر مہر و قہر یعنی اعمال حزب البحر جو حضرت خواجہ صاحب کو ہندوستان کے نامور مشائخ سے اور بیت المقدس ۔ دمشق ۔ مدینہ منورہ ۔ مکہ وغیرہ کے شہرہ آفاق عالموں سے دستیاب ہوئے قیمت ۸ /

روزنامچہ ہندوستان بمبئی کے نظارے ۔ سومنات کی سیر ۔ احمدآباد گجرات ۔ کاٹھیاواڑ ۔ بابا کریم کے مزارات ۔ آغاخانی و امام شاہی تحریکات کے تذکرے ضخامت ۱۴۰ صفحہ قیمت ۸ /

کلمات سیدنا علیؓ

(سلسلہ کے لیئے پچھلے پرچے دیکھئے)

۱۰۲ اللہ تعالیٰ سے حاجت مانگنے کے وقت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر (اول و آخر) درود بھیجا کرو۔ کیونکہ ایسا تو ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جب خدا سے تم نے دو حاجتیں طلب کیں تو ان میں سے ایک (درود شریف) کو تو قبول کرے اور دوسری کو رد کرے (یعنی درود شریف تو یقیناً مقبول ہوتا ہے اور اُسکے ذریعہ دوسری حاجت بھی ضرور مقبول ہوگی)۔

۱۰۳ جو شخص اپنی عزت کی تضیع نہیں چاہتا وہ جھگڑا کرنا چھوڑ دے۔

۱۰۴ سوال کا چھوڑ دینا فقر کے لیئے زینت ہے۔ اور (اسی طرح) شکر تونگری کے لیئے۔

۱۰۵ دنیا سانپ کی مانند ہے جو چھونے سے تو بہت نرم معلوم ہوتا ہے۔ مگر اندر خالص زہر رکھتا ہے۔ (پس) جاہل تو اس پر گر پڑتا ہے۔ اور عقلمند اس سے پرہیز کرتا ہے۔

۱۰۶ نیکی کی فرصت کا کھو دینا نہایت افسوس کا موجب ہے۔

۱۰۷ دو آدمی میری وجہ سے ہلاکت میں پڑینگے۔ ایک میری محبت میں بے حد زیادتی کرنے والا (جس کا کہ میں مستحق نہیں) دوسرا مجھ سے عداوت رکھنے والا۔

۱۰۸ مصیبت کے اندازہ پر صبر نازل ہوا کرتا ہے۔ اور جو شخص مصیبت میں رانوں پر ہاتھ مارے۔ (یعنی بے صبر ہو جائے) تو اُسکے (نیک) اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

۱۰۹ آپس میں دوستی کرنا بھی نصف عقل کے برابر ہے۔

۱۱۰ عمل میں کوتاہی کرنے والا شخص غم میں مبتلا ہوا کرتا ہے۔ اور جسکے مال و جان میں اللہ کے لیئے کچھ حصہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اُسکی کچھ ضرورت نہیں ہے (مال و جان کے حصہ سے مالی و بدنی عبادت مراد ہے)۔

۱۱۱ (آپ نے فرمایا کہ) قرآن مجید میں پہلوں کے حالات اور آنے والے لوگوں کی خبریں

اور موجودہ لوگوں کے واسطے احکام ہیں +

۱۱۲ روایت ہے کہ آپ جب جنگ صفین سے واپس ہوکر کوفہ میں رونق افروز ہوئے اور قبیلۂ شام کے لوگوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے صفین کے مقتولین پر عورتوں کی گریہ وزاری کی آواز سُنی ۔حرب شرحبیل جو قوم کے سرداروں میں سے تھا۔ آپکے ملنے آیا آپ نے فرمایا کہ تمہاری قوم کی عورتیں تمہارے قبضۂ اختیار سے باہر ہوکر شور مچا رہی ہیں۔ کیا تم ان کو منع نہیں کر سکتے" ؟ آپ کی سواری کے ہمراہ وہ پیادہ چل رہا تھا آپ نے فرمایا کہ واپس ہوجا ۔ کیونکہ تجھ جیسے شخص کا مجھ جیسے کے ساتھ (پیادہ) چلنا ۔امیر کے لیئے فتنہ اور مسلمانوں کے واسطے ذلت کا موجب ہے +

۱۱۳ ایک سائل سے (جبکہ اُس نے آپسے امتحان کے طور پر ایک مشکل مسئلہ دریافت کیا تھا) آپنے فرمایا کہ دانشمندی کے حصول کی غرض سے سوال کرنا چاہیئے نہ بغرض طعن ۔اسلیئے کہ جو جاہل کچھ سیکھنا چاہے ۔ عالم کے مشابہ ہے ۔ اور کجروی کرنے والا عالم جو دوسر پر طعن کرنا چاہتا ہے ۔ جاہل کی مانند ہے +

۱۱۴ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو علم اُس سے روک دیتا ہے +

۱۱۵ کسی بات کا سوچنا آنکھوں سے دیکھنے کی طرح نہیں ہے ۔کیونکہ آنکھیں تو (بسا اوقات) دیکھنے والوں کو دھوکا بھی دے دیتی ہیں ۔ اور جو شخص عقل سے خیر خواہی طلب کرنا چاہے وہ اُسے دھوکا نہیں دیتی +

۱۱۶ تم میں سے جاہل تو بلا سوچے سمجھے عبادت میں زیادتی کر رہا ہے ۔ اور عالم بجا آوری احکام میں سُستی برت رہا ہے +

۱۱۷ اکثر کے نزدیک دنیا کے ذلیل ہونے پر یہ امر دلالت کرتا ہے کہ حصول دنیا کے لیئے خدا سے سرکشی کی جاتی ہے ۔ اور اگر نعمت حقیقی حاصل کرنا چاہیں تو (وہ بھی) دنیا ترک کیئے بغیر نہیں مل سکتی +

۱۱۸ جو شخص کسی چیز کا ہمیشہ طالب رہتا ہے ۔ وہ کبھی نہ کبھی اُسکو یا اُسکے کسی حصہ کو پا ہی لیتا ہے +

۱۱۹ تم بولنے سے پہچانے جاؤ گے (جیسے کہ ہو) کیونکہ انسان اپنی زبان کے نیچے مخفی ہے
۱۲۰ اکثر باتیں (بعض اوقات) کسی حملہ کرنے سے ہی زیادہ مؤثر ہوا کرتی ہیں یعنی کسی وقت ایک بات وہ کام کر جاتی ہے جو حملہ کرنے سے بھی نہ نکلے۔
۱۲۱ دل آنکھوں کا ایک صحیفہ ہے یعنی نظر آنے والی اشیا صحیفۂ دل میں محفوظ رہتی ہیں
۱۲۲ طالب دنیا اور طالب علم دو ایسے حریص ہیں جو کبھی سیر نہیں ہوتے۔
۱۲۳ ہمارے قیاس پر خدا تعالیٰ کا ارادہ غالب آجاتا ہے۔ حتیٰ کہ ہماری تدبیر میں ہی ہماری آفتِ مخفی ہوتی ہیں۔
۱۲۴ وہ دوست برا ہے جسکے لئے تکلیف اٹھانی پڑے۔
۱۲۵ دنیا سے کنارہ کش رہ۔ خدائے تعالیٰ تجھے اسکے عیبوں سے بینا (اور آگاہ) کرے گا اور (اللہ سے) غافل نہ رہ کیونکہ وہ تجھ سے غافل نہیں۔
۱۲۶ موقع سے پیشتر عجلت کرنا اور موقع مل جانے پر سستی کرنا عقلمندی نہیں ہے۔
۱۲۷ آپنے اپنے بیٹے حضرت حسن علیہ السلام سے فرمایا (بیٹا!) دنیا میں کچھ بھی اپنے پیچھے نہ چھوڑنا۔ کیونکہ اگر تو کچھ چھوڑے گا تو دو آدمیوں میں سے ایک کے لیے چھوڑیگا یا اس شخص کے لیے جو اس مال کو احکام خداوندی کے مطابق خرچ کرے گا تو اس حالت میں گویا اس نے ایک ایسی چیز سے سعادت حاصل کرلی۔ جس سے تو محروم رہا۔ یا اس آدمی کے لیے جو اس مال کو خدا کی رضا مندی کے خلاف صرف کرے گا تو اس صورت میں تو اس کے لیے (ایک طرح) گناہ میں مددگار ٹھیرا۔ اور ان دونوں میں سے ایک بھی اس لائق نہیں کہ تو اسے اپنے نفس پر ترجیح دے (سبحان اللہ کیسی قیمتی اور مفید نصیحت کی ہے)۔

(باقی دارد)

محمد خاں از دولہہ۔ ضلع جہلم

حکمت و موعظت

خدا کا محبوب ترین بندہ کون ہے

حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ میرے نزدیک سب بندوں سے زیادہ محبوب وہ بندہ ہے جو خدا کے ڈر اور نعمت کی طمع سے میری بندگی نہ کرے۔ بلکہ بندگی کرکے میری ربوبیت کا حق ادا کرے۔ زبور میں ہے کہ اس سے بڑھکر کون ظالم ہوگا جو بہشت کی آرزو اور دوزخ کے خوف سے میری عبادت کرے اگر جنت و دوزخ میں پیدا نہ کرتا تو کیا اطاعت و بندگی کا مستحق نہ تھا؟

مردان راہ خدا کو کوئی چیز یاد الٰہی سے غافل نہیں کر سکتی

حضرت ابو سلیمان دارامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ خدا کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں کہ انہیں دوزخ کا ڈر اور بہشت کی امید یاد الٰہی سے باز نہیں رکھتی۔ پھر ان مردان راہ خدا کو دنیا کیونکر یاد الٰہی سے غافل کر سکتی ہے؟ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ یخافون یومًا تتقلب فیہ القلوب والابصار (پ۱۸ س النور ع ۱۱)۔
مردانِ راہ خدا کو سوداگری اور خرید و فروخت خدا کے ذکر اور نماز کے پڑھنے اور زکوٰۃ کے دینے سے غافل نہیں کرنے پاتی کیونکہ وہ لوگ اس دن سے ڈرتے ہیں جب ڈر سے خوف کے دل الٹ جائینگے اور آنکھیں پھری کی پھری رہجائیں گی۔

رضا بقضا

جناب سرور انبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا نے ارشاد فرمایا ہے کہ الرضاء بالقضاء باب اللہ الاعظم۔ قضائے الٰہی پر راضی رہنا خدا کی بڑی درگاہ ہے۔ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک قوم سے پوچھا۔ تمہارے ایمان کی کیا علامت ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم بلا میں صبر کرتے ہیں اور نعمت پر شکر کرتے ہیں اور قضائے الٰہی پر راضی رہتے ہیں۔ جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس قوم کے لوگ حکما و علما ہیں۔ کمال علم کی وجہ سے ان کا مرتبہ انبیاء کے مرتبہ کے قریب ہے۔ جناب

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب قیامت آئے گی تو میری امت کے ایک گروہ کو حق سبحانہ وتعالیٰ پر و بال عطا فرمائے گا۔ وہ لوگ بہشت میں اڑ جائیں گے۔ فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ تم حساب میزان اور پل صراط سے فارغ ہو چکے؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے تو ان چیزوں میں سے کچھ دیکھا تک بھی نہیں۔ فرشتے پوچھیں گے تم کون لوگ ہو؟ وہ کہیں گے۔ ہم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہیں۔ فرشتے پوچھیں گے تم نے کیا عمل کیا تھا کہ یہ سب بزرگیاں پائیں؟ وہ کہیں گے کہ ہم میں دو خصلتیں تھیں ایک تو یہ کہ خلوت میں حق سبحانہ وتعالیٰ سے شرماکر ہم گناہ نہ کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ تھوڑا سا رزق جو رزاق مطلق جل وعلا نے ہمیں عنایت فرمایا تھا ہم اس پر راضی رہتے تھے۔ فرشتے کہیں گے۔ کیوں نہ ہو۔ بلاشبہ یہ درجہ پانا تمہارا ہی حق ہے۔

جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے کہ۔ الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت۔ دانا وہی ہے جس نے رام کیا اپنے نفس کو اور عمل کیا بعدِ موت کے واسطے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس! موت کو بہت یاد کیا کر کہ وہ دنیا میں تجھے زاہد کرے۔ اور تیرے گناہوں کا کفارہ ہو۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کفی بالموت واعظًا یعنی خلق کو نصیحت کرنے کے واسطے موت کافی ہے۔ ولنعم ما قیل ؎

مجلس وعظ رفتنت ہوس است   مرگ ہمسایہ واعظِ تو بس است

حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اتباع الحسنۃ السیئۃ تمحہا۔ ہر برائی کے بعد بھلائی کر کہ بھلائی برائی کو مٹا دیتی ہے۔ قرآن کریم میں آیا ہے اقم الصلوٰۃ طرفی النہار وزلفًا من اللیل ان الحسنٰت یذہبن السیئات

ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ۔ (پ ۱۲ س ھود ع ۱۰) اور دن کے دونوں سرے یعنی صبح وشام اور اوائل شب نماز پڑھا کرو۔ کیونکہ نیکیاں گناہوں کو دور کردیتی ہیں۔ جو لوگ فکر الٰہی کرنے والے ہیں اُنکے حق میں یہ ہمارا فرمانا ایک طرح کی یاددہانی ہے "

اتباع شیطان سے قطعی پرہیز کرنے سے انسان شیطان پر غالب آ سکتا ہے

حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر آدمی کے واسطے ایک شیطان ہے اور میرے واسطے بھی ہے لیکن خداوند تعالیٰ نے مجھے اس پر فتح دیدی اور وہ میرا مغلوب ہوگیا ہے۔ اور مجھے بُرائی کا حکم نہیں دے سکتا۔ غور کرو۔ اتباع شیطان سے قطعی اجتناب احتراز کرنے سے ہی اس پر غالب آسکتے ہیں۔ اسی بنا پر قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (پ ۲ س البقرۃ ع ۲۱/۵)

اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے "

نجاست کی دنیا کو انسان

نقل ہے کہ ایک دن حضرت شیخ ابو سعید قدس سرہٗ ایک جماعت صوفیہ کے ساتھ کہیں جارہے تھے۔ ایک مقام پر پہنچے۔ وہاں لوگ سنڈاس صاف کررہے تھے راستہ پر نجاست پڑی تھی۔ سب ساتھی ناک بند کرکے ایک طرف سرک گئے۔ شیخ ممدوح وہاں کھڑے ہوگئے۔ اور فرمایا لوگو! غور کرو۔ یہ نجاست مجھ سے کیا کہہ رہی ہے؟ لوگوں نے پوچھا۔ یا شیخ! کیا کہہ رہی ہے؟ فرمایا۔ کہتی ہے کہ کل میں بازار میں تھی۔ یعنی حلوائے گوناگوں اور فواکہ بوقلموں، اور بقولات و ماکولات انواع واقسام وغیرہ تھی۔ سب لوگ مجھے خریدنے کو لپکتے تھے۔ ایک شب حضرت انسان کے پیٹ میں رہی تو اس حال کو پہنچی متعفن اور نجس ہوگئی۔ اب مجھے تم سے راہ فرار اختیار کرنا چاہیئے یا تمہیں مجھ سے؟ غور کرو۔ حضرت انسان ظاہر میں کیا ہے؟ نجاست کے ڈھیر پر ایک چمڑا تان دیا ہے۔ آدمی اگر اپنا بدن نہ دھوئے تو بدن سے بدبو آنے لگے۔ اور اپنے آپ سے خود اکتا جائے۔ آدمی سے زیادہ کوئی چیز گندی نہیں۔ اسکے اندر ہمیشہ نجاست موجود رہتی ہے۔ اس بنا پر وہ نجاست برائے

بلاشبہ آدمی اس عالم میں نہایت ناقص عاجز و بیکس ہے۔ اگر کیمیائے سعادت کو گوہر دل پر ڈالے تو چارپایوں کے مرتبہ سے نکل کر ملائکہ کے درجہ پر فائز ہو۔ لیکن اگر دنیا اور خواہشات دنیا کی طرف متوجہ ہو تو بہائم سے بدتر ہو جائے۔ ولنعم ما قیل ؎

آدمی زادہ طرفہ معجونے است   از فرشتہ سرشتہ وز حیواں
گر کند میل ایں شود بہ ازیں   ور کند میل آں شود بدازاں

دنیا بڑی جادوگر

جو شخص احتیاج سے زیادہ دنیا کے اشتغال اختیار کرے اس نے دنیا کو نہیں پہچانا۔ اس جہل و نادانی کا سبب یہ ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا ہاروت و ماروت سے زیادہ جادوگر ہے اس سے حذر کرو۔

دنیا بڑھیا عورت کی صورت میں

حضرت عیسے علیہ السلام نے حالت مکاشفہ میں دنیا کو بڑھیا عورت کی صورت میں دیکھا پوچھا کہ تو نے کتنے خاوند کیے؟ کہا کہ اس کثرت سے کہ گنتی میں نہیں آسکتے۔ پوچھا مرگئے یا طلاق دی؟ کہا نہیں۔ میں نے سب کو مار ڈالا۔ حضرت عیسے علیہ السلام نے فرمایا کہ ان احمقوں سے تعجب ہے کہ دیکھتے ہیں کہ اوروں کے ساتھ تو نے کیا کیا اور پھر تیری رغبت کرتے ہیں! عبرت نہیں حاصل کرتے۔ اعلموا انما الحیوٰۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثم یھیج فترٰہ مصفرا ثم یکون حطاما وفی الاٰخرۃ عذاب شدید ومغفرۃ من اللہ ورضوان وما الحیوٰۃ الدنیا الا متاع الغرور۔ (پ ۲۷ س الحدید ع ۱۹) لوگو! جانتے رہو کہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشا اور ظاہری طمطراق اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا اور ایک دوسرے سے بڑھ کر مال اور اولاد کا خواستگار رہنا۔ بس یہی کچھ ہے۔ دنیا کی زندگی کی مثال مینہ کی سی مثال ہے کہ زمین پر برستا ہے اور اس سے کھیتی لہلہانے لگتی ہے۔ اور کاشتکار کھیتی کو دیکھکر خوشیاں کرنے لگتے ہیں۔ پھر یک کر خشک ہو جاتی ہے تو اے مخاطب اسوقت تو دیکھتا ہے کہ پہلی

پڑ گئی ہے۔ پھر آخر کار روندن میں آجاتی ہے۔ غرض دنیا کی زندگی چند روزہ رونق ہے اور آخرت میں دنیا کی زندگی کے دو انجام ہیں۔ بعض کو عذاب سخت اور بعض کو خدا کی طرف سے گناہوں کی معافی اور خوشنودی اور دنیا کی زندگی تو نری دہوکے ٹٹی ہے۔ اللھم اعصمنا من شرھا۔ آمین +

مذموم دنیا

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ الدنیا ملعونۃ وملعون ما فیہا الا ذکر اللہ وما والاہ۔ دنیا خود ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب ملعون ہے مگر اللہ کا ذکر اور جو چیز اُس میں مدد کرے۔ اس حدیث شریف کا مفاد یہ ہے کہ مذموم وہ دنیا ہے جس سے دین کا کام مقصود نہو بلکہ وہ اس عالم میں غفلت اور اترانے اور دل لگنے کا باعث ہو۔ اور اس عالم سے نفرت پیدا ہونے کا موجب ہو +

خدا کی محبت زیادہ ہونے کا امتحان

ایماندار خدا کو سب سے زیادہ دوست رکھتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے والذین آمنوا اشد حبًا للہ (پ۲ س البقرۃ ع ۲۰) اور جو ایمان والے ہیں اُنکو تو سب سے بڑھکر خدا کی محبت ہوتی ہے۔ اس بات کی آزمایش کے واسطے ایک امر کسوٹی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کسی کا نفس اور خواہش کوئی حکم کرے۔ اور حکم خدا اسکے خلاف ہو۔ اور اگر وہ اپنے دل کو حکم خدا کی طرف زیادہ مائل دیکھے تو حق تعالی کو زیادہ دوست رکھتا ہے لیکن اگر اسکا دل نفسانی خواہشوں کیطرف زیادہ مائل ہے تو نرا زبان سے یہ دعوے کرنا کہ میں اللہ کو زیادہ دوست رکھتا ہوں غلط اور بے بنیاد ہوگا۔ اسی بنا پر حضرت سرور انبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا نے ارشاد فرمایا ہے کہ لا الہ الا اللہ کہنے والے اگر دنیا کے معاملات کو دین کے معاملات پر اختیار نہ کریں تو اپنے تئیں عذاب خدا سے بچاتے ہیں۔ اور اگر دنیا کے معاملات کو دین کے معاملات پر اختیار کرتے ہیں تو حق تعالی اُنسے ارشاد فرماتا ہے کہ تم جھوٹ کہتے ہو کہ لا الہ الا اللہ ایسے معاملہ کے ساتھ کہنا جھوٹ ہے۔ فتدبروا واتقوا اللہ یا اولی الالباب

نورالدین تاجر چرم گوجرانوالہ

۱۹۱۶ء

عید الفطر

آج کامل ایک سال کے بعد وہ یوم سعید پھر آگیا جو تیرہ سو چونتیس (۱۳۳۴) سال سے برابر بارہویں مہینے اپنے وجود سے عالم اسلامی کو ایک دن کے لیے عشرت آباد بنا دیتا ہے جس کی مسرت باریوں اور نشاط انگیزیوں سے ہر ملک قدب میں ایک روح عیش و مسرت دوڑ جاتی ہے۔ یعنی عید الفطر کا مبارک و مسعود دن آگیا۔

خدا کی اس وسیع زمین میں جسقدر امتیں پیدا ہوئیں اور ہیں۔ اور جسقدر قومیں آباد ہیں اور ہونگی سب کے یہاں کچھ دن ایسے مقرر ہوتے ہیں جنمیں وہ پوری قوم ملکر خوشی مناتی ہے۔ اور اپنے کسی ایسے کام کی یاد تازہ کرتی ہے جسکی اہمیت نے ہمیشہ کے لیے اسکی یاد تازہ رکھنے پر اسکو مجبور کر دیا ہے۔ اسمیں کسی قوم یا کسی فرقہ اور کسی مذہب و ملت کی تخصیص نہیں۔ دنیا کی ہر قوم نے چند ایام ایسے ضرور مخصوص کر لیے ہیں جن میں وہ خوشی کا اظہار کرتی ہے مگر اسلام و دیگر مذاہب و اقوام کے ایام عیش میں گو بحیثیت یک جنسی کوئی امتیاز نہو لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام نے جسقدر امور و احکام کی تعیین کی ہے وہ باعتبار نوعیت کے ضرور سب سے جدا اور سب سے علٰحدہ ہیں۔

عید کا مفہوم اور عید کی رسم قدیم زمانہ سے پائی جاتی ہے۔ فارس میں نوروز اور مہرجان کے نام سے یہ عید منائی جاتی تھی۔ عرب جاہلیت میں بھی سال میں دو دن عید کے مقرر تھے۔ جنمیں وہ داد عیش و نشاط دیتے تھے۔ مجوس و عرب دونوں قوموں کے یہاں یہ ایام کمال عیش و انتہائے مسرت و نشاط کے لیے وقف تھے۔ کوئی فسق و فجور کوئی معصیت کوئی گناہ جس میں لذت عیش فانی کا شائبہ بھی ہوتا وہ ان ایام میں ترک نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میخواری و بادہ گساری کے لیے تو گویا یہ زمانہ مخصوص تھا۔ اسی طرح جسقدر مسرت سیئہ و لذائذ فانیہ کا آپ احصا کر سکیں وہ سب اس عید و نوروز میں فرض ہو گئی تھیں مگر اسلام، وہ اسلام جسنے اپنے عہد اولین اور یوم اول سے تکمیل انسانیت کا وعظ کہا۔ اور اسکے

اسباب کی فراہمی میں انسانیت کو امداد دی، جسکا مقصد دنیا میں روحانی بادشاہت قائم کرنا تھا۔ وہ ایسی عید کو مسلمانوں کے لیئے کب گوارا کر سکتا تھا۔ چنانچہ ابتدائے اسلام میں بعض سادہ مزاج مسلمان بھی اس رسم کہن میں مبتلا تھے اور جہلائے عرب کے ساتھ ان لغویات میں شریک ہو جاتے تھے۔ لیکن ایک مرتبہ جب رسول اللہ مدینہ میں تشریف فرما ہوئے تو آپنے بعض مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ بھی اس لہو ولعب میں شریک ہیں۔ آپ نے اسکی وجہ دریافت فرمائی تو اُنہوں نے جواب دیا کہ ہم ایک رسم کہن سے اپنا دل بہلاتے ہیں۔ اُسوقت روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بشارت ہو تم کو کہ تمہارے خداوند قدوس نے تمہارے لیئے دو ایسے مقدس ومبارک دن مقرر فرمائے ہیں۔ جنکے اندر تمہاری نجاح وفلاح کے دور کے دور اور قرن کے قرن پوشیدہ ہیں۔ یعنی یوم الاضحیٰ و یوم الفطر + اس لیئے تم کو چاہیئے کہ اس عہد قدیم کی ناپاک وملعون یادگار کو ترک کر دو +

چونکہ اسلام دنیا کی ہدایت کے لیئے آیا تھا۔ اور اس لیئے آیا تھا کہ خدا کی مخلوق کو ضلالت وگمراہی کی نجس وناپاک عفونت سے پاک کر کے اسکو حق وصداقت اور شائستگی وصلاحیت کے ریاحین طیبہ سے معطر کر دے۔ اس لیئے اسکی تعلیم جامع دو قسم کی تھی۔ یا تو جاہلیت کی بعض عام ضلالتوں کو سرے سے نیست ونابود کر کے ان کی جگہ نئے اسباب فلاح تیار دیئے یا اگر بعض مراسم میں کچھ ضلالت اور کچھ حصہ فلاح کا ہوا تو اُسکو ترمیم کر کے ضلالت سے پاک کر دیا۔ اسیطرح چونکہ اس اجتماع عیش میں ایسے پہلو موجود تھے جن کے ذریعہ سے عامۃ الناس کی فلاح و بہبودی متصور تھی۔ اسلیئے اسمیں مناسب ترمیم کر کے اُسکو مذہبی رکن قرار دیدیا۔ اور وہ ایام جو محض عیش فسق ومسرات فجور سے معمور تھے۔ اُنکو خاص ایام الالٰہیہ کے لقب سے ہدایت وسعادت اندوزی انسانی کا ذریعہ بنا دیا۔ لیکن آج اس عجائب آباد عالم میں کتنے لوگ ہیں جو عید کو صحیح معنوں میں مناتے ہیں۔ اور اسکی وہ تقدیس واحترام مدنظر رکھتے ہیں جو خداوند فاطر السموات والارض نے ان ایام مقدسہ کے لیے مخصوص فرمائی تھی +

جاہلیت عرب کی عید کا حال ہمکو معلوم نہیں کہ وہ کس چیز کی یاد میں یہ عید مناتے تھے

لیکن اسلام میں جس چیز پر عید منائی گئی۔ اور خداوند قدوس کا دوگانہ شکر ادا کیا گیا۔
وہ ہم کو معلوم ہے۔ یوم الفطر یا یکم شوال کا دن ہی سال کا وہ پہلا دن ہے جس میں دنیا کے
ہادیٔ اعظم نے فرمایا تھا: کہ میں خداوند ذوالجلال کا پیغامبر ہوں، اور تمام عالم کے لیے رحمت
کے خزانے خدا نے میرے پاس بھیجے ہیں۔ مجھ پر خداوند اپنی وحی نازل فرماتا ہے۔ اور قرآن حکیم
اتارا ہے۔ ایک خدا کو مانو اور اُسی پر ایمان لاؤ اور اُسکے سوا کسی کی پرستش باطل مت کرو۔

اس پیام ہدایت کی یاد میں جسکے ذریعہ سے دنیا کا رنڈاپا ختم ہوا۔ اور اُسکا وہ جوہر
ہدایت جو شریر انسان کی باطل پرستیوں سے زخمی ہوگیا تھا، اور اُسکا وہ سہاگ جو پرستاران
ضلالت کے ہاتھوں لٹ چکا تھا، پھر ملگیا، اسی پیام ہدایت کی یاد میں مسلمانوں کو حکم ہوا تھا
کہ وہ یوم الفطر کو اپنے سرہائے نیاز کو خداوند آسمان و زمین کے آگے جھکائیں عجز و تذلل
اور تسبیح و تہلیل سے حق عبودیت بجالائیں۔ اور اُسکا دوگانہ شکر ادا کریں کہ اُس خداوند
رحیم و رحمٰن نے محض اپنی مقتضائے رحمت و غفران سے ہمکو اپنے ایک محبوب ترین بندے
کے ذریعہ سے ہدایت کا سیدھا و بیخطر راستہ دکھلایا۔ اور جنود شیاطین کے پنجۂ ضلالت
سے نجات دلائی۔ نیز اس ابتلا میں جس میں ڈالے گئے تھے۔ اور جو ہماری بہتری کے لیئے
تھا۔ یعنی رمضان المبارک کے امتحان میں ہم پورے اُترے اسلیئے خداوند حی و قیوم کا شکرانہ
نماز ادا کرتے ہیں +

اسلام کی عید دو اجزا سے مرکب ہے۔ ایک اظہار شکر و امتنان، دوسرے مسرت و خوشی
کا اظہار۔ شکر و امتنان کی وجہ ہم لکھہ چکے ہیں۔ لیکن خوشی و مسرت کی وجہ باقی ہے +

یہ نکتہ ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ اسلام بے معنی و فضول خوشی کو معتبر نہیں رکھتا۔ اور
محض لہو و لعب کی مسرت اسکی بارگاہ ہدایت میں کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ یہ خیال کرلینا
کہ جس طرح اور قوموں کے عیش و نشاط کے دن مقرر ہیں۔ اسلام نے بھی وہ دن عیش محض کے
لیئے مقرر کردیئے ہیں۔ ایک دردناک گمراہی ہے اور ایسی شدید گمراہی اور ایسی سخت ضلالت
جسکے نتائج ضالہ و مخربہ امت مرحومہ کے لیئے نہایت ہی غمگین اور المناک ہیں۔ اسلیئے کہ
وہ نتائج عظیمہ جو اس خوشی کے موقع پر اسلام نے مقدر فرمائے تھے وہ فوت ہوجاتے ہیں۔

عید کے اولین اجتماع میں علاوہ بارگاہ صمدی میں ہدیۂ نیاز پیش کرنے کے یہ غرض بھی تھی کہ پچھلے سال مسلمانوں کی زندگی کیسی گزری اور چونکہ اسلام کو روحانی و مادی ہر قسم کی فتوحات حاصل ہو چکی تھیں۔ اور وہ غلامی کی لعنت سے آزاد ہو چکے تھے، خدا اور اسکے رسول کے احکام پر پورے طور سے عمل کر کے دنیا میں ایک نئے باب ہدایت کا آغاز کیا تھا۔ اور اسکی چھنی ہوئی دولت تہذیب و شائستگی، پھر از سر نو اسکو عطا کی تھی۔ رحمت و رافت انسانیت کا سبق درسگاہ عالم کے سامنے انھوں نے دوہرایا تھا۔ جسکو دنیا عرصہ سے فراموش کر چکی تھی۔ خداوند اور اُسکی بادشاہت سے بغاوت کرنے والوں پر وہ غالب آگئے تھے اور اسلام کی مسکنت و غربت کو اپنے اولوالعزمانہ ارادوں اور فاتحانہ استقلال سے دولت و ثروت میں بدل چکے تھے۔ اِس لیئے اِن قابل یادگار چیزوں کی یاد میں خوشی منائی گئی تھی۔ اور ہمیشہ کے لیئے خوشی کا حکم دیا گیا تھا۔ تاکہ ملت اسلامیہ کے جذبات میں ہمیشہ مسرت و خوشی کی روح موجزن رہے۔ اور وہ اِن عظیم الشان کامیابیوں پر ہمیشہ خوشی کا اظہار کریں۔ اور اِس کامیابی کو اپنے لیئے دلیل راہ بنا کر آیندہ کے لیئے ہمیشہ اِس قسم کی کامیابیوں کے درپے رہیں یہ ایک ایسی تحریک اور ایک ایسی یادگار تھی جو ملت اسلامیہ کے تمام عوارض کا صحیح علاج تھی اور جس نے اسلام کی اجتماعی زندگی میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا تھا۔ اِس اجتماع عید کی اصلی غرض اور حقیقی غایت یہی تھی کہ امت مرحومہ میں وہ اُما احساس ارتقا باقی رہے اور اسکی یاد سے ہمیشہ قلوب اسلامی میں ایک ترقی بخش روح دوڑتی رہے۔ اسلام کے یہ دو متقدس ترین دن اگر غور سے دیکھا جائے تو اوروں کے سال بھر سے زیادہ جاذبیت اپنے اندر پوشیدہ رکھتے ہیں۔ دنیا کی ہر قوم کو حب وطن اور ترقی قومی کے جذبات میں تحریک پیدا کرنے کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ لیکن اسلام میں کسی مزید اجتماع او کسی نئی کانفرنس و جمعیت کی ضرورت نہیں۔ اور نہ اِسمیں کسی نئی تحریک کی حاجت۔ بلکہ اُسنے پہلے ہی سے سال میں دو دن مقرر کر دیئے ہیں جس میں ہر فرد قوم شریک ہوتا ہے۔ اور اِس اجتماع مذہبی میں وہ اپنے تمام امور مذہبی و معاشرتی کی ضروریات و عوارضات کا صحیح مداوا تلاش کر سکتی ہے اور جذبات حب قومی میں پورے طور سے جوش و ولولہ پیدا کر سکتی ہے کہ تمام عالم میں

یک دن اور ایک وقت پر کل امت مرحومہ کا اجتماع ہوتا ہے۔ اگر آج ہماری کانفرنسیں ٹوٹ جائیں، اگر آج ہماری پولیٹیکل جمعیت یعنی لیگ (جسکا وجود اب بھی بیکار ہے) توڑ دیجائے۔ تو ہمکو کسی کانفرنس، کسی لیگ کی ضرورت نہیں۔ اسلیئے کہ خود خدائے اسلام نے اسلام اور مسلمانوں کی برانگیختگی جذبات کے لیئے دو دن مقرر فرمائیے ہیں وہ اپنے تمام معاشرتی، تمدنی اور مذہبی معاملات کو اس اجتماع میں باحسن وجوہ طے کر سکتے ہیں جیساکہ ہم سے پہلے ہمارے اگلے کیا کرتے تھے۔

غرضکہ ہماری عید اور اسکی خوشی و مسرت ان حالات کے ماتحت تھی، محض نام کی عید نہ تھی۔ لیکن گزشتہ ایام اور ہماری غفلت کاریوں نے جس طرح ہمارے تمام کاموں میں اضمحلال پیدا کردیا ہے اسیطرح ان دو دنوں میں بھی تغیر عظیم پیدا ہو گیا ہے۔ عیدین کے صحیح مفہوم سے ہم ناآشنا ہوگئے۔ اور ان ایام متبرکہ کے اجتماع سے استفادہ کرنا ہم نے چھوڑ دیا، اور وہ مبارک نتائج جو اس یوم سعید و مسعود میں ہمکو حاصل کرنا چاہئیں تھے اُن کی طرف سے اپنی غفلت کوش نگاہ کو بند کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہماری ذلت اور خواری کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں کو ہلال عید کا انتظار رہتا ہے اور اپنی تمام خوشیوں اور مسرتوں کو اس ایک دن پر اُٹھا رکھتے ہیں۔ مگر آہ امت مرحومہ کی بیکسی و مظلومیت کا یہ کیسا دردناک منظر ہے کہ باوجود انتہائی غمگینیوں اور دردناکیوں کے پھر بھی لوگ صبح عید کی خوشی کا انتظار کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ دنیا اور دین کی تمام مسرتوں اور جملہ خوشیوں سے محروم کردیئے گئے۔ دین کی حالت یہ ہے کہ وہ خداوند قدوس کے احکام سے بے پرواہ ہوگئے۔ اُسنے حکم دیا تھا کہ تم کسی کی پرستش نکرو۔ اور صرف خدائے واحد کو پوجو۔ مگر ہم ہیں کہ اس سے کٹ کر اور اُسکے آستانہ عبودیت کو چھوڑ کر غیروں کی چوکھٹوں پر جبین نیاز کو غلامانہ رگڑتے ہیں، طاقت و حکومت کی پرستش ہمارا مذہب ہوگیا۔ اور ہم دونا نیر کی ہیبت نے ہمارے دلوں سے خداوند ذوالجلال کی ہیبت نکالدی ہے۔ غرضکہ خداوند حی و قیوم کو ہمنے بالکل فراموش کردیا۔ اور ہمنے تیرہ سو سال پیشتر جو عہد صلح اس مالک الملک لاشریک سے باندھا تھا اسکو یکسر توڑ ڈالا اور جنگ کی پہلی

دنیاوی زبونی اور بدبختی بھی کچھ کم ماتم آفریں نہیں۔ اپنے بدنصیب وجود کو دیکھو اور اپنے اندر و باہر اور گرد و پیش کے حالات و واقعات کو غور و تامل کی نگاہ سے مطالعہ کرو۔ کیا کل تک علوم و فنون کا مالک تمہارے سوا کوئی دوسرا تھا۔ تہذیب و شائستگی کے خزانے تمہارے پاس نہ تھے۔ کیا تم نے دنیا کو عمران و مدنیت کا سبق نہیں دیا۔ کیا اقوام عالم کو اغیار و اصنام کی محکومی و غلامی سے تم نے نجات نہیں دلائی تھی۔ پھر آہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جس نے علوم کے انبار اقوام عالم پر بکھیر دیئے ہوں آج جہالت کی تاریکی میں ہو۔ جسنے تہذیب و شائستگی کو دنیا سے روشناس کرایا ہو۔ آج غیر مہذب و نیم وحشی کے خطاب ذلت سے لعنت اندوز ہو۔ جسنے دنیا کی کھوئی ہوئی عمران و مدنیت کو زندہ کیا ہو اور جسنے اسکو ترقی کے عرش کمال پر پہنچا دیا ہو آج اس قوم کا اسمیں کوئی حصہ نہو کل جسنے قوموں کو غلامی سے نجات دلائی ہو آج وہی اس لعنت میں گرفتار ہو۔ کل تک ہمارے پاس خدا کی دی ہوئی اسقدر وسیع زمین موجود تھی کہ ہم نے دوسروں کو اس میں آباد کر دیا۔ مگر آہ کسقدر دردناک ہے آج کا منظر، کہ وہی زمین جسپر کل تک ہم قابض تھے آج ہم سے چھینی جاتی ہے۔ ہم نے دوسروں کو اسپر آباد کیا تھا۔ مگر آج خود ہم بھی اسپر بسنے کے ناقابل سمجھے جاتے ہیں۔ ہمارا وجود دنیا کے لیے کل تک باعث رحمت تھا۔ مگر آج ہمارا بدبخت وجود اور بدنصیب ہستی دنیا کے لیے ایک بار ہے۔ اور ایک ایسی شدید لعنت ہے کہ جسقدر جلد ممکن ہو ہمارے لعنت بار وجود سے صفحۂ دنیا کو پاک کر دیا جائے۔

پھر اے وہ لوگو جو آج عید کی موہوم خوشی میں پھولے نہیں سماتے اور اترا رہے ہو۔ کیا تم نے کبھی اسپر بھی غور کیا کہ یہ تمہاری عید۔ کوئی حقیقی عید ہے؟ اور کیا جسکو تم خوشی سمجھ رہے ہو۔ وہ حقیقت میں کوئی واقعی خوشی ہے۔ کیا ان دردناک حالات کے ہوتے ہوئے صبح عید شام محرم سے بدتر نہیں؟ کیا تمہاری زبون حالت اسکی مقتضی نہیں کہ بجائے تزئین لباس کے سیاہ ماتمی لباس پہنو اور بجائے احباب و اعزہ سے مل ملکر خوش ہونے کے ایک دوسرے سے ہم آغوش ہو کر اپنی ماتمی حالت پر نوحہ کرو۔ اور ایک دوسرے کو بجائے پیام مسرت کے نوحۂ غم و ماتم بھیجو اور ایک

بسرے کو اپنی سوگوار زندگی کا پرسا دو ٭

اگر دوسری قومیں خوشی کرتی ہیں تو کرنے دو۔ اور اگر لوگ کرسمس میں عید مناتے
ں تو منانے دو کہ انکے حالات اسکے موافق ہیں کیونکہ دنیا کی مسرتیں انکے لیئے ہیں
صرف انکے لیئے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے اس عالم کو اپنے لیئے بہشت زار بنالیا ہے
رتم نے اپنی غفلت کے ہاتھوں اپنی بہشت کو جہنم سے بدل لیا۔ پھر اب تمہارے
ے اس دنیا میں سوائے دکھ درد اور غمگینی کے کچھ نہیں ٭

آہ۔ اے ملت اسلامی! خدا کے لیئے خواب غفلت سے بیدار ہو۔ اور خدا کی عطا
ہوئی نعمت کی قدر کر۔ اور ان ایام متبرکہ کو جنکو خدا نے محترم و مقدس بنایا ہے اپنی
س طرازیوں کا آلہ مت بنا۔ اور اپنی مہمل خوشیوں کے لیئے ان حقیقی مسرتوں کو
موش نکر۔ جن کی یادگار منانیکے لیئے خدا نے تجکو یہ مقدس دن مرحمت فرمایا ہے خدارا
ی حالت زار پر رحم کر کہیں ایسا نہو کہ خداوند خدا جس سے تو نے ایک مرتبہ ریگستان
ب میں عہد عبودیت باندھا تھا تیری ضلالت پیشگی سے روٹھ جائے۔ کیونکہ اگر ایسا
ا تو وہ تیرے لیئے آخری گر سخت و شدید لعنت ہوگی ٭

(ماخوذ از خطیب)

۶ شوال سے ۱۶ شوال تک

لیب کا چندہ سالانہ نظام المشائخ قسم اول و قسم دوم کے خریداروں کے لیئے بجائے
کے صرف دو روپے سالانہ رہے گا۔ اور بجائے ایک روپیہ چھ آنہ ششماہی عہ ششماہی
لکھنے میں جلدی کیجئے۔ اور اس اعلان کا حوالہ دیجئے ورنہ رعایت نہ کیجائے گی۔ حضرت مولانا خواجہ
ن نظامی صاحب کے مضامین کثرت سے دیکھنے مقصود ہوں تو وہ اب خطیب کے سوا کہیں نہیں ہوتے
سکے فوراً خریدار بن جایئے ٭

منیجر خطیب و نظام المشائخ دھلی

، قسم سوم نہیں ۱۲

نظم

نورِ نبوت

دائرہ ذاتِ جہاں اے نقطہ بیضا توئی
اے عقل کل بصیورتاں سائر بہ ہیولے توئی

شکست فرق جان و تن کفر است و ہم تو و من
ہم تن توئی ہم جاں توئی ہم نور جانِ ما توئی

عشق وجودِ سرمدی حسن نمود احمدی
شورِ دلِ مجنوں توئی عکسِ رخِ لیلا توئی

شوق کلیم اللہ تو برق تجلی گاہ تو
ہم قائلِ انی انا در وادیِ موسیٰ توئی

تاثیر یزدانی توئی اعجاز روحانی توئی
در عصمتِ مریم توئی در نفخہ عیسیٰ توئی

نورِ رخ تنزیہ تو آئینہ تشبیہ تو
شامل بمن واصل بحق اے برزخ کبریٰ توئی

ہم سر تنزیلی توئی ہم نفس جبریلی توئی
تفسیر و تاویلی توئی قرآن بے ہمتا توئی

نورِ نبوت نام تو تبلیغ وحدت کام تو
آخر بشکل احمدی رو وادی بطحا توئی

طالب توئی مطلوب تے جاذب توئی مجذوب تو
خود انجذاب حق نما در فطرت اینہا توئی

نورِ دل ایمانیاں شورِ سر اسلامیاں
خود ہمتِ مسلم توئی خود جد و جہد ما توئی

تو برق را مضطر کنی باران رحمت سر کنی
ہر قطرہ را گوہر کنی رازِ حیاتِ ما توئی

خاکسار برق از کانپور

بادشاہ حُسن و عشق

والیِ ملکِ لایت بادشاہ حُسن و عشق
یہ جوانِ سنجری یہ کجکلاہ حُسن و عشق

تیرے ہی جلوے سے ہے راز و نیاز چشم و دل
تیرے ہی دم سے ہے قائم رسم و راہِ حسن و عشق

سب نکل جائینگے پیچ و خم مری تقدیر کے
ایک سیدھی سی نظر او کجکلاہِ حسن و عشق

کھینچ لایا اضطراب دل تصور میں انہیں
میرا سینہ بنگیا ہے بارگاہ حسن و عشق

جب نظر آیا ترے روضہ کا گنبد دور سے
دل پکار اُٹھا کہ یہ ہے خانقاہ حسن و عشق.

صورت بلبل ہے ہر گل تیرے جلوے پر فدا
شمع پروانہ ہے تیری تو ہی شاہ حسن و عشق

وہ گلِ رنگیں ہے تو اے خواجۂ بندہ نواز
جسکو کہتا ہے جہاں کج کلاہ حسن و عشق

کب خدائی بھر کھنچی آتی ہے اس دربار میں
دیکھ اے منکر یہ ہے جذبِ نگاہِ حسن و عشق

تو بدل تیور نہ اپنے اے نگاہِ دلربا
میرے ہی سر ڈال دے سارا گناہ حسن و عشق

آہ و زاری کا برا ہو کھل گیا پردہ مرا
دیدۂ و دل بن گئے میرے گواہ حسن و عشق

رنگ لانے دو لہو۔ نکھری بہار آرزو
بن کے دولہن جب چلی تیغ نگاہ حسن و عشق

ہے سرِ اقدس تمہارا۔ آسمانِ عز و جاہ
اور ابرو و جبیں ہیں مہر و ماہ حسن و عشق

چاہتا ہوں اُس سے میں حسنِ کرم حسنِ عطا
جسکی ذات پاک ٹھہری ہو پناہ حسن و عشق

اب کہاں وہ لطف وہ سیرِ بہاریں ای رضا
مٹ گئی۔ جاتی رہی سب رسم و راہ حسن و عشق

ابو البیان محمد رضا۔ رضا صدیقی۔ الہ آبادی

تضمین بر غزل حضرت غوث پاکؒ

صورت لالہ پُر از خوں شدہ پیمانۂ ما
نیست در محفلِ ما ساقیِ جانانۂ ما

در گوش کشد وجد۔ این نعرۂ مستانۂ ما
بے حجابانہ درآ از درِ کاشانۂ ما

کہ کسے نیست بجز درد تو در خانۂ ما

گشت صد چاک بحسرت دلِ دیوانۂ ما
شان زلفِ تو بود گر کشی این شانۂ ما

گرد و اشکِ مژۂ ما ہمہ دُردانۂ ما
گر بیائی بسرِ تربتِ ویرانۂ ما

بینی از خونِ جگر آب شدہ خانۂ ما

صلح کن صلح سوئے عربدہ ایجان نگرانے
سادہ گیسوست معنبر مکنش غالیہ سائے

صید دل بستہ بہر موست خلاصش مفرمائے
فتنہ انگیز مشو کاکلِ مشکیں مکشائے

تابِ زنجیر ندارد دل دیوانۂ ما

بجز صورت ہمہ اندر نظر ماست سراب ساقیٔ ما احدؔ - وحدتِ او جام شراب
تو کہ آشفتۂ ناسوت نگشتی دریاب مرغ باغ ملکوتیم درین دیر خراب

میشود نور تجلائے خدا دانۂ ما

رقص ما ہست دریں بزم بساز ہمہ اوست نیست جز اوست دگر زمزمۂ ما در پوست
حرم و دیر یکے ہست مپندار کہ دو است با احد در حرمِ تنگ بگوئیم کہ دوست

آشنائیم تو ئی غیر تو بیگانۂ ما

امتحاں گر کسے از ما بکند بوالعجبی است علم غیب است گر ممتحن این بے ادبی است
پس ندانیم کہ اندر لحد این پرسش چیست گر نکیر آید و پرسد کہ بگو رب تو کیست

گویم آنکس کہ ربود ایں دلِ دیوانۂ ما

ہر کہ سرگرم سکوت ہست دل او شدہ سرد آں کہ در جنگ مبارز شمرش مرد
گرد باد از لجنونی بجہد گرد و گرد منکرِ نعرۂ ما کو کہ بما عربدہ کرد

تا بہ محشر شنود نعرۂ مستانۂ ما

مرد آنست کہ در زیرِ فلک عریاں جو است مغز عارف ہمہ وحدت بود و تن ہمہ پوست
مثلِ منصور انا الحق بزنا زندہ ہم اوست شکر ﷲ کہ بمردیم و رسیدیم بہ دوست

آفریں باد بریں ہمتِ مردانۂ ما

سبق او بدبستانِ حقیقت آموخت چہرۂ شمع دل از روغن عرفاں افروخت
عجمی از سیرِ گلستانِ دوئی چشم بدوخت محمی بر شمع تجلائے جمالش میسوخت

دوست میگفت زہے ہمتِ مردانۂ ما

محمد عبد الرزاق عجمی مست سخن از بیادر

قانون و مذہب

جرم ظاہر ہو تو ہے قانونِ دنیا کوئی چیز اور جو پوشیدہ رہے قانون پھر کیا خطر
اے متقین پڑھ "یحاسبکم بہ اللہ" اور دیکھ ظاہر و باطن پہ ہے قانون مذہب کا اثر

عبد المجید صدیقی از لاڑکانہ

تازہ نعتیں اور غزلیں

(۱) مولانا ابو البیان محمد رضا صاحب رضا صدیقی۔ الہ آبادی

مدینہ کے چمن میں جب کوئی دلِ خستہ آتا ہے
بہارِ خلد کا سینے سے گلدستہ آتا ہے

بس اپنے شوق کے ہاتھوں یوں پہنچا ہے در پہ
سرِ بازار جیسے طائرِ پر بستہ آتا ہے

مرے سینے سے خارِ دشتِ طیبہ یوں لگتا ہے
کہ اُن کے ساتھ دل بھی تو مرا پیوستہ آتا ہے

کہا جائے کہیں اب محنتِ شوقِ فراواں کو
ہمارے دل میں ہر اک داغ بھی سربستہ آتا ہے

طبیعت بجھ گئی ہو دور لوٹے جاتے ہیں راتے
رضا مدحت میں کوئی شعر جستہ جستہ آتا ہے

(۲) جناب مولانا عمر حامد صاحب عمر چشتی نظامی۔ از بستی۔ عمر زماں

(طرح مستانشاہ رح) جاں بلب آمد جمالت در نظر دارم بیا

اے کہ رویت دائما اندر نظر دارم بیا
آب حسنت را بہ پیش چشم تر دارم بیا

در رہت سرگشتہ بودستند صدہا سالکاں
بہر آں دل را ز راہت پر خطر دارم بیا

حسرتِ دیدارت افزود از شمارِ روز و شب
انتظارت زیں بہر شام و سحر دارم بیا

وقف اندازِ جمالت ہمتِ و لہاؤ جاں
ساز قربانت دل و جانِ دگر دارم بیا

اے مہِ حسنت ضیائے مہر و عالم فروز
من چراغ شبہائے خود را تیرہ تر دارم بیا

تا کجا داری روا بر حالِ زارِ من ستم
کز جفایت تا بمرگ خود اثر دارم بیا

طفلِ اشکم گر کند افشائے رازِ من چہ باک
درد عشقت را نہاں اندر جگر دارم بیا

تو بشانِ حسن از خوبانِ عالم برتری
من بطرزِ عشق در عشاق سر دارم بیا

بر من انکار کرم کز حکمِ استادِ ازل
حسن و عشقت را بغایت ناز بر دارم بیا

آفتابِ وحدت از روئے جلوہ فرماید کنوں
پیش رو آئینہ از حسن بشر دارم بیا

آمدت را منتظر در فکر وحشت ہائے دل
جاں بلب آوردہ بر راہت نظر دارم بیا

میکنم دریوزہ و امیدِ وصلت مطلبم
فدیہ ات را جسم و جانِ بے خطر دارم بیا

گفتۂ نزعِ عمر بشنو کہ مستانہ شاہ گو ۔ جاں بلب آمد جمالت در نظر دارم بیا

(۳۳) جناب مولانا محمد عبدالحکیم صاحب حسنؔ کلیم۔ بھیرالی

جو کسی کو جامِ فنا دیا تو کسیکو جامِ بقا دیا ۔ ترا لاکھ لاکھ شکر ہے الٰہی مجھے اپنا جلوہ دکھا دیا
ہمیں آرزو سے سوا ملا ہمیں حوصلے کے سوا ملا ۔ ترے پاؤں سے نہ اٹھا جو سر تری بندگی کو جھکا دیا
یہ ارادہ اسکا جو ہو گیا کہ بناے عالمِ ممکنات ۔ تو فروغ جلوہ دکھا کے وہی سایہ اپنا بڑھا دیا
یہ کمالِ حسن تو دیکھئے کہ جو دیکھا آئینہ اک دل ۔ رخ و گیسو اُنکا جو عکس تھا اُسے دین و کفر بنا دیا
اُنہیں کیا حق نے جدا جدا جو شیون ذات کی عین تھیں ۔ کہ شناخت کرلیں وہ باہمی انہیں علم ایسا بتا دیا
کیا جب سوال بتاؤ تو کہ ہے آدمی کی حیات کیا ۔ تو حیات لب آب جو سر ما و من کو مٹا دیا
مرے ناخنوں سے گرہ پڑی جو میں کھولنے بھی لگا کبھی ۔ ترے فضل کی جو چلی ہوا مرے دل کا غنچہ کھلا دیا
یہ جہاں رات اندھیری ہے کہ مسافروں کو ہیں دقتیں ۔ ہوا جب یہ لطف و کرم ترا اسے معرفت کا دیا دیا
یہ صنم کدہ تھا جو کعبہ ہے یہ عرب جو ہیں یہ بچارے تھے ۔ کہ رہِ نجات کو جان لیں انہیں تو نے نورِ ہدیٰ دیا
وہ غرور و کبر کے دیو تھے جنہیں قوم عاد میں تھے سب ۔ انہیں تو نے قہر کی باد سے دم قہر خاک بنا دیا
یہ عروج اور نزول کا ہے حکیمؔ مسئلہ اک ادق ۔ وہاں نور ہی صورتیں رہ گئیں یہاں خاک باد بنا دیا

(۳۴) جناب قسطاس مرادآبادی

چو دل بردی بکن دلداریٔ ما ۔ چو غم دادی بکن غمخواریٔ ما
گرہ در کار ما از ہجر افتاد ۔ بیا حل کن تو ایں دشواریٔ ما
غم ہجرت رگ جاں را خراشد ۔ بیا بنگر تو آہ و زاریٔ ما
نہ آخر مرہمی داغِ دلِ زار ۔ نہ بینی چوں جگر افگاریٔ ما
تلف کردیم عمرے در تغافل ۔ برنگِ خواب شد بیداریٔ ما
گہے آہ و گہے نالہ ہجرت ۔ مشاغل دارد ایں بیکاریٔ ما
سمندِ ناز را آہستہ تر کن ۔ جفا کم کن میفزا زاریٔ ما
جنونے کو کہ از زنداں رہاند ۔ وبالِ جاں شدہ ہشیاریٔ ما
فتادہ ایم در چاہِ مذلت ۔ ببیں آخر تو ایں دشواریٔ ما

تو اے دست خدا امداد ما کن　　ز حد بگذشت آہ و زاری ما
علاج ما کن قسطاس گزوے　　فزوں تر سے شود بیماری ما

(۵) از جناب حاج الحرمین الشریفین منشی محمد خدا بخش صاحب عاشق سکریٹری انجمن زیب پاش سخن برہانپور تلمیذ حضرت حاذق مدظلہ

تمہاری زلف کا سودا ہو یا شاہ اور مرا سر ہو　　تمہاری یاد دل میں ہو تمہارا ذکر لب پر ہو
عنایت کی نظر مجھ پر رہا اے شاہِ کوثر ہو　　سر محشر لب کوثر عطا ساغر پہ ساغر ہو
قیامت میں الٰہی گرم جب خورشید محشر ہو　　ترا لطف و کرم ہم عاصیوں پر سایہ گستر ہو
اگر میری غزل میں وصف دندان پیمبر ہو　　چمک میں آب میں گوہر سے نقطہ نقطہ بہتر ہو
جگر ہو آتش فرقت سے بریاں قلب مضطر ہو　　تو پھر اے خسرو دیں کیونکر جینا مجھکو میسر ہو
چلا دے یا کہ بازوں میں ادہر دور مئے کوثر　　عنایت کی نظر ہم پر بھی اے ساقی کوثر ہو
تمنا ہے بسر ہو زندگی دنیا میں یوں اپنی　　نبی کی یاد دل میں ہو خدا کا ذکر لب پر ہو
تمہاری شان و شوکت یا محمد سب سے اعلیٰ ہے　　رسولوں میں بھی اعلیٰ ہو فرشتوں میں بھی برتر ہو
پس مردن ہو تربت یا محمد تیرے کوچہ میں　　ہماری ایسی قسمت ہو ہمارا یہ مقدر ہو
وہی ہے آنکھ جو تیری جدائی میں ہے گریاں　　وہی ہے دل جو تیری یاد میں یا شاہ مضطر ہو
تمہارا رنگ و بو ہمیں تمہاری ہی ضیا ہمیں　　تمہیں ہو غیرت شمس و قمر رشک گل تر ہو
وہ کافر ہے جسے کچھ شک رسالت میں تمہاری ہے　　تمہیں ہو مخبر صادق تمہیں سچے پیمبر ہو
مٹا دیں خط قسمت کو ہمارے اے حبیب حق　　جبیں سائی کو سنگ در اگر تیرا میسر ہو
مری بگڑی بنا دینا دکھانا شان محبوبی　　قیامت میں جو پیش اے شاہ دیں عصیاں کا دفتر ہو
بنایا ہے تمہیں اللہ نے اسکو سکندر نے　　جو دیکھے آئینہ جلوہ تمہارا کیوں نہ ششدر ہو
خدا کے بعد افضل آپ ہی ہیں اے حبیب حق　　معاذ اللہ کسکی تاب ہے کوئی جو ہمسر ہو
رخ پرنور شاہ دیں اگر وہ دیکھ لے عاشق　　حیا سے ابر کے پردے میں پنہاں ماہ انور ہو

زبان شستہ ہو بندش صاف ہو ترکیب اچھی ہو | عنایت حضرت آذن کی اسے عاشق جو میسر ہو

(۶) جناب مولوی حکیم محمد عمر صاحب فصیح الدھلوی ثم لائلپوری

بڑی دلکش ہے یہ آنِ محمدؐ | دل و جاں سے ہوں قربانِ محمدؐ
بیاں سے ہی فزوں شانِ محمدؐ | کوئی کیا ہو ثناخوانِ محمدؐ
عیاں ہے معنیٔ لولاک سے صاف | جو کچھ ہے رفعتِ شانِ محمدؐ
خجل ہے جسکے آگے باغِ عالم | ہے وہ سرسبز بستانِ محمدؐ
فدائی ہوں فدائی ہوں فدائی | سراپا ہوں میں قربانِ محمدؐ
سلامت ہو سلامت ہو سلامت | قیامت تک یوں ہی خوانِ محمدؐ
طفیلی کو بھی اپنے ساتھ لینا | نہ رہجاؤں میں مہمانِ محمدؐ
نہیں ہے تاب طاقت یہ کسی میں | اُٹھائے بارِ احسانِ محمدؐ
نہ بھولوں گا نہ بھولوں گا کبھی بھی | میں دل سے لذتِ آنِ محمدؐ
ازل سے تا ابد ہے ذاتِ باری | نگہبان نگہبانِ محمدؐ
فروغانی میں کیا ہیں چاند سورج | بہ پیش روئے تابانِ محمدؐ
بڑی بھاری ہے دست آویز بیشک | ہے جن ہاتھوں میں دامانِ محمدؐ
فصیح خستہ جاں اور اس زباں سے | بیاں کیا کر سکے شانِ محمدؐ

نادر فرد

[illegible]

محلہ چھوانی ٹولہ لکھنؤ کے نام رسالہ قسم سوم جاری ہوا ہے۔ جناب مولوی محمد زکریا صاحب ولد مولوی حافظ احمد دین صاحب مسجد بوہڑ والی وگھی یار چنیوٹ ضلع جھنگ کے نام رسالہ قسم سوم جاری تھا۔ بحر میزان ہے باقی ہے

۱۹۱۶ء

دستِ سوال

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ   تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

خطیب و نظام المشائخ کی موجودہ حالت سے متاثر و مجبور ہوکر میں نے اپنے بعض خاص احباب کی خدمت میں جن سے مجھے کامل امید تھی کہ وہ میری معروضات کو رد نہ کریں گے یہ اپیل کیا تھا:-

"مکرم و معظم۔ السلام علیکم۔ آج پہلا موقع ہے کہ میں آپ کو تھوڑی سی تکلیف دیتا ہوں۔ جب سے نظام المشائخ کا ۸ء والا ایڈیشن نکالا گیا ہے۔ مجھے بہت نقصان ہو رہا ہے۔ جنگ کے سبب کاغذ کا بھاؤ بے انتہا چڑھ گیا ہے۔ اور دوسرے سامان طباعت بھی پہلے کی نسبت بدرجہا گراں ملتے ہیں۔ اسلیئے اگر جناب کو نظام المشائخ سے کچھ ہمدردی ہے تو میری مالی مدد فرمایئے۔ اسکی تین صورتیں ہیں (۱) نظام المشائخ کے کسی قسم کم از کم دو نسخے خرید او ہو جیئے (۲) خطیب کے معاونین پیدا کیجئے (۳) اپنے پاس سے نادار لوگوں کے نام خطیب و نظام المشائخ جاری کرایئے نظام المشائخ اور خطیب کی جو وقعت قائم ہو چکی ہے۔ اسے سنبھالے رکھنا آپ جیسے حضرات پر واجب ہے۔ آگے اختیار بدست مختار" الحمدللہ کہ اسکا نتیجہ اچھا رہا جو حسب ذیل ہے:-

ہر ہائنس جنابہ بیگم صاحبہ ریاست ماناوادر نے بیس روپیہ عنایت کیئے تاکہ اُن کی طرف سے ۸ غریب طالب علموں کو سال بھر تک نظام المشائخ مفت دیا جائے۔ **جناب** منشی فیروز الدین صاحب آفیسر منشی سیالکوٹ نے نظام المشائخ کے ساتھ خطیب بھی لینا شروع کر دیا اور ۱۲ اسکا سالانہ چندہ بھیجدیا۔ **جناب** مولوی سید نواب علی صاحب تنوی ایم اے پروفیسر بڑودہ کالج نے بھی نظام المشائخ کے ساتھ خطیب لینا منظور فرمایا۔ اور للعہ بھیجدیئے کہ اس رقم سے ایک نظام المشائخ اور ایک خطیب دو غیر مستطیع آدمیوں کے نام بھیجدیا جائے **جناب** غلام محمد صاحب منشی پیر شر راجکوٹ نے سپرنٹنڈنٹ صاحب بورڈنگ بہاؤ الدین کالج جوناگڈھ کو نظام المشائخ کا خریدار بنایا۔ **جناب** نذیر احمد صاحب رنگونی نے خطیب اپنے نام جاری کرلیا **جناب** مولوی سید بہاول شاہ گیلانی قادری جالندھر نے نظام المشائخ قسم سوم اور خطیب

ہردو کا ایک خریدار دیا۔ جن کا اسم گرامی غلام بھیک صاحب ہے۔ **جناب** شہزادہ مرزا محمد اشرف صاحب گورگانی بی اے ناظم رحیم یار خاں نے خطیب نظام المشائخ کے دو دو خریدار عنایت فرمائے **جناب** میاں مہر بخش صاحب بمبئی نے ایک ایک خطیب نظام المشائخ و ہناداروں کے نام اپنے پاس سے جاری کرایا۔ **جناب** شیخ غلام محمد صاحب سابق جج ریاست فریدکوٹ نے نظام المشائخ کا ایک خریدار دیا۔ **جناب** مولوی دین محمد صاحب حنفی نقشبندی نے بھی ایک خریدار نظام المشائخ دیا۔ **جناب** ذو الفقار علی خان صاحب ہیڈ ڈرافسمین کوئٹہ بلوچستان اور **جناب** جمال الدین صاحب سب اورسیر خود خطیب کے خریدار ہوگئے +

جناب عبد القادر عبد اللطیف صاحب بمبئی نظام المشائخ کے تین خریدار دیئے **جناب** سید محمد علی صاحب نانگلوئی اور **جناب** محمد عبد الکریم صاحب سب پوسٹماسٹر ٹپہ خانہ حیدر آباد دکن اور **جناب** محمد اسمٰعیل صاحب مہسانہ خود نظام المشائخ کے خریدار ہوگئے **جناب** ولی محمد صاحب ڈسٹرکٹ اورسیر کوئٹہ نے ایک اپنے دوست کو خریدار بنایا +

اسیطرح **جناب** عبد الحق صاحب جیلر بارہ بنکی نے ایک **جناب** منشی ضیاء اللہ صاحب گورکھپور نے دو۔ **جناب** محمد عبد القادر صاحب منشی ٹپہ خانہ ہیرولی نے ایک **جناب** محمد ابراہیم صاحب داروغہ ڈسٹرکٹ جیل لکھنؤ نے ایک خریدار خطیب کا دیا۔ **جناب** غلام حیدر صاحب موضع بارہ خود خطیب کے خریدار ہوگئے اور دو خریدار نظام المشائخ کے دیئے **جناب** ابو الصدق محمد نظیر حسین خانصاحب نقشبندی رامپور نے خطیب کا ایک خریدار دیا **جناب** منشی فتح محمد صاحب گورداسپور نے ایک نظام المشائخ کا خریدار دیا۔ **جناب** سکریٹری صاحب ثمرۃ الادب حیدر آباد دکن خطیب کے خود خریدار ہوگئے +

باقی معاونین کے اسمائے گرامی انشاء اللہ اگلے پرچہ میں پیش کیے جائینگے۔ فی الحال ان چند حضرات کے ذکر پر اس سلسلہ کو ختم کرتا ہوں۔ اللہ پاک انہیں اجر خیر بخشے۔ امید ہے کہ جو دوست ابھی تک خاموش ہیں آیندہ وہ بھی توجہ فرمائینگے۔ روپے کی واقعی بہت سخت ضرورت ہے۔ اور کارخانہ بڑی دقت سے چلایا جارہا ہے +

خاکسار واحدی

خوش ہوتا تھا۔ اور بھوک کے وقت آپ انہیں کو کاٹتے یا پیٹ پر دکھتے اور آپ کی اشتہا دور ہو جاتی تھی۔ یہ روٹی اور چوبی انگور آجتک آپ کی خانقاہ میں موجود ہیں اور زائرین کو انکی زیارت کرائی جاتی ہے۔ آپ کی شہرت افغانستان فارس اور وسط ایشیا کے دور دراز کونوں تک پھیل گئی۔ یہاں تک کہ اجودہن کا نام آپ ہی کے طفیل سے پاک پٹن اور پھر ملک پٹن شریف ہو گیا۔

پاک پٹن آجکل کی ملکی تقسیم کے لحاظ سے منٹگمری کے ضلع میں واقع ہے۔ اور جب دور سے دیکھا جائے تو ایک سبز و سیاہ بادل افق آسمان میں زمین اور آسمان کو ملاتا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن جوں جوں نزدیک آتے جائیں۔ ووں ووں سیاہ بادل پہاڑی کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ پہاڑی کے دامن سے لیکر بلندی تک یہ شہر پھیلا ہوا ہے۔ اور ایک مکان پر دوسرا مکان اٹھتا ہوا نظر آتا اور عجب منظر پیش نظر کرتا ہے۔ ان اونچے اونچے مکانوں کے عین بیچوں بیچ سب سے بلند پتھر کی عمدہ اور سفید عمارت ہے جو باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ ہے۔

پاک پٹن کی گلیاں گندی اور تنگ ہیں۔ انکی تنگی کا یہ حال ہے کہ آمنے سامنے سے آتے ہوئے دو آدمی گزر نہیں سکتے۔ تاوقتیکہ ایک ہٹ کر دیوار سے نہ لگ جائے یا دونوں کندھا مار کر نہ چلیں۔ لیکن ایک بڑی سڑک پہاڑی کی چوٹی کی طرف جاتی ہے (پہاڑی کوئی پچاس فٹ بلند ہے) اسکے عین درمیان میں بائیں ہاتھ کو خانقاہ معلی کی سفید عمارت کھڑی ہے۔ اس عمارت کے شرقی اور غربی دو دروازے ہیں۔ جنپر چاندی سے بہت کچھ نقش و نگار کیئے ہوئے ہیں۔ اور سنگ مرمر کی دیواروں میں سنگ سیاہ کے موٹے حروف میں کتبے اور اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ دونوں دروازوں پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا مشہور کلمہ شریف تحریر ہے جو سیکڑوں برسوں سے مسلمانوں کی توحید پرستی کا گواہ چلا آتا ہے۔

خانقاہ کے اندر قبر زمین سے چند فٹ اونچی ہے جسکے پاس صرف ایک مدہم سا دیا جلتا رہتا ہے۔ خانقاہ کا زیور سادگی ہے اور اسقدر نور برس رہا ہے کہ منکر بھی مجبوراً مان لیتے ہیں کہ یہاں کوئی خدا پرست آرام کر رہا ہے۔ قبر کے پاس اور قبریں ہیں۔ جن میں خانقاہ کے سجادہ مدفون ہیں۔ باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد سے آجتک انتیس سجادہ

خانقاہ معلٰی کی جاروب کشی کرکے بہشت بریں میں رم فرما چکے ہیں۔ خانقاہ کے روپہلی دروازوں میں سے جنوبی دروازہ خاص طور پر قدر و الفت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ اسے "دروازہ ارم" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس دروازے میں دو بھاری بھاری قفل پڑے رہتے ہیں۔ جن میں سے ایک کی کنجی تو ایک مسلمان کے پاس رہتی ہے جو بابا صاحب کے خاندان سے بتایا جاتا ہے۔ اور دوسری ایک ہندو کے پاس ہوتی ہے۔ یہ کنجی آٹھ سو سال سے ہندوؤں کے قبضہ میں ہے۔ اور پہلے اُس دن انکے ہاتھ میں آئی ہے جبکہ بابا صاحب رح نے عالم فانی کو خیرباد کہا تھا۔ ہندو آجتک باوجود آٹھ سو سال گزر جانے کے باواجی رح کے مرید ہیں۔ اور اس کنجی کے حقدار متصور ہوتے ہیں۔ اس چابی کے ہندوؤں کے ہاتھ میں جانے کی وجہ یہ ہے کہ جس جگہ آج خانقاہ معلی واقع ہے وہاں پہلے ہندوؤں کا شوالہ تھا۔ ہر ماہ کی چوتھی اور پانچویں تاریخ کی درمیانی رات کو یہ دروازہ کھلتا ہے۔ اور جو کوئی بھی بہشت حاصل کرنے کا متمنی ہوتا ہے اُسے لازم ہے کہ اس عرصہ میں اس دروازے میں سے گزرے۔

دروازہ ارم کے پاس ہی بائیں ہاتھ کو چٹائیوں کی ایک جھونپڑی سی بنی ہوئی ہے اس جھونپڑی میں ایک فقیر چیتھڑوں پر لیٹا رہتا ہے۔ آج اُسے اس میں داخل ہوئے چھ سال ہوئے ہیں۔ موسم گرما کی چلچلاتی گرمیاں اور سرما کی کڑاکے کی سردیاں اُس نے یہیں گزاری ہیں۔ گاہ گاہ وہ رات کے وقت باہر نکلتا ہے۔ اور کبھی کبھی دو چار نوالے روٹی کے کھالیتا ہے۔ ورنہ وہیں پڑا موت کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ اور لوگ آکر اُسکی زیارت کرتے ہیں۔

جب سیاح عصر کے وقت جاتے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ وہی سورج جسکی طرف آنکھ بھر کر دیکھا نہیں جاتا۔ زرد پڑ کر ایک سنہری تھال کی صورت اختیار کرکے مغرب میں غروب ہو جاتا ہے تو مؤذن کی زبردست اور دل ہلا دینے والی آواز بلند ہوتی ہے جو پہاڑوں اور چٹانوں سے ٹکراتی ہوئی دور تک جاتی اور سارے شہر میں ایک ہیبت ناک گونج پیدا کردیتی ہے۔ اذان کی آواز سنتے ہی لوگ کاروبار چھوڑ کر مسجد کی طرف بھاگتے ہیں۔ اور سب ملکر اپنی نماز ادا کرتے ہیں۔ اذان کے ختم ہونے کے بعد جب نمازی ملکر لا الہ الا اللہ کی

صدا بلند کرتے ہیں تو عجب عالم نظر آتا ہے +

پاکپتن کا چھوٹا سا شہر محرم کے ایام میں زائرین سے بھر جاتا ہے جن کی تعداد کم سے کم ساٹھ ہزار ہوتی ہے اور جن میں دنیائے اسلام کے ہر حصہ کے لوگ موجود ہوتے ہیں مدراس کے لوگ۔ افغانستان کے باشندے۔ فارس۔ بلخ۔ بخارا اور ترکستان کے زائر آتے ہیں ستے کہ ایشیا کی تمام زبانیں خانقاہ کے گرد سنائی دیتی ہے۔ تھکے ماندے اور کوفتہ زائرین اونٹوں پر۔ چھکڑوں پر اور گاڑیوں پر آتے ہیں۔ یہ زائر اکثر گاتے اور خوشیاں مناتے آتے ہیں۔ فرط انبساط سے وجد میں آتے ہیں اور خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ زندگی میں ایک دفعہ پھر خانقاہ معلی کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ شہر کے جنوب کی طرف جو خوفناک میدان دامن کوہ میں واقع ہے۔ یہ سارے کا سارا زائرین سے پر ہوجاتا ہے جو یہاں جنگل میں منگل کا سماں باندھ دیتے اور اپنی چہل پہل سے اس ہُو کے میدان کو پُر رونق شہر بنا دیتے ہیں۔ نٹ۔ تماشہ گر۔ ریچھ اور بندر نچانے والے۔ ہنگھوڑے غرضیکہ کوئی ایسا کھیل نہیں ہوتا جو یہاں موجود نہو۔ تماشہ گروں اور دیکھنے والوں کا اسقدر جمگھٹا ہوتا ہے کہ اندازہ لگانا دشوار ہوجاتا ہے۔ مگر یہ نہ سمجھیے کہ تماشہ گر صرف کمانے کی غرض سے آتے ہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ بھی بابا صاحب کی خانقاہ کی زیارت کے لیۓ آتے ہیں۔ بھیڑ میں آپ کو ٹوپی پوش۔ پگڑیاں باندھنے والے۔ انگریزی سوٹ بوٹ سے آراستہ اور کابلی چپنے استعمال کرنے والے لوگ نظر آئینگے۔ بہرے۔ گونگے۔ اندھے کوڑھی۔ تندرست۔ پاجامہ۔ پتلون اور تہ بند باندھنے والے۔ اردو۔ فارسی۔ پشتو انگریزی۔ تامل اور عربی بولنے والے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ اور ان سب کا مدعا ایک ہی ہوتا ہے۔ یعنی کسی طرح "دروازہ ارم" میں سے گزر جائیں +

اس بہشتی دروازے میں سے زائرین کا گزرنا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ اسکے لیۓ مقامی افسروں کو ہر سال خاص انتظام کرنا پڑتا ہے۔ ایک رات کے عرصہ میں چالیس ہزار یا ساٹھ ہزار زائرین کا ایک تنگ دروازے میں سے گزرنا اور پھر کسی کو گزند نہ پہنچنا قطعًا ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پولیس کے بہت سے سپاہی یہاں اس موقع پر بھیجدیے

جاتے ہیں. شفاخانے قائم کیے جاتے ہیں۔ اور بعد سرے ایسے وسائل اختیار کیے جاتے ہیں کہ زائرین کو کسی قسم کی تکلیف ہو تو فوراً مدد پہنچ سکے۔ شہر کے باہر سے لیکر دروازہ بہشتی تک دو دیواریں کھڑی کی جاتی ہیں جن کا درمیانی فاصلہ دو یا ئی فٹ کے قریب ہوتا ہے۔ ہر زائر کے لیے ضروری ہے کہ وہ شہر میں داخل ہونے سے قبل اس تنگ گھاٹی کی سی جگہ میں کھڑا ہو۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ زائر لوگ ایک ایک کرکے اس گھاٹی میں داخل ہوتے ہیں. اور انکی جد و جہد سے بہشتی دروازے کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور ان لوگوں کی دھکم دھکا سے زیادہ نقصان نہیں ہوتا۔ کیونکہ باہر میدان کھلا ہوتا ہے اور ہوا گندی نہیں ہونے پاتی لیکن انکے علاوہ خانقاہ معلے کے صحن میں ہزارہا زائرین موجود ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان دیواروں میں سے گزرنے کی ضرورت نہیں. بلکہ انہیں خاص دروازے سے گزار لیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اکثر نابینے۔ بیمار۔ بوڑھے۔ بچے ہر درجہ کے افسر مختلف ممالک کے شرفاء یا نواب وغیرہ ہوتے ہیں۔

جب وہ رات آتی ہے جبکہ سال بھر کے بعد دروازہ ارم کھلنا ہوتا ہے تو شام ہوتے ہی اسے وا کر دیا جاتا ہے اور زائرین کو یکے بعد دیگرے اسکے نیچے سے گزرنے کی اجازت دیجاتی ہے۔

اس وقت خانقاہ معلے پر عجب نور برس رہا ہوتا ہے۔ اور دیئے کی مدہم روشنی میں منظر پُرہیبت اور پُر جلال نظر آتا ہے۔ زائرین کو دیواروں کی طرف ہٹا دیا جاتا ہے۔ اور قبر کے اردگرد کی جگہ صاف کر دی جاتی ہے۔ یہ زائر ہر وقت خدا کا نام جپتے رہتے ہیں۔ دروازے میں ایک امرتسری فقیر کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہ اپنا ایک ہاتھ اور سر دہلیز سے لگا لیتا ہے۔ اور مُنہ آسمان کی طرف کرکے کچھ پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ اُسکے بدن پر لوہے کی زنجیریں بکثرت ہوتی ہیں۔ اور اُس نے چار ابرو کا صفایا کرایا ہوتا ہے۔ اسکی شکل اطالیہ کے پوپوں سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے۔ اور ہر سال یہ اسی طور سے فرید اعظم کے حضور اپنی عقیدت کا اظہار کرتا ہے جب مقررہ وقت آجاتا ہے اور نماز مغرب سے خدا پرست لوگ فارغ ہو جاتے ہیں تو دروازے کے قفلوں کے کنجی بردار ہندو مسلمان دونوں اپنے اپنے مکانوں سے باہر

نکلتے ہیں۔ اِن کے ساتھ کئی مولوی اور عالم ہوتے ہیں۔ اور انکو دیکھتے ہی زائر لوگ خوشی اور انبساط کے نعرے بلند کرتے ہیں۔ دروازے کی طرف ایک گول رستہ جاتا ہے جسپر چلتے ہوئے یہ لوگ چکر کھاکر دروازہ کے پاس پہنچتے ہیں۔ اسوقت ڈھول نقارے اور نعروں کے شور کے باعث کان پڑی آواز تک سنائی نہیں دیتی۔ جونہی دروازہ کھلتا ہے اور اسکے بھاری پٹ کھولدیئے جاتے ہیں تو زائرین تمام ترتیب کو خیرباد کہکر دیوانہ وار اپنے مدعا کے حصول کے لیئے جدوجہد کرنے لگ جاتے ہیں۔ اسوقت کسی کو کسی کا خیال نہیں ہوتا۔ ہر ایک نفسی نفسی پکارتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ سب سے پہلے میں گزر جاؤں۔ لیکن پولیس (جس کے ساتھ چند انگریز افسر بھی ہوتے ہیں) فوراً کام کرنے لگ جاتی ہے۔ قانون کی لاٹھیاں ، فاداد زائرین کے سروں پر پڑنے لگ جاتی ہیں۔ اور لوگوں کو جبراً پیچھے ہٹاکر دوبارہ قطاریں بنائی جاتی ہیں۔ لیکن پھر وہی بے ترتیبی کا عالم ہوجاتا ہے اور لوگ کہنیاں اور کندھے مار مار کر اپنا رستہ بنانے لگ جاتے ہیں۔ اِس دفعہ دروازہ بندکردیا جاتا ہے اور جو لوگ زخمی ہوجاتے ہیں۔ اُنکی چیخوں اور آہوں سے آسمان گونج اٹھتا ہے۔ پولیس پھر کوشش کرتی ہے اور آخر ترتیب پھر قائم ہوجاتی ہے۔ وہ دو اور تین تین کرکے پولیس زائرین کو اندر داخل کرتی ہے۔ یہ لوگ "فرید فرید" کے نعرے لگاتے نکل جاتے ہیں۔

اگر دروازے کے پاس کھڑا ہوکر دیکھا جائے تو عجب منظر پیش نظر ہوتا ہے۔ وہ دیکھئے ایک بزرگ معمر زائر چلا آتا ہے جو ہندوستان سے دور دراز کا سفر طے کرکے آیا ہے۔ ماتھے کا گٹہ نمازی ہونے کا مظہر ہے۔ ہاتھ میں زمرد کی تسبیح ہے۔ جسکے دانوں کو وہ بڑی جلدی جلدی حرکت دیتا ہے۔ اور جوں جوں دروازہ ارم نزدیک آتا جاتا ہے۔ اس حرکت میں اور بھی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ اور اللہ اکبر۔ سبحان اللہ اور الحمد للہ کا ورد کرتا دروازہ میں سے گزر جاتا ہے اسکے پیچھے پیچھے ایک اور شخص آتا ہے۔ جسکا سرخ چہرہ اور اُلجھے ہوئے بال ظاہر کرتے ہیں کہ وہ شمال کے علاقہ یاغستان کا باشندہ ہے۔ عقابی ناک اور باز کی طرح آنکھیں گواہی دے رہی ہیں کہ اِسکے لیئے کسی کا قتل کردینا یا کسی کا مال لوٹ لینا کوئی بڑی بات نہیں۔ کھردرے ہاتھ بزبانِ حال شہادت دے رہے ہیں کہ انہوں نے کئی

بے گناہوں کو لوٹا۔ اور گوشۂ قبر میں سلایا ہے۔ لیکن بابا فرید شکر گنج رح کے دروازہ پر یہ بھی ایک بے بس زائر ہے۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی ہیں۔ اور فرید فرید کہتا ہوا یہ عقیدت مند بھی اندر داخل ہو جاتا ہے۔ لڑکتا پڑکتا۔ قدم قدم پر لڑکھڑاتا۔ کمان کی طرح جھکی ہوئی پشت اور سفید براق ڈاڑھی والا بوڑھا جو کسی گاؤں کا سردار ہے۔ اور جس کی آنکھوں کی بینائی امتداد زمانہ کے ہاتھوں قریباً نابود ہو چکی ہے آتا ہے اور فرید فرید کا ورد کرتا ہوا دروازۂ ارم میں سے گزر جاتا ہے۔ جوان بوڑھے۔ تندرست اور بیمار آتے اور دروازہ میں سے گزر جاتے ہیں۔ سب کا ایمان اور اعتقاد ہے کہ بابا صاحب رح کے قدموں کی زیارت اُنکے لیئے شفاعت۔ امن اور تسلی کا باعث ہوگی۔ اور وہ سچ مچ متسلّی ہو کر جاتے ہیں ۔

جب صحن کے اندر کے زائر اپنی مراد پا چکتے ہیں تو باہر کے لوگوں کی باری آتی ہے وہاں بھی وہی شور و غل۔ وہی بے ترتیبی اور وہی جد و جہد کا عالم ہوتا ہے۔ لوگ زور دے دیکر دیواروں کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ لیکن پولیس کے زبردست ہاتھ اُنھیں روک دیتے ہیں اور بہت سی کشمکش کے بعد یہاں بھی ترتیب قائم ہو جاتی ہے۔ لیکن پولیس کی اَن تھک کوششوں سے بھی زائرین کی تکلیف کم نہیں ہوتی۔ اور کئی آدمیوں کے زخم خوردہ سر اور ضرر رسیدہ آنکھیں اِس رات کے گزر جانے کے بعد کئی دن تک اِس امر کی شہادت دیتی ہیں کہ دروازۂ ارم میں داخل ہونا کچھ آسان کام نہیں۔ لوگ اِس تکلیف کو بڑی خوشی سے برداشت کرتے ہیں۔ اور ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر ناچتے اور گاتے ہیں۔ یا اللہ یا محمدؐ۔ چار یار کبار۔ حاجی قطب بابا فرید شکر گنج کے نعروں سے زمین و آسمان گونج اُٹھتے ہیں لیکن مختلف نعروں میں سب سے زیادہ نعرہ "یا فرید یا فریدؒ" کا سُنائی دیتا ہے۔ جس کے بولنے والوں کی کثرت کا اندازہ اِس حقیقت نفس الامری سے ہو سکتا ہے کہ اُن نعروں کی گونج کے سامنے ڈھولوں اور نقاروں کی آواز کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ حالانکہ یہ ڈھول اور نقارے سیکڑوں کی تعداد میں بج رہے ہوتے ہیں۔ پولیس تھک جاتی ہے۔ لیکن زائرین کی آمد کا سلسلہ اُسی زور شور سے جاری رہتا ہے۔ جب کبھی دروازۂ خانقاہ پر بھیڑ جمع ہو جاتی ہے

تو آواز لگایا جاتا ہے کہ سب بیٹھ جاؤ۔ زائر قطار در قطار بیٹھ جاتے ہیں جو کھڑا رہتا ہے اُس پر ڈنڈا پڑتا ہے۔ اور آخر وہ بھی بیٹھ جاتا ہے۔ جب رستہ خالی ہو جاتا ہے تو پھر آواز آتی ہے۔ "بھائیو آؤ" اور پھر لوگ اندر جانے شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر آدھی رات اور سہ پہر رات گزر جاتی ہے۔ ہوا میں خنکی بلکہ سردی پیدا ہو جاتی ہے۔ چاند افق آسمان میں غروب ہو جاتا ہے۔ لیکن ہزاروں زائر شوق زیارت میں قطار در قطار اپنی باری کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں اور صبح تک انتظار کرنے کا تہیہ کر لیتے ہیں۔ شور و غوغا۔ باجے۔ نقارے ڈھول وغیرہ سب بند ہو جاتے ہیں۔ جوں جوں رات گزرتی جاتی ہے۔ ترتیب زیادہ عمدہ ہوتی جاتی ہے۔ اور رشدہ شدہ سب قطاریں اپنی باری پر ان دیواروں میں داخل ہو کر دروازۂ ارم تک پہنچتی ہیں۔ اور لوگ زیارت کرکے اپنی دلی مراد حاصل کرتے ہیں۔ صبح ہو جاتی ہے۔ اور اگرچہ ہزاروں زائر شاد کام ہو جاتے ہیں۔ تاہم سیکڑوں ابھی باقی ہوتے ہیں۔ پھر شور و غوغا ہوتا ہے۔ کئی خوش اعتقاد دوبارہ قطار میں داخل ہو جاتے ہیں لوگ قطار در قطار دروازہ کی طرف جاتے ہیں۔ اور پیشتر اس سے کہ دروازہ دوبارہ سال بھر کیلئے بند ہو۔ کم از کم ساٹھ ستر ہزار مرید شرف زیارت حاصل کر لیتے ہیں۔ اُس وقت پاک پٹن کا عجیب حال ہوتا ہے۔ ادھر دروازہ بند ہوتا ہے۔ اُدھر لوگ سونے لگ جاتے ہیں اور دو گھنٹے کے عرصہ میں اس ہزار ہا مخلوق خدا میں سے کوئی متنفس جاگتا نظر نہیں آتا ان لوگوں کی نیند گہری اور پُرامن ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کے دل متسلی ہو جاتے ہیں اور انہیں یقین ہوتا ہے کہ انہوں نے اس چند روزہ زندگی میں ایک نیک کام کیا ہے۔ اُمید شفاعت اور رحم انکے دلوں کو شگفتہ کر دیتی ہے۔ اور دروازۂ ارم میں سے گزرنے کی نعمت حاصل کرنے کے بعد وہ امن و چین کی نیند سوتے ہیں"۔

سلطان الاولیا حضرت شیخ نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہ

یہ بزم فرید کے ٹائٹل کی نقل ہے۔ اصل ایسا ہی کاغذ ایسی ہی لکھائی ایسی ہی چھپائی دیکھئے

بزم فرید

۱۳۳۱ھ

ملک المشائخ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس اللہ سرہٗ کے اعمال و اقوال کا مجموعہ

کل صوفی اور غیر صوفی مسلمانوں کے پاس رہنے کے لائق کتاب

جسے

سلطان الاولیا محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی

میں راحت القلوب کے نام سے ترتیب دیا تھا

اب

مُلا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ

و مترجم جاماسپ نامہ و انوار التحقیق وغیرہ نے اسکو سلیس اور بامحاورہ اردو

کا لباس پہنایا اور خادم الفقرا سید منظور احمد عبادی نے مترجم موصوف کے

درویش پریس دہلی میں چھپوا کے

دفتر نظام المشائخ دہلی سے شائع کیا،

دنیا کی آمدنی میں تمیز ہے جو تمہاری حصہ ہوتی مشرب اگر کاہو
جسٹرڈ نمبر ایل ۱۳۱

جلد ۱۰ نمبر ۶
ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

نظام المشائخ

روحانی سالکین کا ماہوار پرچہ

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ
جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب شاہزادہ حضرت سلطان
نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی
وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ ششماہی ۱۲ / ۱۳

مقام اشاعت دار السلطنت دہلی کوچہ چیلاں

مطبوعہ دہلی پرنٹنگ ورکس دہلی

پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

نظام المشائخ

جلد ۱۲ | بابت ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۳ ہجری | نمبر ۵

فہرست مضامین

شمارہ	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	دردِ دل	جناب شہزادہ مولوی محمد اشرف صاحب گورگانی۔ بی۔ اے	۱
۲	تبلیغ و تحفظ اسلام	جناب مولانا حاجی ہبتہ اللہ صاحب کاکا خیل اویسی	۱۲
۳	انسان	جناب مولوی سید محمد حنیف صاحب چشتی صابری	۲۱
۴	بکری اور بکری کا بچہ	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	۲۷
۵	العشق	جناب مولوی عارف حسن صاحب عارف حسوی	۳۱
۶	تولسہ کا سفر	جناب مولوی حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق	۳۶
۷	پیری مریدی	جناب مولوی حکیم غلام غوث صاحب بہاولپور	۴۲
۸	بئس القرین	جناب مولانا شیخ نور الدین صاحب گوجرانوالہ	۴۵
۹	حمد و نعت	جناب مولانا محیت صاحب داؤدنگری	۴۷
۱۰	سرود حقیقت	جناب قاضی حمید الدین صاحب حمید	۴۸
۱۱	تضمین	جناب مولوی حکیم محمد اسرار الحق صاحب	۵۰
[illegible]	دکنی شراب	جناب مولینا عشق صاحب چشتی حیدرآبادی	۵۲
[illegible]	سرارواح	جناب مولانا حیا صاحب بدایونی	۵۳
۱۴	دردِ دل	جناب منشی امام الدین صاحب	۵۴
۱۵	کیوں چھوڑ دیا	جناب مولوی غلام محمد صاحب طور۔ ایم۔ اے	۵۵
۱۶	رباعیات امجد	جناب مولوی احمد حسین صاحب امجد حیدرآبادی	۵۵
۱۷	قطعہ امجد	ایضاً	۵۶
[illegible]	غزل	جناب مولانا کیفی صاحب چریاکوٹی	۵۶
[illegible]	مشاہیر مشائخ ہند	جناب مولوی محمد شفیع الدین صاحب مرادآبادی	۵۷

یاران نظام المشائخ

ناشکرگزاری ہوگی حق (تعالیٰ سبحانہ) کی اگرمیں یہ اقرار نکروں۔ کہ اُس نے مجھے بڑے اخلاص شعار احباب دیئے ہیں۔ اور ناقدری ہوگی خود اُن احباب کی اگرمیں اُن کے فدا کارانہ محبت کو نہ مانوں آخری دو ماہ میں جس جوش کا انہوں نے اظہار کیا ہے اور جیسی مستعدی کے ساتھ وہ میری درخواست کی تعمیل میں کوشاں رہے ہیں اُسکا حال اس طویل فہرست سے کھلیگا جو ذیل میں درج ہے۔

فہرست

جناب عبدالستار خانصاحب جبلپور۔ (ایک) جناب مولانا عبدالرزاق صاحب عجمی مست سخن بیاور (ایک) جناب مولانا محمد شریف اعظم صاحب لکھنیانوی (چار) جناب محمد سردار علی صاحب حیدرآباد دکن (ایک) جناب محمد اسمٰعیل شریف صاحب طالب علم میسور (ایک) جناب ملک اللہ دتہ صاحب نظامی ضلعدار نہر رحیم یار خاں (ایک) جناب ڈاکٹر ایم۔ جی ملا صاحب انکلیشور (ایک) جناب امام الدین صاحب رام نگر بنارس (ایک) جناب ڈاکٹر قمرالدین صاحب بلالی شاہ اسسٹنٹ پولس سرجن حیدرآباد دکن (چار) جناب سکرٹری صاحب مجلس اتحاد و ترقی حسن ملک میسور (ایک) جناب سردار محمد اکبر صاحب نکٹی وال آدمن ڈاکخانہ تیوکی (ایک) جناب قاضی نذیر احمد صاحب جہاونی شاہ پور (ایک) جناب عبدالہادی صاحب بیوند (ایک) جناب منشی عبدالعزیز صاحب پنشنر قصبہ شام گڑہ (ایک) جناب میر عبدالرحمن صاحب انسپکٹر ریلوے ورکس کالا باغ (ایک) جناب پیرزادہ محمد حسین صاحب ایم اے خان بہادر ریٹائرڈ سشن جج (ایک) جناب مولوی حکیم محمد عبدالغفور حسن صاحب گورکھپور (ایک) جناب عبدالحق صاحب خادم کوچہ مسجد قاصدان امرتسر (ایک) جناب محمد غوث صاحب ناسکل (ایک) جناب محمد انوار اللہ صاحب صدیقی حیدرآباد دکن (ایک) جناب شاہ محمد حیدر حسینی صاحب نامی کوہسوار تعلقہ مالووی (ایک) جناب حکیم جونی لعل صاحب سیالکوٹ (ایک) جناب عبدالحفیظ صاحب حسنی القادری مارگرام (ایک) جناب مقبول محمد صاحب اخلاص پور (ایک) جناب سید شاہ برہان الدین الحسنی مدراس (دو)

جناب مولوی محمود الرب خالد صاحب بنگالی (ایک) جناب مولانا حکیم نواب علی صاحب
برقی پرنسپل مدرسہ الہیات کانپور (پانچ) جناب مولانا میرزا محمد اشرف صاحب گورگانی
بی لٹ (ایک) جناب سید محمد قمر الدین صاحب قمر مقام بوشہر خلیج فارس (ایک)
جناب ایم محمد حیات خاں صاحب جبلپور (ایک) جناب منشی فتح محمد صاحب سررشتہ دار
ناتھ دوارہ (ایک) جناب پیر عزیز الدولہ صاحب سجادہ نشین گجرات (ایک)
جناب محمد ظلیل صاحب انصاری انسپکٹر متھرا (ایک) جناب محمد عبد الواحد صاحب
ہزاری باغ (ایک) جناب محمد علی محمد سیٹھ صاحب نوئی کورن (ایک) جناب
حبیب احمد نصاحب، فدائی پہلور (ایک) جناب ملک محمد آغا صاحب مہردار
سیرہ (ایک) جناب پنڈت پربھو دیال صاحب ماشق نیچ (ایک) جناب سید
پیر شاہ صاحب قصور (ایک) جناب محمد فیاض حسین خانصاحب ادہپور (ایک)
جناب منشی شاہ محمد صاحب گرداور قانونگو (تین) جناب نصر اللہ شریف صاحب
سوہا سرنجیری (ایک) جناب ایم ملک صاحب سب ایڈیٹر سوادیشی پارسی بالیتی
کوان (ایک) جناب حکیم محمد عمر صاحب مقام موگا (دو) جناب خطیب
قطب الدین صاحب جاگیردار میونسپل کمشنر بلگام (ایک) جناب منشی محمد عمر صاحب
کاندہ رئیس غلام رسول صاحب رئیس سہارنپور (ایک) جناب منشی عبد القیوم صاحب
سیالکوٹ (ایک) جناب سید رسول سید بانو صاحب جنوبی برہما (ایک)
ب... خانصاحب بیکانیر (ایک) جناب مولوی عبد الرشید خانصاحب
سررشتہ دار ایجنسی قلات (ایک) جناب سلطان صاحب پٹیالہ (ایک) جناب
مولوی محمد احمد صاحب چشتی صابری مرادآبادی (ایک) جناب عبد اللہ صاحب
سوداگر اجمیر (ایک) جناب مولانا شاہ قمر الہدیٰ صاحب ابو العلائی بہاگا
با... (تین) جناب عبد الرحمن محمد بہائی صاحب احمدآباد (ایک) جناب
مولوی سید شاہ عبد الرشید صاحب القادری میدنی پور (ایک) جناب ایس رحیم بخش
صاحب پوسٹ ماسٹر کنکولی (ایک) جناب احمد دین صاحب طالب علم برنالہ (ایک)

جناب ننھے میاں غلام حسین صاحب سوداگر کالوپور (ایک) جناب سید جلال صاحب حیدرآباد دکن (ایک) جناب بابو احمد دین صاحب سب اوورسیر بٹی (ایک) جناب شیخ بخشی صاحب ترپاتور (ایک) جناب سید عمر صاحب عرف پیر بادشہ حیدرآباد دکن (ایک) جناب سردار شیر محمد خانصاحب ایبٹ آباد (ایک) جناب سید فرید الدین صاحب مختار پٹنہ (ایک) جناب حاجی عبد الکریم صاحب باجڑہ گڈھی (ایک) جناب عبد العزیز صاحب صدیقی سیالکوٹ (ایک) جناب خان بہادر مولینا ایچ ایم ملک صاحب ناگپور (ایک) جناب ایس محمد آدم صاحب ویلور فورٹ (ایک) جناب چودہری محمد عبد الحق صاحب زمیندار سالار (ایک) جناب منشی سید امیر حسین صاحب شمالی بر ہما (ایک) جناب سید محمد اشرف صاحب نظامی کشفی شاہ رنگون (ایک) جناب مولوی شاہ محمد عبد العزیز صاحب ڈاکخانہ سوہاوہ (ایک) جناب عبد الرحمن صاحب اسسٹنٹ انجنیر سلہٹ (ایک) جناب سیٹھ عبد الکریم صاحب کراچی (ایک) جناب اقبال حسین صاحب کیسرا (ایک) جناب سلطان محمد خانصاحب موضع کاتینان (ایک)
باقی حضرات کو بھی جلد متوجہ ہونا چاہیے -

درد دل

جس کی پہلی قسط شوال کے پرچے میں شائع ہوئی تھی اور دوسری قسط اس نمبر میں درج ہے بے انتہا مقبول ہوا اور پسند کیا گیا سینکڑوں گرہ بھائیوں کے خط اس وقت تک میرے اور حضرت شہزادہ مولوی محمد اشرف صاحب کے پاس اس کی تعریف و توصیف میں آچکے ہیں جنمیں صاحبزادہ آفتاب احمد خانصاحب (علیگڈہ) کا گرامی نامہ بالخصوص قابل ذکر ہے لیکن خدا کرے کہ یہ اثر کچھ دیرپا ثابت ہو ضلع مونگیر ڈاکخانہ بیگو سرائے کے ایک پولس انسپکٹر سید کفایت حسین صاحب اس مضمون کی ایک ہزار کاپیاں اپنے خرچ سے چھپوا کر مفت تقسیم کرنی چاہتے ہیں - مولانا محمد اشرف صاحب کا بھی ارادہ ہے کہ پانچہزار ٹریکٹ وہ بانٹیں میرا خیال ہے کہ اور جن جن اصحاب کو اس کار نیک میں حصہ لینا ہو وہ مولینا صاحب موصوف کو مطلع فرمائیں اور سب کی طرف سے ایک دفعہ ہی کام ہو جائے۔ تاکہ خرچ میں کفایت ہو ۔ ہزاروں تو میرا ہی نہیں ہا دوسرے لوگ جسقدر بھیجینگے اسے اس تعداد میں اور اضافہ کر دیا جائے گا۔ رقموں کی ترسیل اور خط و کتابت کے لیے پتہ ہے جناب شہزادہ مولوی محمد اشرف صاحب گھنگانی - بی اے افسر بندوبست معرفت ڈاکخانہ رحیم یار خان ریاست بہاولپور حساب تمام پیش کر دیا جائیگا - امید ہے کہ حضرات اس سلسلہ کو آئندہ بھی جاری رکھیں گے

واحدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظام المشائخ

دردِ دل

(گذشتہ سے پیوستہ)

اے گرفتار ہیئت کے دل۔ دیکھ۔ اور غور کر جو کچھ تیرے چاروں طرف ہو رہا ہے۔ جو جو کچھ ترغیبیں تجھکو پیش آرہی ہیں۔ جو ٹھوکریں زندگی کی تگ ودو میں تجھکو لگ رہی ہیں۔ یہ سب حجاب ہیں مگر فانی ہیں احتیاط کرنی چاہیئے کہ باقی پر فانی کا پردہ نہ پڑ جائے۔ تیری اصل بہت اعلیٰ وارفع ہے۔ تجکو گرنے سے کیا سروکار۔ جس کی ہستی کا سرچشمہ امر ربی سے ہو وہ کیوں فنا کی مزبلہ میں فنا رہے۔ آفتاب کے رُخ پر سے ابر کا نہ ہٹنا چہ معنی۔

بگسل ز بے دلاں مشنو زیب غولاں ۔۔۔ کہ تو از بلند اصلی کہ تو از بلند جالی

تو بر اوج بے زوالی۔ زدر و نہ با حجابی ۔۔۔ تو ازاں ذو الجلالی۔ تو زیر تو خدائی

تو چنیں نہاں لہ میغے کہ مہی بریز میغے ۔۔۔ بدراں تو میغ خود را۔ کہ مہی و خوش لقائی

تو چو ماندہ پائے بستہ۔ تن تو چو کندہ بر پا ۔۔۔ تو بچنگ خود بباید کہ گرہ ز پاکشائی

اب بتا اے گرےہوئے کے دل۔ کہ تو کون ہے تجکو کیا کرنا چاہیے اور کیا کرتا ہے کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائے گا۔ کیا لیکر جاتا ہے۔ اور کیا تیرے ساتھ جائے گا۔ اور اُس تحفہ کو تو کس کے سامنے پیش کریگا۔

اے عزیز۔ تیری فقط دو حالتیں ممکن ہیں۔ دوری یا حضوری۔ ان میں سے جسکو تو قابل ترجیح سمجھتا ہے اُس کے حصول کی کوشش کیوں نہیں کرتا۔ تجکو کاروبار سے کھانے پینے سونے بیٹھنے سے تعلیم وتربیت اولاد سے۔ دنیا کے ہر قسم کے دہندوں سے فارغ وقت ملتا ہے اور ضرور ملتا ہے۔ پھر اسوقت سے کام کیوں نہیں لیتا۔ ایک چنگاری تیرے اندر دبی ہوئی ہے۔ چنگاری ہی سے شعلہ بنتا ہے۔ یہی چنگاری دکھاکر موسیٰ کو طور پر بلایا گیا تھا۔ اور اوجد علی النار ہدی۔ اُن کے منہ سے کہوایا تھا جب چنگاری موجود ہے تو کوہ طور بھی کچھ دور نہیں۔ مگر رونا تو اس بات کا ہے کہ تو اس طرف رجوع ہی نہیں کرتا۔ اگر کبھی بھولے بسرے مذہب کا خیال آیا تو العلم حجاب الاکبر سد راہ ہوتا ہے کبھی تو تو نستوی کی طرح مذہب کو سائنس کے سانچے میں ڈھالنا چاہتا ہے۔ کبھی قرآن کو کیمیکلز کی طرح ایسڈون میں حل کرکے پینا چاہتا ہے۔ یا روحانیت کو فلسفہ دماغی کے ذریعہ سے سمجھنا اور کشتی نوح کو قطرہ میں تیرانا چاہتا ہے۔ کبھی کوئی آلہ ایسا ایجاد کرنا چاہتا ہے جس سے خدا کا طول وعرض و ارتفاع علم مثلث کے قاعدوں سے معلوم ہوجائے۔ کبھی خلق۔ روح ازل۔ ابد وغیرہ کی ماہیت اور حدود معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔ غرض یہ کہ مذہب کا خیال آتے ہی روحانیت کو مادیات کے تحت میں لانا شروع کردیتا ہے تجکو زندہ مذہب سے فائدہ اُٹھانے کی ضرورت ہے نہ کہ اسکو مارکر اسکا پوسٹ مارٹم کرنے کی۔ اس بے معاوضہ محنت کا صلہ یہ ملتا ہے۔ کہ ۔ زاں دیار کہ زادی ہنوز آنجائی روحانیت کی کنجی ایمان ہے نہ کہ سائنس اور فلسفہ ایمان کی پرورش کر۔ خیمہ در کوے یقین زن کہ گماں چیزے نیست۔ یونان نے ہندوستان نے سارے یورپ نے۔ امریکہ نے اسرار وجود کے کھولنے کی کوشش کی مگر نہ کھلا۔ سائنس وفلسفہ نے آج تک کیا بنایا جو آگے کچھ امید رکھی جائے

نشوی واقف یک نکتہ ز اسرار وجود ۔۔۔ گر تو سرگشتہ شوی دائرہ امکاں را

اسلیے اے عزیز تو شاہ راہ ہدایت اختیار کر۔ جس کے لیے عمل خضر راہ ہے دیکھہ۔ جس کتاب پر تو

بنا ایمان رکھتا ہے ہمیں ہدایت کو منحصر و موقوف رکھا ہے عمل پر اور کون سے عمل پر پہلے ہی رکوع میں فرمایا ہے

یہ کتاب بیشک سرچشمہ ہدایت ہے فقط اُن نیکو کاروں کے واسطے جو ایمان رکھتے ہیں
غیب پر اور اپنے حصہ میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اُن لوگوں کے واسطے
ہدایت ہے یہ کتاب، جو ایمان لاے اس چیز پر جو تجھپر نازل ہوئی اور تجھ سے پہلے
پیغمبروں پر نازل ہوئی اور اپنی آخرت پر یقین رکھتے ہیں

ہدایت جس کا نام تو نے بیچ کی ربانی ہے۔ تہذیب نفس۔ ارشاد ضمیر۔ لاہوت۔ امتیاز حق و باطل
حقیقی مسرت۔ اطمینان قلب وغیرہ وغیرہ رکھ چھوڑا ہے وہ موقوف و منحصر کی گئی ہے۔ (۱) قرآن پاک
و صحائف سابقہ پر ایمان لانے (۲) نماز کو قائم رکھنے (۳) زکوٰۃ نصابی دینے (۴) تقویٰ نفس کے ساتھ
زندگی گذارنے (۵) اور آخرت کا یقین رکھنے پر۔ اب یہ تیرا اپنا فرض ہے کہ یہ سوچے کہ آیا اس کتاب
پر تیرا ایمان ہے یعنی اس کل کتاب پر ہے یا فقط اُن آیتوں پر جس میں تیری مطلب براری ہوتی ہے
اگر کل پر ایمان نہوا تو ایمان ہی نہیں۔ یہ وہ امتحان ہے جس میں سو فیصدی نمبر لینے پڑتے ہیں ورنہ
فیل۔ کلام اللہ کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف پر ایمان لانا فرض ہے۔ اگر ایک آیت پر
بھی جو سائنس کی تشریح کے لحاظ سے آپ ڈانوا ڈول یقین ہوگئے تو ایمان کا فیصلہ ہوا۔ کافر مشرک
مرتد ملحد۔ دہریہ۔ نیچری۔ لہری۔ پھری جو کچھ بننا تھا وہ بنگئے

"افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض"

اگر کل پر ایمان ہے تو جیتے رہو۔ شاباش۔ پھر عمل نہ کرنا چہ معنی۔ کیا اللہ میاں نے یہ کوئی ناول
لکھ بھیجی ہے جس کو پڑھ کر دل بہلا کر الماری میں رکھدیا اور سو گئے یہ تو ایک قانون واجب العمل
ہے اور اس غرض سے بھیجا گیا ہے کہ تو ہدایت پائے۔ اگر ہدایت لینی ہے اور تجھکو بالخصوص لینی ہے
تو وہ تو یوں ہی ملتی ہے اور کسی اور طرح نہیں ملتی کہ ایمان۔ تقویٰ۔ (۱) ادائے فرائض نصوصہ۔ ادائے
زکوٰۃ و خیرات میں اپنی عقل و شعور و ہمت و طاقت کو صرف کرتے رہو اور حساب قیامت پر
ایمان رکھو ورنہ سب رستے بند ہیں اس خدائی رستے کو چھوڑ کر چاہو علیگڈھ کالج میں چندہ دو
چاہو دیوبند میں یا حمایت الاسلام میں خواہ کانفرنس میں لمبی لمبی اسپیچیں دو۔ خواہ مسلم لیگ
میں کوئی وقار گورنمنٹ میں حاصل کردیا پبلک میں۔ فلن یقبل منہ۔ ہدایت اسی طرح ملیگی

کہ خدا کے سامنے سر جھکاؤ۔ اور اس قاعدہ سے جھکاؤ جو خود اُس نے مقرر کیا ہے۔ یہی اسلام ہے کوئی اور منگھڑت رستہ اسلام کا نہیں ہے۔ ما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا۔ اے گریجویٹ کے دل۔ اگر تو درماندہ ہے تو راندہ نہ بن۔ اگر تجھپر پردے پڑے ہوئے ہیں ایسے کہ تجھ سے اُٹھ نہیں سکتے۔ اگر تو اپنے میں توفیق عمل نہیں پاتا۔ اگر خطرات و وسواس تجھکو پامال کر رہے ہیں۔ اگر تجھکو یاد خدا میں لذت نہیں آتی۔ بقول غالب

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد   پر طبیعت ادھر نہیں آتی

تو تو اپنا علاج کر۔ تیرا معالجہ وہ ہے جس نے عرب کے بت پرستونکو خدا پرستی کا بہترین نمونہ بنا دیا تھا (فداہ ابی و امی) تیرا حال تو اتنا بگڑا ہوا نہیں ہے جتنا انکا تھا۔ تجھکو تو فقط رجوع کرنی ہے دوا تیار رکھی ہوئی ہے اور یہ نسخہ شفا قرآن ہے۔ یا ایہا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور وہدی ورحمۃ للمؤمنین اے لوگو تمہارے پاس خدا کی طرف سے موعظت پہنچ گئی جس میں تمہارے دلوں کے لیے شفا ہے اور ہدایت ہے اور ایمان لانے والوں کے لیے رحمت ہے

تعلیم نے تیرا دماغ مستعد کر دیا ہے پاکیزہ خیالی کا تو مدعی ہے تجھکو تو فقط یہ مرحلہ باقی رہ گیا ہے کہ توجہ کرے اور خدا کے حکم کو خدا کا حکم مانے اسکے بجا لانے میں راحت جسمانی کو ترجیح نہ دے عارضی تمتع کے واسطے ابدی نقصان گوارا نہ کر۔ روح کو ہمیشہ کے واسطے تڑپانا اور کلپانا تمام عمر اپنی ہی ملامت میں آپ رہنا تیری عقل و شعور کے خلاف ہے میں جانتا ہوں کہ تجھ میں درد ہے اس درد کو بڑھا اور تماشا دیکھ یہی درد ہے جس کے واسطے حضور سید عالم صلعم نے ارشاد فرمایا ہے من کان یستوی یوماہ فہو مغبون جس کے دو دن ایک حالت میں گزرے وہ گھاٹے میں ہے

تو خدا کے واسطے ہے اور خدا تیرے واسطے ہے اس درد کو ادھر منتقل کر۔ اس کالبد خاکی کو جو تیرا مسکن ہے اس درد میں شریک کر اور اس کی برکت میں سے حصہ دے۔ سچے تعلقات کے واسطے دل اور جسم دونوں کی شرکت لازمی ہے۔ اگر تجھ میں وارفتگی زیادہ ہے۔ اگر پردے بہت سے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر کسی طرح یاد خدا اور عشق رسول میں لذت نہیں آتی تو جس طرح گلے سے بچھڑی ہوئی بھیڑ سنسان جنگل میں اندھیری رات میں۔ اکیلی برگشتہ اور گم گشتہ اور سراسیمہ ہو کر اپنے چرواہے کو پکارتی ہے کہ آ مجکو درندوں سے بچا۔ اور میری ساتھیوں کے پاس پہنچا دے

اسی طرح وہی تصور میں لپٹ دستگیر اپنے آقائے غلام نواز علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دروازہ پر سر برہنہ پا برہنہ اور دست بستہ عرض کر کہ اے کائنات کے ہادی اے دکھیاروں کے دردمند اے ریت کے ذروں سے درد بٹانے والے اے درختوں کے پتوں کا سلام لینے والے اے مردہ دلوں کے مسیحا اے بنی آدم کی جان اے ساری خدائی کے سرمایہ ناز مجھ حجاب کے مارے گریجویٹ پر رحم کر میری گستاخی و بے رخی کو معاف فرما

این نمیگویم کہ بودم سالہا در راہ تو ہستم آں گمراہ کہ لغزان و براہ آوردہ ام
گر بپہلوئے معذرت بگذاشت گستاخی مرا کہ وہ گستاخی زبان عذر خواہ آوردہ ام

اے آمنہ کے جگر بند میں تیرا ہوں۔ تیرا نام لیوا ہوں۔ اچھا ہوں یا برا ہوں مگر تیرا کہلاتا ہوں تیرے در کا خاک نشین ہوں۔ مجھکو اپنے در کا بھکاری سمجھ۔ مجھکو اپنی گلی کا کتا سمجھ مجھکو ارذل ترین مخلوقات سمجھ۔ مگر اپنا سمجھ اس نسبت سے محروم نرکھ دوسرے کے حوالے نکر۔

دیو رہزن در کمین نفس و ہوا اندر ادیں زیں ہمہ با سایہ لطفت پناہ آوردہ ام

اے عبد المطلب کے نور چشم میں تیری ملک ہوں یہاں بھی تیرا اور آخرت میں بھی تیرا اپنی ملکیت سے باہر نہ پھینک۔ اپنے گلی کی خاک میں اس مشت خاک کو ملجانے دے فافوزا فوزاً عظیما۔

اے دستگیر افتادگاں۔ اے چارہ بیچارگاں۔ میں تجھ سے بچھڑا ہوا ہوں مجھکو واپس بلا۔ جس طرح شیخ صنعان کو بلایا تھا صدقہ عشق بلالؓ کا مجھکو ہوائے نفس کی غلامی سے آزاد کر۔ تیرے در پر سائل ہوں۔ تونے کسی سائل کو کبھی محروم نہیں رکھا۔ اپنے خدا کا واسطہ اپنے جمال و جلال کا واسطہ اپنی شان محبوبی کا صدقہ۔ اپنی دلکشی و دلفریبی کا صدقہ مجکو بھی محروم نرکھ اپنا بنالے۔ اپنا ہی رکھیو۔ حشر میں اپنے غلاموں کے کفش برداروں میں اٹھوائیو۔ اور اپنا امتی کہکر بلوائیو۔

استخواں ریزہ مجنوں مفگن پیش ہما کہ تعلق بجناب سگ لیلے دارد

اے گریجویٹ کے دل۔ اپنے آقا سے یہ تعلق قائم کر۔ اس سے تجکو اطمینان کامل نصیب ہوگا۔ خدا نے ایک سرچشمہ ہدایت کو انا بشر مثلکم کی صورت میں یوحی الی کا خلعت پہنا کر بھیجا اس کا مطلب یہی تھا کہ تمہارا ہم جنس تم میں بھیجا جاتا ہے۔ تاکہ تم اس کو سنوا اپنا درد دکھ اس سے کہو وہ تمہاری سنے اور دکھ کی دوا کرے۔ وہ تمہارا بنکر آیا۔ تم اس کے نجاؤ۔ اگر نہیں بنتے تو خدا کی سب سے بڑی نعمت سے محروم رہو۔ اندھے چمگادڑ کی طرح دن کو اندھے رہو۔ رات کو [illegible]

الا ذٰلک ہو الخسران المبین ۔

اے یار عزیز ۔ قرآن کو ترجمہ کے ساتھ ہر روز پڑھ ۔ پانچ ہی منٹ سہی ۔ بغیر اسکے ایمان کی تازگی قائم نہیں رہتی ۔ اسکو اپنی غذا بنالے ۔ پھر حدیث رسول سے آشنائی پیدا کر کہ بغیر اس دوا کے یہ غذا ہضم نہیں ہوتی ۔ پھر خدا سے توفیق عمل مانگ ۔ اور عمل کر ۔ عقائد روح ہیں ۔ عمل جسم ہے ۔ روح سے دنیا نہیں چلتی ۔ روح و جسم دونوں سے چلتی ہے ۔ پھر دیکھ کہ تجھ پر کیا کیا نعمہائے الٰہی نازل ہوتی ہیں اور کیا کیا اسرار وحدت کھلتے ہیں ۔ پہلے عرفان دلق پوشوں کو ملا کرتا تھا مگر اب تجھکو ملیگا ۔ کیونکہ تجھ میں اسکے حاصل کرنے کی استعداد ہے ۔ بشرطیکہ اس کے رستے حاصل کرے اور رستہ یہی ہے جو تیرے خدا نے بتایا ہے کہ

قل ان کنتم تحبون اللہ ۔ فاتبعونی یحببکم اللہ

بھائی پیارے بھائی ۔ میرے سرمایۂ ناز بھائی مسلمان بن ۔ سر سے پاؤں تک مسلمان بن ۔ فقط خیالی اسلام یا مسلمانوں کی اولاد ہونے کا نام ۔ اسلام نہیں ہے ۔ عقائد اور عمل دونوں کے مجموعے کا نام اسلام ہے ۔ اس دین پر چل اور قائم رہ ۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وہو فی الاخرة من الخاسرین ۔ اے گرویدۂ حریت کے دل ۔ مری ایک بات اور سنتا جا ۔ پھر اپنے کام میں مصروف ہو جائیو ۔ وہ مختصر ہے اور یہ ہے کہ صراط مستقیم بہت باریک رستہ ہے ۔ بڑی اوگھٹ گھاٹی ہے ۔ بغیر استاد کے اسکے منازل طے نہیں ہوتے حالت کی استقامت ۔ طلب صادق کی آگ کا دل میں مشتعل ہونا اشتغال کا یوماً فیوماً مترقی ہونا ۔ قبض و بسط کے مرحلات طے کرنا وغیرہ وغیرہ راہنما کے محال ہیں ۔ رہنما تلاش کر من جد وجد ۔ تیرے استاد یورپ کو ابھی تک پتہ نہیں لگا کہ منزل مقصود کہاں ہے آنا بھی نہیں کہ " بانگ جرسے می آید " انکا عرفان ابھی تک تشنہ کے کوچہ میں بھٹک رہا ہے ۔ تنزیہ ابھی بہت دور ہے " نہیں ہے " تک گئے ہیں یعنی یہ کہ خدا یہ نہیں ہے اور وہ نہیں ہے ایسا نہیں ہے ویسا نہیں ہے ۔ سپنسر تشبیہ میں رہ گیا ۔ کانٹ انہیں اندھیری گلیوں میں بھٹکتا ہوا مر گیا ۔ گئٹے " اور روشنی " اور " نفی " کہتا ہوا دنیا سے رخصت ہوا ۔ مگر تنزیہ کی جھلک نہ دکھائی دی ۔ تیرے واسطے یہ روشنی بے حجاب موجود ہے بشرطیکہ آنکھوں پر شرع کی عینک لگائے پھر نہیں ہے کہ کوچے سے باہر نکلکر ہُو کی محلسرا میں داخل ہو جائے گا اور

...کچھ دیکھے گا جس کے دیکھنے کو تیری روح تڑپ رہی ہے۔ تم اور آؤ دونوں کا حجاب دور ہو جائے گا اور ہست کا جلوہ نظر آ جائے گا۔

واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب

اس فن کے ماہر ہی خاک دان ہند میں نکل سکتے ہیں۔ جو اللہ نور السموات والارض کا مطلب تجھکو سمجھا دینگے۔ اور اس رستے پر ڈال دیں۔ کہ جس رستے میں کوئی بھول بھلیاں ہے نہ کوئی خطرہ ہے نہ وادی پر خار ہے بلکہ سیدھی ڈگر ہے جو دوست کے دروازہ تک ہی نہیں جاتی بلکہ قطرہ مہجور کو قلزم وصل یار میں فنا کر دیتی ہے۔

لے گریجویٹ کے دل۔ خدا نے تجھکو اپنے واسطے بنایا ہے۔ دنیا اور اس کی آلودگیوں کے واسطے نہیں بنایا۔ اس وادی رنجک۔ اس دار المحن بسجن المومنین اس تو وہ خاک اس حجابات کے کنہر کے واسطے پیدا نہیں کیا۔ اپنے لیے اور اپنے کاموں کے لیے بنایا ہے دنیا کے کاموں کی ممانعت نہیں ہے مگر ان کاموں کو سر انجام کرنے میں خدا کو بھولنا منع ہے حاضر و ناظر ماننا اور پھر بھول جانا تیری لیاقت کے لائق نہیں ہے۔ اسکو ماننا نہیں کہتے یہ غفلت ہے۔ غفلت میں انکار ہے انکار داخل کفر ہے کوئی اور بھولے یا نہ بھولے۔ مگر تجھکو زیبا نہیں کہ تو بھولے۔ مختصر ما پروگرام ہے کہ احکام شرعی کو وقت پر انجام دو دنیا کے کاموں کو فتوی شرعی کے مطابق پورا کرو۔ اور خالی وقت میں خدا کو یاد کرو۔

اذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون

تم اسکو یاد کرو وہ تم کو یاد کرے۔ کتنا بڑا معاوضہ ہے۔ جسکا اندازہ کسی طرح کوئی نہیں کر سکتا یہ ہے اسلامی زندگی اس کو اختیار کرو۔ ورنہ قدرت کے جو قاعدے کل عالم پر جاری ہیں ایک کمزور کا ذلیل اور ہیٹ پہننے والے گریجویٹ کے حیران و پریشان دلکو کیوں مستثنی رکھیں گے۔ انسان اگر بہتر بننے کی کوشش کرتا ہے تو زیادہ بہتر ہوتا جاتا ہے اگر یہ کوشش بند ہو جاتی ہے تو دن بدن بدتر ہوتا جاتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی فرو گذاشتیں بڑی فرو گذاشت کی جرات پیدا کرتی ہیں۔ ترک مستحبات سے ترک نوافل کی جرات ہوتی ہے۔ ترک نوافل سے ترک سنت کی۔ اون سے ترک فرض کی پھر ایک طرف عقاید کا فیصلہ ہونا شروع ہوتا ہے

دوسری طرف صغائر کا نمبر لگتا ہے۔ پھر کبائر کا۔ کبائر کی عادت سے ایک طرف بدعقیدتی کی پرورش ہوتی ہے دوسری طرف نفس لوامہ کو مرض موت لاحق ہو جاتا ہے۔ پھر یہ دوپاؤں کا جانور جو اپنے ایماندار باپ کی نیک اور محنت کی کمائی کو کالج میں خرچ کرا کے گریجویٹ بنا ہے۔ ایک ایسی متعفن ہستی بنجاتا ہے جس سے قوم میں بدعقیدتی و بداعمالی و اسراف و افلاس کی طاعون پھیلتی ہے اور خاصی پھیل چکی ہے اور جس کے ہونے سے نہونا بدرجہا بہتر ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اچھا لے گریجویٹ کے دل۔ اب رخصت ہو۔ خدا تجھ میں اور تو خدا میں ہے آمین

جناب گریجویٹ صاحب۔ میں آپ کی سمع خراشی کی معافی مانگ کر آپ سے رخصت ہوتا ہوں مگر چلتے چلتے اتنا عرض کیے جاتا ہوں کہ خلاصہ میری معروضات کا یہ ہے جو گذشتہ صفحات کا اعادہ بہ سبیل اختصار ہے۔

قوم کا ہر قسم کا بوجھ آپ پر ہے۔ آپ اپنے آپ کو بھی سنبھالیں اور قوم کو بھی سنبھالیں۔ قوم کی جہاں آپ دینوی خدمت کرتے ہیں (اگر کرتے ہیں) وہاں دینی خدمت بھی اپنے اوپر لازم کیجیے۔ اور اس کو اپنا فرض عین سمجھیے۔ نقص تعلیم دور کیجیے۔ یعنی رواجی تعلیم کے ساتھ قوم کے نونہال معصوموں کو درگاہ حضرت سید المرسلین میں بھی کچھ وقت کے واسطے داخل کیجیے۔ خواہ آپ ڈے سکول کھولیں خواہ نائٹ سکول۔ مناسبت حالات کے لحاظ سے جہاں جہاں آپکا اثر ہے کوئی مناسب طریقہ تعلیم دین کا قوم کے بچوں کے واسطے نکالیے۔ نیدرمنٹ روز کا لکچر نوخیز و قابل طبیعتوں کو بہت جلد متاثر کردیگا اُن میں ایسا انقلاب پیدا ہوگا کہ آپ اور اُن کے والدین بہت خوش ہوں گے۔ چھ سات کروڑ مسلمانوں کے بچوں کے واسطے علیگڈھ۔ ندوہ۔ دیوبند۔ سہارنپور۔ حمایت الاسلام۔ نعمانیہ۔ مدرسہ الہیات کانپور وغیرہ کافی نہیں ہیں۔ ہر ضلع ہر بستی میں جہاں جہاں سرکاری یا دیگر رواجی مدارس ہیں۔ وہاں خارج وقت میں تعلیم دینی کی دئے جانے کا بندوبست کریں۔ اگر شامت اعمال یا زمانہ کی باد مخالف کے اثر سے رجوع نہو تو رجوع کے اسباب پیدا کیے جائیں۔ ساری قوم ابھی گریجویٹ تو نہیں ہوگئی جو وہ دینی تعلیم میں آپ کا ہاتھ بٹانے سے گریز کرے گی الحمد للہ کہ ان پڑھے جاہلوں میں ہتقدر نور ایمان باقی ہے کہ وہ مذہبی کاموں میں ہم سے

زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ پہلے علما کو اپنے ساتھ شامل کیجئے۔ اور آپ اُن کے ساتھ شامل ہوں۔ دونوں طاقتیں ملکر غریب سیدھے سادے لوح مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کر سکتے اور کسی دینی کام کو چلا سکتے ہیں۔ گریجویٹ اور علماء ملکر اگر اپنے رسولِ پاک کے نام کی اشاعت کریں تو کسکو ناکامی کی امید ہے۔ ایک اور ایک گیارہ ہو گئے ہیں۔ ولا یایئس من روح اللہ الا القوم الکافرون ہمت چاہیئے خدا برکت دیگا۔ کام شروع کرنا مشکل ہے ناکامیابی مشکل نہیں ہے۔

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے ہزارہا شجر سایہ دار راہ میں ہیں

جہاں درد دل سے نکلکر زبان تک آئے اور زبان سے نکلکر ہاتھ پاؤں تک پہنچے۔ وہاں کامیابی کیا چیز ہے۔ خدا کے بنائے گھر روم یعنی مساجد موجود ہیں ان کو آباد کیجئے یہ بہترین نتائج مکول ثابت ہونگے۔ اگر اس تحریر کو پڑھکر فقط ایک ٹھنڈا سانس بھر کر آپنے اس سمع خراشی کی داد دی تو کچھ بھی نہوا۔ ایسی ٹھنڈی سانس تو آپ ہزاروں دفعہ بھر چکے ہیں حضرت سلامت۔ ضرورت تو اس بات کی ہے کہ آپ اپنی بھی خبر لیں اور قوم کی بھی۔ قوم کو شدید ضرورت دینی تعلیم کی ہے اُسکا بندوبست کرنا آپکا فرض عین ہے۔ ورنہ مساجد آپ کی دعا سے اُدجاڑ تو ہو ہی چکی ہیں۔ اب اُنکا گودامونپر کرایہ کے واسطے جانا باقی ہے۔ جس کی ذمہ داری اس گردن پر ہوگی جنپر اب سوائے نکٹائی اور کالر کے اور کسی چیز کا دباؤ نہیں ہے۔ اُس گروہ پر بار جواب دہی ہوگا جو کچھ کر سکتا تھا اور کچھ نہیں کیا۔ اور وہ گروہ آپکا ہے سنا۔ بھائی چراغ الدین بی لے وافتخار الدین ایم لے و ماہ دین بیرسٹر ایٹ لا؟

تمہارے رسولِ ہاشمی کا دین زبان حال سے امداد مانگ رہا ہے اور سننے والوں کے کان میں اسکی آواز پہنچ رہی ہے۔ کہ یاقوم اجیبوا داعی اللہ اے مسلمانو۔ میں ہندوستان میں پردیسی ہوں بے یار ومددگار ہوں۔ غیروں کے ہاتھ سے ذلیل ہوں۔ اور اپنوں کے ہاتھ سے جاں بلب ہوں۔ میری خبر لو۔ یا مجکو رخصت کرو تاکہ میں اپنے وطن حجاز کو چلا جاؤں۔ پھر جب کوئی نسل میری قدر کرنے والی پیدا ہوگی تو میں پھر آجاؤنگا۔ ورنہ اُن میزبانوں میں جو مجھکو خبر نہ لیں۔ اُن سہ دھروں میں جو ایک جاں بلب عزیز کے حلق میں قطرہ نہ ٹپکائیں۔ میں رہنا نہیں چاہتا۔ مجکو تمہاری گنگا جمنا کے سرسبز میدانوں۔ پنجاب کی زرخیز وادیوں۔ ہمالیہ

کی ٹھنڈی ہواؤں اور دکن کے دلفریب مرغزاروں کی ضرورت نہیں۔ مجکو تو عرب کے بے درخت پہاڑ ریگ کے ٹیلے اور گرم ہوا محبوب ہی۔ میرا دل یثرب و بطحا کے اُن ذروں میں پڑا ہوا ہے جنپر آفتاب ایمان کی شعاعیں بارہ مہینے پڑتی رہتی ہیں۔ میری جان اُن نیلگوں و سنگین پہاڑوں میں اٹکی ہوئی ہی جو مدینۃ النبی کی حاشیہ داری کر رہی ہیں۔ میں ہی چلا جاؤنگا۔ اور حکم خدا کا منتظر رہونگا
کیا یہ صدا لے مسلمان بھائی۔ لے مسلم گرتجو یث۔ تمہارے کانوں تک نہیں پہنچی۔ کیا یہی آواز نہیں تھی جو ایک دردمند بزرگ کے قلم سے آج تیس برس پہلے نکلی تھی۔

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے — پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
جس دین کے مدعو تھے کبھی سیزر و کسریٰ — اب آج بلند اُس میں نوائے فقرا ہے
وہ دین کہ تھی بزم جہاں جس سے چراغاں — اب اسکی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے — اُس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے

اور دین بھی کون سا دین۔ خدا کا بھیجا ہوا۔ محمدؐ عربی کا لایا ہوا۔ تہذیب کا اُستاد۔ تہذیب نفس کا اتالیق۔ مترقی سوسائٹی پیدا کرنے والا۔ فطرت کا مجلّیٰ آئینہ۔ دلکو چین اور بدن کو راحت دینے والا۔ دنیا و آخرت کی فلاح سے لبریز۔ اتفاق کا واعظ۔ قومیت کا پیدا کرنے والا۔ پاکیزہ زندگی کا معلم۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ خدا سے ملانیوالا۔

انصاف شرط ہی اور غیرت کا مقام ہی کہ کون سے دل سے اس دین کی طرف سے غفلت و سرد مہری اختیار کی گئی ہی اور وہ کون سی ضمیر روشن ہی جو اسکی پامالی پر آپ کو آمادہ کر رہی ہی اب بتائے کہ ہمارے غریب سر پکڑ کر نہ روئیں تو کیا کریں۔ اور قوم اُس تھوہڑ کی باڑ اور ستیاناسی پودے سے مایوس نہو تو کیا کرے۔ بہت سو چکے۔ جاگو۔ خدا کی پکار کا جواب دو۔ اور رسول عربی کی چشم عنایت کے امیدوار ہو ورنہ یاد رکھو کہ جس طرح سرکاری ملازمت میں تمہاری قیمت پچیس تیس روپیہ ماہوار پر آگئی ہی۔ اسی طرح قوم میں بھی تم اتنے ہی کے رہ جاوگے اور اپنے شفیع المذنبین کے سامنے لتنے ہی نہیں۔ کیا اس مستقبل پر آپ قناعت کرتے ہیں یا آپ کی شورٹ سائٹ مائی نس سیون چشم کوتاہ بین کو یہ مستقبل نظر نہیں آتا۔ دونوں حالتیں رونے کے لائق ہیں۔

فلیضحکو قلیلاً ولیبکوا کثیراً جزآءً بما کانوا یکسبون ۔

اچھا اواب ہم تم دونوں ملکر اس بارگاہ میں عاکریں جس نے ہی تسلیم ہمہ نارل فرمائی اور جو غافلوں کی سب سے پہلے سنتا ہی کیونکہ بندہ کی حوصلہ افزائی اس کی خاص صفت ہی۔

لے خدا۔ لے ابراہیم کے خدا لے ابن آمنہ کے خدا۔ لے ساری کائنات کے خدا لے سیاہکاران و تواب کے خدا۔ لے ذرہ ذرہ کے خدا لے قدیم و حادث کے خدا لے تمنی و سع کل شی کہنے والے خدا۔ لے لا تقنطوا سے ڈہارس لانے والے خدا۔ جل شانک وعم نوالک دوری دور کر۔ حضوری عطا فرما۔ یارب البیت۔ البیت لک ولا بغیرک۔ تجکو بھول گئے تھے اسکا مزا پالیا۔ اب اپنی یاد کا مزا چکھا دے۔ مرار وزی مبادا آنم کہ بے یاد تو بنشینم لے ہمارے بنانے والے۔ ہم تیرے بنائے ہوئے ہیں۔ تیرے بندے ہیں۔ اپنا بندہ بنا کر رکھہ۔ اپنا خوف دے اپنی محبت دے۔ جو کچھ دے اپنا دے۔ دوسرے کے حوالہ نہ کر۔ اعوذ بک عمن سواک لے ہم کو بلانے والے ہم تجھ سے بھاگے تھے پھر تیرے حضور میں آتے ہیں تیرے حبیب نے تیرا دروازہ بتایا ہی اور تیرا پیغام پہنچایا ہی کہ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی اپنے قول کا پاس کر۔ اپنی حبیب کی زبان کا پاس کر۔ اور پکارنے والوںکی لاج رکھہ لے۔ روف و رحیم نے لطیف و کریم کا دروازہ دکھایا ہی۔ اس دروازہ سے محروم نہ جائیں۔ لے قہار لے جبار تجکو واسطہ ہی اُنکا جنپر تو نے کبھی قہر نہیں کیا۔ جن پر تو نے ہمیشہ رحمت کی۔ تجکو واسطہ ہی اس جلیل الشان کا جس کو تو نے رحمۃ للعالمین بنایا۔ ہم کو اپنی شان قہاری نہ دکھائیو رحمت و رافت کی شان دکھائیو۔

لے رحمان لے رحیم۔ ہم بے بضاعت ہیں۔ بے طاعت ہیں نافرمان ہیں۔ سیاہ کار ہیں کچھہ ہیں۔ مگر تیرے حبیب کی امت ہیں۔ بنی سعد کے چرواہے کے گلہ میں سے ہمارا نام خارج نہ کیجیو۔ الٰہی ہدایت دے۔ دین پر استقامت دے۔ اپنے بندوںکی خدمت کی توفیق دے اپنی رضاجوئی کی توفیق دے ادائے فرض و سنت کی ہمت و طاقت دے۔ نور ایمان سے دلکو روشن کر اور اُس روشنی کو قائم رکھہ۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی اجمل خلقہ و اکمل خلقہ

تبلیغ و تحفظ اسلام

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم۔ اما بعد خدا تعالےٰ فرماتا ہے یا ایہا الذین
آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملئکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرھم
ویفعلون ما یؤمرون۔ مسلمانو اپنے آپ کو اور اپنے اہل (وعیال) کو (دوزخ) کی آگ سے بچاؤ جسکا
ایندھن ہونگے آدمی اور پتھر اس پر فرشتے (تعینات) ہیں تند خو سخت' خدا جو اُن کو حکم دے اسکی
نافرمانی نہیں کرتے اور جو اُن کو حکم دیا جاتا ہے (بے کم و کاست) اسکی تعمیل کرتے ہیں۔ التحریم پارہ ۲۸
رکوع ۱۔ دوسری جگہ مذکور ہے۔ وما ھذہ الحیوۃ الدنیا الا لھو ولعب وان الدار الاخرۃ لہی
الحیوان لو کانوا یعلمون اور یہ دنیا کی زندگی تو بس (جی کا) بہلاوا اور کھیل ہے اور دار آخرت کی زندگی
ہی زندگی ہے اے' کاش یہ لوگ (اتنی بات) سمجھتے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ
نے تمام مخلوق کو انسان کے لیے اور انسان کو اپنے لیے پیدا کیا۔ انسان کی چار حالتیں ہیں اوّل
حال انسان کا یہ ہے کہ خالی روح ہوتا ہے۔ اس حالت میں روح بالقوہ علم اور معارف اور حقائق
اشیاء کے حصول کے لیے استعداد اور قابلیت تو رکھتی ہے مگر بالفعل ہر بات سے خالی اور کوری
ہوتی ہے۔ جس کے حال سے خدا تعالیٰ یوں خبر دیتا ہے۔ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر
لم یکن شیئاً مذکوراً بلا شبہ (نوع) انسان پر اتنے بڑے وسیع زمانے میں سے ایک ایسا
وقت بھی) آچکا ہے کہ وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا۔ دوسری حالت انسان کی دنیا میں آنیکی
جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین۔ ثم جعلنٰہ نطفۃ فی قرار مکین
ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظم لحما ثم انشانٰہ خلقا آخر
فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا۔ اور پھر ہم ہی نے
اسکو حفاظت کی جگہ (یعنی عورت کے رحم میں) نطفہ بنا کر رکھا پھر ہم ہی نے اس لوتھڑے کی بندھی
بوٹی بنائی۔ پھر ہم ہی نے بندھی بوٹی کی ہڈیاں بنائیں۔ پھر ہم ہی نے ہڈیوں پر گوشت مڑھا
پھر (آخر کار) ہم ہی نے اسکو دوسری ہی مخلوق کی صورت میں بنا کھڑا کیا تو سبحان اللہ

خدا بڑا ہی با برکت ہے جو (سب) بنانے والوں میں بہتر (بنانے والا ہے) انسان کی اس حالت
کو نشاۃ اولیٰ کہتے ہیں یعنی پہلی بار کا بنانا۔ انسان کی تیسری حالت کو عالم برزخ یا عالم قبر کہتے
ہیں جیسا کہ سورت عبس میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے قتل الانسان ما اکفرہ من ای شیء خلقہ من
نطفۃ خلقہ فقدرہ ثم السبیل یسرہ ثم اماتہ فاقبرہ ثم اذا شاء انشرہ آدمی پر (خدا کی) مار وہ
کسقدر ناشکرا ہے (خدا نے) اس کو کس چیز سے پیدا کیا (سو پیدا کیا) نطفے سے (کہ) پہلے اسکو
بنایا پھر اس (کی ہر ایک چیز) کا ایک اندازہ باندھ دیا پھر (نیکی اور بدی کا) رستہ اسپر
آسان کر دیا۔ پھر ایک وقت خاص تک زندہ رکھکر اسکو مار دیا پھر اسکو قبر میں (لے جا) داخل
کیا پھر جب چاہیگا اسکو (دوبارہ) اٹھا کھڑا کریگا۔ جب موجودہ دنیا کی عمر ختم ہو جاوے گی تو
ناگاہ ایک فرشتہ بگل بجائے گا تو تمام علوی اور سفلی مخلوق پر مرگ کی بیہوشی طاری ہو جائیگی
مگر جس کو خدا چاہے وہ زندہ رہیں گے۔ کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ بگل بجایا جائے گا۔ اور انسان
قبروں سے نکل پڑیں گے۔ جیسے برسات میں کھمب زمین سے نکل پڑتے ہیں اور اسی پیدائش
کو نشاۃ الاخریٰ کہتے ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات و
من فی الارض الا ما شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخریٰ فاذا ہم قیام ینظرون اور اول بار صور پھونکا
جائے گا تو جو (مخلوقات) آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے (سب) پر (مرگ کی) بیہوشی
طاری ہو جائے گی مگر جس کو خدا چاہے۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اب سب کے سب
ایکدم (قبروں سے نکلکر) کھڑے ہو جائیں گے۔ پھر ہر ایک آدمی کو اپنے عمل کی سزا جزا دیجاویگی
ووفیت کل نفس ما عملت وہو اعلم بما یفعلون۔ فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر۔ اور جس نے
جیسے عمل کیے ہیں سب کو پورے پورے بھر دیے جائیں گے۔ اور لوگ جو کچھ بھی کر رہے ہیں
خدا اس سے خوب واقف ہے۔ اس دن کچھ لوگ جنت میں ہونگے اور کچھ دوزخ میں۔
غرض کہ انسان کی چار حالتیں ہیں۔ ایک دنیا میں آنے سے پہلے کی حالت۔ دوسری
دنیاوی حالت تیسری عالم برزخ یا عالم قبر کی حالت چہارم عالم آخرت کی حالت جسکو
خدا تعالے نے اس طرح مذکور فرمایا ہے۔ کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم
یحییکم ثم الیہ ترجعون (لوگو) کیونکر تم خدا کا انکار کر سکتے ہو اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم بیجان

تھے تو اس نے تم میں جان ڈالی ۔ پھر (وہی) تم کو مارتا ہے پھر (وہی) تم کو قیامت میں
دوبارہ) جلائے گا (بھی) پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے ۔ انسان اور خدا میں ایسی محبت
اور تعلق ہے جیسے کہ شفیق باپ اور فرمانبردار بیٹے میں یا مہربان استاد اور ذکی شاگرد میں
یا مرشد اور رشید مرید میں یا پاکباز عاشق اور معشوق میں بلکہ اس سے بھی بڑھکر کیونکہ جو
خدا کا عاشق ہوجاتا ہے اس سے یہ سارے تعلقات چھوٹ جاتے ہیں ۔ مگر چونکہ یہ ذوقی امر
ہے جو خود خدا کا محب یا محبوب یا عاشق اور معشوق نہو اس حال کو نہیں جان سکتا ہے
اور قلم یا زبان سے یہ امر ظاہر نہیں ہوسکتا ۔ ہر کسی کو ضرور ہے کہ خود کوشش کرکے اس
حال کو پالیوے ۔ انسان کی دنیاوی حالت بہت سخت امتحان اور ابتلا کی حالت ہے
تمام آیندہ حالتوں کے نیک و بد کا دارومدار اسی حالت پر ہے اگر اس میں کامیاب
ہوا تو عالم برزخ اور عالم آخرت دونو میں خوش اور خرم رہیگا ورنہ حرمان اور ندامت
نصیب ہوگا ۔ اسی حالت کے سنوارنے کے لیے ہر مومن مامور ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اہل و
عیال کو اس حالت کی برائی سے بچاوے اسی حالت کی درستی کے لیے خدا نے انسان کو
عقل و حواس دیے کہ وہ نیک و بد میں تمیز کرکے ہر حالت میں اعتدال اور تقوی قائم
رکھے اور افراط اور تفریط سے بچتا رہے ۔ اور یہ نہ خیال کیا جائے کہ اہل سے صرف بال بچے
مراد ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ ہر نبی کی اپنی امت اور ہر بادشاہ کی اپنی رعیت اور ہر حاکم
اور عالم کے نادان لوگ اور ہر پیر و مرشد کے اپنے مرید اہل و عیال ہیں ۔ اگر خدا چاہتا تو
سب لوگوں کو نیک پیدا کرتا یا راہ راست لیجاتا مگر ایسا نہیں کرتا ۔ خدا نے ہر ایک شخص
کو عقل اور حواس اور تمیز اور قدرت دیکر یہ اختیار دیا ہے کہ اپنی کوشش اور جہد سے
مرتبہ قرب حاصل کرے یا اپنی سستی اور غفلت سے خدا سے دور اور بعید رہے ۔ علاوہ
عقل اور تمیز عطا کرنے کے خدا نے وقتاً فوقتاً انبیا اور رسل بھی مبعوث فرمائے اور انہوں
نے بقولے کلموا الناس علی حسب عقولہم لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے ترہیب
اور ترغیب سے کام لیکر کوشش وسعی کی اور تادم زیست اپنی کوشش سے باز نہ آئے
اور اسی طرح انبیا کے متبعین تبلیغ اور تحفظ اسلام میں انبیا کی پیروی کرکے خدا کا فرمان

بجا لاتے رہے اور اب بھی ویسا کرتے ہیں مگر بقول مصرع ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامی دارد ہر وقت اور ہر زمانہ کے مناسب حال انبیا اور علما اور حکما دعوت اسلام کر کے لوگوں کی اصلاح کرتے رہے۔ شریعت اسلام تو آدم علیہ السلام سے قائم ہے مگر نوح علیہ السلام سے پہلے انبیا اور اُن کے متبعین کا طریقہ دعوت معلوم نہیں ہے کہ وہ کس طرح تبلیغ فرماتے تھے صرف نوح علیہ السلام اور اُن کے مابعد انبیا کے طریقہ تبلیغ کا قرآن مجید میں ذکر ہے نوح علیہ السلام نے اپنی دعوت کا زور دنیاوی عذاب اور دنیاوی انعام پر لگایا ہے روحانی اور خروی خوشی کا انہیں کچھ ذکر نہیں۔ جیساکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا ارسلنا نوحا الی قومه ان انذر قومک من قبل ان یاتیهم عذاب الیم۔ قال یا قوم انی لکم نذیر مبین ان اعبدوا الله واتقوه واطیعون یغفر لکم من ذنوبکم ویوخرکم الی اجل مسمی۔ ان اجل الله اذا جاء لا یوخر لو کنتم تعلمون۔ قال رب انی دعوت قومی لیلا ونهارا فلم یزدهم دعائی الا فرارا وانی کلما دعوتهم لتغفر لهم جعلوا اصابعهم فی اذانهم واستغشوا ثیابهم واصروا واستکبروا استکبارا۔ ثم انی دعوتهم جهارا۔ ثم انی اعلنت لهم واسررت لهم اسرارا۔ فقلت استغفروا ربکم انه کان غفارا۔ یرسل السماء علیکم مدرارا ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنت ویجعل لکم انهرا۔ مالکم لا ترجون لله وقارا۔ وقد خلقکم اطوارا۔ الم تروا کیف خلق الله سبع سموات طباقا وجعل القمر فیهن نورا وجعل الشمس سراجا والله انبتکم من الارض نباتا ثم یعیدکم فیها ویخرجکم اخراجا۔ والله جعل لکم الارض بساطا لتسلکوا منها سبلا فجاجا ہم نے نوح کو انکی قوم کیطرف (پیغمبر بناکر) بھیجا کہ قبل اس کے کہ تمہاری قوم کے لوگوں پر عذاب دردناک آ نازل ہو انکو (اس سے ڈراؤ) چنانچہ (انہوں نے ان سے) کہاکہ بھائیو میں تم کو کھلے طور پر ڈر سنانے آیا ہوں اور تم کو سمجھاتا ہوں کہ خدا کی عبادت کرو اور اس کے غضب سے ڈرتے رہو اور میرا کہا مانو (ایسا کروگے) تو وہ تمہارے گناہ معاف کریگا اور (موت کے) وقت مقرر تک تم کو (دنیا میں اطمینان سے۔ جینے بسنے کی مہلت دے گا۔ جب خدا کا ٹھہرایا ہوا (وہ) وقت آموجود ہوتا ہے تو وہ (کسی کے ٹالے ذرا دیر کے لیے بھی) نہیں ٹل سکتا۔ اے کاش تم (اتنی بات) سمجھے ہوتے (جب نوح

اپنا فرض رسالت ادا کر چلے اور لوگ ان کو برابر جھٹلاتے رہے تو انہوں نے خدا سے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم (کے لوگوں کو) رات کے وقت بھی بلایا اور دن کے وقت بھی (بلایا) تو میرے بلانے کا الٹا یہی اثر ہوا کہ (جتنا زیادہ بلایا اتنا ہی) زیادہ بھاگے اور جب جب میں نے انکو بلایا کہ (یہ تیری طرف رجوع ہوں اور) تو اُنکے گناہ معاف فرمائے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس ٹھونس لیں (کہ اُن کے کانوں میں میرے بلانیکی دہنک نہ پڑے) اور (اوپر سے) اپنے کپڑے اوڑھ اوڑھ لیے) کہ کہیں میری صورت اُن کو نہ دکھائی دے اور ضد کی اور شیخی میں آکر اکڑ بیٹھے۔ پھر میں نے انکو پکار کر بلایا اور اُن کو ظاہر بھی سمجھایا اور اُنکو پوشیدہ بھی سمجھایا (اور بار بار اُن سے) کہا کہ اپنے پروردگار سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو کہ وہ بڑا بخشنے والا ہے (تمہارے قصور بھی معاف کر دیگا اور) تم پر (آسمان سے) موسلا دہار مینہ برسائے گا اور مال اولاد سے تمہاری مدد کریگا اور تمہارے لیے باغ اُگا دیگا۔ اور تمہارے لیے نہریں رجاری کریگا (سوا لگ) تمہیں کیا (بلا مار گئی) ہے کہ تم نے (بالکل) خدا کا وقار دل سے اُٹھا لیا حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح کا پیدا کیا ہے (کوئی کیسا کوئی کیسا) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے کیسے تہ بر تہ سات آسمان بنائے ہیں اور ان میں چاند کو (بھی) بنایا ہے (کہ وہ ایک) نور ہے) اور سورج کو بنایا ہے (کہ وہ ایک روشن) مشعل (ہے) اور اللہ ہی نے تمکو (ایک طرح پر) زمین سے اُگایا پھر (دوبارہ) لوٹا کر اسی مٹی میں تمکو ملا دے گا اور (قیامت میں) تم کو اس مٹی سے پھر نکال کھڑا کریگا اور اللہ تعالے نے زمین کو تمہارا فرش بنا دیا ہے کہ اسکے کھلے رستوں میں (جدہر چاہو) چلو۔ اسی طرح ہود و صالح اور لوط اور شعیب اور ابراہیم علیہ السلام نے صرف خدا کی عبادت کی دعوت دی اور لوگوں کو شرک سے منع کیا اور اُن کو عذاب آخرت سے ڈرایا اور جو تعلق انسان اور اپنے رب کے درمیان ہے وہ اُن کو نہ سمجھایا۔ کیونکہ اُنکی امتوں کی عقلیں ان اسرار کی دریافت سے قاصر تھیں۔ اسیطرح توراۃ اور انجیل میں حقائق اور معارف چھوڑ کے معاد تک کا

ذکر بھی نہیں ہے زبور میں بھی داود علیہ السلام سے صرف دنیاوی مصائب اور نوائب کا شکوہ اور گلہ اپنے رب سے ظاہر کیا ہے اخروی امور کا ہمیں کچھ ذکر نہیں ہے حکماء یونان اور ہندوستان اور ایران اور چین اور دیگر ممالک کے حکما کی کتابوں میں بھی معاد کا تفصیل وار ذکر نہیں ہے۔ ان میں سے بھی بعضوں نے اعمال اور بعضوں نے اخلاق کی درستی پر زور دیا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم بھی دو طرح ہے ایک عوام کے لیے اور ایک خواص کے لیے۔ عوام کے لیے تو وہی سابقہ انبیا کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے یعنی دوزخ کے عذاب کا ڈر اور بہشت کی نعمتوں کی بشارت اور خواص قرآن مجید کی تلاوت اور اسکے آیات میں تفکر اور تدبر سے خود بخود تمام حقائق اور معارف سے مالامال ہو جاتے ہیں۔ عوام قرآن مجید کے ظاہری وعدہ وعید سے مطمئن ہو کر نیک عمل کرتے ہیں اور بد کاموں سے اجتناب کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے آخرت کے نعما کو تمثیلات میں بیان کیا ہے خواہ وہ نعما نفسانی ہوں خواہ روحانی۔ مثلاً نفسانی نعمتوں کو یوں بطور بیان فرمایا ہے۔ مثل الجنة التی وعد المتقون فیہا انہار من ماء غیر آسن ج وانہار من لبن لم یتغیر طعمہ وانہار من خمر لذة للشاربین ج وانہار من عسل مصفی وہم فیہا من کل الثمرات ومغفرة من ربہم کمن ہو خالد فی النار وسقوا ماء حمیما فقطع امعاءہم جس بہشت کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں (ایسے) پانی کی نہریں ہیں جس میں بو کا نام نہیں اور (ایسی) دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ (مطلق) نہیں بدلا اور (ایسی) شراب کی نہریں ہیں جو پینے والے کو بہت ہی خوش ذائقہ معلوم ہوگی اور (نیز) صاف (شفاف) شہد کی نہریں ہیں اور ان کے لیے وہاں ہر طرح کے میوے (موجود) ہوں گے اور ان کے پروردگار کی طرف (گناہوں کی) معافی کیا ایسے بہشت کے رہنے والے ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ آگ میں (پڑے) جلتے ہونگے اور (پیاس لگے گی تو) ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا۔ اور وہ انکی انتڑیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیگا۔ سورہ محمد پارہ ۲۶ رکوع ۲۔ دوسری جگہ مذکور ہے۔ مثل الجنة التی وعد المتقون۔ تجری من تحتہا الانہار۔ اکلہا دائم وظلہا۔ تلک عقبی الذین اتقوا ق وعقبی الکفرین النار۔ پرہیزگاروں کے لیے جس باغ (بہشت) کا وعدہ کیا جا رہا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے تلے نہریں (پڑی) بہ رہی ہونگی اس کے سدا بہار اور (اسی طرح) اس کی چھاؤں یہ ہے ان لوگوں کا انجام ہے جو (دنیا میں) پرہیزگاری کرتے رہے اور کافروں کا انجام ہے دوزخ

آخرت کی روحانی خوشیوں کا ان آیات میں ذکر ہے۔ انما یومن بآیاتنا الذین اذا ذکروا بہا خروا سجدا وسبحوا بحمد ربہم وہم لا یستکبرون۔ تتجافی جنوبہم عن المضاجع یدعون ربہم خوفا وطمعا ومما رزقنہم ینفقون فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون۔ افمن کان مومنا من کان فاسقا لا یستوون۔ ہماری آیتوں پر تو بس وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب اُن کو وہ (آیتیں) یاد دلائی جاتی ہیں۔ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی حمد وثنا کے ساتھ تسبیح (وتقدیس) کرنے لگتے ہیں اور وہ (کسی طرح کا) تکبر نہیں کرتے (رات کے وقت) ان کے پہلو بستروں سے آشنا نہیں ہوتے اور عذاب کے خوف اور (رحمت) کی امید سے اپنے پروردگار سے دعائیں مانگتے اور جو کچھ بھی ہم نے اُنکو دے رکھا ہے اس میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں۔ تو کوئی شخص بھی نہیں جانتا کہ لوگوں کے (نیک) عملوں کے بدلے میں کیسی کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لیے پردۂ غیب میں موجود ہے۔ تو کیا ایمان لانے والا اس کے برابر ہوجائیگا جو نافرمانی کرتا ہے (دونوں فریق ہرگز) برابر نہیں ہو سکتے۔ فلا تعلم نفس ما اخفی لہم قرۃ اعین میں روحانی خوشی کی طرف اشارہ ہے۔ روحانی خوشی کو سالکان طریقت دنیا میں بھی محسوس کرتے ہیں جیسا کہ ایک سالک کہتا ہے۔ بیت

امروز چوں جمال تو بے پردہ ظاہر است　　　　در حیرتم کہ وعدہ فردا برائے چیست

تاہم دنیا میں صرف مشاہدہ ہے آخرت میں بے پردہ دیدار ہے۔ رسول اللہ کے زمانہ میں اُنکی صحبت میں خواص نے علوم اور معارف حاصل کیے عوام کا طریقۂ دعوت وہی رہا جو پہلے انبیاء کا تھا۔ مثلاً کوئی اعرابی یا عام آدمی کسی معاملہ میں معاد کی بابت کوئی مسئلہ پوچھتا تو رسول اللہ اس کی حالت کے مطابق جواب دیتے مثلاً اگر سائل میں غصہ کا غلبہ ہوتا تو اُسکو فرماتے کہ لا تغضب، بہت غصہ مت کر۔ اگر کسی میں بخل کا مرض ہوتا تو اسکو مال خرچ کرنے کا حکم فرماتے۔ اگر کسی میں تکبر کا مادہ زیادہ ہوتا تو اس کو تواضع کرنے کا امر کرتے وعلی ہذا القیاس۔ رسول اللہ کے زمانہ کے بعد جب اسلام چاروں طرف پھیلا اور اکثر ملکوں کے لوگ مسلمان ہوئے تو علما نے اسلام کے تحفظ کا انتظام کیا۔ حلال وحرام ومباح اور بیع اور اجارہ اور دیگر مسائل کی بابت کتابیں لکھیں اور اس کا نام فقہ رکھا جب فقہ میں لوگوں

نے کمال حاصل کیا تو صوفیائے کرام نے باطنی صفائی اور اخلاق کی درستی کا انتظام فرمایا۔ پھر رفتہ رفتہ ایسے لوگ پیدا ہوئے کہ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ مجتہدین اور دیگر بزرگان دین کی نسبت برے اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرتے تھے لہذا اُن کے لیے ایسے قواعد وضع کیے گئے کہ لوگ بزرگوں کی نسبت بُرے الفاظ استعمال نہ کرسکیں کسی پر کفر کا فتوی لگایا جاتا تھا۔ کسی پر بدعت کا بعض پر ارتداد کا کوئی سابی کہلاتا تھا اور ہر ایک امر کے لیے جدا جدا تعزیرا اور سزا مقرر تھی اسیطرح مسلمان ایک مقرر قانون کے پابند تھے اور معین حد سے کوئی تجاوز نہیں کرسکتا تھا۔ اور ان سب پابندیوں سے اسلام کی حفاظت مدنظر تھی اب وہ زمانہ نہیں رہا نہ مسلمانوں کی حکومت رہی۔ تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت و لکم ما کسبتم و لا تسئلون عما کانو یعلمون۔ یہ لوگ تھے کہ اپنے وقت میں ہوگزرے انکا کیا انکے آگے اور تمہارا کیا تمہارے آگے اور جو کچھ وہ کرگزرے تم سے اُس کی پوچھ کچھ نہیں ہوگی۔ اب اگر کوئی جاپان یا امریکہ یا یورپ چلا جائے اور وہاں نوح علیہ السلام کی طرح لوگوں کو بطور وعظ ایک خطبہ (لیکچر) سنائے کہ لوگو تم گناہوں سے توبہ کرو اور خدا سے استغفار مانگو کہ خدا فضل کرکے تمپر مینہ برسائے اور تمہارے لیے فصل اور باغ اُگائے تو وہ لوگ اس شخص کی ہنسی اُڑائیں گے اور کہیں گے کہ استغفار کی کیا ضرورت ہے مینہ کا برسنا اور باغ اور فصل کا پیدا ہونا سب فطرتی باتیں ہیں اپنے اپنے موسم پر سب کچھ خود بخود ہوتا چلا جاتا ہے یا اگر مولوی صاحبان کل دنیا میں گشت لگاویں اور سارے لوگوں سے کہتے جاویں کہ یا تم ایمان لاؤ ورنہ تم کافر یا سابی وغیرہ ہو تو اس سے کیا ہوگا یا اب جو بعض خشک مولوی صاحبان کسی غریب آدمی یا مسجد کے امام پر کفر کا فتوی لگا دیتے ہیں تو اس سے اسلام کو سوائے نقصان کے کیا فائدہ ہے۔ اگر مسلمان اس شخص سے جسپر کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے لین دین نہیں کرتے ہیں یا غم دشادی میں اسکو نہیں بلاتے تو اس کے لیے عیسائی یا صد ہا دیگر فرقے موجود ہیں غرضکہ اب علم کا زمانہ ہے لوگ ہوشیار ہوگئے ہیں بلا دلیل کوئی بات نہیں مانتے بال کی کھال نکالتے ہیں۔ جب تک کہ اسلام کی تعلیم بذریعہ کتب و رسالجات اچھی طرح منتشر نہ کی جائے ترہیب اور ترغیب اور مناظروں اور فتووں سے کچھ نہیں ہوگا میرے خیال

میں تو جب تک صوفیائے کرام اور علماء عظام اپنی اپنی تعلیم جہان میں بذریعہ پریس نہ پھیلاویں وہ اپنے اپنے فرائض تبلیغ سے سبکدوش نہونگے اور روز قیامت ان سے کہا جاویگا کہ تم نے خدا کا پیغام نہیں پہنچایا۔ جو رسالے مثل نظام المشائخ وغیرہ موجود ہیں اُنکو بند ہونے دیں اور وہ بحر جرایداور رسائل کے جاری کرانیمیں سعی کریں۔ زیادہ حد ادب۔ ۱۸ رجولائی ۱۹۱۵ء

(حاجی) محمد اللہ کاکاخیل اویسی (رئیس میاں گدڑی ضلع پشاور)۔

۸۶

انسان

دنیا کی یہ عظیم گلستان آبادی اور اختلاف مذاہب کا یہ پر وسعت اکھاڑہ عجائب قدرت کی بوقلمونی صفات کا پتہ دے رہا ہے اس گلستان ہستی کی مختلف الالوان جلوہ آرائیاں قدرت کی گوناگوں صفات کی شرمندہ احسان ہیں۔ ہر شے ایک ہی نور سے منور اور ایک کیفیت سے متکیف ہے ہر رنگ میں اسی بے رنگ کا رنگ پایا جاتا ہے۔

قدرت نے اس عالمگیر قانون سے کہ ہر ایک موجودات کا پیکر ایک خاص صفت کا مظہر اور ہر ایک شئے کسی نہ کسی خاص شان سے وابستہ ہے اس انبیاء اور فلسفہ کے ناپاک اور غلط خیال کو کہ الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد (ایک ہی کو پیدا کر سکتا ہے) دور کر دیا ہے یہ نہ صرف اس غلط تخیل کو دور کرتا ہے بلکہ صانع قدرت کی بے انتہا قوت اور لازوال طاقت کا ایک بین ثبوت دیتے ہوئے اقرار ربوبیت کی اس انتہائی منزل تک پہنچا دیتا ہے جس کے سایہ میں ابدی حیات کے چشمے اور لازوال سرور کی نہریں بہتی ہیں جس میں انسان مخلوق وآلام فنا و بقا کے روح فرسا اور جان گداز صدمات سے نجات پالیتا ہے۔

فلاسفہ کا ادراک غیر مرئی اشیاء کی فہم سے قاصر اور اس کا تخیل حقائق اشیاء کی معرفت سے خاسر ہے وہ علت و معلول تناسب و توازن کے علم کو ترقی کا معراج سمجھتا ہے وہ حقائق اشیا کی معرفت کو حسی و ادراکی وسائط سے ڈھونڈتا ہے اور اس ذریعہ سے وہ پا نہیں سکتا۔

علم حق از سینہ سینا مجو روشنی از چشم نابینا مجو

گر بعقل و ہوش کار دیں بدے　　　فخر رازی راز دار دیں بودے

عارفان بارگاہ الہی حقائق اشیاء کو پالیتے ہیں ان پر اس کیفیت کا انجلاء کامل طور پر ہوتا ہے اور وہ جمال بے مثال حضرت احدیت کو بصیرت کی آنکھ سے بلا توسط وسائل حس و ادراک دیکھتے ہیں نعم ما قیل

شام در کوکبۂ صبح نمایاں نگرند　　　روز در منظر خفاش ہویدا بینند
قطرہ را کہ ہر آئینہ گہر خواہد بست　　　صورت آبلہ بر چہرۂ دریا بینند
ہرچہ در دیدہ عیان است نگاہش دانند　　　ہرچہ در سینہ نہاں است مسیحا بینند
دور بینان ازل کوری چشم بد بیں　　　ہم دریں جا نگرند انچہ در آنجا بینند

ہرچہ در سو نتواں یافت بہ ہر سو بینند
ہرچہ در جا نتواں دید بہ ہر جا بینند

مختلف علوم اور فنون کی ورق گردانی سے نہ تسکین قلب حاصل ہوتی ہے اور نہ یکسوئی اس الجھن کو نہ فلسفہ کھول سکتا ہے اور نہ حکمت دور کر سکتی ہے دور کیوں جاؤ اسی کائنات کے مختلف انواع میں سے ایک افضل ترین نوع انسان ہی کو دیکھو اس کی حقیقت و ماہیت کے بیان میں کسقدر اوراق و صفحات سیاہ کیے گئے ہیں مختلف حیثیات اور مختلف حالات سے اس کی نسبت بحث کی گئی ہے فلسفہ و حکمت و سائنس سے وہ موشگافیاں کی گئیں ہیں کہ دور بینان بارگاہ فلسفہ تک کے دماغ چکرا گئے ہیں مسئلہ ارتقار کے ماہرین نے تو یہانتک لکھدیا ہے کہ اصول ارتقار کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ انسان ابتدائی حالت میں بندر تھا اور بندر سے ترقی کرکے انسانی قالب میں نمودار ہوا۔ پھر باوجود اس تبحر علمی اور دماغ سوزی اور دقت نظر کے ابھی تک انسانی حقیقت کو نہ پا سکے اور نہ حقیقت معلومہ پر انکا اتفاق آراء ہو سکا۔ ؎

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے تبلادیا چند اشاروں میں

اسقدر تمہید کے بعد ہم نظام المشائخ کے اس نمبر میں انسان کی حقیقت پر کچھ لکھتے ہیں اور آئندہ نمبر میں انسان کامل اور اس کی شناخت کا ذریعہ اور شرائط اور انسان ناقص

کے حالات سے بحث کریں گے۔

اس وقت ہمیں انسان کے لغوی معانی سے بحث نہیں نہ وہ انس سے مشتق ہے یا نسیان سے اور نہ ہمیں طبی حیثیت سے انسان کو دیکھنا ہے کہ وہ نطفہ سے پیدا ہوا اور نطفہ نتیجہ ہے غذا کا اور غذا کا قوام اربعہ عناصر سے ہے اسی لیے انسان بھی اربعہ عناصر سے بنا اور ہر ایک عنصر کے کسر و انکسار فعل و انفعال سے ایک غیر معتدل کیفیت پیدا ہوئی ہے جس کا نام مزاج ہے اور اسے حواس خمسہ عطا کیے گئے اور وہ مرکب ہے غضروف و اعصاب اور دوسری غیرہ سے اور نہ ہمیں منطقی بحث میں الجھ کر انسان کو بادی البشرہ منتقیم القامۃ عریض الاظفار کے خطاب سے مخاطب کرنا ہے۔

اور نہ ہمارا مدعا فلسفہ کے لحاظ سے انسانی حقیقت کا کہنا ہے کہ وہ صورت نوعیہ اور ہیولی سے مرکب ہے اور نہ ہمارا مقصود اس پیچیدہ اور مشکل بحث میں پڑنا ہے کہ انسان جسم کا نام ہے یا روح کا یا ہر دو کے مجموعہ کا یا روح جسم انسانی کے اندر ہے یا اس کا فقط جسم کے ساتھ تعلق ہے بازو غیرہ۔

بلکہ ہمارا مقصود اس وقت انسانی حقیقت سے بحث کرنا ہے کہ انسان کیا ہے۔ اور اس کی اصلی حقیقت کیا ہے۔

قرآن پاک میں خداوند کریم نے انسان کی پیدائش کے متعلق اس طرح ارشاد فرمایا ہے

ہم نے انسان کو بنا کر اس میں اپنی روح کو پھونکا	فاذا سویتہ فنفخت فیہ من روحی
ہمنے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا	انی جاعل فی الارض خلیفۃ
ہم نے انسان کو معزز و معظم بنایا	لقد کرمنا بنی آدم
ہمنے انسان کو پیدا کیا اور ہم بہت برکت والے ہیں	فتبارک اللہ احسن الخالقین
ہم نے انسان کو اچھی شکل میں پیدا کیا	لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

حضرت سرور عالم سید ولد آدم علیہ التحیۃ والثناء فرماتے ہیں۔

خداوند کریم نے آدم (انسان) کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ

خداوند کریم نے فرمایا میں انسان کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے پکڑتا ہے میں اس کے

کان بنجاتا ہوں مجھ سے سنتا ہے میں اس کی آنکھ بنجاتا ہوں مجھ سے ہی دیکھتا ہے ۔ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ۔

خداوند کریم نے فرمایا انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا بھید ہوں الانسان سری وانا سرہ خداوند کریم نے انسان کو خود ہی بنایا اور اپنی ہی روح کو اس میں پھونکا اور فخر کے ساتھ فتبارک اللہ احسن الخالقین فرمایا ۔ ع ۔ جس پہ خالق کو بھی ہو ناز وہ انسان ہوں میں اور لاکھ مخلوق سے برتری و شرف بخشا معزز و ممتاز کیا زمین پر اپنا نائب بنا کر بھیجا فرشتوں کو اسکے آگے سجدہ کا حکم دیا ۔

یہ اس لیے کہ انسان الٰہی بھیدوں میں سے ایک بھید تھا ۔ اسلیے اس میں حقیقت کے راز کو مخفی رکھا تھا تاکہ اس بھید کو انجان نہ پاسکیں اور خواص تک بھی یہ راز رہے عندلیب باغ سحر طرازی لسان الغیب حافظ شیرازی فرماتے ہیں

سر خدا کہ عارف سالک بکس نہ گفت ۔۔۔ در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سرور عالم سے دو علم سیکھے ایک تو امت میں عام طور سے پھیلا دیا دوسرے علم کو اگر ظاہر کروں تو ظاہر پرست میری شہ رگ کو کاٹ ڈالیں ۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

رب جوہر علم لو ابوح بہ ۔۔۔ لقیل لی انت ممن یعبد الوثنا

میرے پاس ایسا علم ہے اگر اسے ظاہر کروں تو لوگ مجھے بت پرست کہنا شروع کردیں ۔

اسی لیے انسان کو دائرہ امکان کے اندر عالم امر اور عالم خلق کا جامع بنا کر بھیجا گیا ۔ اور اسے حقیقت جامع کہا گیا ۔

عالم امر وہ ہے جو محض لفظ کن کے ارشاد سے پیدا ہوا اور یہ عالم امر عرش کے اوپر ہے اس میں پانچ لطیفہ ہیں ۔ قلب ۔ روح ۔ سر ۔ خفی ۔ اخفی ۔

عالم خلق وہ ہے جو تدریجاً پیدا ہوا اور یہ عالم خلق عرش کے نیچے ہے اس میں بھی پانچ لطیفہ ہیں ۔ نفس ۔ آتش ۔ ہوا ۔ آب ۔ خاک ۔

انسان میں یہ سب لطائف پائے جاتے ہیں۔ شیر یزدان ولایت تاج الاولیا حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اپنے صاحبزادہ کو تعلیم دیتے ہیں دیکھنا کیسے پیارے اور جامع الفاظ میں اس نکتہ کو بیان فرماتے ہیں۔ یا ولدی فکر فی نفسک۔ ایک دواء فیک اے میرے پیارے بیٹے تم اپنی ہی حقیقت میں غور و فکر کیا کرو تم میں ہی مرض ہے (اگر تم لطائف سفلیہ کی طرف جھک پڑے اور نفس کے تابع ہو گئے تو تم سراپا مرض بن جاؤ گے) اور تم ہی دوا ہو بشرطیکہ اپنی حقیقت کو سمجھو اسی کی طرف قرآن پاک کی اس آیت میں اشارہ ہے۔ وفی انفسکم افلا تبصرون (میں خدا) اے انسانو تمہارے نفسوں میں ہوں کیا تم نہیں دیکھتے۔ وہو معکم اینما کنتم (اور خدا) تو تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو۔ اسی مضمون کی طرف راقم الحروف نے اپنے ان اشعار میں اشارہ کیا ہے ؎

با تو گوئم راز سر بستہ اے ولید　　فہم کن تو معنی حبل الورید
ہست این قرب و معیت اے پسر　　در ہمہ مخلوق عالم مستتر

آہ یہ بدنصیب اور افتادہ انسان حرص و ہوا میں پھنس کر اور خواہشات نفس کا مطیع ہو کر اپنے تئیں بھلا بیٹھا افسوس کہ یہ آنکھیں رکھتا ہے مگر دیکھتا نہیں کان رکھتا ہے مگر سنتا نہیں عقل رکھتا ہے مگر سمجھتا نہیں اگر یہ دیکھتا اور سنتا اور سمجھتا تو اپنے آپ کو پہچان لیتا اور حقیقت اور عرفان کے مدارج کو طے کر کے نوری گروہ میں شامل ہو جاتا۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کے یہی معنی ہیں حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ؎

وتزعم انک جرم صغیر　　وفیک انطوی العالم الا

اے انسان تو گمان کرتا ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ہے نہیں تجھ میں سب کچھ ہے اور تو عالم اکبر کا ایک نمونہ ہے۔ اس مقام پر یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عالم چار ہیں عالم اعلیٰ۔ عالم استحالہ عالم تمیز۔ عالم سبب

عالم اعلیٰ نام ہے مندرجہ ذیل اشیاء کا۔

حقیقت محمدیہ۔ عرش۔ کرسی۔ بیت معمور۔ ملائکہ۔ زحل و فلک او۔ مشتری و فلک او مریخ و فلک او۔ شمس و فلک او۔ زہرہ و فلک او عطارد و فلک او۔ قمر و فلک او

انسان میں بھی عالم اعلیٰ بالتفصیل پایا جاتا ہے مذکورہ بالا ترتیب سے

روح انسانی جسم انسانی ۔ نفس ۔ قلب ۔ قوی باطنیہ ۔ قوۃ علمیہ ۔ قوۃ ذاکرہ ۔ قوۃ عاقلہ قوۃ متفکرہ ۔ قوۃ وہمیہ ۔ قوۃ خیالیہ ۔ قوۃ خیالیہ ۔ قوۃ حسیہ

عالم استحالہ نام ہے اربعہ عناصر کا اور وہ یہ ہیں ۔ آتش ۔ آب ۔ ہوا ۔ خاک ۔ انسان میں یہ بھی موجود ہیں آتش یعنی صفرا ۔ ہوا یعنی خون ۔ آب یعنی بلغم ۔ خاک یعنی سودا ۔

عالم تمیز ۔ روحانیت یعنی قولئے انسانیہ حیوانات (جس سے انسان زندہ ہے) نباتات (جس سے انسان کی نشو و نما ہوتی ہے) جماد (وجود انسان میں جو شئے بے حس ہے)

عالم نسبت مقولات عشرہ کو کہتے ہیں ۔ عرض (سود وغیرہ) کیف (حالات مرض صحت) کم (یہ عضو دراز ہے) این (سر گردن پر ہے) زمان (ہاتھ ہلانے کے وقت سر کا ہلنا) اضافت (یہ بیٹا ہے وہ باپ ہے) وضع (اس کے اوپر ہے) فعل ۔ (کھانا) انفعال (سیر ہونا) اختلاف ضو (شیر و سگ)

یہ چاروں عالم انسان میں پائے جاتے ہیں مختلف انسانوں کے مختلف حالات کا مختلف اوقات میں مطالعہ کرنے سے ٹھیک طور سے معلوم ہو سکتا ہے کہ واقعی انسان میں عوالم اربعہ پائے جاتے ہیں جنکا اثر موافق اُن کے افعال کے اُن سے سرزد ہوتا رہتا ہے جب کبھی اس پر ملکوتی صفت غلبہ کرتی ہے تو فرشتوں سے باتیں کرتا ہے ۔ کبھی اُس سے آگے بڑھ جاتا ہے تو سبحانی ما اعظم شانی اور انا الحق پکارنے لگتا ہے ۔ کبھی حیوانوں کے سے افعال اس سے سرزد ہوتے ہیں اور وہ اولٰئک کالانعام بل ہم اضل سبیلاً میں شامل ہو کر اپنی حقیقت کو بھلا بیٹھتا ہے ۔

زمین کے سات طبقہ ہیں ۔ سودا ۔ غبرا ۔ حمرا ۔ صفرا ۔ بیضا ۔ زرقا ۔ خضرا

انسان میں ان طبقات مذکورہ کی نظیر و مثل پائی جاتی ہے مذکورہ بالا ترتیب سے جلد شحم ۔ لحم ۔ عروق ۔ عصب ۔ عضلات ۔ عظام ۔

انسان ایک اشرف ترین نوع ہونے کے علاوہ **الٰہی بھیدوں میں سے ایک بھید ہے کاش** یہ اپنے تئیں پہنچانے اور بارگاہ قدس تک پہنچے ۔ ۔ ۔

خونابۂ دل خور کہ شرابے بازیں نیست + دنداں بجگر زن کہ کبابے بہ ازیں نیست + در کنز و ہدایہ نتواں یافت خدا را + در صفحۂ دل بیں کہ کتابے بازیں نیست (سید محمد حنیف چشتی)

بکری اور بکری کے بچے کی خط و کتابت

بکری کا خط

نورِ چشم راحتِ جان۔ میں تم پر قربان۔ جب سے تم دلی کی سیر کرنے گئے اپنی خیریت کا ایک پرزہ آج تک نہ لکھا۔ تمہارے ابا تو بہت رہتے فکرے ہیں کہ اولاد کا ذرہ بھر خیال نہیں کبھی نہیں کہا کہ تمہاری خیر بستہ منگائیں مگر انہوں نے کچھ پروانہ کی اور کرتے کیونکر انہوں نے تمکو پیٹ میں تھوڑی رکھا تھا۔ مجھ دکھیا کا کلیجہ بانسوں اچھلتا ہے۔ جب سنتی ہوں کہ دلی میں آجکل اچھے گوشت کی مانگ زیادہ ہے۔ خدا رکھے چشم بد دور تمہارے ہاتھ پاؤں ذرا درست ہیں ایسا نہو کسی موذی کی نظر بد پر چڑھ جاؤ اور ستم کی چھری گلے پہ پھر جائے۔

یہاں ہر طرح خیریت ہے۔ گھاس چارہ خدا کے فضل سے بہت ہے۔ تمہاری خالا کا بچہ کل کنوئیں میں گر پڑا تھا۔ خیر ہو گئی چرواہا سامنے تھا اس نے کنوئیں میں اتر کر اسکو نکال لیا۔ ہاں ایک مزے کی بات تم کو سناؤں کل ایک قصائی ہمارے گاؤں میں آیا تھا اس کی ڈاڑھی تمہارے ابا سے بہت مشابہ تھی۔ تمہاری نانی نے مجھ سے کہا دیکھنا اگر داڑھی والے بکرے ذبح کیے جاتے ہیں تو اس ریش دار آدمی کو بھی حلال کرنا چاہیے وقت کا اثر انکا یہ کہنا تھا کہ قصائی کی گاؤں والوں سے تکرار ہوئی اور چند آدمیوں نے ملکر اسکو ذبح کر ڈالا۔ تم جانتے ہو خون کی شکل سے میں کانپتی ہوں اسدن جنگل میں مجھ سے کچھ کھایا نہ گیا اور بار بار تمہارا دھیان آتا رہا۔

دیکھنا بیٹا شہروں کی ہوا بری ہوتی ہے اور وہاں گاڑی گھوڑے دوڑتے پھرتے ہیں۔ راستہ چلو تو دیکھ بھال کر چلنا۔ ایسا نہو کسی گاڑی کے نیچے آجاؤ۔

بکری کے بچہ کا جواب۔ اماں بی سلام خط آیا جی باغ باغ ہوا میں ایک مولوی صاحب کے گھر میں ہوں انکا لڑکا مجھکو بہت پیار کرتا ہے۔ طرح طرح کی چیزیں مجھکو لا کر کھلاتا ہے۔ اور اماں اُس نے

میرے گلے میں گھونگرو ڈال دئے ہیں۔ اس گھر میں ایک باغیچہ ہے میں اس میں دوڑتا پھرتا ہوں اور گھونگرو خوب بجتے ہیں۔ مگر اماں یہاں کوئی نالہ نہیں ہے۔ جس کے کنارے کی ہری ہری گھانس ہم کھاتیں۔ اور بہتا پانی پئیں۔ یوں تو ہر نعمت میسر ہے مگر وہ کھلا ہوا جنگل اور خود مختاری نہیں ہے۔ صبح سے شام تک ایک ہی گھر اور ایک ہی باغ میں رہنا ہے شام کو کوٹھری میں بند کر دیتے ہیں۔

یہ مولوی صاحب بڑے اچھے آدمی ہیں۔ ایک دن انہوں نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ بکری بہت مبارک جانور ہے اکثر پیغمبروں نے اس کو پالا ہے۔ اور جنگل جا کر انکو چرایا ہے۔ حضرت موسیٰ نے برسوں بکریاں چرائیں اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی بچپن میں بکریاں چرایا کرتے تھے خدا نے بکری کی نسل میں بڑی برکت دی ہے روزانہ لاکھوں کٹ جاتی ہیں مگر پھر اتنی کی اتنی موجود نظر آتی ہیں۔ افریقہ اور عرب کے بعض حصوں میں بے شمار آدمیوں کی زندگی بکری کی ذات پر منحصر ہے۔ وہ انکا دودھ پیتے ہیں۔ اور اون فروخت کرکے کپڑے بناتے ہیں۔ اور کہتے تھے کہ دیکھو یہ بچہ خدا کا مقبول ہے۔ اسکو ہم نے بقرعید کے لیے پالا ہے۔

اماں بقرعید کیا ہوتی ہے۔ مجھے بتاؤ۔ تاکہ میں ابھی سے اسکی خوشی مناؤں۔

بکری کا دوسرا خط

دل و جان تجکو اللہ کی امان۔ پیارا پیارا خط آیا کلیجہ ٹھنڈا ہوا۔ ہاں بیٹا آزادی بڑی نعمت ہے۔ ایک گھر میں قید ہو کر دنیا کی کوئی نعمت اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ ہم اگرچہ جنگل کے کانٹے دار درختوں میں چرتے پھرتے ہیں۔ لیکن اپنی مرضی کے مختار ہیں۔ جو چاہے کھائیں۔ جہاں چاہیں بیٹھیں یہ گھونگرو کیوں ڈالے ہیں۔ تیرا جی تو اس خلجان سے گھبراتا ہوگا۔ ہمیں آدمیوں کی ان مصنوعی چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ جو خدا نے بنایا ہے بس وہی ٹھیک ہے۔ آدمی اسی ظاہری ٹیپ ٹاپ کے سبب تباہ ہوتے ہیں۔ تم گھونگرو کی جھنکار سے خوش ہوتا ہو۔ جب موقع ہو تو ان کو اُتار کر پھینک دینا۔

الٰہی خیر بقرعید کے نام سے میرا جی دہل گیا۔ اللہ تجکو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ بیٹا بقرعید مسلمانوں کی ایک خوشی کا دن ہے اس میں وہ جانوروں کو ذبح کرتے ہیں۔

[illegible] ہم کو [illegible] سلام کر دیں اب تم کو چاہیے کہ جب تم سے بھاگ کر گھر چلے آؤ سلام دو [illegible] جس کا نتیجہ موت ہو۔

ہرنی اور بکری کا مشورہ

یہ خط لکھکر بکری [illegible] کے عالم میں جنگل چلی گئی۔ وہاں اس نے ایک ہرنی کو دیکھا [illegible] جو اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔

ہرنی نے اس کو [illegible] اچھی تو ہو۔ ہرنی بولی چل دور ہو میری بہن [illegible] ہونے لگی تو دیکھو تمہاری علامت ہے اور میں جنگل کی خودمختار ملکہ ہوں۔ بکری بولی خفا کیوں ہوتی ہو۔ ہم اگر [illegible] کو دودھ دیتے ہیں [illegible] ان کے گھر چلے جاتے ہیں تو آدمی بھی تو [illegible] ہمیں بچاتے ہیں اور تم [illegible] ان درندوں کا شکار ہو جاتی ہو۔

ہرنی کو اس جواب سے غصہ آ گیا اور اس نے کہا واہ خوب کہی [illegible] آنکھیں نہیں کھلی چلی آتی ہو آدمی اگر تمہاری حفاظت کرتے ہیں تو اپنے فائدہ کے لیے تاکہ تم کو کاٹ کا [illegible] نہ تمہاری محبت کی خاطر۔

بکری اس سچی بات سے ذرا شرما گئی اور بولی ہاں یہ ٹھیک ہے مگر تقدیر میں یہی لکھا ہے کہ دوسروں کی غلامی کریں۔ ہرنی نے کہا تو میں ایسے ہمت ہارے سے بولنا نہیں چاہتی۔ مگر بکری گڑگڑا کر کہنے لگی کہ نہیں مجکو میرے لاڈلے بچہ کے بارے میں مشورہ دو اس کا ایسا خط آیا ہے۔ اب میں اسکو کیونکر بقرعید کے وبال سے بچاؤں۔

ہرنی نے کہا آدمیوں میں مثل ہے بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ تمہارا بچہ اگر آج بچ گیا تو کل کبھی دوسرے آدمی کی خوراک بنے گا۔ پھر کوشش لاحاصل ہے۔ تقدیر پر شاکر رہو جو قسمت میں لکھا ہے پورا ہو کر رہیگا۔

بکری اس خشک جواب سے مایوس ہو کر گھر واپس آئی اور اس نے یہ خط اپنے بچے کو لکھا

بکری کا تیسرا خط

میرے لوٹے۔ جھوٹے۔ میری آنکھوں کے تارے بچے تجھے خبر بھی ہے۔ مجھپر تیری یاد کیا ستم ڈھا رہی ہے۔ جس دن سے تو نے بقرعید کا ذکر کیا ہے میرے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی ہے

نہ رات کو نیند ہے نہ دن کو چین ۔

میرے نال کوئی ایسی چال نکال کہ اس آدم زادی پھندے سے رہائی ہو۔ ادہر تو وہاں سے نجات پائے ادہر ہم سب چرواہی کی گرفت سے آزاد ہوکر جنگل میں نکل جائیں اور ہرنوں کی طرح بیفکر دوڑتے پھریں۔ اس خط کو دیکھکر بچہ نے فوراً جواب لکھا۔

بکری کے بچہ کا آخری خط

امی جان سنی تمہاری کہانی۔ عورت ہو اسلیئے ڈرپوک ہونا تمہارے لیے لازمی ہے میں تو مرنے اور کٹنے کو پیدا ہوا ہوں۔ مجھے موت کا کچھ خوف نہیں ہے۔

کل مولوی صاحب نے پھر ایک وعظ کہا تھا اور اس میں بیان فرمایا تھا کہ قربانی کے جانور اللہ میاں کو بہت پیارے ہیں۔ لو اماں اللہ میاں کا پیار آسانی سے نہیں ملا کرتا تمہارے پاس ہوتا تو کوئی قصائی خرید کر ذبح کر ڈالتا۔ اب یہاں ہوں ایک دن آئے گا کہ جنت کا دولہا ہونگا۔ اور اپنے خدا کے پیاروں میں نام لکھواؤنگا۔ لو بس میرا یہ آخری خط ہے اب مجکو خط نہ لکھنا۔ تمہارے خطوں سے میرا جی نہیں خدا اسے نہ پھر جائے جو مجھکو سارے جہاں سے پیارا ہے۔

بکری اس جواب کو پڑھ کر سُن ہوگئی۔ بہت دن بھر کھانا نہ کھایا رات کو ایک سانپ نے اس کے کاٹا اور وہ تڑپ تڑپ کر مرگئی۔ جب فرشتے اس کی جان نکالنے آئے تو ایک نے اُن میں سے کہا چونکہ تونے بقرعید کی قربانی سے اپنے بچہ کو روکا تھا اسواسطے تجکو یہ ناگہانی موت برداشت کرنی پڑی۔ مگر قیامت کے دن تو اپنے بیٹے کے طفیل بہشت کی خاک بنائی جائے گی۔ بکری کی روح یہ سنکر خوشی خوشی اُڑ گئی۔

حسن نظامی

العشق

ہواللہ۔ ہواللہ ہواللہ

عشق و محبت جن کے متعلق ہم آج چند سطریں لکھنا چاہتے ہیں ایسے الفاظ ہیں جنکے تعارف کی ضرورت ہمکو ناظرین نظام المشائخ سے ہو۔ ان صفحات پر انہیں الفاظ کی نسبت بارہا بندگان عشق و محبت اپنے جذبات کی ترجمانی کر چکے ہوں گے لیکن یہ ایسا بحث نہیں کہ چند حضرات کی معجز طرازیاں اسکی نیرنگیوں کو کم کر دیں اور پھر کوئی کچھ نہ لکھ سکے بلکہ :-

اے برادر بے نہایت درگہیست ہرچہ بروے میرسی بروے مایست

میں اپنی بے مائگی کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں تصوف کے اسرار و دقائق سے ناآشنا ہوں اور مجھکو اس قدسی مقامات گروہ سے کوئی نسبت نہیں اسلیئے میں وہ خیالات ناظرین کے سامنے نہیں پیش کر سکتا جو ان الفاظ کا حق ہیں اور جو دوسرے حضرات پیش کر سکتے ہیں اور سچ کہتا ہوں کہ یہ اظہار واقعہ ہے غرور نما انکسار نہیں لیکن چونکہ بارگاہ عشق و محبت میں مجھکو بھی نیاز حاصل ہو چکا ہے۔ گو عشق ہوسکار ہی کیوں نہو۔ لہذا میرے لیے یہی کافی ہے کہ :- بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

اہل علم حضرات کی نگاہ جسوقت ان الفاظ پر پڑتی ہوگی تو معاً اُن کے خیالات ان بلند پایہ تصانیف کی طرف منعطف و متوجہ ہو جاتے ہونگے جن کی علم پروری اور فن دوستی نے دنیا کو اکتشافات کی ایک بہشت زار بنا دیا ہے کہ ان ائمہ فن نے ان الفاظ کی نسبت کیا لکھا ہے جسکا شور تمام عالم میں برپا ہے لیکن میں اُن علم دوست حضرات کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ یہ بلند مرتبہ مصنفین اور انکی دنیا میں ہلچل ڈال دینے والی تصانیف کچھ مدد نہیں دے سکتیں اور انکی معلومات میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتیں۔ اس مبحث کے متعلق اُنکو یہ نہ دیکھنا چاہیے کہ معلم اول ارسطو نے اسکے متعلق کیا لکھا ہے اور شیخ الرئیس بو علی سینا کی تحقیقات اس کی نسبت کیا ہے اسکول اور اسپنسر کے فلسفہ میں نہ تلاش کیجئے۔ ڈارون کی تصویروں میں اس کا پتہ آپ کو نہ ملے گا الہیات کے بے معنی دفتروں اس کی جستجو نہ کیجئے۔ نہ علوم جدیدہ و فنون جدیدہ کے صحائف کی ورق گردانی کیجئے

لہ ان سب کی تلاش بے سود ہی اور سعی لاحاصل کے سوا کچھ نہیں۔ اگر آپ کو اس کی تحقیق کا شوق ہی تو دونوں عالم کی طرف سے آنکھیں بند کر لیجئے اور ایک نظر اس کتاب پر ڈالیے جو آپ کے بائیں پہلو پر حمائل دار علی الدوام آویزاں رہتی ہی کہ بیک نظر آپ کی تشنگی تحقیق سکون پذیر ہو جائے گی البتہ ایک دوسری پیاس آپ کو ضرور بیتاب کر دیگی جس کے آگے دو عالم کی سیرابی حقیر معلوم ہو گی اور جس تشنگی پر ہزاروں شیریں چشمے اور سیکڑوں حوض کوثر قربان ہیں۔

بوعلی عشق کو مالیخولیا سے تعبیر کرتا ہی اور صرف یہی نہیں بلکہ اسنے اس کے علامات و اسباب سے بھی بحث کی ہی اور عجیب تر یہ کہ علاج معالجہ کی طرف بھی حضرت نے توجہ مبذول فرمائی ہی لیکن اس مریض عقل یا بیمار خرد سے کون کہے کہ آپ جس کو مرض سمجھ رہے ہیں وہ شفاء لاباس ہی۔ آپ جیسے بیماری تجویز فرماتے ہیں اُس میں کائنات کی صحت و شفا کے دفتر پوشیدہ ہیں۔

فلسفی حیران ہی کہ تجدد امثال کا ربط حقیقی دریافت کرے لیکن اس کی حیرانی کبھی کم نہیں ہوتی اسلیے وہ اس نکتہ تک نہیں پہنچا کہ وہ ربط حقیقی بھی عشق ہی جس کو علت و مرض کے نام سے پکار رہا ہے اسکو کیا معلوم کہ کائنات کا ایک ایک ذرہ اسی میں مربوط ہی۔ اگر اجسام کے اجزا ہر وقت متغیر ہوا کرتے ہیں اور ان کی جگہ دوسرے اجزا لے لیتے ہیں تو یہ دوسرے اجزا کو کون اجسام کی طرف لاتا ہی کہ اجسام بحالہ قائم رہتے ہیں اور اُن میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ممکن ہی کہ فلسفی اس کی وجہ بتلادے اور اس اتصال کو کسی کشش و انجذاب کے نتایج لازمہ قرار دیدے لیکن وہ اس سوال پر ہمیشہ اپنی عجز و حیرانی کا اقرار و اعتراف کریگا کہ کیوں ایسا ہوتا ہی۔ آپ یقین کیجئے کہ آج تک کسی فلسفی نے یہ نہیں دریافت کیا کہ ایسا کیوں ہوتا ہی معلومات کی معراج صرف نتایج محسوسہ ہیں لیکن اُن کے روابط کا علم آجتک ان میں سے کسیکو بھی نصیب نہوا حالانکہ وہ ربط حقیقی یہی قانون عشق و محبت ہی جس میں نظام عالم کا ایک ایک ذرہ جکڑا ہوا ہی حقیقت یہ ہی کہ خداوند تعالےٰ نے یہ جذبہ دنیا کی ہر شے میں ودیعت رکھا ہے۔ انسان سے لیکر حیوان تک اور جمادات سے لیکر نباتات تک ہر شے میں عشق و محبت کی بوالعجبیاں کار فرما ہیں۔ دنیا میں آج تک کوئی کام بغیر اس کے پورا نہیں ہوا اس کی وسیع حکومت سے کوئی شے خارج نہیں اور کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں اس کا دسترس نہو۔ جس طرح دنیا کی

ہر چیز ایک دوسرے سے متخالف ہے اسی طرح یہ اپنی مختلف کافرادائیوں کے ساتھ ہر چیز میں جلوہ طراز ہے۔ ہر جگہ نئے نام و نئی شان سے ظہور کرتا ہے مختلف ممالک میں مختلف ناموں سے موسوم ہے مگر اپنی نیرنگ سازیوں اور حیرت کاریوں میں کبھی کمی نہیں کرتا۔ یہ سچ ہے کہ فلسفہ اور الہیات کی گرانقدر کتابیں اس کے ذکر سے خالی ہیں لیکن انہیں بھی کوئی کلام نہیں کہ ہر قلب انسانی اس کا مسکن ہے اور ہر سر اس کا سودائی ہے شوریدہ سری و آشفتہ مزاجی کا مفہوم بغیر اسکے سمجھ میں نہیں آسکتا آرزوں اور تمناؤں کے الفاظ کی حقیقت اگر آپ سمجھنا چاہتے ہیں تو پہلے درگاہ عشق میں جبہ خوانی کیجئے کہ سوا اس کے کوئی دوسرا ذریعہ ان الفاظ کی حقیقت سمجھنے کا نہیں دنیا میں ناکامی و نامرادی کا ایک شور ماتم بپا ہے لیکن یہ صرف عشق کی تغافل شعاریاں ہیں جن کا دوسرا نام ناکامی و نامرادی رکھ لیا گیا ہے۔

شاید آپ خیال کرتے ہوں کہ عشق و محبت کی حکومت قیس و لیلیٰ وامق و عذرا اور فرہاد و شیریں کے ساتھ ختم ہو گئی اور اب اس دنیا میں (جہاں سوائے مادیت کے شور و ہنگامہ کے کچھ نہیں) اسکا نشان باقی نہیں رہا لیکن باور کیجئے کہ صبح سے شام تک آپ سے جسقدر حرکات کا صدور ہوتا ہے وہ ان سب کے اندر ہے اور یقین کیجئے کہ آپ اس دنیا میں بغیر اس کا فر کی شرکت کے کوئی کام انجام نہیں دے سکتے آپ جسکو قوت ارادی سمجھتے ہیں وہ حقیقت میں عشق کا دوسرا نام ہے یورپ جہاں سوا مادہ کے دوسرے کا ذکر نہیں اور جہاں بظاہر اسکا گذر نہیں معلوم ہوتا یہ نہ سمجھئے کہ وہاں اسکا در خور نہیں بلکہ اسکا عام اثر اور اسکا ہمہ گیر غلبہ ہر جگہ اور ہر زمین پر یکساں پرتو فگن ہے یہ اکتشافات جدیدہ یہ علوم محدثہ وغیرہ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ بغیر اس کی رہنمائی کے عالم وجود میں آسکتے ہیں ہرگز نہیں اگر مکتشفین کے دل و دماغ پر اس کی حکومت نہوتی تو قیامت تک کسی کو کسی چیز میں کامیابی نہوتی۔ کولمبس کے دل میں کونسا جذبہ تھا جس نے امریکہ کو دریافت کیا؟ کیا اگر عشق جستجو و تلاش کی آگ اس کے سینہ میں روشن نہوتی تو یہ بجلی کی روشنی کچھ کام دے سکتی کیا اگر عشق کے نغمہ سے اڈیسن کا قلب معمور نہوتا تو وہ گراموفون کا موجد کھلا سکتا تھا۔ کیا اگر گلیلیو کی آنکھوں میں عشق کی روشنی نہوتی تو وہ ٹلسکوپ ایجاد کر سکتا تھا۔ یہی جذبہ ہے جو انسان کو

ناممکنات کے حصول کی طرف متوجہ کردیتا ہے اور محالات کو ممکنات بنا دیتا ہے اگر یہ جذبہ نہوتا تو یورپ کی یہ ترقی نہوتی بلکہ اگر آج اس کا وجود دنیا میں نہوتا تو یہ دنیا اسی حالت میں ہوتی جس طرح آج سے ہزاروں برس پہلی تھی اور انسان و حیوان میں کوئی تمیز نہوتی۔

سکندر کی فاتحانہ اُولعزمی اسیکی رہین منت ہے نپولین کی حیرت انگیز فتوحات اسی جذبہ کی ممنون ہیں تیمور کی شکستہ پائی کے اندر یہی کام کر رہا تھا اور موجودہ جنگ میں قیصر کی حملہ آوری اور اتحادیوں کی مدافعت اسی کی کرشمہ سازیاں ہیں اگر اس کی ہمت فرمائیاں ساتھ چھوڑ دیں تو قیصر کی قیصریت کا آج خاتمہ ہوجائے اور اتحادیوں کی مدافعت کا نام و نشان نہ رہے سپاہی کی جوشس فداکاری اور افسر کی حب وطنی دونوں اس کے خانہ زاد غلام ہیں بشمہ سنج ارنی یعنی بوڑھے موسیٰ (علیہ السلام) کی ولولہ زائیاں صرف اسی کے دم سے تہیں۔

اب سے چار ہزار سال پہلے کالڈیا کے ایک بت تراش کے فرزند کے دل میں عشق ہی نے آتش طلب بھڑکائی تھی کہ پہلے وہ چاند تارے اور سورج کی طرف دوڑا مگر آخر میں سب سے منہ موڑ کر صرف ایک خدا کا ہورہا اور یہی عشق تھا جس نے اسکے ہاتھ میں بیٹے کی قربانی کیلیے چھری دی تھی اور یہی عشق تھا جس نے اسمٰعیل کے دل میں راہ خدا میں قربان ہونے کی تمنا پیدا کر دی تھی اور پھر اسی عشق کی کارفرمائی تھی کہ اسمٰعیل کی جگہ ایک دنبہ نے لیلی۔

طغیان نازبین کہ جگر گوشۂ خلیل خود زیر تیغ رفت و شہیدش نمیکنند

اس عشق کی ہمت افزائیوں نے نوح کو مصائبِ آلام کی برداشت پر آمادہ کیا اور اسی عشق کی ستم فرمائیوں نے یسوع ناصری کو صلیب پر چڑھایا اور پھر وہاں سے خدا معلوم کہاں لے گیا۔ یہی عشق تھا جس نے عرب کے چند وحشی شتربانوں کو تمام عالم کا حکمران بنا دیا اسی عشق کی عشوہ طرازیاں تھیں جس نے عالم مسیحی کو حروب صلیبی پر آمادہ کیا اور یہی عشق تھا جو صلاح الدین کے پیکر شجاعت میں جلوہ فرما تھا اور ہر جگہ جنود مخالفین کو شکست دیتا تھا یہی عشق تھا جسنے اہل قرطاجنہ کو اپنے مقدس وطن کی مدافعت پر آمادہ کیا تھا تاکہ ظالم آدمیوں کی غلامی کی لعنت میں گرفتار نہوں۔ یہانتک کہ یہی عشق تھا جس نے انکو حفظ ناموس وطن کی خاطر بھڑکتے ہوئے آگ کے شعلوں کے اندر دفن کر دیا اور انکی خاکستر سوختہ اور غبار

برباد کو اقوام عالم کے لیے عبرت فزا بنا دیا۔

خوضکہ اس عشق کی نیرنگیاں اور اس کی حیرت سامانیاں تمام عالم پر حکومت فرما ہیں اور مبارک ہے وہ قوم جن کے قلوب جذبات عشق و محبت سے معمور ہوں کہ اس حوادث آباد عالم میں صرف وہی قوم زندہ ہے اور زندہ رہنے کا حق رکھتی ہے جس کے دل سرشار محبت ہوں جن کی آنکھیں خمار عشق سے مخمور ہوں۔

آہ کس کس بات کو رویئے ایک وہ زمانہ بھی تھا کہ سرکار عشق کی بارگاہ لطف ہمیں زیادہ کبھی پر نہ تھی مگر وہ زمانہ گیا وہ دور محبت ختم ہو گیا۔ اب تو صرف ایام عشق و محبت کی یاد ہے اور اسی کا ماتم عشق و محبت کے مفہوم سے ہم ناآشنا ہو گئے۔ خداوند قدوس کے عشق سے ہمارے قلوب خالی ہیں رسول عربی کی محبت سے بیگانہ ہیں حب قومی و عشق وطن سے ناآشنا ہیں نہ وہ جوش عشق ہے نہ وہ سوز محبت نہ وہ اضطراب درد ہے نہ وہ ہجوم غم نہ وہ بے چین راتیں ہیں اور نہ وہ مضطرب دن نہ اب وہ نالہائے فلک پیما ہیں اور نہ وہ آہ آتشیں جس نے خس و خاشاک ماسوا کو جلا کر خاکستر کر دیا تھا آہ خداوندا پھر وہی جنوں فروشی عطا کر پھر اسی آتش عشق سے ہمارے پژمردہ دلوں کو گرما دے۔ اور ایسی آگ قلب مسلم میں پیدا کر جو ماسوا کو پھونک ڈالے جیسا کہ آج دوسروں کی گرمی عشق ہمارے وجود اور ہماری ہستی کو خاکستر کیے ڈالتی ہے۔

خاکسار عارف شوہ

تونسہ مقدسہ کا سفر

عرش بریں ہی تونسہ یا آسماں ہی تونسہ — بیت الحرم ہی تونسہ باغ جناں ہے تونسہ
جائے جہاں ہی تونسہ روح رواں ہے تونسہ — دار الشفا ہی تونسہ دار الاماں ہی تونسہ
تونے یہ دن دکھایا تونسہ میں تو ہی لایا — پر تونسے لیجا یا تھا یا رب کہاں ہی تونسہ
مابین خلد و کوثر ہم جانتے ہیں حائل — دریائے سندھ تیرے جو درمیاں ہے تونسہ
لطف وکرم کا تیرے ہمکو کا ہی مدنوت — یہ بندۂ کمینہ جو یہاں ہے تونسہ
تعلیم اسم اعظم شاید یہی ہوا ہے — گرویدہ ہیں نکے ہم ورد زباں ہے تونسہ
چین و ختن کے جنگل جس سے مہک گئے ہیں — تیری ہوا کچھ ایسی عنبر فشاں ہے تونسہ
مست الست کیونکر تیری طرف نہ بھاگیں — تجھ میں ہی جلوہ فرما پیر مغاں ہی تونسہ
جنت کی راہ اسکو بے شبہ آگئی ہے — جس شخص کو کہ تیرا رستہ رواں ہے تونسہ
اسکی ہوا سے مردے ہوتے ہیں دم میں زندہ — میں کیا کہوں کہ کیسا فرحت نشاں ہے تونسہ
درگاہ ایزدی میں جس کو قبولیت ہے — سوغات ہے وہ تونسہ وارمغاں ہے تونسہ
افلاک سے فرشتے آتے ہیں عرض کرتے — جلدی بتاؤ ہم کو حضرت کہاں ہے تونسہ

آکر فراق جاناں اب شاق ہو رہا ہے
کیا دلربا ہے تونسہ کیا دلستاں ہے تونسہ

سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ فخریہ سلیمانیہ میں اس فقیر کو جناب مستطاب معلی القاب خواجہ [illegible] رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کیے ہوئے سالہا سال ہوئے تھے۔ مگر تونسہ شریف جا [illegible] شاہ سلیمان صاحب قدس سرہ العزیز کے مزار پر انوار کی زیارت [illegible] حضرت شاہ سلیمان صاحب کا یہ ارشاد یاد آتا تھا [illegible] جاتا تھا اور اعتقاد یہ کہتا تھا کہ اگر [illegible] رمان قبر میں ساتھ جائے گا میں [illegible]

؎ [illegible] میں [illegible] کو کہتے ہیں۔

... صاحب بچوں کی بیماری گلو گیر او دو بار بیرونی مریضوں کی علاجات پابند ہو گئی اور ... ساتھ ... لڑائے اوائل مارچ ... میں نے صبح کے وقت خواب میں دیکھا ... شریف پہنچ گیا ہوں اور ایک حجرہ کی دہلیز میں جناب خواجہ ... صاحب (خواجہ ... صاحب کے پوتے) سجادہ بچھائے بیٹھے ہیں اور انکی پشت پر ... خدا بخش صاحب اور ان کے صاحبزادہ حافظ محمد ... صاحب ... حافظ صاحب موصوف چہرہ نورانی پر عینک لگائے دلائل الخیرات کے مطالعہ میں مشغول ہیں ... میں نے حضور پیرومرشد کو دیکھکر بیتابی لے ساتھ حجرہ میں پہنچکر قدمبوسی کرنی چاہی ... حضرت نے باآواز بلند فرمایا کہ ٹھیرو ٹھیرو تم دیکھتے ہیں ہو دروازہ میں ... بیٹھے ... ہی ... نشین ہیں اور تم ان کے ہی قدم لو مجھے حضرت کے اس ارشاد سے ... ہوئی اور میں سجادہ نشین صاحب کے قدموں میں جھکا ہی تھا جو میری آنکھ کھل گئی ... کے دیکھنے سے مجھے از بس مسرت حاصل ہوئی اور میں سمجھا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ... تونسہ شریف کی زیارت نصیب ہو گی چنانچہ حضرات کی ارواح پاک سے ... اور میں نے عزم سفر درست کرکے مارچ ۱۹۱۶ء آٹھویں تاریخ شب کے وقت میں ... میں براہ لاہور تونسہ شریف کو چلدیا لاہور میں ایک دن مجھے ٹھیرنا ضرور تھا کیونکہ ... پیر بھائی ہیں اور ان میں سے بعض بعض تونسہ شریف بھی ہو آئے ... میں راستے سے بالکل نابلد تھا صرف اتنا جانتا تھا کہ تونسہ شریف فرنٹیر ... کی ضلع ڈیرہ غازی خاں میں واقع ہے۔ اور دریائے سندھ کو عبور کرکے وہاں ... صاحبوں سے ... کا پتہ نشان معلوم کرنا ضرور تھا۔ دوسرے مولوی ... مینیجر مخزن سے ملاقات کا وعدہ تھا۔ اس لیے میں نے اپنی آمد کا ... صبح کے وقت ریل اسٹیشن لاہور پر پہنچی تو میں ... صاحب میرے ... تشریف فرما ... پیر بھائی ... نے ... لیا ...

برسایا کہ مکان سے باہر قدم دھرنے کو جی نچاہا نہ کسی سے ملا جلا صرف منشی محمد عمر صاحب
پیر بھائی جو بھاٹی دروازہ رہتے ہیں اُن سے ہی ملاقات ہوئی منشی صاحب نے فرمایا کہ
پ موچی دروازہ مولوی تاج الدین صاحب پلیڈر سے ملکر مل لیجئے وہ پیر بھائی ہیں اور تونسہ
مقدسہ کے اُنہوں نے بہت سے پھیرے کیے ہیں ہیں ۱۱۔ مارچ صبح کے وقت منشی صاحب کے
ہمراہ جاکر مولوی تاج الدین صاحب سے ملا۔ آپ وکالت کے علاوہ فاضل اور با خدا درویش
ہیں۔ بڑے خلق و کرم سے پیش آئے تونسہ شریف کی راہ ورسم منزل سے مولانا نے مجھے
خوب آگاہ کردیا۔ ۱۲ مارچ کو جمعہ کے دن مولوی غلام رسول صاحب کے مکان پر شیخ عبدالقادر
صاحب بیرسٹرایٹ لا (جواب لائل پور میں وکیل سرکار ہیں) آگئے اور اُن کی ملاقات
گویا نعمت غیر مترقبہ تھی اسی تاریخ شام کو میں نے کوٹ سلطان کا ٹکٹ لے لیا۔ کیونکہ کوٹ
سلطان ہی تونسہ شریف کا اسٹیشن سمجھا جاتا ہے اور آٹھ بجے شب کے لاہور اسٹیشن سے
ریل میں سوار ہوکر چلدیا۔ صبح سے کچھ پہلے گاڑی ملتان پہنچی اور ملتان سے چلکر ۱۰ بجے شیر شاہ
جنکشن پر پہنچگئی۔ کوٹ سلطان جانے کے لیے دوسری ٹرین تیار کھڑی تھی اس لیے میں
جلدی سے اُترا اُس میں جا بیٹھا قلی نے میرا اسباب لاکر میرے پاس رکھدیا۔ ۸ بجے کے
بعد ریل چلی اور تقریبًا بارہ بجے دن کے کوٹ سلطان کے اسٹیشن پر پہنچگئی وہاں پہنچکر
معلوم ہوا کہ گاڑی آج بہت لیٹ آئی ہے میں نے قلی سے کہا سجادہ نشین صاحب کی
نئی سرا میں اسباب لیچلو سرا میں پہنچا تو حضرت صاحب کے ملازم میاں بگھا ملگئے جو
زائرین مسافرین کی خبر گیری کے لیے ہمیشہ یہاں رہتے ہیں۔ کھانا پکوایا پھر کھایا ظہر کی
نماز پڑھی اور دن کے دو بجے کجاوہ دار اونٹ پر سوار ہوکر تونسہ مقدسہ کو راہی ہوا کجاوہ
میں ایک طرف میں تھا اور دوسری طرف میرا بکس رکھا گیا اور بکس پر اللہ ساربان کا نام ہے
نوجوان بیٹھا مگر بیلنس اب بھی ٹھیک نہوا۔ کیونکہ میرے تن و توش اور میرے گناہوں کا
بوجھ زیادہ تھا مجھے قدم قدم پر گمان ہوتا تھا کہ وہ اُلٹ جائے گا او میں نیچے آرہونگا
ساری عمر میں یہ پہلا ہی موقع تھا کہ میں اونٹ پر سوار ہوا غروب آفتاب سے پہلے ہم
بکھری نام ایک گاؤں میں پہنچے اور معلوم ہوا کہ ابھی صرف چار کوس آئے ہیں۔

ساربان کا گھر اسی گاؤں میں تھا لالہ ساربان کے سمجھانے سے میری سمجھ میں یہ آگیا کہ رات کو بکری میں ٹھہر جانا مناسب ہے۔ میں جب ٹھہرنے پر راضی ہوگیا تو لالہ مجھے اپنے گھر لے گیا اور اپنے ماں باپ سے کہا یہ شاہ جی ہیں اور تونسہ شریف زیارت کے لیے آئے ہیں۔ شاہ جی کا لفظ سنتے ہی لالہ کے ماں باپ میری تعظیم کے لیے کھڑے ہوگئے اور اگر میں نہ روکتا تو وہ ضرور قدمبوسی بھی کرتے بڑی خوشی کے ساتھ مجھے اپنے گھر میں اتارا اور گھر کا گھر میری خدمت کرنے لگا شام کے وقت بہت سے بلوچ اور اُنکی عورتیں لالہ کے قبیلہ کی میرے دیکھنے کے لیے فراہم ہوگئیں گو یہ قبیلہ کا قبیلہ جاہل اور غریب تھا۔ مگر اعتقاد میں سب چھوٹے بڑے راسخ تھے اُن کی نیک نیتی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ انہوں نے مجھے شب کو اس جھپر کے اندر سلایا جس میں لالہ کی گل نساء کم عمر بیوی بھی سوتی تھی سب سے پہلے مجھے جوار اور گیہوں کی روٹی سوکھی شلجم کی ترکاری مکھن و دودھ کھلایا میری رات معمول کے موافق جاگتے گذری اور چراغ کی روشنی میں میں نے یہ غزل کہہ لی جو اس مضمون کے اوپر لکھی ہے یعنی لیلیٰ شب اپنے سیاہ محمل میں سوار ہوکر چلدی اور صبح کی نازنین لونڈ کے پہلو سے کا گھنا پہنکر مشرق کے چمن میں ہوا کھانے آگئی۔ میں نے وضو کیا نماز پڑھی لالہ نے اونٹ پر کجاوہ باندھا لالہ کی ماں تازہ مکھن اور گرم گرم روٹیاں ناشتہ کے لیے لائی جب میں چلنے لگا تو ایک روپیہ میں نے لالہ کی ماں کو دینا چاہا مگر اُسنے لینے سے انکار کیا اور منھگڑی زبان میں کہنے لگی ہم سب نے آپ کی خدمت آپ کو شاہ جی (سید) سمجھکر کی ہے لالچ نہیں ہے میں نے بھی زیادہ اُس سے نہ کہا مگر تونسہ شریف پہنچکر بطریق انعام لالہ کو کرایہ کے علاوہ ایک روپیہ دیدیا کہنے کو تو کوٹ سلطان سے تونسہ شریف بارہ کوس ہے مگر میرے اندازہ میں بیس میل سے کسی طرح کم نہیں ہے دریا پر سجادہ نشین صاحب کی دو کشتیاں موجود تھیں اُن میں سوار ہوکر دریائے سندھ کو دوبارہ لانگنا پڑا کالے باغ سے اودھر اس دریا کا نام اٹک ہے اور ضلع ڈیرہ غازی خاں میں اسے دریائے سندھ کہتے ہیں برسات میں اس دریا کا پاٹ کوٹ سلطان سے تونسہ شریف کے قریب تک جا پہنچتا ہے دریا جس قدر سہمگیں اور پر جوش ہے دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ حضور پر نور کا گنبد مزار

اور گھنٹہ گھر اور بنگلہ شریف کلس بلند مٹی بجہری سے ہی دکھائی دیتے تھے اور شوق و ارمان بڑہتے جاتے تھے دن کے دو بجے میں تونسہ شریف میں داخل ہوگیا یا یوں کہ جیتے جی بہشت میں داخل ہوگیا جناب سجادہ نشین صاحب کی قدمبوسی حاصل ہوئی روضہ اقدس میں پہنچکر حضور پرنور شاہ محمد سلیمان صاحب حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب حضرت حافظ محمد موسیٰ صاحب قدس سرہم کے مزارات قدسی آیات کی زیارت سے مشرف ہوا اور جو کچھہ آنکھوں نے دیکھا اور دل نے معلوم کیا اس کا اظہار میرے قلم شکستہ رقم سے دشوار ہے مجھہ خستہ حال پر میری لیاقت سے زیادہ سجادہ نشین صاحب نے کرم فرمایا رہنے کے لیے مہمان خانہ میں کمرہ خدمت کے لیے ایک آدمی عطا فرمایا جو حضور نوش فرماتے تھے وہی کھانا میرے لیے آتا تھا سے

شکر نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو عذر تقصیرات ما چنداں کہ تقصیرات ما

اول تو کچھہ میری سمجھہ میں نہیں آیا اور اگر کچھہ آیا تو یہ آیا کہ حضور محبوب رضی اللہ عنہ کی دولت ظاہری اور باطنی تونسہ شریف پہنچ گئی ہے اور غالباً میرا یہ کہنا کچھہ بیجا نہوگا۔ حضرت محب النبی مولانا فخرالدین صاحب رضی اللہ عنہ جناب قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت فرماتے ہیں سے

تن مٹکی میں جہیر نہ سرت بلوت ہار مکھن ہنجابی لے گیا چھاچھہ پیو سنسار

اور یہ آفتاب کی طرح روشن ہے کہ حضرت قبلہ عالم نے جو کچھہ پایا تھا حضرت شاہ سلیمان صاحب کو عطا فرمادیا تھا مگر یہ معما اُسی وقت حاصل ہوتا ہے جب آدمی تونسہ شریف حاضر ہوکر اور کچھہ دن وہاں رہکر تماشہ اور جلوہ آرائیاں دیکھے اگر ظاہر بات پر نظر ڈالی جائے تو اس آستانہ کے متعلق نہ کوئی جاگیر ہے نہ جائداد ہے نہ وقف ہے مگر پچیس لاکھہ کی عمارتیں موجود ہیں سنگ مرمر اور سنگ سرخ کس گنتی میں ہے۔ درو دیوار پر سونا لیا ہوا ہے اور کندن کیا ہوا ہے۔ ہر روز لنگر شریف سے دوسو آدمیوں کو دن اور رات میں حسب حیثیت کھانا دیا جاتا ہے۔ ہندو بھائیوں کی خشک بیٹھئے الگ ہے سوائے فیل خانہ کے اور جتنے کارخانہ بادشاہوں کے لیے درکار ہیں وہ سب حضرت صاحب کے یہاں موجود ہیں اور یہ سارے جاہ و حشم توکل کے خزانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ جذب اور کشش کا یہ عالم ہے کہ جب قبلہ عالم و عالمیان خواجہ

جہاں جہاں جہاں حضرت حامد صاحب بنگلہ سلیمانی میں رونق افروز ہوتے ہیں تو کابلی، ملی سندھی ہندوی ایرانی تورانی خراسانی عورت مرد بچہ بوڑھے جوان اس کثرت سے آپ کے چاروں طرف اکٹھے ہو جاتے ہیں جتنے شمع کے گرد پروانہ یا شہد کے اوپر مکھیاں میں نے بار ہا دیکھا کہ چار چار پانچ پانچ برس کے بچے اپنی ماں کے اشارہ سے یہ تقاضے کرتے تھے کہ لپے سے بچے ہمیں سجادہ نشین صاحب کے قدموں پر ڈالدے میں حضور کے متصل ہی بیٹھا تھا اس لیے دیا سنتے سنتے میرے کان تھک جاتے تھے صلوات درود شریف صلواتی یاکریم یاکریم یعنی بیعت کے وقت صرف تبرکاً اتنے والے نئے مریدوں کو سمجھانا پڑتا تھا کہ ہر نماز کے بعد سو دفعہ درود شریف اور سو بار یاکریم پڑھا کرو سجادہ نشین صاحب گو نوجوان ہیں مگر پابندی شریعت اور طریقت میں بالکل اپنے جد اعلیٰ حضرت شاہ سلیمان صاحب کے قدم بقدم ہیں جو حضرت موصوف کی پابندی اور ضبط اوقات ملفوظات میں پڑھی ہو سجادہ نشین صاحب اس کے عامل ہیں اور یہی انکی بڑی تعریف ہے کیونکہ

تکیہ بر جائے بزرگاں نتواں زد بگزاف مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی

میراث پدر خواہی علم پدر آموز کی مثل کو انہوں نے زندہ کر دکھایا ہے۔ المنت للہ کہ یہ فقیہ گنہ گار ۱۴ مارچ سے ۲۹ اپریل ۱۹۱۵ء تک تونسہ مقدسہ میں حاضر رہا اسی ضمن میں ۱۱ اپریل کو حضرت پیر و مرشد قدس سرہ کا یوم عرس آگیا اور ہجوم خلائق بجمد فوجوں سے بھی زیادہ ہوگیا۔ ان ایام کی برکتیں اور انوار کوہ طور اور وادی ایمن کو یاد دلاتے تھے۔ عین شب سلت کو میں نے عالم رویا میں دیکھا کہ ایک اجنبی شخص نے مجھ سے آکر کہا حضرت ثانی (خواجہ اللہ بخش صاحب) فرماتے ہیں تمنے جو تونسہ کے حالات لکھے ہیں وہ سناتے کیوں نہیں جب ہی آنکھ کھلی تو اس خواب کا مطلب میری سمجھ میں یہی آیا کہ میں سلسلہ عالیہ سلیمانیہ کے حالات اپنے طور و انداز پر تحریر کروں چنانچہ اسی دن ۱۲ اپریل سے میں نے اس حکم کی تعمیل شروع کردی ہے اور **یادگار تونسہ** نام ایک کتاب لکھ رہا ہوں اگر افضال الٰہی شامل حال ہیں اور بانیان وحضرات کی توجہ مبذول رہی تو یہ کام انجام پائے گا مگر میں اپنے جملہ پیر برادران و دیگر احباب سلیمانی کے منتظرین

پیری مریدی

انسان کی زندگی دو حالتوں سے وابستہ ہے۔ قوی ظاہری۔ قوی باطنی۔ جیسے چلنا پھرنا اور سونا آرام لینا وغیرہ وغیرہ اور اسی طرح ظاہری حکومت کا پابند رہنا اور باطنی حکومت کے زیر اثر ہونا۔ ظاہری حکومت بادشاہی اور باطنی حکومت مذہب ہے میری بحث باطنی حکومت سے ہے۔

یہ تو مانی ہوئی بات ہے کہ مذہب توحید اور تہذیب کی طرف بلاتا ہے اور یہ بھی دو حالتوں سے خالی نہیں۔ وہی ظاہری و باطنی کا معاملہ یہاں بھی موجود ہے ظاہری میں احکام مذہبی بجا لانے کے لیے مستعدی اور عبودیت دکھانی پڑتی ہے اور باطنی میں اس مستعدی و عبودیت کو محبت و عشق کے قالب میں ڈھالنا پڑتا ہے۔ مجھے اور مذاہب سے کوئی بحث نہیں صرف اسلام کو لیتا ہوں۔

فاران کی چوٹیوں سے نور چمکا یعنی پیغمبر آخرالزماں شمع ہدایت ہاتھ میں لیکر اٹھے اور دنیا کو دونوں حالتوں میں روشن کر کے چھوڑا اور بعد اس کے نبوت کو خلافت کی شکل اختیار کرنی پڑی۔ اور فیضان نور جاری رہا لیکن افسوس کہ بعد چندے خلافت کو سلطنت کا لباس بدلنا پڑا۔ مگر اثر نور نبوت سلطنت میں جذب نہ ہو سکا اور ولایت کی صورت میں الگ ہو گیا اور پیری مریدی کے عمارت کے سنگ بنیاد کا یہی زمانہ ہے۔ فیضان نور بدستور جاری رہا۔ پیر کے ہاتھ میں وہی شمع ہدایت آگئی جو پیغمبر آخرالزماں اٹھا کے اٹھے تھے کیونکہ ولایت نے اپنی شمع اسی شمع سے روشن کر لی تھی جیسے ع نورستانیدہ چراغ از چراغ جس طرف پہلے بلایا جاتا تھا اسی طرف بلانے لگے اور وہی بادہ توحید پلانے لگے۔ ہاں صرف چند اصطلاحات میں الٹ پلٹ ہوئی سے

آسودہ باد خاطر غالب کہ خوے اوست آمیختن بہ بادہ صافی گلاب را

چونکہ نظم و نسق ظاہری الگ ہو گیا تھا جس کو سلطنت کہنے لگے تو اسی وجہ سے بیت المال کے مصارف میں غلط فہمی پیدا ہوئی اور مصرف خیرات میں تذبذب واقع ہوا

جب مدنوشان ساغر اسلام کو اس کی تقسیم میں مشکل پیش آئی کیونکہ مستحقوں کی شناخت اور جانچ میں متحیر رہا کرتے تھے اور کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔ پیروں سے بڑھکے کوئی اس معاملہ میں امین و دانا تر ملتا نہیں تھا۔ لہذا یہ کام ان کے سپرد کیا گیا۔ اور اب تک بھی انہیں کے سپرد ہے ؎

ہست مجلس بداں قرار کہ بود ہست مطرب بداں ترانہ ہنوز

یہ بزرگ امانت کا کام نہایت دیانت سے انجام دیتے رہے۔ جماعت فقراء و طلبا و یتامیٰ و ابن السبیل پر یہ آمدنی وقف کر دی گئی لیکن افسوس کہ ایک مدت کے بعد گداگری کی بنیاد بھی اسی سے مستحکم ہوئی آمدنی بڑھ گئی امتیاز مستحقان جاتا رہا کاہلی اور سستی نے زور پکڑا آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ ؎

بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی اب آبروئے شیوہ اہل نظر گئی۔

دوسری بات یہ ہے کہ نبوت۔ خلافت۔ ولایت موروثی نہیں ہے لیکن بدقسمتی سے آجکل کے زمانہ میں موروثی سمجھ رکھا ہے۔ ایک گھرانے سے نور ولایت نکلکر دوسرے گھرانے میں جاتا ہے تو پہلے گھرانے کے پیرزادوں سے خودبخود اثر جاتا رہتا ہے تو پھر کیا کرتے ہیں؟ کاسہ گدائی بکف پھرتے ہیں اور مریدوں کا رہا سہا ایمان مٹاتے ہیں ہدایت کے عہدہ سے معزول ہوتے ہیں تو ضلالت کا چارج لے لیتے ہیں۔ کیونکہ بقول سعدی معزولی سے مشغولی اچھی ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ فقر و عرفان نہیں رہا۔ بلکہ میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ جس دن یہ نہیں ہوگا وہی دن قیامت کا ہے۔ اور میں خود ایک شیخ وقت اور مربی زمانہ کا مرید ہوں۔ لیکن باایں ہمہ اس کہنے سے بھی مجھکو کوئی طاقت نہیں روک سکتی کہ "زمانہ بہت پرآشوب ہے

طوق زریں ہمہ در گردن خر مے بینم

جہلا میں پیری مریدی کی حالت بہت خراب ہوگئی۔ پیری نے ورثہ کی شکل اور جائداد کی صورت پیدا کر لی ہے اور مریدی طوق غلامی ہوگیا ہے کہ جس کے گردن میں پڑ گیا نسلاً بعد نسل مستحکم رہا۔ حالانکہ قدیم زمانہ کی پیری مریدی پر نظر ڈالتے ہیں تو صاف

نظر آتا ہے کہ وہ پہلا درنگ تھا سے

مرا لے مئے فروشش آں بیخودی نیست / مگر در بادہ آبے کردہ باشی

پیروں میں غیر مشروع کاموں کا استعمال بکثرت اور مریدوں میں سؤ اعتقادی کا سخت زور ہے یہاں تک کہ کفر کی حد تک پہنچ جاتا ہے مثلاً سجدۂ شیخ ۔ سجدۂ قبور ۔ اور لطف یہ کہ اس کو شرعاً جائز قرار دینے کی کوشش کیجاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ عبادتاً نہیں تعظیماً ہے ۔ جیسے سجدہ آدم سجدہ یوسف ۔ یہ تو حال ہے لکھے پڑھے لوگوں کا اور جاہل لوگ تو پیر کو بالکل خدا ہی سمجھتے ہیں جیسے ہندو اپنے بزرگوں کو خدائی اوتار ۔ اللھم حفظنا من اعتقادہ

خیال کیا جاتا تھا کہ تعلیم اس اٹھے ہوئے فتنے کو بٹھا دے گی لیکن افسوس کہ اس سے بھی کام نہ نکلا تعلیم یافتوں میں دہریت اور فلسفہ جدید یہانتک جذب اور جزو بدن ہوگیا کہ نبوت اور ولایت پر پانی پھیرنے لگے وہی مثل ہوئی کہ سے

شنیدم گوسپندے را بزرگے / رہانید از دہاں و دست گرگے
شبانگہ کارد بر حلقش بمالید / روان گوسپند از وے بنالید
کہ از چنگال گرگم در ربودی / چو دیدم عاقبت خود گرگ بودی

اب ہر طرف سے نا امیدی ہے ۔ مگر پیران عظام کی نسبت پھر بھی خیال آتا ہے کہ اس بدعت کو یہ بزرگ دفع کر سکتے ہیں کیا اچھا ہو جو مریدوں کو سب سے پہلے شرک سے بچائیں اور بعد اس کے گداگری کو مٹائیں اور وہی تعلیم پھیلائیں جو زمانہ قدیم میں تھی ۔

کسی پرچہ میں یہ پڑھکر میں بیحد خوش ہوا تھا کہ عرس شریف کے موقع پر حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے بازاری عورتوں کا داخلہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہ العزیز کے روضۂ مطہرہ میں بند کرا دیا ہے ۔ اگر آہستہ آہستہ اسطرح اصلاح ہوتی جائے تو رفتہ رفتہ وہی زمانہ عود کر آئے گا جو پہلے ہم لوگوں پر گذر چکا ہے ۔

کار نہ ایں گنبد گرداں کند
ہر چہ کند ہمت مرداں کند

(حکیم) غلام غوث بہاولپوری از ریاست خیرپور سندہ

۴۸۶

مَسُّ القرین

صحیح مسلم و ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان متعینات ہیں فرشتہ تو ہر وقت نیکیوں کی تحریک کرتا رہتا ہے اور شیطان بدی کی۔ اگر انسان فوراً فرشتے کی تحریک پر عمل کرتا ہے تو اس کو اس شخص کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے وہ تحریکیں کرتا ہے اور پھر دوسرے ملائکہ کو بھی جو اس کے قریب ہوتے ہیں اطلاع دیتا ہے کہ یہ قلب اس قابل ہے کہ ہم اسے نیک تحریکیں کرتے رہیں۔ اسی طرح تمام ملائکہ حتی کہ ملاء اعلے میں بھی اس کی نسبت ایک توجہ پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر آدمی شیطان کی صلاح مان لیتا ہے تو وہ اس کی ہمنشینی سے کبھی الگ نہیں ہوتا اور ہر وقت اس کے دل میں وساوس و وسائس ڈالتا رہتا ہے۔ اس طرح بالآخر آدمی یاد الہی سے غافل ہو جاتا ہے۔ ملائکہ سے اس کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے اور ہر وقت شیطان ہی اُس کا ہمنشین رہتا ہے چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔

ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطانا فہو لہ قرین وانہم لیصدونہم عن السبیل ویحسبون انہم مہتدون حتی اذا جاءنا قال یلیت بینی وبینک بعد المشرقین فبئس القرین ولن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب مشترکون (پ ۲۵ س الزخرف ع ۱۱) اور جو شخص خدائے رحمن کی یاد سے اغماض کیا کرتا ہے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کر دیا کرتے ہیں اور وہ اسکے ساتھ رہتا ہے اور باوجودیکہ شیاطین گنہگاروں کو راہ خدا سے روکتے رہتے ہیں تاہم گنہگار اپنے تئیں خیال کرتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں یہانتک کہ جب گنہگار قیامت کے دن ہمارے حضور حاضر ہوگا تو وہ اپنے ساتھی شیطان کو دیکھکر کہے گا کہ اے کاش مجھ میں اور تجھ میں پورب اور پچھم کا فاصلہ رہا ہوتا تو شیطان بھی آدمی کا کیسا ہی برا ساتھی ہے اور گنہگارو! جبکہ تم نے دنیا میں نافرمانیاں کی ہیں تو آج یہ بات بھی تمہارے بکار آمد نہ ہوگی کہ تم اور شیاطین ایک ساتھ عذاب میں ہو۔

غور کرو جو لوگ کبھی تو یاد الٰہی اور کبھی دنیا کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں اُن کو ملائکہ و شیاطین دونوں کی ہمنشینی کا موقع حاصل رہتا ہے جو لوگ ہمیشہ یاد الٰہی سے غافل و بے خبر رہتے ہیں شیاطین کسی وقت اُن کا پیچھا نہیں چھوڑتے اور ہمیشہ کے لیے خدا کی طرف سے شیاطین ہی اُن کے ہمنشین قرار دیے جاتے ہیں اور ایسے لوگوں کیلئے ملائکہ کی ہمنشینی کا کوئی موقع ہی باقی نہیں رہتا۔

اس مضمون میں اس امر کی تصریح و تشریح بھی ضروری ہے کہ ذکر الٰہی سے کیا مراد ہے یاد رہے کہ تسبیح و تہلیل اور تکبیر و تحمید ذکر الٰہی ہے۔ پھر وہ دعائیں جو حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے۔ اُٹھنے۔ بیٹھنے۔ جاگنے سونے۔ کھانا کھانے قضائے حاجت کو جانے یا اس سے فارغ ہونے وغیرہ مواقع کے لیے مروی ہیں۔ وہ بھی ذکر الٰہی میں داخل ہیں مگر اس سے بڑھکر یہ ہے کہ اپنی ہر حرکت و سکون۔ ہر قول و فعل اور ہر گفتار و کردار کو خدا تعالےٰ کے احکام کے ماتحت رکھنا۔ ہر وقت اللہ کو یاد رکھنا اور امتثال اوامر و اجتناب نواہی کی پابندی ذکر الٰہی ہے۔ فتدبروا یا اولی الابصار۔

نور الدین از گوجرانوالہ

حمد و نعت

کونسا گل ہے کہ جس میں نہیں نکہت تیری
کون سا غنچہ ہے جس میں نہیں نکہت تیری

ہے نمایاں مہ و خورشید سے صنعت تیری
ذرّے ذرّے سے عیاں صاف ہے وحدت تیری

انس و جن حور و ملک کہتے ہیں الفت تیری
کونسا دل ہے کہ جس میں نہیں چاہت تیری

نظر آتی ہے ہر اک شے میں تری صناعی
دنگ ہیں اہل خرد دیکھ کے حکمت تیری

باغبان چمن دہر خدایا تو ہے
پتے پتے سے نمودار ہے قدرت تیری

چشم بینا ہو تو انسان بعینہ دیکھے
دل کے آئینے میں موجود ہے صورت تیری

عرش اعظم کو ترا اور ہے اسم اعظم
قابل حمد و ثنا خاص ہے عظمت تیری

گرمی مہر قیامت سے نہ پہنچے صدمہ
ہو گئی سایہ فگن سر پہ جو رحمت تیری

بس سے مخمور ہوا ہوں مے وحدت پی کر
مجھکو ہر شے میں نظر آتی ہے صورت تیری

جس طرح رہتا ہے پوشیدہ صدف میں گوہر
یوں نہاں گوشۂ دل میں ہے محبت تیری

خوف مجرم کو نہیں حشر کے بازار میں کچھ
جنس عصیاں کی خریدار ہے رحمت تیری

شافع حشر سے محشر میں کہیں گے عاصی!
مغفرت کے لیے کافی ہے شفاعت تیری

لوگ ظلمت میں ضلالت کی بھٹکتے پھرتے
ہوتی روشن نہ اگر شمع ہدایت تیری

نظر آ جائے اُسے نور خدا کا جلوہ
چشم حق بیں سے جو دیکھے کوئی صورت تیری

یہ شرف کم نہیں اُمت کا کہ ہر اُمت سے
پیشتر جائے گی فردوس میں امت تیری

اس پہ نازل ہوئی محشر میں خدا کی رحمت
ہو گئی جس کی طرف چشم عنایت تیری

پوچھتا کون وہاں ہم سے گنہگاروں کو
کہیں لیتی نہ خبر آ کے جو شفقت تیری

میں اسی شوق میں سو جاتا ہوں ہر شب شاید
عالم خواب میں ہو جائے زیارت تیری

روضۂ شہ پہ جو پہنچوں تو کہوں یہ رو کر
کھینچ لائی ہے ترے در پہ محبت تیری

مجھ سے کہتے ہیں ملک تو ہے ثنا خوان نبی
ہر گھڑی اس لیے مشتاق ہے جنت تیری

چل مدینے کی طرف عاشق صادق ہے اگر
روز کہتی ہے محبت سے محبت تیری

(جناب [illegible] صاحب [illegible])

سرودِ حقیقت

ہو

احسانِ دوست ہم سے بھلایا نجائے گا — نقشِ وفا و مہر مٹایا نجائے گا
آئے ہیں جس کے ذوقِ محبت کے واسطے — نہ اُس کی دوستی سے پھرایا نجائے گا
کیا پوچھتے ہو دوستو۔ اب ماجرائے دل — پر درد ہے یہ حال سنایا نجائے گا
مدت ہوئی کہ دردِ نہاں اک جگر میں ہے — کہتا ہے دل کہ مجھ سے چھپایا نجائے گا
واعظ تجھے حقیقتِ جنت کی کیا خبر — تو ہی کیا۔ وہاں ترا سایہ نجائے گا
باتیں نہ کر نفاق کی رندوں کے سامنے — ہم سے ترا یہ ناز اُٹھایا نجائے گا
نازو کرشمہ بر سرِ منبر چہ میکنی — ہوش آئے گا تو شور مچایا نجائے گا
برسوں اُٹھائے ناز تمہارے بھی لے بتو — اب سر تمہارے در پہ جھکایا نجائے گا
دیکھیں گے اب تو اپنے دلِ نازنیں کو ہم — یہ گنجِ دولت ہم سے لٹایا نجائے گا
آنکھیں تمہاری بھی جو کبھی کھل گئیں اگر — غمزہ کوئی کسی کو دکھایا نجائے گا

یہ شوخ چشمیاں نہ کہیں پھر دکھاؤ گے
رو رو کے اپنے حال پہ آنسو بہاؤ گے

دل تم نے سیکڑوں جو پریشاں بنائے ہیں — خنجر نگاہِ ناز کے اُن پر چلائے ہیں
لیکن وہ دل تھے چہرہ جاناں سے اوٹ ہیں — دھوکے جنہوں نے نفسِ ستمگر کے کھائے ہیں
تھے اصل میں وہ شائقِ شانِ جمالِ پاک — پر اپنی خودسری سے وہ چکر میں آئے ہیں
دیکھیں اگر وہ چشمِ بصیرت کو کھو لکر — گھبرا کے بول اُٹھیں کہ ستم ہم نے ڈھائے ہیں
کیا دیکھیں گلرخوں کے رخِ پر جمال کو — ہم اپنے ساتھ ایک گلِ تر کو لائے ہیں
تم بھی جو دیکھ پاؤ کہیں اس کو مدہوش — سمجھو گے آج عالمِ ہستی میں آئے ہیں
کیسا بتوں کا عشق کہاں کی یہ کاہشیں — کہہ دو یہ برہمن کو کہ ہم بڑھ کے آئے ہیں

عالم ہمہ ظہورِ جمالِ نگارِ ماست

ہر ذرہ پارہ ز دلِ بیقرار ماست

صبحِ ازل تھی جب ہوئی عالم میں آشکار
تھے ہم اسی طرح ہی سے اس دن بھی بیقرار

دنیا میں آنا ہم کو پڑا بہرِ امتحاں
تھا قُولُوا بَلیٰ کہا تھا ہوا عہد پائدار

آساں نہیں ہے عشق و محبت کا ادّعا
کہنے میں اور کرنے میں ہیں فرق بیشمار

واعظ نہ دیکھ ہم کو غضب کی نگاہ سے
سمجھے اگر تو ہم ہیں ترے عین غمگسار

اچھا ہے حال۔ قال کے بیہودہ رنج سے
کب تک نمائشوں میں رہیگا خراب و زار

اے شیخ شیخیاں نہ بگھار اپنے زہد کی
تھوڑے سے ہم بھی ہیں ترے عرفان کے رازدار

کیا ہو گیا اگرچہ نہیں خرقہ پوش ہم
دیکھے ہوئے ہیں پر ترے جُبّہ کا تار تار

تو لیکے پھر رہا ہے اگر معرفت کے خم
چھوٹا سا ایک اپنا بھی ہے جام بادہ یار

ہر کام کا ہے وقت مقرر قدیم سے
ہوتا ہے اپنے وقت پہ ہر شخص ہوشیار

پیرِ مغانِ[1] ما در میخانہ وا نہاد
جامیکہ صاف دید گرفت و بجا نہاد

زاہد نہ پوچھ کیا دلِ اندوہگیں میں ہے
ہاں اس میں ہے وہ بات جو تیری جبیں میں ہے

دل ہی تو ہے وہ چیز جو ہو مخزنِ جمال
بتلاؤ ایسی بات کسی نازنیں میں ہے

اے شائقِ نظارۂ حسن و جمال دیکھ
سو منظروں کا لطف ترے اس حسیں میں ہے

کھول اس کے سارے بند اٹھا اسکے سب حجاب
تو جسکو ڈھونڈھتا ہے اسی مہ جبیں میں ہے

لیکن یہ دیکھنا کہ ہے دشمن بھی گھات میں
چلنا ذرا سنبھلکے کہ وہ بھی کمیں میں ہے

وہ چاہتا ہے یہ کہ نہو کامیاب تو
یہ بات اس کی خوئے ستم آفریں میں ہے

مارے ہیں اس طرح ہی سے اُسنے کئی جواں
لیکن علاج اس کا دلِ دوربیں میں ہے

اک شمع جل رہی ہے اسی خانقاہ میں
لو جس کے سوز ساز کی عرشِ بریں میں ہے

پھینک اپنی خواہشوں کو مٹا نقشِ خودسری
دانش کا نقشِ خاتمِ دل کے نگیں میں ہے

معدن ہے دولتوں کا ترے دل کا آستاں
جسکی کلید کار تری آستیں میں ہے

دیکھ اپنے دل کو غیر کی منت سے کام کیا
بزمِ جہانِ جاں اسی پہلو نشیں میں ہے

[1] مراد از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

برخیز تا طریق تکلف رہا کنیم
دُکانِ معرفت بدو جوہر بہا کنیم

مانا کہ اس جہان میں مہر و وفا نہیں — لیکن تو یہ تو دیکھہ ترے دل میں کیا نہیں
کیوں کہہ رہا ہے یہ کہ مصیبت ہے زندگی — اے دوست یہ گلا ترا ہرگز بجا نہیں
یہ گفتگو ہے تیری جہالت کا اک ثبوت — شاید تو فیض علم سے واقف ہوا نہیں
دل میں تو حب جاہ بھری ہے زباں پہ درد — تو نے سمجھہ لیا ہے کہ وہ دیکھتا نہیں
او ناشناس دیکھہ۔ مگر آنکھہ کھو لکر — تو دیکھتا نہیں ہے کہ وہ دیکھتا نہیں
یہ حق نمائیاں ہیں تری سب بہ غلط — حق تو یہ ہے کہ دل میں ترے حق رہا نہیں
واعظ ذرا سنبھلکے زباں کھولنا یہاں — مجلس میں رندبھی ہیں سبھی پارسا نہیں
وہ ضد پہ آگئے تو بگڑ جائے گا یہ کھیل — اُن کو نہ چھیڑنا کہ کوئی چھیڑتا نہیں
اپنے سوا تو سب کو سمجھتا ہے کج خیال — قبلہ ترا مگر ابھی سیدھا ہوا نہیں
تجکو یہ فن سکھائے ہیں افلاس و جہل نے — عاقل تو کوئی خود کو بڑا جانتا نہیں
پوچھو کسی رفیق سخن فہم سے حمید — یہ بات پیر مست کی سچی ہے یا نہیں

"ترسم کہ صرفہٗ نبرد روز باز خواست"
"نانِ حلال شیخ ز آب حرام ما" قاضی حمیدالدین حمید

تضمین ۸۹

برغزل لسان الغیب حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ العزیز

از مابدہ صلائے یاران آشنا را — کاں ترک بردر آمد از لطف و از مدارا — با ناز و با ادا ہا بیشم شدہ ہے خطا را
دل میرود ز دستم صاحبدلاں خدارا — دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا
ذوبتہ کار سیدہ بگذشت درمجنوں — محفوظ کس نباشد از دست چرخ گردوں — عاشق ز دادن جاں ہرگز شود نہ محزوں

ده روزه مهر گردون افسانه است و افسون	نیکی بجای یاران فرصت شمار یارا

ساقی ز حجازی در جام میکشان ریز	جوشش صدای قاریان در قلب ما برانگیز	خوان شعر نغز حافظ در نغمهٔ دل آویز

کشتی شکستگانیم ای باد شرطه برخیز	باشد که باز بینیم آن یار آشنا را

ای میکشان کوشید تا کی چنین تحمل	دایم بفضل ایزد عاشق کند توکل	آمد ز بوستانها گلهای آن گل

در حلقهٔ گل و مل خوش خواند دوش بلبل	هات الصبوح هبوا یا ایها السکارا

باد صبا پیامی برا زره تمامیت	در حضرت حبیبی معروضه ارادت	تا کی شود نصیبم دیدار با سعادت

ای صاحب کرامت شکرانهٔ سلامت	روزی تفقدی کن درویش بی نوارا

سی بلیغ دشمن در نظر نقص فهمست	پوشیده است آتش ظاهر اگرچه پنهانست	گوید ز کریا توانا آنکه تنگ ظرفست

آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرف است	با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

ای ترک ناصحانت میلی بتو ندارند	غارتگران حسن اندر گلشن تو خارند	در جواب ایشان گو تا ترا گذارند

در کوی نیکنامی ما را گذر ندادند	گر تو نمی‌پسندی تغییر کن قضا را

امروز فرق دشمن پشتیت خم است بنگر	با مصحف رخ تو زلف همدم است بنگر	حاسد ز حسن رویت اندر غم است بنگر

آیینه سکندر جام جم است بنگر	تا بر تو عرضه دارد احوال ملک دارا

ای مدعی احمق بیرون مرو از حد	تا روز بد نبینی از حافظان آن حد	بشنو کلام حافظ تا کام تو برآید

سرکش مشو که چون شمع از غیرتت بسوزد	دلبر که در کف او موم است سنگ خارا

گو صاحب فهم است تا مقصدم بداند	گو شعر ما بظاهر با شاعران بماند	لیکن ز راه ایما با هوش خرد ستاند

گر مطرب حریفان این پارسی بخواند	در رقص حالت آرد پیران پارسا را

لطف شراب وحدت در قلب آن کسی ماند	کو جان و مال خود را در پای ترک افشاند	از ذوق و لطف آن می نغمه خوانی ماند

آن تلخ وش که صوفی ام الخبائثش خواند	اشهی لنا و احلی من قبلة العذارا

یاران نماند اینک هنگام خودپرستی	خواهید اگر شما هم در کوی دوست هستی	بیرون کنید از دل احساس تنگدستی

هنگام تنگدستی در عیش کوش و مستی	کاین کیمیای هستی قارون کند گدا را

ذکر حبیب بشنو دل در هوای او بند	این مهوشان پارسی دل از فرنگ بردند	هاتف بگوش هوشم گفتا که ای خردمند

خوبان پارسی گو بخشندگان عمرند	ساقی بده بشارت پیران پارسا را

از سوز عشق و اُلفت عالم بہ بن نیاسود روئے کہ ترک شرم از غرورے بنمود عقل و حواس ہا ہمہ سر گشت مفقود
حافظ بخود نپوشید این خرقہ مے آلود اے شیخ پاکدامن معذور دار ما را

- محمد اسرار الحق از امروہہ -

دکنی شراب ساغر شیراز میں

حاجت ز مصطفیٰ است نہ در کار نماز ست
رویم طرف دیر نہ رُخ سوئے حجاز ست
کارم برائے ساغر و با زمزمہ ساز ست
المنۃ للہ کہ در میکدہ باز ست
زانرو کہ مرا بر درِ او روئے نیاز ست

آباد ہے میخانہ گھٹا چھائی ہے کالی
رقصاں ہے کوئی مست الست کوئی
یہ طرفہ کرامت کوئی دیکھے تو مغاں کی
خم ہا ہمہ در جوش و خروشند ز مستی
واں مے کہ در آنجاست حقیقت نہ مجاز ست

نیرنگی دنیا نے کیا زار و پریشاں
جھگڑے سے دوئی کے ہیں سراسیمہ و حیراں
پر کیا کرے مجبور ہے بیچارہ انساں
شرح شکنِ زلف خم اندر خم جاناں
کوتہ نہ تواں کرد این قصہ دراز ست

شیدائے رُخ یوسف یعقوب زلیخا است
قیس از دل و جاں شیفتہ کاکل لیلیٰ است
وامق ہمہ تن مائل زیبائی عذرا ست
بار دلِ مجنون خم طرہ لیلیٰ ست
رخسارہ محمود کفِ پائے ایاز ست

اے ختم رسل شاہ امم مفخر آدم
عالم ہمہ خوش گیں ست و پیش ذات تو خاتم
واللہ ز کس جز تو تنہا کار ندارم
بر دوختہ ام دیدہ چو باز از ہمہ عالم
تا دیدہ من بر رُخ زیبائے تو باز ست

اے قاضی بے مغز چہ دانی کہ چہ ہستیم
رندان خراباتی و ما بادہ پرستیم
ز آوازِ الست ازلی بیخود و مستیم
رازیکہ بر خلق نہفتیم و نگفتیم
با دوست بگوئیم کہ او محرم راز ست

ہر چند جدا لگا نہ ہے ہر قوم کا معبد
لیکن کہیں عاشق نہیں ہوتا ہے مقید
میرا تو عقیدہ ہے یہی حضرت احمدؐ
درکعبہ کوئے تو ہر آں کس کہ در آید
از قبلۂ ابروئے تو در عین نماز ست
عشق چشتی

سرّ ارواح

جب صبا شانہ کش زلف رسا ہوتی ہے
اک بلا اور یہ بالائے بلا ہوتی ہے
روح جس دم قفس تن سے جدا ہوتی ہے
یہ وہ طوطی ہے کہ اُڑتے ہی ہما ہوتی ہے
کوئی کیونکر کہے خمیازہ کش مرگ اسکو
روح کب جرعہ کش زہر فنا ہوتی ہے
جامہ زیب اور کوئی روح سا دیکھا نہ سنا
جو پہنتی ہی وہی ٹھیک قبا ہوتی ہے
نغمۂ تار نفس کس نے بجایا آکر
سازہستی میں نہاں کس کی صدا ہوتی ہے
کس کے رخسار پہ قربان ہے رنگ گل تر
بوئے گل کس کے پسینہ پہ فدا ہوتی ہے
کون ہر ایک کے آغوش میں رہتا ہے سدا
کس کی نکلی ہوئی پہلو سے قبا ہوتی ہے
کسکی آنکھوں نے بنایا ہے مجھے متوالا
کسکی ہر ایک نظر ہوش ربا ہوتی ہے
تیری یکتائی خدا ئیکو مسلّم لیکن
مہ جبینوں میں ترا اس کی ضیا ہوتی ہے
ذرہ ذرہ میں تو بے پردہ نظر آتے ہو
اور پھر چھپتے ہو اچھی یہ حیا ہوتی ہے
نقش تصویر مصور کا پتہ دیتے ہیں
یعنی مصنوع میں صانع کی ادا ہوتی ہے
شوخیاں دیکھی ہیں جن آنکھوں نے ہر ذرہ میں
اللہ اللہ انہیں آنکھوں سے حیا ہوتی ہے
راہ میں آپکی آنکھوں کے اشارے پاکر
اور ہی شوخیٔ رفتار بلا ہوتی ہے
یاد نوک مژہ یار غضب ڈھاتی ہے
دل میں چبھ جاتی ہے جو پھانس بلا ہوتی ہے
لاکھ دو لاکھ میں شمشیر نگاہ دلبر
چھانٹ لیتی ہے انہیں جن کی قضا ہوتی ہے
آپ کے چشم فسونساز کے بیماروں کو
کب دم عیسیٰ مریم سے شفا ہوتی ہے

مجھپہ جو ظلم ہیں اُس شوخ کے لاثانی ہیں — مجھپہ جو ہوتی ہے ہمیشہ جفا ہوتی ہے
رحم آیا نا ہو قاتل کو جو بیہوشی پر — دامن تیغ سے بسمل کو ہوا ہوتی ہے
آہ مایوس اثر ہوکے ترے عاشق کی — شمع ہستی کے بجھانے کو ہوا ہوتی ہے
شوق بڑہ بڑہ کے بندہا دیتا ہی ہمت میری — یاس رہ رہ کے ہم آغوش دعا ہوتی ہے
دن میں وہ بھیگی ہوئی رات دکھا دیتے ہیں — ترپسینہ میں اگر زلف رسا ہوتی ہے
سیدہی باتیں مرے دلبر کی غضب ڈھاتی ہیں — سادگی میں بھی قیامت کی ادا ہوتی ہے
جس کو ان شوخ حسینوں کی ادا کہتے ہیں — ہمیں مرے ہوئے عاشق کی قضا ہوتی ہے
تم جو بہولے سے ادہر دیکھہ لیا کرتے ہو — وہ نگاہ غلط انداز بلا ہوتی ہے
نالۂ وفغاں ہوتے ہیں آگے آگے — پیچھے پیچھے ترے عاشق کی دعا ہوتی ہے
پھر ہوا زلف سیہ فام کا سودا دلکو — پھر نماز شب دیجور قضا ہوتی ہے
کچھہ تو ہی دل میں حیا کے جو چھپے بیٹھے ہو — کچھہ تو ہی چشم حیا سے جو حیا ہوتی ہے

حیا از مراد آباد

دردِ دل

موافق میرے یارب ہوگا دورِ آسماں کبتک — رہے گا دور منزل سے ہمارا کارواں کبتک
بہار آئے گی کب تک گلشنِ اسلام میں یارب — رہیگا اس طرح اجڑا ہمارا بوستاں کبتک
یوں ہی تاراج گر ہوتا رہا گلزار اسلامی — تو پھر مرغ چمن کب تک اور اُنکا آشیاں کبتک
ہزاروں صدیوں سے جو کررہی تھی یاں جہانبانی — کریگا اے فلک اُنکو تو رسوائے جہاں کبتک
پھریرے جو اُڑاتے تھے کبھی اقبال وشوکت کے — نشاں اُنکا مٹائیگا تو اے دورِ زماں کبتک

ذرا اے اہل ملت ہوش میں آؤ۔ اٹھو۔ جاگو — سر بستر پڑے لوگے تم انگڑائیاں کبتک
یوں ہی کب تک رہیگا منتشر شیرازۂ قومی — یونہی بادِ مخالف کی چلیں گی آندھیاں کبتک
خدارا رحم کر۔ القوم اپنی زار حالت پر — نفاقِ مذہبی تا کے۔ یہ تمازہ جنگیاں کبتک

شب تار یک بیم موج۔ گرداب چنیں حائل ۔۔۔ یہ شور الاماں کبتک دعائے حفظ جاں کبتک

جو دل صد زخم خوردہ ہو۔ جگر جب پارہ پارہ ہو ۔۔۔ تو ہو ضبط فغاں کبتک چھپے درد نہاں کبتک
زباں بھی اب تو بے قابو ہی دست و پا کا کیا کہنا ۔۔۔ سلامت دیکھئے رہتی ہے جان ناتواں کبتک

رہیگا خندہ زن کب تک زمانہ اہل ملت پر ۔۔۔ رہیگا حافظ آخر یوں گریہ کناں کبتک

امام الدین

کیوں چھوڑ دیا [456]

کیوں مسلم ناداں نے اللہ کی راہ میں چلنا چھوڑ دیا ۔۔۔ دلدادۂ جادۂ طاعت نے گھر سے بھی نکلنا چھوڑ دیا
ہے دیں کے چمن میں بہار وہی گل لالہ و نسرین و چنار وہی ۔۔۔ لے والے مگر بے لطف ان اب اس میں ٹہلنا چھوڑ دیا
محفل بھی وہی نورانی ہے شمعوں میں وہی تابانی ہے ۔۔۔ اندھیرا کہ نابینائی سے پروانوں نے جلنا چھوڑ دیا
بے برگ و نوا بوجہ نہیں گلزار تری امید و نگاہ ۔۔۔ عصیاں کی ہوا کا فقط ہے اثر پودوں نے جو پھلنا چھوڑ دیا
وہ دور گئے وہ لوگ گئے۔ وہ رنگ نہیں وہ بات نہیں ۔۔۔ تکبیر کے نعرے سے خون نے جسموں میں ابلنا چھوڑ دیا
مایوس نہ ہو اے طور اگر۔ رکھنہ نکتہ یہ دائم پیش نظر ۔۔۔ کیا ہمکو گرا کے چرخ فلک نے رنگ بدلنا چھوڑ دیا

طور۔ از سرینگر (کشمیر)

رباعیات امجد [456]

جاں راہی ملک عدم آباد ہوئی ۔۔۔ محشر میں گنہگار کی یاد ہوئی
مرقد سے صدا آئی مرے دفن کے بعد ۔۔۔ ہے ہے۔ مری خاک مفت برباد ہوئی

ہے ہے۔ نہ کسی عزیز کو رحم آیا ۔۔۔ احباب سے ہم نے خوب ہی بھر پایا

پوچھے تو کوئی ستم ظریفوں سے ذرا
جب خاک ہی ڈالنی تھی کیوں نہلایا

شیرازۂ عمر تھا بکھرنے کے لیے
پیدا ہوے ۔ ایک دن مرنے کے لیے
تابوت مرا اُٹھا کے یاروں نے کہا
سر چڑھتے ہیں ۔ قبر میں اترنے کے لیے

امجد حیدرآبادی

قطعہ

نہیں ہے مونس و ہمدم کوئی پس مردن
تمام خویش و اقارب تھے ہائے تا دم زیست
کہا لحد نے ۔ جو میں تیرگی سے گھبرایا
کہ آب چشمۂ حیوان دروں تاریکیست

امجد حیدرآبادی

غزل مولانا کیفی چڑیاکوٹی

گفتا کہ دردِ عشق میں گفتم کہ ایمان منست
گفتا کہ مرگِ ناگہاں گفتم کہ آں جانِ منست
گفتا کہ میعادِ وفا گفتم کہ بیماری دل
گفتا کہ شمشیرِ جفا گفتم کہ درمانِ منست
گفتا کہ تیغ ابروم گفتم ہلالِ عید ما
گفتا رُخِ زیبائے من گفتم کہ قرآن منست
گفتا علاجِ سوزِ دل گفتم کہ دامانِ شما
گفتا پریشان زلف من گفتم گریبانِ منست
گفتا کہ شمشیرِ نظر گفتم کہ تعویذِ جگر
گفتا کہ ہر نوکِ مژہ گفتم نگہبانِ منست
گفتا کہ یادِ دردِ من گفتم کہ آں کشتیٔ دل
گفتا کہ اشکِ چشم تو گفتم کہ طوفانِ منست
گفتا کہ صوفی کیفیا گفتم کہ بزوکِ زباں
گفتا کہ کاملِ دلنشیں گفتم کہ در جانِ منست

مرسلہ خاکسار کلیم تلمیذ حضرت کیفی

خوش ہوئے۔ اور سب شاگردوں سے زیادہ توجہ فرمانے لگے۔ مولانا صاحب کی عادت تھی کہ جو کوئی شاگرد غیر حاضر ہوتا تو ناراض ہوتے لیکن شیخ نظام الدین صاحبؒ کی غیر حاضری پہ یہ بیت پڑھتے ؎

بادے کم آنکہ گاہ گاہے   آئی و بما کنی نگاہے

حضرت سلطان الاولیاء رح حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رح (برادر خورد حضرت بابا فرید الدین گنجشکر رح) کے ہمسایہ میں مقیم تھے۔ حضرت متوکل صاحبؒ کا علمائے دہلی میں کوئی نظیر نہ تھا۔ علوم ظاہری و باطنی کے بے مثل کامل تھے۔ چنانچہ حضرت سلطان الاولیاء رح اکثر وہاں تشریف لیجاتے تھے۔ جب آپ مولانا شمس الدین خوارزمی کے حلقۂ درس سے فارغ ہوئے تو حضرت متوکل سے فرمانے لگے کہ فاتحہ پڑھکر دعا فرمائیے کہ ہمیں کہیں کا عہدہ قضا مجائے تاکہ خدا کی مخلوق کو آرام و انصاف پہنچائیں حضرت شیخ نجیب الدین رح ساکت ہو رہے۔ کوئی جواب نہ دیا حضرت سلطان الاولیاء نے دوبارہ بآواز بلند فرمایا۔ تب حضرت شیخ نے فرمایا کہ خدا نہ کرے کہ تم کہیں کے قاضی ہو۔ جو تم ہوگے۔ میں جانتا ہوں۔ اتفاق سے انہیں دنوں ایک رات حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد دہلی میں تشریف لے گئے۔ صبح کے وقت مؤذن کو یہ کلام پاک منارہ پر پڑھتے ہوئے سنا۔ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُہُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ۔ یہ آواز تھی۔ یا دل کو جگانے کے واسطے صدائے صور۔ فی الفور دنیا کی طرف سے دل سیر ہوگیا اور حضرت بابا صاحبؒ کی طرف بغیر زادِ راہ و سواری چل دیئے۔ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رح کی مجلس میں حضرت بابا صاحبؒ کی محامد و مناقب سنتے سنتے انس پیدا ہوگیا تھا۔ اور خلاقِ ازل نے بھی حضرت سلطان الاولیاء کا حصہ حضرت بابا صاحبؒ کے پاس امانت رکھا تھا۔ اسلیے اب وقت آگیا تھا کہ حق حقدار کو پہنچے۔ چلتے چلتے ظہر کے وقت اجودھن پہنچے۔ اشتیاق و اخلاص کا بحد طومار تھا۔ اور یہ خیال تھا کہ حاضری نصیب ہوتی ہے۔ داستان شوق بیان کرینگے مگر حضور میں پہنچتے ہی اسقدر دہشت غالب ہوئی کہ کچھ نہ فرما سکے۔ حضرت باباصاحبؒ نے یہ حالت ملاحظہ فرماکر ارشاد فرمایا۔ لِکُلِّ دَخِیْلٍ دَھْشَۃٌ۔ مرحبا خوب آئے۔ نعمت دینی و دنیوی سے انشاء اللہ تعالیٰ بہرہ یاب ہوگے۔ حضرت باباصاحبؒ نے خرقۂ درویشی عطا فرماکر مریدانِ خاص کے

زمرہ میں داخل کیا +

حضرت بابا صاحبؒ محض متوکل تھے ۔ دولتِ دنیا سے کچھ پاس نہ تھا ۔ بااوقات اثنا خورد نوش کی نایابی سے ہر ہفتہ دوایک وقت صاف گزر جاتے تھے ۔ لیکن متعلقین و مریدین و معتقدین اس امتحان سے ہرگز نہ گھبراتے تھے ۔ فاقہ حضرات صوفیہ کا تمغائے افتخار تھا ۔ جناب رسالت مآب صلعم اس امر کو دوست رکھتے تھے تو حضورؐ کے غلاموں کو کیوں نہ پیارا ہو +

حضرت بابا صاحب رح کی خانقاہ میں حضراتِ ذیل کو خدمات سپرد تھیں ۔

مولانا بدر الدین اسحق رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت عالم و فاضل علوم ظاہری و باطنی کے تھے ۔ وہ جنگل سے باورچیخانہ کے واسطے لکڑیاں لاتے تھے +

مولانا جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ ڈیلہ[۵۱] لایا کرتے تھے +

مولانا حسام الدین کابلی رح کی سپرد دیگوں کا دھونا اور پانی دینا تھا +

مولانا شیخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ از روے صدق و صفا دیگیں پکاتے تھے اور باحتیاط تمام ظروف گلی و کچکول چوبیں میں نکالکر انطار کے وقت حضرت بابا صاحبؒ کی مجلس میں لیجاتے تھے ۔ کبھی اس کھانے میں نمک ہوتا تھا ۔ اور کبھی بالکل نہیں ۔ بسا اوقات دو تین دن نمک نمک کی نوبت نہ پہنچتی تھی +

واقعہ ہے کہ حضرت سلطان الاولیا رحمۃ اللہ علیہ کو جب غیب سے کچھ دستیاب ہوجاتا تھا تو ہمسایہ بقال سے مصالحہ خرید فرمالیتے تھے ۔ اتفاق سے ایک درم نمک قرض لیکر ڈیلہ کی دیگوں میں ڈال دیا اور حسب معمول حضرت شیخ رح کی مجلس میں لے گئے ۔ ترتیب یہ تھی کہ مولانا جمال الدین ہانسوی رح مولانا بدر الدین اسحاق رح شیخ نظام الدین رح ایک کاسہ میں تناول فرماتے ۔ اور حضرت بابا صاحب رح کے قریب بیٹھتے تھے ۔ جب سب صاحب بیٹھ گئے اور حضرت شیخ نے دستِ مبارک کاسہ میں ڈالا تو فرمایا یہ لقمہ ہمارے ہاتھ میں بھاری معلوم ہوتا ہے غالبًا مشکوک کھانا ہے +

حضرت سلطان الاولیا رحمۃ اللہ علیہ یہ سنتے ہی کانپ گئے اور فورًا کھڑے ہو کر

---

[۵۱] ڈیلہ کریل کا پھل ہے جسکو اکثر لوگ سرکہ میں ڈالکر اچار بناتے ہیں اور بعض ڈیلہ کو ٹینٹ کہتے ہیں ۱۲

بادب عرض کیا کہ "حضرت مولانا جمال الدین ہانسوی رح حضرت مولانا بدرالدین اسحاقؒ حضرت مولانا حسام الدین کابلی رح لکڑیاں اور کریل کے پھل اور پانی لاتے ہیں۔ پھر کوئی وجہ شبہ کی نہیں معلوم ہوتی۔ حضرت اِن امور کو خوب جانتے ہیں" +

حضرت باباصاحب نے فرمایا۔ "نمک جو اِس طعام میں پڑا ہے وہ کہاں سے آیا؟"

حضرت سلطان الاولیار رحمتہ اللہ علیہ یہ سُن کر متنبہ ہوئے۔ اور سر زمین پر رکھکر کل حال عرض کیا +

حضرت باباصاحب رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ نے فرمایا۔ "فقیر لوگ اگر فاقہ کرتے کرتے مرجائیں تو قرض لینے سے بہتر ہے۔ لذتِ نفس کے واسطے قرض سے بڑھکر کوئی بلا نہیں۔" یہ فرماکر وہ ظروف کھانے کے محتاجین کو تقسیم فرمادیئے۔ حضرت سلطان الاولیاء ارشاد فرماتے ہیں۔ "مجھے عادت تھی کہ اگر کسی چیز کی اشد ضرورت ہوتی۔ (جیسا طلبا کا قاعدہ ہے) تو قرض لے لیتا۔ لیکن اُس دن سے استغفار کرکے نیت کی کہ آیندہ کوئی چیز خواہ کیسی ہی ضرورت ہو قرض نہ لونگا۔" چنانچہ حضرت باباصاحب رحمتہ اللہ علیہ نے آپکو وہ کمل جس پر تشریف رکھتے تھے عنایت فرمایا۔ اور دعا کی کہ تم کبھی قرض دار نہ ہوگے +

حضرت سلطان الاولیاء جب ایک مدت کے بعد مرتبہ کمال پر فائز ہوکر رخصت ہونے لگے تو حضرت باباصاحبؒ نے ارشاد خلق کی اجازت دیکر پھر وہی نصیحت قرض نہ لینے کی دُہرائی اور یہ بھی فرمایا کہ اگر بضرورت ایسا واقع ہوجائے تو ادا کرنے میں سعی بلیغ کرنا۔ حضرت سلطان الاولیار سفر کرتے ہوئے مع الخیر دہلی پہنچے۔ راستہ میں ایک جگہ رہزنوں سے واسطہ پڑا۔ لیکن بہ برکت حضرت باباصاحبؒ اس بلا سے نجات پائی +

دہلی میں آپ کی صحبت زیادہ تر حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمتہ اللہ علیہ (برادر حضرت باباصاحب رح) سے رہتی تھی۔ اور یہاں آکر سب سے پہلے آپنے اپنے قرض داروں کو چکایا۔ ایک شخص کی کتاب آپکے پاس سے گم ہوگئی تھی اُس سے فرمایا کہ تمہارا نسخہ ہم نقل کرکے واپس کردینگے۔ اُس نے بخوشی خاطر وہ کتاب آپ کو بخشدی۔ ایک بزاز نے دس روپیہ لیکر باقی رقم آپ کو معاف کردی +

حضرت سلطان الاولیاء رح کا اب وہ زمانہ تھا۔ دل سوائے طاعت حق اور کسی کام میں نہ لگتا تھا۔ لیکن دہلی کے انبوہ سے آپ بہت پریشان تھے۔ جب زیادہ تکلیف ہوتی تو شہر سے باہر جاکر عبادت میں مشغول ہوتے۔ ایک دن نزدیک تالاب رانی بوستانی کے جسکو باغ خسرو بھی کہتے تھے۔ آپنے درگاہ الٰہی میں دعا فرمائی "الٰہ العالمین! میں اپنی خوشی سے دہلی میں نہیں رہتا ہوں۔ اب تو ایسی جگہ مجھے پہنچا جہاں بہتری ہو" غیب سے آواز آئی کہ تمہارا استقام غیاث پور مقرر کیا جاتا ہے[۵۱]۔

حضرت سلطان الاولیاء کو اپنے پیر و مرشد سے غایت درجہ الفت تھی اور حضرت بابا صاحب رح بھی شفقت بے حد فرماتے تھے۔ آپنے مولانا شعیب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ اجودھن سے ایک مصلّا سیاہ نمدے کا اور ایک ٹوپی حضرت کے واسطے بھیجی۔ جب مولانا صاحب یہ تبرکات لیکر بارگاہ نظامی میں پہنچے تو آپ نے دوگانہ شکر ادا کیا۔ اس وقت گجرات کے ایک رئیس نے دولاکھ پچاس ہزار تنکہ طلائی خدمت عالی میں ارسال کیے۔ آپنے وہ سب معذرت کے ساتھ مولانا صاحب کی خدمت میں نذر کیے اور یہ رباعی حضرت بابا صاحب رح کو لکھی رباعی

زانرو سے کہ بندۂ تو دانند مرا　　برمردمک دیدہ نشانند مرا

لطف عامت عنایتے فرمود است　　ورنہ چہ کسم خلق چہ دانند مرا

جب آپ دوبارہ اجودھن تشریف لیگئے تو حضرت بابا صاحب رح نے فرمایا "مولانا نظام الدین تمہاری وہ رباعی ہمیں یاد ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جس جگہ تم رہوگے خلق خدا سر اور آنکھوں پر بٹھائے گی"۔

غیاث پور میں آپ کا قیام تھا اور دو بزرگ حضرت شیخ برہان الدین محمد غریب رح[۵۲] و شیخ کمال الدین یعقوب رح[۵۳] آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ اُس زمانہ میں وجہ معاش نہایت تنگ تھی

۵۱ غیاث پور مضافات دہلی میں ایک مجہول اور گمنام موضع تھا۔ لیکن وہاں آپنے قیام فرمایا ۱۲ ۵۲ شیخ برہان الدین صاحب رح کا مزار مبارک دولت آباد دکن میں ہے اور آپ سے اہل دکن کو بہت فیض پہنچا ۱۲ ۵۳ شیخ یعقوب رح کا مزار پٹن میں ہے۔ یہ دونوں حضرات اولین خلفا میں ہیں سب سے پہلے خرقہائے خلافت انہیں کو عطا ہوئے تھے حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں مدتوں تک ہر ظاہری و باطنی استفادہ حاصل کرکے کامل ہوئے حضرت سلطان نصیرالدین محمود چراغ دہلی رح کو ان صاحبوں کے بعد خرقہ عطا ہوا ہے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین ۱۲

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ چار دن تک متواتر اسباب خورد ونوش میسر نہ آیا آپکے ہمسایہ میں
ایک صالحہ خاتون رہتی تھیں جو سوت کات کر اپنے کھانے کا سامان کرتی تھیں انہوں نے
ڈیڑھ سیر آٹا گیہوں کا حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ آپنے فرمایا کہ اسکو پکاؤ۔ انشا ماء اللہ آگے
بہتری کی صورت پیدا ہوگی۔ مولانا کمال الدین یعقوب رح حسب الارشاد پکانے میں مشغول
ہوئے اُسی وقت ایک درویش گدڑی پوش کہیں سے تشریف لے آئے اور فرمانے لگے۔
"اے شیخ! اگر کچھ کھانا ہو تو ہم سے دریغ نکرو" حضرت نے فرمایا "مہربانی فرما کر تشریف
رکھیئے۔ ابھی حاضر ہوتا ہے۔ درویش نے فرمایا۔ آپ خود جاکر لے آیئے" حضرت اُٹھے
اور دست حق پرست سے دیگ کو اٹھا کر لے آئے۔ درویش نے اُسکو لے کر زمین پر دے مارا
اور فرمایا۔ حضرت سلطان المشائخ شیخ فریدالدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے نعمت باطن سے
حضرت سلطان الاولیاء شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو مالا مال کردیا۔ اور میں انکی فقیری
کی ظاہری دیگ شکستہ کرتا ہوں" اسکے بعد غائب ہوگئے۔ اس واقعہ کے بعد آپ کا لنگر اتنا
وسیع ہوا کہ ہزارہا مخلوق روزانہ شکم سیر ہوکر کھانا کھاتی تھی۔

خیر المجالس میں مرقوم ہے "اہل شریعت حضرت سلطان الاولیاء رح کو بسبب وفور
عقل اور علم و فضل گنج معانی کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ ایک دن مولانا حسام الدین نصرت خانی
مولانا جمال الدین نصرت خانی، مولانا شرف الدین کاشانی رح خدمت میں حاضر تھے۔ آپنے
ارشاد فرمایا کہ دن کو روزہ رکھنا اور رات کو قائم رہنا بہت سہل ہے۔ بیوہ عورتیں بھی ایسا
کرسکتی ہیں۔ لیکن مردان طلب گار و مشغول اور بسبب راہ حق میں قرب حاصل کرتے اور دولت
مشاہدہ سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ حاضرین مجلس منتظر تھے کہ حضرت شیخ رح دو سبب (عبادت)
ارشاد فرمادیں۔ لیکن آپنے ارشاد فرمایا کہ اسکے بیان کرنے کا ابھی وقت نہیں آیا انتظار
کرو۔ الغرض خدام نے چند ماہ گزارے۔ ایک دن محمد کاشف داروغہ دیوان عام سلطان
علاؤ الدین خلجی حاضر خدمت ہوا اور بہ ادب التماس کیا کہ ظل سبحانی نے آج پچاس ہزار تنکہ
نقرئی سکہ واسطے حکم دیا ہے کہ حضور کے خدام کو پہنچا دیے جائیں۔ حضرت شیخ رح نے مولانا
حسام الدین نصرت خانی رح اور دیگر حضار سے ارشاد فرمایا کہ بادشاہ کی یہ رقم بہتر ہے یا آئندہ

سب لے لیا یہ کیا مال ہے۔ حضور اُس عبادت کو بیان فرمائیں جو بہشت سے بہتر ہے۔ حضرت سلطان الاولیاء رح نے مندرجہ بالا تینوں بزرگوں کو بلا کر فرمایا کہ مقصود تک پہنچنا وابستہ مشغولی حق ہے۔ لیکن خلوت درکار ہے۔ بے ضرورت باہر نہ آنا چاہیے۔ ہمیشہ باوضو رہو۔ لیکن سونے کا وقت مستثنیٰ ہے۔ اگر صائم الدہر رہو تو اور بھی بہتر۔ قلیل غذا پر قناعت کرو۔ سوائے ذکر حق کے سکوت میں رہو۔ اگر کوئی ضرورت بولنے کی پیش آئے تو خیر۔ لیکن مختصر کلام کرو۔ اور ہمیشہ ذکر میں استغراق دل کے ساتھ مشغول رہو۔ ان تینوں بزرگوں نے حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال بزرگانہ کو گرہ میں باندھا۔ اور انہیں کی برکت سے واصلین حق کے زمرہ سے ہوئے "۔

ایک دن حضرت سلطان الاولیاء مع مولانا برہان الدین محمد غریبؒ۔ حضرت قطب صاحب کے مزار مبارک پر فاتحہ خوانی کے واسطے تشریف لے گئے۔ جب حوض شمسی کے کنارے رونق افروز ہوئے تو خواجہ حسن شاعر ولد خواجہ علائی سنجری[٥١] مینوشی کر رہا تھا۔ جب اُسکی نظر آپ پر پڑی مع احباب آیا اور یہ دو شعر پڑھے ؎

سالہا باشد کہ ما ہم صحبتیم ۔۔۔ گر ز صحبتہا اثر بودے کجاست

زہد تاں فسق از دل ما کم نہ کرد ۔۔۔ فسق ما یاں بہتر از زہد شماست

حضرت سلطان الاولیاء نے فرمایا کہ صحبت کو تاثیر ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں نصیب ہوگا۔ فی الفور حضور کا یہ ارشاد رنگ لایا۔ اور خواجہ حسن مع احباب جملہ منہیات سے تائب ہو کر مریداں میں داخل ہوا[٥٢]۔

حضرت سلطان الاولیاء کے حضور میں دو سو قوال نوکر تھے۔ اور ان سب کے سردار امیر حسن جو موسیقی میں کمال رکھتے تھے۔ حضرت کے منظور نظر اور بڑے قابل بزرگ تھے۔ آپکے خاندان میں بھی علم موسیقی میں کامل تھے۔ ایک دن حضرت شیخ رح کو حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کی ...

---

[٥١] خواجہ حسن ابتدائی حالت میں حضرت شیخ رح سے رابطہ اتحاد رکھتا تھا اور اُس کا سن پچاس سال سے متجاوز تھا۔

[٥٢] خواجہ حسن نے ایک کتاب لکھی ہے جسکا نام فوائد الفواد ہے۔ اُس میں حضرت سلطان الاولیاء رح کے ملفوظات درج ہیں۔ اگر ناظرین مفصل حالات ملاحظہ فرمانا چاہیں تو اس کتاب کو ضرور دیکھیں۔ اسکے علاوہ ملفوظات خواجگان چشت بھی قابل ملاحظہ ہیں۔ فوائد الفواد کو وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ حضرت امیر خسرو رح و دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ کاش ...

هر جوش بہ وجد آیا ہے

پیش منا جمال جان افروز | و انگه دل و جان سپند بسوز
ای جمال تو چیست ہستی تو | وان سپند تو چیست ہستی تو

اُسوقت امیر قرا بیگ ترکمان موجود تہا۔ وہ ان بیتوں کو لکھکر لے گیا۔ اور اِن کا یہ نتیجہ ہوا کہ شاہزادگان خضر خاں و شادی خاں حضرت کے ملازمین میں داخل ہوئے [سلہ] +

حضرت رح کا سن مبارک ۹۵ سال کا تہا اور امراض حبس بول و غائطہ میں مبتلا تہے جب بیمار ہوئے، سات ماہ گزرے تو ایک روز خادم خاص اقبال کو طلب کرکے فرمایا کہ جو کچھ نقد وجنس ہو حاضر کرو۔ اقبال نے بہ ادب عرض کیا کہ زر نقد تو کچھ نہیں ہو البتہ کئی ہزار من غلہ موجود ہے۔ وہ ہر روز لنگر میں خرچ ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اسکو مصاحبین میں تقسیم کردو۔ اِسکے بعد بقچہ جامہ کا طلب فرماکر ایک دستار و پیرہن و مصلائے خاص حضرت مولانا برہان الدین محمد غریب رح کو عطا فرماکر دکن کی جانب رخصت کیا۔ ایک دستار و پیراہن و جانماز شیخ کمال الدین یعقوب رح کو عطا فرماکر گجرات کی طرف روانہ کیا۔ اِسیطورسے مولانا جمال الدین خوارزمی رح و مولانا شمس الدین یحیٰی رح کو بہی یہ ہی تبرکات عطا ہوئے۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رح اُسوقت حاضر نہ تھے اور نہ بقچہ میں کوئی کپڑا رہ گیا تہا جو آپکے واسطے رکھا جاتا اور نہ حضرت سلطان الاولیاء رح نے اس بارہ میں کچہ فرمایا۔ حاضرین حیران تھے کہ اسمیں کیا بہید ہے۔ لیکن بہ پاس ادب کچہ کہہ نہ سکتے تہے۔ آخرکار بروز چہارشنبہ ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ ہجری کو حضرت نصیر الدین رح کی طلبی ہوئی۔ اور خرقہ۔ عصا۔ مصلا۔ تسبیح اور کاسہ چوبیں وغیرہ جو حضرت سلطان المشائخ بابا فرید الدین مسعود رح سے پہنچے تہے عنایت فرماکر سجادہ نشین

بقیہ صفحہ (۳۸) مجہے ملحاقی اور میری کل تصانیف خواجہ حسن لے لیتے تو بہتر تہا۔ تائب ہونے کے بعد خواجہ نے ایک غزل لکہی جس کا ایک شعر یہ ہے ؎ اے حسن توبہ انگہی کردی ✝ کہ ترا قوت گناہ نماند ✝ جب سلطان محمد تغلق نے دہلی کو خراب و برباد کردیا۔ اور لوگوں کو دولت آباد کی طرف لے گیا تو خواجہ حسن بہی مشائخ دکن کی زیارت کے واسطے گئے۔ اور وہیں انتقال ہوا۔ بالاگہاٹ دولت آباد میں مزار ہے ۱۲ +

نوٹ صفحہ ھذا۔ سلہ اذکار کشف و کرامات حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ بہت ہیں۔ کل طور پر بیان کی گنجائش نہیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب فرشتہ نے بہی جستہ جستہ واقعات لکھے ہیں۔ اگر ناظرین اشتیاق رکھتے ہیں تو فوائد الفواد وغیرہ ملاحظہ فرمائیں ○

میدان جنگ میں مانگ

خطیب و نظام المشائخ کی

جہاں گولوں اور گولیوں کا مینہ برستا ہے۔ اور موت و خون کے باغ لہلہاتے ہیں۔ جہاں انسان اپنے ملک و بادشاہ کی عزت پر جانیں قربان کرتے ہیں۔ جہاں آدمی زندگی کی توقعات سے ہاتھ اُٹھا کر جاتے ہیں۔ وہاں سوائے تیغ و تفنگ کے کوئی چیز یاد نہیں آتی۔ وہ ایسا مقام ہے جو ہر دلچسپی کو فراموش کر دیتا ہے۔ مگر مذہب ہر آدم زاد کو ایسا پیارا ہے کہ وہ اس خونی کارزار میں بھی اسکو یاد کرتا ہے۔ چنانچہ ہمارے پاس تمام جنگی میدانوں میں سے جہاں ہمارے ہندوستانی بھائی حرب و ضرب میں مصروف ہیں خطیب و نظام المشائخ کی مانگ آرہی ہے +

افسر اور سپاہی لکھتے ہیں کہ اس خونخوار مقام پر ہمارا دل کسی اخبار اور رسالہ میں نہیں لگتا ہم صرف اخبار خطیب و رسالہ نظام المشائخ کو پڑھنا چاہتے ہیں جنمیں روحانی تسلی و تسکین کے پیام ہوتے ہیں جو ہمکو خدا رسول کی یاد دلاتے رہتے ہیں +

کئی زخمیوں کے خط آئے کہ شفا خانوں میں ہماری آنکھیں نظام المشائخ اور خطیب کو ڈھونڈتی رہتی ہیں۔ بعض افسروں نے لکھا کہ فلاں سپاہی جس وقت مقتول ہوا۔ نظام المشائخ اُس کی جیب میں تھا +

حضرت خواجہ حسن نظامی کے مریدین تو سب کے سب نظام المشائخ کو لازمی طور سے لڑائی میں پاس رکھتے ہیں۔ جس طرح کہ خواجہ صاحب کا تعویذ انکے بازو پر ہوتا ہے +

ایسی حالت میں خیر خواہان سرکار کا فرض ہے کہ وہ نظام المشائخ اور خطیب کو زخمی سپاہیوں کے لیے خرید کر تقسیم فرمائیں۔ اس سے بڑھکر سرکار اور اپنے دین کی کوئی خدمت نہیں ہوسکتی +

منیجر خطیب و نظام المشائخ دھلی

رجسٹرڈ نمبر ال ۶۲

جلد ۲ نمبر ۶ — ذوالحجہ ۱۳۲۲ھ

قسم اوسط　　　　قسم اوسط

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی سلوک کے سالکین کا ماہوار پیغام

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ
جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب شہزادہ حضرت سلطان
نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی
وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ شش شاہی ۱۲

مقام اشاعت دار السلطنت دہلی کوچہ چیلاں

مطبوعہ دلکشا ہ پرنٹنگ پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

نظام المشائخ

نمبر ۶	بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ ہجری	جلد ۱۳

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون نگار	مضمون	شمارہ
۱	جناب مولوی عبدالحی صاحب فاروقی پروفیسر دینیات کالج میرٹھ	اسوۂ یوسفی	۱
۱۳	جناب مولوی شیخ نورالدین صاحب تاجر حکیم گوجرانوالہ	اسرار زکوٰۃ	۲
۱۰	جناب مولوی حاجی محمد اللہ صاحب کاٹھیاواری رئیس میاں گدھی	فرائض انسان	۳
۲۰	سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	قربانی کی سری	۴
۴۰	یادگار حضرت میرد رد جناب مولوی حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی	خواجہ خضر علیہ السلام	۵
۴۲	جناب مولانا حکیم غلام غوث صاحب خانپوری ۔	دل آزاری	۶
۴۰	سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	بجلی	۷
۴۵	جناب مولانا شاہ سید محمد نذیر احسن صاحب فتح الٰہی بریلوی	نامۂ فتح الٰہی	۸
۵۱	جناب میر غلام بھیک صاحب نیرنگ بی ۔ اے وکیل انبالہ	نغمۂ مستانہ	۹
۵۱	جناب مولوی عاشق حسین صاحب سیماب اکبرآبادی	دنیا	۱۰
۵۳	جناب منشی چندسروپ صاحب چاند از لاہور	یار کے جلوے	۱۱
۵۵	جناب مولانا عمر خانصاحب عمر چشتی نظامی فخری ۔	نقش پائے پیر	۱۲
۵۶	وحید الملۃ لسان العصر خان بہادر جناب سید اکبر حسین صاحب اکبر الہ آبادی	کلام اکبر	۱۳
۵۷	جناب منشی عبدالخالق صاحب خلیق دہلوی	مدح خواجہ غریب نواز	۱۴
۵۸	خان بہادر جناب پیرزادہ محمد حسین صاحب عارف ایم اے	پیر مغاں کی چوکھٹ	۱۵
۵۹	جناب مولانا عبدالرزاق صاحب مجمی مست سخن ازبیادر	تضمین	۱۶
۶۱	جناب عزیز مخدومی ۔ جناب ضیا صدیقی ۔ جناب اثر وارثی ۔ جناب عشق چشتی	تازہ غزلیں اور نعتیں	۱۷
۶۵	جناب مولوی محمد شفیع الدین خانصاحب مرادآبادی ۔ ایم ۔ آر ۔ اے ایس	مشاہیر مشائخ ہند	۱۸

۲/۲

جس کا درد وہی جانتا ہے
دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یوں تو کوئی ایسا مرض نہیں جسکی تکلیف سے مریض نالاں اور پریشان نہو مگر دمہ کے مریض خاصکر دمہ کی ناقابل برداشت تکلیف سے واقعی بہت پریشان ہوتے ہیں اور رات دن سانس پھولنے کی وجہ سے وہ تکے جاتے ہیں اور نیند تک حرام ہوجاتی ہے دیکھیے! آج انکو کسقدر تکلیف ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس لاعلاج مرض کی بازاری دوا زیادہ تر نشیلی اشیاء اور دھتورہ بھنگ۔ بلاڈونا پوٹاس آیوڈائڈ وغیرہ سے بنائی جاتی ہے اس لیے فائدہ ہونا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہے ڈاکٹر برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی **دمہ کی دوا!** ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفا کر مداح ہیں اپنے بہت خرچ کیے ہونگے لیکن ایک مرتبہ اسے بھی آزمالیں اسمیں نقصان نہیں قیمت عہ فی شیشی محصول ڈاک ۵ ۔ اس دوائی کے دو خاص فوائد ہیں (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے (۲) اور کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے جاتا ہے اور جبتک اس کا استعمال ہے دورہ نہیں ہوتا ہے۔

ہمیشہ تندرست رہنے کی ترکیب

آپ جانتے ہیں انسان کی زندگی خون سے ہے اسلیے خون صاف رکھنا ضرور ہے اس کی ترکیب آسان ہے ڈاکٹر برمن کا آئی اوڈائڈ سالسہ مفید ثابت ہوا ہے اسمیں کسی چیز کا پرہیز نہیں ہے یہ سالسہ صاف کر اس میں پوٹاس آئی اوڈائڈ وغیرہ کئی ایک آزمودہ ادویات ملا کر بنتا ہے اسلیے تمام سالسوں سے زیادہ مفید ہے۔

گرمی آتشک گٹھیا وغیرہ یا پارہ ملی ہوئی ادویہ کے استعمال سے خون بگڑ گیا ہو تو اس کو استعمال کیجیے خون بگڑنے کی دو وجہ ہیں آتشک گٹھیا ایسے عارضی ہیں پارہ ملی دوائیں استعمال کرنے سے خون بگڑ جاتا ہے پوری فہرست منگوا کر دیکھیے قیمت ۱۲ محصول ۶۔

طاقت بڑھانیوالا ایجل

کولا نامک افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا ایجل ہے زیادہ فکر یا محنت کی وجہ سے یا غم و بیماری یا تبدیلی آب وہوا کے سبب بدن کمزور ہوگیا تو اس کو استعمال کیجیے۔ نئی طاقت پیدا ہوتی ہے یہ دم کو بڑھاتا ہے اسلیے گھوڑے کی سواری پڑھنا پڑھانا پہاڑی کی چڑھائی کشتی کثرت ناچ گانا وغیرہ کاموں میں پہلے اسکو استعمال کرنے سے دم نہیں پھولتا ہے اور دل دھڑکن کو روکتا ہے۔ رات کو جاگنا ہو اس کو پی لیجیے تکان نہیں ہوگا۔ یہ شراب ورافیونکی عادت کو چھوڑاتا ہے مفصل حالات فہرست بلا قیمت منگوا کر دیکھیے قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی عہ محصول ۵۔

درد سر دور یاح کی دوا

درد دل بھر میں بیمار ہوجاتا ہے اور یہ اس کو پانی کر دیتی ہے چمک۔ نہر۔ ٹیک۔ کنکی آدھے یا سارے سر میں کیسا ہی درد ہوتا ہو اس دوا سے دور ہوجائے گا۔ یہ ٹکیہ ایسی ہے اور کہانے میں کوئی ذائقہ نہیں ہے قیمت ایک ڈبیہ بارہ ٹکیوں کی ۶ محصول ایک ڈبیہ سے چھ ڈبیہ تک ۵

ڈاکٹر۔ ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

آج کل

نظام المشائخ دو ہزار

نکل رہا ہے اور روز بروز اس کی اشاعت میں ترقی ہو۔ مشتہرین ضرور اپنے اشتہار اس میں شائع کرائیں اور فائدہ اٹھائیں ۔

نرخنامہ

مقدار	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
¼ صفحہ	صہ	۸ر	للعہ۸ر	معہ۸ر
½ ,,	۸ر	صہ ر	لعہ	دعہ
پورا صفحہ	للعہ ر	عہ	معہ	سہ

سرمایہ عمر چودہری دیبی پرشاد بلگرامی

کتاب لذت زندگی نسواں ۲۔ جس کہ آپ شناخت و علاج امراض رحم مستورات خود کر سکیں علاوہ بریں ہمارے کارخانہ میں ڈیڑھ سو سے زیادہ مجربات چیدہ و طیار ہیں جنہیں بجائے پرہیز پرہیزی علاج ہو مثلاً آتشک ایک پیکٹ آٹھ خوراک عہ بواسیر خونی و بادی ایک پیکٹ آٹھ خوراک ۱۲ سہ بواسیر ایک پیکٹ واسطے استعمال عہ مرتبہ عہ سفوف جاد و فتق نہ کھائے نہ مالش کیجیے بلکہ صرف دو پانی میں ڈال کر بموجب پرچہ ترکیب چپٹا دیجئے۔ چند ہی منٹ میں مرض فتق کہنہ سالہا سال تک آنا فاناً میں دور ہو جاتا ہے۔ اگر یہ قابل اعتبار نہیں تو میری کوٹھی پر جس قدر ہمت ہو تم اپنے ہمراہ لیتے آئیں ۔ جو بعد صحت دے سکتے ورنہ قیمت شیشی ۸ ہے منجن کل امراض دندان کو مفید ہے فی ڈبی ۸ تلعی دندان میلے دانتوں کو مثل موتی کے جلا دیتی ہے فی ڈبی ۔ روغن ۸ ارڈ فی قوت باہ عہ حب مقوی باہ فی شیشی ۸ ر۔ گولی عہ مربہ شباب فی سیر للعہ معجون کہن دل و دماغ کمر کو طاقت انجام دیتی ہے باہ فی سیر عہ

احقر العباد چودہری دیبی پرشاد بلگرامی شہر لکھنو محلہ برہانا کوٹھی نمبر ۱۱۸

خضاب جدید فی شیشی ۸عہ ر   دواخانہ سفری قیمت بکس لعہ۸

یہ دونوں بالکل نئی ایجاد قابل آزمائش چیزیں ہیں پوری معلومات کے لیے پتہ ذیل پر خط و کتابت کریں ۔

المشتہر۔ ڈاکٹر کریم بخش پنشنر اسسٹنٹ سرجن جامپور ضلع ڈیرہ غازیخان (پنجاب)

جلد ۱۳ نمبر ۶

نظام المشائخ

اُسوۂ یوسفیؑ

(۱)

باری تعالیٰ قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر انبیائے سابقین کے واقعاتِ حیات بیان فرماتا ہے۔ ان کے حوادث زندگی کا ذکر کرتا ہے۔

غور کرو۔ کیا وہ واقعات اپنے اندر کوئی کشش اور جاذبہ نہیں رکھتے؟

کیا ہمارے لیئے ان میں کوئی درس عبرت موجود نہیں؟

کیا تم اُن کو محض افسانہائے پیشین ہی کہوگے اور کیا تمہارے نزدیک اُن کی عزت و توقیر اساطیرالاولین سے زیادہ نہوگی؟

آؤ۔ تہوڑی دیر کے واسطے اس رشد و ہدایت کی کتاب مبین میں عمیق فکر سے کام

قرآن کوئی تاریخی کتاب نہیں جو تم کو اقوام سابقہ کے حالات بتائے گی بحقیقت ہیں اور مکتہ رس فہم سے کام لو۔ نظم و ترتیب اور ربط آیات کو ملحوظ رکھو ۔

یہی قصص و حکایات ہیں۔ جن میں تم کو گزشتہ قوموں کے عروج و زوال اور ترقی و تنزل کے علل و اسباب معلوم ہونگے ۔

انہیں میں تم کو تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل کے اصول و ضوابط نظر آئیں گے ۔

یہی واقعات و حوادث۔ صلاح و فلاح۔ اسلامیت و خلافت کبریٰ کی تنظیم و تشکیل کے آئین و قواعد سکھائیں گے۔ یرید اللہ لیبین لکم و یھدیکم سنن الذین من قبلکم۔ خدائے علیم و خبیر کا یہ مقصد ہے کہ جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں انکے طریقے تم سے صاف صاف اور کھول کر بیان کردے اور تم کو ان کے طریقے پر چلائے ۔ فاقصص القصص لعلھم یتفکرون ان واقعات و حالات بیان کرو تاکہ یہ لوگ غور و فکر سے کام لیں ۔

مسلم مخلص کی ہستی کے تمام شعبوں کے لیئے اگر کسی امام مبین۔ ہادی۔ مرشد اور داعی الی امر کی ضرورت و احتیاج ہے تو اس کے لیئے قرآن حکیم کفیل و ذمہ دار ہے ۔

ہم نے ایک زمانہ سے جو درجہ قرآن کریم کو دیا ہے وہ ہماری عملی زندگی سے بالکل ظاہر ہے ۔

ہم نے اپنی تمام سعی و کوشش اور جہد فی سبیل اللہ کو چند نوافل و عبادات زوائد میں محصور کر رکھا ہے ۔

انہیں نوافل و عبادات زوائد پر دین و ایمان کا انحصار مانا ہے اور وہی عمود مذہب و ملت شمار کیئے جاتے ہیں۔ حالانکہ اور بھی فرائض تھے جن پر ملت قدیمہ اسلامیہ کی اساس و بنیاد تھی اور بعض امور تو ایسے ہیں کہ منافقین و ملحدین ان کا نام زبان پر لانا بھی کفر خیال کرتے ہیں ۔

سورہ بقرہ ایک نہایت ہی طویل ترین سورہ قرآنی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عموماً یہ قاعدہ تھا کہ آپ اُس صحابی کو حاکم شہر یا امیر فوج اسلامی مقرر فرماتے جس کو سورہ بقرہ یاد ہوتی ۔

آثار سے ثابت ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس سورہ مبارکہ کے مطالعہ میں دس یا بارہ سال صرف کیئے اور آخر کار اپنی مسرت و شادکامی کا اظہار اس طرح فرمایا کہ ایک اونٹ ذبح کرکے

مسلمانوں کی دعوت کی۔

ان باتوں کو گوشۂ دل میں جگہ دو۔ پھر خلافت فاروقی پر ایک نظر اور دوڑ میں نظر ڈالو۔ تم کو خود بخود حال معلوم ہو جائے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ زندگی کے مختلف مدارج کے واسطے قرآن ایک فطری قانون ہے جو تہذیب اخلاق سے شروع ہوتا ہے تاکہ تمام اعمال حسنہ اور افعال فاضلہ کی بنیاد مضبوط اور شہوس چٹان الاخلاق پر ہو۔

تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ کے مباحث اصولی طور پر ذکر کرنے کے بعد قرآن خلافت کبریٰ کے آئین و قوانین پر معنی اعظم کے نقطۂ نظر سے نہایت شرح و بسط کے ساتھ بحث کرتا ہے۔

یہی وہ خلافت و نیابت الٰہی ہے جو ہر مسلم ہستی کا دنیا میں منتہائے کمال ہے جبکہ وہ جائے کفر و شرک کی غلامی کا جوا گردن سے اتار چکا ہو اور اپنی جبین نیاز صرف حضرت ربوبیت کے آستان جلال و کبریائی پر رکھتا ہو۔

قرآن حکیم میں جسقدر قصص و حکایات ہیں ان میں سے ایک ایک واقعہ حقیقت و ناہت الٰہیہ کا ایک ایک مستقل درس ہے۔

حفظ مبد و الفاظ کی غرض سے ہم اس سلسلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصۂ زندگی کو لیتے ہیں اور انکی حیات طیبہ کے صرف اسیقدر حصہ پر اپنی بحث کو محدود رکھنا چاہتے ہیں جس قدر قرآن میں مذکور ہے۔

اسرائیلی روایات سے نہ ہمیں کوئی سروکار اور نہ وہ مسلمانوں کے مفید مطلب۔ ہمارا خیال ہے کہ ایسا کوئی تعلیم یافتہ مسلمان نہیں جسکو حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات زندگی معلوم نہ ہوں اس لیے ان کے ذکر کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف چند تلمیحات و اشارات اور ضروری و اہم نتائج ذکر کرتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے ضروری اور صحیح حالات ایک ہی سورہ میں بیان ہوئے ہیں اور خدائے عالم الخفایا اس تمام قصہ و حکایت کو احسن القصص سے موسوم فرماتا ہے۔

نحن نقص علیك احسن القصص۔ ضرورت ہے غور و فکر کرنے کی کہ اسکو بہترین قصہ خدا باری عز اسمہٗ نے کیوں فرمایا۔

دیکھو اس سورۂ مبارکہ کا نزول اس زمانہ میں ہوا ہے جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں رونق افروز تھے ؛

مسلمانوں کا کوئی ہم خیال نہ تھا ۔ اس لیے وہ غریب تھے ، اُنکی جمعیت کم تھی ؛

دشمنانِ ملت بیضا کا سواد اعظم تھا ؛

حق و صداقت کے دبانے کے لیے دولت ۔ اجتماع ۔ سازش اور رئیسانہ و امیرانہ اقتدار تمام قوتیں مصروف کار تھیں ؛

صحابہ کبار رضی اللہ عنہم تکلیف و مصیبت کی زندگی بسر کرتے تھے ؛

تبلیغ اسلام و نشر حق کے لیے قربانیاں کرنی پڑتی تھیں ؛

غور کرو ان مسلمانوں کے قلوب میں کس قسم کے خیالات گزرتے ہوں گے ؛

وہ کامیابی و کامرانی کے آرزومند تھے ،

وہ سعی فی سبیل اللہ کے شیدائی و فدائی تھے ،

وہ حق کو بلند و برتر دیکھنا چاہتے تھے ،

اس لیے وہ اکثر دربار رسالت میں حاضر ہوتے ۔ اسلام اور مسلمانوں کی آیندہ ترقی و عظمت کے متعلق دریافت کرتے ۔ کیونکہ اسلام اور ترقی درحقیقت ایک ہی چیز ہے ؛

جب کفار کے مظالم حد سے بڑھ گئے ۔ صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ۔ اور اسمیں ایک قطرہ کی بھی گنجایش باقی نہ رہی تو خدائے علیم و خبیر نے سورۂ یوسف نازل فرمائی ۔ اور اس میں یہ بھی ارشاد فرمادیا " لقد کان فی یوسف واخوتہ اٰیٰت للسآئلین " یعنی یوسف اور اسکے بھائیوں کے واقعے میں مستفسرین کے لیے نشانیاں ہیں ؛

دور بین نظروں نے فوراً دیکھ لیا کہ کامیابی ممکن نہیں جب تک حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح وطن کو خیرباد نہ کہیں گے ۔ اہل و عیال عزیز و اقربا اور متاع زندگی پر مہاجرت الی اللہ کو ترجیح نہ دینگے ، حامیان حق و صداقت کے لیے ابتدائے آفرینش سے یہی سنت اللہ جاری ہے و مثیان الٰہی کو جب دکھائی دیا کہ تمام قوم ۔ ملک و جماعت اُن کے مقصد وحید کی مخالف ہے انہوں نے ہجرت کو پسند کیا ۔ انجام کار نیرنگ ساز ازل نے ان مہاجرین کو اپنی کمال رافت و رحمت میں

ڈھانپ لیا۔ اور اُن کو اعدائے دین اور دشمنان ملت کے سامنے مظفر و منصور کر کے بامراد و شاد کام فرمایا۔

انھوں نے وہ دیکھا جو خدا نے ان کو دکھایا،

اُنھوں نے ہجرت وطن و مفارقت احباب کو اختیار کیا،

وہ سمجھ گئے کہ یوسفؑ و برادران یوسفؑ کا قصہ حقیقت میں ہمارے سوالوں کا مکمل و مفصل جواب ہے۔

(۲)

آں سرے ست اہل بشارت کہ اشارتے داند

نکتہا ہست بسے محرم اسرار کجاست

قرآن کریم نے سورہ یوسفؑ کے پیرایہ میں ایک طرف نہایت ہی لطیف و دلفریب طریقہ سے صحابہ کو ان کا شاندار مستقبل دکھادیا۔ اور کفار و معاندین اسلام کی ہزیمت و تنزل و انحطاط اور زوال اقتدار کا یقین دلادیا۔

ادھر دوسری جانب یہ ظاہر کر دیا کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مثیل یوسفؑ ہوں گے ان کو بھی اسی قسم کے واقعات پیش آئیں گے جس طرح حضرت یوسف کو پیش آئے۔ انکے لیے بھی عاقبت ہی میں کامیابی ہے۔ اور حقیقت میں یہی وہ نکتہ ہے جسکے باعث قصہ یوسف کو احسن القصص فرمایا گیا۔ گویا در اصل یوسف کے واقعات زندگی کی صورت میں خود حضور پُر نور علیہ السلام کے آیندہ حالات پیشین گوئی کے طور پر بیان فرمادیے ہیں ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں

گفتہ آید در حدیث دیگراں

ضرورت ہی کہ قارئین کرام کی مزید دلچسپی اور مزیت لطف کی خاطر دونوں حضرات علیہما السلام کے واقعات زندگی بیان کیے جائیں تاکہ اُن میں تطابق و توافق کرنے میں آسانی ہو۔

حضرت یوسفؑ کے موٹے موٹے وقائع زندگی حسب ذیل ہیں:۔

آپنے خواب دیکھا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ وعدۂ خداوندی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے

کیا گیا تھا کہ بنی اسرائیل کو حکومت ملیگی وہ اُن کے ذریعہ سے معرض ظہور میں آنے والا ہے۔ اور آپ بنی اسرائیل میں ایک انقلاب پیدا کرینگے۔ تاکہ یہ لوگ حکومت میں دخیل ہوکر بعد میں حاکم بن جائیں۔ بھائیوں کو اُن کی اس ترقی سے غصہ پیدا ہوا۔ اور ازراہ حسد و عداوت ان کو گھر سے نکال دیا۔

(۲) کوئیں میں تین دن تک رہے،

(۳) کئی سال تک زندان میں رہے،

(۴) جب مصر میں قحط نمودار ہوا تو اُن کے بھائی غلہ لینے کے لئے کنعان سے مصر گئے،

(۵) اشتداد قحط کے باعث برادران یوسف غلہ لینے کے واسطے مصری دیار میں حاضر ہوئے،

(۶) بھائیوں نے انجام کار پہچان کر آپ سے معافی کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔ یعنی تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔ خدا تمہیں بخش دے وہ ارحم الراحمین ہے،

(۷) والدین نے بھی آپ کی عظمت و جلال کا اقرار کیا،

(۸) آپ نے کنعان کو چھوڑا اور مصر میں تشریف فرما ہوئے۔ جہاں آپ کا خواب درست ثابت ہوا۔ حکومت میں حصہ مل گیا۔ اور بنی اسرائیل بھی دخیل ہو گئے،

اب اس کے بالمقابل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوادث حیات طیبہ ملاحظہ ہوں جن کے عنوانات حسب ذیل نظر آئیں گے:۔

(۱) جب آپ کو خدا نے مبعوث کیا۔ بہ بانگ دہل خدائے واحد کی غلامی کی طرف آپ دعوت دینے لگے۔ اور اصنام و طواغیت کی تذلیل کرنے لگے جو اہل مکہ کے معبودانِ باطل تھے تو آپ کی اس ترقی کو قریش نہ دیکھ سکے۔ اور اہل مکہ نے متفقہ طور پر آپ کو ہجرت پر مجبور کیا۔ مدینہ کے سے زیادہ عزیز آپکے نزدیک کوئی مقام نہ تھا،

(۲) آپ غارِ ثور میں تین دن تک مقیم رہے۔ جب آپ مکہ سے مدینہ کی جانب روانہ ہوئے،

(۳) جب آپ نے شرک و بت پرستی کی بیحد مذمت کی تو مشرکین مکہ کا پیمانۂ صبر چھلک گیا۔ بیت اللہ میں جمع ہوکر سب نے آپ سے تقاطع کا (یعنی آپ کو بائیکاٹ کرنے کا) فیصلہ کیا۔ عہد نامہ

دستخط ہوئے اور مزید توثیق و طمینان کے لیے بیت اللہ میں اسکو آویزاں کیا گیا ہر قسم کے تعلقات آپ سے ممنوع قرار دیئے گئے۔ اور آپ کئی سال تک ابن ابی شعب کی گھاٹی میں اس قید بے زنجیر میں رہے،

(۴) مدینہ میں آپ کی تشریف آوری کے بعد مکہ میں امساک باراں کے باعث قحط نمودار ہوا۔ ابوسفیان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی " یا محمد انك تامرنا بصلة الرحم فادع الله لنا" یعنی اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تم ہمیں صلۂ رحم کا حکم دیا کرتے ہو۔ اب جناب الٰہی میں ہمارے لیے دعا کرو۔ آپنے دعا فرمائی۔ نزول باراں سے اہل مکہ کا قحط دور ہو گیا،

(۵) نجد کا شہر جو مکہ میں غلہ مہیا کیا کرتا تھا۔ اور اس لحاظ سے وہ مکہ کی منڈی تھی اس کے ناظم حضرت ثمامہ بن اثال مسلمان ہو گئے۔ کفار کے ہاتھ غلہ بیچنا بند کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مکہ میں قحط ہو گیا۔ اہل مکہ کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب امداد ہوا۔ آپنے ثمامہ کو خط ارسال فرمایا۔ اور انہوں نے غلہ بیچنا شروع کر دیا،

(۶) فتح مکہ کے دن لوگوں نے آپ سے معافی مانگی۔ آپنے فرمایا میں تم سے وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے بھائیوں سے کہا تھا۔ لا تثريب عليكم اليوم يغفر الله لكم وهو ارحم الراحمين۔ یعنی آجکے دن تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔ خدا تم کو بخشدے۔ وہ بڑا مہربان بہت ہی رحم کرنے والا ہے،

(۷) آپکے والد تو فوت ہو چکے تھے۔ آپکے چچا حضرت عباسؓ فتح مکہ کے دن مسلمان ہو گئے اور آپ کی رفعت شان کے اقراری ہوئے۔ آپنے فرمایا ہے العم صنو ابيه،

(۸) آپنے مکہ سے ہجرت اختیار کی اور مدینہ منورہ کو نشیمن نبوت قرار دیا۔ وہاں کی زندگی روز روشن کی طرح دنیا کے سامنے ہے جو کسی دلیل و برہان کی محتاج نہیں ؎

متى احتاج النهار الى الدليل

آفتاب آمد دلیل آفتاب

گر دلیلے بایدا ازوے رخ متاب

اس قدر ضروری تفصیل کے بعد اب ہم دوبارہ قصۂ یوسفؑ پر دوسری حیثیت سے نظر ڈالتے ہیں

اداسکے بعض نتائج مہمہ کی جانب اشارہ کرتے ہیں لعلکم تعقلون۔ شاید ان مقدس ترین اشارات قرآنی کی بدولت تم لوگ عقل سے کام لینا سیکھو۔

یوسف علیہ السلام کا داخلہ مصر میں غلامانہ حیثیت سے ہوتا ہے۔ عزیز مصر کے گھر میں کچھ مدت اسی رنگ میں بسر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ عزیز مصر کی بیوی کا مشہور آفاق واقعہ منصۂ شہود و مسند ظہور پر دکھائی دیتا ہے۔

خاتون عزیز کے عشوہ و ناز جب ناکام ثابت ہوتے ہیں تو ہیبت و سطوت سے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو رام کرنا چاہتی ہے۔

حبس و زنداں کی خوفناک زندگی سے ڈراتی ہے،

ضیاع عزت و بربادی ناموس حیات کا خوف دلاتی ہے،

آلام و مصائب کا ہیبت ناک نقشہ آنکھوں کے سامنے کھینچ دیتی ہے کہ کسی طریق سے وہ اسکے دام تزویر میں پھنس جائیں،

باایں ہمہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے،

خوبصورت خاتون کہتی ہے کہ لئن لم یفعل ما آمرہ لیسجنن ولیکونا من الصٰغرین

یعنی یوسف نے اگر میری بات نہ مانی تو قید بھی ہوگا اور ذلیل بھی،

یوسف علیہ السلام اسکے جواب میں فرماتے ہیں۔ رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ۔ جس فعل شنیع اور امر منکر کی جانب یہ مجھے دعوت دے رہی ہے، اس سے تو قید کی ذلت و رسوائی مجھے زیادہ محبوب ہے،

یہ ایک درس عبرت و بصیرت کا ان لوگوں کے لیئے ہے جو اپنی زندگی کے مقصد حقیقی کا تصفیہ کر چکے ہیں۔

(۳)

محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا

یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ پر تم نے غور کیا کہ ایک دولتمند پری پیکر خاتون عزیز

اُن پر شیفتہ ہے۔ طرح طرح کی تدبیروں سے انہیں اپنے قابو میں لانا چاہتی ہے۔ ترغیب دلاتی ہے بہلاتی بناتی ہے، ڈراتی ہے۔ دھمکاتی ہے۔ سب کچھ کرتی ہے، مگر اُنکے آگے کچھ پیش نہیں جاتی ۔

وہ جانتے ہیں کہ فرزندانِ اسلام صرف خدا کے غلام ہیں اور خدا ہی کی رضاجوئی انکا کام ہے دنیاوی ترغیبات میں انکو خدا سے برگشتہ بنانے کی طاقت نہیں ہے۔ ومالی لا اعبد الذی فطرنی والیہ ترجعون۔ ہم کیوں نہ فقط اُس کی پرستش کریں جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ ہماری طرح آخر تم بھی تو اُسی کی جانب لوٹ کر واپس جانے والے ہو۔ ءاتخذ من دونہ الھۃ ان یردن الرحمن بضر لا تغن عنی شفاعتہم ولا ھم ینصرون۔ کیا ہم خدا کو چھوڑ کر ایسوں کو اپنا دیوتا بنالیں کہ اگر خدا ہم کو تکلیف دینا چاہے تو اُن کی سفارش ہمارے کام آئے اور نہ خود اُن کو مدد دے سکے ۔

نہ یوسف بن سکے جبکہ حرص و ہوا کے تمام اسباب موجود ہوں۔ ازدیاد عزت و حرمت کا وعدہ عطائے انقطاع کا عہد واثق ہو۔ اگر وہ اُن کے ارشاد سے گریز کریں۔ اور امتثال امر سے اجتناب کرنے پر آمادہ ہوں تو آہنی زنجیروں اور ہر قسم کے خوفناک عواقب سے اور بدترین المناک نتائج سے ڈرایا جائے لیکن وہ ان باتوں کی پرواہ نہ کریں ۔

قید کو عزیز۔ وگرانمایہ متاع زندگی خیال کریں ۔

اس ذلت کو حقارت سے نہ دیکھیں کہ اصلی عزت اور حقیقی رفعت شان اسی پر ہے ۔

اگر آہنی زنجیروں کی کھٹا کھٹ اور تاریک و مظلم کوٹھڑیوں میں جذبات صادقہ اور مذہبی محسوسات مدفون ہو سکتے ہیں تو دشمنانِ یوسفؑ اس کا تجربہ کرکے دیکھ لیں ۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل خانہ کو پسند کیا مگر باوجود ان تکالیف کے وہ اپنے مقصد حیات کو نہ بھول گئے ۔

اِس تیرہ و تاریک زندان میں تبلیغ و نشر صداقت و حق کا وعظ فرماتے رہے کہ یہی انکا نصب العین تھا۔ اور اسی بنا پر اُن دونوں قیدیوں کو جو آپ سے تعبیر خواب دریافت کر رہے تھے یوں فرمایا :۔

ماکان لنا ان نشرک باللہ من شیء یا صاحبی السجن ءارباب متفرقون
خیر ام اللہ الواحد القہار ان الحکم الا للہ امر ان لا تعبدوا الا ایاہ ذلک
الدین القیم "

یعنی ہمیں شایاں و مناسب نہیں کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں۔ اے یاران زندان
ذرا غور تو کرو۔ جدا جدا معبود اچھے یا خدائے یگانہ و قہار۔ تمام جہان میں بس ایک خدا کی
حکومت ہے +

اس نے حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی غلامی و پرستش کریں کہ یہی دین کا سیدھا رستہ ہے
ہذا بصائر للناس۔ وہ لوگ جن کا مقصد حیات محض نشر قرآن کریم ہے +
جو اعلائے کلمۃ اللہ ہی کو اپنی زندگی کی غایت قصوٰی خیال کرتے ہیں +
جو دنیا میں تمام شیطانی باتوں کے مقابلہ میں صرف دین الٰہی کو بلند و برتر کرنا چاہتے ہیں
گروہی امن و امان عالم اور ترقی انسانی کا کفیل ہے "
اگر غارت گران حقیقت اسلامی اور دزدان متاع ایمانی ان لوگوں کے مخالف ہوں +
مفسدین ملت اور مدعیان اصلاح اگر ان حضرات کی بیخ کنی کے درپے ہوں "
اگر دولت و سطوت ان کی تذلیل کا بیڑا اٹھائے "
اگر ان کو ضیاع جان و مال کا خوف ہو اور اسی اسلامیت صادقہ اور اعلائے کلمۃ اللہ
کی خاطر مجبور کیے گئے ہوں +
ایسے پر از آلام و مصائب وقت میں ابتلاء و آزمائش کا وقت ہوتا ہے۔ کھوٹے اور
کھرے۔ غث و ثمین کے درمیان تمیز کا وقت ہوتا ہے "
حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ واقعہ زندگی صادق ترین لوگوں کے لیے ایک اسوۂ حسنہ
بنا کر پیش ہوتا ہے۔ اور بلند آہنگی سے کہتا ہے کہ خواہ آب و ہوا مخالف ہو۔ موسم خراب ہو
تابت مفقود ہو۔ مگر تم تبلیغ حق کے متعلق اپنا فرض اسلامی انجام دیئے جاؤ کہ نتائج و عواقب
کی مضبوط و مستحکم رسی ایک بالاتر قوت کے ہاتھ میں ہے جو قلوب کے پوشیدہ حالات سے واقف
اور نیتوں کا عالم ہے۔ علیہ فلیتوکل المؤمنون۔ اکیلی وہی ایک قوت کاملہ ایسی ہے جس

مسلمانوں کا بھروسا ہونا چاہیئے ۔ دوسرا کوئی بھی بھروسے کے لائق نہیں +

حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر میں جاتے ہیں تو غلام کی حیثیت ہوتی ہے مگر جب وہ ان تمام دشوار اور کٹھن وادیوں کو صبر و تحمل سے طے کر جاتے ہیں تو پھر انکی کیا حیثیت ہوتی ہے ؟ یہ حیثیت ہوتی ہے :-

(۱) جذبات پر قابو رکھتے ہیں ۔

(۲) اعلیٰ درجہ کے امین ثابت ہوتے ہیں

(۳) صحیح اصول کی پابندی میں دقتوں اور تکلیفوں کو برداشت کرتے ہیں

(۴) خواہ حالت کیسی ہی خطرناک ہو اپنا فرض منصبی پورا کرتے رہتے ہیں

(۵) پریشانیوں سے خوف زدہ ہوکر اور دار و رسن سے ڈر کر اپنا کام نہیں چھوڑتے ۔

ان اخلاق فاضلہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسی غلام کا خواب درست ثابت ہوتا ہے ۔ وہی غلام اپنے باپ سے عرض کرتا ہے :-

یٰٓاَبَتِ ھٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ۔ اے میرے باپ میں نے پہلے جو خواب دیکھا تھا میری یہ حالت حیثیت اسی خواب کی تعبیر ہے ۔ میرے پروردگار نے اس خواب کو ٹھیک ٹھیک انداز میں پورا کیا +

ہاں وہی یوسفؑ اب کہتا ہے ۔ رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ ۔ اے میرے پروردگار یہ صرف تیرا ہی فضل و کرم ہے کہ تو نے اپنی عنایت سے مجھے ملک و حکومت و سلطنت نوازش کی ہے

بے طلب جو ملا ملا مجکو بے سبب جو دیا دیا مجکو

داغ کو کون دینے والا تھا جو دیا اے خدا دیا تو نے

اس قصہ میں کس قدر عبرتیں اور بصیرتیں ان لوگوں کے لیے ہیں جو ہر اچھی بات کو گمشدہ متاع مسلم سمجھے ۔

جن پر خدا کا خاص طور پر انعام ہو ۔

جو اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ

کی مقدس و بابرکت جماعت میں شامل ہوں۔

اس حسن خاتمہ کے قربان جائیے جس میں صاف طور پر بتادیا کہ اگر ایک مطیع و منقاد مسلمان بے بسی کی حالت میں پریشان ہو وہ عظمت و جلال کو کس طرح حاصل کر سکتا ہے۔

یہ بشارت صرف انہیں غلامان الٰہی کے لیئے ہے جن میں مذکورہ بالا اوصاف موجود ہوں۔

جو شیاطین و طواغیت کی بندگی سے آزاد ہوں۔

جو صرف خدائے عزیز و حکیم کی چوکھٹ پر سر رہتے ہوں۔

جن کے قلب خارجی اثرات ضلالت سے بالکل محفوظ ہوں۔

خدا کا سب سے بڑا انعام جو کسی برگزیدہ بندہ پر ہوتا ہے وہ نیابت و خلافت الٰہی میں اُسکو حصہ عطا کرنا ہے۔

یہ ایک شاہد معنی ہے جسکے روئے روشن کو وہی غلام بے نقاب کر سکتا ہے جو حقیقی طور پر مسلمان ہو۔ اور جس کا یہ فیصلہ ہو۔ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین میری نماز۔ میری عبادت۔ میرا جینا۔ میرا مرنا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے لیئے ہے جو پروردگار عالم ہے فیا قومنا اجیبوا داعی اللہ۔ اے بزرگان قوم! خدا کا داعی تمہیں خدا کی جانب حاضر ہونے کو بلا رہا ہے۔ تم اُسکی بات مانو۔ اور اُسکے کہنے کے مطابق چلو۔

عبد الحی۔ میرٹھ

اسرار وحقائق زکوٰۃ وصدقات

اسلام کے ہر رکن کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت۔ صورت تو بمنزلہ قالب کے ہے اور حقیقت بمنزلہ روح کے۔ زکوٰۃ کی بھی ایک صورت اور ایک حقیقت ہے۔ جو کوئی حقیقت زکوٰۃ سے بیخبر ہے۔ اُس کی زکوٰۃ ایک صورت ہے بے معنی۔ یا یوں کہو کہ ایک قالب ہے بے روح۔ اس بنا پر زکوٰۃ وصدقات کے اسرار وحقائق جاننا ضروری ہے جو قارئین کرام کے تفنن طبع کے لیے ذیل میں لکھے جاتے ہیں:۔

اسلام نے اپنے متبعین کو ہدایت فرمائی ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو سب چیزوں سے زیادہ دوست رکھیں۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے والذین اٰمنوا اشد حبا للہ۔ پ۲ س البقرۃ ع ۲۰/۴ "اور جو ایمان والے ہیں اُن کو تو سب سے بڑھکر خدا کی محبت ہوتی ہے۔"

دوسرے مقام پر ہے۔ قل ان کان اٰباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموها وتجارة تخشون کسادها ومسٰکن ترضونها احب الیکم من اللہ ورسوله وجهاد فی سبیله فتربصوا حتی یاتی اللہ بامره واللہ لایهدی القوم الفسقین۔ (پ۱۰ س التوبۃ ع ۳/۹) "اے پیغمبر! مسلمانوں کو سمجھا دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارے کنبے دار اور مال جو تم نے کمائے ہیں۔ اور سوداگری جس کے مندا پڑ جانے کا تم کو اندیشہ ہے۔ اور مکانات جن میں رہنے کو تمہارا جی چاہتا ہے۔ اگر یہ چیزیں اللہ اور اُسکے رسول اور اللہ کے رستہ میں جہاد کرنے سے تم کو زیادہ عزیز ہوں تو ذرا صبر کرو یہاں تک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہے وہ تمہارے سامنے لا موجود کرے۔ اور اللہ ان لوگوں کو جو اُسکے حکم سے سرتابی کریں ہدایت نہیں دیا کرتا۔"

مال وزر کو بھی آدمی عزیز رکھتا ہے۔ وانه لحب الخیر لشدید۔ (پ۳۰ س العٰدیٰت ع ۱/۲۸) "بلا شبہ انسان مال کی محبت میں بڑا سخت ہے۔"

حق سبحانہ و تعالےٰ نے آدمی کو مال وزر سے آزمایا۔ اور فرمایا کہ اگر تو میری دوستی میں سچا ہے تو مال وزر کو مجھ پر فدا کردے۔ چنانچہ جن لوگوں نے اِس حقیقت کو سمجھا اور اِس امتحان میں کامیابی حاصل کی اُن کے تین درجہ ہیں :-

پہلے درجہ میں کامیاب ہونے والے صدیقین ہیں کہ جو کچھ اپنے پاس رکھتے ہیں سب بالکل محبوب حقیقی پر تصدق کردیتے ہیں۔ ان کے نزدیک صرف اڑھائی فیصدی خدا کی راہ میں صرف کرنا کنجوسوں کا کام ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم پر لازم و واجب ہے کہ خدا کی محبت میں سب کچھ دیدیں۔ چنانچہ امیرالمؤمنین حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا سارا مال پیش کردیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یا صدیق! اپنے عیال واطفال کے واسطے کیا چھوڑ آئے؟ تو عرض کیا کہ فقط خدا اور رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔ بعض نے اپنا نصف مال خدا کی راہ میں دے دیا۔ چنانچہ امیرالمؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نصف مال جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے استفسار فرمایا یا فاروق! اپنے لڑکے بالوں کے واسطے کیا چھوڑا؟ عرض کی کہ اُسیقدر چھوڑ آیا ہوں جس قدر یہاں لایا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بینکما کما بین کلمتیکما تفاوت۔ تم دونوں کے درجوں میں اتنا ہی تفاوت ہے جتنا تم دونوں کے کلام میں ہے۔

دوسرے درجہ میں کامیاب ہونے والے صالحین ہیں جو اپنا مال یکبارگی خرچ نہیں کرتے کیونکہ وہ اِس کی قدرت و استطاعت نہیں رکھتے۔ لیکن مال کو محفوظ رکھتے ہیں اور فقراء و مساکین کی حاجات اور خیرات و صدقات کے مواقع و مصارف کے منتظر رہتے ہیں۔ اور بروقت ضرورت کے صرف زکوٰۃ دینے پر اکتفا و اقتصار نہیں کرتے۔ بلکہ فقرا و مساکین کو اپنے برابر و مساوی سمجھتے ہیں۔ اور جو محتاج اُن کے پاس آتا ہے اُس کی خبرگیری اُسی طرح کرتے ہیں جس طرح اپنی اور اپنے عیال واطفال کی۔

تیسرے درجہ میں کامیاب ہونے والے عامۃ المؤمنین ہیں جو اِس سے زیادہ مقدرت نہیں رکھتے کہ اڑھائی فیصدی سے زیادہ راہ خدا میں دیں وہ فقط ادائے فرض پر اکتفا کرتے

ہیں۔ اور خدا اور رسول کا حکم بطیب خاطر بجا لاتے ہیں لیکن خیرات و صدقات دیکر فقراء و مساکین پر احسان نہیں جتاتے۔ یہ لوگ اخیر درجہ میں کامیاب ہونے والے ہیں۔ غور کرو جو لوگ سرے سے زکوٰۃ دیتے ہی نہیں اور جو کچھ خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انکو عطا فرمایا ہے۔ اُس میں سے ڈھائی فیصدی بھی خدا کی راہ میں دینا اُن کو دوبھر معلوم ہوتا ہے۔ ان کا دعوے اسلام حبّاً للہ محض غلط اور بے بنیاد ہے۔ انہی کی نسبت ارشاد باریتعالیٰ عزاسمہٗ وارد ہے۔ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفسقین +

اسلام نے تمام عبادات میں اخلاقی حالت کی اصلاح کو مدنظر رکھا ہے۔ چنانچہ زکوٰۃ میں بھی ایک تربیت اخلاقی بخل کی اصلاح کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ بلاشبہ بخل انسان کے دل میں نجاست کی مانند ہے جس طرح ظاہری نجاست بدن کو نماز کی نزدیکی کے قابل نہیں رہنے دیتی اسی طرح بخل کی نجاست دلکو جناب احدیت کے قرب کے لائق نہیں رکھتی۔ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ بدون مال خرچ کرنے کے دل بخل کی نجاست سے پاک صاف نہیں ہوسکتا زکوٰۃ اس پانی کے مشابہ ہے جس سے نجاست دھوئی جاتی ہے۔ اسی بنا پر زکوٰۃ و صدقات کا مال حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اہل بیت پر حرام ہے۔ کیونکہ اعزاز کے لحاظ سے سب سے زیادہ معزز خود جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان ہے۔ اور اس خاندان کے منصب پاکیزہ کو لوگوں کے مال کی میل سے محفوظ و مصئون رکھنا ضروری و لابد ہے +

غرضکہ زکوٰۃ خود روحانی اور اخلاقی حالت کی اصلاح پر دال ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہ لفظ ہمیشہ اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مقصد اولین صرف تزکیہ نفس تھا۔ آپ کی شان پر اس لفظ کا خاص طور پر استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمۃ رپ ۲۸ س الجمعۃ ع ۱/۱۱ وہی خدا ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ جو ان کے روبرو خدا کی آیتیں پڑھتا ہے اور انکو کفر و شرک کی گندگی سے پاک صاف کرتا ہے اور ان کو کتاب الٰہی اور حکمت سکھاتا ہے +

قرآن شریف میں زکوٰۃ وصدقات کے متعلق اس روحانی اصلاح کا ذکر ہے جیسا کہ فرمایا ہے
خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بہا اے پاس تو بہرہ ور ان کے مال
سے صدقہ لیکر ان کو گناہوں سے پاک کر اور ان کا تزکیہ نفس کر۔ بلاشبہ زکوٰۃ ان تمام روحانی امراض
کا علاج ہے جو بخل اور محبت مال سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس آیہ مجیدہ میں صدقہ کو ان ہی نفسانی
نجاستوں کا مطہر ومزکی قرار دیا گیا ہے۔ غور کرو یہی گرد ہے جو زکوٰۃ دینے والوں کے دامن
اور گداگروں کے دلکو بلکہ تمام اخلاقی افق کو غبار آلود کردیتی ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر حضرت
سرورکائنات علیہ افضل الصلوٰۃ نے فرمایا کہ الصدقۃ اوساخ المسلمین۔ صدقہ مسلمانوں
کا میل ہے۔ اس لحاظ سے اگر تمام صاحب نصاب مسلمان اس فرض اہم واقدم کے ادا کرنیکے لیے
آمادہ ومستعد ہوجائیں تو یقیناً مسلمانوں کو ان تمام امراض سے شفائے عاجل وکامل ہوجائے
جن کی تولید بخل سے ہوتی ہے +

ادائے زکوٰۃ میں شکر نعمت باریتعالی بھی مرکوز ہے۔ یہ امر محتاج بیان نہیں کہ مال دوزدنیا
وآخرت میں مسلمان کے واسطے موجب راحت ہے تو جس طرح صوم وصلوٰۃ وحج نعمت بدن کا
شکر ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ نعمت مال کا شکر ہے۔ آدمی جب اپنے آپ کو آسودہ ومرفہ الحال
دیکھے اور اپنے مسلمان بھائی کو محتاج ودرماندہ پائے تو اسکو اپنے دل میں غور کرنا چاہیئے
کہ یہ بھی تو میری ہی طرح خدا کا بندہ ہے۔ خدا کا شکر واحسان ہے کہ اس نے اپنے انعام و
فضل سے مجھے محروم ومعطل نہیں چھوڑا اور اس مسلمان بھائی کو میرا محتاج ودست نگر بنایا اسکے
ساتھ احسان ومدارات مجھپر لازم وواجب ہے۔ مبادا یہ آزمائش ہو۔ اگر میں اسکے ساتھ حسن
سلوک نہ کروں اور مدارات میں تقصیر کروں تو ایسا نہو کہ خدا مجھے محتاج اور اسے غنی کردے
ہر شخص کو زکوٰۃ کے ان غوامض واسرار سے باخبر ہونا چاہیئے تاکہ اسکی عبادت صورت
بے معنی اور قالب بے روح نہ رہے۔ وللہ در من قال ؎

شکر خدائے کن کہ موفق شدی بخیر | زانعام وفضل خود نہ معطل گزاشتت
منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنم | منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

نور الدین (گوجرانوالہ)

فرائض انسان

خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا ۝ إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ۝ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلَ وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا ۝ إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۝ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۝

بلاشبہ (نوع) انسان پر اتنے بڑے وسیع زمانہ میں سے ایک ایسا وقت (بھی) آچکا ہے کہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ ہم نے آدمی کو مرکب نطفے سے پیدا کیا (اور غرض یہ تھی) کہ اسکی (نیکی بدی) کو آزمائیں۔ پھر اس لیے ہم نے اسکو سنتا دیکھتا (مخلوق) بنایا (پھر ہم نے) اسکو (دین کا) رستہ (بھی) دکھایا (پھر اب دو قسم کے آدمی ہیں) یا تو شکر گزار ہیں (یعنی مسلمان) یا ناشکر (یعنی کافر) ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ (یہ چیزیں) تیار کر رکھی ہیں۔ بیشک (جو لوگ) نیکوکار (ہیں آخرت) میں ایسی شراب کے) جام پئیں گے جس میں کافور (کے پانی) کی آمیزش ہوگی (اور کافور کے پانی کا ایک) چشمہ (ہوگا) جس کا پانی اللہ کے (خاص) بندے پئیں گے (اور جہاں چاہیں گے) اس چشمے کو بہا لیجائیں گے۔

انسان کے ذمہ بہت سے فرائض ہیں۔ (۱) اپنے خالق اور رب کے فرائض (۲) اپنے نفس کے فرائض (۳) دوسرے انسان کے فرائض (۴) دیگر خلائق کے فرائض۔

خالق کے فرائض کو عبادات اور اپنے نفس کے فرائض کو اخلاق اور دوسرے انسان کے فرائض کو معاملات اور دیگر خلائق کے فرائض کو احسانات کہتے ہیں۔ ان چاروں فرائض کی بجاآوری سے جو ثمرہ یا نتیجہ دنیا ہی میں ظاہر ہوتا ہے اسکو حالات کہتے ہیں۔

انسانی فرائض پر علما نے کئی کتابیں لکھی ہیں مگر وہ کتابیں مکمل نہیں۔ بعضوں نے

صرف اخلاق کو بعض نے بڑے آدمیوں کے کارناموں کو فرائض انسانی قرار دیا ہی۔ اور انہیں پر اکتفا کیا ہے۔ میں مضمون ہذا میں انسانی فرائض پر مختصر مگر جامع طور سے بحث کرنا چاہتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ۰

عبادت دو قسم کی ہوتی ہے ایک وہ جو دل سے تعلق رکھتی ہے۔ اسکو ایمان کہتے ہیں قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا پیغمبر خدا نے۔ رحمت اللہ کی نازل ہو ان پر اور سلام (۱) اَنْ تؤمن بِاللہِ (پہلے حد) پر ایمان لانا کہ اس تمام مخلوقات کا کوئی خالق اور رب بھی ہے (ح ۱) ایمان کے مقابلہ میں تمام نیکیوں کو وہ نسبت ہی جو پہاڑ کے ساتھ ایک ذرہ کو یعنی ایمان ایک پہاڑ کے برابر ہے اور تمام نیکیاں بمنزلہ ذرہ کے ہیں۔ اگر ایک آدمی بہت نیک ہو مگر وہ خالق کا قائل نہو تو اسکی تمام نیکیاں رائیگاں ہیں۔ جیسے دہریہ یا جین بت وغیرہ۔ (۲) وَالیومِ الآخِرِ (دوسرے) اور روز آخرت پر ایمان لانا۔ ایک وقت ایسا تھا کہ بجز ذات وحدہ لاشریک لہ کے موجودات میں سے کوئی چیز نہ تھی۔ پھر ایک دن پہلا جسے یوم الآخر کہتے ہیں آویگا کہ بجز ذات پاک تعالیٰ شانہ کے کچھ باقی نہ رہیگا۔ الا ماشاء اللہ۔ پھر وہی خدائے پاک دوسری بار سب کو پیدا کریگا۔ (ح ۲) جس کو آخرت پر ایمان نہیں وہ ایمان والا نہیں۔ (ح ۳) جس نے یوم الآخر سے انکار کیا۔ وہ شریعت کا منکر ہے۔ (۳) وَالملٰئِکَتِہٖ (تیسرے) اور فرشتوں پر ایمان لانا۔ بہت سی باتوں کا انسان کو علم نہیں ہے اور نہ وہاں تک فہم کو رسائی ہے۔ منجملہ انکے فرشتے بھی ہیں مگر ان پر ایمان لانا فرض ہے اور اسکو ایمان بالغیب کہتے ہیں۔ (۴) وَالکُتُبُ (چوتھے) اور کتابوں پر ایمان لانا۔ کتب الٰہی انبیاء کی معرفت نازل ہوئیں۔ جن میں اچھے کاموں کے کرنے اور بُری باتوں سے رُکنے کا بیان ہے۔ توریت زبور انجیل قرآن اور دیگر صحائف کو کتب مقدسہ کہتے ہیں۔ انپر ایمان لانا چاہیئے (ح ۴) سب کی نصیحتیں اور عام طور کی حکمتیں اور کل کاموں پر تمھیں اور ہر امر میں انصاف کرنے اور تمام پرہیزگاری کی باتیں کیے جانے کا مرکز کتب مقدسہ ہیں۔ (۵) وَالنَّبِیّٖنَ (پانچویں) اور پیغمبروں پر ایمان لانا۔ پیغمبر کو خدا تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث کیا۔ انھوں نے تبلیغ احکام الٰہی میں

بڑی کوششیں کیں اور اسمیں بے حد تکلیفیں اُٹھائیں۔ یہاں تک کہ کوئی قتل کیئے گئے۔ کوئی جلائے گئے۔ کوئی ارّہ سے چیرے گئے۔ کوئی مصلوب ہوئے۔ کوئی سخت ایذاؤں سے ہلاک ہوئے۔ کوئی جلاوطن کیئے گئے۔ مگر انکے ارادہ میں کچھ فرق نہیں آیا۔ (ح ۵) احکام الٰہی اور کتابیں پیغمبروں کی معرفت پہنچی ہیں۔ پس پیغمبروں سے انکار صاف صاف شریعت کا انکار ہے۔ (۶) وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ (چھٹے) اور مرنے کے پیچھے اُٹھنے پر ایمان لانا۔ مرنے سے پیچھے اُٹھنے کو قیامت کہتے ہیں۔ قیامت دو قسم ہی۔ ایک صغریٰ دوسری کبریٰ۔ قیامت صغریٰ مرنیکے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ اور انسان اپنے اعمال صالحہ اور سیئہ کا بدلہ محسوس کرتا ہے۔ قیامت کبریٰ روز آخر کے بعد قائم ہوگی (ح ۶) نیکی کے بالعوض بدی کرنے سے قیامت قایم ہوگی۔ (ح ۷) قیامت سے انکار کرنا کفر ہے۔ (۷) وَالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى (ساتویں) اور جس اندازے بھلائی اور برائی پہنچتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہی۔ خدا تعالیٰ نے ایک قانون مقرر فرمایا ہے۔ جسکو قانون فطرت کہتے ہیں جو فطرت کے موافق چلتا ہے اسکو بھلائی اور جو فطرت کے برخلاف چلتا ہے اُسکو برائی پہنچتی ہے۔ جسکے معنی یہ ہوئے کہ بھلائی اور برائی خدا کی طرف سے ہی۔ اور اسی قانون فطرت کو تقدیر کہتے ہیں (ح ۸) تمام چیزیں تقدیر سے ہیں۔

دوم قسم عبادت وہ ہے جو بدن سے تعلق رکھتی ہے وہ (۱) یہ کہ خالق کی ہستی کا دل سے اعتراف اور زبان سے اقرار کرنا۔ (۲) نماز پورے وضو کے ساتھ کامل طور سے وقت پر ادا کرنا۔ نماز اس طرح ادا کی جاتی ہے کہ اگر جنابت ہو تو غسل کرے ورنہ پاک کپڑے پہنکر وضو کرے اور رو بہ قبلہ ادب کے ساتھ کھڑا ہوکر دلمیں خدا کا خیال جماکر زبان سے یہ آیت قرآنی پڑھے۔ اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ٥ میں نے تو ایک ہی کا ہوکر اپنا رُخ اسی ذات پاک کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمان وزمین کو بنایا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں + اور خدا کی بڑائی کرے یعنی اللہ اکبر کہکر سینہ پر دونوں ہاتھ ایک اوپر دوسرا تلے کرکے کھڑا ہو جائے

پہلے خدا کی تسبیح سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ الخ پڑہے۔ پہر شیطان سے خدا کی پناہ مانگے یعنی اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑہے۔ پہر خدا کی تحمید اور تمجید کرے او الحمد للہ تاآخر پڑہے۔ پہر خدا کی تعریف کرے۔ یعنی قرآن کی کوئی سورۃ پڑہے۔ پہر جُہکے اور خدا کی تعظیم کرے یعنی سبحان ربی العظیم تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ پہر اللہ اکبر کہکر سجدہ میں جاوے اور سجدہ میں تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ خدا کی بڑائی بیان کرے یعنی سبحان ربی الاعلیٰ پڑہے۔ پہر اللہ اکبر کہکر دوزانو بیٹھ جاوے۔ اور پہر اللہ اکبر کہکر سجدہ کرے اور اُتنی ہی دفعہ سبحان ربی الاعلیٰ پڑہے پہر کہڑا ہو جاوے اور جب ایک دفعہ اس طرح کرلیا تو اسکو ایک رکعت کہتے ہیں۔ دوسری دفعہ پہر اس طرح کرے جیسے کہ پہلی رکعت میں کیا تہا۔ پہر بیٹھ جاوے۔ اور خدا کی ثنا وصفت کرے یعنی التحیات الخ پڑہے اور پیغمبر صاحب کے واسطے رحمت مانگے۔ پہر اپنے واسطے دعا مانگے اور نماز پوری کر اور سلام پہیر دے۔ فجر کے وقت اتنی نماز ہوتی ہے یعنی دو رکعت۔ دوپہر کے بعد چار رکعت۔ عصر کے وقت بہی چار رکعت۔ شام کے وقت تین رکعت اور سوتے وقت بہی چار رکعت۔ جب پانچوں وقت اسی طرح کیا تو نماز کی ذمہ داری ہو چکی۔ اگر اس سے زیادہ کرے تو انکو سُنن اور نوافل اور زوائد کہتے ہیں۔ نماز سے زیادہ ذمہ داری اور کوئی نہیں (ح ۹) ابن مسعودؓ نے رسول اکرمؐ سے دریافت کیا کہ کون کام خدا تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے فرمایا کہ نماز جو وقت پر ادا کی جائے *

(۳) یہ کہ زکوٰۃ دیا کرے۔ زکوٰۃ کے معنی یہ ہیں کہ جو کوئی مالدار ہووے اُسکو ضرور ہے کہ پورے ایک برس میں اپنے مال میں سے چالیسواں حصہ محتاجوں کے واسطے نکالکر انکو دے۔ (ح ۱۰) زکوٰۃ نکالنے سے جو مال باقی رہتا ہے وہ پاک ہو جاتا ہے *

(۴) یہ کہ ماہ رمضان کے روزے رکہنا۔ (ح ۱۱) آدمی روزہ رکہنے کے سبب اکثر گناہوں سے مجتنب رہتا ہے یہانتک کہ مُنہ سے بُری بات بہی نہیں نکالتا (ح ۱۲) ماہ رمضان کے اول میں رحمت ہے۔ اور وسط میں مغفرت اور اخیر میں دوزخ سے چہٹکارا۔ علاوہ اسکے روزہ سے طبی فوائد بہی بے شمار ہیں جو بیان کے محتاج نہیں *

(۵) یہ کہ بیت اللہ اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت کرنا جسکو شرع کی زبان میں حج کہتے ہیں۔ جیسے کعبہ شریفہ اور مسجد نبوی اور بیت المقدس اور انبیاء علیہم السلام اور اصحاب کبار اور اولیائے عظام کے مزارات دیکھنا۔ حج کا قانون مبارک تمام ملل اور مذاہب میں نافذ اور جاری ہے۔ حج کے ہر ایک مرحلہ میں روحانی آدمی کو اتنی لذت ملتی ہے کہ نفسانی آدمی اعلیٰ درجہ کی شراب اور اسکے لوازم کباب اور ترشی میں نہیں ملتی۔ لیس الخبر کالمعاینۃ۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ (رحم ۱۳) حج سے پچھلے اور اگلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ حج سے علاوہ ثواب کے اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔ اول یہ کہ سفر سبب حصول فلاح ہے۔ اور اس سے انسان کو کئی طرح کے تجربے حاصل ہوتے ہیں۔ اور دیگر فوائد بھی بے شمار ہیں جن کو میں بنظر طوالت قلم انداز کرتا ہوں۔ ایمان اور نماز اور زکوٰۃ اور روزہ اور حج سے خدا کی ذمہ داریاں پوری ہوجاتی ہیں۔ دوسرے۔ انسان کے ذمہ اپنے نفس کی ذمہ داریاں ہیں وہ یہ کہ انسان علوی اور فرشتوں کی جنس سے ہے۔ یہ بدن صرف اسکا آلہ اور مرکب ہے۔ بدن کی بے اعتدالیوں سے قلب بیمار ہوجاتا ہے۔ اور قلب کی بیماری سے انسان میں برے اخلاق پیدا ہوجاتے ہیں اور بدن کے اعتدال سے قلب تندرست رہتا ہے۔ اور اس میں نیک اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ بدن اور روح کا باہم ایسا سخت تعلق ہے کہ ایک کا برا یا اچھا اثر دوسرے پر ضرور ہوجاتا ہے۔ اسلیئے شارع نے فرمایا ہے کہ العلم علمان علم الابدان وعلم الادیان۔ علم دو ہیں۔ بدن کا علم اور دین کا علم۔ یعنی علم طب اور علم سلوک۔ بدن کو دین پر مقدم فرمایا ہے۔ پس انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی صحت قائم رکھنے کی کوشش کرے اور یہ دیکھتا رہے کہ کے نیک اخلاق کتنے ہیں اور بداخلاق کتنے ہیں پس نیک اخلاق کی حفاظت کرے اور بداخلاق کا ازالہ کرے۔ نیک اخلاق اصولاً چار ہیں:۔ حکمت و شجاعت و عفت اور انکا مجموعہ عدالت ہے۔ عدالت سے حسن تدبیر اور تیزی ذہن اور رائے صائب اور دقائق اعمال اور نفس کی پوشیدہ آفات کا معلوم کرنا اور دلیری اور کرم اور شہامت اور جوانمردی اور تواضع اور علم و استقلال اور غصہ کا

فرو کرنا اور وقار اور سخاوت اور حیا اور صبر اور چشم پوشی اور قناعت اور تقوے اور ما علے وصلگی اور لطافت اور بے طمع ہونا پیدا ہوتا ہے۔ بداخلاق زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ ہر چیز کا ایک وسط ہوتا ہے اور دو طرفیں ہوتی ہیں۔ وسط محمود اور طرفیں مذموم ہوتی ہیں۔ طرفین میں ایک طرف افراط کی ہوتی ہے اور دوسری طرف تفریط کی ہوتی ہے۔ اور وسط معتدل ہوتا ہے علم کے افراط کو گربزی اور غضب کے افراط کو تہور اور شہوت کے افراط کو شرہ کہتے ہیں اور تینوں کے مجموعہ کو ظلم بولتے ہیں۔ ظلم سے مکر اور فریب اور کینہ اور خبث باطن اور کبر اور شیخی اور بیرحمی اور غصہ سے جلنا اور پندار اور حرص اور بے حیائی اور اسراف اور عیال پر کم خرچی اور بخل اور ریا اور بیحرمتی اور لغو و فحش اور حسد اور شماتت اور فقرا کو ذلیل جاننا پیدا ہوتا ہے۔ علم کی تفریط کو حمق اور غضب کی تفریط کو نامردی اور شہوت کی تفریط کو جمود۔ اور تینوں کے مجموعہ کو جفا کہتے ہیں۔ جفا سے ناتجربہ کاری اور بے شعوری اور نادانی اور نامردی اور خواری اور ذات اور خوف اور خست اور پست وصلگی اور دون ہمتی اور جلدی منقبض ہونا پیدا ہوتا ہے۔

اجمالاً کل نیک اور بداخلاق ذکر کیے گئے۔ اگر ہر ایک نیک اور بدخلق کی جدا جدا تعریف کی جائے تو مضمون طویل ہو جاتا ہے۔ اس لیے میں ہر ایک کی تعریف قلم انداز کرتا ہوں۔

(سوم) انسان کے ذمے لوگوں کی ذمہ داریاں۔ انسان پر حقوق ہیں۔ والدین کے رشتہ داروں کے۔ اولاد کے۔ میاں بی بی کے۔ ہمسایوں کے۔ قوم کے۔ حاکم کے۔ اور تمام کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۔ اور اللہ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھیراؤ۔ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور قرابت والے پڑوسیوں اور اجنبی پڑوسیوں اور پاس کے بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو تمہارے قبضہ میں ہیں ان (سب) کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔ اللہ ان لوگوں

کو دوست نہیں رکھتا جو اترائیں (اور) بڑائی مارتے پھریں۔ آپ بخل کریں اور سوکریں دوسرا
لوگوں کو بھی بخل کرنے کی صلاح دیں اور اللہ نے اپنے فضل سے انکو جو کچھ دے رکھا ہے
اُسکو چھپائیں اور ہم نے اُن لوگوں کے لیئے جو (ہماری نعمتوں کی) ناشکری کریں ذلت کا
عذاب تیار کر رکھا ہے۔ جب سلوک کرنے کی تاکید ہے تو بدسلوکی کی ممانعت ہوئی۔

(چہارم) انسان کے ذمہ دوسری مخلوق کی ذمہ داریاں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا مِنْ
دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۚ مَا فَرَّطْنَا
فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝ اور جتنے حیوانات زمین میں
(چلتے پھرتے) ہیں اور جتنے پرند اپنے دو پروں پر اُڑتے اُڑتے پھرتے ہیں یہ سب بھی
تم لوگوں کی طرح مخلوقات ہیں لوح محفوظ میں (سب لکھی ہوئی موجود ہیں) ہم نے (لکھنے
سے) کوئی چیز فروگذاشت نہیں کی۔ پھر قیامت کے دن سب کے سب اپنے پروردگار کے
حضور میں لا حاضر کئے جائیں گے۔

نیز رسول اکرم ص نے فرمایا ہے کہ تمام مخلوق خدا کا عیال ہے اور مجھ کو وہ شخص اچھا
معلوم ہوتا ہے جو اس کے عیال کے ساتھ اچھا ہو۔ پس انسان کو لازم ہے کہ خدا کی کسی
مخلوق کو ایذا نہ پہنچاوے نہ حشرات الارض کو نہ چوپایوں اور پرندوں کو اور نہ خزندوں اور
درندوں کو۔ نہ بلا ضرورت اُن کا شکار کرے۔ یہاں تک کہ اُن حیوانات کو بھی نہ مارے اور نہ
ایذا دیوے۔ جن کو لوگ موذی جانور کہتے ہیں۔ جیسے شیر یا پلنگ یا چیتا یا بھیڑیا یا سانپ
یا بچھو یا اور درندہ یا گزندہ حیوان۔ کیونکہ کوئی درندہ یا گزندہ جانور انسان کو بالارادہ نقصان
نہیں پہنچاتا۔ وہ انسان کو اپنے خالق کا خلیفہ اور اپنا آقا جانتے ہیں۔ حملہ دو صورت میں
کرتے ہیں یا تو اس وقت کہ جس وقت اُن کو جان کا خطرہ ہو۔ اور انسان سے اسکو حفاظت
خود اختیاری کا زیادہ علم ہے ؎

ازاں مار برپائے راعی زند ۔۔۔ کہ ترسد سرش را بکوبد بسنگ

یا اُس وقت کہ انسان اکیلا اور بے پناہ ہو اور کسی درندہ کو کھانے کے لیئے اور شے نہ ملی
ہو تو اسوقت انسان کو مار ڈالتے ہیں۔ کیونکہ وہ بہ نسبت انسان کے مسئلہ بذا سے بخوبی واقف

واقف ہیں۔ فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ پھر جو بھوک سے بیقرار ہو (اور) گناہ کی طرف اسکا میلان نہ ہو اور وہ بمجبوری کوئی حرام چیز کھالے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ؀

جب انسان انسان ہوتا ہے اور اپنے قلب کو اخلاق رذیلہ سے پاک کرتا ہے تو تمام خوفناک حیوانات اس سے انس کرتے ہیں محبت کرتے ہیں۔ شیر اور چیتا وغیرہ اسکے پاؤں اور ہاتھ چاٹتے ہیں۔ اور اسکے ساتھ ایسے کھیلتے ہیں۔ جیسے گھر کے کتے اور بچے اپنے محسن سے کھیلتے ہیں۔ جو کوئی اپنی روح حیوانی یعنی نفس کا تزکیہ کرتا ہے۔ اُسکی روح حیوانی روح انسانی کی شکل اختیار کرتی ہے۔ اور اسکو کوئی شئے ضرر نہیں دے سکتی۔ یہاں تک کہ عناصر بسیط مثل آگ پانی مٹی اور باد اسکو تکلیف دینے پر قادر نہیں ہوتے۔ نہ آگ اس کو جلاسکتی ہو۔ نہ پانی اسکو ڈبو سکتا ہے نہ مٹی اسکو سڑا سکتی ہے۔ نہ ہوا اسکو اسکے خلاف مراد کہیں پھینک سکتی ہے۔ اور نہ کوئی کرامت ہے نہ خرق عادت معمولی واقعہ ہے ؀

یہ گھر افغانستان علاقہ غیر کے عین سرحد پر واقع ہے۔ جہاں پہاڑ اور ویرانے قریب ہیں۔ میں نے کئی راتیں ویرانوں میں تن تنہا کاٹی ہیں۔ اور کئی درندہ جانوروں سے ملنے کا اتفاق بھی پیش آیا ہے۔ مگر نہ میں اُن سے ڈرا ہوں اور نہ وہ مجھ سے ڈرے ہیں اور نہ اُنہوں نے مجھپر کبھی حملہ کیا ہے اگر یہ معاملہ رازداری کا نہ ہوتا تو میں اور واقعات بھی بیان کرتا۔ مگر اتنا کافی ہے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ میں ولایت یا کرامت کا مدعی نہیں ہوں۔ صرف یہ فخر مجھکو حاصل ہے کہ میں انبیاء علیہم السلام کا پیرو اور اولیائے عظام کا غلام اور خاکِ پا ہوں۔ اس تمام بیان کا ماحصل یہ ہے کہ انسان دیگر مخلوق کو تکلیف نہ دے۔ جو جانور اُسکے قبضہ میں ہوں۔ اُن کو پانی و چارہ کافی طور سے دیوے۔ اُن پر اُن کی طاقت سے زیادہ سواری نہ کرے۔ نہ اُن پر زیادہ بوجھ لادلیوے۔ غرض کہ ہر طرح سے اُن کی خبرگیری کرے۔ پس جس شخص نے اپنے ذمہ کے تین فرائض ادا کئے یعنی خدا و خدا کے ملائک اور خدا کی کتابوں اور انبیاء اور رسل اور آخرت پر ایمان لایا اور یہ جانا کہ انسان کو بھلائی اور برائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچتی ہے۔ اور مرنے کے بعد جی اُٹھنا ہوگا

اور خدا کی عبادت اخلاص سے کرتا رہا۔ اور کسی کو اسکے ساتھ ذات اور صفات اور افعال میں شریک نہ جانا۔ اور اپنے نفس کو اخلاق رذیلہ مثل کبر اور عجب اور بخل اور اسراف وغیرہ سے پاک وصاف رکھا۔ اور اخلاق حسنہ مثل تواضع اور صبر اور سخاوت اور توکل وتسلیم وتفویض ورضا کی محافظت کرتا رہا۔ اور ابنائے جنس اور رشتہ داروں سے نیک سلوک جاری رکھا اور دیگر مخلوق اور حیوانات پر رحم اور مہربانی کرکے انکو ایذا دینے سے پرہیز کرتا رہا تو ایسا شخص شاکر کہلاتا ہے جیسا کہ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا میں مذکور ہے یہ شخص دنیا میں بھی خوش اور آخرت میں بھی آسودہ ہوگا۔ ایسے شخص کو ولی اللہ کہتے ہیں۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۞ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یاد رکھو خاصان خدا ایسے امن میں ہیں کہ قیامت کے دن انپر نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ کسی طرح پر آزردہ خاطر ہونگے یہ (وہ لوگ ہیں) جو ایمان لاتے اور (خدا سے) ڈرتے رہے۔ ان کیلئے دنیا کی زندگی میں بھی (عافیت کی) خوشخبری ہے۔ اور آخرت میں بھی (نجات کی) خدا کی باتوں میں ادنے بھی فرق نہیں آتا یہ بڑی کامیابی ہے۔ دنیا میں ذوق وشوق اور مشاہدہ ہوتا ہے جن کو حالات کہتے ہیں اور آخرت میں لذت امر تعالیٰ اور جنت نعیم ہوگا۔ یہ لوگ تعصب قومی اور تعصب مذہبی سے پاک ہوتے انبیاء اور علماء کے بالکل پیرو۔ انہیں کے قدم بقدم پر چلتے ہیں۔ اور اپنی رائے اور خواہش نفسانی کو کسی کام میں دخل نہیں دیتے ہیں وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ اور ایسے لوگ تعداد میں تھوڑے ہوتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِنْهُمْ بِفَضْلِكَ وَكَرَمِكَ يَا ... آمین +

یہی کو اسلام کہتے ہیں۔ اور انہیں لوگوں کو مسلم اور شکور کہتے ہیں جو لوگ کے ماسوا ہیں وہ ناشکرے اور کفور کہلاتے ہیں۔ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا میں انہیں کی طرف اشارہ ہے کفور کئی طرح کے ہیں ایک تو وہ ہیں کہ بغیر دنیادی مال جاہ اور اکل وشرب اور دیگر شہوات بہیمی کے اور کچھ مطلب نہیں جانتے ہیں نہ اپنے خالق کے

قائل ہوتے ہیں نہ انبیاء اور کتب مقدسہ کو مانتے ہیں نہ قیامت کا یقین رکھتے ہیں آخرت وبعثت کو مُلاؤں کے ڈھکوسلے جانتے ہیں۔ اُنکی ظاہری ٹیپ ٹاپ اور مدارات اور منافقانہ برتاؤ صرف دنیاوی اغراض کے لیے ہوتا ہے۔ اگر غرض نہ ہو تو ظاہری اور لباسی سلام علیک وعلیک بھی موقوف۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیاوی اور نفسانی خواہشات اُنکی معبود۔ مقصود ہم معبود ہم۔ اُنکے مقاصد اُنکے معابد جن کی نسبت خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (اے پیغمبر) بھلا تم نے اس شخص (کے حال) پر (بھی) نظر کی جس نے اپنی خواہش (نفسانی) کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور علم ہوتے ساتے اللہ نے اسکو گمراہ کر دیا ہے اور اُسکے کانوں پر اور اُسکے دل پر مُہر لگا دی ہے اور اُسکی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ خدا کے (گمراہ کیے) پیچھے اسکو کون ہدایت دے سکتا ہے کیا تم لوگ غور (و فکر) کو کام میں نہیں لاتے اور کہتے ہیں ہماری تو یہی دنیا کی زندگی ہے اور بس یہ (یہیں) مرتے ہیں اور (یہیں) جیتے ہیں۔ اور زمانہ ہی ہم کو (ایک وقت خاص تک زندہ رکھکر) مار دیتا ہے۔ اور انکو اسکی کچھ تحقیق تو ہے نہیں یہ تو نرے اٹکل کے تکے چلاتے ہیں۔ اور جب اُنکو ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھکر سنائی جاتی ہیں تو بس یہی کٹ حجتیاں کیا کرتے ہیں کہ (مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ اگر تم (اپنے دعوائے قیامت میں) سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو (جلا اُٹھا کر ہمارے سامنے) لا موجود کرو (اے پیغمبر تم ان لوگوں سے) کہو کہ اللہ ہی تم کو زندہ رکھتا ہے پھر (وہی) تم کو مارتا (بھی) ہے پھر (اسی طرح) قیامت کے دن جس (کے ہونے) میں کچھ بھی شبہ نہیں وہ تم کو (دوبارہ جلا کر حساب کے لیے ایک جگہ

اکنہاد بھی بر کرے گا۔ مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے ۔

یہ اکثر مالدار اور دولتمند اور تندرست لوگ ہوتے ہیں جیسے نمرود و فرعون یا ان کے بھائی بند جو آپ بھی تمام دنیا میں موجود ہیں۔ انکو دہریہ اور ملحد کہتے ہیں۔ انکی درستی کی بہت کم امید ہوتی ہے۔ بعض کفور وہ ہوتے ہیں کہ نیک کام کرتے ہیں اور اپنے نفس کی ذمہ داریاں پوری کرتے ہیں۔ اور انکے اخلاق درست ہوتے ہیں۔ اور ابنائے جنس اور دیگر مخلوق کے ساتھ نیک سلوک رکھتے ہیں مگر وہ اپنے خالق کے منکر ہوتے ہیں جیسے جین مت یا بدھ مذہب والے لوگ۔ اور بعض ان میں سے خالق کے قائل ہوتے ہیں مگر انبیاء اور قیامت کا انکار کرتے ہیں۔ جیسے برہمو سماج وغیرہم۔ پس ایں لحاظ لوگ تین فرقوں پر منقسم ہوئے ایک وہ جو صراط المستقیم پر ہیں۔ یہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں اور انکو منعم علیہم کہتے ہیں۔ یہ وسط اور معتدل ہوتے ہیں۔ دوم وہ جو درجہ افراط میں ہیں اور اپنی طبیعت کی پیروی کرتے ہیں۔ اور بجز دنیاوی جاہ و جلال کے اور کچھ نہیں چاہتے ہیں وہ دہریہ اور ملحد اور اہل دنیا کہلاتے ہیں۔ اور انکو مغضوب علیہم کہتے ہیں۔ تیسرے وہ جو سالک ہوتے ہیں مگر خطا کا رستہ چلتے ہیں کہ اپنے خالق اور انبیاء اور قیامت کو نہیں مانتے ہیں۔ انکو گمراہ اور ضالین کہتے ہیں۔ بعض وہ لوگ ہوتے ہیں کہ ان تینوں فرقوں میں سے ایک کے مشابہ ہوتے ہیں۔ بعض انبیاء اور صدیق اور شہداء اور صالحین کے مشابہ بعض دہریوں کے مشابہ بعض گمراہوں کے مشابہ ہوتے ہیں اور وہ اس فرقہ کے ساتھ ہونگے جن کی وہ مشابہت کرتے ہیں۔ المرء مع من احب۔ آدمی اس آدمی کے ساتھ ہوگا۔ جس سے وہ محبت کرتا ہے اور مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ جو شخص جس قوم کے ساتھ مشابہت کرے گا۔ وہ اسکے ساتھ ہوگا ۔

اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ تعالٰی کفران کے اسباب پر دوسرا مضمون لکھونگا یہ مضمون اتنا کافی ہے ۔

حاجی محمد اسد کاکاخیل اویسی

۴۸۶

قربانی کی سری

کہنے کو میرا نام لیلیٰ ہے مگر زندگی مجنوں سے زیادہ مصیبتوں میں کٹی ہے۔ اللہ بخشے اباجان کو۔ بڑے متقی پرہیزگار اور دیندار آدمی تھے۔ اُنکے ہاں دس بارہ بچے ہوئے مگر سب مر گئے۔ بڑہاپے میں خدا نے میری صورت دکھائی۔ اسواسطے ماں باپ کا مجھپر جتنا پیار ہوتا تھوڑا تھا۔ دنیا جہان کی نعمتیں میرے لیئے تیار رہتی تھیں۔ اور اماں جان کا تو یہ عالم تھا کہ میں دس برس کی ہوتی تھی ہمیشہ انکی گود میں بیٹھکر روٹی کھاتی تھی +

ہمارے ہاں خدا کا دیا سب کچھ موجود تھا۔ اباجان کا ملیبار میں بہت بڑا سوداگری کاروبار تھا۔ مگر مدراس میں تھا وہ چھ مہینے دکان پر رہتے اور چھ مہینے گھر پر۔ جب میری عمر چودہ سال کی ہوئی تو ابا ستر برس کے تھے اور اماں پچاس برس کی۔ اباجان تین حج پہلے کر چکے تھے۔ مگر اُن کا شوق پورا نہ ہوتا۔ ہمیشہ مکہ شریف اور مدینہ شریف میں اُن کا جی پڑا رہتا تھا۔ بار بار کہتے۔ خدا وہ دن کرے کہ ہم ہجرت کرکے عرب کے ملک میں چلے جائیں +

آخر اُن کی تمنا پوری ہوئی۔ سارا گھربار اور تجارتی اثاثہ فروخت کرکے ہندوستان سے ہجرت کی۔ اور مکہ جاکر آباد ہوگئے۔ ایک حج تو ساتھ خیر کے ہوگیا۔ دوسرے حج سے پہلے میری شادی کا سامان شروع ہوا مدراس کے ایک سوداگر کے ہاں میری نسبت ٹھیر چکی تھی وہ اور اُن کا لڑکا حج کرنے آئے تھے۔ اور بات یہ ٹھیری تھی کہ حج کرکے نکاح ہوجائے۔ اور لڑکا مکہ ہی میں کاروبار شروع کرلے +

قسمت کو پلٹتے دیر نہیں لگتی۔ خالی ذیقعدہ کے مہینے کا ذکر ہے کہ ایک دن اتفاق سے گھر میں آگ لگ گئی۔ اور آن کی آن میں سارا سامان جلکر راکھ ہوگیا۔ جو کپڑے بدن پر تھے وہی باقی بچے +

مگر خیر یہ ہوئی کہ ابا نے دو لاکھ روپیہ ایک کاندار کے ہاں جمع کرا دیا تھا۔ ورنہ پردیس میں بڑی مشکل ہوتی +

ابا جان کو اس آگ کا اتنا صدمہ ہوا کہ وہ بیمار پڑ گئے۔ اور بقرعید کا چاند دکھائی دیا تو اُن کی حالت بہت ہی خراب ہونے لگی ۔

جنسے میں منسوب تھی۔ اُنہوں نے ڈاکٹری بھی پڑھی تھی۔ اور علاج وہی کرتے تھے لیکن مرض برابر بڑھتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جس روز حاجی لوگ عرفات میں چلے ہیں تو ابا جان کی حالت بہت غیر تھی۔ مگر انہوں نے اس عالم میں اصرار کیا کہ مجکو عرفات لے چلو۔ ہر چند سمجھایا۔ مگر وہ نہ مانے۔ آخر مجبوراً اُن کو چارپائی پر ڈالکر عرفات لے گئے۔ اور حج کے دن وہ وہاں پہنچ گئے ۔

خدا کی گود میں موت

جسوقت قاضی صاحب خطبہ پڑھ رہے تھے۔ دعائیں مانگی جارہی تھیں۔ عرفات کی پہاڑیوں کو میں حسرت سے دیکھ رہی تھی۔ کیونکہ اِسوقت میرے باپ کا آخری وقت تھا اور وہ دم توڑ رہے تھے ۔

ابا جان مرتے دم تک ہوشیار رہے۔ جب اُن کا سانس اُکھڑا تو اُنہوں نے اماجان سے کہا لو بی رخصت۔ ہم تو دنیا سے جاتے ہیں۔ اور تم کو اُس کے سپرد کرتے ہیں جسکے نام کیساتھ بیٹی منسوب ہے۔ میں بڑا خوش نصیب ہوں کہ خدا کی گود میں جان دیتا ہوں ۔

اس کے بعد اُنہوں نے میرے زانو پر سر رکھدیا۔ اور کہا:۔ الٰہی! یہ لڑکی تجکو سونپتا ہوں۔ اے اس بیابان کو نوازنے والے مولیٰ۔ اب یہ اجاڑ غنچہ تیرے حوالہ کرتا ہوں۔ میں نے جیتے جی اسکی دلداریاں کیں۔ دیکھئے میرے بعد اسکا کیا حال ہو گا۔ بیٹا لیلی! صبر کرنا خاندان کی عزت۔ آبرو کے موافق رہنا۔ تمہاری گزر اوقات کے واسطے دولاکھ سے کچھ کم روپیہ موجود ہے۔ ڈاکٹر جباسی کو میں نے تمہارا خاوند تجویز کیا ہے۔ وہ مجکو بہت نیک معلوم ہوتا ہے۔ امید ہے کہ تم کو آرام سے رکھیگا ۔

یہ کہتے کہتے اُن کا سانس زیادہ خراب ہو گیا۔ اور پھر دو ہچکیوں پر کام تمام تھا۔ اماجان نے اُن کا سر میرے زانو سے اتارا۔ اور بے اختیار رونے لگیں۔ مگر مجکو رونا تو نہ آیا۔ البتہ غش کھاکر گر پڑی۔ اور اُسوقت تک ہوش نہ آیا۔ جبتک کہ لوگ جنازہ کو دفن کرکے نہ آگئے ۔

شادی خانہ بربادی

اہل کے چہلم کے بعد ڈاکٹر جباری سے میری شادی ہوگئی۔ اور انہوں نے دکان دار سے سب روپیہ لیکر ایک ذاتی دکان مکہ میں کھول لی۔ روپیہ قبضہ میں آتے ہی ڈاکٹر جباری نے آنکھیں دکھانی شروع کیں۔ اور ایک دوسری شادی کر لی۔ اما جان کو یہ بات نہایت ناگوار گزری۔ مگر میں نے اُنکو سمجھا کر خاموش کر دیا ہے اور کہا کہ جب شریعت نے مردوں کو چار نکاحوں کی اجازت دی ہے تو تم کو روکنے کا کوئی حق نہیں ہے +

یہ دوسری عورت بھی ہندوستان کی تھی۔ اور اُس کا مزاج نہایت خراب تھا ہمیشہ میرے خلاف خاوند کو لگایا کرتی تھی +

ایک دن ڈاکٹر جباری نے مجھ سے کہا کہ جدہ میں جہاز سے مال اُتروانے کے لیے جاتا ہے۔ ہفتہ بھر کے بعد آؤنگا۔ تمہارا جی اچھا نہیں ہے۔ دوسری بیوی کو ہمراہ لے جاتا ہوں۔ میں نے بخوشی اجازت دیدی۔ لیکن جب آٹھ دن گزر گئے اور وہ نہ آئے تو مجھے فکر ہوا دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب دکان ایک دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر کے ہندوستان چلے گئے۔ یہ سن کر تو میرے ہوش باختہ ہوگئے۔ ڈاکٹر جباری نے زیور تک فروخت کر کے دکان میں لگا دیا تھا۔ گھر میں ایک چیز ایسی نہ تھی جسکو بیچکر کچھ دن بسر کرتے دو چار ہفتے تو قرض پر کام چلا۔ لیکن جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ انکے پاس دینے کو خاک نہیں تو وہ بھی ہاتھ کھینچنے لگے۔ اور نوبت فاقوں کی آگئی +

میں نے عمر میں کاہے کو فاقہ کیا تھا۔ پہلے ہی وقت ہاتھ پاؤں میں سنسناہٹ ہونے لگی۔ اور دوسرے وقت تو بچھونے سے اٹھنا دوبھر ہوگیا۔ اماں زار و قطار روتی تھیں۔ اور خدا سے دعائیں مانگتی تھیں +

تیسرے وقت مغرب کے بعد اماں نے کہا۔ چل بُوا کعبہ کا غلاف پکڑ کے پروردگار سے فریاد کریں۔ شاید کوئی صورت ایسی نکلے کہ ہماری یہ مصیبت دور ہو۔ وہاں جاکر اُنہوں نے یہ دعا مانگی۔

کعبہ کا پردہ تھام کر دعا

گنہگاروں کے پردہ پوش خدا۔ ہم تیرا دامن پکڑنے آئے ہیں۔ ہمکو سہارا دے اور اپنے

سایہ میں سے ۔ اے ٹوٹی ہوئی امیدوں کے جوڑنے والے۔ اے لاچاروں کے چارہ کار۔ اے بے پناہوں کے حامی۔ ہم پر رحم کر۔ ڈگمگاتی ناؤ کو پار لگادے ۔

پردیس میں تیرے سوا کس کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ تجھ بن کون ہماری بپتا کو جانتا ہے ۔ تو پتھر کے اندر رہنے والے کیڑے کو روٹی دیتا ہے ۔ ہمیں کیوں بھول گیا ۔

الٰہی ہم اس مقام پر تیری دہائی دیتے ہیں جو سارے جہان کے لئے امن کا گھر ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جسکو تیرے پیارے رسولوںؑ نے تعمیر کیا ۔ اور تیرے حبیب محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم جسکے گرد پھرے ۔ صدقہ ان پیغمبروں کا جو اس خاک میں دفن ہیں۔ صدقہ ان پاک ارواح کا جنہوں نے تیرے اس گھر کا طواف کیا ۔ صدقہ اس کملی والے شہنشاہ کا جو اس گھر کے سامنے تیرے نام کی تکبیر بلند کرتا تھا ۔

خدایا تیری وہ بے کس بندیاں تیرے آگے سر جھکاتی ہیں اور تیرے پیارے رسولؐ کی نورچشم فاطمہ زہراؓ کا واسطہ دیتی ہیں جو اس پاک زمین میں چکی پیس کر دن کاٹتی تھیں اور ان معصوم شہیدوں کا وسیلہ چاہتی ہیں جو تیرے نام کی حرمت پر کٹ کر مر گئے ۔

پروردگار۔ بھوک سے کلیجہ منہ کو آتا ہے ۔ بے بسی کے خیال سے دل اڑا جاتا ہے۔ ہم بے وطن ہیں۔ لاوارث ہیں ۔ اس زمین پر تیرے سوا ہمکو کوئی پشت پناہ نظر نہیں آتا۔ اپنی رحمت کے دروازے کھول ۔ غیب کے خزانے سے روزی بھیج ۔ اور دنیا کی رسوائی سے بچا ۔ اور جس طرح ہمیشہ عیش آرام سے رکھا ۔ باقی عمر بھی اسیطرح بسر کرا دے ۔ آمین ۔ آمین ۔

اماں جسوقت یہ دعا مانگتی تھیں۔ میرا سینہ شق ہوا جاتا تھا۔ آنسو امڈے آتے تھے ۔ اور بھوک کے سبب چکر چلے آتے تھے ۔

تھوڑی دیر کے بعد گھر میں چلے آئے ۔ اور بھوکے پیاسے پڑ رہے ۔ خبر نہیں۔ اماں کو نیند آئی یا نہیں۔ مگر مجھپر تو ایک طرح کی غشی طاری ہو گئی ۔ اور میں نے دیکھا کہ گویا میں سمندر میں غوطے کھا رہی ہوں ۔ اور میرا سانس بے قابو ہوا جاتا ہے اتنے میں ایک کشتی آئی اور اسکے آدمیوں نے مجکو نکال لیا۔ اور کشتی میں ڈال لیا وہاں ایک ہرن کھڑا تھا۔ وہ ہرن مجھسے کہنے لگا کہ اپنی صندوقچی کی روٹی تو کھالو۔ سمندر میں کیوں چلی آئیں ۔

یہ خواب دیکھکر یکایک میں چونکی۔ اور اُٹھکر صندوقچی کو دیکھا تو اُس میں پچیس اشرفیاں رکھی تھیں۔ میں حیران ہوگئی کہ الٰہی یہ کہاں سے آئیں۔ اشرفیوں کے نیچے ایک خط بھی رکھا تھا۔ کھولکر پڑھا تو ڈاکٹر جباری نے لکھا تھا کہ میں ہندوستان جاتا ہوں۔ میں تمہارے ساتھ زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ تم کو طلاق دیتا ہوں۔ اور یہ پچیس اشرفیاں تمہارے خرچ کے واسطے رکھتا ہوں۔ فی امان اللہ +

طلاق کا لفظ دیکھکر بے اختیار میرے منہ سے آہ نکلی۔ اور میں پچھاڑ کھاکر گر پڑی۔ میری چیخ سنکر اماں ہوشیار ہوگئی۔ اور انہوں نے اُٹھکر مجکو گود میں لے لیا اور گھبراکر پوچھنے لگیں۔ لیلیٰ۔ لیلیٰ۔ خیر تو ہے۔ بیٹی کیا ہوا۔ اسوقت میں نے اُنسے سارا حال بیان کیا تو وہ بہت دیر تک روتی رہیں +

گھر کی یاد

اشرفیاں ملتے ہی دلکو صبر آگیا۔ بھوک بھاگ گئی۔ اور ہم آرام سے پڑکر سو گئے۔ صبح کو کھانا منگایا۔ اور خوب پیٹ بھرکر کھایا۔ اماں بولیں۔ اب کس کے سہارے یہاں رہیں۔ چلو ہندوستان چلیں۔ وہاں تمہارے ننھیال یا ددھیال میں شاید کہیں رہنے کا ٹھکانا ملجائے۔ چنانچہ دو چار روز کے بعد مکہ سے روانہ ہوکر جدہ آئے۔ اور سوداگری جہاز میں سوار ہوکر کراچی چلدیے۔ کیونکہ یہ جہاز وہیں جارہا تھا +

اگرچہ ظاہر میں اب اطمینان کی صورت نکل آئی تھی۔ مگر قسمت کو ابھی بہت سے کرشمے دکھانے تھے۔ پھر انقلاب شروع ہوا۔ یعنی اماں بیمار ہوئیں۔ اُنکو ہیضہ ہوگیا تھا۔ ایک رات میں چٹ پٹ ہوگئیں۔ اسوقت کوئی میرے دل کی حالت دیکھتا کہ بالکل تھم گیا تھا۔ اور مجھپر ایک سناٹا طاری تھا +

جہاز والوں نے اماں کی لاش سمندر میں پھینک دی۔ اور میں کلیجہ پکڑ کر رہ گئی۔ اُسوقت جو بیان بے اختیار میرے منہ سے نکلا تھا۔ اُسکو آج یاد کرتی ہوں تو وہی سماں آنکھوں میں آجاتا ہے میں اُسوقت دیوانی سی ہوگئی تھی۔ جہاز کے کٹہرے کو چمٹ کر بے تحاشا چیخنا شروع کیا +

اماں۔ اماں۔ کہاں چلیں۔ مجکو ساتھ لے چلو۔ ارے بی۔ مجھ دکھیاری کو کس پر چھوڑا۔

مجھلیو: میری اماں کو اوپر اٹھادو۔ پانی خدا تو ہی آگے آجا۔ میں اپنی اماں سے گلے تو مل لوں۔ ارے یہ جہازی بڑے بے ترس ہیں۔ کیسی بے دردی سے اماں جان کو سمندر میں ڈال دیا۔

ہائے میں اکیلی ہوں۔ ہائے میں تمہاری لاڈلی تھی۔ اماں بی، تم مجھ سے کیوں روٹھ گئیں۔ خدا کے لیے میں ہاتھ جوڑتی ہوں مجھے معاف کرو۔ اور ذرا مجھ سے مل جاؤ۔

زندگی ایک بلبلا تھا۔ وہ ٹوٹ گیا جان ایک بجلی تھی چمک کر چھپ گئی۔ اماں ایک سایہ تھیں جو موت کی دھوپ میں جاتا رہا۔ وہ جی گئیں۔ میں مر گئی۔ وہ پار اتر گئیں۔ میں اُدھر بیچ ڈبکیاں کھاتی رہ گئی۔

لہروں میں سوئیں۔ موجوں میں پاؤں پھیلائے۔ آنکھوں کو بند کیا۔ ہاتھ سمیٹ لیے زبان پر قفل لگا دیا۔ کان بہرے ہوگئے۔ ہائے آسمان کے تارے مجھ پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ چاند میری چٹکیاں لیتا ہے۔ دیکھو یہ خلاصی کالی گھٹا کا بھائی ہے۔ بڑا ہی قصائی ہے۔ اس نے اماں کو سمندر کی قبر میں ڈال دیا۔

آہا ہا وہ سورج نکلا کرن کو کفن پہناؤ۔ سمندر میں ڈالو۔ سمندر میں کونسی سہیلی ہے جس سے ملنے تم چلی گئیں لیلیٰ جہاز کے تختہ پر کھڑی ہے۔ ہاں بی اب تمہیں اسکی کیا پڑی ہے۔ اچھا جاؤ دریا کی سہیلی کو بیٹی بناؤ۔ میں بھی مرے جاتی ہوں۔ ابا جان کو قبرستان سے بلواتی ہوں۔

جہاز والے میری یہ مجنونانہ باتیں سنکر افسوس کرتے تھے۔ آخر انہوں نے اس اندیشہ سے کہ کہیں میں سمندر میں نہ گر پڑوں مجکو ایک کوٹھری میں بند کر دیا۔

موزکا پر

جہاز کراچی پہنچا۔ کنارے پر اتری۔ یہ میرا وطن تھا۔ نہیں وہ ملک تھا۔ جس سے سیکڑوں کوس دور مدراس میں پیدا ہوئی تھی۔ مجکو یہ زمین اتنی پیاری نظر آئی کہ میں نے در و دیوار کو اپنا لخت جگر سمجھا۔ میں نے کہا کہ یہ میرا دیس ہے۔ جس پر ہر آدمی کو فدا ہونا چاہیے۔ اے خاک میں تجکو کیونکر گلے لگاؤں۔ آج تجھپر کوئی وجود ایسا آباد نہیں ہے۔ جو مجکو لینے جہاز تک آتا۔ تو ذرا تو ہی اُٹھ۔ اور میرا استقبال کر۔ جب میں نے اس سرزمین سے کوچ کیا تھا تو ہزاروں آدمی

پہچاننے آتے تھے۔ وہ سب دولت کے ساتھی تھے۔ دنیا کی رشتہ داری کے ساتھی تھے آج میرا کوئی پرسان حال نہیں۔ کیونکہ قدرت نے میرے رشتے کاٹ ڈالے۔ میری دولت چھین لی۔ تف ہے دنیا کی خودغرضانہ محبت پر۔ میں اس خیال کو اپنا سمجھتی ہوں جو مجھہ میں اور تجھہ میں ہے۔ وطن کی زمین نسبت الفت ہے یہ خیالی محبت میرے لئے کافی ہے ؛

میں اتری۔ برقع سر پر تھا۔ اسباب قلیوں کے ساتھ تھا۔ وہ پوچھتے تھے کہاں چلوگی میں کہتی تھی۔ جہاں پاہو چلو کہ یہ سارا ملک ہے اللہ کا ہے۔ انہیں کیا خبر تھی کہ میرے دلپر کیسے زخم ہیں اور انکی تکلیف میں میرے منہ سے نکلتا ہے ؛

آخر انہوں نے ایک ہوٹل میں پہنچا دیا۔ اور میں وہاں اتر پڑی رہی۔ یہ ہوٹل ایک عیسائی کا تھا۔ اس سے میں نے اپنی رام کہانی کہی تو اس نے بہت افسوس کیا۔ اور مجھکو مشورہ دیا کہ تم پڑھانے کی نوکری کرو تو میں تم کو نوکر کرا دوں۔ میں نے منظور کیا۔ اس نے ایک گرجا کے پادری سے میری سفارش کی۔ اور پادری نے اپنی لڑکیوں کو عربی بول چال سکھانے کے لئے تیس روپے ماہوار پر مجکو رکھہ لیا ؛

چونکہ پادری صاحب کے مکان میں بہت گنجایش تھی۔ اس لئے میں ہوٹل سے اٹھکر انکے ہاں چلی گئی۔ اور وہیں رہنے لگی ؛

یہ لڑکیاں بہت ملنسار تھیں۔ میرا جی ان سے بہل گیا۔ اور آرام سے دن کٹنے لگے ایک دن کا ذکر خانساماں نے مجھسے کہا کہ شہر میں کوئی بڑے پیر آئے ہوئے ہیں۔ اور ہزاروں آدمی انکے مرید ہو رہے ہیں۔ مجھے بھی شوق ہوا کہ انکی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت ہو جاؤں شاید انکی دعا سے میری زندگی سنبھل جائے ؛

پادری صاحب سے دریافت کیا۔ انھوں نے بخوشی اجازت دی۔ گاڑی منگاکر میں شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اتفاق سے اسوقت عورتیں جمع تھیں اور شاہ صاحب انکو نصیحت کررہے تھے انھوں نے فرمایا:-

تم عورتوں نے دنیا کی تکلیف کو بڑھا دیا ہے۔ فتنہ و فساد تمہارے سبب ہوتے ہیں تمہاری عقل کا نقص مردوں کے کمالات پر بھی اثر ڈالتا ہے۔ تم کو چاہیئے کہ ہر کام کو اسکا انجام سوچ کر

کیا کرو کیونکہ تم دل میں بات آتے ہی اسکی طلبگاری کرنے لگتی ہو اور وہ پوری نہو تو گھر میں لڑائی برپا کردیتی ہو۔ دیکھو شریعت اسلام نے تمہارے حقوق مردوں پر قائم کیے ہیں اور میں مردوں کو ہمیشہ حکم دیا کرتا ہوں کہ وہ تمہارا حق ادا کریں۔ مگر مجھے معلوم ہے کہ تمہاری کج طبیعتوں کے سبب مرد بعض اوقات حقوق العباد کی طرف سے غافل ہو جاتے ہیں ٭

شاہ صاحب اتنا کہنے پائے تھے کہ میں نے عرض کیا۔ آپ عورتوں پر الزام رکھتے ہیں بیشک وہ کم عقل لیکر پیدا ہوئی ہیں۔ مگر بے وفائی مردوں کا خاصہ ہے مجھپر جو ظلم و ستم ایک مرد نے کیا ہے اسکا ذکر سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں ٭

شاہ صاحبؒ یہ سنکر تبسم کیا ان کے ہاتھ میں مور کا ایک پر تھا۔ اُنہوں نے یہ پر میری طرف بڑھایا۔ اور فرمایا دیکھو تو یہ کیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ سب جانتے ہیں کہ مور کا پر ہوے یہ قلب کا نشان ہے۔ دل اسی صورت کا ہوتا ہے۔ اور جس طرح اس پر کے چاروں طرف جھالر ہے۔ دل کے آس پاس بھی جذبات کی شعاعیں رہتی ہیں۔ یہ پر سات دائروں سے مرکب ہے پہلا دائرہ جو سب کے وسط میں ہے اودا ہے۔ اسکی شکل پان کی ہے۔ دوسرا دائرہ جو درمیانی دائرہ کے گرداگرد ہے سبزی مائل نیلا ہے۔ یہ ساتویں رات کے چاند کے مشابہ ہے۔ تیسرا دائرہ سنہری صندلی ہے۔ اور یہ بالکل قلب انسانی کی صورت رکھتا ہے۔ چوتھا دائرہ بالذات نہیں ہے بلکہ اس قلب کی شعاع اور کرن ہے۔ اس کا عرض آدھے چاول کی برابر ہے اور رنگ سبز ہے۔ پانچواں دائرہ بھی دائرہ قلب کی بالائی کرن ہے۔ اور یہ پر کے اوپری حصہ پر بصورت ہلال واقع ہے۔ اسکا رنگ ہلکا اودا ہے۔ چھٹا دائرہ ہلکا سیاہی و سبزی آمیز رنگ کا ہے اس دائرہ کے بعد ساتواں دائرہ بالکل سبز ہے۔ اس کی سبزی جڑوں کے پاس گہری ہے جالا بھی سے ایک رنگ ہوتی ہے۔ جھالر کا رنگ سبز اور اودا ہے ٭

لیکن جب اسکو دھوپ میں رخ بدل بدل کر دیکھو تو مختلف رنگ نظر آئیں گے یہی حال انسان کے دل کا ہے کہ وہ بھی دیکھنے کی تبدیلی سے اپنی رنگا رنگی دکھاتا ہے مگر حقیقت میں اسکا رنگ ایک ہی ہوتا ہے۔ اختلاف فقط دیکھنے اور سمجھنے کا ہے ٭

اس پر میں قدرت نے جس قدر رنگ آمیزی کی ہے وہ بھی سورج کے ماتحت ہے۔ گویا سورج

اِس پیکرِ خوب رو کا آئینہ ہے - وہ نہو تو پہر کا یہ حُسن نظر نہ آئے - تاریکی میں اِسکو دیکھو تو سیاہ معلوم ہوگا - اِس سے ثابت ہوا کہ انسان کا خیال حالات کی تبدیلی سے دہوکہ میں پڑجاتا ہی ❊

اے لیلی! اگر تیرے خاوند نے کچھ بدسلوکی کی تو اِس سے تمام مرد ملزم نہیں ہوسکتے وہ ویدکا وہ ہوکر ہے - اگر تو غور کرے تو یہ ساری مصیبت جو تجھپر گزری بڑے مزے کی معلوم ہو - اور تو سمجھے کہ دولتمندی کے زمانہ میں دُنیا کا یہ مزا تجکو نہ آیا ہوگا - جواب دیکھا - تیر تکلیف راحت کی نبھی ہے - تو اِن مصائب سے ہراساں نہو - تیری آیندہ زندگی بڑی شاندار ہوگی - اور تیرا انجام بخیر ہے - تو مقام ابراہیمی حاصل کرے گی - یعنی خدا تجھ سے ایک قربانی لے گا جو تیرے لختِ جگر کی ہوگی"

اے لیلی - میں عورتوں کو مردوں کی برابر سمجھتا ہوں - مگر آجکل کے زمانہ میں جو فوقیت عورتوں کو دیجاتی ہے - اور جس خطرناک آزادی میں اِس جماعتِ نسواں کو مبتلا کیا جاتا ہے میں اُسکے خلاف ہوں - عورت کو اُسکے تولے - اِسکے حالات - اِسکی فطرت - اِسکی خصلت کی موافق رکھنا چاہیئے - اور یہ سب عورت میں مرد سے کم ہیں - اور یہی وجہ ہے کہ جس نے اِنکے فہم میں غلطی کی - اِسکی زندگانی برباد ہوئی - اسی واسطے میں نے کہا تھا کہ دنیا میں تکلیف عورت کے باعث ہی ❊

میں حیران تھی کہ شاہ صاحب کو میرا نام کیونکر معلوم ہوا - اور اُنہوں نے میرے خاوند کی بدسلوکی کو کس طرح جان لیا مجھے یقین ہوا کہ وہ ضرور خدا کے ولی ہیں - اور میں اُسیوقت اُن کی مرید ہوگئی - اُنھوں نے مور کے پر کی نسبت جو تقریر کی تھی - اُسکا مجھپر اتنا اثر ہوا کہ میں بے حال ہوگئی - چلتے وقت شاہ صاحب نے یہ پر مجکو دیدیا - اور فرمایا یہ نوشتہ قدرت ہے - مقام ابراہیمی کے حصول کے دن اِس سے تجکو تسلی ملے گی"

پہر لیکر میں شاہ صاحب سے رخصت ہوئی - اور مکان پر پہنچی -

دوسری شادی

پادری صاحب بڑے شریف آدمی تھے - ایک دن اُنہوں نے مجھ سے کہا - تم میری بیٹی ہو تمہاری عمر ایسی نہیں ہے کہ تم بغیر شوہر کے بیٹھی رہو - تم کو شادی کرنی ضروری ہے - اگر تم منظور

کر دو تو یہاں کراچی میں ایک کروڑ پتی سوداگر سے میں تمہارا عقد کرا دوں۔ میں نے کہا کہ میں ایک شادی کا تماشہ دیکھ چکی ہوں۔ اب میرا جی اس تعلق سے بیزار ہے۔ مگر پادری صاحب نے اس خوبی سے سمجھایا کہ میں راضی ہوگئی اور دوسرے ہفتہ کراچی کے سیٹھ قاسم ہارون سے میرا عقد ہوگیا ان کی پہلی بیوی مرگئی تھیں۔ بہت لائق آدمی تھے بیس ہزار روپیہ ماہوار تو صرف چاء۔ اوکا کرایہ آتا تھا۔

شادی کے بعد میں ڈیڑھ سال بہت خوش و خرم رہی۔ ہمیشہ پادری صاحب جن کو میں باپ کہتی تھی۔ ملنے آتے تھے اور انکی لڑکیاں بھی۔ خدا نے مجکو ایک لڑکا دیا تھا۔ جسکا نام اسمٰعیل قاسم رکھا گیا تھا۔ ڈیڑھ برس کے بعد میں بیمار ہوئی۔ اور برابر چار سال بیمار رہی۔ اس اثنا میں میری اجازت سے میرے شوہر نے دوسری شادی کر لی مگر قسمت کی خوبی دیکھئے کہ یہ بیوی بھی بڑی شریر اور بدمزاج نکلیں۔ اور میرے شوہر کو مجھسے برگشتہ کرنا چاہا۔ لیکن اُس خدا کے بندے نے برتاؤ میں ذرہ برابر فرق نہ کیا۔ میں الگ رہتی تھی اور دوسری بیوی الگ۔ اسمٰعیل ماشاءاللہ پانچ برس کا ہوگیا تھا۔ اور بہت ہونہار معلوم ہوتا تھا۔ دوسری بیوی کے کچھ اولاد نہ تھی۔ اور وہ میرے اسمٰعیل سے از حد حسد کرتی تھیں۔

قربانی کی سری

ایک دفعہ بقرعید کا دن تھا۔ گھر گھر خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ صبح میری آنکھ کھلی تو دل کچھ پریشان تھا۔ خیال پڑتا تھا کہ رات کو میں نے کوئی برا خواب دیکھا ہے مگر خواب یاد نہ تھا۔

اتنے میں اسمٰعیل کپڑے بدلکر عیدگاہ جانے کو تیار ہوا۔ اُسکے باپ ان دنوں رنگون گئے ہوئے تھے۔ میں نے نوکر کے ہمراہ عیدگاہ بھیجدیا۔ مگر اسمٰعیل عیدگاہ جاکر دوپہر تک لوٹا نہ پھرا تو مجکو فکر ہوا۔ میں نے دوسرے آدمی دوڑائے۔ عیدگاہ سے لوگ آچکے تھے وہاں پتہ نہ چلا تو میں زیادہ گھبرائی۔ پولیس میں خبر بھجوائی۔ نوکر۔ بچہ۔ اور گاڑی سب غائب تھے۔

الغرض تین بجے تک جب کہیں سراغ نہ چلا تو میں نے اپنی سوکن کے ہاں آدمی بھیجا۔ ابھی نوکر گھر سے نکلا نہ تھا کہ سوکن کے ہاں سے ماما ایک خوان لائی۔ میں نے پوچھا

اری کیا ہے ۔ بولی بیوی نے قربانی کی سری بھیجی ہے ۔ خوان ڈھکا ہوا تھا ۔ میں نے خوان پوش ہٹا کر دیکھا تو میرے آہ میرے پیارے اسمٰعیل کا سر کٹا ہوا رکھا تھا پہلے تو میں سمجھی کہ اسمٰعیل کے خیال نے یہ وہمی صورت بنائی ہے ۔ لیکن جب غور کیا تو واقعی اسمٰعیل کا سر تھا میں بے اختیار ہوگئی ۔ خون سے لتھڑے ہوئے سر کو میں نے گود میں لیلیا ۔ اور سینے سے بھینچکر پیار کرنے لگی ۔ اور اس کے بعد غش کھا کر گر پڑی ۔

جب مجھے ہوش آیا تو نہ سر تھا ۔ نہ آدمی ۔ دو عورتیں جو میری خدمت میں رہتی تھیں پاس بیٹھی تھیں ۔ انہوں نے کہا پولس سر کو لیگئی ہے ۔ نوکروں اور تمہاری سوکن کو گرفتار کرلیا ہے ۔

یہ سن کر قریب تھا کہ مجکو پھر غش آئے اور میں چیخیں مار کر روؤں کہ اتنے میں مجکو اپنے پیر کا خیال آیا ۔ حضور نے اسکی پہلے سے خبر دیدی تھی ۔ اس خیال سے مجکو ڈھارس ہوئی اور میں نے وضو کر کے مصلیٰ بچھایا ۔ اور خدا کے آگے سجدہ کر کے یہ عرض کیا ۔

الٰہی ۔ اس نازک امتحان میں مجھے ثابت قدمی دے ۔ میں ناتواں دل کی عورت ہوں حضرت ابراہیم جیسے رسول بھی بیٹے کی قربانی کا حکم سنکر خدا گھبرا گئے تھے ۔ تیری مدد ہوگی تو میں اس صدمہ پر صبر کرسکونگی ۔ ورنہ میری بشری طاقت سے یہ بات بہت دور ہے اتنا کہنے پائی تھی کہ کلیجہ میں ایک ہول سا اٹھا اور اسمٰعیل کا خیال ایسا غالب آیا کہ بے اختیار منہ سے نکلنے لگا ۔

میرا بچہ ۔ میرا لال ۔ عید کا جوڑا پہن کر گیا ۔ اور پھر نہ آیا ۔ مجھے کیا خبر تھی کہ یہ مرنے چلا ہے میں اسکو گلے لگا کر بھینچتی ۔ میں اسکو ذرا جی بھر کر دیکھ لیتی ۔ میں اسپر قربان ہو جاتی ۔ اولاد والیوں کو بلا کر اپنی ماتا کو اُن کے پاس رکھوا دیتی ۔ ایک پتھر کی سل منگواتی ۔ اپنے کلیجہ پر رکھ لیتی ۔ آنکھوں پر پٹی باندھ لیتی ۔ اور اسکا کٹا ہوا سر نہ دیکھتی ۔

ہائے اسمٰعیل عیدگاہ میں قربان ہوگیا ۔ حضرت ابراہیم کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل کے عوض تو فرشتہ نے دنبہ رکھدیا تھا ۔ مگر میرے اسمٰعیل کے گلے پر چھری چلوادی ۔ اس بے صبری کی حالت میں مجھے پیر کے پیر کا خیال آیا ۔ میں نے صندوقچہ ٹٹول کر

اسکو نکالا۔ اور دیکھا تو اُس میں مجکو اسمٰعیل نظر آیا۔ لال جوڑا پہنے گھوڑے پر کھڑا ہے اور مسکرا کر کہتا ہے۔ ماں تم فکر نہ کرو۔ میں بہشت میں چلا گیا اور تمہارے واسطے وہاں محل بنوا رہا ہوں۔ یہ دیکھتے ہی مجکو تسلی ہوگئی۔ اور ایسا صبر آیا گویا کوئی واقعہ ہوا ہی نہ تھا۔

میری سوکن پولیس کی حراست میں تھیں۔ شوہر رنگون سے آگئے تھے۔ مقدمہ چلا تو سوکن دیوانی بن گئیں۔ آخر عدالت نے انکو پاگل خانے بھجوا دیا۔ اور ان نوکروں کو جنہوں نے اس قتل بے گناہ میں سوکن کو مدد دی تھی کالے پانی کی سزا ہوگئی۔

اس کے بعد خدا نے مجکو ایک لڑکی عنایت فرمائی جو اب تک زندہ ہے۔ وہ اسکا خاوند ایسا نیک فرشتہ ہے جسکے دیکھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔ یہ دونوں بیٹی داماد میرے پاس ہی رہتے ہیں۔ میرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے اور جائداد و کاروبار کا انتظام میرے داماد کے ہاتھ میں ہے۔ جو میرے سابقہ شوہر کے برخلاف میرا اور میری بیٹی کا اس قدر مطیع ہے کہ میں گزشتہ مصیبت کو خواب و خیال سمجھنے لگی ہوں۔ اور مجکو یقین ہے کہ یہ قصہ سنکر ہر شخص اپنی تکلیف کو عارضی اور فانی سمجھے گا کیونکہ اسکے بعد خوشی اور آسایش کا آنا لازمی ہے۔

(حسن نظامی)

بہت بڑی مشکل حل ہوگئی!

ادہر تو یہ ضرورت عالمگیر کہ روز روز کی تازہ خبریں ملیں اور اُدہر یہ دشواری کہ اردو اخباروں میں انگریزی الفاظ اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ عام لوگ انکا مطلب نہیں سمجھ سکتے۔ خدا خدا کرکے عوام میں اخبار دیکھنے کا شوق ہوا ہے مگر بیچارے آدھا مطلب سمجھتے ہیں۔ اور پرچہ کو مجبوراً ہاتھ سے پھینک دیتے ہیں۔ عوام کی اس ضرورت کو مدنظر منشی ضیاء الدین احمد برنی بی اے نے کمال محنت و جانفشانی سے ایک کتاب مرتب کی ہے جسکا نام **اخباری لغات** ہے۔ اسمیں وہ تمام الفاظ حروف تہجی کی ترتیب سے جمع کردیئے ہیں جن کا استعمال اردو اخباروں میں ہوتا ہے اور ایسی سلیس اور صاف اردو زبان میں شرح کی ہے کہ بچہ بھی مطلب سمجھتا چلا جائے۔ شرح معمولی نہیں ہے بلکہ علمی ہے یعنی ہر لفظ کا بیان اس طرح کیا ہے کہ اسکے اس پاس کے تمام تاریخی حالات معلوم ہوجائیں۔ اسکے اخیر میں دو ضمیمے ہیں جن میں ہندوستان کے طرز حکومت اور انگلستان کے طریقہ سلطنت مجملاً بیان کیا ہے۔ اس واسطے یہ کتاب اخباری لغات نہیں بلکہ کلید اخبار بینی ہے۔ اس کتاب سے کسی کتب خانہ خالی نہیں رہنا چاہیئے۔ قیمت مجلد ۱ار منیجر نظام المشائخ و اخبار خطیب سے ملتی ہے

خواجہ خضر علیہ السلام

ملنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

حضرت خضر علیہ السلام کے کچھ مختصر احوال اس فقیر سیہ کار فراق دہلوی نے ۱۳۳۱ھ ہجری میں قلمبند کیے تھے جو جمادی الاخری سنہ مذکور کے نظام المشائخ میں طبع ہوئے تھے اہل مذاق نے انہیں پسند فرمایا تھا۔ اور واحدی صاحب نے اپنے ضمیمہ کے ساتھ انہیں کتاب کی صورت میں جداگانہ بھی چھاپا تھا۔ واحدی صاحب کے ضمیمہ نے انکی رونق دوبالا کر دی تھی اور وہ کتاب ہاتھوں ہاتھ نکل گئی تھی اسی ضمن میں میں نے یہ بھی گزارش کی تھی کہ انشاء اللہ تعالی پھر کسی وقت بھی خواجہ خضر کے حالات عرض کروں گا۔ آج قلم شکستہ رقم کو ادھر متوجہ کرتا ہوں +

حضرت شیخ احمد کھٹو رحمۃ اللہ علیہ جن کا عالی شان مزار احمد آباد گجرات کی شہر پناہ کے باہر خیز (سرکھیج) میں زیارت گاہ ہے۔ آپ امیر تیمور صاحبقران کے عہد میں دہلی تشریف رکھتے تھے۔ تیموری غدر میں آپ کو بھی مغلوں نے پکڑ کے قید کر دیا۔ آپ ایک عرصہ تک جیلخانہ میں رہے۔ آخر آپ کے کمالات نے سارے جیل میں ہل چل مچا دی۔ امیر تیمور نے آپکو رہا کرکے آپ سے بے ادبی کی معافی مانگی۔ اور اپنے ہمراہ ازراہ عقیدت آپ کو سمرقند لے گیا۔ مگر آپ کا دل سمرقند میں نہ لگا اور آپ نے امیر تیمور سے درخواست رخصت کی۔ امیر تیمور نے آپ کو بے دل دیکھکر ہندوستان جانے کی اجازت دیدی۔ آپ سمرقند سے چلے تو سیدھے گجرات پہنچے۔ اُس زمانہ میں گجرات کا دارالحکومت نہروالہ تھا (جسے اب پیران پٹن کہتے ہیں اور مہاراج گائیکواڑ بڑودہ کی قلمرو میں داخل ہے اور ہمارے سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے کئی حضرات وہاں آسودہ ہیں) اور گجرات کا حاکم مظفر خاں تھا۔ جب آپ وہاں پہنچے تو مظفر خاں بہت ادب کے ساتھ پیش آیا۔ اور اسقدر لجاجت سے کہا سُناکہ

آپ گجرات میں سکونت پذیر ہوگئے۔ جب مظفر خاں گجراتی کا پوتا احمد خاں سے احمد شاہ ہوکر تاجدارِ گجرات ہوا تو اُس نے حضرت شیخ احمد کھٹو کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ جب وہ کاروبارِ سلطنت سے فارغ ہوتا تو اپنے پیر و مرشد کی صحبت میں بیٹھکر فقر و سلوک حاصل کرتا۔ اور ریاضت و محنت میں وقت صرف کرتا۔ ایک دن اُس نے حضرت ممدوح سے درخواست کی کہ مجھے خواجہ خضرؑ کی زیارت ہونے کا بڑا ارمان ہے۔ آپ سفارش کرکے مجھے اس سعادت سے مشرف کروا دیجئے۔ آپ نے کہا خواجہ خضرؑ آئیں گے تو میں اُن سے کہونگا۔ چنانچہ جب حضرت خواجہ خضرؑ شیخ احمد کھٹو کے حجرے میں تشریف لائے تو آپ نے احمد شاہ کی عرضداشت پیش کی۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا۔ شیخ احمد! آپ جانتے ہیں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے مصلحتاً خلق کی نظروں سے چھپا رکھا ہے میں دنیادار سے فوراً کسی طرح نہیں مل سکتا ہوں۔ اگر احمد شاہ کو میرے ملنے کا بڑا شوق ہے تو وہ فقیروں کے طور پر حجرے میں بیٹھکر چلہ کرے۔ چلہ کے بعد میں اس سے ملونگا۔ جب شیخ احمد کھٹو نے حضرت خضرؑ کا جواب احمد شاہ کو سنایا تو وہ چلہ کشی پر مستعد ہوگیا۔ چالیس دن تک حجرے میں بیٹھکر اور جَو کی روکھی پھیکی روٹی کھاکر وقت گزار دیا۔ شیخ نے خواجہ خضرؑ سے کہا۔ احمد شاہ نے آپکے حکم کی تعمیل کی۔ اب آپ بھی اپنا وعدہ ایفا کیجئے۔ خواجہ خضرؑ نے فرمایا۔ میں احمد شاہ سے ضرور ملونگا۔ مگر اُس سے کہنا۔ تم میں دنیا کی شاخیں باقی ہیں ایک چلہ اور ریاضت کے ساتھ اور کرو۔ اُسوقت میں تم سے بیشک ملونگا۔ احمد شاہ نے دوسرا چلہ بھی ختم کیا اور اب اُسے یقین تھا کہ حضرت خضرؑ سے بالمشافہ ملاقات ہوگی۔ مگر آپ نے حضرت شیخ احمد کھٹو سے کہا اب بھی اُن کی روح لطیف نہیں ہوئی اور وہ اہل اللہ کی صحبت کے قابل نہیں ہوئے۔ ایک چلہ اسی طرح اور پورا کریں اب کی دفعہ خدا نے چاہا تو میں اُن سے ضرور ہی ملونگا۔ احمد شاہ نے خواجہ خضرؑ کی ملاقات کے ذوق شوق میں تیسرا چلہ بھی بڑی تکلیف اور مجاہدہ کے ساتھ بسر کیا۔ سبحان اللہ کیا پاک زمانے تھے۔ اُسوقت کے دنیادار بادشاہ فقر و سلوک کے ایسے طالب ہوتے تھے کہ تین تین چلے خواجہ خضرؑ کے دیدار کے واسطے کرلیا کرتے تھے۔ ایک ہمارے عہد کے فقیر ہیں جن کے ظاہری ڈھونگ تو ایسے دکھائی دیتے ہیں کہ گویا جنید اور شبلی ہیں مگر علم نہ عمل۔ زیادہ چنان

پہنک کی جائے تو گو مگو کے معاملے نکل آئیں۔ الغرض احمد شاہ گجراتی نے تیسرا چلہ ختم کیا۔ تو شیخ احمد کھٹو کے حجرے میں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو ہی گئی۔ خواجہ خضرؑ نے احمد شاہ کے سامنے عجیب وغریب اسرار بیان کیے۔ منجملہ اُن کے یہ بھی فرمایا کہ اس دریائے سابرمتی کے ساحل پر ایک عظیم الشان شہر آباد تھا۔ جسکا نام آبادان آباد تھا۔ میں نے ایک دن اُس شہر کے بازار میں ایک حلوائی کو ۱۲ ٹنکہ دیکر حلوا لینا چاہا۔ حلوائی نے جتنا حلوا میں چاہتا تھا اتنا مجھے دیدیا۔ اور میرے ٹنکے دیکر اور میری طرف سے منہ پھیر کر کہا۔ ہم فقیروں سے مال کا مول نہیں لیا کرتے۔ اسی طرح میں پھر ایک بار آبادان آباد میں آیا۔ اور ۱۲ ٹنکے حلوائی کو دیکر حلوا لیا۔ مگر اُس نے ٹنکے پھیر کر کہا آپ اللہ والے ہیں۔ میں آپ سے حلوے کی قیمت ہرگز نہیں لونگا۔ پھر قرنوں کے بعد جو میں یہاں آیا تو دیکھا۔ "آں قدح بشکست وآں ساقی نماند" شہر ایسا ویران ہوا ہے کہ ایک اینٹ بھی نہیں رہی ہے اور یہ گمان بھی نہیں ہوتا ہے کہ یہاں کوئی بستی تھی۔ احمد شاہ نے کہا۔ حضور وہ شہر کس وجہ سے ویران ہوگیا؟ حضرت خضرؑ نے فرمایا۔ یہ اسرار قدرت ہیں۔ اِن کے کھولنے کا میں مجاز نہیں ہوں۔ احمد شاہ نے کہا خیر اگر حضور اجازت دیں تو میں جس سرزمین پر آبادان آباد بستا تھا ایک شہر آباد کروں۔ حضرت خضرؑ نے جواب دیا۔ اس شرط پر اجازت ہو کہ چار شخص احمد نام اس صفت کے ملکر اُس کی بنیاد قائم کریں جن کی کبھی عصر کی سنتیں بھی قضا نہوئی ہوں۔ احمد شاہ نے کہا خدا کا شکر ہے مجھ گنہگار نے لڑکپن سے آجتک عصر کی سنتیں قضا نہیں کی ہیں۔ دوسرے میرے پیر شیخ احمد کھٹو آپ کے سامنے موجود ہیں۔ اور آپ کے کمالات آپ پر روشن ہیں۔ تیسرے قاضی احمد صاحب چوتھے ملک احمد صاحب بھی بہمہ صفت موصوف ہیں۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا تو بسم اللہ کرو۔ چنانچہ اُن چاروں حضرات نے ملکر احمد آباد گجرات کو آباد کیا۔ راقم الحروف نے اپنے سفرنامہ میں احمد آباد شریف کے مفصل حالات لکھے ہیں۔ اور یہ فقیر عرصہ تک احمد آباد میں رہکر وہاں کے مزارات برکت آیات سے فیضیاب ہوا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بھی حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے کے اعمال مجرب موجود ہیں۔ اہل طلب کے لئے ایک ترکیب یہاں نقل کرتا ہوں۔

وھوھذا۔ شائق کو چاہیئے کہ جب نصف النہار کے بعد سایہ پھرے تو چار رکعتیں نیت

فی الزوال کے ساتھ ادا کرے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پچاس پچاس بار یا گیارہ گیارہ بار یا تین تین بار پڑھے۔ پھر جب ظہر کا وقت ہو تو ظہر کی پوری نماز ادا کر کے دس رکعتیں نفل ظہریہ کی نیت سے ادا کرے اِس طور سے کہ الحمد کے بعد پہلی رکعت میں الم ترکیف۔ دوسری میں لایلف۔ تیسری میں ارءیت الذی۔ چوتھی میں انا اعطینا ک پانچویں رکعت میں قل یاایہا الکفرون۔ چھٹی رکعت میں اذا جاء نصر اللہ۔ ساتویں میں تبت یدا۔ آٹھویں رکعت میں قل ھو اللہ احد۔ نویں رکعت میں قل اعوذ برب الفلق۔ دسویں رکعت میں قل اعوذ برب الناس۔ ایک عرصہ تک اسے ناغہ نہ کرے۔ انشاء اللہ تعالے کامیابی ہوگی۔ اگر کسی صاحب کی سمجھ میں نہ آئے تو بذریعہ خط کے اس فقیر گنہگار سے دریافت فرمالیں +

حضرت شاہ سلیمان صاحب قدس سرہ العزیز ایک بار اپنے وطن سے مُہار شریف حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جاتے تھے۔ راہ میں ایک بزرگ آپ کو ملے اور آپ سے کہنے لگے۔ میاں صاحب آپ تو اسقدر تیز جارہے ہیں۔ ذرا ٹھیریے مصافحہ تو کرتے جائیے۔ آپ تو فقیروں کو بھی نہیں پہچانتے۔ آپ اس پر بھی نہ ٹھیرے اور یہ کہتے ہوئے چلے گئے۔ میں حضور کو خوب جانتا ہوں۔ آپ خضر علیہ السلام ہیں۔ مگر مجھے اپنے شیخ کی خدمت سے اتنی فرصت نہیں ہے کہ کسی دوسرے کی طرف متوجہ ہوں +

فقیر ناصر نذیر فراق از دہلی روڈ گراں مدرسہ رادہ تمنہ خان

دل آزاری سب گناہوں کی جڑ ہے

دنیا میں شرک کے بعد جسقدر گناہ ہیں۔ سب کا نتیجہ دل آزاری ہے، اور دل آزاری کی ہی وجہ سے گناہ قرار دیئے گئے ہیں۔ قتل، چوری، غیبت، بہتان، اتہام، حسد، نفاق، سود، قطع رحم، عیب جوئی وغیرہ وغیرہ سب کا انجام کار دل آزاری ہے۔ اسی کے انسداد کے لیے روحانی طاقت کا استعمال ہوا یعنی پیغمبر مبعوث ہوے۔ اور اسی غرض کے لیے مادی طاقت سے کام لیا گیا۔ یعنی بادشاہ مقرر ہوئے +

علمائے کرام نے تہذیب اخلاق میں بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں اور حکام مجموعہ قوانین مرتب کرتے رہے ہیں، جن کی علت غائی اور مقصد اصلی دل آزاری کا روکنا ہے اور بس +

ان صاحبان نے علحدہ علحدہ جرم قرار دیئے اور الگ الگ سزائیں مقرر کی ہیں۔ مگر جماعت صوفیہ صافیہ کے مشائخ عظام صرف اسی ایک نکتہ پر زور دیتے رہے کہ "دل آزاری" سے بچو، یہ ایسا گناہ ہے کہ کبھی معاف نہیں ہوگا۔ بات یہ ہے کہ حکمائے تمدن عوارض کے روکنے میں کوشش کرتے ہیں۔ اور حکمائے روحانی۔ سبب کو مٹانا چاہتے ہیں۔ تم نہیں دیکھتے۔ کہ طبیب وہی حاذق ہوتا ہے جو سبب مرض کو توڑے نہ کہ عوارض کے گھٹانے میں اپنی طاقت کھپاوے۔ اسی نکتہ کو پیش نظر رکھکر خواجہ حافظ فرماتے ہیں ؎

مباش در پے آزار و ہر چہ خواہی کن کہ در طریقتِ ما غیر ازیں گناہے نیست

یعنی دل آزاری مت کرو۔ اور جو چاہو کرو۔ کیونکہ ہماری طریقت میں اسکے سوا کوئی گناہ نہیں ہے۔ حقیقت میں حافظ صاحب سچ فرماتے ہیں۔ کوئی گناہ ایسا ہے ہی نہیں جس میں دل آزاری کا جزو نہ پایا جاتا ہو۔ جب دل آزاری چھوڑ دی جائے تو کوئی گناہ باقی رہتا ہی نہیں جس کی خواجہ صاحب اجازت دیتے ہیں +

مانا کہ اخلاق میں بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ انسداد جرائم میں سخت قوانین وضع کیے گئے ہیں۔ لیکن انصاف کے ترازو میں ایک طرف اخلاق جلالی، و اخلاق ناصری، اور

فتاوے عالمگیری اور تعزیرات ہند رکھو۔ اور دوسری طرف صرف یہ مصرع

"مباش در پے آزار ہر چہ خواہی کن"

رکھو اور دیکھو۔ بلا شبہ اس مصرع کا پلّہ بھاری رہیگا۔ تمام کتب اخلاق وقانون زیادہ سے زیادہ اسی مصرع کی تفسیر وشرح کا کام دیں گی ؛

رستہ میں پیشاب کرنا، کانٹے بچھانا، فحش بکنا، اخلاقی اور قانونی جرم ہے مگر یہ بھی کبھی سوچا کہ کیوں ہے ؟ صرف اس لیے کہ اس سے ایذا پہنچتی ہے۔ اور ایذا دل آزاری ہے۔ وہی بات ہوئی "دل میازار وہر چہ خواہی کن" ؛

اولیاء اللہ جب منبر ہدایت پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو پہلا خطبہ یہی ہوتا ہے ؎

مباش در پے آزار وہر چہ خواہی کن — کہ در طریقتِ ما غیر ازیں گناہے نیست

میر تقی مرحوم نے اسکا اردو میں خوب ترجمہ کیا ہے۔ سچ یہ ہے کہ پُرانا پیرہن اُتار کے نیا پہنایا ہے ؎

جی میں جو آوے سو کرو پیارے — ایک ہونا نہ درپئے آزار

عجیب بات ہے کہ ایک گناہ سے روکتے ہیں اور سب گناہوں سے رُکنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اگر دل آزاری کو ترک کر دیا جائے تو باقی کوئی جرم ہے ہی نہیں کہ جسکے ارتکاب کا موقع ملے

اولیاء اللہ اس مسئلہ میں دل کی عظمت دلوں میں یہاں تک بٹھاتے ہیں کہ کعبہ پر اسکو ترجیح دینی پڑتی ہے۔ سُنیئے۔ فرماتے ہیں ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است — از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

کعبہ بنگاہ خلیل آزر است — دل گزرگاہ جلیل اکبر است

چوں ہمیدانی کہ در ہر دل خداست — پس ترا تعظیم ہر دل مدعا است

دل آزاری کے لیے کوئی تخصیص نہیں۔ ہر انسان جس مذہب وملت کا ہو۔ ہر جانور ہر چیز جس قسم کی ہو۔ اسکی دل آزاری ظلم ہے۔ اور ظلم کی یہ حالت کہ جہاں شرک کا ذکر آتا ہے ظلم بھی ساتھ ہوتا ہے "وان الشرک لظلم عظیم"۔ اور ظالموں کی گردن میں وہی طوق ڈالا جاتا ہے۔ جو کسی زمانہ میں شیطان کی گردن میں ڈالا گیا تھا اور اب تک

وہ طوق نہ نکالے نکلتا ہے نہ بوسیدہ ہوکر ٹوٹتا ہے یعنی "لعنت" کیونکہ اسی طرح حکم ہی لعنۃ اللہ علی الظالمین +

ایک شبہ کا ازالہ

غلط ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر حالت یہ ہی تو چور کو پکڑ کے کیوں سزا دیں؟ قاتل سے کیوں قصاص لیں! ہاں عفو و درگزر، عیب کو ڈھانکنا، خطاؤں سے چشم پوشی کرنا، بلاشبہ ایک بہترین وصف ہی! اور اولیائے کرام اسکا استعمال بھی کرتے ہیں۔ جیسے تم نے گلستاں میں پڑھا ہوگا کہ ایک بزرگ کے گھر میں چور آیا۔ گھر میں کچھ تھا نہیں۔ واپس گیا۔ بزرگ کو خیال آیا کہ اسکو ناامیدی کا صدمہ گزرا ہوگا۔ جو کپڑا اوڑھے ہوئے تھے وہی چور کے راستہ میں ڈال دیا۔ تاکہ محروم نہ جائے۔ اسی موقع پر مولانا سعدی فرماتے ہیں ؎

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا — دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود این مقام — کہ با دوستانت خلافت جنگ

ہمارے شیخ اجل حضرت خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں شریف قدس سرہٗ کا بھی اسی پر عمل تھا۔ یہ اوصاف اولیاء اللہ کی ذات قدسی صفات تک محدود ہیں۔ یہاں دیکھنا یہ ہے کہ اگر سزائے دزد، قصاص قاتل، کا معاملہ دنیا سے اُٹھا لیا جائے۔ کیونکہ اسمیں "دل آزاری" ہے تو نتیجہ کیا نکلیگا؟ "ازدیاد دل آزاری"! اور فتنہ بڑھجائیگا۔

اگر کسی شہر کی پولیس دل آزاری کے لحاظ سے اپنے فرائض میں کوتاہی کرے تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ تھوڑے ہی دنوں میں نظام وامن درہم برہم ہوجائیگا اور دل آزاری کا بازار گرم پس اسکا فرض ہی کہ عام دل آزاری کو روکے، دل آزار کو ٹوکے، اور یہی لیکچر دیتا پھرے۔ "دل میازار و ہرچہ خواہی کن"۔ اسی طرح انسان خدا کی آبادی کا کوتوال ہی۔ اپنے تئیں دل آزاری سے باز رکھے اور ہر غلط رَو کو ہدایت کرے اور ہر خطاکار کو سمجھائے اگر دل آزاری کے ترک کرنے پر دنیا کمر باندھلے تو ہمدردی۔ اتفاق، جمیعت۔ جیسے یہ لیکچر دیتے دیتے گلے بیٹھ جاتے ہیں ابھی پاؤں چومنے کو تیار ہیں + ہمکو پیغمبر خدا خبر پہنچاتے ہیں کہ حقوق اللہ تو قابلِ معافی۔ لیکن حقوق العباد (دل آزاری) سے ہرگز درگزر نہیں ہوگا۔ ہاں مگر راضی نامہ گزرے، اور راضی نامہ ہوسکیگا نہیں

[illegible]

(حکیم غلام غوث خانپوری۔ از ریاست خیرپور سندھ)

سوہنے دی یاد وچ

ہچکی

تو کیوں آتی ہے۔ میرا سجنا تو یاد نہیں کرتا۔؟ میرے من موہن سسند کے دل میں میرا خیال تو نہیں آیا؟

پھر آئی۔ ہچکی۔ نہ ستا۔ میرا سینہ ناتواں ہے۔ ہیں جگہ جگہ پھانسیں چبھی ہوئی ہیں تو آتی ہے تو سینہ میں کھٹک ہوتی ہے۔ اِسکے زخم دُکھنے لگتے ہیں۔ سانس رکا جاتا ہے جب تو آتی ہے۔ گردن کو جھٹکا دیتی ہے۔ اور ناف سے سر تک پٹھوں اور رگوں کو ہلا ڈالتی ہے۔ میرا جی سانس سے گھبراتا ہے اور پیا پیارے کی یاد میں بے قابو ہوا جاتا ہے۔

ہائے۔ میں نے کیسے کیسے درد بھرے خط بھجوائے۔ لکھنا نہ آتا تھا۔ دوسروں سے لکھوائے۔ مگر اُس نے کاغذ کا ایک پرزہ نہ بھیجا۔ دو حرفوں میں بھی بخیلی کی۔ کس سے کہوں میری نہ کوئی سکھی ہے نہ سہیلی ہے۔ اپنا ہے نہ پرایا ہے۔ کاش مجھپر کوئی لعن طعن ہی کرنے والا ہوتا۔ اسی بہانہ سے دل بہلتا۔ اور اسکا ذکر سننے میں آتا۔

میں نے اسکی خاطر رسوائیاں برداشت کیں۔ دنیا نے کیا کچھ نہ کہا۔ لیکن اس نے اتنا نہ پوچھا کہ میں بھی کوئی ہوں۔ اب یہ ہچکی آئی ہے۔ کیا سُوہنے دا سنیہا د پیام یار) لائی ہے اگر یہ اُسکا خط ہے۔ تو کس سے پڑھواؤں۔ خیال کی ڈاک میں سانس کا ڈاکیہ لایا ہے۔ وہی پڑھے گا۔ مگر آہ اِس خط میں کیا لکھا ہے۔ پڑھنے والوں کی آنکھوں میں آنسو بھرے آتے ہیں۔ ملمہ (پیارے) مجھے بتا تو کیوں روندا (روتا) ہے۔

میرا ساجن تو اچھا ہے؟

یہ ہچکی موت کی خبر لائی ہے۔ اُسکے نہ دیکھنے کا ارمان دل میں رہا جاتا ہے۔ دنیا کا آسمان اب تک اونچا نظر آتا ہے۔ زمین اُسی طرح بچھی ہوئی ہے۔ چولہے کی آگ ویسی ہی زبانیں نکال نکالکر

جل رہی ہے۔ میرا دل اب تک تڑپ رہا ہے۔ گواہ رہو۔ میرا خاتمہ دل جان کے نام پر ہوتا ہے۔ جسکا ہمیشہ کلمہ پڑھتا۔ مجھے قبر کا کچھ ڈر نہیں۔ اسکی تاریکی کا اندیشہ کیا کروں۔ فرقت کی رات سے زیادہ اندھیری نہو گی۔ اور میں نے ساری عمر انہیں راتوں میں بسر کی۔ میں منکر نکیر کا کیا خوف کروں۔ پیارے کا نام یاد ہے۔ اُسکی گلی کا پتہ یاد ہے۔ وہی میرا دین ہے وہی ایمان ہے ۔۔

زندگی کا چراغ بُجھتا ہے۔ روح کا پروانہ دوسری شمع کے گھر جاتا ہے۔ اب گھر سے بستروں کو لپیٹو۔ آئینے توڑ دو۔ کسی کو بلاؤ جو میرے غم میں گریبان چاک کرے ۔۔

آخری ہچکی آنے سے پہلے مجھے بیان کر لینے دو۔ کہ میرا صیاد بڑا ہرجائی ہے۔ کائنات کے ذرہ ذرہ میں اسکی سمائی ہے۔ نہیں آتا تو ایک میرے پاس۔ اس واسطے اے دنیا کے لوگو! تم اگر اس کوچہ میں آؤ۔ اور اس سے جی لگاؤ۔ جسکو خدا کہتے ہیں۔ تو ذرا سوچ سمجھکر ایسا کرنا +

حسن نظامی

(۱۵)

نامۂ فتح اللّٰہی

اللہ ھو الولی الحمید

پیارے دوست۔ عزیز بھائی۔ دعا اور پھر دعا۔ دیتے ہیں دعا خوش رہو آباد رہو۔ سنتے ہو بابا ہمیں کچھ یاد نہیں رہا۔ اور جو کچھ یاد ہے۔ کسی کی یاد میں وہ بھی بھول جائیں تو شاید ٹھکانے لگ جاے۔ یہاں تو ہم ہیں اور کنج خموشی کی راہیں۔ انتظار کی گھڑیاں حسرت کی نگاہیں ع

نہ شگوفہ نہ برگے نہ ثمر نہ شاخ دارم ہمہ حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا

اے دوست اب تک کیا ہوا۔ آگے کیا ہوگا۔ آہ یہ ہونا نہ ہونا بھی اپنا تصور اپنا خیال ہے عقل جزوی کی گھڑت وہمی وبال ہے۔ خوش گفت آنکہ گفت ؎

اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من ایں حرف معما نہ تو دانی و نہ من

ہست از پس پردہ گفتگوے من و تو چوں پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من

آہ کہاں ہے وہ گھڑی۔ جب کسی بیداد گر سے آنکھ لڑی۔ غفلت تھی یا ہشیاری خواب تھا یا بیداری۔ کچھ بھی ہو نیک ساعت اچھا وقت تھا ؎

ہیچ نشنیدم چو بشنیدم ہمہ من نہ دیدم گر چہ من دیدم ہمہ

ہاں یاد آیا۔ کیا یاد آیا۔ واحدی کا تقاضہ مضمون نگاری۔ تو لکھہ نہ دو کہ نہ مضمون ہے نہ مضمون نگار۔ نہ بادہ نہ میخوار۔ ع ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم۔

جانِ برادر لبیان الحال انطق من لسان المقال۔ ع حمید ایں قصۂ عشق است در دفترے نگنجد۔

ہاں ہاں بابا سچ کہتے ہو۔ سوال از آسماں و جواب از ریسماں۔ مگر سمجھو تو تمہارا صرف کارڈ تھا یہ لفافہ ہے۔ قلم دوات کاغذ کسی نے لاکر رکھدیا۔ ایک ازلی دوست نے پرانا سبق یاد دلایا۔ کچھ رلایا کچھ ہنسایا۔ دیوانہ را ہوئے بس است۔ یہاں بھی بڑ مجذوبانہ بلکہ جھک مجنونانہ شروع ہو گئی ؎

کفر و اسلام کے جھگڑے ترے چھپنے سے بڑھے
تو اگر پردہ اٹھادے تو تو ہی تو ہوجائے

کفر و اسلام کے جھگڑے۔ یہ جھگڑے بکھیڑے کیسے۔ نہ بابا ان جھگڑوں میں نہ پڑنا۔ مذہب جھگڑے بکھیڑے کی چیز نہیں ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ ؎

کفر و اسلام در رہش پویاں
وحدہ لاشریک لہ گویاں

میاں سنتے ہو۔ یہ قیل و قال ہی جھگڑے بکھیڑے کا نام ہے۔ ورنہ مذہب بیچارہ مفت بدنام ہے۔ عالمانہ ڈھنگ کیا۔ صوفیانہ رنگ کیا ع دور دور از خانقاہ و مدرسہ + واہ کیا رنگ اور کیا ڈھنگ ہے۔ سو تو یہ ہو ؎

مومن بخیال خویش ہستم داند
کافر بگماں خدا پرستم داند

مردم زغلط فہمیٔ مردم مردم
اے کاش کسے ہر آنچہ ہستم داند

کوئی کچھ ہی سمجھے۔ اپنے کام سے کام ہو۔ نہ صلح کی خواہش نہ جنگ کا پیغام ہو ؎

صلح کس سے ہو لڑائی کس سے تھی
کس سے ملجائیں جدائی کس سے تھی

او چو جان ست و جہاں چوں کالبد
کالبد از جاں پذیرد نیک و بد

جب جہان و جان کا جھگڑا ہے۔ کیوں نہ صلح و جنگ کا چرچا رہے ؎

فانیٔ خود شو کہ تا یابی نجات
چوں تو برخیزی نشیند حق بجات

والدعا

انا للہ ثم انا للہ ؎ صورتی از بے صورتی آمد بروں + باز شد کانا الیہ راجعون

فقیر فتح اللّٰہی تاریخ غیر معین۔ وقت غیر مقرر

جناب مولانا شاہ سید محمد نذیر الحسن صاحب فتح اللّٰہی ایک زمانہ تھا کہ رسالہ ہذا میں زور شور کے مضامین لکھا کرتے تھے۔ مگر پھر ان پر کچھ ایسی حالت طاری ہوئی کہ لکھنا پڑھنا سب بھول گئے۔ اب سال میں ایک آدھ دفعہ ان کا کوئی خط آجاتا ہے اور میں تبرکاً اسی کو درج کر دیتا ہوں +

خاکسار ایڈیٹر

۴۸۶

نغمۂ مستانہ

تو جا بہ جا ہے تو سو بہ سو ہے — تو کو بہ کو ہے تو رو بہ رو ہے
ظاہر بھی تو ہے مظہر بھی تو ہے — ہر سمت اپنے خود روبرو ہے
جلوہ بھی تیرا آنکھیں بھی تیری — منظور بھی تو ناظر بھی تو ہے
بندہ تو ہے یا بندہ تو ہے — مطلوب تو ہے تو جستجو ہے
دارالحرم میں بیت الصنم میں — تیری طلب میں اک ہاؤ ہو ہے
صحن چمن میں جنگل میں بن میں — تو رنگ و بو ہے نشو و نمو ہے
رمز نہاں تو راز عیاں تو — نایاب بھی تو حاصل بھی تو ہے
تو ہے تو کچھ ہی جب کچھ نہیں تو — جو کچھ ہے سو ہے میں تو نہ تو ہے
تیری لگن تھی تو مل گیا جب — نیرنگ کو پھر کیا آرزو ہے

نیرنگ انبالوی

۴۸۷

دنیا

ایک دن راوی حسنین بنت رسول عربی — شام کا وقت تھا، بیٹھی تھیں مصلے پہ اداس
روح فرسا تھا ملال و الم فاقہ کشی — ضعف کا زور تھا اور تھے نہ بجا ہوش و حواس
حسرت آنکھوں سے ٹپکنے لگی آنسو بنکر — منتشر کرنے لگا ضبط کو ہنگامۂ یاس
آئے اتنے میں شہنشاہ عرب مسجد سے — آتے ہی بیٹھ گئے اُم ابیہا کے پاس
کیا دریافت کہ "زہراؓ یہ ترا حال ہے کیا" — منہ سے کچھ کہہ تو سہی جان پدر وجہ ہراس
باادب پہلے کیا حضرت زہراؓ نے سلام — پھر کہا کچھ نہیں آیونہیں کچھ جی ہے اداس
شہ بطحا نے کیا جب کہ زیادہ اصرار — تو یہ کی فاطمہؓ نے عرض بصد حسرت و یاس

یا ابی! بنتِ شہِ یثرب و بطحا ہوں میں
اور دو روز سے کھانے کو نہیں کچھ میرے پاس

شرم آتی ہے کروں کیا میں بیان حال اپنا
نہ مرے پیٹ کو روٹی ہے نہ ہے تن کو لباس

بھوک کی وجہ سے بچے ہیں مرے زار و نزار
کیجئے ضعف سے میرے مری حالت کا قیاس

متمتع ہیں زر و مال سے اصحابِ قریش
بے شمار اُن کے خزانوں میں ہیں حل الماس

ضبطِ اندوہ نہیں بے سر و سامانی میں
مجھے کب تک نہ ہو بے بال و پری کا احساس

لقمۂ خشک برائے شکم ما نہ دہند
وائے بر فقر نوازاں کہ بہ زہرا رضؓ نہ دہند

متبسم ہوئے یہ سُن کے رسول الثقلینؐ
اور فرمایا کہ اے لختِ دل و جانِ رسولؐ

یہ بھی کچھ فکر تھی جس کا ہوا اس درجہ خیال
یہ بھی کچھ بات تھی جس سے ہوئیں تم اتنی ملول

تمہیں دنیا کی تمنا ہے تو دنیا لے لو
اے مری جان! زر و مال کا صدمہ ہے فضول

تم ذرا اپنا مصلّےٰ تو اٹھا کر دیکھو
ہو گیا زیرِ قدم دولتِ دنیا کا نزول

دفعتاً بنتِ نبیؐ نے جو مصلّےٰ اُلٹا
طرفہ نظارہ کیا دیدہ حیرت نے قبول

دیکھتی کیا ہیں۔ زر و سیم کی دو نہریں ہیں
اور ہے مخرجِ انہار کفِ پائے بتولؓ

ہنس کے فرمایا پیمبرؐ نے کہ بھر لو دامن
مال دنیا کی تمنا میں کرو دل نہ ملول

مگر اے نورِ نگاہ نبویؐ یاد رہے
حسرتِ جاہ عبث ہے۔ غمِ دنیا ہے فضول

نظر آتے ہیں بظاہر جو سنہری ٹکڑے
چشمِ باطن سے جو دیکھو تو یہ ہیں آگ کے پھول

آج تم دولتِ دنیا سے خزانے بھر لو
کل قیامت میں یہ دولت تمہیں ہوگی نہ وصول

زحمتِ فاقہ کشی آج جو تم سہہ لوگی
اپنے اللہ سے کل پاؤگی اجرِ معقول

دولتِ فقر ہوا کرتی ہے قسمت سے نصیب
اپنی ذلت اسے سمجھا ہے انسان کی بھول

منعماں را غمِ دینار بہ دنیا نہ دہند
عاقبت ـ بعد فنا ـ دولتِ عقبیٰ نہ دہند

سیماب
(صدیقی الوارثی اکبرآبادی)

یار کے جلوے

دیکھ دوست چشم دل سے غیر از یار   جو بھی دیکھے اسی کا ہے اظہار

سید علاؤالدین صاحب [illegible] سائی متخلص بہ وصالی خلیفہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کی عارفانہ تصنیف موسومہ ”[illegible]“ کا اردو ترجمہ نظم میں۔

بند اول

بہشتیان کو جستہ دلدار   دین و دنیا سے کیا ہمیں سروکار
بلبلیں ہیں مگر سقدر سے   دور ہے ہم سے گلشن و گلزار
شاخ لاہوت کے ہیں طائر ہم   اور ہیں درِ خزینۂ اسرار
پائی خاک در کی ہو جو عبیر   نہیں پروا ہے نافۂ تاتار
بندے ہیں اُنکے نرگس مستوں کے   اور ہیں خادم درِ خمار
دل سے ہم چاہتے ہیں اُسکا غم   جان پر لیں گے اُسکے عشق کا بار
سر اظہار سے ہیں پیوستہ   کیوں نہ ہو ہو پکارے دل ہر بار
ہر دم آنکھیں ہیں خون برساتیں   تاکہ درگاہ میں اُس کی پائیں بار
ہوئی مدت بشارتِ غیبی   ہر سحر کہتی ہے پکار پکار

کہ بجز شان دل ہمیں جز دوست
ہرچہ بینی بدانکہ مظہر اوست

بند دوم

منہ ترا غیرتِ گلستاں ہے   لب ترا رشکِ رنگ مرجاں ہے
سنبلِ یار اپنی خوشبو سے   سر بہ سر لالہ کے عنبر افشاں ہے
آیتِ خال ہے ترا رخسار   عاشقوں کو بجائے قرآں ہے
گوئے خوبی ہے تیرے چوگاں میں   ساتھ نسریں کے تیرے ریحاں ہے

واسطہ خط کو تیرے لعل سے ہو | جائے طوطی کی شکرستان ہے
نہ طبیبوں سے ہو سکا اچھا | یارب اس درد کا بھی درماں ہے
تیری توصیف مجھ سے کب ممکن | حسن کے وصف کا کب امکاں ہے
نہیں تیرا جمال ہو پیش نظر | خون آنکھوں سے مثل باراں ہے
بلبل شاخسار گلشن قدس | صبحدم اس طرح غزلخواں ہے

کہ بچشمانِ دل مبیں جز دوست
ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست

بند سوم

تو جہاں میں ہمیشہ پیدا ہے | لیکن آنکھوں پہ میری پردہ ہے
تو کہ جو ایک جا نہیں قائم | متحیر ہوں میں کہ ہر جا ہے
تیرے بر میں نہیں لباس دوئی | کیونکہ مشہور تو ہی یکتا ہے
آفتاب جمال سے روشن | چہرہ ہائے بتانِ یغما ہے
اے خوش آندم کہ دور ہو پردہ | تیرے رخ سے کہ جو نرالا ہے
کبھی تو مست ہے کبھی ہشیار | نوجواں گاہ گاہ بوڑھا ہے
کبھی موتی ہے اور کبھی غواص | ہے گہے موج گاہ دریا ہے
آگے پیچھے اور اندر و باہر | دائیں بائیں اور زیر و بالا ہے
با دلِ زار رنگِ مستانہ | تیرا شیدائی دل سے کہتا ہے

کہ بچشمانِ دل مبیں جز دوست
ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست

بند چہارم

مہکا خوشبو سے گوشہ گلزار | گوشۂ زاہدانہ چھوڑا ہے یار
عطر آمیز ہے جو باد بہار | نہیں دنیا کو حاجت عطار
کیا عجب ہے جو ایسے موسم میں | میں کروں سجدہ بر در خمار

اپنے تن سے اُتار کر جُبّہ — پہن لوں بر میں حلقۂ زنّار
پھول جو کہ خزاں میں پژمردہ تھا — ق وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّار
اب وہ بادِ سحر آگ کو بھی — طعنے دیتا ہے شوخ اور گلنار
گل تازہ سے عنبر افشاں ہیں — کوہ و صحرا و کوچہ و بازار
ہوئی روشن ہیں دیدۂ نرگس سے — مردُمِ دیدہ اولوالابصار
صحنِ باغ میں گیا جب میں — کہہ رہے تھے یہی در و دیوار

کہ بچشمانِ دل مبیں جز دوست
ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست — (باقی آئندہ)

چند سروپ چاند از لاہور

کفشِ پائے پیر

بشنو اے جاں گفتگوئے کفشِ پائے پیرِ من — گفت چوں بشنید در اوصافِ خود تقریرِ من
کاسۂ ارادتہائے مدح از تہ سیر تحقیرِ من — دولتِ دنیا و عقبیٰ منظرِ توقیرِ من
من سرورِ مجلسِ عیشِ جہاں تفسیرِ من — منتہائے رحمت و شفقت غمِ تشکیرِ من
جبہہ سائی کن بخاکم تا سرت گردد فراز — بر سرم نہ تا بجنباند ترا تقدیرِ من
من ہماں کفشم کہ سودہ استم بفرقِ فرقداں — حرمتم کشت است بیش از بیش جز تدبیرِ من
از غبارم سرمہ کردہ استند در چشمِ غنا — کردہ انداز آبروئے مغفرت تخمیرِ من
جائے من مخزنِ ممتاز لہائے مہر آسماں — غیرتِ دستِ کلیم اللہ شدہ تنویرِ من
جودتِ نضلم کہ در حدِ شمارش نیست جا — خالی از رنگِ ریا وارد رُخِ تصویرِ من
در رہِ جنت نشانِ نقشِ پائم را ببیں — کا مدست از من بدست قدسیاں توفیرِ من[۵]
دُزدہ خوار دولتم داں گردشِ افلاک را — آفتابِ عظمتم جاں منزلِ تدبیرِ من

۵ توفیر بمعنے پس انداز ۱۲

مدح من ہیچ است و مداحم ز بشریت بروں — شل کفش مرسلاں تکفل تقصیر من

ہست حسن خامشی تلویح او صافم بے — لب کشائی ہا مکن اے خادم دلگیر من

بوسہ داد استم بپائے نور جان فخریاں — زاں دل عشاق شد منزل گہ تفجیر من

مامن تسکین مشتاقان راہ حق شدم — ملک من ملک خدا و حاصلش جاگیر من

آفت ناداری عالم زجانم خستہ جاں — مالکان فسق را دل مونس تعزیر من

نعرۂ اللہ اکبر حافظم بر ہر قدم — مصدر تعظیم انساں معنی تکبیر من

کشتۂ سوز محبت روحم از دست کرم — خاک راہ خواجگان تاب زر اکسیر من

بر سر و پیشانیم بنہادہ مردان خدا — ضبط الکریم قرآں کردند در توقیر من

سوزن آرام عشاقاں بدستم دوختہ — بخیۂ جاں کرد کار صولت تحریر من

نقش من مہر تودد زد بدنیائے نیاز — عمل و فضل منکسر در حیطۂ تسخیر من

خواجہ تادیم نمود است از زر پائے مرام — زیں سلامت شد گل دولت بہر تدبیر من

شد منقش روئے احوالم بگلہائے امید — بست پا شد رشتۂ یاد رضائے پیر من

گفتہ آں کفش پا بشنید از فکر عمر — شد حیات دائمی راز دم آخیر من

خاکسار عمر خاں چشتی نظامی فخری از بستی عمر خاں

کلامِ اکبر

وحید الملۃ لسان العصر حضرت مولوی سید اکبر حسین صاحب خان بہادر سابق سیشن جج (الہ آباد) نے اپنے ایک تازہ گرامی نامہ میں یہ چند اشعار ناظرین نظام المشائخ کی ضیافت طبع کیلئے ارسال فرمائے

دست بستہ پا شکستہ دل فسردہ لب پہ مُہر — کچھ نہ کچھ کرتا ہے ہر اک اے خدا میں کیا کروں

نزع میں پیک اجل سے کہہ رہا تھا اک حسیں — تو قضا لایا ہے سر پر اب ادا میں کیا کروں

شکوۂ بیداد کرتا ہوں تو کہتا ہے فلک — خود بخود مجھ سے بہکتی ہو جفا میں کیا کروں

خلقت کی یہ موجیں ہیں انکی ممکن نہیں ضبط اس منظر کا — اے ہوش بشر کب تک یہ جنوں ہر ذرے کے کب ہوں کیونکر

میں کچھ نہ سمجھا کہ بزم دنیا میں کل وجہ نشاط کیا ہے — شعور ہی تو ہے ظرف ہستی شعور ہی کی بساط کیا ہے

اکبر الہ آباد

مدح خواجہ غریب نوازؒ

معین الدین اجمیری ظہور نورِ سبحانی ترا چہرہ ہے نورانی تری صورت ہے لاثانی
منور کر دیا سارے جہاں کو تیرے جلوے نے وجودِ پاک پر اترا رہی ہے ہستیٔ فانی
تری آنکھوں میں بیشک تھا چراغِ معرفت روشن ترے دل کو منور کر رہا تھا نورِ عرفانی
ذرا آبِ بقا کا مل گیا وحدت کے پیاسوں کو پلایا صوفیوں کو کوثر و تسنیم کا پانی
تری ذاتِ مبارک پر بجا ہے فخر ہو جتنا ترے فیضِ قدم سے ہند میں آئی مسلمانی
اشارہ پاتے ہی تیری رضا پر ہو گئے راضی جوابِ خنجرِ تسلیم تھی ہر جبین پیشانی
ہوئے بیکار تیرے سامنے جیپال جادو رہا بن کر مریدِ خاص عبداللہ بیابانی
تجھے حاصل تھیں دونوں نعمتیں دنیا و عقبےٰ کی تری درگاہ شاہانی تری صورت فقیرانی
خلیقِ زار وہ خلدِ بریں کا کیوں نہ ہو مالک جسے تقدیر سے ملجائے اس روضہ کی دربانی

تجلی سے چمک اُٹھا اندھیرا جسمِ خاکی میں
ہوا جب جلوہ افگن نور تیرا جسمِ خاکی میں

تنِ خاکی کا پردہ ہے مجسم نورِ قدرت ہو عیاں دونوں جہاں میں واقفِ رازِ حقیقت ہو
کہیں ہو زاہدِ برحق کہیں ہو ہادیٔ ملت طریقت میں طریقت ہو شریعت میں شریعت ہو
دعائیں تو دلا بابِ اجابت کو گزر جائیں اگر الطاف کی نظریں اگر تیری عنایت ہو
تمہیں مالک ہو دنیا میں قناعت کے خزانے کے تمہیں دولت ہو ثروت ہو تمہیں شوکت ہو حشمت ہو
کیا خشک پانی ایک دم میں آنا ساگر کا نہ کیوں ایماں لائیں جب تری ایسی کرامت ہو
ہمیشہ فیض پہنچانا تمہارا کام رہتا ہے کہیں تم بحرِ بخشش ہو کہیں تم ابرِ رحمت ہو
یہی حسرت ہی حسرت میں یہی ارماں ہے ارماں میں تری دل میں محبت ہو تری آنکھوں میں صورت ہو
ہوئے ہیں آپ مادرزاد کہتی ہیں کراماتیں مبارک باد کے قابل ہے جسکی ایسی قسمت ہو
مجھے بھی آپ کے فیضانِ خدمت سے ملے حصہ ثنا خواں ہے خلیقِ زار پر چشمِ عنایت ہو

فلک پر نور ہے تیرا زمیں پر ہے ضیا تیری
صبا بن بن کے چلتی ہے زمانہ میں ہوا تیری

ترا دربار شاہانہ معین الدین اجمیری — مری صورت فقیرانہ معین الدین اجمیری
خیال معرفت تیرا پری بن بن کے آتا ہے — ہوا ہے دل تجھ پہ دیوانہ معین الدین اجمیری
بجھا دو تشنگی میری پلا دو آج تو بھر کر — مئے وحدت کا پیمانہ معین الدین اجمیری
جہاں دیوؤں کا مسکن تھا وہاں جنگل میں منگل کیا — بسایا خوب ویرانہ معین الدین اجمیری
شراب معرفت سے جھومتے ہیں مست ہو ہو کر — عجب تیرا ہے میخانہ معین الدین اجمیری
مئے وحدت پلائی تم نے قطب الدین کاکی کو — ہمیں بھی کر دو مستانہ معین الدین اجمیری
تری شمع شبستاں کا ترے وحدت کے جلوے کا — ہوا ہوں دل سے پروانہ معین الدین اجمیری
بنے جاروب کش آکر فرشتے باغ جنت سے — ترا ہے پاک کاشانہ معین الدین اجمیری
خلیق زار کو دنیا کے جھگڑوں سے رہائی دو — سنو اسکا بھی افسانہ معین الدین اجمیری

مرادیں دل کی بر آتی ہیں روضہ کی زیارت سے
اسی کو ہند میں نسبت ہے کعبہ کی عمارت سے

خاکسار عبد الخالق خلیق دہلوی

پیر مغاں کی چوکھٹ

ماہ صیام میں ہوا رحمت کا جب نزول — اللہ کا شکر ہو گئی میری دعا قبول
مدت سے آرزو تھی یہی دل میں جاگزیں — مجکو شرف ہو خدمت درگاہ کا حصول
پہنچا میں یاد کرتے ہی اجمیر سر کے بل — دامن میں بھر کے لیگیا صدق و صفا پھول
سویا پڑا تھا رات کو بیہوش نیند میں — دل نے جگا کے مجھسے کہا یہ کہ اے فضول
خالی نہیں ریا سے ترا سجدہ و قیام — اوقات کر نہ ضائع کہ ہوگا نہ کچھ حصول
اس راہ زہد خشک میں امن و اماں کہاں — پوشیدہ ہر قدم پہ ہیں شیطان شکل غول

ملا ماہ رجب گزشتہ میں مصنف صاحب ایک تنازعہ جو مابین دیوان صاحب اور بعض خدام صاحبان تھا بطور ثالث

کوئی یہ ترک نہ کرے رہِ عشق کر پسند	رستہ تو ہے کٹھن نہیں خوف اس میں ذرا طول
اسلام اور عشق ہیں تعارف توام	اصحاب با صفا تھے سبھی عاشقِ رسول
پھر کہتے ہیں جھکے پیرِ مغاں کو رکھ دیا سر	یہ رحمتِ خدا کا جہاں ہے سدا نزول
پہنچا یہ بندہ سنئے درِ میکدہ پہ میں	پر بند ہو چکا تھا خزینہ اب ہے وہ نزول
آواز دیں بہت مگر نہ پایا مگر جواب	چاہا کہ دیکھوں جھانک کے کیسی ہیں [illegible]
اتنے میں سر نکال کے اک شخص نے کہا	بند ہو چکا ہے میکدہ اب تھے یہ فضول
سجدہ تو یہیں کہ جو ہر دم کھلی رہے	جو آتے آ کے یہاں ہر لحظہ پہ فضول
ملحوظ ہے یہاں ادب اور ہر قاعدہ	جاتا ہے دور سے صفِ نعال میں ہر جہول
میکدہ سے پیرِ مغاں کا عمل ہے یار	ہیں مختلف یہاں کے سب آئین اور اصول
کس کی مجال ہے کہ کوئی اذن سے بغیر	حاضر ہیں رستے ہو سکے [illegible]
پاتا ہو وہ بھی پائی صف نعلین پر جگہ	ہر سو رہِ طلب [illegible]
در کھل یا نہ کھولا، کہا میں نے یہ سنا	پہنچا بقدر پیشِ جگر کو شدت [illegible]
آیا ہے در پہ تیرے وہ دنیا کو چھوڑ کر	عارف کو جا ملے نہ اے پیرِ مغاں تو بھول

(پیرزادہ) محمد حسین عارف ایم اے پنشنر سیشن جج [illegible]

تضمین

(بر غزل حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ العزیز)

ہمہ ہست محبت سپند دانہ توئی	گر اوست شمع زسوز جگر زبانہ توئی
ہنگ لالی وزیر بحر بے کرانہ توئی	دلا چو محرم آں دلبر یگانہ توئی

قضا چو تیر بلا میزند نشانہ توئی

کہ [illegible] سوت درس ہو آموخت	کہ نیست گرد فنا مایہ آنا اندوخت
[illegible] خاک قدم ہمچو نقش مژگاں دوخت	دگر فروزد کانون عشق آتش سوخت

شرارہ کہ بریزد ازاں زبانہ توئی

چہ باز ہستی بے ہست خویش منفعلم — بجز ہوائے تو کو دیگرے در آب گلم
سرایم از نفس ایں زمزمہ دبس خجلم — تنم چو دائرہ و نقطہ درمیانہ دلم
دلم چو دائرہ و نقطہ درمیانہ توئی

شنیدم از تو جوابے بہ آنچہ گفتم جفت — ہر آنچہ نسبہ بدادم بنقد آمد مفت
شوم فدائے تو کز لب چہ در سخنی سفت — بگفتم از چہ بہانہ تو در حجابے گفت
وجود تست حجاب من بہانہ توئی

نفس کہ درد مداز سینہ چوں نے گنجد — ز دل برآید و در ہر دمے پہ پے گنجد
بچشم معرفت تو نہ ہیچ شئے گنجد — ہمائے عشق بدام حدوث کے گنجد
چو مرغ خانگی در قید آب و دانہ توئی

ہمیشہ بے سر برگی کجا بہ سامانی — براہ خود قدمے مے نہی و دامانی
چو زلف در گرہ خویشی و پریشانی — چو حلقہ منتظرے بر در و نمیدانی
کہ طالب خود می در درون خانہ توئی

باتباع پیمبر بگوئے نکتہ عشق — برنگ فاتح خیبر بگوئے نکتہ عشق
بخیز عجمی مضطر بگوئے نکتہ عشق — معین بپائے بمنبر بگوئے نکتہ عشق
کہ بلبل چمن عشق در زمانہ توئی

عقیدت کیش عبدالرزاق عجمی مست سخن ازبیلور

جن حضرات نے

اب تک نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں حصہ نہ لیا ہو۔ انہیں اب متوجہ ہونا چاہیے لوگ فرمایش بھیجدیتے ہیں۔ مگر یہ نہیں لکھتے کہ کس قسم کا پرچہ جاری کیا جائے۔ اول۔ دوم۔ یا سوم؟

(واحدی)

تازہ نعتیں اور غزلیں

(۱) جناب پیرزادہ محمد عبد العزیز صاحب عزیزؔ مخدومی امرتسری

وہ فخرِ عرب شاہِ سوارِ مدنی ہے — دنیا اُسی محبوب کی خاطر سے بنی ہے
ہاں عالم و آدم سے ہے برتر نسب اُسکا — کیا شان ہے کیا مرتبہ اللہ غنی ہے
انگلی کے اشارے سے کیا شق جو قمر کو — گردوں نے کہا خوب یہ ناوک فگنی ہے
معراج میں ارشاد ہوا حق کی طرف سے — چھوڑو بھی تکلف کہ دمِ ہم سخنی ہے
دنیا میں جو ہے ظلِ خدا وہ تنِ اطہر — سایہ چمن خلد میں سرو چمنی ہے
ہو اُس کی اگر دولتِ دیدار میسر — پھر ہیچ یہ سب دولتِ دنیائے دنی ہے
جو شخص نہیں خاک نشینِ درِ حضرت — کہدو کہ جہنم میں جگہ اُسکی بنی ہے
آنکھیں ہوں قدم اور رہِ وادیٔ یثرب — اب ہے یہی مقصود یہی دل میں ٹھنی ہے
انجام ہو جس کا درِ حضرت پہ رسائی — کس درجہ مبارک وہ غریب الوطنی ہے

ہاں قافلہ اس راہ میں اے تارِ نفس ہو
اے نالۂ دل میرے لیئے بانگ جرس ہو

---

(۲) جناب ابو البیان مولوی محمد رضا صاحب صدیقی الٰہ آبادی۔ از علیگڈھ

راہِ مدینہ میں نہ مرا ساتھ چھوڑ دیکھ — مجھ ناتواں کی آس اب شوق توڑ دیکھ
دل ٹوٹ جائینگے ابھی ظالم کرور دیکھ — اے محتسب نہ جام و صراحی کو توڑ دیکھ
آئیگا ہوش میں نہ کبھی بیخودِ فراق — اے دردِ دل ہزار تو اُسکو جھنجوڑ دیکھ
اے رحمتِ نبی ترے صدقے ادھر کو آ — میری طرف سے مُنہ کو تو اپنے موڑ دیکھ
خونِ جگر فراق میں پیتا ہوں میں سدا — ساقی تو میرے دامنِ تر کو نچوڑ دیکھ
جلتے ہی تیرے۔ جان پہ بنجائیگی مری — ہاں اے خیالِ یار نہ تو ساتھ چھوڑ دیکھ

تو اپنے سر گناہ یہ لیتا ہے مفت کیوں
واعظ گناہگار نئی بت اس توڑ دیکھ
بے پردہ اُن کا جلوہ ہے آنکھوں میں ہی عیاں
اپنی نگاہِ شوق کے یہ جوڑ توڑ دیکھ

(۳) جناب مولانا شرافت علی صاحب اثر وارثی مخدومی از امیٹھی شریف

ظاہر تو بشر ہے شک محمد مصطفےٰ تم ہو
حقیقت میں جو دیکھا عین ذات کبریا تم ہو
مرض کیسا شفا کیسی قضا کیسی دوا کیسی
مرض تم ہو شفا تم ہو قضا تم ہو دوا تم ہو
نہیں ملتے مجھے الفاظ وصفِ حُسن حضرت کے
سوا اسکے کہوں کیا میں حسینوں سے خدا تم ہو
کسی کو سیکڑوں ہونگی تمنائیں یہاں اک ہے
مری آنکھیں ہوں اور پیارے محمد مصطفےٰ تم ہو
اسے کیا ہوگی پروا قصر جنت حور و غلماں کی
بسے دل میں بھلا جسکے محمد مصطفےٰ تم ہو
جفا و ظلم کے خوگر ہیں جتنے حُسن والے ہیں
ہمارا ایسی باتوں سے حبیب کبریا تم ہو
نہ کیونکر جان دیں حور و ملک جن و بشر تم پر
خدا عاشق ہوا جس پر وہ پیارے دلربا تم ہو
بشر سمجھے ملک سمجھے جو کچھ سمجھے غلط سمجھے
مری آنکھوں سے جو دیکھے سمجھ لے پھر کیا تم ہو
وہاں تو لن ترانی حضرت موسیٰ سے فرمایا
یہاں آ کر دینے میں ہے جلوہ نما تم ہو
پتہ پوچھے تمہارا اگر کوئی مجھسے تو میں سمجھوں
بتاؤں کس جگہ جب ہر جگہ جلوہ نما تم ہو
اثر کی آرزو اتنی تو پوری ہو کہ جلدی سے
بلا لو اسکو بھی جس جا حبیب کبریا تم ہو

(۴) ولہٗ

ایک جا پر ہے کہیں بھی نہ نہیں رہتے ہیں
جس جگہ دیکھو تو سمجھو کہ یہیں رہتے ہیں
شہرہ حسن بھلا کس طرح عالم میں ہوا
تم تو کہتے ہو کہ ہم پردہ نشیں رہتے ہیں
یوں تو اسد نے دل سب کو دیئے ہیں لیکن
دل وہی دل ہے کہ جس دل میں حسیں رہتے ہیں
دیکھنے والے سے ممکن ہے بھلا کب پردا
یہ تو حیلہ ہے کہ وہ پردہ نشیں رہتے ہیں
کہیں تو عاشق غمگیں کی صورت میں چھپے
کہیں بن کر دل عاشق میں حسیں رہتے ہیں
دَیر میں ہم کو ملے اور کبھی مسجد میں
پھر یہ دعوے ہے کہ ہم پردہ نشیں رہتے ہیں
دیکھنے جائیں کسے کعبہ و بتخانے میں
یاں بھی رہتے ہیں ہمیں واں بھی ہمیں رہتے ہیں

میں نے رہنے کا پتا پوچھا تو ہنسکر بولے — خانۂ دلمیں ترے دیکھ ہمیں رہتے ہیں
دونوں عالم کے بکھیڑوں سے ملی ہمکو نجات — ہر گھڑی پیشِ نظر وارث دیں رہتے ہیں
انکے رہنے کا پتا پوچھو تو فرماتے ہیں — پوچھنے والے ہو تم کون کہیں رہتے ہیں
دیر و مسجد ہی پہ موقوف ہے کیا کچھ یہ اثر — کون سی جا ہے جہاں پردہ نشیں رہتے ہیں

(۵) جناب مولانا عشق صاحب حیدرآبادی

بندے ہم بے زر و بے دام ہیں کن کے۔ انکے — دل سے ہم عاشق ناکام ہیں کنکے۔ انکے
شافع و احمد بے میم و محمد سید — اور بھی انکے سوا نام ہیں کنکے ان کے
مارنا آنکھ سے اور لب سے جلانا دم میں — ایک ادنیٰ سے یہ سب کام ہیں کنکے۔ انکے
حق نے فرما ہی دیا شان میں لولاک لما — از سمک تا بسما رام ہیں کن کے۔ انکے
سِرّ عرفان سے بھرا ایک ہے اور شرع سے ایک — ایک ہی ہاتھ میں دو جام ہیں کن کے انکے
ذاتِ جوہر کی ہے تقسیم محالِ عقلی — اے عجب نور کے اقسام ہیں کنکے۔ انکے
عارضِ صاف و سیہ گیسو کے صدقے جاؤں — زیرِ فرماں طلب شام ہیں کن کے انکے
فرشِ خاکی پہ اگرچہ کہ ہیں خیمہ انداز — عرش و کرسی و فلک بام ہیں کن کے انکے
مہ و مہر و مشتری و زہرہ عطارد مریخ — عقرب و ثور یہ خدام ہیں کن کے انکے
اور تھے وہ جنہیں فرمان تھا "خلع نعلیک" — مسندِ عرش پہ اقدام ہیں کن کے انکے"
حق سے بتلا کے نبیؐ کو یہ کہیں گے دمِ حشر" — عشق ہم بندہ بے دام ہیں کن کے انکے

رباعی

از غنچۂ گلستاں صدائے شنوم — وز ہر برگِ گل بوئے وفائے شنوم
محدود نہ بشانِ وحدانیت — از ہر بنِ مو بانگ ترائے شنوم

(عشق)

یارانِ نظام المشائخ

ذیل میں اُن حضرات کے نام دلی شکریہ کے ساتھ درج کیے جاتے ہیں جنہوں نے اس ماہ رسالہ نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں سعی بلیغ فرمائی۔ (واحدی)

	خریدار		خریدار
جناب مولوی محمد شفیع خاں صاحب اعظم گڈھ	ایک	جناب منشی محمد الدین صاحب گوجرانوالہ	ایک
جناب مولوی نذیر احمد صاحب جھنگ مگھیانہ	ایک	جناب قاضی نذیر احمد صاحب چھاؤنی شاہپور	دو
جناب سید عبد المجید صاحب کہیری لکھیم پور	ایک	جناب حکیم غلام حسین صاحب ضلع اٹک	ایک
جناب بابو غلام علی صاحب ڈرائیور کالپی	ایک	جناب بابو محمد تمیز الدین صاحب شملہ	ایک
جناب سخاوت علی صاحب آگرہ	ایک	جناب سید محمد ولایت شاہ صاحب دہرم کوٹ	ایک
جناب بابو مولا بخش صاحب اندور	تین	جناب محمد خانصاحب ساکن دولہ۔ چکوال	دو
جناب سکرٹری صاحب توحید نیاز کلب کشن گنج	ایک	جناب مولوی احمد شریف صاحب ڈاکخانہ کلیم	دو
جناب شیخ ابراہیم صاحب تعلق کنگل	ایک	جناب احمد داود اسمٰعیل صاحب ترسائی	ایک
جناب شیخ فدا علی صاحب رسولپور آنٹ	ایک	جناب حکیم محمد حیات خاں صاحب جبلپور	ایک
جناب منشی علی نواز خانصاحب شہداد کوٹ	ایک	جناب ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب حیدرآباد دکن	ایک
جناب سید محمود شاہ صاحب احمد پور شرقیہ	ایک	جناب مفتی محمد حنیف صاحب چشتی نکودر	ایک
جناب مولوی محمد عبید اللہ صاحب جی بی کالج مظفرپور	ایک	جناب مولوی معراج الدین صاحب اسسٹنٹ ماسٹر سولن	ایک
جناب سکرٹری صاحب سٹوڈنٹس کلب ہریانہ	ایک	جناب منشی محمد فضل الرب صاحب نقشہ نویس حیدرآباد	ایک
جناب سید ابو القاسم خانصاحب لکھنؤ	ایک	جناب محمد صاحب خاں صاحب المدد موہ	ایک
جناب محمد اسحاق خانصاحب داناپور	ایک	جناب محمد یوسف صاحب ناظر چھاؤنی سیالکوٹ	ایک
جناب مولوی سید حامد حسین صاحب انسپکٹر پولیس امروہا	دو	جناب سید احمد صاحب بمبئی	ایک
جناب قدرت احمد صاحب مدنا مالیگاؤں	ایک	جناب عبد الغنی صاحب بی اے پرنسپل لارکانہ	چار
جناب محمد شاکر خانصاحب رائے بریلی	ایک	جناب غلام رسول صاحب ضلع مہرپور	ایک
جناب تاج محمد صاحب آزاد رحمان پوری لکھنؤ	ایک	جناب امام الدین صاحب ڈیرہ غازیخاں	ایک

کہ ہر بزرگ کو ایک ایک خدمت ادنیٰ سپرد کی۔ چنانچہ حضرت چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کو پوشاک پہنانے کی خدمت عطا ہوئی۔ آپنے انکار فرمایا۔ بادشاہ نہایت ناراض ہوا اور حضرت رح کو قید کر دیا۔ اب آپکو حضرت سلطان الاولیاء رح کی نصیحت یاد آئی۔ اور اس خدمت کو قبول کرکے رہائی پائی[۵۱]۔

تذکرۃ الاتقیاء میں مرقوم ہے "حضرت چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ بعد نماز عصر حجرہ میں چلے جاتے تھے۔ اور خدام کو حکم تھا کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت کسی کام کو آئے تو ایک تنگہ دیکر رخصت کر دینا۔ اور اگر وہ یہ نہ لے تو دو تنگے بلکہ پچاس تنگے تک دیکر روانہ کرنا۔ یہ وقت خاص عبادت کا تھا اور خدام کو علم تھا کہ اس ممانعت میں کیا بھید تھا۔ اتفاق سے ایک قلندر اُسی وقت وارد ہوا۔ ہر چند خدام نے اُسے روپے دیئے۔ لیکن وہ نہ مانا۔ اور ملاقات پر اصرار کرتا رہا۔ آخر مجبور ہو کر حجرہ تک جانے دیا۔ حضرتؒ عبادت الٰہی میں مشغول تھے۔ وہ قلندر گیا اور نہایت سختی سے کچھ طلب کرنے لگا۔ آپنے دو تین مرتبہ اشارہ بیٹھ جانے کا کیا وہ نہ مانا۔ اور چند لکڑیاں حضرت رح کے جسم مبارک پر ماریں۔ جن کی وجہ سے خون نکل آیا خدام پریشان ہو کر دوڑے اور چاہا کہ اس بے ادبی کی سزا دیں۔ آپنے منع فرمایا۔ اور قلندر کو پچاس اشرفیاں مع ایک گھوڑے کے دیکر ہدایت فرمائی کہ جس قدر جلد ہو سکے یہاں سے چلا جا۔ اسکے بعد آپنے وصیت فرمائی کہ ہمارا وقت رحلت قریب آ پہنچا۔ حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ غسل دیں۔ اور خرقۂ خلافت عطیہ حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ میں لپیٹ کر مع عصا و مصلا و تبرکات حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ قبر میں اُتاریں۔ آپ کا انتقال ۱۸۔ رمضان المبارک شب جمعہ ۷۵۷ہجری میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ کی عمر شریف بیاسیؔ برس کی ہوئی۔

حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے حسب وصیت عمل کیا۔ اور خود نہایت مغموم ہو کر دکن کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ کو زیادہ تر یہ الم تھا کہ تمام تبرکات حضرت

[۵۱] بے ادبیوں اور گستاخیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ سلطان محمد تغلق بُرے حالوں مرا۔ اور خلق خدا نے اسکے مظالم سے رہائی پائی۔

چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مدفون ہو گئے۔ دکن میں سلطان فیروز شاہ بہمنی کا زمانہ تھا۔ وہ آپ سے نہایت عزت سے پیش آیا۔ اور احمد آباد بیدر میں آپ کے واسطے خانقاہ تیار کرائی۔

اہالیان دکن آپ کے نہایت معتقد تھے اور بہت سے گاؤں آپ کی خانقاہ کے واسطے سلطان فیروز شاہ اور دوسرے سلاطین دکن نے وقف کئے۔ حضرت سید صاحب رح کی اولاد شیعہ و سُنی دونوں مذہب رکھتی ہے۔ آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ جب آپ گجرات کے رستہ سے روانہ دکن ہوئے تو بہت سے آپ کے پیر بھائی بھی ہمراہ تھے۔ نہروالہ میں پہنچے تو حضرت خواجہ رکن الدین کان شکر رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ اُنھوں نے دریافت فرمایا۔ "اپنے آپ کو آپ نے کہاں تک پہنچایا۔" حضرت سید رح نے فرمایا۔ "میں نے کام شبلی و جنید کا سا کیا لیکن کوئی کشایش نہ پائی۔" حضرت خواجہ رح نے فرمایا کہ اِن بزرگوں نے کیسہ زر اپنے پاس سے پھینک دیا تھا۔ اور آپ نے رکھ چھوڑا ہے۔ پھر بھلا کیسے کشایش ہو۔ حضرت سید رح یہ سُنکر متنبہ ہوئے۔ اور کیسہ زر جو ہمیشہ کمر میں رکھتے تھے اپنے پاس سے دور کیا۔

حضرت شیخ منتخب الدین معروف بزر زری بخش رحمہ اللہ

شاہ منتخب الدین رح و شاہ برہان الدین رح علوم ظاہری و باطنی کے علماء تھے حضرت سلطان الاولیاء رح کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا۔ اور تھوڑے دنوں میں مراتب عالیہ پر سرفراز ہو گئے۔ حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت نامہ مصلا عصا، اور خلعت شاہ منتخب الدین رح کو عطا فرما کر دکن کی ولایت سپرد کی۔

جس وقت حضرت شاہ صاحب رح عازم دکن ہوئے تو حضرت سلطان الاولیاء رح نے اپنے سات سو مریدوں کو آپ کے ساتھ کر دیا۔ لیکن اُنکے خرچ کے بارے میں آپ بہت متردد ہوئے۔ اور حضرت پیر و مرشد رح سے اپنے تردد کو التماس کیا۔ حضرت ممدوح نے مراقبہ کے بعد فرمایا کہ ان کا خرچ انشاء اللہ تعالیٰ غیب سے آپ کو ملا کرے گا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ بعد نماز تہجد

ایک مٹھی نذیں (سونے کا ڈبہ) آپ کو عطا ہوتا تھا۔ اور اسکو فروخت کر کے بھائیوں کے صرف میں خرچ کرتے تھے۔ جب آپکا انتقال ہوا تو حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے آپکے برادر شاہ برہان الدین رح سے فرمایا کہ آپکے بھائی کی کیا عمر تھی۔ وہ سمجھ گئے اور نہایت ہی ملول ہوئے +

حضرت سلطان الاولیاء رح نے اپنے وصال سے پیشتر شیخ برہان الدین رح کو خرقہ خلافت دکن عطا فرما کر رخصت فرمایا تھا +

حضرت شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ

جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ خرقہ خلافت سے سرفراز ہوکر دکن کی جانب تشریف لے جانے لگے تو بادب التماس کیا کہ میرے ہم مشرب وہاں کیسے ملیں گے۔ حضرت سلطان الاولیاء رح نے ارشاد فرمایا کہ چار سو پیر بھائی آپکے ساتھ کئے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ حضور کی تاب مفارقت نہیں ہے۔ اس لئے قدموں سے جدا نہ فرمائیے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ آپکے بعد ہمارے درمیان کوئی حجاب نہ ہوگا۔ خواہ کہیں رہئے۔ دنیا اور دین کی کل حاجات انشاء اللہ پوری ہونگی۔ غرض حضرت شیخ رح مع چار سو درویش کے دولت آباد دکن تشریف لے گئے۔ خلق خدا کو آپ کی ذات سے فیض پہنچا۔ اور حضرت سلطان الاولیاء رح کی برکت سے کل حاجات پوری ہوئیں +

مولف تذکرۃ الاتقیاء تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت سلطان الاولیاء رح کا مطبخ حضرت شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد تھا۔ ایک دن شیخ ممدوح باورچی خانہ میں تشریف رکھتے تھے کہ سر و زمین بری معلوم ہونے لگی۔ آپ ایک کپڑا جو کانہدے پر پڑا ہوا تھا زمین پر بچھا کر بیٹھ گئے۔ اتفاق سے ایک شخص نے آپکو اس حالت میں دیکھ لیا۔ اور حضرت سلطان الاولیاء سے عرض کیا کہ آج شیخ رح نہالچہ پر تشریف رکھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا یہ بے ادبی ہے ابھی انکے سر میں ہوس باقی ہے۔ وہ ہمارے سامنے نہ آئے۔ حضرت شیخ رح نے جب یہ سنا۔ مفارقت سے نہایت بیتاب ہوئے۔ ہر چند سفارش کرائی۔ مگر کوئی نتیجہ نہ ہوا۔

آخر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا۔ بلاشک حضرت امیر رح سے بڑھکر حضرت سلطان الاولیا رح کا مقرب خاص کوئی نہ تھا آپنے اپنی پگڑی سر سے اتار کر حضرت شیخ کی گردن میں ڈالی۔ اور اسی صورت سے حضرت سلطان الاولیا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب ممدوح رح اسوقت کلاہ کج رکھے ہوئے وضو فرما رہے تھے۔ کہ حضرت امیر خسرو رح نے یہ بیت پڑہی ؎

هر قوم راست راهے دینے و قبله گاهے من قبله راست کردم بر سمت کجکلاهے

آپ نہایت خوش ہوئے۔ اور دونوں صاحبوں کو بغل میں لے لیا ٭

حضرت شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا مرتبہ تھا۔ ایک دفعہ حضرت سلطان الاولیاء کی مجلس میں حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہوا۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ ہمارے پاس بھی ایک بایزید ہیں۔ حاضرین نے دریافت کیا وہ کہاں ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ جماعت خانہ میں۔ اقبال خادم خاص فوراً وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں ٭

شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ جب بحکم خدا واصل ہوئے تو خدام نے دولت آباد میں آپ کو سپرد زمین کیا۔ اور حضرت شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جانشین ہوئے ٭

حضرت شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان نصیر الدین محمود چراغ دہلی رح کے ہمشیرزادے ہیں۔ آپ بہت بڑے صاحب کمال اور بزرگ تھے جب نصیر خاں[1]

[1] نصیر خاں فاروقی سلاطین فاروقیہ برہانپور میں صاحب اقبال بادشاہ گزرا ہے اسکا باپ ملک راجہ فاروقی بڑا صاحب ہمت شخص تھا سلطان فیروز شاہ والی گجرات نے منصب ہزاری پر سرفراز فرماکر سپاہ سالاری خاندیس کی عنایت فرمائی۔ رفتہ رفتہ اسنے نہایت ترقی کی اور سلطنت فاروقیہ کا بانی ہوا۔ اسکا بیٹا نصیر خاں نہایت اولوالعزم شخص تھا۔ سلطان احمد شاہ گجراتی نے اسپر نہایت نوازشیں فرمائیں۔ اور نصیر خاں نے خاندیس پر تمام تسلط کر کے خطبہ اپنے نام کا پڑھوایا ملک راجہ فاروقی حضرت شیخ زین الدین رح کا خلیفہ بھی تھا اسکے بعد نصیر خاں نے بھی حضرت شیخ کی خدمت میں کوئی فروگذاشت نہیں کی۔ سلاطین فاروقیہ کا علاقہ خاندیس تھا اور سب ملک تک [illegible]

حاکم نے آسا اسیر قلعہ آشیر فتح کیا تو حضرت شیخ رح سے تشریف آوری کی التجا کی حضرت رح کو بھی خاطر بہت منظور تھی چنانچہ آپ اس مقام میں جہاں اب قصبہ زین آباد ہے فروکش ہوئے۔

نصیر خاں کی خواہش تھی کہ حضرت دریائے پٹنے کی اس طرف تشریف لاکر قلعہ آشیر میں رونق افروز ہوں۔ مگر آپنے عذر فرمایا کہ ہمیں حضرت پیرومرشد رح کے یہاں سے دریا کو عبور کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ آخرکار نصیر خاں جب تک کہ حضرت زین آباد میں فروکش ہے۔ نماز فجر آپکے ساتھ پڑھتا رہا۔ جب اس نے قبول دیہات کی بہت زیادہ تکلیف دی تو آپنے بخیال خاطر شکنی یہ ارشاد فرمایا کہ ایک شہر ہمارے پیرومرشد حضرت شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی پر آباد کرو۔ اور جہاں فقیر مقیم ہے۔ یہاں ایک قصبہ ہمارے نام سے بسادو۔ چنانچہ نصیر خاں نے برہان پور اور زین آباد آباد کیے۔ شہر برہان پور ایک زمانہ میں نہایت بارونق تجارت گاہ تھا۔ اور قصبہ زین آباد بھی بہت مشہور ہوا۔

حضرت شیخ نظام الدین ابوالمؤید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ سے غزنیں میں تربیت وخرقہ خلافت حاصل کیا۔ اسکے بعد دہلی تشریف لاکر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ اور بہت بڑا درجہ حاصل کیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ بی بی سامیاران ہمشیرہ سید نورالدین غزنوی رح حضرت قطب صاحب رح کو بھائی کہتی تھیں۔ اور آپ بھی انکو مثل ہمشیرہ کے خیال فرماتے تھے۔ حضرت سلطان الاولیاء رح فرماتے ہیں۔ "میں ابتدائے حال میں جمعہ کے دن جامع مسجد دہلی میں حاضر تھا کہ شیخ نظام الدین ابوالمؤید تشریف لائے۔ اور اس طرح دوگانہ تحیۃ ادا کیا کہ ان کی مشغولیت سے مجھے نہایت درجہ ذوق ہوا۔ نماز کے بعد ایک درویش قاسم رح نے منبر پر تشریف لاکر کلام اللہ شریف کی ایک آیت پڑھی اور شیخ رح نے فرمانا شروع کیا کہ میں نے یہ بیت اپنے یار کے خط وخال میں لکھی ہوئی دیکھی ہے ؎

در عشق تو کے از تو حذر خواہم کرد ، جاں درغم تو زیر وزبر خواہم کرد

انہوں نے اِس بیت کو ایسے سوز سے پڑھا کہ حاضرین میں آہ و فغاں کا شور بلند ہوا اور مجھے بھی ہوش نہ رہا۔

سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں امساک باراں سے خلق خدا بہت پریشان ہوئی۔ لوگوں نے حضرت شیخ رح سے استدعا کی کہ آپ مینہ کے واسطے دعا فرمائیں حضرت نے آسمان کی جانب منہ کر کے فرمایا" قسم ہے مجھے تیرے عظمت و جلال کی اگر آج تو نے مینہ نہ برسایا تو میں کسی آبادی میں نہ رہوں گا۔" آپکے یہ ارشاد فرماتے ہی باران رحمت کا نزول ہوا اور جل تھل بھر گئے۔ الحمد للہ۔ مولانا سید قطب الدین ترمذی رح آپکے دوست اور ایک بزرگ تھے۔ انہوں نے فرمایا۔" میں خوب جانتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ کے حضور میں آپ کو کامل اخلاص ہے۔ لیکن یہ فرمانے کی کیا ضرورت تھی کہ اگر مینہ نہ برسا تو میں کسی آبادی میں نہ رہونگا۔" آپنے فرمایا۔" مجھے کامل یقین تھا کہ بارانِ رحمت کا نزول ضرور ہوگا۔ لیکن یہ کہنا امرِ خاص میں داخل تھا[۱]۔"

حضرت شیخ فرماتے ہیں۔" مجھے اور مولانا سید نور الدین مبارک غزنوی رح سے سلطان شمس الدین التمش رح کی مجلس میں کچھ نزاع ہوگئی تھی۔ اور وہ ناراض سے رہتے تھے۔ لوگوں نے مجھ سے دعائے باراں کے واسطے اصرار کیا۔ میں حضرت نور الدین رح کے روضہ مبارک پر حاضر ہوا۔ (اُس وقت شیخ واصل بحق ہو چکے تھے) اور فاتحہ کے بعد عرض کیا کہ تقصیر معاف ہو۔ روضہ سے آواز آئی۔ ہم تم سے صاف ہیں۔ دعا کرو۔ انشاء اللہ مینہ برسے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے پانی برسایا۔ اور خلق اللہ آسودہ ہوئی۔"

آپ ایک دفعہ منبر پر تشریف لائے اور ایک کپڑا آستین میں سے نکالکر اُسکو جنبش دی اور دعا کی۔ مولانا وجیہ الدین یحییٰ رح (مرید خاص) اسنے دریافت فرمایا کہ یہ کپڑا کیا ہے۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ یہ ٹکڑا حضرت مرشدی و مولائی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے دامن کا ہے جو میری والدہ کو حضرت نے عطا فرمایا تھا۔ میں نے اس کے توسل سے دعا مانگی ہے۔

---

[۱] مولانا محمد قاسم فرشتہ نے اس موقع پر یہ الفاظ لکھے ہیں" فضولی مزدم"

حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

حضرت[1] امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا اسم مبارک ابوالحسن ہے آپکے والد امیر سیف الدین محمود امرائے ہزارہ بلخ سے تھے۔ اور قریش کے جوانب میں قیام تھا۔ فتنۂ چنگیز خاں کے زمانہ میں ہندوستان آئے اور یہاں اُمرائے شاہی کے سلسلہ میں منسلک ہوئے۔ امیر خسرو[2] قصبہ پٹیالی[3] میں پیدا ہوئے اُس وقت میں یہ مومن آباد کہلاتا تھا۔ آٹھ سال کی عمر میں باپ اور دونوں بھائی امیر اعز الدین علی شاہ اور امیر حسام الدین کے زیرِ نظر تربیت حاصل کی۔ یہ زمانہ سلطان غیاث الدین بلبن کا تھا۔ حضرت امیر خسرو رح نے ۹ برس کے سن میں حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ اور مرتبہ کمال کو پہنچے۔ امیر سیف الدین محمود کا انتقال ایک معرکہ میں ہوگیا۔ اُس وقت اُنکی عمر پچاسی سال کی تھی۔ امیر اعز الدین علی شاہ اُن کے قائم مقام ہوئے۔ امیر خسرو رح نے اپنے والد مرحوم کے مرثیہ میں ایک بیت لکھی ہے ؎

سیف از سرم گزشت و دلم دو نیم شد　　دریائے ما رواں شد و دُرّ یتیم شد

حضرت امیر خسرو رح کے نانا صاحب امیر عماد الملک[4] بڑے معزز امیر اور دو ہزار سواروں کے افسر تھے۔ امیر سیف الدین کے انتقال کے بعد امیر صاحب کو انہوں نے نہایت ناز و نعم سے پرورش کیا اور تعلیم و تربیت میں اسقدر کوشش کی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں امیر خسرو فضلائے عصر سے ہوگئے +

ایک دن حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ مع اصحاب بازار کی جانب تشریف لیے جاتے تھے اور حضرت امیر خسرو رح بھی ہمراہ تھے۔ یہ زمانہ حضرت رح کا عین عنفوانِ شباب کا تھا۔ کہ آپ کی نظر خواجہ حسن شاعر پر جا پڑی۔ اُنکے حرکات موزوں و دلربا پر دل لوٹ گیا خواجہ کا

---

[1] حضرت امیر خسرو رح دہلوی کے مفصل حالات جناب شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے بیان خسرو کے نام سے لکھے ہیں اور یہ کتاب دفتر نظام المشائخ دہلی سے دستیاب ہو سکتی ہے۔ ناظرین بشرط موقع اُسکو ضرور ملاحظہ فرمائیں بینظیر کتاب ہے ۱۲ [2] ہندوستان پر سلطان محمد تغلق کا زمانہ تھا ۱۲ [3] پٹیالی ضلع ایٹہ میں ہے ۱۲ [4] امیر عماد الملک کی عمر ۱۱۳ برس کی تھی اور اُنکے اوصاف امیر خسرو رح نے دیوان غرۃ الکمال کے مقدمہ میں لکھے ہیں ۱۲

حسن و جمال اور فضل و دانش مشہور تھا۔ اور وہ ایک دکان پر روٹیاں فروخت کرتے تھے حضرت امیر خسرو رح اُنکے پاس گئے اور دریافت کیا کہ روٹی کیسے فروخت کرتے ہو۔ خواجہ حسن نے جواب دیا کہ ایک پلّہ میں روٹی رکھتا ہوں اور دوسرے میں روپیہ۔ جب وزن روپیہ کا روٹی سے زیادہ ہوتا ہے تو خریدار کو دیدیتا ہوں۔ امیر خسرو رح نے فرمایا کہ اگر خریدار مفلس ہو تو کیا کرو۔ فرمایا کہ روپے کے عوض درد و نیاز لیتا ہوں۔ امیر خسرو رح حسنِ کلام سے بہت حیران ہوئے۔ اور یہ کل کیفیت حضرت سلطان الاولیا رح کے حضور میں گزارش کی۔ اُدھر حضرت خواجہ حسن کو بھی دیدۂ طلب دامن گیر ہوا۔ اور دُکان ترک کر کے کمالات ظاہری و باطنی کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ اس زمانہ میں اگرچہ حضرت سلطان الاولیا رحمۃ اللہ علیہ کے مرید نہ ہوئے تھے۔ لیکن خانقاہ مبارک کی آمد و رفت جاری تھی اور حضرت امیر خسرو رح سے روز بروز مرتبہ اتحاد بڑھتا جاتا تھا۔ دونوں بزرگوں نے شہزادہ[۱] محمد سلطان خاں شہید ابن سلطان غیاث الدین بلبن کی ملازمت اختیار کرلی۔ حضرت امیر خسرو رح مصحف دار ہوئے۔ اور خواجہ حسن رح دوات دار۔ جب شہزادہ دہلی آتا دونوں صاحب خدمت سے فارغ ہو کر حضرت سلطان الاولیا رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں حاضر ہوتے۔ رفتہ رفتہ اُنکے عشق و محبت کی کیفیت زبان زد خاص و عام ہوئی۔ اور اہل غرض لوگوں نے شہزادہ کے حضور میں عرض کیا کہ اِن دونوں بزرگوں پر مخلوق نام دھرتی ہے اور اہل ملامت سے جانتی ہے۔ یہ قابل خدمت نہیں ہیں۔ اُسی زمانہ میں حضرت امیر خسرو نے یہ غزل تصنیف فرمائی تھی ؎

نیں دلِ خود کام کارِ من برسوائی کشید　　خسرو فرمان دل بُردن ہمیں بار آورد

سلطان محمد خاں نے بمصلحت خواجہ حسن رح کو حضرت امیر خسرو رح کے پاس جانے سے منع کردیا۔ لیکن اِن صاحبوں میں رشتۂ الفت و محبت ایسا ہوا تو تھا نہیں کہ شہزادہ کا حکم اُسے توڑ دیتا۔ خواجہ حسن رح نے اسکی کوئی بھی پرواہ نہ کی اور آمد و رفت برابر جاری رکھی۔ اہل غرضوں نے پھر شہزادہ سے یہ حال کہا۔ اور اُس نے خشم آلود ہو کر چند تازیانے خواجہ

---

۱ محمد سلطان خاں اسوقت حاکم ملتان تھا ۱۲

یاران نظام المشائخ

کچھ اسمائے گرامی ان حضرات کے جنہوں نے اس مہینے نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں حصہ لیا صفحہ ۹۴ پر درج ہیں اور باقی یہاں لکھے جاتے ہیں۔

جناب ابوالنور کاظم محمد صاحب حیدرآباد دکن (ایک) جناب حافظ سید شاہ رحمت اللہ صاحب مظفر پور (ایک) جناب شیخ محمد اکرم صاحب فاروقی آنریری مجسٹریٹ ریاست پڈ وتہ (دو) جناب مولوی علی محمد خانصاحب جامپوری (تین) جناب محمد نصر اللہ شریف صاحب سوہا (دو) جناب فیض الدین صاحب جوائنٹ سکریٹری حمیدیہ لائبریری احمدآباد (ایک) جناب برکت علی صاحب ڈاکخانہ چنیوٹ (ایک) جناب منشی فتح محمد صاحب انسپکٹر شاہ کوٹ (۵) جناب قاضی فضل عظیم صاحب جارج کورونیشن ہوٹل دہلی (ایک) جناب غلام محی الدین صاحب سوداگر حیدرآباد دکن (ایک) جناب مولوی کریم بخش صاحب افغان نوشہرہ فیروزپور (ایک) جناب محمد خانصاحب شنسٹر انچارج بابو بیٹھ (دو) جناب محمد احسان علی خانصاحب جیپور (ایک) جناب بابو حبیب اللہ خانصاحب فدائی پھلور ضلع جالندھر (دو) جناب مولوی محمد عبد القیوم صاحب انصاری امراوتی کیمپ (ایک) جناب مرزا ولایت حسین صاحب قزلباش نائب تحصیلدار ضلع متھرا (ایک) جناب محمد عزیز اللہ صاحب بخشی ٹیکس قصبہ فتح (ایک) جناب سید احمد شریف صاحب صیغہ دار (ایک) جناب حاجی علی محمد صاحب فرسٹ لانسر جہادنی آصف نگر (ایک) جناب عبد الحمید صاحب ولد محمد موسیٰ صاحب سوداگر امرہ ضلع مین پوری (ایک) جناب احمد بخش صاحب مولوی فاضل ومنشی فاضل کوٹ مہتاب خاں (ایک) جناب حکیم جونی لعل صاحب سیالکوٹ (ایک) جناب عبد الوحید خانصاحب اجمیر شریف (ایک) جناب قربان علی صاحب گڈوشنکر (ایک) جناب محمد یوسف نور محمد صاحب کیمپ عدن (ایک) جناب لعل خانصاحب کڈپہ (ایک) جناب منشی نواب علی صاحب گرداور قانون گو (چار) جناب عبد الرحمان خانصاحب منشی مدرسہ عثمانیہ ملازم (ایک) جناب سیٹھ محمد امین صاحب سوداگر بہاولپور (ایک) جناب عبد المجید صاحب قریشی دمورہ (ایک) جناب محمد اسلام خانصاحب زمیندار قصبہ شمس آباد (ایک) جناب ایس نور خانصاحب سروے آف انڈیا بنگلور (ایک) جناب ماسٹر اختر الزمان صاحب

آگر (مالوہ) (ایک) جناب شیخ فضل مالک صاحب گودھرا (ایک) جناب سید مسعود علی صاحب تعلقہ گنیش پور (ایک) جناب نور محمد حاجی قاسم صاحب چھاپرہ بمبئی (ایک) جناب ایم جمال الدین محمد امین صاحب حضرو ضلع اٹک (ایک) جناب محمد اسمعیل خانصاحب سائیدار حیدرآباد دکن (ایک) جناب سید جلال صاحب حیدرآباد دکن (ایک) جناب مولانا عبدالرزاق صاحب مجمی مست سخن بہاولپور (دو) جناب احمد داؤد صاحب و دیما دا (ایک) جناب محمد ابوالحسن صاحب فیض پور (ایک) جناب عبدالرحمن صاحب حیام مرادآباد (ا) جناب منشی فیاض الدین صاحب شہر بنارس (ایک) جناب سید شاہ محمد برہان الدین صاحب مدارس ایک جناب محمد خان اللہ صاحب منشی انچارج جانڈا (ایک) جناب سید جہان علی صاحب برہانپور (ایک) جناب خوشی محمد صاحب گجرات پنجاب (ایک) جناب محمود الرب ابوخالد صاحب پولائی ضلع میمن سنگھ (ایک) جناب محمد امام الدین ولد سراج الدین صاحب شریف سجادہ صاحب جنیدی کوٹڑی تعلقہ اکھنی (ایک) جناب محمد رجب صاحب سکریٹری حامیہ مدرسہ کومیلہ (ایک) جناب محمد عبدالغنی صاحب کنک عالم حیدرآباد (ایک) جناب مبارک شاہ صاحب فریدپور (ایک) جناب محمد نصیرالدین عبدالغفور صاحب سوداگر چرم سالور ضلع ویزاک پٹنم (ایک) جناب سکریٹری صاحب حمیدیہ فری لائبریری احمدآباد دستی (ایک) جناب ڈاکٹر محمد قمرالدین صاحب حیدرآباد دکن (ایک) جناب مولانا ابوالوفا شاہ محمد جنید حسینی صاحب تامی کوہ سوار (دو) جناب غلام غوث صاحب سب انسپکٹر چھاگا ماگا (ایک) جناب حیدر بخش صاحب ہیڈ کانسٹبل ڈاکخانہ حجرہ ضلع منٹگمری (ایک) جناب مولانا میرزا محمد اشرف صاحب گورگانی بی اے بہاولپور (دو) جناب مولوی محمد مطیع اللہ صاحب بہاولپور (ایک) جناب پیرجی سید کرار حسین صاحب ایک

چوب چینی و عشبہ کے اکتالیس مجرب فوائد

جس کی تصدیق حکیموں ڈاکٹروں نے اپنے مریضوں پر آزمانے سے کی ہے

فائدہ ۱ { جس کی تصدیق ایک سو دس مریضوں نے استعمال کر کے کی ہے اور سرٹیفکٹ دئے ہیں وہ یہ ہیں جب کبھی آتشک اور سوزاک ہوگیا ہو اور کچھ عرصہ کے بعد جلد پر سیاہی آجائے یا چہرے اور جسم پر بدنما داغ پڑ جائیں یا جوڑوں اور ہڈیوں میں درد ہو تو اس مرکب کے استعمال کرنے سے تمام دکھ درد دور ہو جائیں گے

فائدہ ۲ { جس کی تصدیق ۵۴ مختلف مریضوں نے اور مختلف عمر کے لوگوں نے کی ہے وہ یہ ہیں خرابی معدہ جگر بھوک بند ہو جانے سے دن بدن لاغری ہوتی جاتی تھی چہرے پر بے رونقی اور مردہ پن پیدا ہو گیا ہو۔ ہاتھ پاؤں سن رہتے تھے معدہ پر بوجھ کبھی دست کبھی قبض ہو جاتی تھی وہ سب اس کے استعمال سے دور ہو گئے۔

فائدہ ۳ { جس کی تصدیق ۳۹ آدمی کرتے ہیں کہ ان کا چہرہ سیاہ اور موٹا گیا تھا اور پسینہ آنے سے سخت خارش ہوتی تھی ہر وقت بدبو پیدا رہتا تھا اور ان سے سخت بدبو آتی تھی۔

فائدہ ۴ { جس کی تصدیق گیارہ مریض کرتے ہیں جن کے مختلف اور جسم میں بغل اور بدن میں گلٹیاں بن جاتی ہیں اسکے استعمال سے بڑی گلٹیاں بیٹھ گئیں اور آگے پیدا ہونی بند ہو گئیں اور مرض جاتا رہا۔

فائدہ ۵ { جس کی تصدیق تین مریض کرتے ہیں عرصہ سے ناسور اور گنڈے سے پیلی سی پیپ جاری رہتی تھی اور سخت تکلیف کا سامنا ہوتا تھا اس مرکب کے چند روزہ استعمال سے ناسور سوکھ گیا اور زخم کھر گئے۔

فائدہ ۶ { جس کی تصدیق ۶ مریض کرتے ہیں ان کے جوڑوں سے اٹھ کر درم تمام بند اور پنڈلیوں میں آ پہنچا کرتا تھا جس سے ٹانگیں ان بدن سوکھی جاتی تھی اس کی ایک شیشی کے استعمال سے ٹانگیں بادا درد جاتا رہا۔

فائدہ ۷ { جس کی تصدیق چار مستورات استعمال کرنے کے بعد کرتی ہیں کہ ان کے ملوں میں درد اور جسم ہولا در بانی جاری رہتا تھا اور ایام حیض میں کمر پیٹ میں سخت درد ہوا کرتا تھا اسکے استعمال سے ایام ماہواری باقاعدہ ہو گئے رحم کا پانی بند اور چہرہ سرخ ہو گیا۔

فائدہ ۸ { جس کی تصدیق دو سو مریض آزمانے کے بعد خون گندہ ہونے سے چہرہ پر چھائیاں اور جسم پر دانے پھوڑے پھنسیاں کثرت سے مختلف جگہ میں پیدا ہو کر ان سے لیسدار پانی بہہ کر جہاں وہ پانی لگتا زخم ہو جاتا۔

الغرض یہ مرکب عشبہ و چوب چینی سب سے عمدہ سب سے مصفی خون ہے

یہاں بہت سے عشبہ ناکارہ در نقصان رساں ثابت ہوئے ہیں کیونکہ وہ بلالحاظ اس ملک کی آب ہوا کے شراب وغیرہ میں بنائے جاتے ہیں جس سے خون زیادہ غلیظ اور تیز ہوتا ہے اس کے استعمال سے اصلی فائدے دکھلائے جو ہر عشبہ کا اندرونی پر بہت اچھا اثر ڈالتا ہے تمام جسم کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں صحت کے لیے اس جوہر کے استعمال سے پہلے اپنے بدن کو وزن کر لو۔ وزن ڈیوڑھا ہو جائے گا نصف صدی سے یہ مرکب ملک کے ہر حصہ میں تجربہ کیا گیا ہے۔

قیمت

شیشی کلاں جو ایک ماہ کے لئے کافی ہے (تین روپیہ) شیشی خورد (عہ) علاوہ اس کے شفاخانہ میں ہر مرض کی مجرب دوائیں موجود ہیں۔ (۱) شربت نوی اعصاب دافع نامردی للعہ (۲) طلائے نادر للعہ (۳) دوائی سوزاک نمبر عہ نمبر ۲ ہے (۴) حب دافع آتشک للعہ (۵) حب دافع بواسیر عہ (۶) حب دافع جریان احتلام عہ (۷) سرمہ کراماتی فیتولہ عہ (۸) منجن مستحکم دندان عہ (۹) سر کا خوشبو دار تیل وغیرہ اگر آپ کسی مرض سے تنگ ہیں تو ہم سے فارم تشخیص امراض آدھ آنہ کا ٹکٹ بھیج کر منگا لیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ مرض قابل علاج ہے یا نہیں اور یہ کہ کب تک صحت یاب ہوگا۔

ملنے کا پتہ حکیم حاجی غلام نبی زبدۃ الحکماء مزنگ لاہور

رسول کی عیدی

بقرعید آئی مسلمان ایک دوسرے کو عید کارڈ بھیجیں گے مگر اس میں صرف تھوڑی دیر کی خوشی ہے اور فائدہ کچھ نہیں اس لیے چاہئے کہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی مشہور کتاب **رسول کی عیدی** بزرگوں دوستوں اور بچوں میں تقسیم کیجائے یہ بہت خوبصورت چھوٹی سی کتاب ہے اس میں پر جوش اسلامی باتیں ہیں نظم بھی نثر بھی اور بعضے اشعار تو ایسے ہیں کہ پڑھ کر بے اختیار ہنسی آتی ہے اور دل کو عبرت ہوتی ہے آم کے آم گٹھلیوں کے دام اسی کو کہتے ہیں قیمت کچھ بھی نہیں صرف ۲؍ ایسے ہی حلقۃ المشائخ کی نئی چھوٹی چھوٹی کتابیں جو ابھی حال میں نہایت خوشنما چھپی ہیں عید میں تقسیم کرنے کے قابل ہیں ایک کا نام طریقت کی پہلی ہے ایک **طریقت کی دوسری** ایک **اپنی آنکھ اپنی دید** ایک **دست غیب** [illegible] کی قیمت [illegible] فی جلد ہے

کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے منگائیے

پرتاثیر خطیب

اخبار منہ کے زور خطیب کے خطبے مشہور ہیں ہر ہفتے دین و دنیا کی بھلائی [illegible] پرتاثیر خط سناتا ہے اردو زبان اس کے نرالے بیان پر جھومتی ہے۔ کھوٹے ہوتے راستے [illegible] حضور کے سامنے ہاتھ باندھے چلے آتے ہیں مشہور ماہوار رسالہ **نظام المشائخ** [illegible] زور سے نکلتا ہے۔ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے مضامین اب زیادہ تر اسی میں چھپتے ہیں۔ چندہ سالانہ ۴؍ ششماہی ۲؍ نمونہ مفت +

منیجر خطیب دہلی

میدان جنگ میں مانگ

خطیب و نظام المشائخ کی

جہاں گولوں اور گولیوں کا مینہ برستا ہے اور موت و خون کے باغ لہلہاتے ہیں۔ جہاں انسان اپنے ملک و بادشاہ کی عزت پر جانیں قربان کرتے ہیں۔ جہاں آدمی زندگی کی توقعات سے ہاتھ اٹھا کر جاتے ہیں۔ وہاں [illegible] اسلحہ و تفنگ کے کوئی چیز یاد نہیں آتی۔ وہ ایسا مقام جو ہر دلچسپی کو فراموش کر دیتا ہے۔ مگر مذہب ہر آدم زاد کو ایسا پیارا ہے کہ وہ اس خونی مقام میں بھی اسکو یاد کرتا ہے۔ چنانچہ ہمارے پاس تمام جنگی میدانوں میں سے جہاں ہمارے ہندوستانی بھائی حرب و ضرب میں مصروف ہیں خطیب و نظام المشائخ کی مانگ آرہی ہے۔

افسر اور سپاہی لکھتے ہیں کہ اس خونخوار مقام پر ہمارا دل کسی اخبار و رسالہ میں نہیں لگتا ہم صرف اخبار خطیب و رسالہ نظام المشائخ کو پڑھنا چاہتے ہیں جنمیں روحانی تسلی و تسکین کے پیام ہوتے ہیں جو ہمکو خدا رسولؐ کی یاد دلاتے رہتے ہیں +

کئی زخمیوں کے خط آئے کہ شفاخانوں میں ہماری آنکھیں نظام المشائخ اور خطیب کو ڈھونڈتی رہتی ہیں۔ بعض افسروں نے لکھا کہ فلاں سپاہی جس وقت مقتول ہوا۔ نظام المشائخ اس کی جیب میں تھا +

حضرت خواجہ حسن نظامی کے مریدین تو سب کے سب نظام المشائخ کو لازمی طور سے لڑائی میں پاس رکھتے ہیں۔ جس طرح کہ خواجہ صاحب کا تعویذ انکے بازو پر ہوتا ہے +

ایسی حالت میں خیر خواہان سرکار کا فرض ہے کہ وہ نظام المشائخ اور خطیب کو زخمی سپاہیوں کے لیے خرید کر تقسیم فرمائیں۔ اس سے بڑھکر سرکار اور اپنے دین کی کوئی خدمت نہیں ہو سکتی +

منیجر خطیب و نظام المشائخ دہلی